معارف

مجلس مصنفین کا ماہوار علمی رسالہ

سید سلیمان ندوی

قیمت سالانہ [illegible] مع محصول [illegible]

مطبع معارف میں چھپ کر

[illegible] سے شائع ہوا

کتبخانہ دار المصنفین اعظم گڈھ

علامہ شبلی نعمانی

سیرۃ النبی صلعم حصہ اول طبع دوم سے ، للعہ ر

ایضاً حصہ دوم طبع اول ۔ سعہ ر ۔ للعہ ر

الفاروق حضرت فاروق اعظم کی لائف و طرز حکومت سے

الغزالی امام غزالی کی سوانح عمری اور انکا فلسفہ عہ ر

شعر العجم حصہ اول ، شاعری کی حقیقت فارسی شاعری کا

آغاز و قدما کا دور صفحہ ۳۵۰ سے ۔

ایضاً حصہ سوم ، شعرائے متاخرین صفحہ ۲۳۰ ہ ر

(حصہ دوم اور چہارم زیر طبع ہیں)

شعر العجم حصہ پنجم عہ ر

الانتقاد علی التمدن الاسلامی ، جرجی زیدان کے تمدن

اسلامی پر عربی میں ریویو ، ر

سفر نامہ مصر و شام عہ ر

موازنہ انیس و دبیر ہے

مضامین عالمگیر شہنشاہ اورنگزیب عالمگیر پر اعتراضات

اور انکے جوابات ، عہ ر ۔ ۱۲ ر

مکاتیب شبلی مولانا مرحوم کے خطوط کا مجموعہ جو

ملی ، قومی ، ادبی ، اخلاقی معلومات

کا خزانہ ہے جلد اول ۱ ر

ایضاً جلد دوم ۱ ر

رسائل شبلی ، مولانا کے ۱۲ مختلف علمی مضامین کا

مجموعہ ۔ قیمت ۱ ر

قصیدۂ امرتسر ، امرتسر کے اجلاس ندوۃ العلماء میں

مولانا نے جو فارسی قصیدہ پڑھا تھا

طبع رنگین واعلیٰ ۲ ر

مجموعۂ کلام شبلی ، اردو ۱۲ ر

مثنوی صبح امید ، اردو ۴ ر

نوحۂ اسحاق ، مولانا کا اپنے بھائی کی وفات پر پر درد مرثیہ ار

دیوان شبلی عہ ر

مولانا حمید الدین صاحب بی اے

تفسیر سورۂ تحریم ، جدید طرز پر عربی میں قرآن مجید کی تفسیر ۴ ر

تفسیر سورۂ قیامہ " ۴ ر

تفسیر سورۂ والشمس " ۴ ر

تفسیر سورۂ والکفرون " ۴ ر

تفسیر سورۂ والعصر " ۴ ر

الرای الصحیح فی من ھو الذبیح ، عربی میں حضرت اسمٰعیل

کے ذبیح ہونے پر ایک مدلل

اور پرزور رسالہ ۱۰ ر

اسباق النحو سہل طرز پر عربی گرامر ، اردو ۵ ر

دیوان حمید مولانا کا فارسی دیوان مع تصویر ۱۲ ر

خرد نامہ منظوم خاص فارسی زبان میں امثال سلیمان کا

ترجمہ ۸ ر

تحفۃ الاعراب ، عربی کی نحو جدید طرز و نظم میں ۲ ر

دیوان الفیض ، ہندوستان کے ایک نامور استاد ادب

مولانا فیض الحسن سہارنپوری کا عربی

کلام صفحہ ۲۰۰ ۔ قیمت عہ ر

مجلد نہم | ماہ جمادی الاولیٰ سنہ ۴۰ھ مطابق جنوری سنہ ۲۲ء | عدد اول

مضامین

شذرات

مسٹر گیا نندرونا تھ چکرورتی کا شمار اسوقت ہندوستان کے مشہور ترین ماہرین تعلیم مین ہوتا ہے
انکی ساری عمر صیغۂ تعلیم مین بسر ہوئی ہے، مدتون وہ کالج کے پروفیسر اور ہائی اسکولون کے انسپکٹر رہ چکے ہو
الٰہ آباد یونیورسٹی کے بہت پرانے فیلو اور بنارس ہندو یونیورسٹی کورٹ کے ممبر ہین، اور اب کچھ عرصہ
لکھنؤ یونیورسٹی کے وایس چانسلر ہین، ان کے قلم کا ایک مضمون عثمانیہ یونیورسٹی پر جنوری کے ماڈرن ریو
مین شایع ہوا ہے، جسکی تلخیص آیندہ نمبر مین ناظرین معارف کے پیشکش ہوگی، فاضل موصوف نے بعض
نکتہ چینیون کے باوجود، بہ حیثیت مجموعی یونیورسٹی مذکور کے تخیل اور طریق کار کی بہت کافی داد دی
اور اسے برٹش انڈیا کی یونیورسٹیون کے سامنے بطور نمونہ کے پیش کیا ہے، یونیورسٹی کے تخیل کے بلند
بہتر و قابل تقلید ہونے مین کس کا فر کو شک ہوسکتا ہے، لیکن یونیورسٹی کے طریق کار سے کیا خود مو
کارکنون کی بھی قوت ایمانی مطمئن ہے؟ دنیا پر طاؤس کے حسن و خوشنمائی کی مداحی مین بالکل حق بجا
لیکن خود طاؤس کی کیفیت نفسی، اپنے پیرون پر نظر کرنے کے بعد کیا ہوجاتی ہے، اردو کے ظریف نا
نے حال ہی مین کہا ہے،

نہ پھول اسپہ کہ یہ ادرو وہ تجھے اچھا سمجھتا ہے
تو اپنے دل مین اپنے آپکو کیسا سمجھتا ہے

بات پر بات یاد آتی ہے، اُردو یونیورسٹی کے ذکر پر ذہن انجمن اُردو کی جانب منتقل ہوتا ہے،
جو ہر کا آمر ہفتہ ملک کے جملہ قواے عمل کے لئے میدان مظاہرہ ہوتا ہے، جسمین قوم کی زندہ آبادی کا
بہ ہمت، اقدام، و عمل کے اسلحہ سے کمربستہ نظر آتا ہے، لیکن اُردو کا لشکر شاید اپنے خیال مین فتح کامل
کرچکا ہے، اسکے سپاہیون نے ہتھیار کھول کر رکھدیئے ہین، اور اسکے افسر خواب راحت کا لطف
... زمین بدایون سے ایک بلند آواز آل انڈیا اُردو کانفرنس کی تحریک قیام کیلئے اُٹھی تھی، لیکن جس تیزی کے ساتھ
اٹھی تھی اسی سرعت کے ساتھ اس زمین مین مدفون ہوگئی جو مزارات شہدا کے لئے مشہور ہے
...ندہ مین بزرگان لکھنؤ نے اس نقارہ پر اس زور سے چوب لگائی کہ علیگڈھ، بنارس، پٹنہ، و اورنگ آباد
...ہ کے در و دیوار جنبش مین آگئے، لیکن کان لگا کر سُنا تو معلوم ہوا کہ یہ کسی ساحر قیصر باغ کے جرس
...دان کی صداے بازگشت تھی، اسی کے سال دو سال بعد یہ برق اُفق دہلی پر چمکی لیکن معاً نظر آگیا کہ
... مقصد زائرین حرم ادبیات کو روشنی پہنچانا نہین بلکہ اُنکی نگاہون کو خیرہ کردینا تھا، خیر یہ تاریخ تو اُردو
...ن کی تھی جو ابتدا ہی سے ایک تفریح و تفنن کی چیز تھی، البتہ انجمن ترقی اُردو ایسی مجلس تھی جو اپنی
... کے موافق فی الجملہ قابل قدر خدمات انجام دے رہی تھی، لیکن اب دو ایک برس سے اسکے بھی
... جلاس منعقد ہونے کی خبر نہین آتی، اگر اسکے اجلاس اب بند ہوگئے تو یہ مطلق حیرت انگیز نہین، حیرت
... کہ اتنے عرصہ تک کیونکر ہوتے رہے! جس چراغ کا تیل بالکل ختم ہوچکا ہے، وہ اگر کچھ دیر جھلملاتی ہوئی
... رہے تو اسپر حیرت ہوسکتی ہے، لیکن اگر وہ فوراً بجھ جائے تو کسی کو بھی تعجب نہ ہوگا۔ م

ایک سرکاری اطلاع نامہ کے مطابق اپریل سنہ ۲۰ سے مارچ سنہ ۲۱ تک برٹش ہندوستان مین
(یعنی ملحقین کے رقبہ کو مستثنیٰ کرکے) موٹر کی قسم کی سواریان ۴۵۹۹۳ کی تعداد مین درج رجسٹر ہوئین،
ان مین ۳۱۹۳۴ موٹرین تھین، ۱۱۳۹۹ موٹر سائکلین تھین، اور ۲۶۶۰ باری موٹر گاڑیان تھین،

اس سال نئی موٹر کارون کی درآمد کی تعداد ۲۳۴۵۱ ہی جنکی مجموعی قیمت تخمیناً آٹھ کروڑ
ہندوستان کے مختلف صوبون نے اس کارخیر مین حسب ذیل نمایان حصہ لیا:-

بمبئی	۱۰۲۸۸	موٹر
بنگال	۷۴۸۲	"
برہما	۳۲۴۰	"
صوبۂ متحدہ	۲۶۷۵	"

تمدن جدید کے آیات کمال کا سرعنوان توشاید موٹرون ہی کو رکہنا چاہیئے، لیکن ان کا حلقہ
امرا، وخوشحال طبقہ تک محدود ہے، کائنات شائستگی کے آفتاب وماہتاب دو اور چیزین ہیتیا
جنکے دائرۂ اطلاق مین متوسط الحال افراد بلکہ غربا تک بھی آجاتے ہین، یعنی شراب وسگرٹ، اعد
انکے حلقۂ فیض کے حدود پیش نظر کرد ینگے:-

	سنہ ۱۹۱۸-۱۹ء	سنہ ۱۹۱۹-۲۰ء	سنہ ۱۹۲۰-۲۱ء
شراب	۵۳ لاکھ گیلن	۵۴ لاکھ گیلن	۵۷ ½ لاکھ گیلن
سگرٹ	"	۴۰ لاکھ پونڈ	۶۰ لاکھ پونڈ

یہ اعداد وزن کے لحاظ سے تھے، اب ایک نظر انکی قیمتون پر بھی ہو:-

	سنہ ۱۹۱۹-۲۰ء	سنہ ۱۹۲۰-۲۱ء
قیمت اسپرٹ (شراب کی صرف ایک نوع)	۲ کرور روپیہ	۳ ½ کرور
قیمت سگرٹ	۱ کرور ۶۸ لاکھ	۲ کرور ½

افسوس ہے، سرکاری اعداد مین اسکی تفصیل درج نہین کہ ہندوستان کی مختلف

ر کس حد تک ان جذبہائے گران مایہ کی قدر دانی مین حصہ لیا، ورنہ نظر آجاتا کہ جس نے شریعت کے
مل شیطانی قرار دیا ہے، جس ملت کے اکابر نے شراب کو ام الخبائث کا لقب دیا ہے،
نے اپنے پیروؤن کے سامنے کفایت وسادگی کا نصب العین رکھا ہے، اور جس کتاب
تکلفات دنیوی کو "متاع غرور" اور لہو ولعب سے تعبیر کیا ہے، اسکے نام لینے والے کس
ر کو اپنے نفس پر حاکم رکھنے والے ہین، لیکن عام شاہدات کی بنا پر کون کہہ سکتا ہے کہ
س کاروبار مین اس دریادل قوم کا نمایان حصہ نہ ہوگا؟ یہی قوم آج باوجود اپنی انتہائی
پرستی، تن پروری وزشت... عمالی کے، حق وصداقت، غیرت وحمیت، ایثار وللہیت، صدق و
انیت، عزم وحقانیت کا نام لیکر اٹھی ہے کہ صنمکدۂ کائنات کو پھر ایک بار کاشانۂ خلیل بنا دے،
دعوؤن کی لاج رکھنا محض ستار عیوب وقادر کل کے ہاتھ ہے، ورنہ اپنے اعمال اور اسباب
ی تو ایسے ہین کہ غیر تو غیر خود اپنون کو بعض دفعہ اس جسارت پر حیرت ہوجاتی ہے اور بے ساختہ
بان پر آجاتا ہے،

ہے آرزو کہ ابروے پرخم کو دیکھئے
اس حوصلہ کو دیکھئے اور ہم کو دیکھئے

ئہ مسلم یونیورسٹی جسکی بابت امیدین یہ دلائی گئی تہین کہ وہ قرطبہ اور بغداد کی جانشین ہوگی،
وجود مین آگئی تو اسکا سب سے پہلا کارنمایان دنیا کے سامنے یہ پیش ہوتا ہے کہ ۱۲ فروری کو
ولیعہد بہادر مسلم یونیورسٹی کی سرزمین کو اپنے ورود سے مشرف کرینگے، یونیورسٹی انہین ڈاکٹر کی
ڈگری دیگی، اور انکے ساتھ چار اور صاحبون کو بھی ڈاکٹر کی اعزازی ڈگری عطا ہوگی، یہ قابل
صحاب اربعہ کون ہین؟ گورنر صوبہ متحدہ، ممبر تعلیمات حکومت ہند، مہاراجہ صاحب گوالیار

اور نواب صاحب رامپور، اس سے قطع نظر کرکے کہ مسلم یونیورسٹی کی یہ انگریز نوازی موجودہ مسلم جذبات کے کہانتک موافق ہے، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جن خوش نصیب اصحاب اربعہ پر یہ اعزاز کی بارش ہونے والی ہے وہ واقعۃً اس اعزاز سے کچھ بھی مناسبت رکھتے ہین؟ اس سوال کا جواب آج مسلم یونیورسٹی کے ارباب حل وعقد آسانی سے ٹال سکتے ہین، لیکن ایک وقت آنے والا ہے جب یہ سوال اس آسانی سے نہ ٹل سکیگا، اور جب دنیا کی ہر امانت کی طرح اس امانت کا بھی حساب دینے پر مجبور ہونا پڑیگا، بہتر ہوگا اسوقت کے لئے کوئی معقول جواب ابھی سے سوچ رکھا جائے۔

یونیورسٹیون کی غرض یہ ہوتی ہے کہ علم واخلاق کی روایات کو زندہ رکھا جائے، اور انکی زندگی کو ترقی دیجاتی رہے، آنریری ڈگری انتہائی اعزاز ہے جو کوئی یونیورسٹی اپنے اصل مقاصد کے لحاظ سے کسی فرد کو دیسکتی ہے، باقی اگر کسی دولتمند نے باوجود علم واخلاق سے معرا ہونے کے یونیورسٹی کی مالی مدد کی ہے تو اس احسان کے اعتراف کے لئے یونیورسٹی کے پاس اور بہت سی صورتین ہین، مثلاً یہ کہ اسے یونیورسٹی کا رکن منتخب کردیا جائے، اسکے نام پر کوئی عمارت یونیورسٹی مین تعمیر کرادیجائے وقس علی ہذا۔ لیکن اعزازی ڈگری کے استحقاق کا معیار تمامتر علمی امتیاز وبلندی اخلاق پر ہے، مسلم یونیورسٹی کے آنریری ڈگری پانے والے اصحاب نے اگر اس حیثیت سے اپنی اہلیت کا کوئی ثبوت دیا ہے تو اُسے یقیناً علی گڈھ کے والیں چانسلر یا خزانچی صاحب کے دفتر کی کسی آہنی الماری مین بہت ہی مضبوط قفل ڈال کر چھپا دیا گیا ہے۔

دنیا کی دوسری یونیورسٹیون مین آنریری ڈگریان جس درجہ کے کاملین فنون واساتذۂ علوم کو ملتی رہتی ہین، اُسکی توضیح کے لئے یورپ وامریکہ سے مثالین تلاش کرکے لانے کی حاجت نہین،

خود ہندوستان مین علی گڈھ سے چند قدم پر بنارس اور ذرا اور آگے بڑھ کر کلکتہ ہے، ولیعہد بہادر کا ورود ان دونون جگہون مین بھی ہوا، آخر ان یونیورسٹیون نے اس موقع پر کیا کیا؟ بنارس کی ہندو یونیورسٹی نے ڈاکٹر کی آنریری ڈگری دی مگر کسکو؟ مسز بسنٹ کو، جنکے ہاتھون ہندو کالج کی بنیاد پڑی تھی جنکی ایک عمر ہندو علوم وفنون کی ترویج واشاعت مین بسر ہو چکی ہے، اور جنکی علمی ودماغی قابلیت کا اعتراف ملک کے نہین، دنیا کے گوشہ گوشہ سے ہو چکا ہے، کلکتہ کی سرکاری یونیورسٹی نے متعدد اشخاص کو ڈاکٹر کی آنریری ڈگریان دین، مگر یہ کون لوگ تھے؟ یہ وہ تھے جو اپنی عمرین، فلسفہ، سائنس، تاریخ وادب کی خدمتگذاری مین صرف کر چکے ہین، جنکا نام علمی دنیا مین بچہ بچہ کی زبان پر ہے اور جنکی عزت وتعظیم کرنا خود علم وفن کی عزت وتعظیم کرنا ہے، مسلمانون مین بیشک قحط الرجال ہے لیکن کیا یہ قحط اسقدر سخت ہے کہ مسلم یونیورسٹی کو اپنے اخوان طریقت مین چند افراد بھی اس پایہ کے نظر نہ آئے؟ ان لوگون سے قطع نظر کیجیے جنکی سیاسیات مسلم یونیورسٹی کے نزدیک قابل نفرت ہے، تو بھی کیا اہل موالات مین ایک متنفس بھی اس پایہ کا نہین نکل سکتا؟ سید امیر علی کی خدمات تاریخ ومذہب، عماد الملک سید حسین بلگرامی کا علم وفضل وتعلق علی گڈھ، ڈاکٹر اقبال کی فلسفیانہ وادبی عظمت، جسٹس عبدالرحیم کی قانونی وسعتِ نظر، مولوی عبدالحلیم شرر کی خدمات زبان وادب، شاید یہ تمام قربانیان مسلم یونیورسٹی کی درگاہ مین ناقابل قبول ہین!

عزت تو جسکی ہے، صرف اُسی کی ہے، (وله الكبرياء في السموٰت والارض) اور اسی رب العزت کی رحمت کے طفیل مین پیغمبرون اور پھر عام مومنین کی ہے، ولله العزة ولرسوله وللمومنين ولكن المنافقين لايعلمون۔ (منافقون ع ۱) اُسکو کسی یونیورسٹی کی اعزازی ڈگریان لینا بڑھا نہین سکتین، اُسکا تعلق تو صرف ایمان واعمال صالحہ سے ہے، البتہ نااہلون کو زبردستی

علم یا حکومت کا لباس پہنا دینا، بالآخر خود انہین کے حق مین اور ساری قوم کے حق مین مضر ہوتا ہے
مولانا رومی نے کیا خوب تمثیل دی ہے، کہ نا اہل کو عالم یا حاکم بنا دینا رہزن کے ہاتھ مین تلوار
دیدینا ہے، بلکہ اس سے بھی بدتر ہے،

بدگہر را علم وفن آموختن — دادن تیغ بدستِ راہزن
تیغ دادن درکف زنگی مست — بہ کہ آید علم ناکس را بدست
علم ومال ومنصب وجاہ وقران — فتنہ آمد درکفِ بدگوہران
پس غزا زین فرض شد بر مومنان — تا ستانند از کفِ مجنون سنان

قوم کے نادان دوست اسی غزا وجہاد کے وقت کو اپنے اعمال سے قریب بلا رہے ہین -

مقالات

مرزا غالب کا ایک فرنگی شاگرد

آزاد فرانسیسی

از مولوی عبد الماجد بی اے

پچھلے نمبر کے شذرات مین اُردو کے چند فرنگی شاعرون کا جو مختصر تذکرہ آگیا تھا، ناظرین کرام نے اس سے دلچسپی کا اظہار کیا، اور بعض احباب کو یہ داستان خوشگوار اور پر لطف معلوم ہوئی، ان حضرات کی ضیافت ذوق کے لئے ایک فرنگی شاعر کا ذکر کسی قدر تفصیل کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

الگزنڈر بیدر لی، ایک فرانسیسی خاندان کے رکن تھے[1]، ولادت غالباً ہندوستان ہی مین ہوئی تھی، سال ولادت تقریباً ۱۸۲۹ء تھا، اٹھارہ سال کی عمر سے اُردو شاعری کا شوق پیدا ہوا، مشورۂ سخن کے لئے کلام کو نواب زین العابدین خان عارف[2] (شاگرد و عزیز مرزا نوشہ) اور خود غالب کی خدمت مین بھیجنا شروع کیا، ان حضرات کا فیض توجہ بے اثر نہین رہ سکتا تھا، کچھ عرصہ مین اچھی خاصی مشق ہوگئی، اور کلام مین فی الجملہ پختگی آگئی، جو ایک غیر قوم کے فرد کے لئے بہت بڑی بات ہے، عمر نے وفا نہ کی، ۳۲ سال کی عمر مین ۷- جولائی ۱۸۶۱ء کو انتقال کیا، تاہم اتنے ہی عرصہ مین کلام کا مجموعہ اسقدر ہوگیا تھا کہ معمولی ضخامت کا دیوان تیار ہوجاتا، چنانچہ مرحوم کے برادر کلان طامس بیدر لی نے دو برس کے بعد

---

[1] تذکرہ خمخانۂ جاوید، جلد اول،

[2] یہ وہی عارف ہین جکی جوان مرگی پر غالب نے وہ مرثیہ کہا ہے جسکا ایک شعر یہ ہے ؎

ہان اے فلک پیر جوان تھا ابھی عارف + کیا تیرا بگڑتا جو نہ مرتا کوئی دن اور — (یہ مرثیہ مطبوعہ دیوان غالب (اردو) مین درج ہے)

اس دیوان کو شائع کرایا،

تخلص آزاد کرتے تھے، اسلئے دیوان بھی دیوان آزاد کے نام سے موسوم ہے ضخامت ۱۰۵ صفحہ ہے، مطبع احمدی آگرہ سے ۱۲۶۳ھ میں شائع ہوا، اب بازار مین نایاب ہے، میرے پیش نظر کتبخانہ سرکاری رامپور کا نسخہ ہے،

ابتدا مین دو دیباچے ہین، پہلا دیباچہ فارسی مین منشی شوکت علی ساکن شاہپور ضلع فتحپور کا ہے جسکا طرز بیان تقریظ نگارون کے عام دستور کے مطابق کافی شاعرانہ ہے، اور بعض بیانات مبالغہ سے خالی نہین، یہ صاحب حمد و نعت کے بعد تحریر فرماتے ہین :-

"قناسے ہنرمند وگوہر ذکا پیوند خداوند عقل وتمیز، صاحب فراست وہر دلعزیز، مستعد ازلی اگر نندہ حیدرعلی کہ ذہن وذکا را درعلش ضمیر بود، وسعادت ومروت درضمیرش جا پذیر، اودرسن سیزدہ سالگی بزغیبدن اشعار اساتذہ متقدمین ومتاخرین طبع وقادش درتحصیل کمالش توجہ بود، گاہ گاہ ہنگام فرصت بمطالعۂ تصانیف استادان پرداشتہ، وبامحتشم الدولہ امیرالملک محمد اسداللہ خان بہادر سہراب جنگ غالب تخلص ونواب زین العابدین خان تخلص بہ عارف کہ ہر دو حضرات از اکابر امراء والا دودمان دہلی بودند بذریعۂ مراسلات ومکاتبات استمداد سخن داشتہ"

آگے چل کر اسی دیباچہ مین یہ ذکر ہے کہ حیدرعلی صاحب کو طب مین بھی ید طولی حاصل تھا، مریض عموماً انکے علاج سے شفایاب ہوتے تھے، مزاج مین سخاوت وفیاضی حد سے بڑھی ہوئی تھی، دوائین بلاقیمت تقسیم کرتے، اور دوسرے طریقون سے بھی غربا کی دستگیری کرتے رہتے، خود عسرت سے بسر کرتے، لیکن قرض لیکر دوسرون کی حاجت روائی کرتے، ریاست الور مین توپخانہ کے کپتان مقرر ہوگئے، اسی سال وفات پائی۔

دوسرا دیباچہ جو اردو مین ہے، آزاد کے بڑے بھائی عباس حیدرعلی کے قلم سے نکلا ہے جو

ریاست بھرت پور میں ڈپٹی کلکٹر تھے، یہ دیباچہ ذیل میں تمام وکمال درج کیا جاتا ہے، آج سے ۹۰ سال قبل کی ایک فرانسیسی شخص کی اردو نثر کا نمونہ بجائے خود ایک یادگار رشتے ہے،

نیازمند درگاہ علم یزلی طامس ہیدرلی ابن سرجیمس ہیدرلی مرحوم بیان کرتا ہے، اور اپنا راز دل صاحبدلوں پر یون عیان کرتا ہے کہ میرا حقیقی چھوٹا بھائی کپتان الگزنڈر ہیدرلی جوان سعادتمند شیرین زبان دانش پیوند ابتداے عمر مین شعر وسخن کا مایل ہوا، اور چند روز مین جیسا چاہیے مایۂ سخنوری ومعنی گستری اسکو حاصل ہوا، کیونکہ اسکی طبیعت دراک تھی، فکر چالاک تھی، جو کچھ دل سے زبان تک، اور زبان سے قلم تک آیا، اُس نے گلہاے معنی کا ایک تختۂ خوشرنگ دکھایا، رفتہ رفتہ اسکے کلام کی وہ صورت ہوئی کہ ہم فنون کو رشک ہوا، اور دانشمندون کو حیرت ہوئی نواب زین العابدین خان دہلی کے امیرزادہ عالی خاندان جو عارف تخلص کرتے تھے اور جناب نجم الدولہ اسد اللہ خان بہادر غالب کے شاگرد تھے، وہ اسکے استاد تھے، اور اس نوجوان کو اپنے استاد اور اپنے استاد کے استاد کے انداز پیش نظر تھے، اور اکثر انکے اشعار یاد تھے، ہنوز برادر موصوف بہت کچھ کہنے نہ پایا تھا، بلکہ میں کہہ سکتا ہون کہ جو کچھ اسکے دل مین تھا ابھی اُسکی زبان پر نہ آیا تھا کہ ناگاہ وقت ناگزیر آپہنچا، اور اس سعادتمند ازل کو پیغام اجل کا آپہنچا، چونکہ سرکار الور مین عہدۂ کپتانی پر مامور تھا، دنیا سے سفر کرتے وقت میری نظر سے دور تھا، ایسا لائق ہونہار بھائی جس نے کل دو اوپر تیس برس کی عمر پائی، ساتوین جولائی ۱۸۶۱ء کو کام تمام ہوا، اس غم کا جسقدر بیان کیجیے اس سے سوا ہے جو اپنا حال بنا ہے، اور جسقدر غم کیا جائے بجا ہے، ع این ماتم سخت است کہ گویند جوان مرد،

افسوس نہ فریاد مین فائدہ دیکھا نہ رونے مین تاثیر پائی، بہت روئے پیٹے آخر صبر کرتے بن آئی، اشعار اس مرحوم کے جو پریشان جابجا پڑے پائے گویا سونے مین زمرد اور یاقوت کے نگینے جڑے پائے، خیال آیا کہ جواہر کو بکھرا پڑا نہ رہنے دیجیے، اور ان سب اشعار کو ردیف وار جمع کر کے

دیوان مرتب کیجئے، تاکہ جو کوئی دیکھے وہ کہے کہ اگرچہ اس شخص کی تھوڑی زندگی تھی مگر واہ اس قلیل مدت میں کیا گہر افشانی تھی، نہیں نہیں یہ بات نہیں ہے مجھکو یہ یقین ہے کہ یہ جو کاغذ پر سیاہی سے لکھے گئے ہین، سوا اسکے اشعار اسکے ماتم مین سیہ پوش ہوے ہین، الٰہی یہ مجموعۂ اشعار مقبول طبع ہر مغفور ہو اور اگر نذر ہیدرلی کی روح کو حضرت یسوع کے قدم مبارک مین مغفرت میسر ہو تمام شد (صفحہ ۱۰-۱۱)

دیوان کی ابتدا "قصیدہ حمد و وحدت" سے ہوتی ہے، اسکے بعد "مسدس نعت مسیح" ہے جس کے بعد مختلف اعزہ، احباب و والیان ریاست کی شان مین قصاید ہین جنمین سے بعض اچھے خاصے طویل ہین، صفحہ ۶۴ سے صفحہ ۱۵۶ تک دیوان غزلیات ہے، باقی صفحہ ۱۷۵ تک متفرق قطعات مخمس، مرثیہ وغیرہ ہین،

حمد مین بالکل وہی رنگ ہے جو ایک مسلمان شاعر کا ہوتا ہے، توحید باری کی توصیف ہر شعر مین ہے اور اس طرح پر طرح طرح کے شاعرانہ استدلالات کئے ہین،

مسدس نعت مسیح اس لحاظ سے دلچسپ ہے کہ اسکا رنگ بالکل وہی ہے جو مسلمان شعرار کا نعت محمدی مین ہوتا ہے، وہی ذوق و شوق، وہی تضرع و الحاح، اور وہی وابستگی و اعتماد شفاعت ایک بند ملاحظہ ہو:-

تیری رحمت حامیٔ رزق گدایان یا مسیح　　　تیری بخشش تاج بخشِ تاجداران یا مسیح

تیری شفقت ہر کس و ناکس کی خواہان یا مسیح　　　ہے تجھی سے نیک و بد کی مشکل آسان یا مسیح

ساقی کونین و شاہِ دو جہان تو ہی تو ہے

یا مسیحا چارہ سازِ عاصیان تو ہی تو ہے

(امید ہے اردو کے زباندان حضرات زبان کی خامیون پر گرفت کرنے سے پیشتر یہ یاد کرلینگے کہ شاعر ایک غیر ملک اور غیر قوم کا شخص ہے جسکی مادری زبان کو اردو سے کوئی مناسبت نہین)

ایک اور بند اسی مسدس کا :-

خسروا از بسکہ ہین میری خطائین بے حساب عاصیانِ دہر مین اصلا نہین میرا جواب
قابل دوزخ ہون مین اور لائق قہر و عتاب عین نصفت ہی جہانتک مجھپہ ہون رنج و عذاب

اور کچھ چارہ نظر آتا نہین اپنا مجھے
تیری الفت پر توکل ہی شفاعت کا مجھے

ایک مخمس مین مرزا غالب کی غزل "تمہین بتاؤ یہ اندازِ گفتگو کیا ہے۔" کی تضمین کی ہے، پہلا بند یہ ہے :-

بلا سے مین نہیں خاک بھی عدو کیا ہے تمہین اسی کی قسم اسکی آبرو کیا ہے
زبان شوخ بیان کا یہ حسن خو کیا ہے ہر ایک بات پہ کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے

تمہین بتاؤ یہ اندازِ گفتگو کیا ہے

آخری بند یہ ہے :-

کہا جو مین نے کہ غالب نظر نہین آتا نیاز آپکی خدمت مین اب نہین لاتا
تو بولے بھید کو آزاد تو نہین پاتا ہوا ہے شہ کا مصاحب پھرے ہی اتراتا

وگرنہ شہر مین غالب کی آبرو کیا ہے

ایک اور مخمس مین ناسخ کی مشہور غزل "مرا سینہ ہے مشرقِ آفتاب داغِ ہجران کا" کی بھی تضمین کی ہے۔ اپنے استاد نواب زین العابدین خان عارف کا طویل مرثیہ کہا ہے جسمین بعض اشعار خوب نکالے ہین، نمونہ کے لئے چند شعر ملاحظہ ہون :-

ای اہل دید دیکھلو آنکھون سے کیا ہی آج مین کیا کہون کہ دہر مین کیا ہو رہا ہی آج
یان بعد مرگ حشر کا رکھتے تھے انتظار دوسرے پہ جیتے جی ہی قیامت بپا ہی آج

مردے عجب ہیں گرسنہ اٹھیں جی کے قبر سے ہم بانگ صور نالۂ اہلِ عزا ہے آج
ماتم سے کیون نہ دہر میں پڑجائے زلزلہ تشہیرِ بے ثباتیٔ ارض و سما ہے آج
پھر ہوگا شور خلق مین طوفانِ نوح کا اے اہل گریہ، گریہ جوشِ بکا ہے آج
اے جذب اتحاد یہی ہے مدد کا وقت وہ غم مین ہمکو چھوڑکے تنہا چلا ہے آج
اے جانِ زار جانے مین یہ دیر حیف حیف کچھ بھی سرِ وفا تجھے اے بیوفا ہے آج

غزلین اکثر غالب کی زمینون مین کہی ہین لیکن حتی الامکان صفائے بیان اور سلاست روانی و شستگیٔ زبان کا سررشتہ ہاتھ سے نہین جانے دیا ہے، کہین کہین مضمون بھی بہت لطیف پیدا کیا ہے، بعض اشعار حسن تعلیل کا اعلیٰ نمونہ ہین۔

غالب کی مشہور غزل "جو تری بزم سے نکلا سو پریشان نکلا" پر آزاد نے بھی غزل کہی ہے ؎

مین نہ وحشت مین کبھی سوے بیابان نکلا وان سے دلچسپ مرا خانۂ ویران نکلا
واعظون سے جو سنا کرتے تھے جنت کا بیان جبکہ تحقیق کیا کوچۂ جانان نکلا
اُنکی جا آج درِ یار پہ بیٹھا ہے رقیب خاک خوش ہوویں جو کل یار کا دربان نکلا
وہ رخِ ہوش رُبا دیکھ کے کب ہوش رہا وصل مین بھی تو نہ دل کا کوئی ارمان نکلا

اشعار ذیل ایک بہتر شاعر اور اہل زبان کے لئے بھی باعثِ فخر ہو سکتے ہین،

شکلِ قاصد نظر نہین آتی نہین آتی خبر نہین آتی
وہ بلا کونسی ہے صحرا مین جو کبھو میرے گھر نہین آتی

ایک طویل غزل کا اقتباس یہ ہے،

خوش ہون مشکل سے کوئی کام جو آسان ہوتا دورِ افلاک کا شرمندۂ احسان ہوتا
اب تو تا حشر نہین ہے کوئی مرنے کا سبب تمھارے حق مین جو ہوتا شب ہجران ہوتا

اہل جنت سے مری روز لڑائی رہتی　　خلد بالفرض اگر کوچۂ جانان ہوتا
ہم بھی مجنون کی طرح خاک اڑاتے پھرتے　　بستے ویران اگر گھر نہ بیابان ہوتا
دیکھتے وہ کبھی آئینہ کے دھوکے مین گر　　مین جو بیتاب ہوا کا شکے حیران ہوتا
کس سے بہلائین سگِ یار کو ہم کو ویرانی مین　　آج کام آتا وہ آزاد جو دربان ہوتا

تیسرا شعر غالباً غالب کے اس شعر کو پیش نظر رکھکر کہا گیا ہے،

کیا ہی رضوان سے لڑائی ہوگی　　گھر ترا خلد مین گر یاد آیا

ایک اور غزل کے چند شعر ملاحظہ ہون :-

تقدیر پہ شاکر رہے راضی برضا ہم　　اب کسکی شکایت کرین اور کسکا گلا ہم
مت حسن پہ بھولو کہ دکھا دینگے یہ تم کو　　کرتا ہے وفا حسن کہ کرتے ہین وفا ہم
مشہور ہو سر حلقۂ اربابِ جفا تم　　معروف ہین منجملۂ اصحابِ وفا ہم
ہین شمع صفت انجمنِ دہر مین آزاد　　سرگرم رہِ وادیٔ تسلیم و فنا ہم

دوسرا شعر ایک عجیب عاشقانہ تیور کے ساتھ کہا گیا ہے،
غالب ہی کی زمین مین ذیل کے دو شعر سننے کے قابل ہین،

نہ دے جو بوسہ تو کیونہ دے جواب تو دے　　بلا سے جو تجھے دینا ہو دے شتاب تو دے
حقیقتِ دلِ خون گشتہ سربسر پوچھیان　　نہ دادہ طرۂ پُر خم کو پیچ و تاب تو دے

متانت و سنجیدگی جو اکثر دہلی والون کا حصہ ہے، آزاد کے ہان بھی بدرجۂ اتم موجود ہے، وصل کے بے پردہ مضامین، سوقیانہ محاورہ، ہوس پرستی، اور مبتذل الفاظ و تراکیب سے ایک بڑی حد تک ان کا کلام بالکل پاک ہے وہ عاشق ہین مگر شریف عاشق، وہ معشوق رکھتے ہین مگر ان کا معشوق زن بازاری نہین، وہ اپنی شخصیت کے لحاظ سے مغربی ہین، مگر انکی شاعری مین مشرق کی بلند پایہ

عاشقانہ شاعری کی جھلک پوری طرح موجود ہے، اسکا کچھ اندازہ ان کے منقولہ بالا کلام سے ہوا ہوگا، اور مزید ثبوت آیندہ اشعار سے ملیگا:۔

ہے، مگر یہ نہین ظاہر کہ کہان — زخمِ پنہان ہے کہ یہ مسکنِ جان
دل وہ دل ہی کہ سدا غم سے گداز — چشم وہ چشم کہ خونابہ فشان
میکشو، دین ہے کتنا سستا — ایک ساغر ہے بہائے ایمان
ہم نے اس شوخ کو دل مین رکھا — جب نہ پایا کوئی خلوت کا مکان
طبع کو صرفِ دعا کر آزاد — ہو چکا حالِ حقیقت کا بیان

مومن خان کی ایک مشہور غزل ہے جسکا مطلع ہے،

دلبستگی سی ہے کسی زلفِ دوتا کے ساتھ — پالا پڑا ہے ہمکو خدا کس بلا کے ساتھ

اس غزل پر دہلی کے متعدد شاعرون نے غزلین کہی ہین جنین سالک و انور کی غزلین اپنی اپنی جگہ پر بہت خوب ہین، مرزا غالب کی بھی غزل دیوان ناظم (نواب یوسف علیخان ناظم والیٔ رامپور) مین ملیگی، آزاد نے بھی اس زمین مین طبع آزمائی کی ہے، بعض اشعار کی داد نہ دینا ظلم ہوگا،

اُڑتا ہے جسم زار ہمارا ہوا کے ساتھ — چلتے ہین تیرے کوچہ مین بادِ صبا کے ساتھ
بے اعتنائیون مین بھی کیا کیا لگاؤ ہین — ہین کج ادائیان تری کس کس ادا کے ساتھ
جو ہین سو لس ہی ہین مرے تنِ استخوان — ہو جا شریک ای سگ جانان ہما کے ساتھ
گویا مرا نوشتۂ تقدیر ہو گیا — وہ ربط ہی جبین کو ترے نقشِ پا کے ساتھ
مین جانتا ہون جان سے تم کو عزیز تر — الفت ہوئی ہی جب، تو ہوئی بیوفا کے ساتھ
عشقِ بتان مین وہم سے ہون اپنے بدگمان — کیا ورنہ دشمنی مجھے خلقِ خدا کے ساتھ

غالب کی اس غزل پر "تسکین کو ہم نہ روئین جو ذوقِ نظر ملے" آزاد نے ایک دو غزلہ کہا ہے جسکے چند شعر یہ ہین:

قانع ہون اسپہ عشق مین جو خشک و تر ملے — کھانے کو داغ پینے کو خون جگر ملے
بے درد ہو نصیب مرے مدعی کو دل — بے داغ دشمنون کو ہمارے جگر ملے
حاصل زبس خلاف تمنا ہے کام دل — جب ہووے زہر کی ہمین خواہش شکر ملے
آزاد کسکا شیخ و برہمن نہ ان سے پوچھ — ہے لعنت، دین جا کے بھی وہ بت اگر ملے

افسوس خاک تک نہ ہمین بہر سر ملے — وہ لوگ بھی ہین جنکو اٹھانے کو زر ملے
بس ہو گیا یقین کہ یہی راہ یار ہے — دل جا بجا پڑے جو سر رہگذر ملے
پھرتا ہے تو تو خلق کی آنکھون مین رات دن — روے زمین پہ کسکو ترا رہگذر ملے
آزاد ہم تو آج گذر جائین جان سے — کوے صنم مین جا پہ مدفن اگر ملے

اسمین شبہہ نہین کہ دیوان آزاد مین الفاظ و تراکیب کی غلطیان جا بجا ملتی ہین، مثلاً "اے ناصحا" "اے مسیحا" وغیرہ، اور اکثر مقامات پر بندش بھی سست نظر آتی ہے، بااین ہمہ اس لحاظ سے کہ یہ ایک مغربی شخص کا کلام ہے جسکو جوان مرگی کے باعث مشاقی کا بھی موقع حاصل نہ ہو سکا، دیوان آزاد کو بحیثیت مجموعی بہت غنیمت بلکہ قابل قدر سمجھنا چاہیے۔

اردو کے مغربی شاعرون مین ایک اور "صاحب" کا دیوان میری نظر سے گذرا ہے، اسکا نام دیوان شور تھا، اصل نام مسٹر جارج پیس تھا، غالباً میرٹھ مین قیام رہتا تھا، دیوان دو حصون مین ہے، پہلے حصہ کی ضخامت کا خیال نہین، دوسرا حصہ ۲۲۸ صفحے مین آیا ہے، اور منارۃ المطابع پریس میرٹھ مین خود مصنف کی حسب فرمائش ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء مین شائع ہوا ہے، لیکن کلام بہت معمولی ہے۔

ابن الطفیل اور اُسکا فلسفہ

(۲)

از مولانا محمد یونس صاحب فرنگی محلی

ابن الطفیل یا طفیل (ابوبکر محمد بن عبد الملک بن طفیل القیسی) مضافات غرناطہ کے ایک مقام وادی آش مین پیدا ہوا، تاریخ وسن ولادت نامعلوم ہے، مورخین بارہوین صدی عیسوی کی ابتدا مین ولادت لکھتے ہین، اس نے اپنے وطن مین فلسفہ اور طب کی عمدہ تعلیم پائی، وہ اپنے وقت کا مشہور طبیب، ریاضی دان فلسفی اور شاعر تھا، کہا جاتا ہے کہ ابن باجہ کا شاگرد تھا، لیکن یہ بے اصل بات ہے جسکی تردید خود اُسکے کلام سے ہوتی ہے، امیر غرناطہ کا وہ کاتب ہوگیا تھا بعد ازین سلسلۂ موحدین کے پہلے دو تاجدارون کے دربار مین اُسکو رسوخ حاصل ہوا، اور ابو یعقوب یوسف کے عہد حکومت مین ۱۱۶۳ء مین وہ وزارت اور طبابت کے عہدہ تک پہنچا، تاآنکہ ۱۱۸۵ء مین مراکش مین وفات پائی[1]۔

یوسف اسکی بہت تعظیم و تکریم کرتا تھا، اور اُسکو یہ حکم دے رکھا تھا کہ دُور دُور سے علما و فضلا کو جمع کرکے انکو مناصب اور عہدے عطا کرے، چنانچہ اس سلسلہ مین ابن رشد نے بھی اُس کے

[1] انسائیکلوپیڈیا طبع اخیر جلد ۱۴ صفحہ ۲۲۳ ابن الطفیل کا تذکرہ اسلامی لٹریچر مین کہین نہین ملتا، ابن خلکان، ابن ابی اصیبعہ، ابن العربی، القفطی، ابن صاعد اندلسی، فتح بن خاقان، اور مقری سب خاموش ہین، اور تعجب یہ ہے کہ آثار الادہار مین بھی جو متاخر ترین تصنیف ہے کچھ نہین ہے اور حیثیات سے قطع نظر کرکے کم از کم اس لحاظ سے اُسکا تذکرہ ضروری تھا کہ وہ وزیر اور شاعر تھا، ابن الابار اور عبد الواحد مراکشی کی کتابون تک میری دسترس نہین۔

خلق عاطفت مین علمی تربیت حاصل کی، اور اسکی وساطت سے ابن رشد دربار مین آخری مناصب تک پہنچا، (یہ واقعات ابن رشد کی سوانحعمری مین بالتفصیل بیان ہوچکے ہین)

یہ مشہور ہے کہ ابن الطفیل ابن باجہ کا شاگرد تھا، لیکن خود ابن الطفیل کا بیان ہے کہ مجھسے ابن باجہ کی ذاتی ملاقات نہ تھی، ہان اُسکی کتابون کا مطالعہ کیا کرتا تھا، (حوالہ ابن باجہ کی سوانحعمری مین گذرچکا ہی)

وہ فلسفہ مین گو ابن باجہ کے اس اصول کا پابند تھا کہ انسان کا عقلی کمال محض قوت نظری کے نشو و نما پر موقوف ہے، اور اس لحاظ سے اسکو بھی اسی فرقہ مین شمار کرنا چاہیئے جسمین ابن باجہ کا شمار ہے لیکن معلوم یہ ہوتا ہے کہ غزالی کی طرح عقلی فیصلون مین اُسکو بھی کچھ نقص نظر آنے لگا تھا، کیونکہ وہ جا بجا اس بات پر زور دیتا ہے کہ عقلی فیصلے بھی گو صحیح ہوتے ہین اور مشاہدۂ ذوقی کے فیصلہ سے مختلف نہین ہوتے، تاہم مشاہدۂ ذوقی سے انسان وہ کچھ دیکھہ سکتا ہے جو عقلی گورکھ دہندون مین نہین دکھائی دیتا،[1] لیکن مشکل یہ ہے کہ

> مشاہدۂ ذوقی سے جو کچھ دکھائی دیتا ہے اسکو الفاظ کے قالب مین نہین ڈھال سکتے کیونکہ یہ پرشوکت و بلند معانی الفاظ کے جامہ مین آکر اس دنیا کے چلتے پھرتے اظلال و اشباح سے مشابہ ہوجاتے ہین، حالانکہ نفس حقیقت کے اعتبار سے اُنکو اُن سے کوئی بھی تعلق نہین ہی یہی وجہ ہو کہ اکثر لوگ ادائے مطلب مین قاصر رہے، اور اکثرون نے اس راہ مین ٹھوکرین کہائین۔[2]

وہ مشاہدۂ ذوقی کو انسان کا آخری کمال سمجھتا ہے، لیکن باوجود اسکے عقل نظری کے احکام کو بھی غلط نہین سمجھتا بلکہ عقلی نشو و نما کو انسان کی تدریجی ترقی کی ایک ضروری کڑی خیال کرتا ہے، اس بنا پر اُسکا فلسفہ خالص مشائی فلسفہ نہین بلکہ اشراقیت اور مشائیت سے مل جل کر ایک نئی شکل ہے، یعنی اسکے فلسفہ کی بنا نہ مشائیہ کی طرح محض عقل نظری پر ہے، اور نہ اشراقیین اور صوفیہ کی طرح محض مشاہدۂ ذوقی پر

[1] حی بن یقظان صفحہ ۵ [2] ایضاً صفحہ ۶،

بلکہ یہ ایک نیا فلسفہ ہے جسمین ابتدا تو عقل نظری سے ہوتی ہے لیکن آخری کمال کشف اور مشاہدہ سے حاصل ہوتا ہے،

فلسفہ مین اسکی بہترین تصنیف ایک فلسفیانہ قصہ ہے جسمین اس نے انسان کے ذہنی نشو ونما کی تدریجی رفتار کو دکھایا ہے، اسکا عربی نام حی بن یقظان ہے، ایڈورڈ پوکاک نے پہلے پہل اسکی تصحیح کر کے خود تربیت یافتہ فلسفی کے نام سے سنہ ۱۶۷۱ء مین پھر سنہ ۱۷۰۰ء مین شایع کیا تھا، اسکے بعد فرانسیسی ترجمہ کے ساتھ الجیریا سے ( ) نے سنہ ۱۹۰۰ء مین شایع کیا، اسکا ترجمہ فرانسیسی کے علاوہ انگریزی، جرمن، اسپینی، ڈچ اور اردو زبانون مین بھی ہوا ہے، چنانچہ ( ) نے سنہ ۱۷۰۸ء مین اسکا انگریزی ترجمہ شایع کیا، اور اسکے بعد دوسرا ایڈیشن بھی نکلا، اسپینی زبان مین اسکا ترجمہ سارا گوسا سے سنہ ۱۹۰۰ء مین ( ) نے شایع کیا،

اس رسالہ کے علاوہ اسکی دوسری تصنیف "اسرار الحکمۃ المشرقیہ" ہے، جو (بولاق) مصر مین سنہ ۱۸۸۲ء مین چھاپی گئی[۱]

رسالہ حی بن یقظان کو عرب فلاسفہ کی دیگر تصنیفات مین جو خاص امتیاز حاصل ہے وہ یہ ہے کہ گو زمانۂ حال کے دور ترقی مین تاریخی حیثیت کے سوا اور کوئی قدر و قیمت ان کتابون کی باقی نہین رہی، لیکن یہ رسالہ اپنے طرز نو اور مادۂ اجتہادی کی بدولت علمی دنیا مین ابتک قدر کی نگاہون سے دیکھا جاتا ہے اور گو رسالہ کے اصل نظریات تقویم پارینہ سے زیادہ حیثیت نہین رکھتے لیکن اسکا یہ حقیقی پہلو کہ انسان کی عقل کس طرح تدریجاً محسوسات سے معقولات کی جانب ترقی کرتی ہے، نہ صرف ذہنی تفریح کا سواد فراہم کرتا ہے بلکہ اس سے ایک حد تک دماغ کی فطری تربیت اور قوت مشاہدہ و نظر کے طریق نشو و نما پر بھی روشنی پڑتی ہے، اور اس بنا پر یہ افسانہ فلسفۂ تعلیم اور علم النفس کے نقطۂ نظر سے بھی

---

[۱] انسائیکلوپیڈیا جلد ۱۴ صفحہ ۲۲۲ و "ابن رشد" رینان صفحہ ۶۰،

کافی اہمیت رکھتا ہے، یہی وجہ ہے کہ یورپ کے علمی حلقون مین بیسیون پہلوؤن سے یہ رسالہ اب تک قابل مطالعہ خیال کیا جاتا ہے، خود ابن الطفیل رسالہ کا مقصد حسب ذیل پیرایہ مین ظاہر کرتا ہے،

"فلسفہ کی تصنیفات کے مطالعہ سے مین نے تدریجاً عقلی ترقی کے منازل طے کئے، اور اب آخر مین اس حد پر پہنچا کہ کچھ کچھ مشاہدہ بھی ہونے لگا، لیکن یہ راہ اسقدر پُرخطر ہے کہ اب بھی مین گمراہیون سے اپنے تئین مامون نہین خیال کرتا ہون، مین اس رسالہ مین ان تمام منازلِ ترقی کو یکے بعد دیگرے بیان کرونگا، جنکا طے کرنا انسان کے لئے لازمی ہے، میرے نزدیک یہ قطعاً ناممکن ہے کہ عقل نظری کے منازل کو چھوڑکر انسان ایک دم مشاہدہ کے رتبہ تک پہنچ سکتا ہے، اس بنا پر اگر مین ان کوائف کو بیان بھی کرون جو دوران مشاہدہ مین خود مجھپر طاری ہوتی رہین تو اول تو الفاظ کے ذریعہ سے اُنکو مین ادا نہین کرسکتا، دوسرے مبتدی کے لئے ناقابل فہم ہونے کے باعث اُن کا بیان کرنا بے سود ہے، ہان اگر عقل نظری کے منازل طے کرتا ہوا کوئی شخص ایک مدت تک صبر کے ساتھ کوشش کرتا رہے تو یقیناً اسپر مشاہدہ کی کیفیات ازخود طاری ہوسکتی ہین، لیکن اسکے لئے (جیسا کہ ابھی مین نے کہا) طویل جد وجہد، ریاضت ذہنی، صفاء النفس، اور فرط ذوق وشوق کی ضرورت ہے جو شاذونادر لوگون مین مجتمعاً پائی جاتی ہین[1]"

غرض اس لحاظ سے کہ اس رسالہ مین انسان کی عقلی نشو ونما کی تصویر نہایت خوبی سے کھینچی گئی ہے یہ اس قابل ہے کہ دنیا کی تمام قومین اس سے سادی حیثیت سے بہرہ اندوز ہوسکتی ہین، اسکے علاوہ پورا افسانہ چونکہ خود ایک فلسفیانہ نظریہ کی لطیف پیرایہ مین تشریح ہے، اسلئے فصاحت و بلاغت کی چاشنی کے ساتھ ہر ہر قدم پر اجتہاد فکری کی مثالین بھی بکثرت ملتی ہین،

دیگر فلاسفۂ اسلام کی طرح ابن الطفیل کا بھی بڑا مقصد علم اور مذہب مین تطبیق دینا اور دونون مین

[1] حی بن یقظان صفحہ ۱۰،

صفائی کرتا ہے، لہذا جا بجا آیات قرآنی اور احادیث نبوی سے استدلال کیا گیا ہے، اور اس سلسلہ مین ابن الطفیل بھی ابن سینا وغیرہ کی طرح اس عیب سے پاک نہین کہ آیات قرآنی کی بیجا تاویلون سے وہ اپنے مقاصد حاصل کرلیتا ہے، اور صحیح وضعیف حدیثون مین تمیز نہ کرنے کے باعث ہر طرح کے رطب و یابس احادیث سے اپنا مطلب نکال لیتا ہے،

جہانتک خود اسکی تحریر سے پتہ چلتا ہے، اس افسانہ کے اختراع کا سہرا اسکے سر نہین بلکہ یہ ابن سینا کی کان فضیلت کا ایک گوہر بےبہا ہے، چنانچہ لکھتا ہے :-

"اگر تم حقیقت رسی چاہتے ہو تو حی بن یقظان اور ابسال و سلامان کا افسانہ سنو جو حقائق سے مالامال ہے اور جسکے اختراع کا فخر ابن سینا کو حاصل ہے"[1]

حاجی خلیفہ نے ابن سینا کی ایک تصنیف حی بن یقظان نامی کا تذکرہ کیا ہے، اور لکھا ہے کہ اس نام کی ایک کتاب ابن الطفیل کی بھی یادگار ہے، ابو عبیدہ جوزجانی نے ابن سینا کی تصنیفات مین قصۂ ابسال و سلامان کا نام لیا ہے، غالباً یہ دونون کتابین ایک ہی ہین، تاہم قصۂ ابسال و سلامان کو ابن الطفیل کے قصہ حی بن یقظان سے کوئی مناسبت نہین، اور معلوم ہوتا ہے کہ ابن سینا سے ابن الطفیل نے کتابون کا نام صرف مستعار لیا ہے[2]۔

---

[1] حی بن یقظان صفحہ ۱۱، [2] ابن سینا کا یہ رسالہ نظر سے نہین گذرا، اور غالباً ناپید ہے، لیکن طوسی نے شرح اشارات مین پورا قصہ نقل کردیا ہے، جو بالاجمال ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے :-

قدیم زمانہ مین ابسال و سلامان دو بھائی ایک وسیع مملکت کے بادشاہ تھے، سلامان بڑا تھا اور ابسال نے اسکے آغوش مین تربیت پائی تھی، ابسال جب بڑا ہوا تو حسن وجمال مین چاند کو شرمانے لگا، اور سلامان کی بیوی کا اسپر دل آگیا، چنانچہ ایک حیلہ سے اس نے وصل کی کوشش کی، لیکن ابسال کو چونکہ کوئی لگاؤ نہ تھا وہ اس فتنہ سے محفوظ رہنے کے لئے جنگ پر چلا گیا، سلامان کی بیوی تاک مین لگی تھی، اس نے جب دیکھا کہ (بقیہ بر صفحہ ۲۵)

قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ بحر ہند کے کسی غیر آباد جزیرے مین جہان تنجر د تو ان سے انسان کی نسل پیدا ہوتی ہے. قدرت الٰہی سے ایک انسان نامیوان حی بن یقظان تولد ہوا، سارے جزیرہ مین اسکی تربیت کا بظاہر کوئی سامان نہ تہا لیکن خدا نے محض اپنے فضل سے ایک ہرنی کو اسکی تربیت پر مامور کیا، یہ ہرنی اُسکو دودہ پلاتی، اور یہ بچہ ہرنی کے دوسرے بچون کے ساتھ دن بھر کہیلا کرتا تہا تا آنکہ یہ بڑا ہوا، اور پاؤن پاؤن چلنے لگا، اسکے سارے بدن پر بال تھے، یہ اپنے دوسرے ساتھیون کے دیکہا دیکہی چار ٹانگون کے بل چلتا تہا اور سیر و شکار مین مصروف رہتا تہا۔

(بسلسلۂ حاشیہ صفحۂ گذشتہ) یہ افسون کارگر نہین ہوتا تو افسران فوج کو در پردہ ملا کر ابسال کی فوج کو غارت کرانے کی کوشش کی، چنانچہ میدان مین فوجین ابسال کا ساتھ چھوڑکر بھاگ کہڑی ہوئین، اور ابسال خود بھی بری طرح زخمی ہوا، خدا کے کارخانے عجیب ہوتے ہین، ابسال ایک کفدست میدان مین پڑا کراہ رہا تہا، بدن زخمون سے چورچور تہا کہ ایک ہرنی اُسکو پیٹھ پر لاد کر اُٹھا لیگئی، کچھ دنون کے بعد جب وہ اس قابل ہوا کہ چل پھر سکے اور زخم مندمل ہوگئے تو گھر واپس آیا، یہان آکر جو دیکہا تو سارے کارخانے تتر بتر تھے، ملک دشمنون نے چھین لیا تہا، اور بہائی ایک گوشۂ تنہائی مین یاس و حرمان کی زندگی بسر کر رہا تہا، ابسال نے پہنچکر سلامان کو تسکین دی اور ایک لشکر جرار تیار کرکے دشمنون کو پامال کرنے لگا، قسمت یاور تھی دن پھر گئے، اور مملکت واپس ملگئی، سلامان کی بیوی نے جو یہ دیکہا تو سخت پیچ وتاب کہانے لگی، اور توشہ خانہ کے کارندہ کو ملا کر ابسال کو زہر دلوا دیا، ابسال کے مرنے کے بعد سلامان پھر سب چھوڑ چھاڑ ایک گوشہ مین جا بیٹھا، اور ان واقعات سے سخت متفکر تہا، اور اصلیت اُسکی سمجھ مین نہین آتی تھی، لیکن خدا نے اُسکو قلب صاف عطا کیا تہا، چنانچہ اُسکو الہام ہوا کہ یہ سب سازشین تیرے بیوی کی پیدا کردہ تہین وہ تیرے بہائی کی دشمن تھی، اور سازشون کا یہ سارا جال اُسی کا بچھایا ہوا تہا، یہ معلوم ہوتے ہی سلامان نے اپنی بیوی اور اسکے ساتھ کے تمام سازشیون کو قتل کرادیا۔"

یہ افسانہ نقل کرنے کے بعد طوسی اسکے رموز و اشارات کے حل کرنے مین مصروف ہوگیا ہے (بقیہ بر صفحۂ دیگر)

ایک دفعہ اُسکو خیال پیدا ہوا کہ میرے اور ساتھیون کے جسم کی کھال نہایت سخت ہے اور اُن پر بڑے بڑے بالون کی روئیدگی ہوتی ہے جس سے وہ سردی اور گرمی کے اثر سے محفوظ رہتے ہین لیکن میری کھال نہ انکی طرح سخت ہے، اور نہ اسپر اتنے گھنے بال ہین، اسکے علاوہ نامعلوم طریقہ پر اسکو یہ خیال پیدا ہوا کہ مجھے اپنی ستر چھپانا چاہیئے، چنانچہ اب وہ ان فکرون مین مستغرق رہنے لگا کہ درختون کے پتون سے کسی طرح اپنی ضرورتین پوری کیجائین، اس نے یہ بھی دیکھا تھا کہ دوسرے جانورون کے دانت یا پنجے اس قسم کے ہوتے ہین کہ جانورون کو چیر پھاڑ کر اُن سے غذا حاصل کرنے یا درختون سے پتہ اُکھاڑنے وغیرہ مین اُنکو بڑی مدد ملتی ہے، لیکن مین ان تمام آلات وجوارح سے محروم ہون کہ اگر کوئی دشمن مجھپر حملہ کر بیٹھے تو مین ایک لمحہ اُسکے آگے ٹھہر بھی نہین سکتا، عقل تیز تھی اور تجارب پر عمل کرنے کا ملکہ راسخ تھا، اور حیوانات اپنی حالت پر قانع رہتے ہین، لیکن حی بن یقظان کے دل مین خلش تھی اس سے نچلا نہ بیٹھا جاتا تھا، اپنی ضرورتون کو خود پورا کرنے کا شوق دامنگیر تھا، اور جہان دیگر جاندار سالون اور برسون مین بڑھتے ہین، وہ لمحہ لمحہ اور گھڑی گھڑی مین بڑھتا تھا، اسپر مستزاد یہ کہ عقل کا آلہ ایسا اسکے

(بسلسلۂ صفحۂ گذشتہ) لیکن ابن الطفیل اور شیخ دونون کے تصون کو ملاکر دیکھنے سے صاف پتہ چلتا ہے کہ ایک کو دوسرے سے کوئی تعلق نہین، شیخ اس قصہ کے ذریعہ سے انسان کے قوای نفسانی کے انحطاط اور صفای باطن کے مدارج کو دکھانا چاہتا ہے، لیکن ابن الطفیل اسکے خلاف قوای نظریہ کے درجات کی تشریح کر رہا ہے، ایک کے پیش نظر انسان کی عملی حالت کے مراتب کی تشریح ہے، اور دوسرا انسان کے قوای ادراکیہ سے بحث کر رہا ہے، پھر کہان شیخ کے ابسال وسلامان اور کہان ابن الطفیل کے ابسال وسلامان، ابن الطفیل کا سلامان شریعت کا پابند اور التزام جماعت کی کوشش مین مصروف مبتلاے آلام اور ابسال اپنے وقت کا مباحث شیخ طریقت ہے ان دونون کے کیرکٹر کو شیخ کے ابسال وسلامان کے کیرکٹر سے کوئی نسبت ہی نہین، اس بنا پر یہ پتہ لگانا مشکل ہے کہ ابن الطفیل نے اپنے تصون کا مواد کہان سے اور کس حد تک ابن سینا سے اخذ کیا ہے، خود طوسی نے بھی غالباً ابن سینا کے اصل افسانہ کا مطالعہ نہین کیا بلکہ اس نے سُنے سُنائے الفاظ مین قصہ کو نقل کر دیا ہے،

ں تھا جو کسی کے پاس نہ تھا، چنانچہ اپنی صنعتگری طبع سے اس نے حیوانات کے اُن تمام آلات و
لدافع کے جواب پیدا کئے، پتھر اور لوہے سے وہ ہتھیار کا کام لیتا، دن بھر انہین اسلحہ سے شکار کرتا، اور
ہاتا پیتا، درختون کے پتون کو نوچ کر ان سے اپنا لباس تیار کرتا، ان آلات و اسلحہ سے مزین ہوکر اب
کی صورت و شکل ایسی ڈراونی ہوگئی کہ جنگلون کے بہائم اور خونخوار جانور تک اس سے دہشت کہانے لگے،

اسی اثنا مین ایک واقعہ ایسا پیش آیا جو اُسکی آنکھون نے کبھی نہ دیکھا تھا، یعنی اُسکی ماں یکایک مرگئی
وت کا یہ پہلا سمان تہا جو اُسکی آنکھون کے سامنے سے گذرا، ورنہ اس سے پہلے وہ قوت آزما مشاغل
ین مصروف رہتا تہا، اور مظاہر قوت کے سوا اسکے ذہن مین یہ گمان بھی نہ گذرا تہا کہ حیوان کے لئے
وئی بستر مرگ بہی ہے، اس حالت کو دیکھکر وہ ناچار رونے چلانے لگا، لیکن عقل نے نصیحت کی کہ رونا
بیکار ہے، تدبیر سے کام لو اور ازالۂ علت کی کوشش کرو، تو شاید ماں کو اس حالت سے نجات ہو،
یہان سے اُسکا خیال اس مردہ جسم کی چیر پہاڑ اور تشریح کی جانب رجوع ہوا، وہ جانورون کو چیرنے
پہاڑنے کا عادی تہا، یہ مشاقی اسوقت کام آئی اور اس نے سارے جسم کو چیر چیر کر ایک ایک کونہ مین
تلاش شروع کی کہ کونسا پرزہ بگڑ گیا ہے، معدہ، جگر، آنتین، پہیپہڑا، غرض ہر جانب ٹٹولا کہین کوئی
بات نظر نہ آئی، تو یکایک قلب پر ہاتھ پڑا اور دیکھا کہ یہ لنگر بیحس و حرکت ہے، اسکی حرکت کی حالت
پہلے دیکھی نہ تھی، خیال گذرا کہ شاید اسکی تجویف کے اندر کچھ ہو، تجویفین جو کہولین تو وہ خالی نظر آئین،
البتہ ایک دہوان سا اُڑتا ہوا نظر آیا، غرض بیچارے نے ہر طرف سراغ لگایا کہین سے گوہر مقصود ہاتھ
نہ آیا تو تہک کر بیٹھ رہا، لیکن اس واقعہ سے اُسکی طبیعت کی چالاکی دبتی جاتی رہی اور وہ دن بدن مجہول
نظر آنے لگا، سیر و شکار کے مشاغل بھی رفتہ رفتہ کم ہوگئے، دیگر حیوانات پر جو اُسکا رعب بیٹھا ہوا تہا وہ بھی
دن بدن زایل ہونے لگا، جسمانی کمزوریون کا یہ سبق روحانیت کا فتح باب تہا، اب دنیا سے اُسکی
طبیعت ہٹ گئی، وہ زیادہ تر فکر و نظر مین محو و مستغرق رہنے لگا، باد و آب و آتش اور دیگر عنصریات پر

پہلے اسکی نظر پڑی، راز ہستی جب بیان بھی نہ کہلا تو افلاک اور ملاء اعلیٰ کے نظم و ترتیب پر غور شروع کیا
اور رفتہ رفتہ مادیات سے گذر کر روحانیت مین اُسکی عقل سرگرم گردش رہنے لگی، اسی حالت مین قدم
عالم کے مسائل کا اُسپر انکشاف ہوا، خدا کی ذات و صفات کے متعلق اسکے معلومات مین وسعت پیدا ہوئی
لیکن باوجود اسکے اب بھی کسی بات پر تسکین نہوتی تھی، اور اُسکی عقل سراپا تحیر تھی، اتفاقاً ایک روز جبکہ
وہ اپنے غار کی جگت پر بیٹھا راز ہستی کے کشف و انکشاف مین سرگردان و حیران تھا، اسپر ایک حالت
بین النوم والیقظہ کی طاری ہوئی اُسکے ہوش اُڑ گئے بصیرت پر سے پردے اُٹھگئے اور وہ ملاء اعلیٰ کی
سیر کرنے لگا، یہان اس نے وہ کچھ دیکھا جو پہلے کبھی نہین دکہائی دیا تھا، لیکن یہ حالت ایک لمحہ مین
زائل ہوگئی، یہ نئی لذت شہود تھی جس سے وہ آشنا ہوا تھا، اب اُسکو ہر دم اسی کیفیت کے طاری ہونے کا
انتظار رہتا، اُسکو یہ معلوم نہ تھا کہ یہ کیفیت پھر کیسے طاری ہوسکتی ہے، بہت سوچتے سوچتے یہ پتہ لگا کہ
اگر جسمانی شہوت سے یکقلم ہاتھ اُٹھا لیا جائے تو روحانیت مین ترقی ہوجانے کے باعث یہ کیفیت
اکثر طاری ہونے لگیگی، اور کیا عجب ہے کہ اسی طرح اسمین ثبات و قیام بھی پیدا ہوجائے چنانچہ اُس نے
عہد کر لیا کہ ہمیشہ روزے رکھونگا اور غار کے گوشۂ عافیت سے کبھی نہ نکلونگا، یہ عادت کچھ ہی دنون
ڈالی تھی کہ یکایک آسمان کے دروازے اُسپر کہل گئے، اور زمین کے طبقات اُسپر روشن ہوگئے ہر طرف
اُجالا ہی اُجالا تھا، ظلمت جہل کافور ہوگئی، اور ساری کائنات مشہود ہوکر اُسکی نگاہ کے سامنے پھرنے لگی،

جس جزیرہ مین وہ تنہا بسر کرتا تھا، اُسکے قریب ایک دوسرا آباد جزیرہ اور تھا، جہان کے باشندے
تہذیب و تمدن مین فائق اور شریعت الٰہی کے پابند و متبع تھے، وہان خدا کے دو نیک بندے ابسال
و سلامان بھی رہتے تھے، ان مین سے ابسال کو عزلت گزینی پسند تھی، اور سلامان باہمی میل و جول
اور نظام معاشرت کا طرفدار تھا، لیکن دونون کو نافرمانی کفر و عصیان سے قطعی نفرت تھی، اُنکی قوم
روسیاہ تھی اور یہ دونون بہائی سمجھاتے سمجھاتے تنگ آگئے تھے، جب کوئی تدبیر بن نہ پڑی تو خیال

پیدا ہوا کہ کسی غیر آباد جزیرہ مین چل کر عبادت الٰہی مین بسر کرنا چاہیئے، چنانچہ ایک کشتی مین سوار ہوکر اس جزیرے مین اُترے، جہان حی بن یقظان بود و باش رکھتا تہا، یہان اُتر کر اُنھون نے دیکھا کہ ایک جنگل دور تک چلا گیا ہے، جہان نہ کوئی آدمی ہے نہ آدم زاد، یہ دیکھکر یہ لوگ گھبرا گئے، لیکن دور سے حی بن یقظان دوڑتا ہوا اُنکو نظر آیا، اُسکی شکل عجیب وغریب تھی، اعضا آدمیون کے سے تھے، چارون ہاتھون کے بل دوڑ رہا تہا، رویئن تن اور بہالم صفت انسان ناخن بڑے بڑے بال گھنے اور لٹکتے ہوئے، یہ دیکھکر اُنکو اور خوف معلوم ہوا، ناچار بہاگے اور حی بن یقظان اُنکے پیچھے دوڑا، پہلے تو سمجھتے رہے کہ کوئی بلا ہے، لیکن جب ہر وقت کا آمنا سامنا ہوا تو دہشت کم ہونے لگی، اور ایک دوسرے سے مانوس ہو گئے، اب رفتہ رفتہ اُنکو پتہ چلا کہ یہ حیوان نما انسان ہے، اور معرفت اور معلومات مین ہم سب سے آگے ہے، مشکل یہ تھی کہ حی بن یقظان کو انسان کی بولی نہ آتی تھی، ان دونون نے رفتہ رفتہ اُسے آدمی بنایا، اُسکی شکل درست کی، بال مونڈے، نہلایا دہلایا، پہننے کے لئے کپڑے دیئے، غرض نک سک سے درست کرکے اُسکو تمدن کے آداب سکہائے، جسمانی و دماغی تربیت کے مراحل تو وہ پہلے ہی طے کر چکا تہا، تیز گامی، شہسواری اور شکار مین اسکا کوئی ہمسر نہ تہا، غور و فکر اور تدبیر و حکمت مین اپنا آپ ہی نظیر تہا، قوت شاہدہ، حضور ذہن، استغراق، کشف، صبر و تحمل وغیرہ مین بیمثال تہا، لہذا ان دونون بہائیون نے پوری قوت سے اُسکو فروع تمدن سکہلائے، اور اپنی زبان کے مشق کرانے کی کوشش کی جنکو اُس نے بہت جلد سیکھ لیا، اب تینون یکجا رہنے لگے، ایک دوسرے سے تبادلۂ خیالات تک نوبت پہنچی، ایک دوسرے کے حالات سے واقفیت ہوئی، پتہ لگا کہ تینون کے خیالات متحد ہین، حی بن یقظان فلسفی تہا، ابسال صوفی اور سلامان علوم ظواہر کا ماہر، اب تینون مین یہ مشورہ قرار پایا کہ ابسال و سلامان کے جزیرہ مین چل کر دعوت الی المعروف و نہی عن المنکر کا فرض انجام دینا چاہیئے، چنانچہ ان تینون نے یہ سفر اختیار کیا، اور وہان جاکر لوگون کو راہ حق کی دعوت دینا شروع کی، لیکن انجام کار جب مایوس ہوئے تو اپنی پہلی قیام گاہ پر

پھر واپس آئے، اور بقیہ عمر عبادت الٰہی مین گذار دی، پھر نہ معلوم ہوا کہ ان تینون کا کیا حشر ہوا اور کب تک زندہ رہے[1]۔

[1] اس افسانہ کی پیچ پیچ کی کڑیون کو چھوڑ دیا گیا ہے کہ وہ یکسر دروس فلسفہ ہتین، آخر مین نتیجہ یہ نکالا گیا ہے کہ فلسفہ، تصوف اور شریعت سب کا منبع ایک ہے، اور ایک مکمل نظام تمدن کے لئے تینون کی یکسان ضرورت ہے، ابن الطفیل کے اس افسانہ کو ابن باجہ کے "گوشہ نشین" انسان کی نظری دنیا سے کسقدر مشابہت ہے،

مسئلہ تطلیقات ثلاثہ فی مجلسٍ واحدٍ

(۱)

از مولوی ابوالحسنات ندوی رفیق دار المصنفین

(۱) انسان کے لئے اسکی ازدواجی زندگی مین کبھی ایسے اوقات بھی آتے ہین، جب زن وشو کی قطعی جدائی ضروری ہوجاتی ہے، لیکن یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ اس قسم کے مواقع بہت اہم، نازک اور اسلئے سخت قابل احتیاط ہوتے ہین، مذاہب عالم جنکا اصلی ومشترک مقصد انسان کی دینی ودنیوی زندگی کو خوشگوار بنانا ہے، اُنھون نے اس بارہ مین مختلف راہین اختیار کی ہین، موجودہ دین مسیحی مین طلاق ایک معمولی درجہ کی چیز ہوکر رہ گئی ہے، جسکا نتیجہ یہ ہے کہ آج اُسکے پیرو اسکی کثرت وعموم سے گھبرا اُٹھے ہین، دوسری طرف اس دنیا مین ایسے مذاہب بھی موجود ہین جنہین طلاق مطلقاً حرام ہے، اس بنا پر ایک مرد جسکی زندگی اُسکی شریک زندگی بیوی کی ناموافقت مزاج وحالات سے اسکے لئے عذاب الیم ہوگئی ہو اور وہ دل سے چاہتا ہو کہ اس مصیبت سے نجات پائے، لیکن محض اسلئے اسکو تاموت مرگ اسمین مبتلا رہنا پڑتا ہے کہ اسکے مذہب نے کسی حالت مین بھی اس سے چھوٹنے کی اجازت نہین دی۔ اسلام دین فطرت ہے اسلئے وہ اس افراط وتفریط سے بالکل علحدہ ہے، اس مسئلہ مین اسکی راہ ان دونون کے بیچ بیچ مین ہے، جسکی نسبت یہ علانیہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ ایک ایسی شاہراہ ہے جسپر چل کر انسان اپنے دامن حیات کو ناخوشگواریون اور اذیتون کے خارزار سے ہرطرح محفوظ ومصئون رکھہ سکتا ہے،

(۲) طلاق کی نسبت اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ ان ناگوار حالات مین جب زن وشو کی تلخکام

زندگی تفریق و جدائی کے سوا اور کسی طرح بھی خوشگوار بن ہی نہین سکتی ہو، تو اُسوقت طلاق کے جواز سے کام لیکر زندگی کی کلفتین کو دور کیا جا سکتا ہے، لیکن اس نازک حالت کے سوا اور حالات کے لئے اسکی تعلیم یہ ہے کہ الطلاق ابغض المباحات (طلاق ایک مکروہ ترین امر جائز ہے) اسلام کی اس تعلیم سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ بانی اسلام علیہ التحیۃ والسلام کی نظر ایک نہایت دقیق نکتہ تک پہنچی ہے یعنی یہ کہ طلاق کو مطلقاً ناجائز ٹھہرانا جقدر مضر نتائج پیدا کر سکتا ہے، اسی قدر بلکہ اس سے کچھ زیادہ ہی بُرے نتائج اُسکو ایک معمولی درجہ کی چیز قرار دینے سے بھی پیدا ہو سکتے ہین، یہ وہ لطیف نکتہ ہے جس تک دوسرے ارباب مذاہب کی نظرین جنھون نے اُسکو مطلقاً ناجائز قرار دیا یا اُسکو ایک معمولی درجہ کی چیز ٹھہرایا اسکڑون اور ہزارون برس کے بعد پہنچی ہین، بانی اسلام نے اپنی اسی نکتہ رسی کی بنا پر اس مسئلہ مین بہت سی قیود اور شرطین لگائین اور اس بارہ مین اپنے پیروؤن پر بہت سی مفید پابندیان اور اہم ذمہ داریان عاید کی ہین،

(۳) یہان پر مسئلہ طلاق کے پوری تفصیل و تشریح مقصود نہین، بلکہ اسکی ایک خاص صورت کی توضیح مقصود ہے، وہ صورت یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے کسی خاص حالت کے زیر اثر ایک ہی مجلس اور ایک ہی وقت مین پے درپے یہ جملہ تین مرتبہ اپنی بیوی سے کہدیا کہ مین نے تجھکو طلاق دی تو کیا وہ بیوی اسپر حرام ہو جائیگی، اور یہ طلاق طلاق بائن ہو گی؟ اصل اور غیر مختلط احکام شریعت کے لحاظ سے تو یہ سوال نہایت سہل اور صاف تھا، لیکن ائمہ و مجتہدین کے متخالف اقوال اور پھر متاخرین علما کے متشددانہ اختلاف رائے نے اس مسئلہ کو خاص طور پر پیچیدہ کر دیا ہے، اسلئے مین اس موقع پر تقریباً دونون قسم کی رائین اور اُن کے دلائل لکھکر دلائل کی قوت کو نمایان کرونگا تاکہ جو پیچیدگیان واقع ہو گئی ہین وہ رفع ہو سکین اور اصل مسئلہ واضح ہو، اس قسم کے واقعات جو اتفاق سے کبھی کبھی پیش آجاتے ہین وہ لوگون کی ناواقفیت یا ایک ناصحیح مذہبی تخیل کی بنا پر افسوسناک صورت اختیار کر لیتے ہین،

یہ ایک نہایت شدید دینی ضرورت ہے کہ اسکا حتی الامکان انسداد کیا جائے۔

اسلام مین اصل شے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلعم ہے، اسکے بعد اقوال و اعمال صحابۂ کرام اور ان کے بعد ائمہ و علمائے دین کے فتوی اور رائین، خوش قسمتی سے یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جسکے متعلق ان تمام چیزون مین تصریحات ملتی ہین، ہین بہ ترتیب درجہ بدرجہ اس موقع پران تمام تصریحات کو جمع کردیتا ہون، وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

یہ معلوم ہوچکا کہ اسلام کی نظر مین ازدواجی زندگی ایک نہایت نازک آبگینہ ہے، جسکے محافظت کے فرائض نہایت اہم ہین، اسلئے ایک معمولی عقل رکھنے والا انسان بھی سمجھ سکتا ہے کہ اس آبگینہ کو چور چور کردینے والی شے طلاق پر عمل پیرا ہونے کے لئے انسان کو بہت کچھ سوچنے سمجھنے اور اسکے تمام نتائج پر غور و فکر کرلینے کا موقع دیا جانا چاہیئے، قرآن مجید کا غور و تدبر بھی ہمین اسی نتیجہ تک پہنچاتا ہے کہ اللہ تعالے نے اس مسئلہ مین تعجیل اور زود پسندی کی بالکل اجازت نہین دی، سورۂ بقرہ اور سورۂ طلاق مین اس مسئلہ کے تمام تفصیلی احکام مندرج ہین، قرآن مجید مین طلاق کی جو صورت بتائی گئی ہے وہ یہ کہ پوری مدت طلاق زمانۂ عدت، یا تین طہر یا تین حیض کا زمانہ ہے، اس مدت مین بتفریق طلاق دینا چاہیئے، دو مرتبہ طلاق دے چکنے تک مرد کو رجعت کا حق حاصل رہتا ہے، یعنی اسکے بعد بھی اگر وہ اپنی بیوی کو زوجیت مین رکھنا پسند کرے تو رکھ سکتا ہے، لیکن تیسری مرتبہ طلاق دیدینے کے بعد وہ اسپر اسوقت تک کے لئے حرام ہوجاتی ہے جب تک کہ دوسرا شخص اس مطلقہ عورت سے نکاح کرکے اسکو طلاق نہ دیدے، یا خود وہ شخص مر نہ جائے، سورۂ طلاق مین ہے،

یا ایہا النبی اذا طلقتم النساء فطلقوھن لعدتھن واحصوا العدۃ ،	اے نبی، تم مسلمان جب عورتون کو طلاق دو تو انکو انکی عدت کے زمانہ مین طلاق دو اور عدت کو گنتے رہو،

. . . .

لاتدری لعل اللہ یحدث بعد ذلک امراً۔ فاذا بلغن اجلھن فامسکوھن بمعروف او فارقوھن بمعروف،	تم نہین جانتے شاید اللہ اسکے بعد کوئی اچھی حالت پیدا پیدا کردے، پس جب عورتین اپنی عدت کے خاتمہ کو پہنچ جائین تو یا تو انہین حسن سلوک کے ساتھ رکھو یا اچھی طرح رخصت کردو،

سورۂ بقرہ مین ہے،

والمطلقات یتربصن بانفسھن ثلٰثة قروء۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	اور جن عورتون کو طلاق دیجائے وہ اپنے آپکو تین طہر کی مدت تک روکے رکھین۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
وبعولتھن احق بردھن فی ذلک ان ارادوا اصلاحًا،	اور اس مدت مین اُنکے شوہر اُنکے واپس لینے کے دوسرون سے زیادہ مستحق ہین اگر وہ صلاح کی راہ اختیار کرلیں

یہ آیتین اس بات کا غیرمشتبہ ثبوت ہین کہ اللہ تعالے نے ایک مسلمان کے لئے طلاق کی صحیح صورت یہی تجویز کی ہے کہ وہ تین طہر یا تین حیض کی مدت مین بتدریج ایک ایک طلاق دے اور اس اثنا مین تیسری طلاق سے پہلے اگر وہ رجعت کرلینا چاہے تو اپنی بیوی کا سب سے زیادہ مستحق وہی طلاق دینے والا شوہر ہے، طلاق کی اس طویل مدت مین تقسیم وتفریق اسی لئے ہے کہ اس مدت مین فریقین کو آیندہ واقعات وحالات اور طلاق کے نتائج پر غور کرلینے اور انکو اچھی طرح سمجھہ لینے کا کافی موقع ملے، طلاق کی اسی صورت کو اللہ تعالے نے سورۂ بقرہ کی ایک دوسری آیت مین اور زیادہ وضاحت سے بیان فرمایا ہے،

الطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسریح باحسان۔ ۔ ۔ ۔ ۔	طلاق دو مرتبہ ہے اسکے بعد یا تو حسن سلوک کے ساتھ رکھنا ہے یا خوش اسلوبی کے ساتھ رخصت کردینا۔ ۔ ۔ ۔
فان طلقھا فلا تحل لہ من بعد	پس اگر تیسری مرتبہ طلاق دیدی تو وہ اسکے لئے اسوقت

حتی تنکح زوجا غیرہ،	تک حرام ہے جبتک اس سے دوسرا شخص شادی کرلے

سورۂ طلاق والی آیت مین "واحصوا العدة" کے بعد جو نقطے ہین وہان پر کی آیتین طوالت کی وجہ سے لکھی نہین گئین، انکے احکام یہ ہین کہ اس مدت مین عورتون کو بغیر کسی سخت ضرورت شرعی کے گھر سے نکلنے نہ دو، اور سورۂ بقرہ کی اس دوسری آیت مین باحسان کے بعد جو نقطے ہین وہان پر کی آیات کے احکام یہ ہین کہ جو کچھ تم نے انکو دیا ہے اسکو واپس لے لینا تمہارے لئے جائز نہین، ان احکام کے بعد دونون سورتون کی بقیہ آیات محذوفہ مین یہ مشترک حکم ہے کہ یہ عدت مین طلاق دینا، عدت کا شمار کرنا، عورتون کو اس زمانہ مین گھر سے نکلنے نہ دینا" یا دوسری آیت کے مطابق جو کچھ انکو دیا ہے اسکو واپس نہ لینا" اللہ تعالے کی قائم کی ہوئی حدود ہین جن سے تجاوز کرنا کسی مسلمان کے لئے جائز نہین، اور جو شخص تجاوز کریگا وہ اپنے نفس پر ظلم کریگا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عدت مین بتدریج طلاق دینا اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ حد ہے جس سے تجاوز کرنیوالا ظالم ہے۔

انہی آیات قرآنی کی بنا پر ائمہ وعلماے امت مین سے حضرت امام احمد کا قول ہے،

تدبرت القرآن فاذا کل طلاق فیہ	مین نے قرآن مجید مین بہت کچھ غور وفکر کیا اسمین مدخولہ
فہو الطلاق الرجعی یعنی طلاق المدخول	سے متعلق جتنی طلاقین پائین، ان مین سے ہر طلاق رجعی ہے
بہا غیر قولہ تعالی (فان طلقہا فلا	البتہ اس آیت کی طلاق مستثنیٰ ہے (پس اگر اس نے تیسری
تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ)	مرتبہ طلاق دیدی تو وہ عورت اسکے لئے اسوقت تک حرام ہے
(فتاوی ابن تیمیہ)	جبتک دوسرا شخص اس سے شادی نہ کرچکے)

آیات قرآنی کی ان تصریحات کے سلسلہ مین حضرت ابن عمرؓ کے واقعہ طلاق کی طرف توجہ دلانا بھی ضروری ہے جسکے متعلق رسول اللہ صلعم کا واضح ارشاد کتب صحاح، سنن اور مسانید سب مین مندرج ہے،

ان ابن عمر طلق امرأته وهي حائض	ابن عمر نے اپنی بیوی کو حالت حیض مین طلاق دی، حضرت
فذكر عمر ذلك لرسول الله صلعم	عمر نے اس واقعہ کا رسول اللہ صلعم سے تذکرہ کیا آپ نے فرمایا
فقال مُرہ فليراجعها حتى تحيض ثم	اسے کہو کہ رجعت کرلین یہانتک کہ وہ پھر حائض ہو اور پھر
تطهر ثم تحيض ثم تطهر ان شاء امسكها	پاک ہو اور پھر حائض ہو اور پھر پاک ہو، اسکے بعد انکو اختیار ہے
وان شاء طلقها قبل ان يمسها فتلك	چاہین وہ اسکو اپنی زوجیت مین رکھین یا اسکو چھونے سے پہلے
العدة التي امر الله ان يطلق	اسکو طلاق دیدین، اسلئے کہ یہی وہ عدت ہے جسمین عورتونکو
فيها النساء،	طلاق دینے کا اللہ تعالی نے ہمین حکم دیا ہے،

حدیث کا شان نزول اگرچہ واقعہ طلاق حائض ہے، لیکن اسمین رسول اللہ صلعم نے طلاق دینے کی جو صورت تفصیل سے بیان فرمائی ہے، میرا اصلی مقصود وہی تفصیل ہے، کیونکہ قرآن مجید کی آیتون سے طلاق کی جو صورت ظاہر ہوتی ہے، رسول اللہ صلعم سے اسکی یہ نہایت غیر مشتبہ تفسیر و تشریح ہے، اور یہی وہ طلاق ہے جسکو طلاق سنّی (یعنی مسنون طریقہ طلاق) کہا جاتا ہے، اسکے علاوہ جتنی صورتین ہین سب طلاق بدعت مین داخل ہین، حضرت ابن عمر کا یہی واقعہ ایک اور روایت مین ان الفاظ کے ساتھ مذکور ہے،

فبلغ ذلك رسول الله صلعم فقال	یہ خبر رسول اللہ صلعم کو پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ اے ابن عمر
يا ابن عمر ما هكذا امرك الله تعالى	تمکو اللہ تعالے نے اسطرح حکم نہین دیا، تم نے سنت مین
انك اخطأت السنة والسنة ان تستقبل	غلطی کی، سنت یہ ہے کہ طہر کا انتظار کرو اور ہر طہر مین
الطهر فتطلق لكل قرء (زاد المعاد)	ایک طلاق دو،

اسی طرح حضرت ابن عباس سے بھی منقول ہے کہ

كان ابن عباس يروي انما الطلاق عند كل طهر (زاد المعاد)	ابن عباس روایت کرتے ہین کہ طلاق ہر طہر کے زمانہ مین ہے

واقعہ یہ ہے کہ زن وشو کی تفریق کو شریعت اسلامیہ نہایت اہمیت کی نگاہ سے دیکھتی ہے وہ اس رشتہ کا ٹوٹنا بجز مخصوص حالات کے بالکل جائز نہین رکھتی، اسلئے طلاق ایک ایسی جائز شے ہے جس سے عموماً بچنا چاہیئے، البتہ جب کبھی ناقابل برداشت اور زندگی کو تلخ و ناخوشگوار بنا دینے والے حالات پیدا ہو جائین تو پھر ایسی حالت مین بتدریج آیندہ کے تمام حالات اور اُسکے نتائج پر غور و فکر کر لینے کے بعد وہ اپنے پیرو کو اسپر عمل پیرا ہونے کی اجازت دیتی ہے، زن وشو کے انقطاع تعلقات کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید مین سحر کی مذمت بیان فرمائی تو اُسکا سب سے مکروہ ترین اثر یہ ظاہر کیا کہ

ویتعلمون منھما ما یفرقون بہ	اور ان دونون سے وہ چیز سیکھتے ہین جسکے ذریعہ سے زن وشو
بین المرء وزوجہ	مین تفرقہ پیدا کر دیتے ہین،

ایک روایت مین حضرت جابر سے مروی ہے،

عن النبی صلعم ان ابلیس ینصب	نبی صلعم سے روایت ہو کہ ابلیس پانی پر تخت بچھا کر اپنی ذریات
عرشہ علی البحر ویبعث سرایاہ	کو ہر طرف بھیجتا ہے، ان شیاطین مین سے اور دوسرے قدر و
فاقربھم الیہ منزلۃ اعظمھم فتنۃ	منزلت ابلیس سے قریب تر وہ شیطان ہوتا ہو جو سب سے
فیاتیہ الشیطان فیقول ما زلت بہ	بڑا فتنہ پیدا کرتا ہو، ابلیس کے پاس ایک شیطان آتا ہے
حتی فعل کذا، حتی یاتیہ الشیطان	اور کہتا ہو کہ مین فلان شخص کے پیچھے پڑا اور اس نے فلان کام کیا
فیقول ما زلت بہ حتی فرّقتُ بینہ	اسی طرح ایک اور شیطان آتا ہو اور کہتا ہو کہ مین نے فلان
وبین امرأتہ فید نیہ منہ	شخص کا پیچھا اسوقت تک کیا جب اسمین اور اسکی بیوی مین
ویقول انت ویلتزمہ،	جدائی پیدا ہو گئی، پس ابلیس اُسکو اپنے قریب کر لیتا ہو اور
	اُسکو اپنے سے چمٹا کر یہ کہتا ہے کہ تو تو ہے،

ایک اور حدیث صحیح مین ہے،

عن النبی صلعم انہ قال ایما امرأۃ سألت زوجھا — نبی صلعم سے مروی ہو کہ جس عورت نے بغیر کسی سبب کے

الطلاق من غیر ما باس فحرام علیھا رائحۃ الجنۃ — اپنے شوہر سے طلاق مانگی اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے،

پہلی حدیث مین تفریق زوجین کی فتنۂ عظیم سے تعبیر اور دوسری روایت مین بغیر کسی سبب کے طلاق خواہ عورت پر جنت کی حرمت، شریعت کی نگاہ مین طلاق کی اہمیت و استکراہ کو اچھی طرح ظاہر کرتی ہے،

تصریحات احادیث نبوی

اب ان تصریحات کے بعد اصل مسئلہ کے متعلق روایات صحیحہ کی بنیاد پر یہ غور کرنا چاہیے کہ اگر کسی شخص نے اس بارہ مین اپنی جہالت و بیخبری سے جلدی کی اور ایک ہی مجلس مین مسلسل تین طلاقین دیدین تو آخر کیا ہو؟ روایات کا تتبع یہ ظاہر کرتا ہے کہ جمع طلاق ثلاثہ کی دو صورتین ہین، ایک یہ کہ ایک ہی لفظ مین تین طلاقین جمع کیجائین، مثلاً یہ کہ مین نے تمکو تین طلاقین دین، یا یہ کہ تین طلاقین ایک ہی مجلس اور ایک ہی وقت مین یکے بعد دیگرے دیجائین، گو یہ دونون صورتین قرآن مجید کے اصل منشا کے بالکل خلاف ہین، کیونکہ اس سے تو تین طلاقون کی تین طہر مین تقسیم و تفریق مستفاد ہوتی ہے، اور یہی وجہ ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلعم کو اجماع طلاق ثلاثہ کے واقعہ کی اطلاع ملی تو آپ غضبناک ہوئے، سنن نسائی وغیرہ کی روایت ہے،

عن محمود بن لبید قال اخبر رسول اللہ	محمود بن لبید سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلعم کو ایک ایسے
صلعم عن رجل طلق امرأتہ ثلاث	شخص کی خبر دیگئی جس نے تین طلاقین ایک ساتھ اپنی بیوی کو
تطلیقات جمیعا فقام غضبان فقال	دین، آپ یہ سن کر غصہ مین کھڑے ہوگئے، اور یہ فرمایا کہ
ایلعب بکتاب اللہ و انا بین اظھرکم	میری موجودگی مین خدا کی کتاب کے ساتھ کھیل کیا جاتا ہے

حتی قام رجل فقال یا رسول الله الا اقتله، | یہانتک کہ ایک شخص مجلس سے اٹھا اور اس نے کہا کہ یا رسول اللہ کیا میں اسکو قتل نہ کر ڈالوں۔

لیکن بہرحال اگر اسکے خلاف کبھی کسی سے عمل ہو جائے تو ناگزیر طور پر یہ بحث پیدا ہوتی ہے کہ اس صورت میں حکم و فیصلہ کیا ہوگا؛ اسمین تو اکثروں کا اتفاق ہے کہ تین طلاقوں کا ایک لفظ مین جمع کرنا حرام ہے، لیکن اختلاف اسمین ہے کہ اگر ایسا کیا گیا تو وہ طلاق رجعی ہوگی یا بائن۔ صحابۂ کرام کی ایک جماعت کی یہ تصریح ملتی ہے کہ ایسی حالت مین طلاق واقع تو ہوگی لیکن صرف ایک طلاق رجعی ہوگی؛ ابوجعفر احمد بن محمد مغیث نے اپنی کتاب (المقنع فی اصول الوثائق و بیان ما فی ذلک من الدقائق") مین لکھا ہی،

وطلاق البدعة ان یطلقها ثلاثا فی کلمة واحدة فان فعل لزمه الطلاق ثم اختلف اهل العلم بعد اجماعهم علی انه مطلق کم یلزمه من الطلاق فقال علی بن ابی طالب وابن مسعود رضی الله عنهما یلزمه طلقة واحدة وکذا قال ابن عباس رضی الله عنه | اور طلاق بدعت یہ ہی کہ کلمۂ واحد مین تین طلاقین دیجائین پس اگر ایسا کسی نے کیا تو طلاق یقیناً واقع ہوگی، البتہ ارباب علم نے وقوع طلاق پر اجماع کے بعد اسمین اختلاف کیا ہے کتنی طلاقین واقع ہونگی؟ حضرت علیؓ اور ابن مسعودؓ نے کہا ہی کہ ایک طلاق پڑیگی اور ایسا ہی حضرت ابن عباسؓ کا قول بھی ہے۔ (فتاوی ابن تیمیہ)

اسی طرح مجلس واحد مین جمع تطلیقات ثلاثہ بھی طلاق رجعی کا حکم رکھتا ہے، اس بارہ مین صحیح و محفوظ روایتین حسب ذیل ہین،

حدثنا سعید بن ابراهیم حدثنا ابی عن ابن اسحٰق حدثنی داؤد بن الحصین عن عکرمه مولی ابن عباس قال طلق رکانه بن عبد یزید اخو المطلب امرأته ثلاثا فی مجلس احد فحزن علیها حزنا شدیدا قال فسأله رسول الله صلعم | سعید بن ابراہیم نے حدیث بیان کی ... عکرمہ مولی ابن عباسؓ مروی ہی کہ رکانہ بن عبد یزید نے اپنی بیوی کو تین طلاقین ایک جلسہ مین دین اور اس واقعہ پر وہ بہت غمگین ہوئے، رسول اللہ صلعم نے ان سے پوچھا تم نے کسطرح طلاق دی انھون نے کہا تین طلاقین دین، رسول اللہ صلعم نے

كيف طلقتها قال طلقتها ثلاثا قال فقال في مجلس
واحد قال نعم قال فانما تلك واحدة فارجعها ان شئت
قال فراجعها (مسند احمد بن حنبل)

قال ابو داؤد حدثنا احمد بن صالح ثنا
عبد الرزاق ابن ابي جريج قال اخبرني
بعض بني رافع مولى رسول الله صلعم عن
عكرمة عن ابن عباس قال طلق عبد يزيد
ابو ركانة واخوته ام ركانة ثلاثا ونكح امرأة
من مزينة فجاءت النبي صلعم فقالت ما يغني
عني الا كما تغني هذه الشعرة لشعرة اخذتها من راسها
ففرق بيني وبينه فاخذت النبي صلعم حمية
فدعا بركانة واخوته ثم قال لجلسائه الا
ترون ان فلانا يشبه منه كذا وكذا من
عبد يزيد وفلانا منه كذا وكذا قالوا نعم
قال النبي صلعم لعبد يزيد طلقها ففعل ثم قال
راجع امرأتك ام ركانة واخوته فقال اني طلقتها
ثلاثا يا رسول الله قال قد علمت راجعها وتلا
يا ايها النبي اذا طلقتم النساء
فطلقوهن لعدتهن،

پوچھا گیا یک جلسہ؟ انہوں نے کہا ہاں، آپ نے فرمایا یہ تو ایک
طلاق ہے، پس اگر چاہو تو رجعت کرلو، راوی کہتا ہے اسکے
بعد رکانہ نے رجعت کرلی،

ابوداؤد نے کہا۔ . . . عکرمہ حضرت ابن عباس سے روایت
کرتے ہیں کہ رکانہ اور اسکے بھائیوں کے باپ عبد یزید نے
ام رکانہ کو تین طلاقیں دیں اور قبیلہ مزینہ کی ایک عورت سے
شادی کرلی، وہ عورت رسول اللہ صلعم کے پاس آئی اور ایک
بال اپنے سر سے توڑ کر یہ کہا کہ عبد یزید میری اتنی ضرورت
بھی پوری نہیں کرسکتے جتنی کہ یہ بال کرسکتا ہے اسلئے
مجھ میں اور ان میں آپ تفریق کرادیجئے، یہ سن کر رسول اللہ
صلعم کو غیرت آئی اور آپ نے رکانہ اور اسکے بھائیوں کو
بلواکر حاضرین مجلس سے یہ سوال کیا کہ کیا یہ لوگ عبد یزید سے
فلاں فلاں چیزوں میں مشابہ نہیں ہیں، لوگوں نے کہا ہاں
یا رسول اللہ صلعم، پھر رسول اللہ صلعم نے عبد یزید سے کہا کہ
اسکو طلاق دیدو، اور اپنی بیوی ام رکانہ سے رجعت کرلو
عبد یزید نے کہا میں نے اسکو تین طلاقیں دی ہیں، آپ نے فرمایا
ہاں میں جانتا ہوں رجعت کرلو، یہ فرماکر حسب ذیل آیت
تلاوت فرمائی "اے نبی تم مسلمان جب عورتوں کو طلاق دیا کرو
تو انکی عدت کے زمانہ میں طلاق دو"

اس روایت مین اگرچہ فی مجلس واحد کی تصریح نہین، لیکن آنحضرت صلعم کا آیت یاایها النبی اذا طلقتم النساء (الخ) تلاوت فرمانا اس بات کی کافی دلیل ہے کہ وہ طلاق ثلاثہ فی مجلس واحد تھی، ورنہ رسول اللہ صلعم ہرگز یہ آیت اس موقع پر تلاوت نہ فرماتے، کیونکہ طلاق ثلاثہ فی مجلس واحد کے بغیر یہ آیت بالکل بے جوڑ سی ہوجاتی ہے،

لیکن ان روایتون سے زیادہ صاف اور واضح صحیح مسلم اور ابوداؤد کی یہ روایتین ہین۔

عن طاؤس عن ابن عباس قال كان الطلاق على عهد رسول الله صلعم وابي بكر وسنتين من خلافة عمر طلاق الثلاث واحدة فقال عمر بن الخطاب ان الناس قد استعجلوا امرا كان لهم فيه اناة فلو امضيناه عليهم فامضاه عليهم، وفي رواية ان ابا الصهباء قال لابن عباس هات من هناتك الم يكن طلاق الثلاث على عهد رسول الله صلعم وابي بكر واحدة قال قد كان ذلك فلما كان في عهد عمر تتابع الناس في الطلاق فامضاه عليهم واجازه،

طاؤس حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہین کہ رسول اللہ صلعم اور عہد خلافت صدیق اور حضرت عمر کی خلافت کے ابتدائی دو سال تک تین طلاقین ایک طلاق کا حکم رکھتی تھین لیکن کثرت طلاق کی وجہ سے حضرت عمر بن الخطاب نے کہا کہ لوگون نے اس معاملہ مین جلدی کی جسمین انکے لئے نرمی اور آسانی تھی اب مین اگر اسکو نافذ کردون تو بہتر ہے اسکے بعد سے اسکو نافذ کردیا۔ ایک روایت مین ہے ابو صہبا نے حضرت ابن عباس سے کہا جو کچھ آپکو معلوم ہے اسکو بیان کیجئے کیا تین طلاقین رسول اللہ صلعم اور حضرت ابوبکر کے زمانہ مین ایک نہ تھین حضرت ابن عباس نے کہا ہان ایسا ہی تھا لیکن جب عمر بن الخطاب کے زمانہ مین لوگون نے کثرت سے تین طلاقین دینا شروع کین تو انھون نے انکو نافذ کردیا

یہ روایتین نہایت تصریح سے ہمین یہ بتاتی ہین کہ عہد رسالت، عہد خلافت صدیق اور عہد خلافت عمر کے ابتدائی دو سال تک عام طور پر تین طلاقین جو بیک جلسہ و بیک وقت دیجاتی تھین ایک طلاق کے حکم مین ہوتی تھین، اور شوہر کو حق رجعت حاصل رہتا تھا، وان ھذا لھو الحق المبین۔

(باقی)

مولانا جامی کے خط پر ایک نظر

از مولوی محمد محفوظ الحق صاحب بی اے

معارف کے اکتوبر نمبر مین مولانا جامی علیہ الرحمۃ کے خط کی عکسی تصویر اور اسکے ساتھ پروفیسر شیخ عبدالقادر ایم اے کی دلچسپ تحریر بھی نظر سے گذری، لیکن وہ مضمون چونکہ بہت مختصر ہے اور اسمین بعض فروگذاشتین بھی ہین، اسلئے یہ چند سطرین لکھ رہا ہون کہ ناظرین معارف کی بعض غلط فہمیان جو اسکے پڑھنے سے پیدا ہوگئی ہین دور ہوجائین اور ساتھ ہی وہ باتین بھی جنکا فاضل مضمون نگار نے اختصار کے سبب سے ذکر نہین کیا سلسلۂ بیان مین آجائین -

پروفیسر عبدالقادر صاحب نے پروفیسر براؤن کی لٹریری ہسٹری آف پرشیا کی تیسری جلد صفحہ ۵۰۹ سے حسب ذیل بیان نقل کیا ہے، کہ "مولانا جامی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ان کے کلیات کا ایک نسخہ سینٹ پیٹرسبورغ مین موجود ہے، اور جسکا مفصل ذکر فاضل مستشرق بیرن وکٹر روزن نے اپنی ایک ضخیم تالیف مین کیا ہے، جسمین مولانا کے خط کی عکسی تصویر ۱۸۸۶ء مین شائع کی ہے جسکی یہ نقل ہے"۔ اس اقتباس سے جو ضرورت سے زیادہ مختصر اور بظاہر ترجمہ معلوم ہوتا ہے، بہت کچھ اشتباہ ہو سکتا ہے، اصل یہ ہے کہ سینٹ پیٹرزبرگ (موجودہ پٹروگراڈ، پایہ تخت روس) مین شرقی زبانون کی کتابون کا ایک نادر ذخیرہ ہے جسمین قلمی فارسی کتابون کی بھی ایک کافی تعداد ہے، مشہور مستشرق ڈاکٹر روزن نے ان قلمی (فارسی) کتابون کی ایک فہرست تیار کی ہے، جسکا ایک نسخہ کلکتہ کی امپریل لائبریری مین ہے اور وہ اسوقت میرے پیش نظر ہے، افسوس ہے کہ مین اس فہرست کی (جرمن) زبان سے نابلد ہون اسلئے اسکا اقتباس پیش کرنے سے مجبور ہون، بہرکیف! ناظرین کرام کو معلوم ہونا چاہیئے کہ مذکورہ بالا کتاب

کسی موضوع خاص پر کوئی ضخیم تالیف" نہین بلکہ سینٹ پیٹرسبرگ کے مشرقی کتبخانہ کی قلمی فارسی کتابون کی فہرست ہے، اسکے اخیر مین مولانا جامی کے خط کا عکس لیتھو مین چھاپکر لگایا گیا ہے، اور اُسی کا فوٹو پروفیسر براؤن نے اپنی لٹریری ہسٹری آف پرشیا کی تیسری جلد مین شامل کیا ہے

پروفیسر براؤن کا بیان ہے کہ مولانا جامی کے ہاتھ کا لکھا ہوا اُنکے کلیات کا نسخہ سینٹ پیٹرسبورغ مین موجود ہے، لیکن یہ غلط ہے، سنٹ پیٹرسبرگ مین مولانا جامی کے کلیات نہین بلکہ ہفت اورنگ (یعنی سلسلۃ الذہب، سلامان وابسال، تحفۃ الاحرار، سبحۃ الابرار، یوسف زلیخا، لیلی مجنون، اور خردنامہ اسکندری) کا قلمی نسخہ خود مولف کے ہاتھ کا لکھا ہوا البتہ موجود ہے، اور اُسکا مفصل ذکر ڈاکٹر روزن کی فہرست (صفحہ ۲۱۵ تا ۲۵۹) مین موجود ہے، خبر نہین کہ پروفیسر براؤن جیسے فاضل مستشرق سے ایسی غلطی کسطرح ہوئی، اور ہفت اورنگ کو انھون نے جامی کا کلیات کیونکر سمجھ لیا۔

خیر! یہ تو ہوئی اس نسخہ کی کیفیت جو ہندوستان سے ہزارون میل دور ہے، لیکن اب اس غیر معروف نسخہ کی کیفیت سُنئے جسکی شہرت گو یورپ تک پہنچ چکی ہے، اور وہان کے بعض علمی رسائل مین اسکا ذکر بھی آچکا ہے، لیکن افسوس ہے کہ خود اس ملک کے رہنے والون کو اُسکے متعلق بہت کم معلوم ہے، پروفیسر عبدالقادر صاحب کو اس نسخہ کا پتہ جس تقریب سے ملا اسکی کیفیت وہ یون بیان کرتے ہین کہ آج سے چھ سال پیشتر جب خاکسار سید سلیمان صاحب متع اللہ المسلمین بطول بقائہ کی خدمت مین بانکی پور حاضر ہوا تھا اور اُن کے ہمراہ وہان کے فخر مشرقی خدابخش خان مرحوم کے کتبخانہ کی سیر کی تو اسمین ایک نسخہ سلسلۃ الذہب کے دفتر اول کا نظر سے گذرا جسمین ایک مقام پر مولانا جامی نے اپنے فرزند ضیاء الدین یوسف کی تاریخ ولادت اپنے ہاتھ سے لکھی ہے" افسوس ہے کہ اس جگہ پروفیسر صاحب موصوف کو سہو ہوا ہے، بانکی پور والا مذکورہ صدر نسخہ نستعلیق نہین بلکہ نسخ

یہی ہے۔ اور اسمین سلسلۃ الذہب دفتر اول نہین جو صرف ۱۷۵ صفحات پر ختم ہو جاتا ہے بلکہ اسکے

بقیہ ۳۴۵ صفحات پر مولانا جامی کی تمام وہ نظمین ہین، جو اپنی زندگی کے پچاسوین سال (۸۶۷ھ) مین

انھون نے سلطان ابو سعید کے نام معنون کی تہین، اور ۸۸۴ھ مین جنکو انھون نے اپنے دیوان

اول مین شامل کر لیا تھا، اور اب وہ غزلین قطعات اور (مختصر) مثنویان انکے مطبوعہ دیوان مین

متفرق جگہون پر مل سکتی ہین، اسکے علاوہ پروفیسر صاحب موصوف کے اس بیان سے کہ اسمین

ایک مقام پر مولانا جامی نے اپنے فرزند ضیاء الدین یوسف کی تاریخ ولادت اپنے ہاتھ سے لکھی ہے،

صاف پتہ چلتا ہے کہ پروفیسر صاحب موصوف صرف اس تحریر کو جسکا فوٹو انھون نے معارف مین

شائع کیا ہے، اور جسمین جامی علیہ الرحمہ نے خود اپنا نام لکھا ہے، ان کا خط سمجھتے ہین، اور پورے

نسخہ یا اول صفحہ کی دوسری تحریرون کو کسی اور کا خط تصور کرتے ہین، لیکن یہ صحیح نہین بلکہ واقعہ

یہ ہے کہ نہ صرف اس شائع کردہ فوٹو کی تحریر بلکہ پورے نسخہ کی کتابت خود مولانا جامی کے ہاتھ کی ہے۔

لیکن قبل اسکے کہ مین مولانا جامی کے خط کے متعلق کچھ کہون، یہان اسقدر بتادینا ضروری ہے کہ

نسخہ مذکورہ ۴۶۲ اوراق یعنی ۹۲۴ صفحات پر ختم ہوا ہے، ہر صفحہ مین تقریباً ۲۵ سطرین ہین اسکا طول

۱۰ انچ اور عرض ۶ ½ انچ ہے، ہر صفحہ مین سرخ جدول ہے، پہلے صفحہ پر چند سطرین کسی نے لکھی ہین،

اسکے بعد مولانا جامی کے ہاتھ کی وہ تحریر ہے جسمین انھون نے اپنے فرزند ضیاء الدین یوسف کی تاریخ

ولادت تحریر کی ہے، اور نیچے اپنا نام لکھا ہے، اسکے بعد مولانا سرخی مولانا نظام الدین بن شمس الدین

خوافی اور مولانا صبوری کی تاریخین ہین جو انھون نے ضیاء الدین یوسف کی ولادت پر کہی تہین، دوسرے

صفحہ سے سلسلۃ الذہب کا دفتر اول شروع ہوتا اور صفحہ ۱۵۰ پر ختم ہوتا ہے، اسکے بعد دیوان کا دیباچہ

اور پھر صفحہ ۱۶۱ سے غزلون، مثنویون، مرثیون، رباعیون اور تاریخون کا سلسلہ شروع ہوتا ہے اور

صفحہ ۵۲۴ کے نصف پر ختم ہوتا ہے، نسخہ بحالت موجودہ بالکل اچھا ہے صرف پہلے صفحہ کا

بھیگ گیا ہے، اسلئے اول صفحہ کی روشنائی ذرا پھیل گئی ہے، اسکے سوا نسخہ مذکور مین اور کوئی خرابی نہین، یہ تو ہوئی نسخہ کی ظاہری صورت، اب اگر اسکے خط کو بغور دیکھا جائے تو صاف معلوم ہوجائیگا کہ کسی اہل علم کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے، پھر یہ کہ خط کی شان کہے دیتی ہے کہ یہ تحریر نوین صدی ہجری یا اس سے قریبی زمانہ کی ہے، اب اگر پہلے صفحہ کو (جسکا فوٹو معارف مین نکل چکا ہے) دیکھا جائے تو پہلی چند سطرون کو چھوڑ کر یہ عبارت "ولادت فرزند ارجمند . . . . . والکاتب ابوہ الفقیر عبدالرحمن بن احمد الجامی عفی عنہ" یقیناً مولانا جامی کی تحریر ہے، اور پروفیسر عبدالقادر صاحب بھی یہی کہتے ہین، لیکن اگر پچھلی تاریخون (اور خصوصاً سعج ہذا، ہمایون طلعتے پاکیزہ اخلاقی کہ خواہد شد) کو دیکھا جائے اور اسکے خط پر غائر نظر ڈالی جائے تو صاف پتہ چل جائیگا کہ اگلی اور پچھلی تحریرین دونون ایک ہی ہاتھ کی لکھی ہوئی ہین، اب اسی کے ساتھ ساتھ سلسلۃ الذہب اور دیوان پر نظر ڈالی جائے اور اسکے خط اور انداز تحریر کو دیکھا جائے تو ہر شخص بے تامل کہدیگا کہ دونون خط بالکل ایک، اور ایک ہی ہاتھ کا لکھا ہوا ہے، اسکے علاوہ اس نسخہ کو اگر سنٹ پیٹرسبرگ کے نسخہ سے (جسکا عکس ڈاکٹر روزن کی فہرست مین ہے) ملائیے تو دونون مین کوئی فرق نظر نہ آئیگا، اسلئے اگر یہ مان لیا جائے کہ سنٹ پیٹرسبرگ کا نسخہ (جسمین سلسلۃ الذہب دفتر ثانی کے خاتمہ پر جامی کی یہ تحریر ہے "راقم الکتاب وناظمہ ہو الفقیر عبدالرحمن الجامی عفی عنہ فی الحادی عشر من ذی الحجہ سنہ ۸۹۰") خود جامی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے اور یہ کہ پروفیسر عبدالقادر صاحب کے شایع کردہ فوٹو کی یہ عبارت "ولادت فرزند ارجمند . . . . والکاتب ابوہ الفقیر عبدالرحمن بن احمد الجامی عفی عنہ" خود مولانا جامی نے اپنے ہاتھ سے لکھی ہے تو اسکے کہنے اور ماننے مین مطلق تامل نہین ہوسکتا کہ مذکورہ صدر نسخہ، موجودہ کتبخانہ مولوی خدابخش مرحوم خود جامی علیہ الرحمہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے، چنانچہ فہرست کتبخانہ مذکور مرتبہ خانصاحب مولوی عبدالمقتدر (جلد دوم صفحہ ۱۶) مین بھی یہی تحریر ہے کہ "متذکرہ بالا نوٹ (یعنی ولادت فرزند ارجمند . . . تاریخ تاریخون (از مولانا سرسی وغیرہ) اور خود نسخہ ہذا کا خط جامی کے اس خود نوشتہ نسخہ سے بالکل تصدیق کیا

جنکا ذکر ڈاکٹر روزن کی فہرست مین ہے اور جسکے اخیر مین مولف کے خط کا عکس بھی دیا گیا ہے)

اسکے علاوہ تصوف پر مولانا جامی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک رسالہ دستیاب ہوا ہے جو خدا بخش خان مرحوم کے کتبخانہ مین دیکھا جا سکتا ہے، سلسلۃ الذہب، اور اس نسخہ کے خط کو ملایا جائے تو دونون بالکل ایک نظر آئینگا، اسلئے اسمین مطلق شک نہین کہ پروفیسر عبد القادر صاحب نے سلسلۃ الذہب اور دیوان جامی کے جس نسخہ سے فوٹو شایع کیا ہے، اسکے پہلے صفحہ کی صرف یہ تحریر "ولادت فرزند ارجمند... الخ" ہی جامی کے ہاتھ کی نہین لکھی ہوئی ہے بلکہ پورا نسخہ اُنکے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے،

یہ امر موجب مسرت ہے کہ بانکی پور کے کتبخانہ مین جامی کی تصنیفات کا بہترین ذخیرہ موجود ہے، چنانچہ وہان یوسف زلیخا کا بھی ایک نایاب نسخہ ہے جو مشہور خوشنویس مولانا میر علی الکاتب کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے اور جسکے متعلق یقین کیا جاتا ہے کہ یہ وہی قابل قدر نسخہ ہے جسکی قیمت خود جہانگیر کے زمانہ مین ہزار مہر لگائی جاتی تھی، اس نایاب نسخہ کو عبد الرحیم خان خانخانان نے (۲۔ محرم ۱۰۱۹ھ کو) جہانگیر کی خدمت مین (بمقام اکبر آباد) بھیجا تھا، چنانچہ مآثر جہانگیری کی عبارت ہے،

"در روز دوشنبہ دوم محرم سنہ ہزار و نوزدہ دار الخلافہ اکبر آباد بسایہ چتر آسمان پایہ آرائش پذیرفت، .... و درین روز یوسف زلیخائی بخط ملا میر علی مصور و مذہب کہ ہزار مہر قیمت داشت، سپہ سالار خانخانان بطریق پیشکش ارسال داشتہ بود معروض گردید..... الخ"

غالبًا اس نسخہ کی شہرت کو سن کر مولانا اسلم جیراجپوری کو سہو ہوا اور مولانا جامی کے خط کو اُنھون نے اس نسخہ کے ساتھ منسوب کر دیا، اور پروفیسر عبد القادر صاحب نے اس غلطی کا واقعی ازالہ کر دیا ہے۔

مولانا جامی کے خط پر بحث کرتے ہوئے پروفیسر موصوف نے ایک جگہ بالکل صحیح لکھا ہے کہ "معلوم ہوتا ہے کہ نستعلیق خط جامی کے زمانہ تک علما اور شعراء کے استعمال مین عام طور پر نہین آیا تھا" اور آگے چل کر اُنھون نے تحفۃ الصلوٰۃ کے ایک نسخ نسخہ کا ذکر کیا ہے، جو ۸۹۹ھ کا لکھا ہوا ہے، واقعہ یہ ہے کہ

اگر اس زمانہ کی قلمی کتابون کو دیکھا جائے جو اب کمیاب کیا نایاب ہو چلی ہین تو صاف معلوم ہوگا کہ اس زمانہ یا اس سے پہلے کی اکثر فارسی کتابین نسخ مین لکھی جاتی تہین، چنانچہ کیمیائے سعادت کا جو قدیم نسخہ خدا بخش خان مرحوم کے کتبخانہ مین ہے، اور جسکے متعلق یقین کیا جاتا ہے کہ خود امام غزالی علیہ الرحمہ کے ہاتہ کا لکھا ہوا ہے، وہ بھی نسخ مین ہے، اسی طرح بابر کا جو ترکی دیوان رامپور کے سرکاری کتبخانہ مین ہے اور جسپر بابر کے دستخط ہین وہ بھی نسخ مین ہے، پھر دیوان حافظ کا وہ نایاب نسخہ جو خدا بخش خان مرحوم کے کتبخانہ مین ہے، اور جس سے ہمایون، جہانگیر اور دیگر شاہان مغلیہ فالین نکالتے تھے، اسمین ہمایون کا حسب ذیل نوٹ خط نسخ مین لکھا ہوا ہے:۔

"از فال مصحف کہ برآمد از دیوان حافظ این قطعہ بیت آمد و چندین بار ابیات مناسب آمدہ کہ اگر شرح آنہا شود کتابے شود، انشاء اللہ چون فتح ولایات شرقی و مبارزان آن دیار بامر کردگار شود نذر خوبی بخواجہ لسان الغیب فرستادہ شود و جمع آن تفاولات بزبر کردہ شود بندہ دلو فقیر، شب دوشنبہ بیدہم ذی الحجہ سنہ ۹۶۲ھ در شہر دین پناہ تحریر یافت، والسلام"

اسکے علاوہ تاریخ گزیدہ مولفہ حمد اللہ مستوفی کے نایاب قلمی نسخہ کا جو اعلیٰ ایڈیشن پروفیسر براؤن نے گب میموریل سریز کے لئے فوٹو سے چھاپا ہے، وہ بھی نسخ مین ہے، اسکے خاتمہ پر حسب ذیل عبارت درج ہے جس سے سنہ کتابت (۸۵۷ھ) معلوم ہوتا ہے،

وقع الاتمام علی ید العبد الضعیف المحتاج الی رحمۃ اللہ الغنی زین العابدین بن محمد الکاتب الشیرازی عفا اللہ عنہما فی وقت الاستواء سادس شہر رمضان المبارک سنہ سبعین وخمسین وثمانمائۃ۔

اسی طرح اگر اس عہد کی قلمی کتابون کو دیکھا جائے تو صاف معلوم ہوجائیگا کہ سنہ ۹۰۰ھ کے قبل بلکہ اسکے کچھ بعد تک خط نسخ کا عام طور پر رواج تہا، اور علما و فضلا اسکے بہت زمانہ بعد تک نسخ ہی لکھا کرتے تھے لیکن یہ ضرور ہے کہ اس زمانہ کے کاتبون مین نستعلیق رواج پا چکا تہا، چنانچہ سنہ ۹۰۰ھ کے قبل کی بعض

نستعلیق کتابیں بھی آجکل ملتی ہیں، اور ان سے اس رواج کا پتہ چلتا ہے، گو خواجہ میر علی تبریزی ۸۰۰ھ کے قریب خطِ نستعلیق کو ایجاد کر چکا تھا، لیکن اسکی ترویج میں اُسے خاطر خواہ کامیابی نہیں ہوئی، عام طور پر یہی یقین کیا جاتا ہے کہ میر علی تبریزی موجد نستعلیق ہے، چنانچہ مولف تذکرہ خوشنویسان (غلام محمد ہفت قلمی) نے میر علی کے متعلق حسب ذیل رائے کا اظہار کیا ہے کہ

"از نسخ و تعلیق خط ہشتم ابداع نمود کہ آن را نستعلیق گویند و آن تمام دورست پیشتر ہم خط نستعلیق مے نوشتند ولیکن این مرد بزرگوار قواعد در خط نستعلیق مقرر نمودہ نزاکتے بہم رسانیدہ"

اسی طرح قاضی نور اللہ شوستری نے مجالس المومنین میں مولانا سلطان علی مشہدی کے رسالہ منظومہ سے حسب ذیل اشعار نقل کئے ہیں جن سے میر علی کے واضع نستعلیق ہونے کا ثبوت ملتا ہے :-

نسخ و تعلیق گر خفی و جلی ست ... واضع الاصل خواجہ میر علی است

تا کہ بود ست عالم و آدم ... ہرگز این خط نبود در عالم

وضع فرمود او ز ذہن دقیق ... از خط نسخ و ز خط تعلیق

نے کلکش ازان شکر ریز است ... کاصلش از خاک پاک تبریز است

نکنی نفی او ز نادانی ... بے ولایت نبودہ تا دانی

بد مفاخر بجمع الافضال ... شیخ شیرین مقال شیخ کمال

آنکہ شعرش چو میوہ ہائے خجند ... ہست شیرین تر از نبات و ز قند

ان اشعار سے پتہ چلتا ہے کہ خواجہ میر علی معاصر مولانا کمال الدین خجندی ہے، اور مولانا کمال الدین کی وفات بقول مولفین نفحات (صفحہ ۷۰)، حبیب السیر (جلد سوم صفحہ ۹۰)، ہفت اقلیم (صفحہ ۷۷۶) مفتاح التواریخ (صفحہ ۱۵۹) اور ریاض الشعراء (صفحہ ۲۹۶) وغیرہ ۸۰۳ھ (مطابق ۱۴۰۰ء) میں واقع ہوئی، لیکن مولف مجالس العشاق نے انکی وفات ۷۹۲ھ میں بتائی ہے اور تذکرہ دولت شاہ (مطبوعہ یورپ

نہ ۳۰۲) میں انکی وفات ۸۹۲ھ میں لکھی ہے،

بہرکیف! مولانا کمال کا سن وفات جو بھی ہو لیکن اس سے یہ بات ضرور متیقن ہوتی ہے کہ خواجہ میر علی ۸۰۰ھ کے قریب زندہ تھے، اور مولانا جامی کی ولادت ۸۱۷ھ میں ہوئی اسلئے اسمین مطلق شک نہین کہ جامی، میر علی اور انکے خط سے واقف ہو چکے ہونگے، لیکن قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ غالباً زمانہ کی روش اور علما، وفضلا کے انداز کے سبب انھون نے طرز قدیم کو ترک نہ کیا اور ہمیشہ نسخ ہی کو طرۂ امتیاز سمجھا کئے، یہ روش انکے کچھ زمانہ بعد تک جاری رہی اور ۹۵۰ھ کے قبل تک نسخ کا رواج عام رہا، البتہ ۹۵۰ھ کے بعد نستعلیق خطوط عام طور پر ملتے ہین، لیکن اس سے قبل کی علما، کی نستعلیق تحریرین کمیاب کیا نایاب ہین۔

اس سلسلہ مین اس سوال کو بھی حل کرنا چاہیئے کہ سلسلۃ الذہب و دیوان جامی موجودہ کتبخانہ خدابخش مرحوم کا سن کتابت کیا ہے؟ مولانا ضیاء الدین یوسف کی تاریخ ولادت (۸۸۲ھ) کو دیکھکر عام طور پر یہی خیال ہوگا کہ مذکورہ صدر نسخہ کی کتابت ۸۸۲ھ یا ۸۸۳ھ میں ہوئی ہوگی، لیکن یہ خیال غلط ہے، سلسلۃ الذہب (دفتر دوم) کے خاتمہ کی تاریخ خود جامی نے اسطرح تحریر کی ہے:۔

داشت جہدی دبیر چرخ برین ۔ دررقم کردن حروف سنین

چون توجش بصاد وضاد رسید ۔ خامہ راحکم ایستاد رسید ۔ ۸۹۰ھ

ہم برین جامی این خجستہ کلام ۔ ختم شد والسلام والاکرام

جب دفتر دوم کا سال اختتام ۸۹۰ھ ہے تو دفتر اول بھی اسکے لگ بھگ لکھا گیا ہوگا، کیونکہ یہ بالکل بعید از قیاس ہے کہ جامی سلسلۃ الذہب کا دفتر اول کو ۸۸۲ھ مین لکھین اور دفتر ثانی کو ۸۹۰ھ مین تمام کرین اسلئے یہ بالکل قرین قیاس ہے کہ مذکورہ صدر نسخہ بھی ۸۸۰ھ یا ۸۸۱ھ مین لکھا گیا ہوگا، اسلئے محض تاریخ ولادت ۸۸۲ھ کو دیکھکر یہ سمجھ لینا چاہیے کہ مولانا جامی کی وہ تحریر وہ ہے، ان حالات کو پیش نظر رکھکر یہ خیال ہے کہ نسخہ سلسلۃ الذہب و دیوان اول موجودہ کتبخانہ خدابخش مرحوم کی کتابت ۸۸۰ھ یا ۸۸۱ھ مین ہوئی ہے اور جبتک اسکے خلاف کوئی کافی ثبوت نہ ملے اس تاریخ کے ماننے مین مطلق تامل نہین ہوسکتا

افریقیہ مین دولت عبیدئین کی ابتدا

از

جناب محمد خلیل الرحمن صاحب ایم اے عثمانیہ یونیورسٹی

حضرت علی کرم اللہ وجہ کی شہادت کے بعد شیعان علی نے متواتر کوششین کین کہ کسی طرح سلطنت پر تسلط حاصل کرلین، چنانچہ جب بنوامیہ کے آخری زمانہ مین اہل بیت کی دعوت کا آغاز ہوا تو بنو علی اور یہ اُن کے طرفدارون کو قوی اُمید تھی کہ سلطنت اُنکو ملجائیگی، مگر ۱۳۲ھ کے سیاسی انقلاب اور بنو عباس کے قیام نے اُنکی اُمیدون پر پانی پھیر دیا، اور اُنکو نئے سرے سے کوشش کرنی پڑی، حضرت علیؓ کی وفات کے بعد ایک کے سوا شیعون کے تمام ائمہ حضرت امام حسینؓ کی اولادین سے ہوئے، اور اگرچہ وقتاً فوقتاً ان اماموں کے متعلق اختلاف رائے ہوتا رہا، مگر حضرت جعفر صادق تک ان مین کوئی بڑا اور قابل لحاظ اختلاف نہین ہوا، امام جعفر صادق نے ۱۴۸ھ مین وفات پائی، اور اُنکی وفات کے بعد شیعون کے دو ٹکڑے ہوگئے، ایک حصہ امام اسمٰعیل کو اپنا امام ماننے لگا، اور دوسرا موسیٰ کاظم کا پیرو ہوگیا۔ ۱۴۸ھ سے ۲۶۰ھ تک اس نئے اسماعیلی فرقہ نے کوئی خاص صورت علٰحدہ اختیار نہین کی تھی، اور اُن مین اور دوسرے مخالف فرقہ مین صرف فرق یہ تہا کہ یہ سات اماموں کو مانتے تھے، اور دوسرے اس سلسلہ کو یہان منقطع کرنے کے بجائے آگے جاری رکھنا چاہتے تھے، آخر ۲۶۰ھ مین عبداللہ بن میمون القداح ظاہر ہوا جس نے اُسکو ایک گمنام فرقہ کی حیثیت سے نکال کر سیاسی رنگ مین رنگدیا، اس نے مختلف ممالک مین اپنے داعی بھیجے، اور آخر اسکا پوتا سعید بن حسین بن عبداللہ بن میمون ۲۹۶ھ مین اس قابل ہوا کہ اپنے دادا کے کام سے فائدہ اُٹھا کر افریقیہ پر قابض ہوجائے، اسی واقعہ کی

اسماعیلی فرقہ کے لوگون نے مختلف ممالک مین اپنے داعی روانہ کئے، مگر انکو ناکامی ہوئی، آخر آپس مین مشورہ کے بعد یہ قرار پایا کہ مغرب کے لوگون کو اہل بیت کی محبت کی دعوت دینے کے لئے ایک داعی اسطرف روانہ کیا جائے، چنانچہ اُنھون نے ایک صاحب فہم وفراست، فصیح وبلیغ، اور عالم و فاضل شخص یعنی ابوعبداللہ صنعانی کو اس کام کے لئے منتخب کیا، اور اتنا مال اسکے پاس جمع کیا کہ وہ اس سے کافی زاد راہ فراہم کرسکے، انتخاب کے بعد ابوعبداللہ مغرب جانے سے پہلے حج کے موسم مین مکہ گیا تاکہ وہان اس سال جو اہل مغرب حج کے قصد سے آئے ہون، اُن سے ملے، اُن کے اخلاق وعادات کا پتہ لگائے، مذہبی اعتقادات کے متعلق واقفیت حاصل کرے، اور حصول سلطنت کے لئے حیلہ ووسیلہ دریافت کرے، یہ شخص حج کے قصد سے نہین بلکہ موسم گذارنے کے لئے مکہ پہنچا، کیونکہ اسکے مذہب کے مطابق حج فرض نہ تہا، درحقیقت اس سفر اور تکلیف سے اسکا اصلی اور حقیقی مقصد یہ تہا کہ اپنی مراد کے حصول کے لئے اسباب پیدا کرے، چنانچہ وہان اُسکو چند اہل مغرب دکہائی دیئے، وہ اُن کے ساتھ رہنے لگا، اور آخر ان مین بالکل بل جل گیا، یہ لوگ تعداد مین تقریباً دس تھے، اور قبیلہ کتامہ سے تعلق رکہتے تھے، اور ان کا ایک رئیس اُن کے ہمراہ تہا، ابوعبداللہ نے ان سے ان کے دلن کا حال دریافت کیا، اور پھر ان سے مذہب کے متعلق سوالات کئے، اسپر وہ خاموش رہے، اور اس سے الگ رہنے لگے، یہ دیکھکر ابوعبداللہ نے مذہب کے متعلق بحث مباحثہ شروع کیا، اور معلوم کرلیا کہ مذہبی عقاید مین ان کا رئیس فرقہ اباضیہ کی طرف مائل ہے، یہ کر، در مقام اسکے آیندہ منصوبون کی تکمیل کے لئے کافی تہا، چنانچہ اس نے اپنے علمی تبحر اور علم مناظرہ کی بہترین قابلیت سے اُن پر ایسا اثر ڈالا کہ اُنکی عقل بالکل سلب ہوگئی، جب اُنکی واپسی کا زمانہ قریب آیا تو اُنھون نے ابوعبداللہ سے اسکا حال دریافت کیا، اس نے جواب دیا کہ مین عراق کا باشندہ ہون، سرکاری نوکر تہا مگر بعد مین مجھے احساس ہوا کہ یہ

ملازمت نیکی کا کام نہین، اسلئے مین اس سے دست کش ہوگیا، اور اسی تلاش مین رہا کہ کسب حلال کی کوئی بہتر صورت میسر آجائے، آخر اس نتیجہ پر پہنچا کہ بچون کو قرآن شریف کی تعلیم دینے سے بہتر اور کوئی کسب حلال نہین، اسپر مین نے دریافت کرنا شروع کیا کہ اسکا بہترین موقع کہان مل سکیگا، لوگون نے اس بارہ مین مجھے ملک مصر کا ذکر کیا، یہ سن کر اہل مغرب نے کہا کہ مصر ہمارے راستہ مین ہے، اسلئے ہم اسمین سے گذرینگے، وہان تک تم بھی ہمارے ہم سفر ہو جاؤ، انھون نے اسپر اصرار کیا، آخر اس نے منظور کر لیا، اثنار راہ مین وہ ان سے ہمیشہ گفتگو کرتا، اور انکو اپنے مذہب کی طرف مائل کرتا اور آہستہ آہستہ انکو رام کرتا رہا، آخر یہ لوگ کچھ ایسے گرویدہ ہو گئے کہ اس سے خواہش ظاہر کی کہ وہ انکے وطن چلے اور ان کے بچون کو تعلیم دے، مگر اس نے بُعد مسافت کا عذر کیا اور کہا کہ اگر مجھکو مصر مین ملازمت مل گئی اور میری حاجت پوری ہو گئی تو فبہا ورنہ مین تمہارے ساتھ قیروان تک چلونگا جب یہ لوگ مصر پہنچے تو وہ ان سے جدا ہو گیا اور ایسا معلوم ہوا کہ وہ تلاش روزگار مین سرگردان ہے، لوگ دوبارہ اس سے ملے اور اسکا حال دریافت کیا، اس نے کہا کہ اس ملک مین میری خواہش پوری ہوتی نظر نہین آتی، ان لوگون نے پھر اسکو ساتھ چلنے کے لئے کہا اور اس نے منظور کر لیا، چنانچہ قیروان تک وہ برابر اسکی صحبت مین رہے، یہان انہون نے پھر خواہش ظاہر کی کہ وہ انکے ساتھ انکے وطن چلے، اور وہان اسکی آرزو کے مطابق تعلیم اطفال اسکے سپرد کر دیجائے، مگر اس نے کہا کہ میرے لئے ضروری ہے کہ پہلے قیروان مین رہ کر اپنی ضرورت پوری کرنے کی کوشش کرون، اگر نا کامیاب ہوا تو تمہارے پاس چلا آؤنگا، ان اہل مغرب کا رئیس سب سے زیادہ اسکو ہمراہ رکھنے کا خواہشمند تھا، اور وہی سب سے بڑھ چڑھکر اسکی خاطر و مدارت کرتا تھا، چنانچہ اس نے اپنے مقام، مکان، اور قبیلہ کتامہ کا پورا پورا پتہ دیدیا۔

ابوعبداللہ نے چند روز قیروان مین قیام کر کے تمام قبائل کے حالات کا پتہ لگا لیا اور اسکو یہ معلوم ہو گیا کہ تمام افریقیہ مین بلحاظ شوکت و قوت اور رسوخ کتامہ کا کوئی قبیلہ ہمسر نہین، یہ سب کچھ

معلوم کرسکے وہ کتامہ کے مقدم الذکر رئیس کی طرف چلا، اور ایک سیاہ خچر پر سوار ہوکر مع چند ہمراہیون کے اُدھر کا راستہ لیا، جب اس رئیس کے مقام تک پہنچا تو راستہ سے ذرا ہٹ گیا، اور ایک کھیت میں پہنچا جہان کتامہ کا ایک ادھیڑ آدمی اپنے بیٹے کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا، اس نے پاس آکر انکو سلام کیا وہ فوراً کھڑے ہوگئے، اور وہان ٹھہرنا چاہا، ابوعبداللہ نے اُنکی درخواست منظور کرلی چنانچہ انھون نے اُسے اپنے گھر مین اُتارا اور بڑی خاطر مدارات کی، ابوعبداللہ نے اس شخص سے پوچھا کہ تمھارے بیٹے کا نام کیا ہے، اس نے کہا تمام، پھر پوچھا کہ تمھارا کیا نام ہے، اس نے جواب دیا کہ معارک اس سے ابوعبداللہ نے معلوم کیا کہ فال نیک ہے، ہمارا کام ضرور اتمام کو پہنچیگا گر معرکون کے بعد پھر ابوعبداللہ نے وہان سے رخصت ہونا چاہا، وہ روانہ ہوکر کتامہ پہنچا، اور ایک مسجد مین اُترا، یہان ایک بڈھا بچون کو پڑھا رہا تھا، وہ فوراً کھڑا ہوا اور داعی کو سلام کیا، ابوعبداللہ اب تک اپنے سیاہ خچر پر ہی سوار تھا معلم نے اُسکو بڑے غور سے دیکھا جس سے ابوعبداللہ کو شک گذرا وہ مسجد مین آیا اور معلم سے دریافت کیا کہ تم مجھکو اور میرے خچر کو بڑے غور سے کیون دیکھ رہے تھے، معلم نے کہا کہ ہان اسکا ایک سبب ہے، زمانہ قدیم مین کتامہ مین فیلق نام ایک کاہن تھا جس نے ان لوگون کے فتنہ و فساد کو دیکھکر کہا تھا کہ جب مشرق سے ایک شخص سیاہی مائل گھوڑے پر سوار آئیگا تو تم جنگ کو دیکھوگے، مین نے جب تمکو دیکھا تو مجھے وہ قول یاد آگیا، اس سے بھی ابوعبداللہ نے نیک فال لی اور نتیجہ یہ ہوا کہ اسکو وثوق اور اطمینان حاصل ہوگیا۔

ابوعبداللہ داعی وہان سے چل کر کتامی رئیس کے پاس گیا، اور مسجد مین مقیم ہوا، یہان بھی ایک معلم بچون کو تعلیم دے رہا تھا، اور اسکے پاس رئیس قبیلہ کے بچے بھی تھے، جب ظہر کی نماز کا وقت ہوا تو رئیس مسجد مین آیا اور ابوعبداللہ سے ملا، چنانچہ اُسی نے ظہر کی نماز پڑھائی، یہی عصر کے وقت ہوا، یہ حال دیکھکر معلم اپنی ذلت گوارا نہ کرسکا، اور مسجد کو چھوڑکر چلا گیا، چنانچہ اب ابوعبداللہ مسجد کا

امام اور بچون کا معلم ہوگیا، تعلیمی جد وجہد کی وجہ سے بچون کے ماں باپ اس سے خوش ہوگئے
اور چالیس دینار آپس مین جمع کئے، اور شیخ نے ان مین کچھ اضافہ کرکے ابو عبد اللہ کو دینا چاہے
ابو عبد اللہ نے ایک تھیلی مین سے پانچ سو دینار نکالکر شیخ کے سامنے ڈالدیئے اور کہا در اصل مین
بچون کا معلم نہین ہون، اصل معاملہ سے مین تم کو اب آگاہ کرتا ہون اسے غور سے سنو اہلوگ اہلبیت کے
انصار مین سے ہین، اور اے اہل کتامہ تم مین ایک روایت چلی آتی ہے کہ تم ہمارے انصار
اور قیام سلطنت مین ہمارے مددگار رہوگے، اور یہ کہ اللہ تمہارے سبب سے دین کو غالب کریگا،
اور اہل بیت کو عزت دیگا، ان مین ابھی ایک امام ظاہر ہوگا جسکے تم مددگار رہوگے، اور اسکے لئے اپنی
جانین تک قربان کردوگے، تمہارے مدد سے ہی وہ تمام دنیا کو فتح کریگا، اور اس طرح تمہارا اجر
کئی گنا ہوگا، اور دنیا اور آخرت کی بہترین چیزین تم کو میسر آئینگی، یہ سن کر شیخ نے کہا کہ جو کچھ تم نے کہا
مین اسکو منظور کرتا ہون، اور اسکے لئے اپنا مال وجان خرچ کرنے کے لئے تیار ہون، نہ صرف اپنا
بلکہ اپنی تمام قوم کا بھی، مین تمہارا مطیع ہون اور جو کچھ تم کرنا چاہتے ہو اسکا حکم دو، ابو عبد اللہ نے کہا
کہ اپنے نزدیک کے رشتہ دارون کو دعوت دو، اسی اثنا، مین رمضان کا مہینہ آگیا، ابو عبد اللہ
نے کہا کہ رمضان آگیا ہے، اور ہمارے مذہب مین تراویح جائز نہین، کیونکہ یہ عمر کی بدعت ہے نہ کہ
سنت رسول اللہ، مین یہ کرونگا کہ نماز عشا مین کوئی لمبی سورت پڑھونگا، اور اسطرح یہ نماز تراویح کے
بجائے ہوجائیگی، شیخ نے کہا کہ مین اس معاملہ مین تمہارا مطیع وفرمان بردار ہون جو کچھ جی چاہے کرو
جب اس نئی نماز اور بدلے ہوئے حالات کی اطلاع شیخ کے پڑوسیون اور اسکے
بھائی کو ہوئی تو موخر الذکر اسکے پاس آیا اور کہا کہ تم کو آخر کیا ہوگیا ہے، اس مشرقی شخص نے تمہارے
مذہب کو فاسد اور دین کو تبدیل کردیا ہے مگر شیخ نے کہا کہ مین تم کو بھی دعوت دیتا ہون کہ تم بھی اس
کام مین میرے شریک ہوجاؤ، یا اس شخص کی برائی میرے سامنے نہ کرو، جسکی نیکی علم فضل [illegible]

اور پہر کاری کی جن سے ہر طرح [illegible] ملیا ہے، یہ من کا [illegible]

امر بیکار طلبہ ہوگیا، اُدہر ابوعبداللہ نے اپنی فضیلت کا ایسا سکہ بٹہایا کہ لوگ اُسکے گرویدہ ہوگئے، اور حد سے زیادہ اسکی تعظیم وتکریم کرنے لگے، شیخ نے استدعا کی کہ وہ ان مین اپنے مذہب کی تبلیغ کرے، چنانچہ ابوعبداللہ نے کہا کہ تم سب اہل بیت کے انصار ہو، اسکی تقریر کی حلاوت کی وجہ سے اُنکی عقلین بالکل سلب ہوگئین، اور آخرکار وہ سب کے سب اس تحریک مین شامل ہوگئے، اسکے بعد موقع پاکر شیخ نے اپنے بہائی کو قتل کرادیا، اور جب لوگ تعزیت کے لئے آئے تو ان سے عہد لیا کہ وہ داعی کے مطیع وفرمان بردار رہین گے، اسطرح اس نے بتدریج ایک بڑی جماعت کو اکٹہا کرلیا اور یہ شیخ آیندہ سات سال تک برابر اپنی قوم کے ہمراہ انکی جنگون مین شریک رہا، جب اُسکی موت کا وقت قریب آیا تو اس نے اپنے بنی عم کو جمع کیا اور اُنہین وصیت کی کہ وہ ابوعبداللہ کا ساتہ نہ چھوڑین اور اس بارہ مین کسی قسم کا اختلاف نہ کرین، اسی طرح اس نے ابوعبداللہ کو اپنے بیٹون کے بارہ مین وصیت کی،

اسطرح آہستہ آہستہ تمام اہل کتامہ داعی کے مطیع ہوگئے، اور اس قبیلہ کے علاوہ دوسرے قبائل بہی اس تحریک مین شامل ہوگئے، اسپر اُس نے اُن کا ایک دیوان قائم کیا اور چہاؤنی کی بنا ڈالی، اس نے ان سے یہ بہی کہہ دیا کہ تمکو اپنے لئے دعوت نہین دیتا بلکہ اہل بیت کے امام معصوم کی اطاعت وفرمان برداری کے لئے بلاتا ہون، اس امام معصوم کی صفات بیان کرنے مین ایسی ایسی کرامات بیان کین جو خلاف عقل ہین، مگر لوگ انکو صحیح مانتے تہے، وہ ان سے کہا کرتا تہا کہ وہی امام درحقیقت اس امر کا اصلی مالک ہے، اور جب وہ ظاہر ہوجائیگا تو مین ہٹ جاؤنگا، اور لطف یہ ہے کہ ابوعبداللہ نے امام کو ابتک خود نہین دیکہا تہا بلکہ شیعون سے صرف اسکے حالات سنے تہے، اسلئے اسکا اعتقاد امام کے دیکہنے پر مبنی نہ تہا جب تک بربرون کا کام بالکل پختہ نہین

ہوا، اور وہ امیر افریقیہ کو شکست دیکر تمام ملک پر قابض نہین ہو گیا، ابوعبداللہ نے اسکو جس وقت یمن کیا تھا،
اسوقت خاندان بنو اغلب کا ایک فرمان روا ابراہیم بن اغلب حکمران تھا، اس سے قبل ہی
سلطنت بنو اغلب مین مختلف انقلابات ظہور پذیر ہو چکے تھے، اور حکومت مین ضعف آگیا تھا، ابراہیم
نے بادشاہ ہوکر کم وبیش چھ سات سال تک اپنے پیشرووٗن کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کی،
مگر اسکے بعد اُس نے ظلم وستم آغاز کیا، اور اس ظلم وستم کی وجہ سے سلطنت کی رہی سہی طاقت بھی
زایل کردیا، ایک دوسرا غضب یہ کیا کہ جب ۲۸۰ھ مین اس نے اہل بزسہ پر فتح پائی تو اُن کے
کم وبیش ایک ہزار آدمیون کو پکڑ کر رقادہ لے آیا، اور یہان اس نے انکو اطمینان دلانے اور راحت
پہنچانے کے بعد قتل کرادیا، یہی قتل عام دولت اغلبیہ کے زوال کا باعث ہوا، کیونکہ ان لوگون مین
عربون اور ان لوگون کی اولاد شامل تھی جنھون نے افریقیہ کو فتح کیا تھا، اور بنو کتامہ کے حریف تھے،
اب توازن قائم نہ رہ سکا، اور جب کتامہ ابوعبداللہ سے مل گئے تو بنو اغلب کے افریقیہ مین قیام
وبقا کی کوئی سبیل نہ رہی، اور ابوعبداللہ کے ہاتھ ایسا حربہ آگیا کہ جس سے بچنا بنو اغلب کے لئے
بالکل ناممکن تھا، آخر اسطرح سلطنت کے جڑون کو کھوکھلا کرنے کے بعد ۲۸۹ھ مین ابراہیم نے
وفات پائی، اور ابوالعباس ابن ابراہیم باپ کی جگہ بادشاہ ہوا، مگر بادن روز کی حکومت کے بعد
اپنے غلامون کے ہاتھ سے قتل ہوا، اور بنو اغلب کا آخری تاجدار زیادۃ اللہ تخت پر بیٹھا، مگر یہ
تخت نشینی بھی بغیر خون ریزی اور قتل کے عمل مین نہ آسکی، جس سے سلطنت اور بھی کمزور ہو گئی،
ابوعبداللہ کتامہ پر پورا قبضہ حاصل کرچکا تھا اور زیادۃ اللہ بالکل بے دست وپا تھا۔

آخر ۲۹۲ھ مین افریقی اور ابوعبداللہ کی فوج مین سب سے پہلے مڈبھیڑ کبونہ کے مقام پر
ہوئی، اُسکی تفصیل یہ ہے کہ زیادۃ اللہ کے سپہ سالار ابراہیم بن جبشی بن عمر تمیمی نے لشکر کے ساتھ
اسکی طرف کوچ کیا، ابوعبداللہ کو جب اس بات کی اطلاع ملی کہ ابراہیم بن جبشی کے ہمراہ اکابر قوم

شرفاے عرب اور موالی ہیں اور اسکے علاوہ بہت سامان حرب سے مسلح ہے، تو اسکو خوف پیدا ہوا،
اور اس نے کتامہ کو جمع کرنا شروع کیا، یہ تمام جمعیت بے قاعدہ اور بے ضابطہ تھی اور اسکی
صورت یہ ہوتی تھی کہ ابو عبد اللہ قبائل کے مختلف رؤسا کی طرف خط لکھا کرتا تھا اور وہ لوگ اپنے
مطیع اور اسکی طرف راغب لوگون کو جمع کر لیا کرتے تھے، ان خطون مین صرف یہ ہوتا تھا کہ فلان دن
اور فلان موقع مقرر ہوا ہے، اسکے سامنے ایک شخص پکارا کرتا تھا کہ "پیچھے رہنا اور جنگ مین
شرکت نہ کرنا حرام ہے" نتیجہ یہ تھا کہ کتامہ مین کوئی شخص بھی ایسا نہین رہا جو اسکے ساتھ نہ مل گیا ہو،
اس طریقہ سے اس نے ایک لاتحصی اور لاتعد جماعت پیدا کر لی، اور وہ سب ابراہیم کے مقاتلہ
اور مقابلہ کے لئے جمع ہو گئے، آخر کار کیونہ کے مقام پر مقابلہ ہوا جو صبح سے شام تک برابر جاری
رہا، آخر ابراہیم کو شکست ہوئی، منہزم فوج کے خیال کو ترک کر کے کتامہ لوٹنے مین مشغول ہو گئے،
اور بہت سے ہتھیار، زین، لگام، اور طرح طرح کا مال و اسباب اُن کے ہاتھ آیا، یہ سب سے پہلا
مال غنیمت تھا جو ابو عبد اللہ شیعی اور اسکے اصحاب کو حاصل ہوا، چنانچہ اب انکو ریشمی کپڑے میسر
آئے، مرصع تلوارین گردنون مین حمائل کین، اور سنہری اور روپہلی کام کے زین اور لگام لگا کر
گھوڑون پر سوار ہوئے، اسکے علاوہ ان کے پاس ہتھیارون کی افراط ہو گئی اور وہ لوگ شریف
اور بزرگ بن گئے، اب انکی مرادین پوری ہوئین اور ساتھ ہی انکو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ابو عبد اللہ داعی نے
فتح و ظفر کے جو کچھ وعدے ان سے کئے تھے، وہ سب برحق ہین، نتیجہ یہ ہوا کہ اُن کے دل بڑھ گئے
اور اہل افریقیہ زیادہ کمزور اور بے ہمت ہوتے گئے، اُن کے دلون مین بیچارگی اور بے مائگی کا
خیال پیدا ہوا، ابو عبد اللہ داعی نے فوراً عبید اللہ شیعی[1] کو جو اسوقت سجلماسہ مین تھا اس فتح کی

---

[1] عبید اللہ شیعی ۲۶۰ھ مین پیدا ہوا، ۲۸۹ھ مین سوداگر کے بھیس مین مصر گیا، ذی الحجہ ۲۹۶ھ مین سجلماسہ پہنچا، ربیع الآخر ۲۹۷ھ
مین رقادہ مین اسکی بادشاہت کا اعلان ہوا، اور نصف ربیع الاول ۳۲۲ھ مین ۲۵ برس کی حکومت کے بعد وفات پائی

اطلاع دی اور خفیہ طور پر کتامہ کی ایک جماعت کے ہاتھ اسکے پاس بہت سامال بھیجا۔

۲۹۱ھ مین زیادۃ اللہ بن عبداللہ بن اغلب نے ابوعبداللہ داعی سے لڑنے کے لئے مدلج بن زکریا، اور حامد بن سرو رخال کی سرکردگی مین اربس کی جانب ایک لشکر روانہ کیا مگر ۱۰۔ جمادی الآخر کو یہ دونون زیادۃ اللہ کے مخالف ہو گئے، اور ۱۲۔ کو قیروان پہنچے، ایک جم غفیر نے شہر سے نکل کر اسکا مقابلہ کیا، اور ان دونون کو قتل کر ڈالا، اسی اثنا مین ابوعبداللہ کی چالون کی اطلاع خلیفۂ عباسی مکتفی کو بھی مل چکی تھی، چنانچہ اس نے اہل افریقیہ کو زیادۃ اللہ کی مدد اور شیعی داعی کے خلاف جنگ کے لئے برانگیختہ کیا، زیادۃ اللہ خود اربس گیا اور بکثرت فوج جمع کی اور بہت سا مال ومتاع ان مین تقسیم کیا، باغایہ کی طرف فوجین روانہ کین طبنہ کی حالت بھی مخدوش تھی، اسلئے وہان بھی فوج متعین کی، اور حکم دیا کہ کتامہ پر لگاتار چھاپے مارے جائین، خلیفہ اور زیادۃ اللہ کے درمیان خط وکتابت کا سلسلہ جاری رہا، آخر بارگاہ خلافت کا ایلچی زیادۃ اللہ اور اسکے ندیمون کی حالت دیکھکر نا اُمید واپس چلا گیا، ابوعبداللہ داعی نے بلزمہ اور طبنہ پر غلبہ حاصل کر لیا، اور لوگون کی تالیف قلوب کے لئے تمام زیادہ وصول کیا ہوا محصول واپس کر دیا، اس سے اسکو اور تقویت حاصل ہوئی کیونکہ عوام کو اب یہ اُمید ہوئی کہ ابوعبداللہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلعم کو پھر زندہ کریگا، نتیجہ یہ ہوا کہ گرد ونواح کا علاقہ امن وامان ہی سے اسکا مطیع ہو گیا، جب زیادۃ اللہ کو یہ معلوم ہوا تو اُسے سخت رنج ہوا، اور اس نے حکم دیا کہ مسجدون کے منابر سے ابوعبداللہ پر لعنت بھیجی جائے مگر بیسود، اب عبداللہ کی طاقت کا توڑنا ناممکن تھا۔

۲۹۲ھ مین ابراہیم بن حبشی بن عمر اپنی فوج کو لیکر اربس سے ابوعبداللہ کی جنگ کیلئے طبنہ کی جانب روانہ ہوا، زیادۃ اللہ اسوقت تک اربس مین مقیم تہا، اب وہ رقادہ چلا گیا اور وہان خواہشات نفسانی مین منہمک ہو گیا، رات دن بدچلن، اور بدمعاش لوگون اور گویون کی

کی صحبت مین زندگی بسر کرنے لگا اور جب کبھی اسکو سلطنت کی تباہی و بربادی کا خیال آ بھی جاتا تہا تو اُسکے یہ ندیم اُسکو دوسری طرف متوجہ کر دیتے تھے، آخر شعبان مین ابوعبداللہ شیعی شہر باغایہ مین داخل ہوا، اور حالت ایسی نازک ہوگئی کہ زیادۃ اللہ کا رقادہ مین قیام ناممکن ہوگیا، آخر اپنے وزیر کے مشورہ سے اس نے رقادہ کو خیرباد کہکر مصر بہاگ جانے کا ارادہ کیا، مگر ابراہیم بن حبشی نے مخالفت کی اور اُسے بزرگون کے کارنامے یاد دلائے کہ کسطرح اس سے بھی بدتر حالت کو اُنھون نے رقادہ ہی مین مقیم رہکر سنبہال لیا تہا، زیادۃ اللہ نے اسکی صلاح مان لی اور ٹہر گیا، مگر اس قیام سے بگڑی حالت کو نہ سنوار سکا، آخر ۲۹۶ھ مین ابوعبداللہ شیعی کا لشکر قسطیلیہ تک پہنچ گیا، اور زیادۃ اللہ کے سردار لشکر اپنی فوجون کو لیکر تِزار کی طرف پسپا ہوئے، شیعی فوجون نے گرد و نواح کے علاقے مین پہیل کر سب کچھ جلا دیا، ابوعبداللہ نے پہلے سے اپنی فوج کو حکم دے رکہا تہا کہ قتل و غارت نہ کرین اور مکانون مین مقیم رہین، اس حکم کی بدولت دو ماہ تک بالکل سکون رہا اور لوگون کو خیال ہوا کہ فتنہ دُور ہوگیا ہے، مگر اس حملہ نے سب کو چونکا دیا، اور زیادۃ اللہ مرعوب اور شہر کی طرف سے نااُمید ہوگیا، یہ حالت ہوئی کہ لوگون کی زبانین خوف و اضطراب سے بند ہوگئین، اور زیادۃ اللہ کے وزرا نے نمک حلال لوگون کی طرف سے اسے بدظن کرنا شروع کر دیا۔

اسی سال ابوعبداللہ شیعی نے اربس پر حملہ کیا، اور ابراہیم بن ابوالاغلب کی فوجون سے اسکا مقابلہ ہوا، ابراہیم نے شکست کہائی، اور ۲۴ جمادی الآخر کو ابوعبداللہ بزور شمشیر شہر مین داخل ہوگیا، اور وہان خون کی ندیان بہا دین،

جب اس واقعہ کی اطلاع زیادۃ اللہ کو ہوئی تو وہ سمجھ گیا کہ اب سلطنت اور حکومت دونون رخصت ہین، چنانچہ ۲۶ جمادی الثانی کو اس نے رخت سفر تیار کرنا شروع کیا اور طرابلس چلا گیا، صبح کو قصر امارت لوگون نے لوٹ کر تہ و بالا کر ڈالا، اُدہر ابراہیم ابن ابوالاغلب اربس سے

پسپا ہو کر قیروان آیا، اور یہان اپنا سکہ بٹھانا چاہا، مگر لوگون نے کہا کہ بچاؤ کی صورت ممکن نہین،
جب تمہارے پاس مال و زر و فوج و لشکر تھے اور تم کچھ نہ کرسکے تو اب کیا کرسکتے ہو۔

ابوعبداللہ نے جب زیادۃ اللہ کے فرار کی خبر سنی تو وہ قیروان کی طرف چلا، اور پانچ ایک لشکر کو کچھ رسالے دیکر رقادہ روانہ کیا تاکہ اسپر قبضہ کرلے، اسی سال یعنی ۲۹۶ھ مین ابوعبداللہ قیروان مین داخل ہوا، اور وہان کا انتظام درست کرکے اپنے لشکر کو سجلماسہ کی جنگ کے لئے تیار کیا، یہان عبیداللہ شیعی اور اسکا بیٹا ابوالقاسم قید تھے، سجلماسہ کے راستہ مین تاہرت کو فتح کیا، اور ابوحمید دواس بن صولات لہیصی اور ابراہیم بن محمد یمانی کو وہان کا حاکم مقرر کیا اور خود سجلماسہ کی طرف چلا، ۶- ذی الحجہ ۲۹۶ھ کو وہان پہنچا، اور محاصرہ شروع کیا، سات تاریخ کو جنگ ہوئی اور اُسی دن اس نے شہر پر قبضہ کرلیا، عبیداللہ شیعی اور اُسکا بیٹا ابوالقاسم مریم بنت مدرار کے پاس قید تھے، انکو وہان سے نکالا گیا، جب ابوعبداللہ نے انکو دیکھا تو پا پیادہ ہوگیا، اور فرط مسرت سے اسکے آنسو نکل آئے، اُسے فازہ مین لایا گیا اور یہان اُس نے امور سلطنت اُسکے سپرد کردیئے، اور اپنے ہمراہیون سے کہا کہ یہ ہے میرا اور تمہارا آقا، اللہ تعالے نے اُسکے بارہ مین اپنا وعدہ پورا کیا، اسکو اسکا حق عطا کیا، اور اُسے غالب کیا، اب عبیداللہ افریقیہ کا تنہا مالک تھا۔

منتخبات

فنِ صحافت

لندن یونیورسٹی مین طلبہ کے لئے جو اختیاری مضامین ہین، اُن مین ایک مضمون فنِ صحافت
بلزم بھی ہے، کچھ روز ہوئے ٹائمس کے ایڈیٹر مسٹر اسٹیڈ نے اس فن کے اصول وشرائط پر
یونیورسٹی مذکور کے سامنے لکچر دیا، جسکے اقتباسات ذیل غالباً دلچسپی سے پڑہے جائین :-

پریس کی قوت جسکا اسقدر شہرہ ہے، اسکا دارومدار تمامتر اس امر پر ہے کہ فلان پرچہ فلان
...جہ کا ہے، تجربہ کار اخبارنویس خود اپنے پرچہ کی قوت اور بعض اوقات اُسکی کمزوری کا اندازہ
...لیتے ہین، لیکن یہ کوئی اخبارنویس قبل سے نہین بتا سکتا کہ اسکی کس تحریر کا پبلک پر کیا اثر ہوگا، صرف
...یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ اگر کسی اخبارنویس نے کافی غور کے بعد اور اپنی ضمیر و دیانت کے
...ق کوئی تحریر شائع کی ہے تو اُسکا اثر یقیناً ہوگا -

اخبار کی ترتیب و تہذیب اور اُسکی طبع واشاعت کی جزئیات سے واقفیت بھی ایک نوشق
...ی کو آگے چل کر بہت مدد دیگی، اکثر نوجوان اخبارنویسون کو اسکی عجلت ہوتی ہے کہ کسی پرچہ کی باگ
...کے ہاتھ مین آتے ہی وہ راے عامہ کو اپنے قابو مین لے آئین، یہ خواہش بجاے خود ناجائز
...ین، لیکن اسمین عجلت کرنے کی مثال بالکل ایسی ہی ہوگی کہ جیسے کسی معمار کو بغیر بنیاد قائم کئے اور
...ین اُٹھائے چھت تیار کرنے کی عجلت ہو جائے، معمارون کی طرح اخبارنویسون کا بھی اصل کام
...ادون سے شروع ہوتا ہے، برسون کی مشق و ریاضت کے بعد کہین جا کر کامیابی ممکن ہوتی ہے

اور پھر ضرورت اسکی بھی ہے کہ تعلیم جسقدر گہری اور جسقدر وسیع حاصل کیجاسکے، کی جائے،

شارٹ ہینڈ، ٹائپ رائٹنگ (مختصر نویسی و ٹائپ نویسی) اور دوسری زبانون سے واقفیت بغیر اسکے کہ اپنی مادری زبان کو فراموش کیا جائے، تحریر مین طوالت و اطناب کا نہونا، مغز سخن تک پہنچ جانا، حوالون کی بڑی بڑی کتابون سے تیزی کے ساتھ کام نکال لینا، قوت استدلال رکھنا یہ سب اوصاف مفید اور معین ہونگے، لیکن محض ان خصوصیات کی جامعیت سے کوئی شخص اول درجہ کا صحافی نہین ہوسکتا، بہترین جرنلسٹ ہونے کے لئے ایک اور بھی شے لازمی ہے، اور وہ لازمی شے کیریکٹر (اخلاقی قوت) ہے، یعنی وہ قوت جو حق و باطل مین امتیاز اور بیخوفی کے ساتھ اظہار حق کرسکتی ہے، موجودہ تمدن مین یہ فن ایک پیشہ کی حیثیت ضرور رکھنے لگا ہے، اور لوگ اُسے محض ذریعۂ معاش و آلۂ تجارت سمجھنے لگے ہین، تاہم یہ ایک شریف فن ہے، جسکا مقصد اصلی خدمت خلق کرنا ہے، جو لوگ اپنے اندر خدمت خلق کا کوئی ولولہ نہین پاتے اُنہین اس کوچہ مین قدم ہی نہ رکھنا چاہیئے۔

اخبار نویسی کی زندگی بعض حیثیات سے کتے کی زندگی کے مشابہ ہوتی ہے، جو وقت انسانون کا آرام کے ساتھ سونے کا ہوتا ہے، اسوقت وہ جاگتا ہوتا ہے، اور اپنے کام مین مشغول ہوتا ہے، اُسکے نہ کھانے کا کوئی وقت مقرر ہوتا ہے نہ سونے کا۔ بیشمار لوگون سے جو ہر مزاج اور ہر طبیعت کے ہوتے ہین، سابقہ پڑتا رہتا ہے، اور طرح طرح کی تکالیف جھیلنا پڑتی ہین، جن اشخاص کو راحت و آرام عزیز ہو، اُن کے لئے یہ صیغہ موزون نہین۔

اخبار ایسا ضرور ہونا چاہیئے جو اپنے مصارف اپنی ہی آمدنی سے چلاسکتا ہو، اگر خارجی مدد لیگی تو اخبار آزاد نہ رہ سکیگا، اور جو اخبار اپنی پالیسی مین آزاد نہو، وہ ملک و قوم کے لئے ایک خطرہ ہے۔

اخبار کو سب سے زیادہ عزیز اپنی آزادی ہونا چاہیئے، ایک آزاد اخبار سب کی نظرون مین کھٹکتا ہے، حکام اُسکی جانب سے بدگمان رہتے ہین، امراء اس سے بیزار رہتے ہین، مصاحب اپنے

دخوشامد دوست حلقہ اس سے ضد رکھتے ہین، انتہا پسند و انقلاب پسند گروہ اپنی طرف سے اسکا مخالف رہتا ہے، لیکن باایں ہمہ امن عامہ اور ملک کے نظم و نظام کی برقراری مین جسقدر ہاتھ ایک آزاد پریس کا ہوتا ہے، اسقدر نہ پارلیمنٹ کا ہوتا ہے نہ کلیسا کا، اور نہ جلسون اور تقریرون کا۔

لارڈ نارتھ کلف (مالک اخبار ٹائمس) کا جو دور حاضر مین بہترین جرنلسٹ (صحافی) ہین، مقولہ ہے کہ ایجاز و اختصار جان صحافت ہے، ایک اچھا اخبار نویس قلم ہاتھ مین لینے کے قبل ہی ذہن مین طے کرلیتا ہے کہ فلان مضمون کو فلان تعداد سے زاید الفاظ مین نہ ادا کیا جائیگا، ایک ایڈیٹر کیلئے سب سے زیادہ تکلیف دہ وقت وہ ہوتا ہے، جب اسکے ماتحت بڑے بڑے طویل و عریض مضامین اسکے پاس لاتے ہین، اور اسے اُن مین کاٹ چھانٹ کرنا پڑتی ہے، جو نوجوان فن صحافت کو اختیار کرنا چاہتے ہین، لازم ہے کہ شروع ہی سے اپنی عادت ایجاز و اختصار کی ڈالین، اور طویل نویسی سے بچتے رہین۔

"خبرین" اور "رائین" دو بالکل مختلف چیزین ہین، اخبار کا مقصد اصلی ناظرین تک خبرون کا پہنچانا ہوتا ہے، اچھے اخبار نویس کو اس سے زیادہ بحث نہ ہونا چاہیئے کہ واقعات کی رفتار کہانتک اُسکی راے کی پابند ہے، اُسے دیانت کے ساتھ خبرین اپنے خریدارون تک پہنچا دینا چاہیئے، البتہ خبرون کی اشاعت مین یہ احتیاط رہے کہ ان سے محض جلب منفعت مقصود نہو، بلکہ خدمت ملک مقصود ہو، یعنی ایسی خبرین، جن سے بعض رکیک جذبات کی تسکین ہوسکتی ہے، اور ان کے سوا کوئی فائدہ نہین ہوسکتا، انکی اشاعت سے احتراز چاہیئے۔

(ٹائمس ایجوکیشنل سپلیمنٹ)

تلخیص و تبصرہ

خودکشی پر اخلاقی نظر

مشہور ماہر سائنس سر آلیور لاج نے رسالہ فارٹ نائٹلی ریویو کی ایک تازہ اشاعت مین ایک مضمون "خودکشی پر ایک اخلاقی نظر" کے عنوان سے تحریر کیا ہے، اسمین وہ لکھتے ہین کہ خودکشی کرنے والون کی بریت مین عموماً یہ کہا جاتا ہے کہ انھون نے عارضی جوش جنون مین خودکشی کی ہے، لیکن اکثر صورتون مین خود یہ جوش جنون بعض خاص جذبات کی پرورش کرتے رہنے کا نتیجہ ہوتا ہے، اور اسلئے اچھی طرح اخلاقی گرفت مین آجاتا ہے، اکثر صورتون مین بعض بہت ہی معمولی جسمانی بیماریان یا اور تکالیف انسان سے خودکشی کرالیتی ہین، اور ان صورتون مین اسکی ادنی شکل جواز بھی نہین پیدا ہوسکتی، اپنی جان لیکر زندگی سے نجات پا جانے کا خیال ایسا ہی بے معنی ہے، جیسا کہ نقل مکانی ہے،

اپنی ہستی کو فنا کر دینے کا خیال گو دلکش معلوم ہو، لیکن یہ دلکشی جھوٹی ہے، اسلئے کہ ہستی کو فنا کر دینا ممکن ہی نہین، یہ عقیدہ اگر پختگی کے ساتھ ذہن نشین ہوجائے کہ ہستی ایک مرتبہ وجود مین آجانے کے بعد ہمیشہ قائم رہتی ہے، تو معمولی تکالیف سے نجات پانے کے لئے کوئی شخص بھی موت کے نامعلوم دروازہ مین نہ کودے"

سر آلیور لاج، باخبر ناظرین کو یقیناً معلوم ہوگا کہ ماہر سائنس کے ساتھ ہی ایک عامل بھی ہین اور مردون کے ساتھ نامہ و پیام کے اعمال مین مشغول رہتے ہین، آگے چل کر وہ لکھتے ہین کہ مین نے بعض ایسی روحون سے بھی ملاقات کی ہے جنھون نے خودکشی کے ذریعہ سے اپنے اجسام خاکی کو چھوڑا تھا،

اس سلسلہ میں

"سب سے پہلی مثال میرے تجربہ میں ایک ہونہار نوجوان کی آئی جو سائنس کا عالم تھا اور شب و روز سائنٹفک تجربات میں مشغول رہتا تھا، اسکا حوصلہ یہ تھا کہ کوئی بڑی ایجاد یا انکشاف کر کے وہ سائنس کے نامور اساتذہ میں شمار ہونے لگے، اور اسکے لئے راتوں کو بڑی دیر دیر تک اپنے دار التجربہ کے اندر اختبارات میں مصروف رہا کرتا تھا، لیکن یہ آرزو کسی طرح بر نہ آئی، اور اس سے وہ خواہ مخواہ ملول و مایوس رہا کرتا تھا، حیات بعد الموت کا وہ قائل نہ تھا، اور نہ میرے علم میں وہ کچھ بھی مذہبی آدمی تھا، تاہم دل کا بہت ہی نیک تھا، اور مال و دولت کی طرف سے بالکل مستغنی، یاس و حزن نے رفتہ رفتہ اسپر اتنا غلبہ پایا کہ اس نے کئی بار خودکشی کا اقدام کیا، اور بالآخر اس میں کامیاب ہو گیا، لیکن مرنے کے بعد اُسپر کیا گذری؟ اس نے اپنے تئیں اسیری میں پایا جس سے مقصود اسی کی طبیعت کی اصلاح تھی، مجھسے ملنے کے لئے اور اپنی حسب عادت خلوص و محبت کے ساتھ ملنے کے لئے اُسے چند لمحوں کے لئے رہائی حاصل ہوئی، لیکن معاً وہ پھر قید کر دیا گیا، اور اسوقت سے مجھے اسکا حال نہ معلوم ہو سکا، مجھے یقین ہے کہ اب اسکی اصلاح ہو گئی ہوگی، اور اسے اپنی پچھلی غلطیوں کا احساس ہو گیا ہوگا، اُسپر رحمت و سلامتی ہو۔"

اسکے بعد سر آلیور لکھتے ہیں کہ اُن سے بعض اور بھی ایسے مردوں سے ملاقات ہوئی ہے جنھوں نے اپنے ہاتھ سے اپنی جان لی تھی، ان میں جن لوگوں نے مصائب دنیوی سے بالکل تنگ و عاجز آ کر خودکشی لی تھی، ان کے ساتھ نسبتہً ترحم آمیز سلوک کیا گیا، لیکن جن لوگوں نے بلا کسی خاص وجہ کے خودکشی کر لی تھی، انھیں عذاب شدید سے دوچار ہونا پڑا ہے، لیکن عذاب شدید ہو یا خفیف ہر صورت میں اسکا مقصد اصلاح و تزکیۂ نفس ہی ہوتا ہے، اور جب یہ غرض پوری ہو جاتی ہے نجات حاصل ہو جاتی ہے یعنی کہ عذاب دوام و خلود حاصل نہیں ہوتے، (بقول سر آلیور) بڑے سے بڑے گنہگار بھی

یاس کامل و قنوط کی کوئی وجہ ہو ہی نہین سکتی"

نوبل پرائز

جسوقت سے ٹیگور کو نوبل پرائز ملا ہے، ہندوستان کے لوگ بھی اس اجنبی اصطلاح سے کچھ کچھ واقف ہو چلے ہین، تاہم بالعموم ابھی اس لفظ کی اجنبیت دفع نہین ہوئی ہے، اور بہت سے لوگ اسکے صحیح مفہوم سے بالکل ناواقف ہین، ۳۰- نومبر کو ڈاکٹر نیل رتن سرکار ڈی، ایس سی (پروفیسر الہ آباد یونیورسٹی) نے اس عنوان پر ایک لکچر دیا، جسکے ضروری مطالب سے ناظرین معارف کو روشناس کیا جاتا ہے،

انیسوین صدی کے ربع آخر مین ملک سویڈن مین ایک نامور سائنس دان ڈاکٹر الفرڈ نوبل تھا، اسکا اصلی موضوع فن کیمیا تھا، اسمین وہ مجتہدانہ کمال رکھتا تھا، اور متعدد اہم اکتشافات اسی کی قابلیت ذہنی کا نتیجہ ہین، اسے غیر معمولی کمال بارود وغیرہ کی قسم کے آتشگیر مادون کے اکتشاف مین تھا، چنانچہ پکرک ایسڈ امونیم دی کرومیٹ، نائٹروجن آف ڈائڈ، نائٹرو گلیسرین وغیرہ سب اسی کی دریافت کی ہوئی چیزین ہین، اسکے کیمیاوی اختراعات مین سب سے زیادہ مقبولیت ڈائنامیٹ کو ہوئی جس سے بڑی بڑی عمارات مستحکم و قلعہ جات چشم زدن مین بھک سے اڑا دیئے جا سکتے ہین، اور پہاڑون کو کاٹکر جو راستہ بنائے جاتے ہین، وہ اسی شے کے ذریعہ سے یورپ کے نظامات حربی نے اس ایجاد کی بیحد قدر کی، خصوصاً جنگ روس و جاپان کے زمانہ مین تو ڈائنامیٹ بیحد مقدار مین خریدی گئی، اس تجارت سے ڈاکٹر نوبل لکھ پتی نہین بلکہ ارب پتی ہو گیا، لیکن کچھ عرصہ کے بعد اسے احساس ہوا کہ اسکی ایجاد بنی آدم کی ہلاکت و بربادی کا کسقدر زبردست آلہ ثابت ہو رہی ہین، اس احساس کے بعد اسے انفعال پیدا ہوا، اور اس نے اپنے گناہون کا کفارہ کرنا چاہا، لاکھون کرورون روپیہ صرف کرکے اس نے نادرونا

سویڈن مین شفاخانے، مدرسے وغیرہ قائم کرائے، اور اسکے بعد ایک عظیم الشان سرمایہ سے ایک فنڈ قائم کردیا، جسکے سود سے ہرسال پانچ وظیفے ملتے رہین گے، انہین وظائف کو نوبل پرائز کہتے ہین -

اس نام کے پانچ وظیفہ مین ہر وظیفہ کی تعداد ۸۰۰۰ پونڈ موجودہ شرح تبادلہ کے لحاظ سے آٹھ لاکھ اور سابق شرح کے لحاظ سے بارہ لاکھ روپیہ ہے، جو اس شخص کو ملتا ہے جس نے دوران سال مین طبعیات، کیمیائیات، ادبیات، حیاتیات وعلم طب، یا صلح وامن پر بہترین تصنیف شائع کی ہو، انعام پانے کے لئے کسی ملک وقوم کی تخصیص نہین، ہر شخص اسکا مستحق ہوسکتا ہے، تقسیم وظائف کا کام ایک کمیٹی کے سپرد ہے، جسکا صدر مقام سویڈن مین ہے، مگر جسکے نمایندے دنیا کے ہر گوشہ مین ہین -

ابتک جتنے لوگون کو وظائف ملے ہین، ان مین سلاطین اعظم سے لیکر عام افراد تک ہر طبقہ کے لوگ شامل رہے ہین، مقاصد امن وصلح والا وظیفہ اس شخص کو ملتا ہے جسکی کوشش کسی بڑی جنگ کے روکنے کا باعث ہوئی ہے، ۱۹۰۸ء مین یہ وظیفہ قیصر جرمنی (ولیم ثانی) کو ملا تھا! اور اسکے بعد پریسیڈنٹ روزولٹ کو، سائنس کا وظیفہ مکرر ایک فرنچ خاتون میڈیم کری کو ملا ہے، جو ریڈیم کی دریافت کرنیوالی ہین، اور اسوقت شاید سب سے بڑی سائنٹسٹ ہین، خاتون موصوفہ کو ایک بار یہ وظیفہ طبعیات مین ملا ہے، اور دوسری بار کیمیائیات مین، ایک مرتبہ ۱۹۱۲ء مین یہ وظیفہ ایک فرزند ہند (ٹیگور) کی قسمت مین بھی اسکے کمالات ادبی کے اعتراف مین آچکا ہے -

ایوانِ مذاہب

بعض محبان ملک کی عرصہ سے تجویز تھی کہ جسطرح ہندوستان مختلف مذاہب وملل کی آبادیون کا مجموعہ ہے، چاہیئے کہ اسکے کسی مقام پر ان تمام ادیان رکھنے والون کا ایک سنگم بنایا جائے، یہ تجویز عالم تخیل مین عرصہ سے تھی حال مین سری بھارت دہرم مہامنڈل (بنارس) نے جو ہندوؤن کی ایک

مسلم مذہبی انجمن ہے، اس جانب ایک علی قدم اٹھایا ہے۔

مہاسنڈل مذکور کی طرف سے ایک دستور العمل شایع ہوا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ کام کرنے والون کی ایک مختصر جماعت اسکے لئے تیار ہو گئی ہے، اور ایک مخیر ہندو رئیس نے چھ لاکھ روپیہ کا عطیہ اس مقصد کے لئے دیدیا ہے، ایک باضابطہ وقف نامہ تیار ہو چکا ہے، جسکی رو سے عمارتون کے لئے وسیع رقبۂ زمین حاصل ہو گیا ہے، وقف نامہ مین مقصد وقف یہ بتایا گیا ہے کہ مختلف ادیان و مذاہب مین باہم صلح و اتحاد پیدا کرنے، ان کے متعلق معلومات فراہم کرنے اور سلسلۂ مطالعہ جاری رکھنے کی غرض سے ایک عظیم الشان ایوان مذاہب و کتبخانہ قائم کیا جائے، نیز روحانیت، اخلاق و انسانیت کی عام تبلیغ اس ایوان کے مقاصد مین داخل ہوگی۔

اس ایوان کے مختلف حصے، مسلمان، ہندو، عیسائی، یہودی، پارسی، بودھ، جین، سکھ، غرض جملہ مذاہب آبادی ہند کے لئے مخصوص ہونگے، ہر مذہب کے متعلق اُسکے عبادت خانے ہونگے، اور مہمان خانے ہونگے، جنبین اس مذہب کے علماء و فقراء آکر قیام کر سکین گے، ایک عظیم الشان کتب خانہ ہوگا جسمین جملہ مذاہب کی کتب مقدسہ، انکی شروح و تفاسیر، اور ان کا علم کلام محفوظ ہوگا، ایک دار الاشاعت بھی ہوگا، جسکے ذریعہ سے ایسے لٹریچر کی اشاعت ہوتی رہیگی جو مقاصد بالا مین معین ہو۔

اسکے علاوہ ایوان مذکور کے اور بھی بعض دلچسپ خصوصیات ہونگے، جن ناظرین کو مزید تفصیل کا شوق ہو وہ سکریٹری بھارت دھرم مہاسنڈل (بنارس) سے "ہال آف ریلیجنز" (Hall of religions) کا پراسپکٹس (دستور العمل) طلب کر سکتے ہین

تمدنِ چین کی قدامت

عنوان بالا سے ایک مبسوط مضمون فلپائن کے انگریزی رسالہ دی لٹل پیپر (The Letter Paper) مین شائع ہوا ہی، اسکی تلخیص ناظرین معارف کے لئے اُمید ہی کہ دلچسپ ہوگی:-

حال مین بعض علمی جماعتون نے چین کی قدیم کتب وغیرہ کے تفحص سے یہ امر پایۂ تحقیق کو پہنچایا ہی کہ چینی تمدن دنیا مین قدیم ترین تمدن ہے، اور حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدائش سے دو ہزار آٹھ سو برس قبل ہی وہ اپنے زمانہ کے لحاظ سے اکتشافات واختراعات مین انتہا سے عروج تک پہنچ چکا تھا، جن ایجادات واکتشافات کا پتہ اس تفحص سے لگا ہے افسوس کہ ان کے ایجاد واکتشاف کی ٹھیک ٹھیک تاریخین نہ مل سکین، کیونکہ بہت سی کتب مین صرف مخترع ومکتشف کا نام تو ملتا ہے، لیکن اُسکی ایجاد واختراع کے کوئی خاص سنہ وتاریخ کا پتہ نہین لگتا، البتہ ان اختراعات واکتشافات کی تاریخ تقریبًا معلوم ہوجاتی ہے، چنانچہ ذیل مین وہ مدتین جنکے اندر یہ مختلف ایجادات واختراعات ظہور پذیر ہوئی ہین، مع انکے موجدین ومخترعین کے نامون کے درج کیجاتی ہین، نیز واضح رہے کہ یہان پر ہم صرف اُن ہی اشیاء کا حال درج کر رہے ہین، جو موجودہ تمدن سے گہرا تعلق رکہتی ہین،

از ۲۸۰۰ ق م تا ۲۶۹۸	گہاس کی رسیان اور مٹی کے برتن سو یُن نے ایجاد کئے، مچھلیان پکڑنے کے جال، سن کے کپڑے، اور علم موسیقی کے متعلق باجے مثل بانسری وغیرہ کے پاؤہی نے ایجاد کئے، گہانس کی چٹائی، لکڑی کے ہل، بانس کی کنگہیان، لوہے کی کلہاڑیان، اور مٹی کے بڑے بڑے برتن شین نُنگ نے ایجاد کئے۔
از ۲۶۹۷ ق م تا ۲۵۹۸ ق م	غیر کامل طور سے مختلف برتن، چاول کی تشتین، چرخہ، آئینہ، قینچیان، کہا [illegible]

پکانے کے برتن، چھتریان، رنگ اور مقناطیسی سوئیان، ہوانگ تی نے ایجاد کین، کشتی کو ہوا کوڈ نے ایجاد کی، لکڑی کی پچکاری کا کام تسوچی نے، اور علم نجوم کے متعلق نا مکمل آلات یونگ چنگ نے ایجاد کئے،

بزمانہ حکومت خاندان ٹانگ از ۲۳۴۵ تا ۲۲۵۶ ق م	کارچوبی کام، شراب اور سنگتراشی کی ایجاد ہوئی۔
بزمانہ حکومت خاندان سنگ از ۲۲۵۵ تا ۲۲۰۶ ق م	مصوری کا کام اور مردون کو کفنانے کی ایجاد سنگ نے کی.
بزمانہ حکومت خاندان ہشیا از ۲۲۰۵ تا ۱۷۶۶ ق م	معدنیات کو پگہلانے اور انکو صاف کرنے کا کام، کرسیان، میزین، وغیرہ، پتوار اور بادبان یو نے ایجاد کئے،
بزمانہ حکومت خاندان شِنگ از ۱۷۶۶ تا ۱۱۲۳ ق م	موم بتیان، تانبے کے کہانا پکانے کے برتن، سونے کے کڑے، سونے کی بالیان، اور خوشبودار پوڈر۔ ایجاد ہوئے،
بزمانہ حکومت خاندان چاؤ از ۱۱۲۲ تا ۲۴۹ ق م	چلنین چاؤ کنگ نے ایجاد کین، سورج گھڑی، تانبے کے گول سکے جن مین بیچ مین ایک مربع سوراخ ہوتا تہا، ڈہالین، نیزے، زاویہ وغیرہ تانبے کے

ابتدائی آلات، اور نجاری کے متعلق رندہ اور لیولالو پین نے ایجاد کیا، چینی روشنائی تینگ لی نے ایجاد کی، چینی کی دوات چنگ یو نے ایجاد کی،

اسی زمانہ مین مشین کے ابتدائی ادوات مثل ڈیرک (Derrick) یا آٹو میٹک لیڈر (Automatic Ledder) کے استعمال ہونے لگے تھے، اور موخر الذکر کو ٹسو نے سنگ کی دار الحکومت کے محاصرہ کے وقت استعمال کیا تہا، اور ان دونون کا موجد کنگ شوپن تہا۔

بزمانہ حکومت خاندان چنگ از ۲۴۶ تا ۲۰۶ ق م	عجیب کمانین اس زمانہ مین ایجاد کیگئی تہین، کہ انکو ذرا چھو دینے سے تیر فوراً نکل جاتا تہا، اور جو کوئی انکو چھیڑتا وہ فوراً مارا جاتا تہا۔
بزمانہ حکومت خاندان ہن از ۲۰۶ تا ۲۱۹ م	کاغذ تسائی لن نے ایجاد کیا، جو اسباب کہ اسوقت مین

بجائے کاغذ کے استعمال کیا جاتا تھا، وہ کپڑا، سن، اور درخت ہوتے تھے، اس زمانہ سے کچھ قبل الفاظ کپڑے اور بانس کے ٹکڑوں پر لکھے جاتے تھے، شکر اور کوئلہ بھی اسی زمانہ میں دریافت کیا گیا،

تین خاندانوں کی حکومت کا زمانہ از ۲۲۱ء تا ۲۶۳ء	سطح کو برابر کرنے والی گاڑیاں اسی زمانہ مین ایجاد ہوئین جو باغبانی مین استعمال کیجاتی تھین، اور وہ خود بخود پانی چھڑکتی جاتی تھین، جو ان مین محفوظ

رہتا تھا، گاڑیون کو چلانے کے لئے لکڑی کے جانور چوکولیانگ نے ایجاد کئے، تاریخ مین یہ بھی درج ہے کہ چنگ ایسے لکڑی کے پتلے بنالیتا تھا کہ جو نقارہ کو بجاتے اور دہونکنیون کو دہونکتے تھے،

بزمانہ حکومت خاندان ٹسین از ۲۶۵ء تا ۵۸۸ء	پولاد چیوہوائی دن نے ایجاد کیا،
بزمانہ حکومت خاندان سُی از ۵۸۹ء تا ۶۲۶ء	کانچ ایجاد کیا گیا، اور پانی کی گھڑیان ایجاد کیگئی،
بزمانہ حکومت خاندان ٹنگ از ۶۲۷ء تا ۹۳۵ء	بارود ایجاد کیگئی،
پانچ خاندانون کی حکومتون کے زمانہ مین ۹۳۶ء تا ۹۵۹ء	چھاپا فانگ ٹاؤ نے ایجاد کیا،

چونکہ یہ تحقیقات صرف انہین امور پر مبنی تھی جو ۱۰۰۰ء سے قبل ایجاد ود ریافت ہوئے، اسلئے اس کے بعد کی ایجادات واکتشافات کو نظرانداز کر دیا گیا،

ابو النصر سید احمد بھوپالی

اخبارِ علمیّہ

سردی کی شدت سے بعض اوقات جو دانت بجنے لگتے ہین، عام طور پر انہین دانتون ہی کی کڑکڑاہٹ سمجھا جاتا ہے، حالانکہ اسمین دانتون کی حیثیت محض فرعی ہوتی ہے، دراصل سردی کا اثر جبڑے کے عضلات پر ہوتا ہے، یہ عضلہ وہی ہوتے ہین جنکی مدد سے ہم چباتے اور بات کرنے مین منہ کھولتے ہین، انہی عضلات کی لرزش دانتون پر موثر ہوتی ہے، اور دانت کڑکڑانے لگتے ہین۔

(پاپولر سائنس)

امریکہ کے ایک مشہور کتب فروش مسٹر الفرڈ نوف کا بیان ہے کہ ٹیگور کو جرمنی مین جو حیرت انگیز مقبولیت حاصل ہے، اسکے مقابلہ مین امریکہ کی مقبول عام مطبوعات کو پیش کرنا، جنکی تعداد اشاعت لاکھ دو لاکھ تک رہتی ہے، حماقت ہے، مسٹر نوف اس امر کی شہادت عینی دیتے ہین کہ جس وقت وہ برلن مین تھے، وہان کے ایک پبلشر (صاحب مطبع) نے ٹیگور کی تصانیف کے لئے ۱۰ لاکھ کیلوگرام کاغذ منگایا تھا جو ۳۰ لاکھ کتابون کے لئے کافی تھا!!

(لٹریری ڈائجسٹ)

یہی تاجر کتب لکھتا ہے کہ جرمنی کے کتاب خوان پبلک کی توجہ کا اصلی مرکز فلسفہ، مذہب وغیرہ کی سنجیدہ تصانیف ہین، اور افسانہ وقصص سے کہین زاید تعداد مین یہ چیزین نکلتی رہتی ہین، اس شوق مطالعہ کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ کیسرلنگ کی کتاب موسومہ "ایک فلسفی کا روزنامچہ سیاحت" جسکی ضخامت ایک ہزار صفحہ سے زاید ہے اور جو بڑی تقطیع کی دو جلدون مین ہے، اسکے ہزار

زاید نسخے ابتک نکل چکے ہین، (ایضاً)

جرمنی کا سکہ، مارک، جنگ سے قبل تقریبًا بارہ پنس کے مساوی ہوتا تھا، گویا ایک پونڈ کے بیس مارک ملتے تھے، جنگ کے بعد مارک کی قیمت جو گھٹنا شروع ہوئی تو اکتوبر ۱۹۲۱ء کے چوتھے ہفتہ مین ایک پونڈ ۷۰۰ مارک کے برابر ہوگیا، اور نومبر مین یہانتک نوبت پہنچی کہ ایک پونڈ کے ۱۲۵۰ مارک ملنے لگے،

مارک کی اس ارزانی سے جہان جرمنی کو شدید مالی نقصانات ہو رہے ہین، وہان ہندوستانی طلبہ کو اسی مناسبت سے منافع حاصل ہو رہے ہین، موجودہ شرح تبادلہ کے لحاظ سے چھ ہزار روپیہ مساوی ہین ایک لاکھ مارک کے، اور اتنے سرمایہ کے ساتھ ایک ہندوستانی طالبعلم جرمنی کے جس شہر مین چاہے کم از کم تین برس کی مدت بہ آرام تمام گذار سکتا ہے، جرمنی کے سوا دنیائے متمدن کا کوئی دوسرا ملک ایسا نہین، جہان اسوقت دو ہزار روپیہ سالانہ کی آمدنی مین کوئی ہندوستانی طالبعلم بہ فراغت گذر کر سکے، ہمارے ملک کے جو طلبہ مغربی تعلیم کے شائق ہون، اُن کے لئے جرمن زندگی کی یہ ارزانی ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔

کنگ ایڈورڈ ہسپتال ونڈسر مین کچھ روز ہوئے ایک ضعیفہ مسز ہبرٹ فیلڈ داخل ہوئین، جنکا علاج ایک سخت قسم کا اپریشن تھا، لیکن اُنکے جسم مین خون کی مقدار اسقدر کم تھی کہ ڈاکٹرون نے یہ فیصلہ کیا کہ اپریشن کے بعد قطعًا جانبر نہ ہوسکینگی، تاوقتیکہ تازہ صاف انسانی خون ایک پنٹ کی مقدار مین اُسکے جسم مین باہر سے نہ داخل کیا جائے، ضعیفہ کا ایک لڑکا ۱۸ سال کی عمر کا تھا، اس نے یہ سنتے ہی

اپنے تئین پیش کیا کہ میرے جسم سے اتنا خون نکال کر ان کے جسم مین داخل کر دیا جائے اچنانچہ پانچ ڈاکٹرون نے مل کر یہ عمل کیا اور ان کو صحت ہو رہی ہے، (ڈیلی میل)

برطانوی سپاہ کی کل تعداد، سرکاری اعداد کے بموجب حسب ذیل ہے:-

برطانیہ مین	۲۰۱۱۲۷
نوآبادیون مین	۸۴۲۰۰
ہندوستان مین	۷۶۸۹۶
میزان سپاہ برطانوی	۳۶۱۲۲۳

(ایضاً)

میجر جنرل برینکر نے زنانہ انجینیرنگ سوسائٹی کے سامنے ایک تازہ لکچر مین بیان کیا کہ سردست طیارون کی زیادہ سے زیادہ قوت ۸۰۰ گھوڑون کی ہو سکی ہے، لیکن وہ زمانہ قریب آ رہا ہے جب انکی قوت ۳۰ ہزار فٹ کی بلندی پر ۴۰۰۰ گھوڑون کی ہو گی، اسوقت یہ بآسانی ممکن ہوگا کہ ایک طیارہ لندن سے نیویارک تک ۳۰۰ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے پرواز کر سکے، اور مسافر بھی اسپر سوار رہین، اور آکسیجن سے غذا اور برق سے حرارت حاصل کرتے رہین۔ (ایضاً)

لارڈ نارتھ کلف (مالک اخبار ٹائمس و ڈیلی میل) جو اسوقت مدبرین انگلستان کی صف اول مین ہین، اور آجکل سیاسی اغراض سے سیاحت عالم مین مصروف ہین، جب دار السلطنت چین مین پہنچے تو شاہی مہمان ہوئے، اور "فغفور" چین نے خود ان کے ساتھ کھانا کھایا، کھانا چالیس اقسام کا تھا اور اہل چین کے حسب دستور بجائے چھری کانٹے کے بانس کی تپلی تیلیون سے کھایا گیا۔ (ایضاً)

[illegible] انگلستان میں ایک خاندان ہے جو بہی طویل العمری کے لئے مشہور [illegible]
س خاندان میں چھ بھائی اور دو بہنیں ہیں جو ابتک سب زندہ ہیں اور انکی عمریں علی الترتیب
۸۱، ۷۸، ۷۴، ۷۲، ۷۰، ۶۸، ۶۷، ۶۴ ہیں، ان لوگوں کے والد کی عمر ۹۲ اور والدہ کی ۸۱
سال کی ہوئی تھی، اور دادا دادی دونوں کی عمریں ۸۱ سال کی ہوئی تھیں، (ایضاً)

لندن کے ایک ڈاکٹر لکھتے ہیں کہ میری بلی اس حالت میں ایک روز میرے پاس آئی کہ
علامات سے میں سمجھا کہ اُسے دردِ معدہ ہے، میں نے ہر امکانی تدبیر کی لیکن ۱۲ گھنٹے کے اندر وہ
تڑپ تڑپ کر مرگئی، اسکے مرنے کے بعد اُسکی لاش پر جب عمل جراحی کیا گیا تو معدہ سے ایک سگرٹ کا
ڈیڑھ انچ کی جسامت کا برآمد ہوا، معلوم ہوتا ہے کہ تمباکو کا زہر بلی کے لئے مہلک ہے۔ (ایضاً)

برطانیہ کی سرزمین پر جنوری سے ستمبر ۱۹۲۱ء تک جتنے بیرونی اشخاص نے قدم رکھا انکی تعداد
حسب ذیل تھی:-

سیاحت و تفریح کی غرض سے آنے والے	۹۰۸۰۷
مختلف ضروریات و مقاصد سے آنے والے،	۵۰۸۸۹
اہل سیاست	۵۱۷۰
وہ اشخاص جنہیں اترنے کی اجازت نہیں ملی،	۱۱۹۴

(ایضاً)

[illegible] آف [illegible] نے حال میں انگلستان کے دو مشاہیر کو اپنے ہاں کی ڈاکٹر آف لٹرز کی ڈگری
[illegible] عطا کی ہے، ان میں سے ایک رڈیارڈ کپلنگ شاعر و ادیب ہیں، اور دوسرے سر جیمس فریزر

محقق علم اساطیر و ازمنۂ قبل تاریخ ہین، یورپ مین یونیورسٹی آف پیرس کی اعزازی ڈگری خاص وقعت کی چیز سمجھی جاتی ہے۔ (ایضاً)

دسمبر کی ابتدائی تاریخون مین مشہور مستشرق پروفیسر مارگولیتھ نے رایل سوسائٹی کے سامنے متعدد لکچر اس عنوان پر دیئے: "اسلام سے قبل اہل عرب و بنو اسرائیل کے باہمی تعلقات"۔

(ٹائمز ایجوکیشنل سپلیمنٹ)

آغاز دسمبر مین آکسفورڈ یونیورسٹی پریس نے دو جلدون مین المفضلیات کو شایع کیا ہے جو عرب جاہلیت کے بہترین کلام کا مجموعہ ہے، اصل عربی کے ساتھ نامور فاضل سر چارلس لائل کے قلم سے انگریزی ترجمہ مع مفصل مقدمہ و حواشی کے بھی شایع ہوا ہے۔ (ٹائمز لٹریری سپلیمنٹ)

۴- دسمبر کو سب سے پہلی بار لندن و سڈنی (اسٹریلیا) کے درمیان لاسلکی تار برقی کا سلسلہ قائم ہوا، اور سب سے پہلا پریس ٹیلیگرام (اخباری تار) لندن کے روزنامۂ ڈیلی میل نے اپنے نامہ نگار متعینہ سڈنی کو اسی روز روانہ کیا، لندن و سڈنی کی درمیانی مسافت بارہ ہزار میل سے زاید ہے، لاسلکی پیام ۱/۱۶ سکنڈ مین پہنچگیا! اس حساب سے اسکی شرح رفتار ۱۸۶۰۰۰ میل فی سکنڈ کی ہوتی ہے۔

سنہ ۲۰ء مین لندن اور مضافات لندن مین آلات دخانی کے ذریعہ سے سفر کرنے والون کی تعداد سے متعلق حسب ذیل سرکاری اعداد شایع ہوئے ہین،

ٹراموے کے ذریعہ سے ۱،۰۹۵،۶۸۸،۹۳۱

کرایہ کے موٹروں کے ذریعہ سے	۹۲۵,۹۴۴,۰۰۴
زمین دوز ریلوں سے	۲۲۵,۵۸۶,۹۲۰
لوکل ٹرینوں سے	۴۴۴,۰۰۰,۰۰۰
بڑی ریلوں سے	۳۴۸,۰۰۰,۰۰۰

سہ ماہی مختتمہ ۳۰ ستمبر ۱۹۲۰ء میں انگلستان و ویلز میں جدید ولادتیں ۲۱۴۸۵۰ ہوئیں، یہ تعداد بمقابلہ سہ ماہی ماقبل کی ولادتوں کے بقدر ۱۰۴۶۶ کے اور بمقابلہ ۱۹۱۹ء کی تیسری سہ ماہی کی ولادتوں کے بقدر ۱۵۰۱۷ کے کم ہے،

سہ ماہی مختتمہ ۳۰ جون ۱۹۲۰ء میں انگلستان و ویلز میں شادیاں ۱۴۲۵۸۲ ہوئیں، یہ تعداد سہ ماہی ماقبل کی شادیوں سے بقدر ۹۳۹۲ کے اور سال گذشتہ کی دوسری سہ ماہی سے بقدر ۷۴۷۵۴ کے کم رہی،

امریکہ کے ایک سائنٹسٹ نے سالہا سال کی محنت شاقہ کے بعد اور بیس اشخاص کی اعانت سے ایک گھڑی کی تیاری حال میں ختم کی ہے، جسکی قیمت ایک ہزار گنی (دس ہزار روپیہ سے زاید) ہے، یہ گھڑی جیبی ہے، لیکن کلاک کی طرح گھنٹہ بجاتی ہے، الارم دیتی ہے، طلوع و غروب شمس کو بتاتی ہے، ماہتاب کی گردش کا پتہ دیتی ہے، اور سیاروں کی نقل و حرکت، نیز دیگر معلومات ہیئت اس سے دریافت ہو سکتے ہیں -

---

مضافات لندن مین حال ہین ایک رانڈ عورت اور رنڈوے مرد کی عجیب و غریب شادی ہوئی ہے، نوشہ کی عمر ۸۱ سال کی ہے، اور دلہن کا سن خیر سے ان سے دو سال زاید ہے یعنی ۸۳ سال، دلہن صاحبہ ادہر تیس سال سے بیوگی کی زندگی بسر کر رہی ہین، اُن کے ماشاء اللہ ۱۹ اولادین پچھلے شوہر سے موجود ہین جنمین سب سے بڑی اولاد کا سن شریف ۶۰ سال کا ہے، نوشہ صاحب کی دو بیویان اس سے پیشتر وفات پا چکی ہین، یہ تیسری شادی ہے۔ (ڈیلی میل)

دہلی کے ڈاکٹر عبد الستار الجیزی نے جو شام کے بیروت کالج مین پروفیسر ہین، حال مین "عہد اسلامی مین صنائع ہند" کے نام سے ایک جرمن زبان مین ضخیم و مصور کتاب تالیف کی ہے، جسے برلن کی ایک کمپنی نے شائع کیا ہے۔ (کالیجین)

گذشتہ ستمبر مین امریکن کیمیکل سوسائٹی کا سالانہ جلسہ شہر نیویارک مین منعقد ہوا، اور کیمیائیات کے بہترین علماء و اساتذہ نے مختلف عنوانات پر مضامین و مقالات پڑہے، سوسائٹی کا اجلاس پندرہ مختلف شعبون مین منقسم تہا، مثلاً حرفتی کیمسٹری، انجینیرنگ کیمسٹری، طبی کیمسٹری، زرعی کیمسٹری وقس علی ہذا - بیالوجیکل کیمسٹری (کیمیائیات حیاتی) کے اجلاس مین دو فرزندان ہند کے بھی مقالات کے لئے وقت نکالا گیا، ان مین سے ایک بنگال کے مسٹر پی، واس تھے، اور دوسرے بمبئی کے مسٹر ڈی، آر، کوکٹر۔

(ایضاً)

یادِ شوکت

اے وہ کہ بنا دیا ہے تو نے　　زندان کو بھی غیرتِ گلستان
ہے تیرے جمالِ معنوی سے　　توہینِ فضائے بوستان
آزادیِ روح کا یہ عالم　　زنجیر بھی تیری تجھ سے لرزان
تیرے زندان کی بندشون مین　　نیرنگیِ وسعتِ بیابان
تیری لا تقنطوا کی آواز　　برہم زنِ برہمِ یاس و حرمان
امید کی لرزشون سے معمور　　تیرا ہر نغمۂ پریشان
تیری آنکھون کی جنبشون مین　　ہنگامۂ موج و جوشِ طوفان
باطل تری حق پرستیون سے　　افسونِ حریفِ فتنہ سامان
عاجز تری بے گناہیون سے　　آبِ شمشیر و نوکِ پیکان
تیرے صبر و سکوت مین ہے　　صد رازِ شکستِ جورِ پنہان
تیری مجبوریان کرینگی　　شیرازۂ جبر کو پریشان
ایثار ترا، ترا محافظ　　اخلاص ترا، ترا نگہبان
کی تو نے نثار جاہ و ملت　　روح مست و حیات جولان
نیرنگِ جمالِ مصطفےٰ ہے　　تیری محویتون پہ نازان

اے مایۂ افتخارِ ملت
تو ہے صبحِ بہارِ ملت

[illegible] انصاری [illegible]

کلامِ ثاقب (دہلوی)

نہ فکرِ انبساط کر کہ دورِ عیش ہو چکا — خوشی کی فکر کیلئے وہ دل کہاں جو کھو چکا

طلوعِ صبح ہے نہ رو جو کچھ ہوا وہ ہو چکا — اب اور کیا خیال ہے سوادِ شب کو دھو چکا

یہ خندۂ طرب نا مبارک اہلِ دہر کو — بہت زمانہ ہو گیا کہ میں ہنسی کو رو چکا

نہ دم لے اے سرشکِ غم تجھے قسم ہے عشق کی — فلک کو چھوڑتا ہے کیوں اگر مجھے ڈبو چکا

رہے وہ دل میں مدتوں مگر سنبھل سکا نہ میں — مزاجِ حسن و عشق کو بہت دنوں سمو چکا

خبر نہیں یہ جاگنا ہے زیست تک کہ بعد بھی — جو ساتھ دل رہا ہے تو قبر میں بھی سو چکا

نکل کے راہِ عشق سے کسی طرف چلوں تو کیا — کہاں سے لاؤں جان و دل دیکھا وہ کھو چکا

چمن ہے زیرِ آسمان نہ پھول اس بہار پر — بنا لے آشیاں مگر سمجھ کہ قید ہو چکا

نہ ڈھونڈھ اہلِ دل کو اب کہ جوشِ قلزمِ فنا — متاعِ صبر جن میں تھی وہ کشتیاں ڈبو چکا

شہیدِ غم کی لاش پر نہ سر جھکا کے رو دیئے — وہ آنسوؤں کو کیا کرے جو منہ لہو سے دھو چکا

کہاں سے لاؤں ڈھونڈھ کر میں اُنکے تیرِ ناز کو — جہاں میں کیا ملیگا وہ جو دل کے پار ہو چکا

یہ فتنہ ہائے کوئے دوست راہزن ہیں ہوش کے — ابھی ابھی یہیں کہیں دلِ حزیں کو کھو چکا

فنا کبھی نہیں ہوئی وہی ہے حالِ سوزِ دل

ہزار ثاقب آستین و جیب کو بھگو چکا

مطبوعات جدیدہ

سیرۃ صدیق، حضرت ابوبکر صدیق کی جسقدر سوانح عمریان شائع ہوئی ہین، یہ کتاب اُن سب سے زیادہ جامع، مستند، صحیح اور دلچسپ ہے، یہ جناب مولانا حبیب الرحمن خانصاحب شروانی صدر الصدور محکمۂ مذہبی حیدرآباد کی تصنیف ہے، جو ڈاکٹر ضیاء الدین احمد صاحب کی فرمائش سے مرتب کیگئی ہے، مولانا کا تاریخی تصانیف مین ایک مخصوص درجہ اور ایک خاص طرز تحریر ہے، اسلئے ہم اسکے متعلق کوئی تفصیلی راے ظاہر کرنا فضول سمجھتے ہین، کتاب کا حجم ۵۰۸ صفحات کا ہے، مولوی مقتدیٰ خان صاحب شروانی کے زیر اہتمام مطبع مسلم یونیورسٹی انسٹیٹیوٹ علیگڈھ مین تیسری مرتبہ بعض ضروری اضافون کے ساتھ طبع ہوئی ہے، قیمت،

روح سیاست، یہ ایک ڈراما ہے جسمین جناب نور الٰہی اور محمد عمر صاحبان نے امریکن سیاست کا مرقع کھینچا ہے، ڈرامون مین یہ بڑی کمی تھی کہ ایکٹر عموماً مسخرے ہوتے تھے، اور سینری مین رنگینی اور بدسلیقگی نظر آتی تھی، یہ ڈراما پہلا ڈراما ہے جسمین ایکٹرون کو متانت کی تعلیم دیگئی ہے، اور سینری کو سادہ رکھا گیا ہے، اسلئے اسکی بدولت موجودہ ایکٹنگ اور سینری مین تغیر و تبدل کی ضرورت پڑیگی جو لازمی چیز ہے، یہ کتاب دو حصون پر منقسم ہے، یہ اسکا پہلا حصہ ہے جسمین امریکہ کے مشہور پریسیڈنٹ ابراہام لنکن کی سبق آموز زندگی پر روشنی ڈالی گئی ہے، اور اسکا جو حصہ ڈراما کے لئے موزون تھا لے لیا گیا ہے، نتائج سے میں امریکہ کے سیاسی حالات دلچسپ انداز مین بیان کئے گئے ہین، قیمت ایک روپیہ، پتہ: محمد عمر صاحب مترجم ہائیکورٹ جمون،

کلمات طیبات، یہ جناب امیر علیہ السلام کے دستی ستودون کا ایک مختصر مجموعہ ہے جسکو

ان کا ماخذ کتاب مین نہین بیان کیا گیا جس سے اسکے صحیح یا غیر صحیح ہونے کا فیصلہ کیا جا سکتا ہے

مین جو اخلاقی تعلیمات بے پند و موعظت اور جو دانش و حکمت موجود ہے وہ ہر شخص کی توجہ کو اپنی طرف

مائل کر سکتی ہے، اور ہم اس سے اچھی طرح مستفید ہو سکتے ہین، اردو ترجمہ سلیس ہے، انگریزی ترجمہ پہلے

اچھا نہ تھا، لیکن اب اسکی بھی اصلاح ہو گئی ہے، قیمت عہ، پتہ: منشی شرف الدین احمد خان صاحب

ہیڈ کلرک ہوم ڈپارٹمنٹ رام پور،

فغان مسلم، قومی نظمون کے نشر و اشاعت مین پنجاب کا خاص حصہ ہے، اختر صاحب جنکی

یہ نظم ہمارے سامنے ہے، پنجاب ہی کے رہنے والے ہین، اسمین انھون نے خفتہ بخت مسلمانون کو

بیدار کیا ہے، اور انکو فرائض کی ادائیگی پر توجہ دلائی ہے، اگرچہ شاعرانہ حیثیت سے اسمین بعض خامیان

بھی موجود ہین، تاہم جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ اختر صاحب ایک نوجوان شاعر ہین تو خامیون کو نظر انداز

کرکے بے ساختہ داد دینی پڑتی ہے، کیونکہ انکی نظم کے محاسن، معائب پر غالب ہین، قیمت ۱، پتہ

دفتر اخبار وکیل امرتسر،

وصال بلال: حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے واقعۂ وفات کو جناب حکیم محمد صادق صاحب صادق

منشی فاضل نے موثر انداز سے اس رسالہ مین نظم کیا ہے، اگرچہ شاعرانہ حیثیت سے اسمین بعض جگہ

تنقید پائی جاتی ہے، تاہم مسلمانون کو جو اسوقت مرنا بھول گئے ہین، اس واقعہ سے مرنے کا سبق معلوم

ہو سکتا ہے، قیمت ۱،

بانگ جرس، مولوی مسعود علی صاحب ندوی نے علامہ شبلی نعمانی، حضرت اکبر الہ آبادی، مولانا

محمد علی جوہر، ڈاکٹر اقبال، مولوی ظفر علی خان وغیرہ کی نظمون کا ایک مختصر مجموعہ شائع کیا ہے قیمت

دونون رسالے مشرقی کتبخانہ لاہور سے ملین گے۔

مولنا سید سلیمان ندوی

ارض القرآن جلد دوم جو ارض قرآن میں کو مدین اصحاب الایکہ، قوم ایوب، بنو قحطان اصحاب الرس انباط بنو قیدار، القصائد اور قریش کی تاریخ اور عرب کی تجارت زبان اور مذہب پر تفصیلی مباحث صفحات ۲۵۱ [illegible]

سیرۃ عائشہؓ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے احوال زندگی قرون اولیٰ کی خانہ جنگیوں کے اصلی اسباب اور ام المومنین کے فضائل و مناقب اور انکے اجتہادات و کمالات پر مفصل تبصرہ ضخامت ۳۵۰ صفحہ قیمت [illegible]

لغات جدیدہ، چار ہزار جدید عربی الفاظ کی تشریح [illegible]

دروس الادب، عربی کی پہلی ریڈر طبع سوم مع ترمیم [illegible]

دوسری ریڈر، طبع دوم [illegible]

رسالہ اہل سنت والجماعت فرقہ اہل السنت والجماعت کے اصولی عقائد کی تحقیق [illegible]

بہادر خواتین اسلام [illegible]

مولانا عبدالسلام ندوی

سیرۃ عمر بن عبدالعزیز یعنی اموی خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کی مفصل سوانح عمری اور انکے عہد حکومت کے تمام علمی مذہبی و سیاسی کارناموں اور انکے مجددانہ اعمال کی تشریح و توضیح صفحے [illegible] قیمت [illegible]

مولوی عبدالباری ندوی

برکلے کا فلسفہ [illegible] برکلے کے مکالمات [illegible] کی تشریح [illegible]

[illegible]

کتاب مذکور میں فلسفہ برکلے کا نہایت عمدہ تجزیہ [illegible] مذہب و عقلیات اس میں ثابت کیا گیا ہے کہ مذہب و عقل میں تعارض کا امکان ہی نہیں

مولوی عبدالماجد بی اے

فلسفہ اجتماع جماعات انسانی کا علم النفس [illegible]

فلسفہ جذبات طبع جدید مع ترمیم [illegible]

تاریخ اخلاق یورپ لیکی کی اصل ہسٹری آف یورپین مارلز کا ترجمہ جلد اول قیمت [illegible]

ایضاً، جلد دوم [illegible]

مکالمات برکلے برکلے کی ڈائلاگس کا ترجمہ قسم اول [illegible]

ایضاً قسم دوم [illegible]

پروفیسر سید نواب علی ایم اے

معارج الدین جدید علم کلام پر ایک محققانہ تصنیف اور جدید و مذہب کی باہمی تطبیق پر بہترین تبصرہ [illegible]

تاریخ صحف سماوی توراۃ انجیل اور قرآن مجید کی جمع و ترتیب کی تاریخ کا باہمی موازنہ اور مخالفین اسلام کے اعتراضات دربارہ جمع قرآن کا جواب قسم اول [illegible] دوم [illegible]

مولوی محمد یونس فرنگی محلی

روح الاجتماع، موسیو لیبان کی کتاب جماعات انسانی کے اصول نفسیہ کا اردو ترجمہ صفحات ۲۲۳ [illegible]

مولوی عبدالحق بی اے [illegible]

اساس تعلیم فن تعلیم پر ایک فلسفیانہ تصنیف [illegible]

مفتی انوار الحق صاحب ناظر تعلیمات بھوپال

حقائق اسلام [illegible] [illegible]

[illegible]

[illegible] محمد علی صاحب [illegible] بھوپال
[illegible] کے متعلق مسائل [illegible]
[illegible] زبان میں قیمت
[illegible] حیات [illegible]
[illegible] کے متعلق مسائل [illegible]
[illegible] صاحب [illegible] تاریخ بھوپال
[illegible] بھوپال [illegible] جلد سے
[illegible] ، [illegible] فرق [illegible]
[illegible] عربی فارسی اور اردو کی چند [illegible]
[illegible] مرزا بیگ [illegible]
[illegible] کے [illegible]

[illegible]
[illegible] انسان [illegible]
[illegible] کی [illegible]
تسہیل [illegible]
مولانا سید [illegible] صاحب [illegible]
[illegible] کے [illegible]
[illegible] اور [illegible]
اور علوم و فنون کی ترقی [illegible] تاریخی [illegible]
[illegible] قیمت
سوانح [illegible] اردو
[illegible]

قواعد [illegible] دارالمصنفین [illegible]

[illegible] دارالمصنفین [illegible]
[illegible] کی [illegible]
[illegible] دارالمصنفین [illegible] کو [illegible]
[illegible] کی تمام [illegible]
[illegible]

معارف

[illegible] قیمت [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

رجسٹرڈ نمبر [illegible]

معارف

مجلس دار المصنفین کا ماہوار علمی رسالہ

مرتبہ

سید سلیمان ندوی

قیمت پانچ روپیہ سالانہ مع محصول

مطبع معارف میں چھپکر
[illegible]

کتب خانہ دار المصنفین اعظم گڈھ

علامہ شبلی نعمانی

سیرۃ النبی صلعم حصہ اول طبع دوم سے

ایضاً حصہ دوم طبع اول

الفاروق حضرت فاروق اعظم کی لائف اور طرز حکومت

الغزالی، امام غزالی کی سوانح عمری اور ان کا فلسفہ

شعر العجم حصہ اول، شاعری کی حقیقت فارسی شاعری کا آغاز و قدما کا دور صفحہ ۲۵۰ سے

ایضاً حصہ سوم، شعرائے متاخرین صفحہ ۲۲۰

(حصہ دوم اور چہارم زیر طبع ہیں)

شعر العجم حصہ پنجم

الانتقاد علی التمدن الاسلامی، جرجی زیدان کے تمدن اسلامی پر عربی میں ریویو

سفرنامہ مصر و شام

موازنہ انیس و دبیر

مضامین عالمگیر، شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر پر اعتراضات اور ان کے جوابات

مکاتیب شبلی، مولانا مرحوم کے خطوط کا مجموعہ جو علمی، قومی، ادبی، اخلاقی معلومات کا خزانہ ہے جلد اول

ایضاً جلد دوم

رسائل شبلی، مولانا کے متعلق علمی مضامین کا مجموعہ۔ قیمت

مجموعہ ... کے اجلاس میں ...

مولانا نے جو فارسی قصیدے پڑھا تھا طبع رنگین والے

مجموعہ کلام شبلی، اردو

مثنوی صبح امید، اردو

نوحہ اسحاق، مولانا کا اپنے بھائی کی وفات پر پردرد مرثیہ

دیوان شبلی

مولانا حمید الدین صاحب بی اے

تفسیر سورۂ تحریم، جدید طرز پر عربی میں قرآن مجید کی تفسیر

تفسیر سورۂ قیامہ

تفسیر سورۂ والشمس

تفسیر سورۂ والکافرون

تفسیر سورۂ والعصر

الرای الصحیح فی من ھو الذبیح، عربی میں حضرت اسمٰعیل کے ذبیح ہونے پر ایک رسالہ

اور ... رسالہ

اسباق النحو، سہل طرز پر عربی گرامر، اردو

دیوان حمید، مولانا کا فارسی دیوان

خرد نامہ منظوم ... فارسی ... ترجمہ

تحفۃ الاعراب، عربی کی ترجمہ ... نظم میں

دیوان انیس، ہندوستان کے ایک ... شاعر

مولانا فیض الحسن صاحب سہارنپوری کا کلام ... قیمت

جلد نہم | ماہ جمادی الثانیہ ۱۳۴۰ھ مطابق فروری سنہ ۲۲ء | عدد دوم

مضامین

شذرات

انسان کے انفرادی اور اجتماعی اخلاق مین کسقدر فرق ہے، ہم مین سے فضول گو سے فضول گو اور غیر سنجیدہ سے غیر سنجیدہ آدمی بھی تھوڑی دیر کے لئے کم سخن اور متین بنجاتا ہے، لیکن متین سے متین اور سنجیدہ سے سنجیدہ آدمی بھی جب وہ اپنے کو جلسون اور انجمنون کے قالب مین ڈھال لیتے ہین، اور ایک جماعت کے فرد بنجاتے ہین تو انکے اجتماعی اخلاق مین ایک ناگہانی انقلاب ہوجاتا ہے، بات بات مین جھگڑتے ہین، ہر شخص سے بدگمان ہوتے ہین، ہر مقرر اور مجوز پر معترض ہوتے ہین، اپنی زبان کی نمائش کو اپنی برتری اور بڑائی کا معیار قرار دینا چاہتے ہین، باہمی سرگوشی، بات چیت، طعن وطنز، خندہ و تبسم سے آداب مجلس کی قانون شکنی کرنے لگتے ہین، وقار وسکون کا سر رشتہ ہاتھ سے چھوڑ دیتے ہین، ایک دوسرے کی ذات کی عزت کے کلیہ کو فراموش کر دیتے ہین، غیر ارادی شور وغل سے اکثر جلسون کے سلسلۂ کارروائی کو درہم کر دیتے ہین، لیکن با این ہمہ اگر الزام دیجئے تو انفرادی حیثیت سے علحدہ علحدہ ہر شخص کوئی بڑا ملزم اور قصوروار نہین ٹھہر سکتا، لیکن اجتماعی عمل انکو سخت مجرم اور گنہگار یقیناً ٹھہراتا ہے۔

یہ واقعہ درحقیقت ہماری اجتماعی اخلاق کی کمزوری اور اجتماعی معاشرت کی پستی کو دکھاتا ہے، افسوس ہے کہ یہ کمزوری اور پستی اوس قوم کے جوان افراد مین سب سے زیادہ ہے جوکبھی ہر دیناء

سب سے زیادہ قوی اور سب سے زیادہ بلند تھی، کیا ہماری قوم کے نوجوان افراد جو آجکل زیادہ تر پیش پیش ہیں، اپنے اس عیب کی طرف توجہ کرینگے، اور اپنے جلسون اور انجمنون مین اپنی قوم کی اجتماعی ناسنجیدگی اور معاشری کمزوری کی اصلاح کی کوشش کرینگے۔

ہندوستان کے زندان خانون کی نو آبادیون مین فرزندان ہند کے مختلف فرقون اور مذہبون کے نمایندے شریک ہین، ان مین مسلمان بھی ہین ہندو بھی، سکھ بھی ہین اور عیسائی بھی، یہ تمام اصحاب گو مختلف قومیتون، مختلف مذہبون، مختلف فرقون، مختلف خاندانون، مختلف زبانون کے افراد ہین، لیکن ان اختلافات کے باوجود ایک ہی روح ہے جو سب مین ساری ہے، ایک ہی خیال ہے جو سب پر مستولی ہے، اور ایک ہی نشہ ہے جو سب پر چھایا ہے، اور اسطرح باوجود الگ الگ ہتھکڑیون اور بیڑیون کے حب وطن اور نصرت حق کی ایک ہی زنجیر مین وہ بندھے ہوئے ہین، یہ مختلف قومون، مذہبون فرقون، اور خاندانون کے صدہا افراد کی شب و روز کی یکجائی، ذاتی ملاقات و واقفیت، مبادلۂ خیال، اظہار محبت، معاونت و دستگیری، تاثیر و تاثر، یقیناً ہندوستان کے مختلف عناصر کی باہمی بدگمانیون اور غلط فہمیون کو دور کرکے نئے سرے سے ان مین باہم اعتماد، محبت و اخوت اور مصالحت و رواداری کی روح پیدا کردیگی، اور وہ ایک دوسرے کے جذبات و محسوسات کی پوری قدر کرنا سیکھین گے، اس نقطۂ نظر سے دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ آج کل ہندوستان کے قیدخانہ مین کل کے ہندوستان کی نئی قومیت تعمیر پا رہی ہے افراد جو قید سے پہلے ایک دوسرے سے شناسا بھی نہ تھے، ایک مدت کی محبت و دوستی، معرفت اور پہچان کے بعد جب تنگنائے زندان سے باہر میدان عمل مین آئینگے تو ہمارے رہبرون اور کام کرنے والون کی ایک جماعت ہمارے اندر ہوگی جو ایک دوسرے سے اچھی طرح شناسا، اور جان پہچان والے، اور ایک دوسرے کے خیالات، حالات، محسوسات اور جذبات سے واقف و مطلع، اور مہینون اور برسون کے برادرانہ اتحاد سے

پر کیف و سرشار ہونگے اس نتیجہ کو پیش نظر رکھیئے تو ہمارے نگاہون کے سامنے مستقبل کا کتنا خوش آیند منظر ہے، یہ وہ دولت ہے جو زندان سے باہر کبھی ہندوستان کو نہین مل سکتی تھی،

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد

اسی خوش آیند مرقع کا ایک منظر آگرہ ڈسٹرکٹ جیل ہے،

آگرہ ڈسٹرکٹ جیل مین اسیران ملک و ملت کی ایک نو آبادی قائم کردیگئی ہے، جسمین ہزارون فرزندان قوم اور ہر رنگ و مذاق کے اصحاب شامل ہین، ہندوستان کی خاک مین شاعری کی جو فطری استعداد ہے اسکا ثبوت ہے کہ زندانخانہ کے مصائب زندگی بھی اس استعداد سے اسکو محروم نہ کرسکے، دنیا کے قیدخانون کی تاریخ مین یہ بزم ادبی جو ۲۰ - جنوری ۱۹۲۲؁ء کو اس آگرہ کے ایک گوشہ مین فراہم ہوئی جہان کی دیوار کے نیچے جہانگیر کی "طلائی زنجیر عدل" لٹکا کرتی تھی، ایک عجیب و نادر مثال ہے، مشاعرہ کے شعراء اور حاضرین کے نامون پر ایک نظر ڈالنے سے دہوکا ہوتا ہے کہ ہم کسی قیدخانہ کے مجرمون کے نام پڑھ رہے ہین یا دنیا کی کسی بڑی یونیورسٹی کے فضلاء اور گریجویٹون کی فہرست پڑھ رہے ہین،

ان مختلف قومون اور زبانون کے یاران صحبت کے اندر اظہار خیال کا کوئی ایک متحد ذریعہ ہونا چاہیئے، وہ اسوقت صرف ہندوستانی ہے جو اردو کے غلط نام سے مشہور ہے، جسطرح ان مختلف زبانون کے افراد کے لئے جو اسوقت کسی جیل مین جمع کردیئے گئے ہین، اس پورے ہندوستان کے زندانخانۂ ہستی مین جہان مختلف زبانون کی قومین قید ہین، انکے باہمی مبادلۂ خیال کے لئے ایک ہی مشترک زبان کی ضرورت ہے اور وہ ہندوستانی ہے، قدرت نے اسی ضرورت سے اسکو پیدا کیا ہے، اور جبتک یہ ضرورت قائم ہے یہ زبان قائم رہیگی،

آگرہ جیل کی بزمِ مشاعرہ اسکا ثبوت ہے کہ ہم مختلف زبانون کے ہندوستانیون کے لئے اُردو ہی ایک مشترک زبان کا کام دیسکتی ہے، ہماری خوشی کی کوئی حد نہین رہی جب ہم نے اسی ایک ہی مشاعرہ کی ... خواجہ عبد المجید، صدر جامعہ ملیہ کو دیکھا جو ہندی کا ایک حرف نہین جانتے، اور مسٹر مالوی جی کے صاحبزادہ کو بیٹھا دیکھا، جنکی نسبت یہ خیال تہا کہ یہ اس اُردو کو ہندوستان سے مٹا دینے کا عزم رکھتے ہین جو ملک مین مختلف قومون کے باہمی پیوندِ محبت کی نشانی ہے،

کیمبرج یونیورسٹی کی سنڈیکیٹ (مجلس انتظامیہ) نے حال مین یہ تجویز منظوری کی ہے کہ کیمبرج انڈین ہسٹری کے نام سے ہندوستان کی ایک مفصل و مبسوط تاریخ، سات جلدون مین مرتب کر کے عنقریب شایع کیجائے، آج سے چند سال قبل یونیورسٹی مذکور "کیمبرج ماڈرن ہسٹری" کے نام سے یورپ کی تاریخ بارہ ضخیم جلدون مین شایع کر چکی ہے، اس مجوزہ تاریخ ہند کی تالیف و ترتیب اسی نمونہ کے مطابق ہوگی، اسکی تالیف مین ماہرین تاریخ ہند کی ایک پوری جماعت شریک ہوگی، زمانۂ تاریخ کو متعدد دوار مین تقسیم کر دیا گیا ہے، اور ہر دور پر لکھنے والے الگ الگ ماہرین فن ہونگے۔

مغرب کے معیار اور مورخین یورپ کے زاویۂ نگاہ سے یہ تاریخ یقیناً مستند ہوگی، لیکن دنیا کی تاریخ مین یہ واقعہ بھی ہمیشہ درسِ عبرت و حیرت دیتا رہیگا، کہ وسیع النظر مغرب کو "ماہرین تاریخ ہند" کی اس جماعت کثیر مین ایک بھی شخص ایسا نہ مل سکا جو باشندۂ ہند ہوتا، شرقی علوم و فنون، معاشرت و سیاست تہذیب و شائستگی کو مغرب جیسا کچھ سمجھتا ہے، اسکے تجربات ابتک بکثرت ہو چکے ہین، لیکن نیرنگ سازِ فطرت کو شاید ابھی ایک بار اور اس تجربہ کی نمائش منظور ہے کہ عاشق کی داستان محبت کے بیان کرنے مین رقیبون کی زبان، دیانت و صداقت کو کہانتک ملحوظ رکھتی ہے،

قدیم مشرقی توہم" یہ تہا کہ تاریخ گویا واقعات عالم کا رجسٹر ہوتی ہے، اور مؤرخ کا کام اسکے سوا اور کچھ نہین کہ واقعات عالم کو اپنے علم کے مطابق بے کم وکاست درج کردے، لیکن جدید مغربی "تحقیق" یہ ہے کہ تاریخ نگاری ہمیشہ کسی مقصد وغرض کے لئے ہونا چاہیئے، اور مؤرخ کا اصلی فرض یہ ہے کہ واقعات کی توجیہ وتشریح کسی خاص زاویۂ نگاہ سے کرے، سرچارلس اومین، اسوقت مؤرخین انگلستان کے ایک مسلّم سرخیل ہین، رسالۂ نائنٹینتھ سنچری کے جنوری نمبر مین آپ نے ایک مضمون "مؤرخین حال اور انکی مشکلات" پر تحریر فرمایا ہے، اسکے اقتباسات ذیل لایق ملاحظہ ہین :-

"غرض تاریخ، اسما، سنین، واقعات کا رجسٹر نہین، جیسا کہ ایک عامی شخص خیال کرتا ہے، بلکہ وہ نام ہے مؤرخ کے زاویۂ نگاہ سے ان چیزون کی توجیہ وتشریح کا، اور چونکہ ہر مؤرخ کا سیاسی، اخلاقی وقومی زاویۂ نگاہ ہمیشہ دوسرے سے مختلف ہوگا، اسلئے یہ محال ہے کہ کسی زمانہ، کسی عنوان یا کسی شخص کے متعلق کوئی نام نہاد، مستند تاریخ مرتب ہوسکے جو ہر طبقہ کے ناظرین کے ذوق کی تشفی کرسکے،

قدیم تاریک خیالی کا فتویٰ یہ تہا کہ تاریخ چونکہ واقعات مصدّقہ کا مجموعہ ہوتی ہے، اسلئے اسمین بحث واختلاف کی بہت کم گنجائش ہوتی ہے، لیکن تحقیقات جدید کی روشنی نے دکھلادیا کہ تاریخ بعینہ سیاسیات حاضرہ کی طرح ایک پُراختلاف موضوع ہے :-

"ایک مشہور مؤرخ نے کہا تہا کہ تاریخ نام ہے سیاسیات ماضیہ کا، یہ مقولہ اسقدر صحیح ہے کہ میرے نزدیک جسطرح سیاسیات کے لئے اختلافات لازمی ہین، ٹھیک اسی طرح تاریخ کے لئے بھی اختلافات ناگزیر ہین"

سیاسیات مغرب کی محبوب ترین اصطلاح "پروپگنڈا" ہے، جسکا صحیح مفہوم کم ازکم اردو، فارسی، اور عربی زبانون مین تو کسی ایک لفظ سے ادا نہین ہوسکتا، تاریخ علمبرداران تحقیقات جدیدہ

کی زبان مین اسی پروپگنڈا کی ایک ترقی یافتہ شکل کا نام ہے، سر چارلس فرماتے ہین :-

"ایک عامی آدمی ہمارے پاس ایک تاریخی استفسار لیکر آتا ہے، بدقسمتی سے عموماً یہ ہوگا کہ ہم اسکے حسب توقع اسے کسی قسم کا کوئی مسلم وقطعی جواب نہ دے سکین گے، بلکہ ایک طرح کے پروپگنڈا سے کام لین گے، جو ممکن ہے کہ ہمارے نزدیک واقعیت کی صحیح ترجمانی ہو، لیکن ہمین تسلیم ہے کہ دوسرون کے نزدیک ممکن ہے وہ جواب خلاف واقعہ، غلط وفتنہ پرداز انہ ہو؟ تاریخ کسی خارجی شے اکسی فہرست واقعات کا نام نہین، مورخ کا کام واقعات مین تسلسل وترتیب پیدا کرنا ہے، اور دو مورخ جنکی قومیت وسیاست باہم مختلف ہے، واقعات کو اپنی اپنی جگہ پر ایک دوسرے سے اسقدر مختلف شکلون مین مرتب ومدون کرسکتے ہین کہ پڑھنے والا یہ نہین ایک ہی سلسلۂ واقعات کی ترجمانی سمجھ ہی نہین سکتا"

آگے چل کر اس سے بھی زیادہ دلچسپ وسبق آموز تصریح موجود ہے :-

"غرضکہ ہمکو اس عامی آدمی سے کہہ دینا پڑیگا کہ تاریخ واقعات کے متعلق ایک زاویۂ نگاہ کا نام ہے، اور ظاہر ہے کہ ہر مورخ کا زاویۂ نگاہ دوسرے سے مختلف ہوتا ہے ...... اور اسطرح افسوس ہے کہ تاریخ نگاری اب سیاسی، قومی ومذہبی پروپگنڈا کے اہم ترین شعبہ کا نام رہ گیا ہے"

سر چارلس اومین اپنے ان خیالات مین متفرد نہین، تاریخ کو سیاسیات ماضیہ کا مرادف پروفیسر فریمین نے قرار دیا تھا، جو پچھلی صدی مین انگلستان کے سب سے بڑے مورخ تسلیم کئے جاتے تھے، موجودہ تاریخون کا سیاسی اغراض کے لئے لکھے جانے کا اعتراف ڈاکٹر شاٹول نے بھی کیا ہے، جو کولمبیا یونیورسٹی (امریکہ) مین تاریخ کے پروفیسر، اور اس فن کے استاذ الاساتذہ کی حیثیت رکھتے ہین، ان اعترافات وتصریحات کی موجودگی مین قدامت پسند اہل مشرق اگر بجائے ہسٹوریئنس ہسٹری آف دی ورلڈ (مورخین کی تاریخ عالم) کیمبرج ماڈرن ہسٹری" اور کیمبرج انڈین ہسٹری کی ضخیم ومرعوب کن

مجلدات کے مطالعہ کے اپنا وقت بوستان خیال، طلسم ہوشربا و داستان امیر حمزہ کی ورق گردانی مین صرف کرتے رہین تو شاید ان پر تضییع وقت کا الزام صحیح نرہے، جھوٹ کو جھوٹ کہکر ظاہر کرنا تخیل آرائی کو افسانہ کے لباس مین پیش کرنا کسی مذہب مین معصیت کبیرہ نہین، البتہ جھوٹ کو سچ کا نام لیکر تعصبات کو واقعات کا رنگ دیکر، اور دروغ کو راستبازانہ نمائش کے ساتھ پیش کرنا وہ ملعونیت کبریٰ ہی جس سے ہر فرد بشر کو جسے اپنی دیانت، اپنا ایمان اور اپنی نجات عزیز ہے، پناہ مانگتے رہنا چاہیئے۔

*

آغاز سال رواں مین پاپاے روم، بنڈکٹ پانزدہم نے انتقال فرمایا، ان سطرون کے شائع ہونے تک اُنکے جانشین کا بھی انتخاب ہوچکا ہوگا، جسوقت سے پاپائیت کا ایک باضابطہ عہدہ قائم ہوا ہے، صدہا افراد اس منصب پر مامور رہ چکے ہین، بلکہ اگر ابتدائی عیسوی صدیون کے بشپ صاحبون کو بھی اس فہرست مین شامل سمجھا جائے تو شاید شمار سیکڑون سے متجاوز ہوجائے، سوال صرف اسقدر ہے کہ اس طویل وعظیم فہرست مین کسی غیر یورپی شخص کا بھی نام تلاش کرنے سے مل سکتا ہے؟ مسیحیت کے حدود تو ماشاء اللہ ایشیا و افریقہ کے گوشہ گوشہ تک وسیع ہوچکے ہین، اور ان ممالک مین کرورون باشندہ "ابن اللہ" کے کلمہ گو موجود ہین، پھر کیا ابتک ان بیشمار نفوس مین ایک شخص بھی یورپی مسیحیون کی ہم سطح و ہم پلہ نہین پیدا ہوسکا ہے؟

*

سیر الصحابہؓ کا جو سلسلہ دار المصنفین کے زیر اہتمام ترتیب پا رہا تھا، الحمد للہ کہ وہ تکمیل کو پہنچ گیا، اسکی ایک جلد اسوۂ صحابہؓ کے نام سے ۵۰۳ صفحون مین چھپ کر تیار ہوگئی ہے، مولانا عبد السلام ندوی نے اس جلد مین صحابہؓ کے اعتقادات، عبادات، اخلاق اور معاملات کے واقعات و احوال کو مستند کتب حدیث سے فراہم کیا ہے، یہ اس لائق ہے کہ آج ہر مسلمان اس اسوہ کو پیش نظر رکھے۔

مقالات

خلافتِ عثمانیہ
اور
دنیای اسلام

(۳)

نومبر اور دسمبر سنہ ۲۱ء مین اس مضمون کے دو نمبر شائع ہو چکے تھے، افسوس کہ جنوری سنہ ۲۲ء مین اسکا تیسرا نمبر احمد آباد اور بمبئی کی قومی مجلسون کی شرکت کے باعث لکھا نہ جا سکا، اور وہ اب فروری مین شائع ہو رہا ہے، آغاز مضمون مین یورپ کے سہ طرفہ حملون مین سے اسپین کے شمالی افریقہ کے اسلامی ملکون اور اٹلی، وینس، کریٹ، روڈس، اور مالٹا کے عیسائی بحری حملون اور ترکون کے کارنامون کا تذکرہ تھا، اس نمبر مین پرتگال کے ان حملون کا ذکر ہے جو اس نے حبش، عرب، اور ہندوستان کے ساحلی شہرون اور بندرگاہون پر پے در پے کئے۔

اسپین کے بعد اس عہد کے دشمنان اسلام مین اسی کے ملحقہ صوبہ پرتگال کا درجہ تھا، یہ صوبہ چونکہ اسپین سے بالکل ملا ہوا ہے، اسلئے سیاسی تاریخ کے تماشاگاہ مین کبھی وہ الگ ہوکر نمودار ہوتا ہے، اور کبھی وہ اسپین کا جزو بنجاتا ہے، جس عہد کا ہم ذکر کر رہے ہین اسوقت بھی اس حصۂ ملک کی یہی حالت تھی، اندلس مین جب اسلام کا اقبال اوجِ کمال پر تھا تو یہ صوبہ بھی اسکی حکومت کے زیر سایہ تھا، اسی لئے پرتگالی زبان مین عربی الفاظ بنہایت کثرت سے مل گئے اور آج بھی موجود ہین،

اسپین نے جب اسلام کُشی کا عمل شروع کیا ہے تو پرتگال نے بھی اسکی پوری تقلید کی، پہلے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے، اس نے مراکش کے سواحل پر قبضہ جمانا چاہا مگر بہت جلد عربون اور پھر ترکون کے حملون سے اسکو یہ مقامات خالی کرنے پڑے، یہ بھی معلوم ہو چکا کہ یورپ اور ایشیا کا پرانا راستہ جو بحر روم، مصر اور بحر احمر ہو کر تہا، اسپر ترکون نے اپنے اقتدار کے بحری پہانک قائم کردیئے تھے، اسلئے مشرقی اسلامی ممالک کی تاخت وتاراج کرنے کے لئے کسی دوسرے بحری راستہ کی ضرورت تھی چنانچہ ابتدائی پرتگالی مکتشفین بحر (دریائی راستہ کے پتہ لگانے والے) جن اسباب سے نئے بحری راستون کی تلاش مین سرگردان و پریشان تھے، ان مین کا ایک بڑا سبب ان کا ترکون سے بچکر ارض مقدس کے لئے ایک نئے راستہ کی جستجو، اور فتح بیت المقدس کے لئے تجارت وغیرہ سے نئی دولت جمع کرنا، مزید جور وستم اور لوٹ مار کے لئے مورون (مسلمانون) کی کسی نئی آبادی کا سراغ لگانا تہا، چنانچہ مضمون کے دوسرے نمبر مین "مورخین عالم کی تاریخ" کا ایک اقتباس نقل کیا جا چکا ہے، جسمین کے چند فقرے یہ ہین:-

"مشرقی جزائر اور نئی دنیا مین اسپین و پرتگال کے عظیم بحری اکتشافات و فتوحات، علوم قدیمہ کا احیا، ادبیات جدیدہ کا طلوع، فن طباعت کی وجہ سے روشن خیالی، مباحثہ اور معلومات نو کی ترقی، ان تمام کی تمام چیزون نے عالم مسیحی کی روح کو زیادہ اور بلند تر ہونے مین مدد دی تاکہ ان کے جذبات زیادہ بلند ہون، اور وہ عمل کے وقت تحمل مصائب اور برداشت کے لئے زیادہ تیار رہین، اسکے علاوہ دوسرے ایسے اسباب بھی موجود تھے جن سے پتہ چلتا تہا کہ اہل فرنگ کی یہ نئی قوت اسلامی ممالک کے فتوحات مین کام آیگی، کیونکہ اس عہد مین مذہبی جوش عام اور تیز تہا، بحری سیاحون کی محنت، فیلسوفون کی جدوجہد، طلبہ کی مساعی، مدبرین کی دماغ سوزی اور سپاہیون کی جانبازی سب کی سب صرف اسی ایک مقصد یعنی صلیب کے عروج کے لئے تہین،

جہان ایک کولمبس کو بحر ظلمات کے علاوہ ان میں یہ خیال تہا کہ ان سیاحتون سے جو کچہ خزانے ہاتہ آئینگے وہ ارض مقدس کو بے دینون کے قبضہ سے نکالنے کے کام آئینگے"

آگے چل کر پرتگالی فاتحین اور مدبرون کی سرکاری تحریرون کے اقتباسات نظر سے گذرینگے جن سے یہ حقیقت اور بھی آئینہ ہوجائیگی، یہ واقعات متعدد دفعہ دہرائے گئے ہین کہ پرتگال نے واسکو دی گاما کے زیر سرداری وقیادت مشرقی افریقہ کی طرف سے ہوکر راس امید (گڈ ہوپ) سے گذر کر ہندوستان کے ساحل پر قدم رکہا، ہندوستان، چین، سیام، جاوا، سماترہ، جزائر ہند، سیلون، ملیبار، ممباسہ، زنجبار، حبش، مصر، عرب وغیرہ کی وہ تمام بحری تجارتین جو بحر ہند، بحر احمر، خلیج فارس، بحر عرب ہوکر گذرتی تہین وہ سب عرب تاجرون کے ہاتہون مین تہین، اور وہی مشرق ومغرب کے درمیان بیوپاری تھے ہندوستان وایران وچین سے مال لیجاکر مصر پہنچاتے تھے، اور وہان سے وینس اور جنیوا کے تاجر انکو یورپ لیجاتے تھے، اور وہان سے یورپ کا مال لاکر ہندوستان، ایران وچین وغیرہ مشرقی ملکون مین پہنچاتے تھے، اس بیوپار سے اور تجارت کے اس راستہ سے جو تمام تر اسلامی ملکون سے ہوکر گذرتا تہا مسلمانون اور خصوصاً عربون کی تجارت اور دولت بڑی ترقی پر تہی، پرتگال نے بحر ہند مین کودنے کے ساتہ یہ کوشش شروع کردی کہ جسطرح ممکن ہو عربون کے ہاتہون سے یہ تجارت چہین لیجائے اور اس راستہ کو جو اسلامی ملکون سے ہوکر گذرتا ہے، اس نئے راستہ سے بدل دیا جائے جسکو انہون نے خود دریافت کیا تہا،

اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے عرب جہازون پر تاخت شروع کی، عرب، حبش (افریقہ) ہندوستان اور فارس کے ساحلی مقامات پر حملے کئے، اور راجاؤن کو مجبور کیا کہ وہ مسلمانون اور عربون کے ہاتہ اپنا اسباب تجارت فروخت نہ کرین، ملیبار کے موپلہ تاجرون پر بڑی زیادتیان کین، یمن اور حجاز کے ساحلی شہرون پر قبضہ جمایا، اور ہندوستان مین سندھ سے لیکر مدراس وگجرات وبمبئی تک کے

بندرگاہون پر دھاوے کئے، ساحلون اور جزیرون مین مسلمانون کا قتل عام ہو رہا تھا، مسجدین توڑ توڑ کر کلیسا بنائی جارہی تھین، کالیکٹ کے راجہ کو اس پر مجبور کیا گیا کہ وہ مسلمانون کو عرب آنے جانے سے روک دے، گوچی ساحل ہند پر قبضہ کر کے مسلمانون کو قتل کیا اور مسجد کو کلیسا بنالیا، اور پھر رفتہ رفتہ عرب کے سواحل پر عدن، ہرمز، بریم وغیرہ کو اور ہندوستان کے سواحل مین سے گوا، جیبول، دابل، دیب، دمن، مہایم، وغیرہ کو تاخت وتاراج کیا، ۱۵۱۰ء مین کالیکٹ پر حملہ کر کے شہر کو لوٹ لیا، اور وہان کے جامع مسجد کو خاک سیاہ کر دیا، یہی حال انھون نے عرب کے ساحلی مقامات کا کر دیا، حج کے بحری راستے ان قزاقون کے ہاتھون سے بمشکل جانبر ہو سکتے تھے، گوا کا مشہور بندرگاہ سلطنت بیجاپور سے چھین لیا، اور سلطان گجرات کے تمام بندرگاہون پر غارتگری شروع کر دی، جدّہ اور عدن پر کئی حملے کئے، کبھی کامیابی ہوئی اور کبھی ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا، انتہا یہ ہے کہ پرتگالی یہ خواب دیکھنے لگے کہ جدّہ پر قبضہ کر کے حجاز پر حملہ کیا جائے، اور خاکم بدہن مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کو ویران اور حرمین محترمین کو منہدم کر کے اسلام کی عمارت کی اینٹ سے اینٹ بجا دی جائے، فارسی اور عربی کی اسلامی تاریخون مین ان واقعات کے متعلق جو تفصیلین موجود ہین، وہ یمن، گجرات اور ملیبار کی پچھلی تاریخون مین مذکور ہین، لیکن اس موقع پر عیسائی مورخین کے اعترافات کو پیش نظر رکھنا ہماری مصلحتون کے زیادہ مناسب حال ہے،

> ۱۵۰۱ء مین پرتگال کے بادشاہ مینوئل نے اپنا خطاب "ہندوستان، ایران، عرب اور حبش کی تجارت اور جہاز رانی کا مالک" اختیار کیا، اس نے یہ تدبیر سوچی کہ ہندوستان اور یورپ کے بیچ مین مسلمانون کی تجارت کو عدن، ہرمز، اور ملاکا پر قبضہ کر کے برباد کر دے، یہ وہ بندرگاہ تھے جہان سے مشرقی تجارت کا سامان اسکندریہ اور بیروت ہو کر یورپ جاتا تھا، ملاکا وہ جگہ تھی جہان مسلمان خصوصاً عرب تاجر چین سے مال کا تبادلہ کرتے تھے۔ . . . .

چونکہ پرتگیزون کا مقصد یہ تھا کہ ہندوستان اور یورپ کی تجارت کا رخ راس امید کی طرف پھیر دین، اور اس راستہ کو جو بحر احمر سے قاہرہ اور اسکندریہ ہوکر جاتا تھا، ویران کر دین، اسلئے مسلمان سوداگر موپلہ جو ہندوستان کے تاجر تھے، اُنھون نے مصر کے ملوک سلطان کو بھڑکا دیا۔[1]

پرتگیزون کی ہمت نے یہانتک بلند پروازی کی کہ اُنھون نے ارادہ کیا کہ حجاز پر حملہ کرکے قبلۂ اسلام کو بے بنیاد کردیا جائے، اور آخر اسی نیت سے اُنھون نے ۹۴۸ھ مین جدہ پر حملہ کیا، علامہ قطبی نے اعلام مین اور مفتی دحلان نے فتوحات مین اس واقعہ کی پوری تفصیل لکھی ہے، ابتدائی سطرون کا ترجمہ حسب ذیل ہے:-

پرتگالی قوم جو فرنگیون کی ایک قوم ہے اور جسکی نسبت یہ بیان ہو چکا ہے کہ وہ سمندر مین ڈاکے ڈالتے تھے، اور بہت سے اسلامی خطے پر حملے کر رہے تھے، اُن کا ایک فعل یہ ہے کہ انکے نفس بد نے انکو اس کام کے لئے آراستہ کیا کہ وہ حرمین اور جزیرۂ عرب پر قبضہ کرلین، یہ ۹۴۸ھ کے آخر مین پیش آیا، ان فرنگیون کی بہت بڑی جماعت اسلامی بندرگاہون مین گھس گئی اور اُنکو تباہ و برباد کردیا، اور بندرگاہ جدہ کا قصد کیا، اور اس لنگرگاہ پر اپنے جہاز آکر لنگا ے، جسکا نام ابوالدوائر تھا، ۸۰ جہاز فوج اور سامان جنگ سے بھرے ہوئے تھے،

ان لوگون کے لئے جو صرف یورپ کے راستگو اور صادق البیان مورخین پر اعتماد رکھتے ہین، اس واقعہ کی صداقت کے لئے رائل ایشیاٹک سوسائٹی جرنل ۱۹۲۱ء کا حوالہ دونگا جسمین مسٹر ایم لونگورتھ ڈیمس کا مضمون "ترک اور پرتگالی بحر ہند مین" چھپا ہے، اور جسمین زیادہ تر واقعات مسٹر موصوف نے پرتگالی حوالون سے نقل کئے ہین، اس مضمون مین انکے اس جرم کا اعتراف مضمون نگار نے ان الفاظ مین کیا،

"ابو کیرک (Albuquerque) (پرتگالی وایسرائے) نے ۱۵۱۳ء مین ایک باجرات کوشش کی کہ اس (عدن) قلعہ و حصار سے محفوظ قصبہ مین سیڑھیان لگا کر اندر داخل

[1] ہسٹری آف انڈیا، مصنفہ ایم پرو تھیرو، ایم اے شائع کردہ میکملن ۱۹۱۱ء،

ہوجاسے، وہ اس مین ناکام ہوا، اور جدہ کو واپس پھرا، وہ دنیا کو عیسائی بنانے اور اسلام کے مقامات مقدسہ پر قبضہ کرکے اسلام کو تباہ کرنے کے ایک بڑے نقشہ کا خواب دیکھتا تھا، لیکن بہرحال وہ بحر احمر کی آب وہوا کا متحمل نہین ہوا، وہ جدہ نہین پہنچ سکا، اور اُسکے آدمی کامران مین بخار سے ٹوٹ گئے ''

اسلامی تاریخون مین لکھا ہے کہ پرتگالیون نے جدہ پر حملہ کیا، اور شکست کھائی، بہرحال شکست تو نہین یقیناً ملی خواہ وہ انسانون کی تلوارون سے یا بخار نام خدا سے قادر کے غیر آہنی ہتھیارون سے،

پچھلے صفحات کے پڑھ لینے کے بعد ہمارے ناظرین کے سامنے بحر حبش، بحر عرب، بحر ہند، خلیج فارس اور بحر چین کے اسلامی جزیرون اور ساحلون کی بربادی اور اسلامی وعربی تجارت کی تباہی کا نقشہ پھر گیا ہوگا، اور آنسوؤن کے چند قطرون کے ساتھ یہ نظر آیا ہوگا کہ دنیاے اسلام اور یورپ کے باہمی مقابلہ کے سیاسی واقتصادی نقشہ کے اُلٹ جانے مین ان واقعات کا کتنا بڑا جزو شامل ہے، اُسوقت بحر ہند کے اسطرف آگرہ کا امام جلال الدنیا والدین اکبر ظل اللہ فرمانروا تھا، اور اسطرف قسطنطنیہ کا خلیفہ سلطان سلیمان مسند آرا تھا، اسلام کے یہ نقشے دونون کی آنکھون کے سامنے تھے، لیکن انصاف سے کہنا کہ ان دونون سے کسکے سینہ مین اسلام کا تڑپتا ہوا دل تھا، کس نے ان مصیبتون سے اسلام کو نجات دلانے کے لئے اپنی راحتون کو قربان کیا، کس نے اپنی فوج ولشکر اور دولت وخزانہ کو سمندر مین غرق کرنے کی ہمت کی، اس سخت وپرخطر مرحلہ مین آل تیمور نے اپنے فرض کو ادا کیا یا اس نے ادا کیا جو اس محاذ جنگ سے ہزارون میل دور، خلافت کا بار عظیم اپنے کندھون پر اُٹھائے ہوئے تھا، اکبر کی بیچارگی کا تو یہ عالم تھا:

فرنگیان درآنزا مسلمانان را سخ ترشدہ یعنی جہازات جلال الدین محمد اکبر بادشاہ را کہ بے قول اہل فرنگ بکہ معظمہ متردد (آمدورفت) بودند، دروقت مراجعت از بندر جدہ غارت کردہ نسبت

بمسلمانان اہانت بلیغ رسانیدند۔ ۔ ۔ ۔ و ازان تاریخ کہ جہازات جلال الدین محمد اکبر بادشاہ بدست فرنگیان گرفتار شدہ مراکب (جہازات) فرستادن بہ بنادر عرب و عجم بطرف ساخت چہ کہ قول گرفتن از اہل فرنگ مستلزم ننگ و عار داشت و بے قول روانہ ساختن موجب ہلاک نفوس و تضیع اموال، لیکن امرائے آنشل مرزا عبدالرحیم خانخانان وغیرہ قول از اہل فرنگ گرفتہ مراکب بہ بنادر می فرستادند (فرشتہ نولکشوری جلد۲ صفحہ ۳۷۲)

بہرحال ان حملون کی مدافعت مین مسلمانون نے جو کوششین کین، ان مین سب سے اول یہ ہکہ سلطان مصر نے جو خلافت عباسیہ کی طرف سے مصر و شام و عرب کا حکمران تھا، اس نے بیجاپور، گجرات، اور دوسری ساحلی اسلامی ریاستون کے ساتھ ملکر ۹۱۳ھ مین پرتگالیون کا سواحل ہند پر ناکام مقابلہ کیا۔ تاریخ فرشتہ (جلد ۲ صفحہ ۲۰۴ نولکشور) نے سلطان مصر کے ان جہازات کو غلطی سے سلطان روم کے جہازات بیان کئے ہین، اور لکھا ہے،

"خبر رسید کہ امسال (۹۱۳ھ) کفار فرنگ در ساحل ہجوم آوردہ می خواہند کہ قطعا بہ بندر ہا متوطن شوند، سلطان روم کہ عدوے ایشان است آن خبر شنیدہ جہازات بسیار بجانب ساحل بقصد غزا و ممانعت فرستادہ، ازان جملہ چند جہاز رومی بہ بنادر گجرات آمدہ اند۔"

اسکے بعد لڑائی اور شکست کا واقعہ لکھا ہے لیکن اسکی اصلیت صرف اسی قدر ہے کہ مصری بیڑے کے اکثر افسر اور جہاز ران ترک تھے، اسی لئے مرآۃ سکندری (تاریخ گجرات) مین اس واقعہ کو ان الفاظ مین لکھا ہے:

از انجا بواسطہ قلع زنگیان بطرف خلافت بیرون و بمالم عزیمت فرمود، چون بخطہ آمدن رسید خبر آمد کہ ملک ایاز غلام سلطان، حاکم دیو (دیب) با لشکر روم در ساختہ وہ جہاز رومی را ہمراہ خود برداشتہ بہ بندر چیول رفتہ با فرنگیان مستعد جنگ کردہ (صفحہ ۱۰۲ بمبئی)

لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ ۹۱۳ھ کے جنگی جہازات مصر کے سلطان غوری نے بھیجے تھے جیسا کہ ریاض السلاطین (تاریخ بنگالہ) مین ہے،

"چنانچہ سلطان قانصو غوری امیر حسین سردارے را با سیزدہ منزل غراب (کشتی) مملوے مردم جنگی و آلات کارزار روانہ ساحل ہند ساخت و سلطان محمود گجراتی و سلطان محمود دکنی نیز از بندر دیو و سورت و گولہ و دابل و چیبول بعزم جنگ با زنگیان جہازات در غایت استعداد مرتب ساختند"

یہ وہ زمانہ تہا جب ہندوستان مین تیموری بادشاہ تھے اور نہ ترک خادم الحرمین الشریفین، ۹۲۳ھ مین سلطان سلیم نے مصر و شام و عرب کی زمام حکومت اپنے ہاتھ مین لی، اور اسکے چند سال بعد تیموری ستارۂ اقبال ہندوستان کے افق پر طلوع ہوا، ۹۲۶ھ سے لیکر ۹۷۴ھ تک کا زمانہ سلطان سلیمان اعظم بن سلطان سلیم کی فرمانروائی کا عہد ہے، یہ وہ زمانہ ہے جسمین ہندوستان مین بڑے بڑے انقلابات پیدا ہوئے اور مٹ گئے اور پھر اُبھرے، ۹۳۲ھ مین لودیون کو مٹا کر بابر نے ہندوستان لیا، ۹۳۷ھ مین ہمایون تخت نشین ہوا، ۹۴۷ھ مین **شیر شاہ** نے ہمایون سے دلی کا تخت چھین لیا، ۹۶۲ھ مین ہمایون نے پھر ہندوستان کا تاج اپنے سر پر رکہا، ۹۶۴ھ مین **اکبر** نے ہندوستان کے تخت کو زینت دی،

ا... ... مین پرتگالیون کی بحری جراتین برابر ترقی کرتی رہین، اور مسلمانون اور ممالک اسلامیہ کی تباہی و بربادی کے واقعات ہمیشہ رونما ہوتے رہے، ان اطراف مین گجرات کی اسلامی سلطنت سب سے زیادہ بحری طاقت رکہتی تھی، وہ بھی پرتگالی جہازون اور توپون کے سامنے بیدست و پا ہو رہی تھی، ناچار اسکو اپنی فریاد آستانۂ خلافت تک پہنچانا پڑی، "نور ضین کی تاریخ عالم" مین ہے کہ بہادر شاہ سلطان گجرات کے دربار سے ایک سفیر پرتگیزون کے مقابلہ مین اعانت طلبی کے لئے قسطنطنیہ حاضر ہوا، جنہون نے کچھ دنون پہلے دیب کا بندر بہادر شاہ سے چھین لیا تہا، ۹۴۲ھ مین

ہندوستان کے ایک بادشاہ علاؤالدین کی طرف سے ایک سفیر قسطنطنیہ اس غرض سے حاضر ہوا کہ پرتگیزوں کے مقابلہ مین سلطان کی امداد حاصل کرے[۱]

۱۵۱۵ء - ۱۵۱۶ء مین پرتگالیون نے عدن پر حملہ کیا، عرب شیخ اس حملہ کی مدافعت نہ کرسکا اور اس نے ہتھیار رکھدیئے، یہان سے اٹھکر پرتگالیون نے جدہ پر حملہ کیا، یہان کا رئیس سلیمان مصر کے سلطان کی طرف سے گورنر تھا، اس نے انکو ناکام واپس کردیا، پرتگالی یہان سے پھر کر واپس آنا چاہتے تھے کہ کامران پہنچکر مانسون بدل گیا، اب یہ پھر عدن کی طرف لوٹے، اتنے عرصہ مین عربون نے اپنے مسمار شدہ قلعہ کی مرمت کرلی تھی، اب پرتگالی جدہ کے قریب جیسے ہی پہنچے تھے کہ انہین معلوم ہوا کہ اب مصر و بحر احمر کی حکومت مصری ممالیک کے کمزور ہاتھون سے نکل کر سلطان قسطنطنیہ کے مضبوط ہاتھون مین آگئی ہے، یہ خبر برق و صاعقہ بنکر ان پر گری، اور ترکون کا نام سن کر کانپ اٹھے، جدہ کے گورنر رئیس سلیمان نے بروقت سلطان سلیم کی اطاعت کا اعلان کردیا، سلطان نے چاہا کہ فوراً مصری بیڑہ کو پرتگالیون کے مقابلہ کے لئے بھیجا جائے، مگر معائینہ سے ظاہر ہوا کہ اسمین کچھ دم نہین ہے، اس نے

---

[۱] ہسٹورینس ہسٹری آف دی ورلڈ جلد ۲۴ صفحہ ۳۶۲، ترکون اور پرتگالیون کی بحری معرکہ آرائیون کے واقعات کے چار ماخذ ہین، حجاز اوریمن کی پہلی عربی تاریخین مثلاً اعلام بیت اللہ الحرام، البرق الیمانی فی الفتح العثمانی روح الروح فیما بعد المائۃ التاسعۃ من الفتوح، اور ایک گجرات کی عربی تاریخ ظفر الوالہ بتاریخ مظفر وآلہ، فارسی تاریخون مین فرشتہ، تحفۃ المجاہدین، ریاض السلاطین، مرآۃ سکندری، ترکی مین مرآۃ الممالک، اور حاجی خلیفہ کی تاریخ، چوتھا ماخذ پرتگالی بیانات ہین، جنمین بہت سے ایسے واقعات ہین جو دوسرے ماخذون سے نہین ملتے، رائل ایشیاٹک سوسائٹی جرنل لندن کے جنوری نمبر مین ایک مضمون نگار نے اس سلسلہ جنگ کے تمام پرتگالی معلومات یکجا کردیئے ہین، اور اسی سال کے دسمبر نمبر مین ایک اور عالم نے عربی و فارسی و ترکی معلومات کو یکجا کردیا ہے، جن صاحبون کو ان معرکون کی تفصیل درکار ہو وہ انکی طرف توجہ کرین، اگر فرصت ملی تو یہ دلچسپ مضامین معارف کے ذریعہ کبھی آپکے سامنے آجائینگے،

حکم جاری کیا کہ سوئز مین بحر احمر کے ناکہ پر فوراً ایک زبردست بیڑہ تیار کیا جائے، لیکن اس سے پہلے کہ یہ تجویز تکمیل کو پہنچے سلطان نے ۱۵۱۹ء مین وفات پائی،

سلطان سلیمان کی تخت نشینی کے بعد چند سال تک یہ تجویز اسلئے معطل رہی کہ رئیس سلیمان، اور ایک دوسرے چرکسی افسر حسین نامی جو جدہ کا گورنر بنا کر بھیجا گیا تھا، رشک و منافست پیدا ہوگئی تھی، پرتگالیون نے جدہ سے واپس جا کر ۱۵۱۶ء مین حبشی سواحل کی عرب آبادیون پر دھاوا کیا، زیلع سمالی بندر کو برباد کیا، دوسرے سال بربرہ کو تاخت و تاراج کیا، ان اضلاع کے عرب سلمان اور حبشی عیسائیون کے درمیان اختلافات پیدا اٹھے، پرتگالی حبشی عیسائیون کے طرفدار تھے، اور ترک عربون کے پشت پناہ تھے عربون کو یقین تھا کہ پرتگالی ترکی بیڑہ کا مقابلہ نہین کرسکتے، اسلئے پرتگالیون کو اپنا بحری وقار قائم رکھنے کے لئے کچھ نہ کچھ کرنا ضرور پڑا، ۱۵۲۳ء مین ایک پرتگالی بیڑہ بحر احمر کے حبشی ساحل مصوع (اریٹیریا) کو اس غرض سے بھیجا گیا کہ حبشہ کے دربار مین جو پرتگالی سفیر بھیجا گیا تھا اسکو واپس لے آئے مگر انکو اسمین ناکامی ہوئی، ۱۵۲۴ء مین پرتگالیون نے پھر عدن کا رخ کیا، اور عرب شیخ کو اطاعت پر مجبور کیا مگر یہ تدبیر بیسود رہی۔

دوسرے سال رئیس سلیمان کی ماتحتی مین ایک ترکی بیڑہ نے عدن کا محاصرہ کیا، مگر پرتگالیون نے اسکو شکست دی مگر اس سے ترکی امیر البحر دل شکستہ نہین ہوئے، وہ برابر بحر ہند مین پرتگالیون پر حملے کرتے رہے، یہانتک کہ وہ گجرات کے سواحل تک پہنچ گئے، جہان اُن مین اور پرتگالیون مین باہم متعدد معرکے پیش آئے، اسکے بعد سلطان سلیمان نے سوئز کے کنارہ ۷۶ جہازون کا ایک بیڑہ تیار کرایا جنمین ۲۵ بڑے جہازات اور بہت سی باربرداری کی چھوٹی کشتیان تھین، اور انکو مستحکم اور طاقتور سامان اسلحہ سے مسلح کیا، ترکی مورخ حاجی خلیفہ کے بیان کے مطابق ان مین تیس ہزار فوج جنمین سات ہزار ینگچری (ترکون کی ایک بہترین فوج کا نام) سپاہی تھے، ہندوستان کے سواحل کی طرف روانہ کئے گئے

یہ تمام لشکر، سامان اور جہازات سلیمان پاشا دالئی مصر کی سرکردگی مین تھے، ایک پرتگالی ملاح حضرموت کے پاس شحر مین مقید تہا، اس نے اس بیڑہ کو ہندوستان تک پہنچانے کے لئے اپنی خدمات پیش کئے مگر اس سے پہلے کہ یہ مہم آگے بڑہے وہ قید سے بہاگ کر پرتگال کو چلدیا، اور وہان جاکر ترکون کے بحری ارادون کے تمام راز افشا کردیئے، مگر اب یہ اسقدر بے وقت ہوچکے تھے کہ ہندوستان کے پرتگالیون کو اب کوئی فائدہ نہین پہنچایا جاسکتا تہا۔

گجرات کی فوج مین بہت سے ترک داخل ہوگئے تھے، اونہون نے ترکی فوجی قاعدہ سے لشکر کو ترتیب دیا اور میدان جنگ کو آراستہ کیا، جون ۱۵۳۸ء مین خشکی سے اس فوج نے دیب پر حملہ کیا، دمبدم ترکی بیڑہ کے سمندر سے آنے کی خبرین گوا مین پہنچ رہی ہتین، آخر پرتگالی بڑے نقصانات کے بعد دیب سے اپنے توپخانہ کو بچا لائے، اگست کے آخر مین ترکی طلایہ کا سب سے اگلا چہوٹا جہاز منگرول (کاٹھیاوار) پہنچا یہان ایک پرتگالی جہاز تاک لگائے بیٹا تہا، اس نے فوراً گوا خبر کی، اسوقت سوء اتفاق سے سمندر کی رت ایسی بدلی ہوئی تھی کہ مانسون ٹہر گیا تہا اور جو ہلکی ہوا سمندر مین چل رہی تھی وہ عظیم الشان ترکی بیڑہ کی رفتار کے لئے بالکل نامناسب تھی، پرتگالی بحر ہند کے موسم سے اچہی طرح واقف تھے، اسی سے ان کے جہاز چہوٹے اور ہلکے تھے، برخلاف اسکے ترک جو بحر متوسط کا تجربہ رکہتے تھے، اور اسلئے چہوٹے اور ہلکے جہازون کے بجاے وزنی اور بڑے جہازات اونہون نے بنوائے تھے، اجو یہان کے بالکل نامناسب تھے،

سلیمان پاشا ۲۲- جون ۱۵۳۸ء کو سوئز سے نکلا تہا، جدہ مین تہوڑے دن قیام کے بعد عدن آیا اور ۲- اگست سے ۹- اگست تک اسلئے اسکو یہان ٹہرنا پڑا کہ اس اہم بندر پر جو غازی بن داؤد نام ایک عرب شیخ کے ماتحت تہا اپنا پورا قبضہ جمالے، پاشا نے دہوکے سے اور موجودہ سیاسی زبان مین کہئے تو "ڈپلومیسی" سے عدن پر قبضہ کرلیا، اور یہان تہوڑی سی فوج چہوڑکر سواحل گجرات کی طرف روانہ ہوا،

۸ ستمبر ۱۵۳۸ء کو یہ بیڑہ دیب پہنچا، اور گجراتیون کے ساتھ مل کر پرتگیزیون پر حملے شروع کردیے، اسی اثنا مین مانسون ختم ہوگیا، اور ترکی بیڑہ کو کسی محفوظ مقام مین پناہ لینے کی ضرورت ہوئی، چنانچہ دیب سے ۲۰ میل ہٹ کر مظفر آباد کا بندر انتخاب کیا گیا، اس حرکت اور تبدیل مقام مین موسم کی خرابی سے باربرداری کے چار جہاز ٹوٹ گئے، اور سامان جنگ جو اُس پر لدا ہوا تھا، وہ متفرق سواحل پر پراگندہ ہوگیا، تین ہفتون کے بعد یہ جہازات پھر اس لائق ہوئے کہ دیب مین لائے جائین، اور اب پرتگالی بندرگاہ کا محاصرہ نہایت سختی سے کیا گیا، اور ایسی توپین استعمال کی گئین جن سے ۹۰ سے ۱۰۰ پونڈ تک کے گولے پھینکے جاتے تھے گولہ باری ۵ اکتوبر سے ۵ نومبر تک بڑی تیزی سے جاری رہی، اس درمیان مین پرتگالیون کی نئی کمک کچھ آگئی، مگر تاہم وہ اس قابل نہ تھے کہ وہ ترکی بیڑہ کا کامیاب مقابلہ کرسکین، مگر عجیب بات یہ ہے کہ انہیں سرگرم حملون کی ایک صبح کو دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ ترکی بیڑہ نے دفعتہً لنگر اٹھا کر کوچ کردیا، اور پرتگالی کامل شکست سے بچ گئے۔

مورخین نے اس ناگہانی انقلاب کے مختلف وجوہ اور اسباب بیان کئے ہین، ترکی مورخ حاجی خلیفہ، ہندوستان کے مورخین مین صاحب تحفۃ المجاہدین، مصنف مرآۃ احمدی، مصنف ریاض السلاطین اور عرب مورخون مین سے صاحب ظفر الوالہ وغیرہ یہی بیان کرتے ہین کہ گجراتیون نے رسد اور آذوقہ کا سامان بھیجنا بند کردیا، اور اسکی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے جیسا کہ ظفر الوالہ نے لکھا ہے کہ پاشا نہایت خودراے تھا، امراے گجرات کو اپنی خودآرائی اور استبداد سے آزردہ کردیا، بہرحال نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ مسلمان اتحادیون کے باہمی اختلاف سے میدان جیتے جیتے رہ گیا، سلطان سلیمان کو جب یہ خبر پہنچی تو اسکو بہت تکلیف ہوئی، اور سلیمان پاشا بارگاہِ خلافت مین معتوب ہوا، سلطان نے غضبناک ہوکر کہا،

ما ارسلناك الا لاخراج الفرنج من الديو ونصرة صاحبها لا سلطنة

مین نے تم کو دیب سے فرنگیون کو نکالنے کے لئے اور وہان کے بادشاہ کی مدد کے لئے بھیجا تھا، ہندوستان کے سلطانون پر

علی المسلمین با لہند حاکم بنا کر بھیجا تھا ۔

۱۵۵۱ء میں گجراتیوں نے دیپ پر دوبارہ حملہ کیا، اور گوعلماً میں ترک شریک نہ تھے مگر ایل بیپ بیان ہے کہ بہرحال اسکا نقشہ تمامتر ترکون کا تیار کیا ہوا تھا، ترکون کی اس ناکامی سے پرتگالیون کے وصلے بہت بڑھ گئے، اور انھون نے عدن پر جاکر برائے نام دوبارہ قبضہ کرلیا، اور حضرموت کے دوسرے بندرگاہ بھی انکے اقتدار میں آگئے، اسوقت حبشہ کا ملک عیسائیون اور مسلمانون کے درمیان معرکۂ سیاست تھا، حبش کی قدیم عیسائی سلطنت اور سواحل حبش کے مسلمان عرب قبائل باہم برسرآزما تھے، ترکون نے اس میدان کے لئے اپنے توپچی بھیجے جنھون نے عرب قبائل کی جنگی حیثیت کو درست کیا، پرتگالیون نے بڑی جرارت کرکے حبشہ کی امداد کے لئے بحراحمر میں اپنے بیڑہ کو ڈال دیا، ۱۵۵۱ء میں سلطان نے ایک مضبوط ترکی بیڑہ پیری بے ایک مشہور ترکی امیرالبحر کے زیر سرکردگی سوئز سے بحرہند میں بھیجدیا، یہ بیڑہ عرب کے سواحل میں عدن، شحر، ظفار وغیرہ سواحل کو صاف کرتا ہوا مسقط پہنچا، یہان اُس نے پرتگیزی بیڑہ کو غافل پاکر نہایت آسانی سے اُسکو پکڑ لیا، اور آگے بڑھتا ہوا خلیج فارس کے سواحل سے پرتگیزون کو ہٹاتا ہوا ہرمز پہنچا، یہان سخت معرکہ پیش آیا، دشمنون کو ایک تازہ بحری مدد پہنچگئی، جس نے ترکی بیڑہ کو منتشر کردیا، پیری بے بمشکل دو جہازون کو لیکر بحرہند سے بحراحمر میں داخل ہوگیا لیکن جہازون کا بڑا حصہ خلیج فارس میں قید ہوگیا ۔

سلطان نے مراد بے ایک دوسرے افسر کو متعین کیا کہ وہ خشکی سے بصرہ پہنچکر بیڑہ کو خلیج فارس سے نکال کر بحراحمر میں واپس لے آئے، مراد بے انتہائی جرارت سے کام لیکر ہرمز کے سامنے نمودار ہوا، یہان پرتگالی بیڑہ اسکی تاک میں لگا تھا، ایک سخت معرکہ پیش آیا، جسمین دو ترکی افسر سلیمان رئیس (کپتان) اور رجب رئیس کام آئے، جہازون کا بڑا حصہ ڈوب گیا، اور باقی نے بھاگ کر پھر بصرہ کے ساحل میں پناہ لی، سلطان نے اخیر میں اپنے مشہورترین امیرالبحر سیدی علی کو جو بابرد سکی

ہاتھی مین کام کرچکا تہا، اس اہم ذمہ داری پر امور کیا کہ بقیہ پندرہ جہازون کو نکال کر بحر احمر مین لائے، سیدی علی نے اپنا سفرنامہ آپ لکہا ہے، جسکے ترجمے مختلف زبانون مین ہوچکے ہین اور انگریزی سے اسکا مسخ اور غلط شدہ ترجمہ اردو مین (کارخانۂ وطن) مین بھی چھپ چکا ہے، سیدی علی نے اس مختصر سفرنامہ مین اپنی مصیبت کی پوری سرگذشت لکھی ہے،

یکم شوال ۹۶۱ھ کو بصرہ سے اپنے جہازات لیکر یہ خلیج فارس کے کنارہ کنارہ روانہ ہوا، بصرہ سے بوشہر، بوشہر سے قطیف (بحرین) پہنچا، اسکے بعد جب راس موسندام کے قریب پہنچا تو پرتگیزی بیڑہ کو اپنا منتظر پایا، ایک سخت معرکہ کے بعد پرتگیزیون کو شکست ہوئی اور سیدی علی نے اپنے آگے کا راستہ صاف کردیا، اور کہلے سمندر مین گہس کر وہ مسقط (عمان) کے سامنے نظر آیا، یہان پرتگیزی قبضہ تہا، جہان اُنکے جہازات پہنچکر اور پہلے سے درست ہوکر دوبارہ سامنے آئے اور ترکی بیڑہ کا آگا روک لیا، ایک خونریز جنگ ہوئی جسمین طرفین کا سخت نقصان ہوا، اور جب دونون کے بیچ مین رات کا پردہ حائل ہوگیا تو دونون ایک دوسرے سے الگ ہوگئے، اتنے مین موسم ایسا بدلا اور ہوا اسقدر تیز ہوگئی کہ سیدی علی کا سمندر کے کنارہ کنارہ جانا ناممکن ہوگیا، گہرے پانی مین جاکر رات کی تاریکی مین ساحل عرب کے بجاے وہ بلوچستان کے ساحل پر نکل آیا، چندروز کی آوارہ گردی کے بعد اس نے پھر بحر احمر کا رخ کیا، اگروفتہ" طوفان اس زور کا اٹہا کہ وہ پھر بہکر کر ہندمین آگیا، گجرات کے ساحل نظر آنے لگے اور دمن کا بندرگاہ بھی ملا، لیکن یہان سے جلد نکل کر سورت کے بندرگاہ مین آکر دم لیا، سیدی علی نے تہک کر جہازون کو بھی چھوڑا اور خشکی کا راستہ اختیار کیا، اسوقت آگرہ مین ہمایون تخت نشین تہا، ہمایون سے ملتا ہوا، افغانستان وایران ہوکر عراق مین داخل ہوگیا، اور یہین پر یہ مہم ختم ہوگئی،

حبش، عرب اور ہند کے اسلامی مقبوضات کی حفاظت وحمایت کی راہ مین سلطان سلیمان کی یہ آخری کوشش تھی گو اسکے بعد بھی کبھی کبھی پرتگالیون سے معمولی چھیڑ چھاڑ ہوتی رہی مگر کوئی بڑا مقابلہ

پیش نہین آیا، سلطان **مراد** سوم کے زمانہ مین (۹۸۲ھ و ۱۰۰۳ھ) اس راہ مین پھر ایک نئی کشمکش کا آغاز ہوا، اور مشرقی افریقہ کے ساحل پر ایک معرکہ پیش آیا، ۹۹۳ھ مین حسن پاشا والی یمن نے علی بیگ کی سرداری مین پرتگالیون کے مقابلہ کو بیڑہ روانہ کیا، علی بیگ نے ۹۸۰ھ مین مسقط پر کامیاب حملہ کیا، اب پرتگال بھی کمزور ہو چلا تھا، اور سمندر مین ڈچ اور انگریز جہازات بھی دکھائی دینے لگے تھے، ۹۹۴ھ مین والی نے دو جہاز باب المندب سے نکال کر مشرقی افریقہ کے ساحل پر بھیجے، تاکہ بحر احمر کے بیڑہ کے لئے افریقہ سے لکڑی ہاتھ آئے، علی بیگ ان جہازون کو لیکر افریقہ کے ساحل پر پہنچا، اور ہر جگہ یہ خبر پھیلا دی کہ ایک بہت بڑا ترکی بیڑہ پرتگالیون کو ان مقامات سے نکالنے کے لئے پیچھے آرہا ہے، پرتگالیون کی کمزوری نے اس افواہ کو اور زیادہ مضبوط کردیا، سواحل اور جزیرون کے عربون نے علانیہ ٹرکی کی حمایت کا اعلان کردیا، موگا ڈیشو، برادا، اور لاموجزائر اور ممباسہ نے ترکی حفاظت قبول کرلی، اور مالیندی کے سوا ان اطراف مین کوئی مقام پرتگالیون کے پاس نہین رہ گیا،

پرتگالیون نے ایک بیڑہ بحر احمر مین بھیجا مگر وہ اسقدر ناقابل تھا کہ واپسی مین علی بیگ کے ان جہازون کو بھی پکڑ نہ سکا، جو سامان اور تحائف اور ایک پرتگالی جہاز بھی مال غنیمت مین اپنے ساتھ لا رہے تھے رجب ۹۹۳ھ مین یہ ترکی جہاز سامانون سے لدے ہوئے یمن کے ساحل پر لنگر انداز ہوئے ۹۹۵ھ مین والی نے علی بیگ کو چند اور جہازات دیکر پھر روانہ کیا، مالندی کے علاوہ اور تمام افریقی سواحل جزائر کے عربون نے علی بیگ کا نہایت مسرت سے خیر مقدم کیا، پرتگالیون نے علی بیگ پر حملہ کرکے اسکو ممباسہ چلے جانے پر مجبور کیا، پرتگالی افریقی مجمع الجزائر مین پہنچے تو انہین خبر لگی کہ ترک مالندی پر قبضہ کرنا چاہتے ہین، بااین ہمہ علی بیگ کے کارنامے نامکمل رہے،

اب یہ دفعتاً اسپین بحری کارنامون کے میدان مین نئے نئے تازہ دم پہلوان اتر آئے تھے، جنمین سب سے پیش پیش انگریز تھے، انگریزون اور اسپین و پرتگال کے درمیان بحری لڑائیاں ہو رہی تھیں

اور اسپین و پرتگال کے فخر و غرور کا سب سے بڑا سامان آرمیڈا کو انگریزون نے ڈبا کر ہمیشہ کے لئے انکی بحری قوت کا خاتمہ کر دیا۔

واقعات کے تسلسل میں یہ بتانا رہ گیا کہ پرتگالیون نے جدہ پر جو حملہ کیا تہا وہ کیونکر دفع ہوا، حج کا موسم قریب تہا، شریف ابو نمی نے جو اسوقت مکہ کا امیر تہا، اس نے جہاد کا عام اعلان کیا، مسلمانون کی بہت بڑی جماعت اسکے جہنڈے کے نیچے جمع ہوگئی، اور خشکی مین پرتگالیون سے ایک گہسان لڑائی ہوئی جسمین انکو کامل شکست ہوئی، سلطان سلیمان نے اسال شریف کے لئے جو خلعت بہیجا تہا وہ اسی میدان جنگ مین اس نے پہنا، سلطان کو جب واقعہ معلوم ہوا تو نہایت مسرت و شادمانی ظاہر کی اور شریف کا اعزاز اسکی نگاہون مین اور زیادہ بڑھگیا، چنانچہ جدہ کی نصف آمدنی اُس نے شریف کے نذر کردی۔

اس پوری داستان کو پڑھکر مسلمان یہ سمجھین گے کہ خلافت عثمانیہ نے سواحل حبش و سواحل عرب و ہند کو پرتگالیون کے دست حرص و آز سے بچانے کے لئے کیا کیا کوششین نکین اسوقت جب یورپ دنیاے اسلام کے قتل عام کی اُن سازشون مین مصروف تہا جو ایک ایک کرکے سامنے آتی گئین، اور ترک انکو قریب سے دیکھکر مضطرب و بےچین ہو رہے تھے، تو ہم آپس کی خانگی نبرد آزمائیون مین مصروف تھے، اسوقت ترک ہم کو دیکھکر ہم پر ماتم کر رہے تھے، اور ہم اپنے آپکو اپنی بزم طرب مین دیکھکر خوش اور شادمان تھے، وہ اسوقت اپنی دولت و خزانہ کو بحر ہند و بحر عرب مین اسلام کی حفاظت کی خاطر غرق کر رہے تھے، اور ہم اپنے خزانے رقص و سرود کی محفلون مین لٹا رہے تھے، وہ اسوقت سمندر کے عمیق غارون کو اپنے عزیزون اور فرزندون کی بے گور و کفن لاشون سے پاٹ رہے تھے اور ہم آگرہ و دلی مین عیش و آرام کے بستر پر کروٹین بدل رہے تھے، اور ہان عین اسوقت جب ترک و پرتگال باہم خون آلود شرار آتش کی پچکاری اڑا رہے تھے ہم اپنی محفلون مین بیٹھے شراب پرتگالی کے خمکے خم لنڈہا رہے تھے اور ہولی کہیل رہے تھے۔

مسئلۂ تطلیقات ثلاثہ فی مجلس واحد

(۲)

از مولوی ابوالحسنات ندوی رفیق دار المصنفین

یہ تصویر کا ایک رخ ہے، اس موقع پر اس گروہ کے استدلال کا تذکرہ بھی ضروری ہے، جو یہ کہتا ہے کہ تین طلاقین جو جملۂ واحد یا مجلس واحد مین دیجائین تین طلاقین ہونگی، اور ایسا کرنیوالے پر اسکی بیوی حرام ہوجائیگی، کیونکہ اس کے بغیر فریقین کے دلائل کا صحیح موازنہ نہین ہوسکتا جن احادیث کی بنا پر اس دوسرے گروہ کی یہ راے ہے وہ حسب ذیل ہین:-

۱ فی صحیح البخاری من حدیث القاسم بن محمد عن عائشۃ ام المومنین ان رجلا طلق امرأتہ ثلاثا فتزوجت فطلقت، فسئل رسول اللہ صلعم اتحل للاول قال لا حتی یذوق عسیلتہا کما ذاق الاول،	صحیح بخاری مین حضرت قاسم کے ذریعہ سے حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقین دین اور اس عورت کی شادی ہوئی، پھر اسکو طلاق دیدی گئی اس بارہ مین رسول اللہ صلعم سے پوچھا گیا کہ اب وہ پہلے شوہر کے لئے جائز ہے، آپ نے فرمایا نہین یہانتک کہ اس سے دوسرا شوہر بھی متمتع ہو جسطرح کہ پہلا متمتع ہوا تھا۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جمع طلاق ثلاثہ کو رسول اللہ صلعم نے ناپسند نہین فرمایا، اور یہی وجہ اسکے جواز کی ہوسکتی ہے، اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ایسی طلاق بیوی کو حرام کردیتی ہے، ورنہ یہان شوہر اول کی طرف رجعت شوہر ثانی کے ذوق عسیلہ پر موقوف نہوتی،

۲ عن ابی سلمۃ بن عبد الرحمن ان فاطمۃ	ابو سلمہ سے مروی ہے کہ فاطمہ بنت قیس نے انکو خبر دی کہ

بنت قیس اخبرته ان زوجها اباحفص بن المغیرة المخزومی طلقها ثلاثا ثم انطلق الی الیمن فانطلق خالد بن الولید فی نفر فاتوا رسول الله صلعم فی بیت میمونة ام المومنین فقالوا ان اباحفص طلق امرأته ثلاثا فهل لها نفقة فقال رسول الله صلعم لیس لها نفقة وعلیها العدة

ان کے شوہر ابوحفص نے انکو تین طلاقین دین اور یمن چلے گئے، خالد کچھ لوگون کے ساتھ ام المومنین حضرت میمونہ کے گھر مین رسول اللہ صلعم کی خدمت مین حاضر ہوے اور یہ پوچھا کہ ابوحفص نے اپنی بیوی کو تین طلاقین دی ہین توکیا انکی بیوی کو نفقہ ملیگا آپ نے فرمایا نہین اسپر عدت واجب ہے

(۳) روی عبدالرزاق فی مصنفه عن یحیی بن العلاء عن عبید الله بن الولید الوصافی عن ابراہیم بن عبید الله بن عبادة بن الصامت عن داؤد عن عبادة بن الصامت قال طلق جدی امرأة له الف تطلیقة فانطلق ابی الی رسول الله صلعم فذکر له ذلک فقال النبی صلعم ما اتقی الله جدک اما ثلث فله واما تسعمائة وسبعة وتسعون فعدوان وظلم ان شاء الله عذبه وان شاء غفر له

عبدالرزاق نے اپنی کتاب مصنف مین یحیی بن العلاء ... سے روایت کی ہے کہ عبادہ بن الصامت نے کہا میرے دادا نے اپنی ایک بیوی کو ہزار طلاقین دین، میرے باپ نے رسول اللہ صلعم کی خدمت مین حاضر ہوکر اسکا ذکر کیا آپ نے فرمایا تمہارے دادا نے خدا کا خوف نہ کیا ان مین سے تین طلاقین تو اسکے لئے ہین اور بقیہ ۹۹۷ سرکشی اور ظلم ہین، خدا چاہیگا تو عذاب دیگا یا چاہیگا تو بخشدیگا۔

(۴) حضرت عبداللہ بن عمر کا جو واقعہ ہے کہ آپ نے اپنی بیوی کو عالت حیض مین طلاق دی اور جب اسکی خبر رسول اللہ صلعم کو پہنچی تو آپ نے حکم دیا کہ عبداللہ رجعت کرلین کیونکہ یہ خدا کے بتائے ہوئے طریقۂ طلاق کے بالکل خلاف ہے، اسی واقعہ کی ایک روایت کیقدر اضافہ کے ساتھ بھی پائی جاتی ہے جسکے الفاظ یہ ہین، حضرت عبداللہ بن عمر کہتے ہین،

فقلت یارسول الله لو کنت طلقتها ثلاثا اکان لی ان ارجعها قال لا کانت

مین نے کہا یارسول اللہ صلعم اگر مین نے تین طلاقین دی ہوتین توکیا پھر بھی مجھے حق رجعت حاصل ہوتا آپ نے

تبین وتکون معصیۃ، — فرمایا ہنین وہ بائن ہوجاتی اور معصیت ہوجاتی

عن نافع عن ابن عجیر بن عبد یزید بن رکانہ ان رکانہ ابن عبد یزید طلق امرأتہ سھمیۃ البتۃ فاخبر النبی صلعم بذلک فقال رسول اللہ صلعم ما اردت قال رکانہ واللہ ما اردت الا واحدۃ فردھا الیہ رسول اللہ صلعم،

نافع روایت کرتے ہین کہ رکانہ ابن عبد یزید نے اپنی بیوی سہیمہ کو طلاق بتہ دی، رسول اللہ صلعم کو اسکی خبر ہوگئی، آپ نے ان سے پوچھا تمہاری مراد کیا تھی رکانہ نے کہا خدا کی قسم مین نے صرف ایک مراد لی تھی، یہ سن کر رسول اللہ صلعم نے انکی بیوی انکو لوٹادی،

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر رکانہ اس طلاق بتہ سے تین طلاقین مراد لیتے تو تین طلاقین واقع ہوجاتین، جیسا کہ انکی اس تصریح سے ظاہر ہوتا ہے کہ انھون نے جب ایک طلاق مراد لینے کو حلفاً بیان کیا تو رسول اللہ صلعم نے ایک ہی طلاق شمار کی اور انکو حق رجعت دیا۔

انہی روایات کی بنا پر دوسرے گروہ نے یہ راے قائم کی ہے کہ تین طلاقین جو بیک جلسہ دیجائین، طلاق بائن ہونگی، اور ایسا کرنے والے کی بیوی اسپر حرام ہوجائیگی، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان مین سے کوئی روایت بھی ان کے اس خیال کی تائید وتوثیق نہین کرتی، پہلی حدیث جو حضرت عائشہ سے مروی ہے، ہر طرح محفوظ ومصئون اور بالکل صحیح ہے، لیکن اسکا مطلب سمجھنے اور اس سے استدلال کرنے مین سہو ہوگیا ہے، "ان رجلا طلق امرأتہ ثلاثا" سے یہ کیونکر ثابت ہوسکتا ہے کہ شوہر نے تین طلاقین بیک جملہ یا بیک مجلس دین، نہ تو اس روایت مین اسکی کوئی تصریح ہے، اور نہ کوئی اشارہ وکنایہ، جس سے یہ سمجھا جاسکے کہ "طلق امرأتہ ثلاثا" سے ایک جملہ یا ایک مجلس مین تین طلاقین دینا مقصود ہے، بلکہ بخلاف اسکے جواب مین رسول اللہ صلعم کا یہ فرمانا "لاحتی یذوق عسیلتھا کما ذاق الاول" اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ تین طلاقین قرآن مجید کے حکم کے مطابق تطلیقات ثلاثہ متفرقات تہین، اکما صرح بہ بعض الاکابر وصرح العلامۃ ابن تیمیۃ فی الفتاوی)

لیکن اس سے الگ ایک بات ہے جو سب سے زیادہ واضح اور یقینی ہے، وہ یہ کہ اس حدیث کو اس بحث مین کوئی دخل ہی نہین، درصل یہ حدیث تو ان لوگون کے مقابلہ مین لائی جاسکتی ہے جو یہ کہتے ہین کہ زوجہ مطلقہ شوہر اول کے لیے محض عقد ثانی کے وجود کے بعد ہی حلال ہوجاتی ہے، روایت مین فعل رسول اللہ صلعم کے بعد جتنے الفاظ ہین وہ سب اسی مفہوم کو واضح کرتے ہین، پس یہ حدیث حیلۂ تحلیل کی تردید مین لائی جاسکتی ہے، نہ کہ طلاق ثلاثہ فی مجلس واحد کو طلاق جعی قرار دینے کی تردید مین۔

دوسری روایت یعنی حدیث فاطمہ بنت قیس کا بھی یہی حال ہے کہ اسمین بھی تطلیقات ثلاثہ فی مجلس واحد کی نہ تو تصریح ہے، اور نہ اسکے لئے کوئی کنایہ واشارہ، علاوہ برین صحیح مین خود فاطمہ کی روایت امام زہری عن عبید اللہ ابن عبد اللہ ابن عتبہ کی روایت سے مذکور ہے کہ

ان زوجھا ارسل الیھا بتطلیقۃ کانت بقیت لھا من طلاقھا — ان کے شوہرنے انکے پاس وہ طلاق بھیجی جو انکے طلاقون مین سے باقی رہ گئی تھی،

اور صحیح ہی مین ایک اور روایت ان الفاظ مین ہے،

فطلقھا آخر ثلاث تطلیقات — انہون نے تین طلاقون مین کی آخری طلاق انکو دی۔

اور یہ وہ روایت ہے جو آفتاب کی طرح صاف اور روشن ہے کما قال بہ العلامۃ ابن تیمیۃ فی الفتاوی

تیسری روایت اصول روایت کے لحاظ سے کوئی پایہ نہین رکھتی، اسمین یحیی بن العلاء ضعیف اور ابراہیم بن عبید اللہ مجہول ہے، پھر ایسی حدیث سے استدلال کیونکر صحیح ہوسکتا ہے، اور تاریخی حیثیت سے اسکی عدم صحت کا یہ واضح ثبوت ہے کہ حضرت عبادہ بن الصامت کے والد نے اسلام کا زمانہ ہی نہین پایا، پھر ان کا اپنے والد کے واقعۂ طلاق کو لیکر رسول اللہ صلعم کی خدمت مین حاضر ہونا اور استفتا کرنا کیا معنی؟

حضرت عبد اللہ بن عمر کے اصل واقعہ در روایت غیر مزید علیہا کی صحت مین کوئی شبہہ نہین لیکن جس روایت کی بنیاد پر مستدل بالزیادۃ "فقلت یا رسول اللہ لو طلقتہا ثلاثا الخ" نقل کی جاتی ہے اسکے تنہا راوی عطا خراسانی ہین، جنکی نسبت علماے فن رجال مین اختلاف ہے، سعید بن مسیب انکی تکذیب کرتے اور ضعیف ٹھراتے ہین، شعبہ کہتے ہین کہ وہ بہت بھولتے تھے، لیکن سب سے زیادہ صحیح راے امام ابن حبان کی ہے، وہ کہتے ہین،

کان کثیر الوھم سیئ الحفظ یخطی ولا یدری	وہم بہت تہا، حافظہ خراب تہا، غلطیان کرتے تھے اور
فلما کثر ذلک فی روایتہ بطل	انکو محسوس نہین کرتے تھے، پس جب یہ باتین بہت
الاحتجاج بہ	زیادہ ترقی کر گئین تو انکی روایات سے استدلال کرنا باطل ہوگیا

اور یہ زیادۃ "فقلت یا رسول اللہ لو طلقتہا ثلاثا اکانت تحل لی الخ" ان کے سوا کسی دوسرے راوی کی روایت مین موجود نہین، تمام حفاظ حدیث اس زیادہ مین اُنکے مخالف ہین، پھر اسپر مزید یہ کہ اس روایت مین شعیب بن رزیق شامی یا بقول بعض زریق بن شعیب شامی کا بھی نام موجود ہے جو قطعاً ہر شخص کے نزدیک ضعیف ہے،

پانچوین روایت نافع ابن عجیر کی بھی جو مجہول الحال ہے، اس قابل نہین کہ ابن جریج وغیرہ کی روایت پر اُسکو ترجیح دیجائے، امام بخاری کا قول ہے کہ اس روایت مین اضطراب ہے، صاحب ترمذی نے امام بخاری سے بہ تصریح یہ روایت کی ہے کہ اس حدیث مین اسطرح اضطراب پایا جاتا ہے کہ بعض روایتون مین "طلق امرأتہ سھیمۃ البتۃ" مروی ہے، اور بعض روایتون مین "طلق امرأتہ سھیمۃ ثلاثا" دوسرے یہ کہ اسکے رجال اسناد مین زبیر بن سعید ہاشمی ہے، جسکو متعدد ائمہ حدیث و رجال نے ضعیف کہا ہے، نافع کی روایت کے متعلق علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہین،

والمروی عن ابن عباس فی حدیث رکانۃ	حدیث رکانہ یعنی عکرمہ کی روایت عن ابن عباس زیادہ

من وجهين هو رواية عكرمة عن
ابن عباس هو اثبت من رواية عبدالله
بن علي بن يزيد بن ركانة ونافع ابن
عجير انه طلقها البتة وان النبي صلعم استحلفه
فقال ما اردت الا واحدة فان هولاء
مجاهيل لا تعرف احوالهم وليسوا فقهاء وقد
ضعف حديثهم احمد بن حنبل وابو عبيد
وابن حزم وغيرهم (فتاوى ابن تيمية)

صحیح و ثابت ہے، بہ نسبت اس روایت کے جسکو عبداللہ
بن علی بن یزید اور نافع ابن عجیر روایت کرتے ہین جسمین
یہ بیان کیا گیا ہے کہ رکانہ نے اپنی بیوی کو طلاق بتہ
دی اور جب رسول اللہ صلعم نے ان سے قسم لیکر انکی
مراد پوچھی تو انہون نے بیان کیا کہ صرف ایک مراد لی تھی
اسلئے کہ یہ لوگ مجہول الحال ہین اور فقیہ نہین ہین نیز
انکی حدیث کو امام احمد، ابو عبید اور ابن حزم وغیرہ نے
ضعیف ٹھرایا ہے۔

اس روایت بلفظ البتہ کے متعلق امام احمد کے الفاظ ہین،

"وطرقه كلها ضعيفة" — اسکے تمام طرق روایت ضعیف ہین)

"وحديث ركانة في البتة ليس بشئ" — اور رکانہ کی روایت بلفظ البتہ کوئی چیز نہین ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ احادیث مین سے کوئی حدیث صحیح بھی اس دوسرے گروہ کے خیال کی تائید نہین کرتی، حضرت ابن عباس کی روایت

كان الطلاق على عهد رسول الله
صلعم وابي بكر وسنتين من خلافة عمر
طلاق الثلاث واحدة فقال عمر بن
الخطاب ان الناس قد استعجلوا امرا
كان لهم فيه اناة فلو امضيناه عليهم
فامضاه عليهم،

عہد رسالت عہد خلافت صدیقی، اور حضرت عمر کی خلافت کے
ابتدائی دو سال تک تین طلاقین ایک طلاق کا حکم
رکھتی تہین، لیکن کثرت طلاق کے واقعہ کے بعد حضرت عمر نے
کہا کہ لوگون نے اس امر مین جلدی کی جسمین انکے لئے نرمی
اور سہولت تھی، پس اگر ہم اسکو انپر نافذ کردین تو
بہتر ہے، پھر آپ نے اسکو نافذ کردیا۔

کے متعلق اس دوسرے گروہ کے افراد کا عجیب وغریب حال ہے، کبھی تو وہ اسکے ابتدائی حصہ کو اپنے مقصود کے خلاف سمجھکر اسپر اعتراض کرتے ہین کہ یہ ایک ایسی حدیث ہے جسکو امام بخاری نے نہین لیا اور امام مسلم اسکی روایت مین امام بخاری سے منفرد ہین، لیکن ہم یہ معلوم کرنا چاہتے ہین کہ کیا صرف یہی ایک حدیث ہے جسمین امام مسلم منفرد ہین؟ اور کیا آپ حضرات کے نزدیک ہر وہ حدیث جسمین امام مسلم منفرد ہون ساقط الاعتبار رہے؟ کیا امام بخاری نے کہین یہ لکھدیا ہے کہ ہر وہ حدیث جسکو ہم نے صحیح مین داخل نہین کیا وہ باطل وضعیف ہے؟ اور ہان کیا یہ واقعہ نہین ہے کہ امام بخاری نے بہت سی ایسی حدیثون سے احتجاج کیا ہے جنکا ذکر انکی صحیح مین نہین ہے، اور متعدد ایسی حدیثون کی اُنھون نے توثیق وتصحیح کی ہے جسکو خود انھون نے داخل صحیح نہین کیا،

اور پھر کبھی یہی لوگ اس روایت کے آخری ٹکڑے کو اپنے دعوی کے مطابق خیال کرکے اسکو اپنے قول کی تائید مین پیش کرتے ہین اور اپنی اصابت راے کے جوش مین مختلف تاویلون سے اسکی اہمیت کو بڑہاتے ہین، اور اسی سلسلہ مین تائید مزید کے طور پر یہ واقعہ بھی پیش کرتے ہین کہ اسی روایت کی بنیاد پر حضرت ابن عباس نے تطلیقات ثلاثہ فی مجلس واحد کے لزوم کا فتوی بھی دیا، لیکن حقیقت یہ ہے کہ خود یہی روایت انکی کمزور حیثیت کا راز فاش کردیتی ہے کیونکہ اس روایت سے اتنا تو یقینی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ عہد رسالت، عہد خلافت صدیق اور حضرت عمر کی خلافت کے ابتدائی دو سال تک عام طور پر بلا اختلاف ایسی تین طلاقین جو بیک جلسہ دیجاتی تھین صرف ایک طلاق کے حکم مین ہوتی تھین، اور یہ یقینی طلاق رجعی ہے، البتہ حضرت عمر نے جب اپنے زمانہ مین دیکھا کہ لوگون نے طلاق کو ایک معمولی درجہ کی چیز خیال کرلیا ہے، اور تتابع طلاق ثلاثہ کے واقعات آئے دن بکثرت پیش آتے رہتے ہین تو آپ نے یہ مناسب خیال کیا کہ لوگون کو اس نامناسب طرز عمل سے روکنے کے لئے ایسی طلاقون کو طلاق بائن قرار دیدیا جائے تاکہ لوگ

نتیجہ کی تمنی و ناخوشگواری محسوس کرکے آیندہ اپنے طرزِ عمل کو بدلنے پر مجبور ہوجائین،

گروہ ثانی (یعنی وہ لوگ جو تطلیقات ثلاثہ فی مجلس واحد کو طلاق بائن قرار دیتے ہین) کا یہ خیال ہے کہ حضرت عمر کا یہ فعل حکم سابق کے لئے ناسخ ہے، لیکن اس نسخ کی انکے پاس کوئی دلیل نہین ہے، یہ تو ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلعم نے جو شریعت اپنی امت کے لئے چھوڑی اسمین آپ کے بعد کسی کو ترمیم و اضافہ کا حق نہین ہے، کسی خاص مسئلہ مین نفی و اثبات دونون قسم کے پہلو نکالنے کی صورت زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتی ہے کہ دونون قسم کی روایت خود رسول اللہ صلعم سے ثابت کیجائے، لیکن زیر بحث مسئلہ اس صورت مین بھی نہین آتا، رسول اللہ صلعم نے وفات پائی اور لاکھون ایسے اصحاب موجود تھے جنھون نے آپ کے اوامر و نواہی اور گفتگوئین سنی تھین، اس بڑی تعداد مین سے دس بیس بھی ایسے اصحاب نہین نکل سکتے، جنھون نے تطلیقات ثلاثہ فی مجلس واحد یا بفم واحد کے بارہ مین رسول اللہ صلعم سے یہ روایت کی ہو کہ آپ نے ایسی تین طلاقون کو طلاق بائن قرار دیا، بخلاف اسکے عہد رسالت، عہد خلافت صدیق اور خلافت عمری کے ابتدائی دو سال تک تمام مسلمانون کا جو طرز عمل رہا وہ اس بات کی کافی شہادت ہے کہ تطلیقات ثلاثہ فی مجلس واحد یا بفم واحد طلاق رجعی ہے۔

تمام صحابہ کی جماعت مین بمشکل چار پانچ شخص ایسے نکل سکتے ہین جنکی راے بہ ثبوت اختلاف ایسی طلاق کو طلاق بائن قرار دیتی ہو، مثلاً حضرت ابن عباس کے اس بارہ مین دو قول ہین جنمین سے ایک کی بنا پر طلاق زیر بحث طلاق رجعی قرار پاتی ہے اور دوسرے کی بنا پر طلاق بائن۔ دوسرے حضرت ابن مسعود ہین جنکے ایک قول کی بنا پر یہ طلاق، طلاق بائن قرار پاتی ہے اور دوسرے قول مین توقف ہے، اسی طرح حضرت علی اور حضرت عمر کے فتوی ہین، لیکن اسکے سوا تمام صحابہ کی بیشمار تعداد ایسی طلاق کو طلاق رجعی قرار دیتی ہے، اس کثرت تعداد کے علاوہ اصولاً یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ

مذہبی نقطۂ نظر سے جب صحابہ کی روایت انکی راے سے متخالف ہو تو ہم کسکے پابند ہونے پر مجبور ہین؟ اگر یہ کہا جائے کہ ہم انکی راے کی پیروی کرنے پر مجبور ہین تو ہمین اس سے قطعاً اختلاف ہے کیونکہ ایسی بہت سی مثالین مل سکتی ہین جنمین صحابہؓ کی راے انکی روایت کردہ احادیث کے خلاف ہے، اور علماے سلف نے انکی راے کو لیا اور انکی روایت کو چھوڑ دیا، مثلاً خود حضرت ابن عباسؓ کا فتوی یہ ہے کہ بیع الامۃ طلاقھا (لونڈی کو فروخت کر دینا اسکی طلاق ہے) لیکن انہی کی روایت سے حدیث بیع وعتاق بریرہ اور اسکی تخییر مروی ہے، علماے مذاہب اربعہ نے انکی اس روایت کو تو تسلیم کیا لیکن انکے فتوی کی تقلید اپنے لئے ضروری نہین خیال کی، یا مثلاً حضرت ابوہریرہ کی ایک روایت ہے کہ اگر کتا کسی برتن مین منہ ڈالدے تو اسکو سات مرتبہ دھونا چاہئے، لیکن انکا فتوی اسکے خلاف ہے، علما نے انکی روایت لی مگر انکے فتوی کو چھوڑ دیا، یہان اگر اس قسم کی مثالین جمع کیجائین تو ایک دفتر تیار ہو سکتا ہے، سیکڑون مواقع ہین جہان علما نے صحابہ کی راے کو نظر انداز کر دیا ہے، آیت "فأتوا حرثکم أنّی شئتم" کی حضرت ابن عمر نے جو تفسیر کی، جمہور علما نے اسکو نظر انداز کر دیا، حدیث بیعین بالخیار کی انھون نے جو تشریح کی وہ اگرچہ ظاہر حدیث کے مطابق ہے پھر بھی امام ابوحنیفہ اور امام مالک نے اسکو تسلیم نہین کیا، کیا یہ سب اسی اصول کے تحت مین نہین ہے؟ کہ

انما الاعتبار بما رووہ لا ما رأوہ ونحوہ

صحابہ نے جو روایت کی وہ بے شبہہ قابل تسلیم وسند ہے لیکن جو کچھ وہ سمجھے یا جسکا انہون نے فتوی دیا اسکی پیروی ہم پر لازم نہین

حقیقت یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کا یہ فعل (یعنی تطلیقات ثلاثہ فی مجلس واحد کو طلاق بائن قرار دینا) نہ تو اصل حکم شریعت (یعنی ایسی طلاق، طلاق رجعی ہے) کے لئے ناسخ ہے، اور نہ ہم حدیث کے مقابلہ مین بعض صحابہ کے فتوی کی پیروی پر مجبور ہین، حضرت عمر نے جو کچھ کیا وہ نسخ نہین بلکہ تعزیر ہے

یعنی یہ کہ جب لوگون نے شریعت کے منشا کے خلاف کثرت طلاق پر عمل شروع کیا جس سے صاف ظاہر ہے کہ طلاق کی اہمیت و استکراہ کا خیال انکے دلون سے زایل ہو چکا تھا تو بحیثیت خلیفہ وقت حضرت عمرؓ نے یہ اپنا فرض تصور کیا کہ اس مذموم طرز عمل سے لوگون کو باز رکھین اسلئے آپ نے تعزیرًا یہ اعلان کر دیا کہ جو شخص ایسا کریگا اسکی بیوی اُسپر حرام ہوگی، غرض حضرت عمرؓ کا یہ فعل صرف تعزیری حیثیت رکھتا ہے، جسکے بوقت ضرورت اجرار کا ایک خلیفہ کو یقینًا حق ہے اور اس قسم کی تعزیر کی متعدد مثالین خود حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت مین مل سکتی ہین، مثلاً ایک یہی کہ شرابیون کی حد پہلے چالیس کوڑے تھی لیکن حضرت عمرؓ نے اسکو اَسّی کوڑے تک پہنچا دیا اور صرف یہی نہین بلکہ آپ نے ایسا بھی کیا ہے کہ بعض شرابیون کے سر منڈوا کر اُسکو شہر بدر کر دیا، (اہل قبلہ (یعنی مسلمان) سے جنگ کرنا شریعت نے جائز نہین رکھا، لیکن جب حضرت علیؓ اپنے زمانۂ خلافت مین ایسا کرنے پر مجبور ہو گئے تو آپ نے کیا اور اہل قبلہ کے خلاف تلوار اُٹھائی مگر کیا اسکی حیثیت تعزیر سے کچھ زیادہ تھی ؟ واقعہ یہ ہے کہ ان ناگزیر مواقع پر اصل حکم کے خلاف جو کچھ کیا گیا وہ صرف وقتی تعزیر کے حکم مین ہے یعنی جب نہایت تنگی و مجبوری کی حالت پیش آگئی تو خلفا نے ہنگامی طور پر تعزیرًا لوگون کو ان کے ان حقوق سے محروم کر دیا جنکے وہ از روے احکام شریعت مستحق تھے پس ان مستثنیٰ حالات کے سوا اصلی حکم شریعت آج تک بجنسہ قائم و باقی ہے، البتہ خلفاے راشدین کی ان مثالون کی بنا پر زیادہ سے زیادہ یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے، کہ آج بھی کوئی خلیفہ و امام جب نہایت تنگ و مجبورانہ حالت مین گرفتار ہو جائے تو انکی پیروی کرتے ہوئے وقتی طور پر اس قسم کا تعزیری طرز عمل اختیار کر سکتا ہے،

ہم اس مسئلہ مین روایات کے تتبع سے اس نتیجہ تک پہنچے ہین کہ عہد رسالت سے لیکر عہد خلافت عمری کے ابتدائی دو سال تک واقعتہً بلا اختلاف تطلیقات ثلاثہ فی مجلس واحد یا لفظ واحد

طلاق رجعی تھی، اختلاف رائے کا آغاز حضرت عمر کے زمانہ مین اسوقت ہوا جب آپ نے کثرت واقعہ طلاق کی بنیاد پر تعزیراً ایسی طلاقون کو طلاق بائن قرار دیا، یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن عباس حضرت ابن مسعود، حضرت علی یا خود حضرت عمر جو ایسی طلاقون کو طلاق بائن قرار دیتے ہین تو اپنے فتوی کی بنیاد پر قرار دیتے ہین، نہ کہ آنحضرت صلعم سے کسی روایت کی بنیاد پر، کیونکہ ایسی کسی روایت کا پتہ نہین چلتا کہ مذکورۂ بالا صحابۂ کرام مین سے کسی نے بھی جب یہ فتوی دیا تو رسول اللہ صلعم کی کوئی حدیث پیش کی ہو، اس خیال کی تائید اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت عمر کے اس فیصلہ و اعلان کے بعد حضرت ابن عباس وغیرہ نے کبھی کبھی فتوی دیتے وقت ایسی حالت ظاہر کی جس سے انکے تردد و تذبذب کی کیفیت عیان ہوتی تھی اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ ایسے موقع پر تردد و تذبذب کا سبب حکم سابق اور موجودہ حکم کا اختلاف ہی ہوگا، ذیل کا واقعہ اسکا ثبوت ہے،

عن مجاھد قال کنت عند ابن عباس فجاءہ رجل فقال انہ طلق امرأتہ ثلاثا فسکت حتی ظننت انہ رادھا الیہ۔ ثم قال ینطلق احدکم فیرکب الحموقۃ ثم یقول یا ابن عباس یا ابن عباس وان اللہ تعالی قال "ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا" وانک لم تتق اللہ فلم اجد لک مخرجا عصیت ربک فبانت منک امرأتک وان اللہ تعالی قال یا ایھا النبی اذا طلقتم النساء	مجاہد روایت کرتے ہین کہ مین ابن عباس کے پاس تھا تو ایک شخص آیا اور اس نے یہ بیان کیا کہ اپنی بیوی کو ایک دفعہ تین طلاقین دی ہین حضرت ابن عباس یہ سن کر اتنی دیر چپ رہے کہ مجھے اسکا شبہہ ہوا کہ وہ اسکی بیوی کو اسکی طرف لوٹا دینگے، لیکن حضرت ابن عباس نے دفعۃً کہا تم لوگ حماقت کرتے ہو اور پھر چلاتے ہو یا ابن عباس یا ابن عباس، اللہ تعالے نے فرمایا ہے جو اللہ سے ڈرتا ہے اسکے لئے جائے گریز ہے، مگر تم اللہ تعالے سے نہین ڈرے اسلئے مین تمہارے لئے کوئی جائے پناہ نہین پاتا، تم نے خدا کی نافرمانی کی اسلئے تمہاری بیوی تم سے جدا ہوگئی، اللہ تعالے نے

فطلقوهن فی قبل عدتهن (ابوداؤد دنیل الاوطار) تو یہ فرمایا ہو کہ مسلمان جب عورتون کو طلاق دین تو آغاز عدت مین دیا کرین،

اسی قسم کی ایک اور روایت ہماری نظر سے گذری ہے جسکے متعلق گو اسوقت صحیح طور پر یاد نہین کہ زادالمعاد یا نیل الاوطار یا کسی اور کتاب مین نظر سے گذری تھی تاہم اصل روایت کے وجود مین کوئی شبہ نہین کہ ایک مقام پر حضرت عبداللہ ابن عباس یا حضرت عبداللہ ابن مسعود مع چند اور اشخاص کے تشریف فرما تھے، ایک شخص آیا اور اس نے یہی سوال پیش کیا، آپ تھوڑی دیر چپ رہے، تو حاضرین مجلس مین سے ایک صاحب نے کہا لقد اتاکم المعضلہ" بے شبہہ ایک مشکل سوال آپکے سامنے آیا ہے، ایسے موقع پر ان حضرات کے اس قسم کے سکوت و تذبذب سے بظاہر یہی متبادر ہوتا ہے کہ اسوقت جبکہ حضرت عمرؓ نے مصلحۃً ایسی طلاقون کو طلاق بائن قرار دیا تھا تو فتوی دینے والے صحابۂ کرام کے لئے قدیم و جدید حکم کے اختلاف کی وجہ سے درحقیقت ایک مشکل و دشوار حالت پیدا ہو گئی تھی، لیکن بااین ہمہ جو خلیفۂ وقت کا فیصلہ و فرمان تھا، انکو اسکا اتباع کرنا چاہیے تھا، اسلئے وہ اسی قسم کا فتوی دیتے تھے،

صحابۂ کرام کا یہی اختلاف متاخرین علماء کے اختلاف کی بنیاد ہے جس پر انھون نے اپنے خیالات کی عمارت قائم کی ہی، اور آخر مین دو مختلف طرزعمل کے دو گروہ پیدا ہو گئے ہین، اگرچہ دونون کا مقصد ایک ہی یعنی کثرت طلاق کو روکنا ہے، لیکن ایک گروہ نے اس مقصد کے حصول کا یہ طریقہ اختیار کیا اور مسئلہ طلاق مین اسدرجہ سختی برتی کہ معمولی سی معمولی بے عنوانی بھی ایک شوہر کو اسکی بیوی سے محروم کرسکتی ہی تاکہ لوگ اسطرح طلاق دینا کیا معنی طلاق کے تخیل سے بھی ڈر جائین اور اس سے بچتے رہین، لیکن دوسرا گروہ یہ کہتا ہی کہ ہمکو اس تنگ گیری و تشدد کا کوئی حق نہین ہر شرعی معاملہ مین ہمارے لئے بہترین اسوہ خود رسول اللہ صلعم کا طرزعمل ہی آپنے جس موقع پر سخت گیری کی ہو ہم بھی وہان پر کرسکتے ہین لیکن جس موقع پر آپنے نرمی اختیار کی ہی ہمین کوئی حق نہین کہ ہم امت مسلمہ کو اس رحمت عالم کی رحمت و رافت سے محروم کردین، ولعل ھذا القول ھو اقرب الی الحق والصواب۔

حکومت فرانس پر ایک اجمالی تبصرہ

از مولوی ابوالنصر سید احمد بھوپالی

آج جبکہ ہندوستان آزادی وحریت کی راہ مین گامزن ہے، اور اسکا گوشہ گوشہ سوراج اور آزادی کے غلغلہ سے معمور اور اسکا بچہ بچہ اس نغمۂ خوش آیند کی لذتون سے مخمور ہے تو ہم چاہتے ہین کہ ایک اجمالی نظر اس ملک کی حکومت پر ڈالین جس نے دنیاے قدیم مین سب سے پہلے آزادی وحریت کا خواب دیکھا، اور جسکی تعبیر پوری ہونے کے ساتھ ہی تمام دیگر ممالک کی حکومتون کی فضا مین اس سے متاثر ہوے بغیر نہ رہ سکین، اور بتدریج ہر ملک حسب استطاعت اسی راہ پر چلنے اور اپنے نظم ونسق مین تبدیلی پیدا کرنے کے لئے طوعاً وکرہاً مجبور ہوا،

اٹھارہوین صدی کے اواخر کا زمانہ فرانسیسی قوم پر انتہائی تنزل وانحطاط کی حالت مین گذر رہا تھا، اور ہر ممالک متحدہ امریکہ کے قبائل نے سنہ ۱۷۹ء مین ایک جمہوری نظام قائم کرکے دنیا کے آگے سب سے پہلے آزادی کی اس مقدس راہ کو کھول دیا تھا، اسی زمانہ مین فرانس وامریکہ کے درمیان مین تعلقات بھی نہایت دوستانہ تھے، اور سلسلۂ آمد ورفت قائم تھا، اسلئے آزادی کے یہ خوشگوار جھونکے امریکہ سے بحر پیسفک کی ہزارون میل کی مسافت طے کرکے سرزمین فرانس کی جانب آنے لگے جس سے فرانس کی فضا بھی بدل گئی، اور ایک نہایت سخت انقلاب ظہور پذیر ہوا، جسکا نتیجہ یہ نکلا کہ فرانس کی شاہی حکومت درہم وبرہم ہوگئی، اور سنہ ۱۸ء مین فرانسیسی قوم نے بھی یورپ مین سب سے پہلے جمہوری حکومت قائم کی اسکے بعد اسکا اتباع ہالینڈ کی حکومت نے کیا، جسکی حدود فرانس کی حدود سے ملی ہوئی تھین، اور پھر بتدریج

ہوا مرض متعدی کی طرح تمام یورپ پر اسطرح پھیلی کہ دول یورپ کی تمام مطلق العنان حکومتون کے قدیم نظام اس سے متاثر ہوے بغیر نرہ سکے،

حکومتون کے اقسام ومقاصد | جن حکومتون اور قومون نے اس آزادی کی ہواسے متاثر ہوکر اپنے نظم ونسق مین تبدیلی کی ہے، اُنکی چار قسمین پائی جاتی ہین،

(۱) وہ حکومت جمہوریہ جسکو خود قبائل وقوم نے ملکر قائم کیا، مثلاً جمہوریہ ممالک متحدہ امریکہ،

(۲) وہ حکومت جمہوریہ جو انقلاب سے ظہور پذیر ہوئی، مثلاً جمہوریۂ فرانس،

(۳) وہ حکومت دستوریہ جسکے حقوق پادشاہ نے اپنی رعایا کو عطا کیے ہون، مثلاً حکومت دستوریہ ترکی،

(۴) حکومت دستوریہ انگلستان جو بتدریج اور زیادہ تر دیگر حکومتون کی تقلید کی بنا پر قائم ہوئی اور جو اس قسم مین اپنی نظیر آپ ہے،

ان تمام اقسام کی حکومتون مین دو باتین ضرور پائی جاتی ہین، وہ یہ کہ یا تو پادشاہون نے اپنے تاج وتخت کے ضائع ہوجانے کے خوف سے، اور عام راے کے دباؤ سے دستوری حقوق اپنی رعایا کو دیئے ہین، یا یہ کہ قبائل واقوام نے بطور خود سابقہ حکومتون کو درہم برہم کرکے جمہوری حکومتین قائم کی ہین، اور یہ سب جن عام مقاصد کے لئے قائم ہوئین وہ بالاختصار حسب ذیل ہین :-

(۱) حکومت کے لئے ایک مرتب دستور ہو جو پوری نسل وقوم کے مصالح کی حفاظت کرسکے نہ کہ کسی خاص قوم یا خاص جماعت کی، قطع نظر انگلستان کے کہ اسکی حکومت اسمین داخل نہین بلکہ اس لحاظ سے اپنی نظیر آپ ہے،

(۲) ہر حکومت زیادہ تر قبائل وشعوب کی خواہشون اور ضرورتون کے مطابق ہو، چنانچہ یہی چیز مختلف دستوری وجمہوری حکومتون کے نظام مین باعث اختلاف ہے۔

(۳) ان جدید حکومتون کے نظام کی غایت صرف یہ ہو کہ وہ حکومتون کے درمیان ایسا اتفاق قائم کردین

جس سے وہ اپنے حقوق و منافع کا آپس مین تبادلہ کر سکین بلکہ یہ ہے کہ وہ اپنی قومون کو زندگی بخش سکین، اُنکے حقوق کی حفاظت کر سکین، اور اُنکے ہر فرد کی راحت کے لئے ضامن ہون،

(۴) ان کے نظامون مین اسقدر گنجائش رکھی جائے کہ قبائل و شعوب کی زندگیون کی ترقی اور ضروریات کے مطابق وقتاً فوقتاً اسمین ترمیم کیجا سکے،

(۵) ان نظامون مین اسکا التزام رہے کہ قوۃ تنفیذیہ (اگزیکیٹیو پاور) اور قوۃ تشریعیہ (لیجسلیٹیو پاور) کے درمیان فصل رہے، اور دونون خلط ملط نہو سکین جیسا کہ فرانس و امریکہ کی حکومتون کے نظامون مین اسکی رعایت رکھی گئی ہے،

آزاد حکومتون کے اساسی اصول یہ تو وہ عام مقاصد تھے جنکے لئے یہ حکومتین قائم ہوئین، اب ہم انکے بنیادی اصول کی تفصیل کرنے کی جانب متوجہ ہوتے ہین، وہ اصول جنکے اوپر جمہوری و دستوری حکومتون کی بنیاد قائم کیگئی چار ہین:-

۱- سیادتِ قوم،

۲- قوۃ تنفیذیہ، قوۃ تشریعیہ، اور قوۃ قضائیہ کے درمیان فصل کا ہونا،

۳- قوم کی نیابت کے نظام کا دو تشریعی مجلسون مین تقسیم ہونا،

۴- حکومت کی ذمہ داری،

۱- اس اصل کی غرض یہ ہے کہ تمام شہرون مین حکومتی اقتدار کا مرجع قوم ہو اور وہی اپنی تمام حالتون مین بولنے کا حق رکھتی ہو، یعنی جسقدر بھی تنفیذی نظام و قوانین بنائے جائین اسمین قوم کا فائدہ ملحوظ ہو، نہ کہ کسی خاص طبقہ یا حاکم خاندان کا، اسلئے کہ حکومت کے قیام کی اصل غرض کیا ہے؟ اسکی غرض سوا اسکے کچھ نہین کہ افراد اور جماعت کی مصالح مین امن و راحت اور مرفہ الحالی کے قیام کا لحاظ کرتے ہوئے تدبر کیا جائے، پھر تجربہ یہ بھی بتلاتا ہے کہ کوئی حکم ثابت و قائم نہین رہ سکتا، جبتک کہ عام رائے اسکی

موافقت نہ کرے، پس جبریہ حکومت ایک دائمی حکم کی بنیاد کی اصلاح نہین کرسکتی اور نہ کوئی حکومت بلا رضا مندی محکومین قائم رہ سکتی، اسلئے حکومتی اقتدار کا قیام اور اسکے نظام کی قوت تنفیذیہ قوم کی عام رائے کے ہاتھ مین ہونا چاہیے تاکہ قوم کا فائدہ من حیث القوم باحسن وجوہ ملحوظ رکھا جاسکے -

باقی رہا یہ امر کہ ہر امر مین تمام قوم کسطرح شریک ہوسکتی ہے تو اسکی صورت نیابت و نمایندگی کی ہے کہ وہ اپنے افراد مین سے ایسے معین اشخاص منتخب کرے جنکے اوپر اسکو پورا یقین و اعتماد ہو اور وہ اسکی خواہشات و رائے کی نیابت و نمایندگی کرین -

۲ - اس اصل کا مقصد یہ ہے کہ قوت تنفیذیہ، تشریعیہ اور قضائیہ کے فرائض کے حدود علٰحدہ علٰحدہ مقرر کردیے جائین، اور ہر قوت کے حدود دوسری سے منفصل رہین، اسلئے کہ اگر قوت تنفیذیہ اور قوت تشریعیہ ایک شخصیت مین جمع کردیجائین تو اسکا خوف کیا جاسکتا ہے کہ وہ وضع قوانین مین جبر و استبداد سے کام لے اور پھر ان کا نفاذ بھی جبری و استبدادی طریقون سے کرے، اسی طرح سے اگر قوت قضائیہ اور قوت تشریعیہ کو یکجا جمع کردیا جائے تو قانون کی کوئی قیمت نہین رہتی، کیونکہ اس صورت مین قاضی ہی واضع قوانین بنجاتا ہے، چنانچہ اسلئے یہ اصول سیاسی آزادی کے لئے بمنزلہ اصل و بنیاد کے قرار دیا گیا ہے اسکی رو سے قوت تنفیذیہ ایسے احکام کے صادر کرنے کا اختیار نہین رکھتی جو اس قانون کو تبدیل یا معطل کردینے کے مقتضی ہون جسکو قوت تشریعیہ نے جاری کیا ہے، نیز کوئی ایسی سزا مقرر نہین کرسکتی جو ہیئت تشریعیہ کے وضع قانون کی محتاج ہو، اور نہ عدالتین ایسے مزید احکام جاری کرسکتی ہین جو پیش شدہ مقدمہ کے علاوہ ہون، اسلئے کہ یہ اختیار صرف قوت تشریعیہ ہی کے ہاتھ مین ہے، نیز حکومت کے صادر ہونے والے احکام پر کوئی اثر نہین ڈال سکتی اور نہ عدالت کے صادر شدہ احکام مین دخل دیسکتی ہے، بالکل جسطرح عدالتین حکومت کے اعمال اور دفتری مصالح مین دخل نہین دیسکتین -

۳ - اس اصل مین نیابت سے نظام سے مقصود وہ نظام ہے جسکو قوم اپنی لیڈری و نمایندگی کے

حقوق سپرد کردیتی ہے، اور جو انکی نمایندگی کی حیثیت سے اسکے حالات و مصالح پر غور کرتا ہے، تمام بڑی بڑی آزاد سلطنتوں مین یہ نیابت کا نظام دو مجلسوں مین منقسم ہے، جنکو اصطلاحاً ادنیٰ و اعلےٰ کہنا چاہیئے، ادنیٰ تمام شعوب وقبائل کے نمایندون سے مرکب ہوتی ہے، جنکا انتخاب عوام الناس کے ووٹ سے عمل مین آتا ہے، لیکن اعلیٰ بڑے بڑے افسر اراکین، اور اصحاب عالی مراتب سے مرکب ہوتی ہے جنکا انتخاب خاص خاص شرطون اور خاص خاص قیود کے ساتھ عمل مین آتا ہے، اور اسکے انتخاب کا حق تمام طبقون اور قبیلون کو نہین پہنچتا، جیسا کہ امریکہ اور فرانس کے جمہوری نظامون مین "مجلس نواب" اور "مجلس شیوخ" اور انگلستان کی حکومت مین "دار العوام" اور دار الامرا" ہین۔

بہت ممکن ہے کوئی یہ کہے کہ ان دو مجلسون کی بجاے ایک مجلس کیون نہین رکھی گئی جبکہ ایسا کرنے سے بہت سا وقت بچ سکتا تھا، اور قانون سازی اور دیگر باتون مین بہت سی آسانیان ہوسکتی تہین، تو ہم یہ کہین گے کہ تجربہ سے یہ ثابت ہوچکا ہے کہ اگر یہ تمام اقتدار و اختیار صرف ایک ہی مجلس کو دیدیا جاے تو پھر وہ بھی مستبد ہوجاتی ہے، کیونکہ ایسی صورت مین وہ صرف اپنے ہی کو ذی اقتدار و اختیار سمجھتی ہے، اور کوئی غیر اسکے اس اختیار و اقتدار مین شریک نہین ہوتا، علاوہ ازین وضع قوانین مین زیادہ دیرتک غور خوض اور ایک عرصہ تک تامل و تفکر کی ضرورت ہوتی ہے، اور یہ بات دو مجلسون کے ہونے کی وجہ سے آسان ہوجاتی ہے،

علاوہ ازین یہ ہر دو مجالس جن نائبون یا نمایندون سے مرکب ہوتی ہین وہ پوری طور سے قوم کے نائب و نمایندہ ہوتے ہین نہ کہ صرف منتخب شدہ ممبر، اسلئے جب نائب منتخب ہوجاتا ہے تو وہ اپنے ارادہ مین ان انتخاب کرنے والون کا تابع نہین ہوتا بلکہ پوری طور سے آزاد ہوتا ہے کہ جس راہ کو وہ اپنے نزدیک قوم کی مصالح کے لئے بہتر و موافق دیکھے اسکو اختیار کرے اور منتخب کرنے والون کو اسے اس امر سے روکنے کا یا معزول کرنے کا کوئی حق نہین ہوتا۔

۱۳۔ حکومت کی ذمہ داری کا مسئلہ دو باتون پر موقوف ہے،

(۱) بادشاہ یا رئیس جمہوریت ذمہ دار ہو،

(۲) وزارت ذمہ دار ہو،

(۱) ابھی ہم بتلائینگے کہ فرانس کے نظام حکومت مین (اور نیز بعض دیگر دستوری جمہوری حکومتون کے نظام مین بھی) یہ شرط موجود ہے کہ کسی بادشاہ یا پریسیڈنٹ جمہوریت کے لئے یہ جائز نہین ہے کہ وہ کوئی حکم اس قسم کا صادر کرے جسکے موافق ایک وزیر بھی نہو، یا جسپر ایک وزیر کے دستخط بھی نہون" اسکا صاف عقلی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وزراء کی ذمہ داری بہ نسبت بادشاہ کے اہم ہے، یا دیگر الفاظ مین وزارت ذمہ دار ہے اور بادشاہ یا رئیس جمہوریت ذمہ دار نہین ہے، اور بادشاہ کی اپنی "ذمہ داری" سے بری ہے برٹش انگلستان کے نظام مین زیادہ مکمل پیمانہ پر پائی جاتی ہے۔

(۲) اب رہا یہ امر کہ وزارت ذمہ دار ہو تو یہ اس بات پر موقوف ہے کہ نائبین یا نمائندون کی ہر دو مجالس کو یا کم از کم اس مجلس کو جو قوم کی عام رائے سے اسکی نمایندگی کے لئے منتخب ہوئی ہے، وزارت پر پورا اعتماد ہو، جیسے کہ دار العوام انگریزی نظام حکومت مین یا مجلس النواب فرانسیسی نظام حکومت مین، چنانچہ جب وزارت پر سے یہ اعتماد جاتا رہتا ہے تو وہ استعفا دینے پر مجبور ہو جاتی ہے اور پھر اسکی بجائے دوسری وزارت از سرِ نو مرتب کیجاتی ہے جسکے اعضاء زیادہ تر غلبہ والی جماعت مین سے منتخب کئے جاتے ہین،

فرق درمیان اختیارات دحالات پریسیڈنٹ امریکہ اور پریسیڈنٹ فرانس

چونکہ اسوقت سب سے زیادہ مکمل اور قدیم آزاد جمہوری حکومتون مین فرانس و امریکہ شمار کیجاتی ہین اسلئے غیر مناسب ہوگا اگر ہم یہان پران دونون جمہوریتون کے رئیسون کے اقتداری و اختیاری فرق کو بیان کردین۔

کہا جاتا ہے کہ دنیا میں اسوقت جسقدر بھی جمہوری و دستوری حکومتیں قائم ہیں ان میں کسی بادشاہ یا پریسیڈنٹ کو اسقدر وسیع اختیارات حاصل نہیں جسقدر کہ پریسیڈنٹ امریکہ کو حاصل ہیں، دیگر بادشاہ اور پریسیڈنٹون کے اختیارات برائے نام ہیں جو حکومت کی رفتار اور اسکی سیاست پر اثر نہیں ڈال سکتے، مثلاً ابھی حال میں جبکہ جارج پنجم شاہ انگلستان نے مسٹر سیکسونی لارڈ میر کارک (آئرلینڈ) کو معاف کردینا چاہا (کہ جو اسکے حقوق اختیارات میں سے ایک حق تھا) تو وزارت نے مخالفت کرکے اسکو ایسا کرنے سے روک دیا، لیکن پریسیڈنٹ امریکہ کے اختیارات اس سے کہین زیادہ وسیع ہیں جو امریکہ کی حکومت کی رفتار اور اسکی سیاست پر پورا پورا اثر ڈالتے ہیں،

پریسیڈنٹ امریکہ کے ان وسیع اختیارات کا اصلی راز یہ ہے کہ امریکہ کے نظام جمہوریت میں کوئی صدر وزارت علحدہ نہیں ہے بلکہ رئیس جمہوریت ہی صدر وزارت ہوتا ہے، پریسیڈنٹ فرانس، بمقابلہ پریسیڈنٹ ممالک متحدہ امریکہ کے ایک منتخب بادشاہ کی سی حیثیت رکھتا ہے جو سات سال کے لئے تخت پر بیٹھ جاتا ہے، اور اپنا فعلی اقتدار صدر وزارت کے لئے چھوڑ دیتا ہے وہ بادشاہوں کی سی شان و شوکت رکھتا ہے، عالیشان محلون میں رہتا، بادشاہون کا استقبال کرتا اور بڑی بڑی تمام سرکاری مجالس کی صدارت کرتا ہے، بالکل اُسی طرح سے جسطرح کہ فرانس کے اگلے بادشاہ کیا کرتے تھے،

لیکن پریسیڈنٹ ممالک متحدہ امریکہ کے لئے کسی قسم کی شان و شوکت نہیں، وہ اپنے ہم وطن احرار کی صرف لیڈری کی حیثیت رکھتا ہے، اسکے نام کے لئے کسی خاص القاب و آداب کی ضرورت نہیں، نہ اسکے لئے کوئی شاہی لباس، اور نہ وہ کوئی ایسی وضع قطع رکھتا جس سے وہ دوسرون سے ممیز ہوسکے، نہ اسکے نام سے سکے ڈھالے جاتے ہیں اور نہ ڈاکخانہ کے ٹکٹون وغیرہ پر اسکی تصویر ہوتی ہے وہ صرف واشنگٹن میں سفید محل (white palace) کے اندر رہتا ہے جسکا نام پہلے

"دار التنفیذیہ" تھا، یہ ایک نہایت خوبصورت و وسیع محل ہے جو اگرچہ بادشاہون کے محلون سے مشابہ ہے، مگر جدید طرز عمارت کے مطابق بنایا گیا ہے، اسکی سالانہ تنخواہ ۷۵۰۰۰ ہزار ڈالر یعنی ۲۲۵۰۰۰ روپیہ ہے، جو فرانس کے پریسیڈنٹ (جسکی تنخواہ کی مقدار ہم آگے بیان کرینگے) اور دیگر بادشاہون کی تنخواہون کی بہ نسبت ایک قلیل رقم ہے، اسکے یہان نہ تو کوئی خاص پہرہ دار و محافظ ہوتے ہین اور نہ شاہی چیز جو شاہی محلون کے لوازمات مین سے ہین، بلکہ وہ ایک نہایت سادہ زندگی بسر کرتا ہے، اسکی بیوی کو بھی تمام دیگر عورتون پر تقدیم کا کوئی حق حاصل نہین، بلکہ وہ رتبہ مین مثل دیگر عورتون کے شمار کی جاتی ہے، خود دوسرون کے یہان جاتی ہے اور دوسری اسکے یہان آتی ہین، غرضکہ اسکو شاہون کی سی شان و شوکت تو درکنار انگریزی سلطنت کی نوآبادیات کے حکام کی طرح کروفر بھی حاصل نہین،

اگرچہ فرانس کے پریسیڈنٹ یا دیگر دستوری حکومتون کے بادشاہون کی طرح امریکہ کے پریسیڈنٹ کو ظاہری دبدبہ اور شان و شوکت حاصل نہین مگر اسکو اقتداری اختیار اسقدر وسیع حاصل ہے کہ کہا جاتا ہے کہ موجودہ زمانہ مین کسی حاکم کو حاصل نہین، چنانچہ اسکے اس اقتداری اختیارات مین سے بعض اہم امور کو قطع نظر ان اختیارات کے جو فرانس اور امریکہ کے پریسیڈنٹون کو یکسان طور پر حاصل ہین درج ذیل کیا جاتا ہے،

(۱) وہ جسطرح سے کہ حکومت جمہوریہ کا پریسیڈنٹ ہوتا ہے، اسی طرح دفتری نظام کا بھی پریسیڈنٹ شمار کیا جاتا ہے، اور اُسپر فرض ہوتا ہے کہ وہ حکومت کے اختیار تنفیذی اور اسکے قوانین و معاہدات اور عدالت عالیہ کے احکامات کی نگہداشت کرے،

(۲) وہ حالت جنگ مین بحری و بری فوج کا کمانڈر انچیف شمار کیا جاتا ہے اور اسکے افسرون کو بھی وہی مجلس الشیوخ کے مشورہ سے مقرر کرتا ہے، علاوہ ازین حالت جنگ مین اُسکو اختیار ہوتا ہے کہ

وہ ہر ممکن تدبیر کو دشمن کی شکست اور حصول کامیابی کے لئے کام مین لائے،

(۳) اسکو اختیار ہوتا ہے کہ مفتوحہ ممالک پر وہ خود حکام کو مقرر کرے، اور اسوقت تک جبتک کہ وہ اس مفتوحہ ملک کو ہر دو مجلسون کو وضع قوانین کے لئے سپرد نہ کردے بطور خود حسب ضرورت آئین احکامات وقتاً فوقتاً جاری کرتا رہے،

(۴) اسکو یہ حق حاصل ہے کہ وہ حکومت کے قوانین کو اسلحہ کے ذریعہ سے نافذ کرے، اور تمام ان مشکلات پر جن پر وہ قانون کے ذریعہ سے غالب نہ آسکے، اسلحہ استعمال کرے،

(۵) وہ اپنے تمام ہموطنون کا بیرونی تعلقات مین نمایندہ شمار کیا جاتا ہے اور اسکی وقتون اور مشکلون کی ادارت اسی کے ہاتھ مین ہوتی ہے، اور وہ اُنکے نتائج کا ذمہ دار ہوتا ہے،

(۶) وہ سفرا، وکلا، اور قنصلون کو مجلس الشیوخ کی موافقت کے ساتھ مقرر کرتا ہے اور مجلس الشیوخ کے ایک ثلث کی موافقت سے دیگر سلطنتون سے معاہدات بھی وہی کرتا ہے، اور دیگر ممالک کے سفیرون کا استقبال بھی سرکاری طور پر وہی کرتا ہے،

(۷) وہ مجلس الشیوخ اور مجلس النواب کو وقتاً فوقتاً حکومت کی سیاست داخلیہ اور سیاست خارجیہ مین نہایت اہم خطوط لکھتا رہتا ہے (یا خود پڑھکر انہین سناتا ہے جیسا کہ ولسن کیا کرتا تھا) اور پھر ان خطوط کے لکھے جانے کے ساتھ ہی تمام جراید اور سیاسی مجلسین انکی اشاعت کرتی ہین کیونکہ ملک کا سیاسی اعتماد زیادہ تر انہین پر موقوف ہوتا ہے۔

(۸) اسکو حق حاصل ہے کہ وہ ہر دو مجلسون کے وضع کردہ قوانین مین سے جسکو چاہے منسوخ کردے یا اعادۂ نظر کے لئے جسپر چاہے اعتراض کرے[1]، لیکن اسپر اسکا نفاذ اسوقت لابدی ہوجاتا ہے جبکہ ہر دو مجلسون کے دو ثلث سے زاید ممبر اسکے موافق ہوجائین،

[1] اس حق کے واسطے ایک خاص اصطلاح ہے جسکو ویٹو Veto کہتے ہین،

(۹) اسکے منصب کا ایک خاص امتیاز یہ ہے کہ کوئی عدالت اسپر کسی جرم واتہام پر مقدمہ نہین چلاسکتی ونہ اسکو گرفتار کرسکتی، اگرچہ اس نے قتل جیسے سنگین جرم کا ہی ارتکاب کیون نہ کیا ہو، البتہ اس پر مجلس الشیوخ کے اجلاس مین مقدمہ چلایا جا سکتا ہے، ایسی صورت مین کہ مجلس النواب نے اسکو کسی جرم کا ملزم قرار دیا ہو، اور اس الزام دہی کے لئے مجلس مذکور کے کم سے کم دوثلث ممبرون کا متفق الرائے ہونا ضروری ہے، آج تک کسی پریسیڈنٹ پر مقدمہ نہین چلایا گیا سوا ایک کے جکا نام اینڈریو جیکسن (Andrew Jackson) تہا۔

اسکا طریق انتخاب | ابھی کل کی بات ہے کہ جمہوریت فرانس نے موسیو ملیران کو بجاے موسیو ڈوشانل کے دوسری مرتبہ اسوجہ سے منتخب کیا کہ موسیو ڈوشانل بیماری کی وجہ سے کام نہین کرسکتے تھے، باوجودیکہ وہ پہلے منتخب ہوچکے تھے، پس یہ انتخاب کسقدر ناانصافی کے ساتھ ہر دو مجلسون کے ممبرون سے عمل مین آیا، اگر ہم اسکا مقابلہ امریکہ کے نظام انتخاب سے کرین تو ہمین ایک فرق عظیم نظر آئیگا کیونکہ ممالک متحدہ امریکہ کے پریسیڈنٹ کا انتخاب تمام شہرون کے لوگ کرتے ہین، اور اسمین ایک عرصۂ دراز لگتا ہے، وہ انتخاب اسطرح سے ہوتا ہے کہ ہر صوبہ چند ایسے اشخاص کا انتخاب کرتا ہے کہ مجلس النواب اور مجلس الشیوخ مین اسکی نمایندگی کرتے ہین، ہر صوبہ مین یہ لوگ اسکے مرکز مین جنوری کے دوسرے دوشنبہ کو پریسیڈنٹ (رئیس) اور اسسٹنٹ پریسیڈنٹ (نائب رئیس) کو منتخب کرنے کے لئے جمع ہوتے ہین، اور سب سے ووٹ لیکر واشنگٹن روانہ کردیتے ہین، جہان یہ مجلس النواب اور مجلس الشیوخ کے روبرو کہولے جاتے ہین اور شمار کئے جاتے ہین، تمام ممالک متحدہ امریکہ مین دو قسم کی جماعتین پائی جاتی ہین ایک جمہوریت پسند (Lebral) دوسرے دیقراطی (Democratic) [illegible] اس امر کا لحاظ رکہا جاتا ہے کہ ایک جماعت مین سے پریسیڈنٹ منتخب ہو تو دوسری مین سے نائب۔

پریسیڈنٹ کی شرائط | ممالک متحدہ امریکہ کے قانون جمہوریت کے مطابق اسکے پریسیڈنٹ کیلئے لازمی ہے کہ

(۱) وہ امریکی رعایا مین سے ہو،

(۲) اسکی پیدائش ممالک متحدہ امریکہ کی ہو،

(۳) وہ اپنی عمر کے پینتیسوین [۳۵] سال مین ہو،

(۴) وہ چودہ سال تک شہری زندگی بسر کرچکا ہو،

قانون مذکور کی روسے یہ بھی جائز ہے کہ جب ایک پریسیڈنٹ کی مدت چارسال کی ختم ہوجائے تو دوسرے انتخاب مین پھر اسکو دوبارہ منتخب کیا جاسکتا ہے، لیکن تیسری مرتبہ منتخب نہین کیا جاسکتا، واشنگٹن کی اقتدار کے لحاظ سے جب اسکو تیسری مرتبہ منتخب کیا گیا تواس نے اسکو قبول کرنے سے انکار کردیا،

اگر پریسیڈنٹ مدت مذکور ختم ہونے سے پہلے اثناے مدت مین مرجاوے تو اسکی جانشینی اسکا نائب کرتا ہے، اور جب یہ نائب بھی فوت ہوجائے تو وزیراعظم جو "سکریٹری سلطنت" کے لقب سے ملقب ہوتاہے اسکا جانشین ہوتا ہے اور اگر یہ بھی مرجائے تو وزیر مالی اور اگر یہ بھی تو وزیر حربیہ وغیرہ،

پریسیڈنٹ کی کل تنخواہ ۷۵۰۰۰ ڈالر یعنی دولاکھ پچیس ہزار روپیہ ہے، جسمین سفر وغیرہ کے اخراجات کے لئے ۲۵۰۰۰ ڈالر یعنی ۷۵۰۰۰ روپیہ کا اضافہ اور کردیا جاتا ہے یعنی کل مجموعی تنخواہ اسکو تین لاکھ روپیے سالانہ ملتی ہے۔

فرانس کا نظام حکومت

سلسلۂ بیان مین ہم اپنے عنوان سے بہت دور نکل گئے، اسلئے اب ہم پھر اپنے مقصود کی طرف رجوع کرتے ہین، جب ۴-ستمبر ۱۸۷۰ء کو فرانیسی قوم نے جمہوریت کا اعلان کردیا تو اسکا استحکام ۱۴-جولائی ۱۸۷۵ء کو ایک جمہوری قانون کے نفاذ سے کیا گیا، جسمین اگرچہ بعد کو بعض ترمیمات ہوئین، اس قانون کی روسے قوت تشریعیہ یعنی قانون سازی کے اختیارات جمعیۃ ملیہ کو جو دو مجلسون پر

…ئل ہے، ایک مجلس الشیوخ (Senate) اور دوسری مجلس النواب (Chamber of Deputies) کو دیے گئے، اور قوت تنفیذیہ رئیس جمہوریت یعنی پریسیڈنٹ کو۔

ریاست جمہوریت کی مدت سات سال مقرر ہوگئی، جب یہ مدت قریب الختم ہوتی ہے تو نئے پریسیڈنٹ کو کثرت رائے سے ایک عام قومی اجتماع مین جسمین ہر دو مجلسین مجلس الشیوخ اور مجلس النواب بھی شامل ہوتی ہین، انتخاب کیا جاتا ہے، یہ منتخب شدہ پریسیڈنٹ اپنی مدت ریاست مین اُن قوانین کے نفاذ کا ذمہ دار ہوتا ہے جنکو ہر دو مجالس مذکور وضع کرتی ہین، اور وزارت کی تشکیل و ترتیب بھی اُسی کے ذمہ ہوتی ہے، جسکو وہ ان دونون مجلسون کے ممبرون مین سے اور نیز وقت ضرورت اُنکے علاوہ باہر کے آدمیون کو بھی لیکر ترتیب دیتا ہے، فوجی و شاہی عہدہ دارون کو بھی وہی مقرر کرتا ہے، دول غیر سے معاہدے بھی وہی کرتا ہے، لیکن یہ اُسے اختیار نہین ہے کہ وہ کوئی ایسا معاہدہ بلاتصدیق قوت تشریعیہ کرسکے جسکا تعلق رقبۂ فرانس یا نوآبادیات سے ہو، اُسے یہ بھی اختیار نہین کہ وہ بلامنظوری ہر دو مجلسون کے کسی کے ساتھ اعلان جنگ کرسکے، علاوہ اسکے تمام احکام کے لئے یہ لازمی ہوتا ہے کہ ان پر پریسیڈنٹ اور وزرا مین سے کم از کم کسی ایک وزیر کے دستخط ضرور ہون۔

صیغۂ وزارت عالیہ تیرہ وزارتون مین منقسم ہے: وزارت عدالت[۱]، وزارت خارجہ[۲]، وزارت داخلیہ[۳]، وزارت مالیہ[۴]، وزارت بحریہ[۵]، وزارت تجارت[۶]، وزارت اشغال عمومیہ[۷]، وزارت صنعت و حرفت[۸]، وزارت مستعمرات[۹]، وزارت زراعت[۱۰]، وزارت جماعت مزدور پیشہ[۱۱] و نظارت قومی[۱۲]، وزارت امور دینیہ[۱۳]۔

مجلس نائبین (Chamber of Deputies) کا انتخاب چار سال کے لئے عوام کی رائے سے ہوتا ہے، ہر شخص جسکی عمر ۲۱ سال کی ہوچکی ہو انتخاب مین رائے دینے کا حق رکھتا ہے، بشرطیکہ اسکا قیام چھ ماہ تک اس شہر مین ثابت ہو جسکے نائب کے انتخاب مین کہ وہ رائے دینا چاہتا ہے

منتخب شدہ نائب کی عمر کم از کم پچیس سال ہونا نہایت ضروری ہے، مجلس نواب کے ممبرون کی تعداد ۵۰۴ ہے،

مجلس شیوخ (Senate) تین سو ممبرون سے مرکب ہوتی ہے جو نو سال کے لئے منتخب کیجاتی ہے، اور کسی شخص کا سن ان مین سے ۴۰ سے کم نہین ہوتا، اس مجلس کے ایک ثلث ممبرون کے انتخاب کی تجدید ہر تیسرے سال کیجاتی ہے، اور اس تمام مجلس کا انتخاب تمام صوبون کی میونسپل کمیٹیون کے قائم مقام اور مجلس النواب کرتی ہے، پس کل ۲۲۵ شخصون کا انتخاب کیا جاتا ہے جو تمام صوبون کی نیابت کرتے ہین، اور پھر ہر دو مجلسون کی رضامندی سے ۷۵ ایسے شخصون کا اسمین اور اضافہ کر دیا جاتا ہے، جو تا زیست اُسکے ممبر رہتے ہین، ساتھ ہی اسکے دور شاہی کے استبداد، اور جبر و ظلم کا خوف تمام اعیان و اراکین پر اتنک اسقدر طاری ہے کہ معزول شاہی خاندان کے تمام افراد کا ہر دو مجلسون کی ممبری کے لئے انتخاب ناجائز قرار دیا گیا ہے۔

ہر دو مجلسون کے ممبرون مین سے ہر ایک کا سالانہ گذارہ ۱۵۰۰۰ فرانک یعنی ۹۳۷۵ روپیہ علاوہ سفر خرچ کے مقرر ہے، لیکن ان ہر دو مجلسون کے صدرون کا سالانہ گذارہ اخراجات اس سے زیادہ ہے، اور وہ ۷۲۰۰۰ فرانک یعنی ۴۵۰۰۰ روپیہ ہے، پریسیڈنٹ یا رئیس جمہوریت کی تنخواہ ۶۰۰۰۰۰ فرانک یعنی ۳۷۵۰۰۰ روپیہ سالانہ ہے،

ان ہر دو مجلسون کے علاوہ ایک مجلسِ شوریٰ ہے جسکو نپولین اول نے قائم کیا تھا اور جو اب تک باقی ہے، اسکی صدارت وزیر عدالت کرتے ہین، یہ مجلس زیادہ تر محکمہ قضا کے معاملات اور دفتری انتظامات مین جو حکومت کو پیش آتے ہین مشورہ دیتی ہے۔

فرانس کی حالت عمرانی

اسمین شک نہین کہ فرانس کو ان متمدن ممالک کی رہنمائی حاصل ہے جو تمدن جدید کی

لیے جاتے ہین اور شرق سے خاص تعلقات رکھتے ہین، کیونکہ زیادہ عرصہ نہین گذرا کہ یورپ اپنے اجتماعی، سیاسی، اور ادبی حالات مین سوا اسکے کسی اور کو رہنما نہین رکھتا تھا، اور نہ کوئی اسکے سوا بہتر جاننے والا تھا۔

ملک کا کل رقبہ ۲۰۷۰۵۴ مربع میل ہے، جسمین ۳۹۲۷۶۰۰۰ کی آبادی ہے، اور اسمین سے تقریباً ۳۰۰۰۰۰۰ آدمی زراعت پیشہ ہین اور باقی مختلف صنعتون، پیشون، اور عہدون وغیرہ کے ذریعہ سے گذر بسر کرتے ہین، اسمین ساٹھ شہر ہین جنمین سے ہرایک کی آبادی ۳۰۰۰۵ سے زاید ہے اور ان شہرون مین سب سے بڑا پیرس ہے، جسکی آبادی ۲۸۴۶۹۸۶ آدمیون کی ہے، اسکے بعد مارسیلز ہے جسکی آبادی ۵۱۰۷۴۹۷ ہے، اسکے بعد لیئن ہے جسکی آبادی ۴۷۲۱۱۴ کی ہے، پھر بعد بورڈو، دلائل، اور نالوز اور راین وغیرہ ہین جنکی آبادی ۳۵۵۱۶ تک ہے،

فرانس یورپ کے بڑے بڑے خوشحال ملکون مین سے ایک ہے، یعنی ثروت کے لحاظ سے اہل فرانس دیگر خاص خاص قومون سے بھی آگے شمار کئے جاتے ہین، اور اس ثروت و دولت کی میزان مین لوگون نے بہت کچھ اختلاف کیا ہے، موسیو فائل جو ماہر اجتماعیات ہین انھون نے اسکی ثروت و دولت کو اسطرح ترتیب دیا ہے:۔

زراعتی زمین	۳۰۰۰۰۰۰۰۰ گنی کی آمدنی کی
مکانات وغیرہ	۲۰۰۰۰۰۰۰ گنی قیمت کے
ضمانتین و امانتین وغیرہ	۲۸۰۰۰۰۰۰ گنی
زراعتی آلات و مواشی وغیرہ	۴۰۰۰۰۰۰۰ گنی
دوسری جائداد وغیرہ	۶۸۰۰۰۰۰۰ گنی
میزان کل	۹۰۸۰۰۰۰۰۰ گنی

اور دیگر لوگون نے جو اندازہ لگایا ہے، اس سے اپین زیادہ ہے، چنانچہ بعضون نے ٹکس کی میزان زاید ۴۲۵ لاکھ بتلائی ہے، جسکا تین خمس لوگون کی ذاتی کمائی ہے، بہرحال فرانس کے لوگ کفایت شعاری اور حفاظت مال مین مشہور ہین، اور ان مین افلاس و فقر بہ نسبت دوسری قومون کے بہت ہی کم پایا جاتا ہے، فرانس کی تجارت نہایت وسیع ہے، اسمین کارخانے نہایت کثرت سے ہین اور اسکو باریک و دقیق صنعتون مین بہت مہارت ہے، اسکے یہان کے سامان کو خوبصورتی اور سلامتی ذوق مین پوری شہرت حاصل ہے، وہ فیشن اور کپڑون وغیرہ کے لحاظ سے تمام متمدن ملکون سے آگے ہے اسکا پایہ تخت پیرس تمام دنیا کی قومون کی آماجگاہ ہے،

آمدنی و قرضہ | حکومت کی آمدنی اور قرضہ درج ذیل کیا جاتا ہے:-

	قبل از جنگ (تخمیناً)	سنہ ۱۹۱۸ء مین (تخمیناً)	سنہ ۱۹۱۹ء مین (تخمیناً)
آمدنی	۱۷۰۰۰۷۷۰۰۵۴ فرنک[1]،	۱۰۰۶۴۴۶۵۷۸۹ فرنک،	۱۹۱۵۶۷۴۷۸۸۱ فرنک
قرضہ	۱۲۶۹۰۰۰۰۰۰۰ گنی	×	۹۲۰۵۰۰۰۰۰۰ گنی

فرانس کی زمین نہایت زرخیز ہے، جسکی مزروعہ زمین کی پیمائش ۱۲۰۰۰۰۰۰۰ مربع گز ہے، جسمین زیادہ تر گیہون اور آلو پیدا ہوتے ہین، اس ملک مین انگورون کی کاشت بہت ہوتی ہے، جس سے شراب طیار کیجاتی ہے، چنانچہ سنہ ۱۹۱۰ء مین اسکی شراب کی آمدنی ہی ۳۰۰۰۰۰۰۰ گنی ہوئی تھی اور سنہ ۱۹۱۳ء مین کل ۹۷۱۷۷۸۰۶۳۲ گیلن شراب ہوئی تھی، اسمین مویشیون اور پالتو جانورون کی تعداد حسب ذیل ہے:-

گھوڑے ۳۱۳۴۴۶۵۰

[1] ایک فرنک دس آنے کے برابر ہوتا ہے۔

خچر	۱۹۴۰۰۰
گدھے	۳۶۳۰۰۰
مویشی بیل گائے وغیرہ کی قسم سے	۱۴۲۳۴۰۰۰
بکریان	۱۷۴۵۰۰۰۰
بھیڑین	۱۴۲۴۰۰۰
خنزیر	۷۲۰۲۰۰۰

سب سے چلتی ہوئی صنعت فرانس مین ریشمی کپڑے کی ہے، چنانچہ ۱۹۰۸ء مین تقریباً ۱۲۲۸۰۰ آدمی ریشم کے کیڑون کی تربیت مین مشغول تھے، اور کل ریشم کی مقدار جو ان سے حاصل ہوئی تھی وہ ۹۲۹۹۰۴۸ کیلوگرام تھی، فرانس کی سرزمین معدنیات کی کانون سے مالا مال ہے، تمام کانون کی تعداد تقریباً ۶۰۰ ہے، ان مین ۲۳۰۰۰۰ آدمی مع اپنے بیوی بچون کے کام کرتے ہین، اور ان کانون کی آمدنی تقریباً ۶۰۰۰۵۶۶۲ گنی ہے، جنمین زیادہ تر کوئلہ اور لوہے کی کانین ہین، اسمین بکثرت مختلف کارخانے ہین جنکی تفصیل حسب ذیل ہے:-

روئی کاتنے کے کارخانے	۱۶۷۲۰۰	ریشم کے کپڑے کے کارخانے	۱۷۱۰۰۰
روئی کا کپڑا بننے کے کارخانے	۱۲۳۰۰۰	اون کے کارخانے	۱۶۶۰۰۰
لوہے کی مصنوعات کے کارخانے	۵۷۰۰۰۰	مختلف کارخانے	۱۵۶۰۰۰
کپڑے سینے کے کارخانے	۹۳۸۰۰۰	لکڑی کی مصنوعات کے کارخانے	۷۰۴۰۰۰
چمڑے کے کارخانے	۲۳۴۰۰۰		

فرانس کی سب سے بڑی پیداوارون مین شکر بھی ہے جسکے ۲۱۵ کارخانے ہین اور ان مین ساٹھ لاکھ ٹن شکر طیار ہوتی ہے، یہی حال اسپرٹ کا ہے جسکی سالانہ مقدار چار لاکھ پچاس ہزار گیلن طیار ہوتی ہے،

فرانس کی تجارت بھی عظیم الشان ہے جسکی درآمد و برآمد ہم ذیل مین درج کرتے ہین،

	سنہ ۱۹۱۷ء مین	سنہ ۱۹۱۸ء مین	سنہ ۱۹۱۹ء (از یکم جنوری تا آخر اگست)
درآمد	۳۵۲۴۷۹۰۰۰	۷۹۶۶۰۰۰۰۰	۷۴۰۰۰۰۰۰۰
برآمد	۱۵۳۵۴۲۰۰۰	۱۶۵۷۶۰۰۰۰	۱۶۰۰۰۰۰۰۰

آخر مین غیر مناسب ہوگا اگر ہم اس جگہ بالاختصار ان نقصانات کا حال بھی بیان کردین جو مادی حیثیت سے فرانس کو گذشتہ جنگ مین حاصل ہوئے، اور پھر اس نے اکتوبر سنہ ۱۹۱۹ء تک اُسکی تلافی کہانتک کرلی کیونکہ اس سے فرانسیسی قوم کے عزم و ہمت کا حال معلوم ہوگا۔

ریل کی پٹری ۲۲۴۶ کیلو میٹر برباد کردیگئی تھی جسمین انہون نے ۲۰۱۶ کیلومیٹر طیار کرلی

نہرین ۱۰۷۵ " " " " " ۷۰۰ " " "

پل ۱۱۶۰ برباد کردیئے گئے جسمین سے " ۵۸۳ " طیار کرلئے

مکانات ۵۵۰۰۰ " " " ۶۰۰۰۰ دوبارہ بنالئے

زمین (زراعتی) ۱۸۰۰۰۰ ایکڑ برباد کردیگئی تھی جسمین سے انھون نے ۴۰۰۰۰ ایکڑ زمین کو پھر قابل زراعت بنالیا۔

یہ اس قوم کے عزم و ہمت کی داستان تھی جسکو آزادی حاصل کئے پوری صدی گذر چکی ہے، اور وہ آزادی کے لئے جد و جہد کی کٹھن راہ کو مدتون پہلے طے کرچکی ہے، اب دیکھنا یہ ہے کہ اس دشوار گذار راہ حق پر چلنے والی قوم کی ہمت و عزم کا کیا حال رہتا ہے؟[1]

---

[1] اس مضمون کے مواد مختلف انگریزی و عربی رسائل سے جمع کئے گئے ہین،

انگورہ

از

جناب مولوی حافظ احمد علیخان صاحب ناظر کتب خانہ ریاست رامپور

شہر انگورہ ایشیاے کوچک کا گو مشہور شہر ہے، اور اسلام کی تاریخ مین اسکا بار بار نام آیا ہے، عربی شاعر امرار القیس کے تعلق سے ادبیات مین بھی اس نے جگہ پائی ہے، مگر قسطنطنیہ کی شہرت نے اسکی عظمت کو دبا دیا تھا، اب جب سے غازی مصطفے کمال پاشا نے اسکو اپنی حکومت کا مرکز بنایا ہے دلون مین اور زبانون پر اسکی گذشتہ عظمت پھر عود کر آئی ہے، روزانہ اخبارات مین اسکا نام لوگونکی نظر سے گذرتا ہے، تاہم اسکی تاریخ سے ابتک بیخبری ہے، ہم جناب مولوی حافظ احمد علیخانصاحب ناظر کتبخانہ ریاست رامپور کے ممنون ہین، جنھون نے اسپر سے ناواقفیت کا پردہ کیقدر اُٹھانا چاہا ہے، حافظ صاحب چونکہ ایک مدت دراز سے ایک ایسے کتبخانۂ علمی مین مسند نشین ہین جو اپنی ندرت و تحفگی مین کم از کم ہندوستان مین بے نظیر ہے، اسلئے انکی یادداشت کی چند سطرین بھی افادہ سے خالی نہین ہین، جناب حافظ صاحب نے کتبخانہ کی قلمی کتابون پر جو تبصرہ لکھا ہے افسوس ہیکہ وہ ابتک شایع ہوکر پبلک کے ہاتھون مین نہ آسکا، ورنہ حافظ صاحب کو اہل ذوق کی طرف سے انکی محنتون کی بڑی داد ملتی۔ (معارف)

انگورہ (انقرہ) عجمی اسکو انگوریہ، عرب انقرہ اور اہل یورپ انگورہ کہتے ہین التعریبات الشافیہ مین اسکا نام انگورا لکھا ہے، یہ شہر ایشیاے کوچک مین اسی نام کی ولایت کا دار الحکومت ہے عرض البلد شمالی ۳۱-۳۹° طول البلد شرقی ۴۲-۴۱-۳۲° مین واقع ہے، آبادی ایک ڈھلوان پہاڑ پر ہے اور اسکے قریب ہی ایک چشمہ جاری ہے، جو انگارا مین مل گیا ہے، انگارا دریاے سکاریا [illegible]

باجگزار ہے، قسطنطنیہ سے دو سو بیس میل کے فاصلہ پر شرق اور جنوب و شرق کے گوشہ مین واقع ہے،
شہر کی عمارت کچھ اچھی نہین ہے، راستے تنگ اور اکثر خام مکانات ہین، لیکن رومی یونانی اور بیزنٹائن
سلطنت کی عمدہ عمارتین اب بھی موجود ہین، ان عمارتون مین سب سے نفیس سنگ مرمر سفید کا مندر ہے
جسکو اہل شہر نے آگسٹس کی یادگار کے طور پر بنایا تھا، اس مندر کی دیوارون پر یونانی اور لاطینی کے وہ
کتبے ہین جنکو مانومینٹم انقرانم کہتے ہین، ان کتبون مین بادشاہ کے عہد کے اہم واقعات درج ہین عبارت کا
بہت حصہ اب بھی باقی ہے،

انگورا کے اون کی بڑی شہرت ہے، اور اسکی نکاسی وسیع ہے، بکرون کی اون آٹھ انچ کے
قریب لمبی ہوتی ہے، کتے اور بلی کی پشم بھی بڑی ہوتی ہے، مگر یہان کے جانور غیر ملک مین جاتے ہین تو
پشم کم ہو جاتی ہے، ان کے علاوہ یہان سے بکری اور بلیون کی کھالین، موم، گوند، شہد، زرد پیلین،
اور میٹھا باہر کو جاتا ہے، یورپ سے مال تجارت بھی آتا ہے، مگر تجارت ارمنیون کے قبضہ مین ہے،
شہر کی آبادی کا اندازہ بیس ہزار سے ساٹھ ہزار تک کیا جاتا ہے، کل ولایت انگورہ کا رقبہ ۲۷ ہزار میل
مربع اور آبادی آٹھ لاکھ ساٹھ ہزار ہے،

جب ترکی سلطنت اپنی اصلی حالت پر تھی تو یورپ مین چھ ولایتین تھین[ا]، ادرنہ، سلانیک، قوصوہ،
یانیہ، اشقودرہ، مناستر، اور ایشیا مین حجاز، یمن، بصرہ، بغداد، موصل، حلب، سوریہ (شام)،
بیروت، خداوندکار، قونیہ، انگورہ (انقرہ)، ایدین، آطنہ، قسطمونی، سیواس، دیاربکر، بتلیس
(بطلیس)، ارض روم، معمورۃ العزیز، وان، طرابزون اکیس ولایتین تھین، افریقہ مین طرابلس،
اور بحر سفید مین جزائر بحر سفید۔

[ا] Hagopian's Turkish Conversation Grammar P. 133.

آجکل انگورا کا نام مشہور ہے،

اول انگورا فریگیا کے متعلق تہا، قریب سنہ ۲۷۸ قبل مسیح جب گالیک کی تین اقوام مین سے ٹیکٹو سیجیز قوم گلاٹیا مین قائم ہوئی، اسوقت انگورا اس قوم کا شہر شمار ہونے لگا، سنہ ۱۸۹ قبل مسیح مین گلاٹیا کو مان لیوس قوم نے مغلوب کیا، اور پچیس سال قبل مسیح مین انگورا کی ولایت رومیون کا ایک صوبہ بنگئی، انگورا کو دار السلطنت بنایا، یہان عیسائی گرجا بھی تھے، جنکو غالبًا سینٹ پال نے تعمیر کرایا تہا، سنہ ۳۱۴ء اور سنہ ۳۵۸ء مین یہان عیسائی انجمنین بھی قائم ہوئی تہین، خلیفہ معتصم باللہ نے رومیون پر اپنا مشہور حملہ اسی شہر کی چار دیواریون کے نیچے کیا تہا، سنہ ۱۴۱۵ء مین سلطان محمد اول والی سلطنت ترکی نے اسکو فتح کیا،

سنہ ۱۴۰۲ء مین انگورا ہی کے قریب امیر تیمور اور سلطان بایزید یلدرم مین جنگ ہوئی تھی جسمین بایزید تیمور کے ہاتہ قید ہوگیا تہا، اسی شہر مین امراء القیس بن حجر کندی کو جب وہ قیصر روم کے پاس سے واپس آتا تہا کسی نے زہر دیدیا تہا، امراء القیس نے اپنے اشعار مین انقرہ کے نام سے اسکا ذکر کیا ہے۔

معارف: امراء القیس اپنے قبیلہ کا شاہزادہ تہا اسکا باپ ایرانیون کے اشارہ سے مار ڈالا گیا امراء القیس اپنے باپ کے انتقام کے لئے قیصر روم سے امداد کا طالب ہوا، اور اسی تقریب سے اس نے روم کا سفر کیا، مشہور یہ ہے کہ قیصر کی لڑکی امراء القیس پر عاشق ہوگئی تہی، قیصر کو معلوم ہوا تو اُس نے امراء القیس کو کمک کا وعدہ دیکر حیلہ سے رخصت کردیا، اور جب انگورہ پہنچا تو اسکو زہر آلود خلعت بہیجا جسکے پہننے کے ساتھ اسکے بدن سے گوشت کٹ کٹ کر گرنے لگا، اسوقت حالتِ یاس مین امراء القیس کی زبان سے یہ شعر نکلا۔

رب طعنة مثعنجرة — نیزے کے بہت سے زخم جن سے خون ابل رہا ہو،

وخطبة مسحنفرة — اور طویل زبان آوری کے جوہر،

تبقى غدا بانقرة — کل انگورہ مین رہ جائین گے

اسود بن یعفر ایک عرب شاعر نے ایک عرب خاندان کا ماتم کرتے ہوئے حسب ذیل پُردرد اشعار کہے ہین،

ماذا اؤمل بعد آل محرق　　ترکوا منازلھم و بعد ایاد

آل محرق اور آل آیاد کے بعد　　کیا امید رکھون جو اپنے مقامات کو چھوڑ کر چل بسے

اھل الخورنق والسدیر وبارق　　والقصر ذی الشرفات من سنداد

یہ لوگ خورنق، سدیر اور بارق　　اور سنداد کے کنگرہ والے محل کے مالک تھے

نزلوا بانقرة یسیل علیھم　　ماء الفرات یجیئ من اطواد

یہ انقرہ جاکر بس گئے　　ان پر فرات کا پانی جو پہاڑون سے آتا ہے بہتا ہے

جرت الریاح علی محل دیارھم　　فکانما کانوا علی میعاد

ان کے مکانات کی جگہ پر آندھیان چل رہی ہین　　گویا کہ ان کے جانے کا کوئی دن مقرر تھا

چونکہ جن مقامات کا ان اشعار میں نام ہے وہ عراق مین واقع ہین، اسلئے بعض عرب ادیبون نے سمجھا ہے کہ انقرہ نام ایک آبادی عراق مین بھی تھی، لیکن محقق عرب جغرافیہ نویسون نے مثلاً یاقوت حموی نے معجم البلدان مین اور سیوطی نے مراصد الاطلاع مین لکھا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ قبیلۂ ایاد جو عراق مین حکمران تھا اور اسکی بنائی ہوئی عمارتین وہان تھین، ایرانیون نے اُسکو وہان سے نکالدیا، تو رومیون نے اپنی حدود حکومت مین اُسکو جگہ دی اور انقرہ مین اسکے رہنے کا انتظام کیا تاہم یہ گرہ رہ جاتی ہے کہ نہر فرات کی جغرافی وسعت وہان تک کہان ہے، ممکن ہے کہ یہ غلطی شاعر کی علمی وسعت کا نتیجہ ہو یا فرات سے اس نے عام نہر مراد لی ہو جو نہر انگورہ کے نام سے شہر انگورہ کے نیچے بہتی ہے۔

سیرت عائشہ

قیمت ۱ روپیہ ۸ آنہ

"منیجر"

مترجمات

جامعۂ عثمانیہ

ترجمہ مولوی سید نجیب اشرف ندوی

جناب جتندر ناتھ چکرورتی، ایم، اے ایل، ایل بی، وایس چانسلر لکھنؤ یونیورسٹی نے اُردو جامعہ عثمانیہ حیدرآباد کو دیکھکر اسکے متعلق جن امید افزا خیالات کا اظہار کیا ہے، اُن سے ہر اُردو دوست کو واقف ہونا نہایت ضروری ہے، وطنی تعلیم اور اردو کو ہندوستان مین ذریعۂ تعلیم بنانے کے متعلق انکی رائین نہایت حوصلہ افزا ہین، ذیل مین ہم ان کے مضمون کا ترجمہ ناظرین کے سامنے پیش کرتے ہین:-

دنیاے علم وتعلیم کے ہر فرد نے شاید **عثمانیہ یونیورسٹی** کا نام سنا ہوگا، لیکن اکثر اشخاص کیلئے یہ صرف ایک لفظ ہی ہے، حالانکہ وہ ہندوستان کی یونیورسٹی تعلیم مین ایک انقلاب پیدا کر رہی ہے، اسکا نام ہمارے سامنے بغداد، قرطبہ، یا قاہرہ کے خوابہاے پریشان کا نقشہ پیش کرتا ہے، لیکن واقعہ یہ ہے کہ وہ ہندوستان کی ایک ریاست کا علمی مرکز ہے، یہ نوزائیدہ یونیورسٹی ہز اگزالٹیڈ ہائینس نظام کی مربیانہ توجہ سے عالم وجود مین آئی ہے، اور اسی روشنخیال والی کے نام سے موسوم ہے، یہ شاید نہایت ہی انسب ہوا ہے کہ ہندوستان کی سب سے بڑی ریاست نے اس کام کی طرف سب سے پہلے قدم بڑھایا ہے، جو ہندوستان مین یونیورسٹی تعلیم کے انقلاب عظیم کی خبر دیتا ہے، اگر ہم یہ دیکھکر متحیرت ہوجاتے ہین کہ ہندوستانی ریاستین جو عموماً برطانوی ہند کے مقابل مین بہت ہی پس ماندہ اور ادور جامد سمجھی جاتی ہین اور علانیہ "زیر حمایت" کے نام سے پکاری جاتی ہین، تعلیم ومعاشرت کے

میدان اصلاح مین سب سے پہلے بہادرانہ قدم رکھتی ہین، ہندوستان کی سب سے ترقی پذیر ریاست **بڑودہ** مین بہت سے ایسے معاشرتی قوانین نظر آتے ہین جو آجکل کے بہترین اصول پر بنائے گئے ہین، یہی وہ ریاست ہے جس نے سب سے پہلے لازمی تعلیم کو جاری کیا اور اسکی نہایت ہی مفید سفری کتبخانون کے نظام کا ذکر ہی کیا ہے، یہ فخر بھی جنوبی ہند کی ایک ریاست ہی کو ملا ہے کہ اس نے کلکتہ یونیورسٹی کمیشن کے انعقاد اور اسکی سفارشون کے بہت پہلے ہی سے ایک خالص علمی یونیورسٹی کی بنیاد رکھی ہے، جسمین بی، اے اور بی، ایس، سی کی تعلیم تین سال ہوتی ہے، جو آگے چل کر ہندوستان کی یونیورسٹیون کا مابہ الامتیاز نشان ہوگا، اسکا سبب شاید یہ ہے کہ یہ ریاستین برطانوی ہند کی طرح حکام کی زنجیرون سے اسقدر مضبوطی سے جکڑی ہوئی نہین ہین، اور وہ عہد گذشتہ کی خطرناک روایت سے پُر ہین، اور یہی وجہ ہے کہ وہ آزادی سے بڑے بڑے تجربون کی ہمت کرسکتی ہین، بہرکیف کچھ بھی ہو، لیکن یہ بات اپنی جگہ پر مسلم ہے کہ تعلیم یا زیادہ درست ریاست حیدرآباد نے جو وفاداری، شان وشوکت اور عزت وعظمت کی قدیم روایات پر ابتک قائم ہے، ایک نہایت ہی عظیم واہم تجربہ کے میدان مین قدم رکھا ہے، ٹھیک اسوقت جبکہ تمام ہندوستان اس موضوع پر کہ تعلیم کے مختلف مدارج مین کونسی زبان رکھی جائے سرگرم مباحثہ ہے، اس حوصلہ مند ریاست نے برا یا بھلا جیسا بھی ہو، ایک فیصلہ کن قدم آگے بڑھا دیا ہے، اور اس بات پر فخر کرسکتی ہے کہ یہ عزت اسی کے حصہ مین آئی ہے کہ دیسی زبانون کے ذریعہ اعلیٰ تعلیم دینے کی وہ اولین رہنما ہے، یہ اس جامعہ کی نمایان خصوصیت ہے، صرف زمانہ اسکے نتیجہ کا فیصلہ کریگا،

حکام ان لاتعداد اور خطرناک مشکلات سے جو ان کے راستہ مین حائل ہین غافل نہین ہین، عام رائے کا اپنے ساتھ قائم رکھنا بھی کچھ کم اہم چیز نہین ہے، اسکا ثبوت ہمکو اس واقعہ سے ملتا ہے کہ جامعہ عثمانیہ کے لئے کوئی وسیع میدان عمل نہین ہے اور قدیم ترین طرز کے نظام کالج کے ساتھ ہی

ساتھ جو مدراس یونیورسٹی سے ملحق ہے قائم ہے، نظام کالج کا مدراس یونیورسٹی سے الحاق کی بقار اسلئے نہین ہے کہ جامعۂ عثمانیہ کی کامیابی مین شک ہے، بلکہ یہ صرف ان لوگون کے لئے باقی ہے، جو اس جدید طرز کی مقبولیت و موزونیت پر معترض ہین، جب ابتدائی مشکلات حل ہوجائینگی اور تجربہ کی کامیابی یقینی نظر آئیگی جیسا کہ حکام کا خیال ہے کہ ایسا ہی ہوگا تو اسوقت بلا شبہہ یہ کالج بھی اس جامعہ مین ملحق کردیا جائیگا۔

ہندوستان مین ذریعۂ تعلیم کا مسئلہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس نے تقریباً ایک صدی سے ماہرین تعلیم کی توجہ حاصل کر رکھی ہے اور ابتک اسکا کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہین نکلا ہے، یہ اکثر کہا جاتا ہے کہ اسی تاریخی دن سے جس روز کہ لارڈ میکالے کی زبردست وکالت نے خالص عربی و سنسکرت تعلیم کے مقابلہ مین یورپین علوم و فنون کے حق مین فیصلہ کرالیا، دیسی زبانون کے ذریعۂ تعلیم دینے کے استحقاق کا خاتمہ ہوگیا، بہرکیف واقعہ یہ ہے کہ پبلک انسٹرکشن کمیٹی نے اپنی سالانہ رپورٹ ۱۸۳۶ء مین جسکے ایک سال بعد میکالے کا نوٹ اور اسکی مشہور تحریک عالم وجود مین آئی، یہ بات صاف طور سے ظاہر کردی تھی کہ یہ "ریزولیوشن" اس مسئلہ سے کوئی تعلق نہین رکھتا، کہ آخر کار عام اشخاص کو کس ذریعہ سے بہترین طریقہ پر تعلیم دیجاسکتی ہے، اسکے مقابل مین انھون نے صاف طور سے کہا کہ "ہمارا خیال ہے کہ ہمکو اپنی تمام کوششین دیسی ادبیات کی تعمیر کی طرف مرکوز کردینی چاہیئے"۔ یہی ایک خیال تھا جسپر سرسی ٹریولیان نے بہت زور دیتے ہوئے کہا تھا کہ انگریزی زبان کی تحصیل صرف ایک واسطہ کے طور پر ہونی چاہیئے، اور ہمکو اپنا نصب العین حاصل کرنے کے لئے ضرورت ہوگی کہ "اساتذہ کو تعلیم دی جائے ادبیات پیدا کیجائین، اور اعلیٰ و اوسط طبقہ کا اشتراک عمل حاصل کیا جائے"، پھر ۱۸۹۴ء کے مشہور مراسلہ مین ایسٹ انڈیا کمپنی کے ڈائرکٹرون نے یہ امید ظاہر کی کہ:-

"چونکہ دیسی زبانون کی اہمیت کا احساس روز بروز بڑھتا جاتا ہے، دیسی زبانون کی ادبیات کا

ذخیرہ یورپین تصانیف کے تراجم، اور ان اشخاص کی مستقل تصانیف کے ذریعہ سے جو یورپین ترقی علوم کے جذبہ سے معمور ہین، بہت کچھ ادا رہو جائیگا، اور اس طریقہ سے ہم یورپین علوم و فنون کو نہایت آسانی سے عام پبلک تک پہنچا سکین گے؟

بعد کے واقعات نے اس "مقدس امید" کو پورا نہین کیا ہے، اور یونیورسٹی کی تعلیم نے جو انگریزی مین ہوتی تھی، ایک کشش پیدا کرلی ہے، چونکہ یہ تعلیم زندگی کی کامیابی اور مادی فواید کی طرف رہنمائی کرتی تھی، اسلئے دیسی زبانون کے حصول کے بارہ مین کتنی ہی دلیلین خواہ کیون نہون، عملاً اسکے استحقاق کو غائب کردیا، بہرکیف ہمکو فوراً اس نتیجہ پر نہ پہنچ جانا چاہیے کہ چونکہ انگریزی تعلیم مادی کامیابی کی طرف رہنمائی کرتی ہے، اسلئے لوگون نے اپنی پوری توجہ اسطرف مبذول کردی، یہ خیال رکھنا چاہیے کہ انگریزی کے ذریعہ یورپین علوم کی تعلیم کا اجرا انیسوین صدی کے رہنماؤن کے صحیح مطالبہ پر مبنی تھا کیونکہ انہون نے محسوس کیا کہ ایسے وقت مین جبکہ مغربی علوم اپنے شباب پر تھے، مشرقی زبان مین وہ قوت موجود نہتھی جو اسوقت کے لوگون کے دماغ پر جو اس اتصال کے باعث ایک نئی دنیا کا خواب دیکھ رہے تھے قابو رکھ سکتی، مختلف اسباب کی بنا پر وہ تعلیم جو عہد گذشتہ مین اس مقدس سرزمین کے ہر اعلیٰ ترین ضرورت کو پورا کرتی تھی، اپنی تمام کشش کھو رہی تھی، اور اسکے ساتھ ہی علوم مشرقی کے آفتاب کے غروب سے جو سیاہی پیدا ہوگئی تھی، اسی تاریکی مین مغربی علوم کی شمع نے آہستہ آہستہ اپنی روشنی پھیلانی شروع کردی تھی، انگریزی تعلیم نے نہ صرف مادی طریقہ کا راستہ بتادیا بلکہ اس نے وہ دروازہ بھی کھول دیا جو روح، نور الٰہی کے لئے تلاش کر رہی تھی، عالم ادبیات کی حیرت کن محاسن نے جو انگریزی تعلیم کی وجہ سے نظر آنے لگے تھے، انکی روح و دماغ کو یکسان اپنا گرویدہ بنالیا، اور انسان کے تمام اعلےٰ جذبات و احساسات مین ایک قوت محسوس ہونے لگی،

یہ کوئی خلاف توقع بات نہ تھی کہ مشرقی علوم کے فقدان کے وقت لوگ ایسے جوش کے ساتھ جو

وارفتگی کی حد تک پہنچتا تھا، اس مطالعہ کی طرف متوجہ ہوگئے جس سے اُنکو سونے کی وہ کنجی مل گئی جس سے وہ نہ صرف اپنی دنیاوی زندگی مین کامیاب ہونے لگے بلکہ افکار وخیالات کے ایک ایسی دنیا مین داخل ہوگئے جو اُنکی روح کی نازک سے نازک اور باریک سے باریک ضروری بات کو بھی پورا کرتی تھی، خواہ دنیاوی کامیابی وآرام کے تیقن، یا انسانی فطرت مین روحی عنصر کی کشش یا دونون نے انگریزی تعلیم کو اسقدر دلفریب بنا دیا ہو، واقعہ یہ ہے کہ یہ جذبہ پہلے پہل اعلیٰ طبقہ کے لوگون مین پیدا ہوا، ورنہ گورنمنٹ نے اور نہ مختلف مشنریون نے جو لوگون کو تعلیم کی دولت سے مالا مال کرنا چاہتے تھے کوئی سخت مزاحمت کی، اس عالم جوش مین دیسی زبانون کی اہمیت بالکل زایل ہوگئی، اور شہر کے ابتدائی مدارس مین بھی اسکے حصول کی ضرورت محسوس نہوئی حتی کہ ایک لڑکا اسکول اور کالج کی پوری تعلیم دیسی زبان کا ایک لفظ سیکھے بغیر بھی حاصل کرسکتا ہے، یہ اسکا فقدان کامل تھا جس نے حاکم ومحکوم دونون کی آنکھین کھولدین کہ اس طریقہ نے جسکے متعلق خیال تھا کہ دیسی زبانون کی نشو ونما اور ترقی مین مدد ومعاون ہوگا اسکو اور تباہ اور برباد کردیا ہے، اگرچہ آجکل دیسی زبانون کی حمایت مین پھر تحریک شروع ہوگئی ہے، لیکن پھر بھی آج یہ دردناک منظر ہمارے سامنے ہے کہ پبلک انسٹرکشن کمیٹی کی آرزو اور حکومت کی امید جو ایک صدی قبل اُنھون نے ظاہر کی تھی کہ ترقی پذیر دیسی زبانین انگریزی کی جگہ لینگی، ابتک پوری نہین ہوئی ہے، کچھ عرصہ سے دیسی زبانون کی طرف تھوڑی سی توجہ مبذول کیگئی ہے، اور پرائمری مدارس کی تعلیم دیسی زبان مین رکھی گئی ہے، اور ان مڈل اسکول مین بھی جہان عام تعلیم انگریزی مین ہے، دیسی زبانون کو بھی رائج کردیا گیا ہے، اس قسم کی ادھوری کوششون سے کوئی خاطر خواہ نتیجہ نکلنے کی امید نہین ہے، اور صرف معمولی کامون سے اس اہم مقصد کو حاصل نہین کیا جاسکتا، یہ نوزائیدہ جامعۂ عثمانیہ ہے جس نے نہایت بہادری سے اس راہِ عمل پر چلنے کی آمادگی ظاہر کی ہے جو ہر طرف سے مشکلون اور الجھنون مین گھرا ہوا ہے، مُتعلین

جامعہ نے نہایت اچھی طرح مشکلات کا مقابلہ کیا ہے کہ اسوقت تک کہ انگریزی ہی ذریعۂ تعلیم رہیگی، یہ خیال رکھنا کہ ہم کچھ ترقی کر سکتے ہین، بالکل بے سود ہے، حقیقۃً انھون نے اس جوانمردی سے کام لیکر نہ صرف دیسی زبان کی عزت وحرمت کو قائم رکھا ہے، بلکہ اس بڑے اعتراض کا جواب بھی دیدیا ہے کہ یہ طریقہ کیونکر اسکولون مین رائج ہو سکتا ہے، یہ اچھی طرح معلوم ہے کہ تجربہ کار ماہرین تعلیم کو اس امر کا کافی احساس تھا کہ اسوقت تک کہ کالجون کا ذریعۂ تعلیم انگریزی ہے، یہ خیال کرنا کہ اسکول مین انگریزی تعلیم زبان ثانی کی طرح حاصل کیجائے ایک مہمل سی بات تھی۔

دیسی زبانون کے ذریعۂ تعلیم دینے کے فطری طریقہ کی اصلی رکاوٹ فقدان ادبیات ہے، اور ایک صدی کے تجربہ کے بعد یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچگئی ہے کہ تاوقتیکہ یونیورسٹی کے اعلیٰ تعلیم کے لئے اسکی مانگ نہو، اسکا کثرت کے ساتھ وجود مین آنا اور ترقی پانا ناممکن ہے، کسی کو اس گرہ کو کھولنا چاہئے تھا اس خیال سے مایوسی کے بعد کہ انگریزی تعلیم کے ساتھ ہی ساتھ دیسی زبانین بھی ترقی کرتی رہین گی، سب سے بڑی ریاست نے دوسرا طریقہ، کار یعنی "یونیورسٹی کی تعلیم دیسی زبان مین" اختیار کر کے اس گرہ کو کاٹ ڈالا، اور ضروری کتابون کے لئے جنکی ایسے اہم فیصلہ کے بعد سخت ضرورت محسوس ہوگی، منتظمین جامعہ نے ایک مجلس ترتیب دی ہے، جسکا کام مغربی علوم وفنون کی کتابون کا ترجمہ و تصنیف ہے، اسی مجلس پر درصل تمامتر کامیابی کا دارومدار ہے، اور یہ قابل مبارکباد ہے کہ اس نے ایسے پرجوش نوجوانون کا اشتراک عمل حاصل کیا ہی، جو اپنے فرائض کو نہایت مستعدی سے انجام دے رہے ہین اسوقت تک انکی مترجمہ ومولفہ کتابون کی تعداد سو تک پہنچی ہے، اور ایک ہزار سے زاید انگریزی اصطلاحات کے اردو الفاظ وضع ہو چکے ہین، سائنس کے الفاظ کے تسمیہ کے متعلق خود دیسی زبانون کے پرجوش حامیون مین بہت کچھ اختلاف راے ہے، ایک طرف خالص دیسی زبان کے حامیون کا خیال ہے کہ عربی وسنسکرت مادون سے الفاظ بناکر مغربی اصطلاحون سے بالکل الگ

کر دیا جائے، اور دوسری طرف ایک اور جماعت ہے جسکا خیال ہے کہ سائنس کی تسلیم شدہ مغربی
اصطلاحات کو باقی رکھکر اسکے ذریعہ سے دیسی زبان مین تعلیم دیجائے، ہکو یہ فوراً تسلیم کرلینا پڑتا ہے کہ
موخرالذکر رائے بہت زیادہ قابل عمل ہے، کیونکہ اول تو ان اصطلاحات کی موجودگی کی وجہ سے
مؤلفین کی بہت سی محنت اور قوت بچ جاتی ہے، اور دوسرے طلباء نہایت آسانی سے مغربی علوم
کی ارتقائی حالت کو سمجھ سکتے ہین، واقعہ یہ ہے کہ جامعۂ عثمانیہ نے نہ صرف تمام درجون مین حصول
انگریزی کو لازمی کرکے اسکی اہمیت کو تسلیم کر لیا ہے بلکہ اس نے دونون زبانون کے اصطلاحات کو
بھی یاد کرنا ضروری بتایا ہے، اب لازمی طور پر یہان یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ایسی زبان مین تعلیم
دیتے وقت جسکا مقصد یہ ہو کہ اسکے ذریعہ سے انگریزی زبان مین تعلیم کا جو سخت دباؤ دماغ پر پڑتا تھا
وہ غائب ہو جائے، تو پھر طلباء سے دو قسم کی اصطلاحات کے یاد کرانے کے کیا معنی ہین، درآنحالیکہ
اُردو کی اصطلاحات مین صاف طور سے تصنع اور کراہت موجود ہے، اصطلاحات کی غربت و ندرت کا
اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ باوجودیکہ مین اُردو اور فارسی مین کافی مہارت رکھتا ہون، اور تمام عمر
اس سے دلچسپی لیتا رہا ہون، لیکن پھر بھی مین طبعیات کے اس لکچر کو جو ایک انٹرمیڈیٹ کلاس کو
دیا گیا بالکل نہ سمجھ سکا، یہ کہا جا سکتا ہے کہ کثرت استعمال سے اصطلاحات کا یہ تصنع و بدنمائی دور
ہو جائیگی، لیکن پھر بھی اس جدید تسمیہ پر بہت کچھ کہا جا سکتا ہے، اسکے برخلاف ہم فوراً اس نتیجہ پر پہنچتے ہین کہ
اس سے دماغ پر بہت کچھ دباؤ پڑتا ہے، حالانکہ ملکی زبان مین تعلیم کے رائج کرنے کی اصلی غرض و
غایت یہی ہے۔

ایک موضوع پر کچھ معاندانہ بحث کرنے کے بعد یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جامعہ مین اردو زبان
مین دوسرے موضوع پر لکچرون کے سُننے کا کیا اثر ہوا بتایا جائے، ایک یورپین یونیورسٹی کے گریجوئٹ نے اُردو
مین تاریخ یورپ پر اسقدر عمدگی سے لکچر دیا کہ اسکے ساتھ ہی ساتھ تمام باتین طلباء کے سمجھ مین آ کر

ذہن نشین ہو رہی ہیں، اور یہ اس تجربہ کی بہترین کامیابی تھی، فارسی زبان کے تاریخ کے لکچر کے متعلق بھی بالکل یہی واقعہ ہے، یہ لکچر بھی ایک یورپین یونیورسٹی کے گریجویٹ نے دیا تھا اور اگرچہ وہ بہت کچھ علم الالسنہ کے عالمانہ معلومات سے پُر تھا، پھر بھی اسمین وہ لوگ بھی بہت کچھ دلچسپی لے سکتے تھے، جنھون نے کبھی بھی اسپر کچھ نہ سُنا ہو، جامعہ کے تمام کامون کو دیکھکر مین نہایت ہی غور وخوض کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہون کہ ایک عرصہ تک اگر طلبار کو نہین تو کم از کم اساتذہ کو انگریزی زبان سے واقفیت کی سخت ضرورت باقی رہیگی،

جامعہ عثمانیہ کے منتظمین نے بھی اس بات کو سمجھ لیا ہے، اور اسکا ثبوت اسطرح دیا ہے کہ تمام نصاب مین انگریزی زبان کی تعلیم مدراس یونیورسٹی کے برابر رکھی ہے، اسطرح سے انھون نے تعلیم یافتہ ہندوستانیون کے اس درد کا علاج بھی پیدا کر دیا ہے، جو وہ انگریزی تعلیم کے غائب ہوجانے کے خیال سے تکلیف محسوس کرتے تھے، یہ دیکھنا باقی رہتا ہے کہ دوسرے مضامین کو دیکھتے ہوئے یہ ممکن بھی معلوم ہوتا ہے کہ نہین کہ انگریزی تعلیم کا یہ معیار قائم رکھا جاسکے حتی کہ بعض ان ہندوستانی یونیورسٹیون مین جہان ذریعۂ تعلیم انگریزی ہے، یہ ضرورت محسوس ہوئی ہے کہ انگریزی تعلیم کے مطلوبہ معیار کو گھٹا کر صرف اس حد تک لایا گیا ہے کہ ضرورت بھر کی انگریزی آجائے، لیکن اس جدید تجربہ مین یہ نہایت ہی عقلمندانہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے کہ انگریزی تعلیم کو نہایت ہی غیر محسوس طور پر کم کرنے کی کوشش کیگئی ہے، تاکہ ان لوگون کے جذبات کو کوئی ٹھیس نہ لگے، جو مغربی ادبیات کی شراب سے سرشار ہین، اور موجودہ نسلون کو اس بیش بہا عطیہ سے محروم ہوتے دیکھکر تکلیف محسوس کرتے ہین،

ہندوستان کی دوسری زبانون مثلاً ہندی، مرہٹی، گجراتی، تلنگو، تامل، اور ملایالم رجو کم وبیش صدد میر بولی جاتی ہین) کے مقابل مین اردو کو ذریعۂ تعلیم بناکر جامعہ نے ایک اہم ترین مشکل کو حل کیا ہے، اس فیصلہ کی تائید مین یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اردو زبان درحقیقت وہ کڑی ہے جو مختلف زبان بولنے والون کو ایک ساتھ جمع کرتی ہے

اسلامیہ آباد مین تقریباً ہر شخص اسکو سمجھتا ہے -

اسکے ساتھ ہی ساتھ یہ کہنا بے سود ہے کہ تقریباً ہر صوبہ کی ایک خاص زبان ہے اور اُسکے اختیار کرنے کے یہ معنی ہین کہ دوسرے صوبون پر اُسکی برکت کا دروازہ بند کر دیا جائے، اور پھر بھی ہکو ضرورت ہو کہ ہم کسی نہ کسی دیسی زبان کو اختیار کرین تاکہ لکچرون کے دُہری اور تہری محنت سے محفوظ رہین، جامعۂ عثمانیہ کا انتخاب اسی وجہ سے ہے، نہ کہ کسی دوسری زبان کے نکالدینے کے خیال سے، واقعہ یہ ہے کہ یہ اسلامی ریاست اسقدر آزاد خیال ہے کہ مذہبی شعبہ مین جو جامعہ کا ایک جزو ہے، اسکا خیال ہے کہ ہندو مذہب کی بھی تعلیم دیجائے، اور صرف ان لوگون کے خیال سے جنکو اُردو سمجھنا مشکل ہے اس نے ابتک نظام کالج کو قائم رکھا ہے کیونکہ وہان ذریعۂ تعلیم انگریزی ہے -

اس کالج کا تذکرہ، خوامخواہ اُسکی شاندار اور مکمل تجربہ گاہ کی طرف ذہن کو منتقل کرتا ہے، اس کالج کی وسعت کے مقابل مین جامعہ کا موجودہ مکان بہت ہی تکلیف دہ اور غیر اہم ہے، لیکن ہکو یاد رکھنا چاہیئے کہ جامعہ کے موجودہ مکانات صرف چند روزہ اور عاریتہً ہین، خیال ہو کہ ادیکا سیٹ مین تقریباً تین مربع میل زمین جامعہ کے لئے حاصل کیجائے، اور ایک جامعہ کے لئے اس سے بہتر منظر کا تخیل ناممکن ہے، یہ اپنی بلندی کی وجہ سے نہایت ہی خوش منظر ہے، اور اگرچہ شہر کے شور و ہنگامہ سے دُور ہے، لیکن پھر بھی شہر مین پہنچنا کچھ مشکل نہین، ایسی عمارتون کے تعمیر کا خیال ہے جن پر کئی کرور روپئے صرف ہونگے، مین یہ سُن کر حیران رہ گیا کیونکہ میرے خیال مین اس شعبہ مین چند لاکھ روپیہ صرف کرنا بھی بہت ہے، لیکن ہندوستانی ریاستون مین ابتک یہ خیال باقی ہے کہ کام کو نہایت شاندار طریقہ سے کیا جائے خواہ اسمین کتنا ہی خرچ کیون نہو، نظام نے اپنے دارالسلطنت کے قریب ایک نہر تعمیر کرائی ہے جو اُنہی کے نام پر عثمان ساگر کے نام سے موسوم ہے اور وہان کے باشندون کے لئے ایک ذریعۂ مسرت ہے حالانکہ اُسکی

اصلی غرض یہ تھی کہ شہر میں پھر سیلاب نہ آسکے، اور اہل شہر کو ہمیشہ پانی کی ایک کافی مقدار دستیاب ہو سکے، ہمکو کافی امید ہے کہ جب جامعہ کی اپنی عمارتیں عالم وجود مین آجائیگی اسوقت یہ اس قسم کے نظام تعلیم کی بنا ڈالیگا جو ایک طرف تو دوسری یونیورسٹی کے لئے ایک نمونہ ہوگا اور دوسری طرف لوگون کے دلون مین ایک ولولہ پیدا کریگا، اور آیندہ نسلون کے لئے ایک باعزت کارنامہ ثابت ہوگا۔

ناظرین معارف سے خطاب

رسالہ معارف کی زندگی کا ساتوان سال اب شروع ہوا ہے، اس عرصہ مین اسنے ملک وقوم کی جو علمی خدمت انجام دی ہے، اسکی تشریح غالباً ہمارے لئے خودستائی ہوگی، ہندوستان کی آب وہوا ہمیشہ سے خالص علمی رسالون کے راس نہین آتی اور خصوصاً موجودہ ہنگامۂ کارزار مین جبکہ ہندوستان کا دماغ و دل تمامتر سیاسی کامون مین مصروف ہے، تاہم اسکا ہم اعتراف کرتے ہین کہ اسکے باوجود معارف کی قدردانی اور حلقۂ مطالعہ مین کمی نہین ہوئی، اور وہ اپنے اہل معاونین یعنی خریدارون کا گلہ نہین کرتا لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایک بلند علمی رسالہ کا جو تخیل ہمارے سامنے ہے اسکے لئے اس سے زیادہ وسیع حلقۂ خریداری اور مالی وسعت کی ضرورت ہے، ہمارے ساتھ اگر ہمارے ناظرین بھی ایک علمی رسالکو اس سے بہتر اور مکمل دیکھنا چاہتے ہین تو انکی خدمت مین یہ گذارش بیجا نہوگی کہ از راہ علم پروری و دادِ خدمتِ علم اسکے حلقۂ احباب کی توسیع مین ہماری مدد فرمائین ہمین یقین ہے کہ انکی توجہ اس باب مین ہمارے لئے بہت کارآمد ہوگی امید ہے کہ اس تجویز کو عام اردو رسائل کے معمولی درخواستون پر قیاس کیا جائیگا، اور ہمینہ ادو دہینہ مین وہ اپنی کوششون کے نتائج سے معارف کی عملاً حوصلہ افزائی کرکے ہمین شکر گذاری کا موقع دینگے۔

سید سلیمان ندوی

تلخیص وتبصرہ

خاندان گپتا کا صحیح زمانہ

جب سے تاریخ ہند ایک مدون فن کی حیثیت سے عالم وجود مین آئی ہے، اس بات کی برابر کوشش جاری ہے کہ مختلف قرائن اور واقعات کے استنباط سے ہندو راجاؤن کا عہد حکومت صحیح طور سے متعین کیا جائے، چونکہ یہ مسئلہ فہم اور قیاس کا ہے، اسلئے محققین مین اسکے متعلق اختلاف رائے کا پیدا ہونا ضروری ہے، چنانچہ مشہور ہندو حکمران خاندان گپتا کے راجاؤن کے صحیح زمانہ کے متعلق مختلف نظریئے قائم کئے گئے ہین، بعض لوگون نے چند واقعات کی بنا پر ان کے زمانہ کو پیچھے ہٹا دیا، اور بعض نے آگے بڑھا دیا ہے، خود ان راجاؤن کے حالات اسقدر غیر محقق ہین کہ یہ پتہ نہین چلتا کہ ان میں کون باپ تہا اور کون بیٹا، مسٹر ونسنٹ اسمتھ ای سی ایس نے جو سنسکرت کے عالم اور عہد ہندو کے مستند مورخ ہونے کی حیثیت سے کافی شہرت رکھتے ہین، اپنی تاریخ عہد ہندو مین مسٹر فلیٹ ماہر آثار قدیمہ کے بیانات پر اعتماد کرکے اسکا ایک زمانہ متعین کیا تہا، اور لوگ اسی کو تسلیم کرنے لگے تھے، لیکن جنوری ۱۹۱۸ء کے "ہندوستان ریویو" مین مسٹر پنا لال نے ایک نہایت ہی بسوط اور مدلل مضمون لکھکر مسٹر اسمتھ کی غلطی کی اصلاح کی، اور اسکا صحیح زمانہ بتایا، مضمون اسقدر مدلل اور واقعات وتحریرات پر مبنی تہا کہ خود مسٹر اسمتھ کو ان کے فیصلہ کے سامنے سر تسلیم خم کرنا پڑا، چنانچہ انھون نے رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے رسالہ ۱۹۲۰ء مین اپنی غلطی کا اعتراف کیا، اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یورپ کے مستشرقین حیاتک بھی

پروا نہ کرین، اور یورپ کے علمی حلقہ مین جہانتک بھی داد حاصل کرلین تاہم عربی کا مشہور مقولہ اہل البیت ادری بما فیہ ابتک صحیح اور درست ہے -

مسٹر اسمتھ کے اعتراف کا مضمون حسب ذیل ہے :-

(۱) ہیون ژنگ نے مگدھ کے بالادیتہ اور ہن بادشاہ مہراگولا کی شکست کے متعلق جو کچھ تحریر کیا ہے ممکن ہے کہ واقعات کی بنا پر ہو لیکن غیر مورخانہ ہونے کی وجہ سے نظر انداز کیا جاسکتا ہے، اُس نے پنجاب کے روئیون سے یہ قصہ سنا، اور یہ کہنا ممکن ہے کہ کس طرح یہ روایت عالم وجود مین آئی، اسلئے کمار گپتا کے لئے بعد کے کسی زمانہ کے تجویز کی ضرورت باقی نہین رہتی -

(۲) گپتا کے شاہی سلسلہ مین صرف دو کمار گپتا پائے جاتے ہین نہ کہ تین جیسا کہ حال کی تاریخی تحقیقات ظاہر کرتی ہین ،

(۳) بودھ گپتا، گپتا کے شاہی سلسلہ کا ایک بادشاہ تہا جو بنارس اور بنگال ہین دینا جپور کے علاوہ مغربی صوبون کا بھی بادشاہ تہا -

(۴) مسٹر پنا لال کے نتائج کو پروفیسر پاٹھک (بہنڈارکر کومومریشن والیم، کتب یادگار بہنڈارکر) کے نتائج سے ملاکر ہم اس بات کا دعویٰ کرسکتے ہین کہ مہراگولا کے باپ تورمانا نے ہندوستان مین سنہ ۵۰۰ء سے سنہ ۵۰۲ء تک دو یا تین سال تک حکومت کی ہے، اسکے سکے مورخہ سنہ ۵۲ اُسکی ہندوستانی حکومت کے پہلے سال کے ہین، اور سنہ ۴۸۴ ہن سنہ ہے، یہ بات بہت پہلے ایم ڈاروق نے پایۂ تحقیق کو پہنچادی ہے، (جرنل ایشیاٹک سنہ ۱۹۰۶ء اور مسٹر اسمتھ کا مضمون مندرجہ جرنل ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال جلد نمبر ۷۳ حصہ اول صفحہ ۲۳۲ سنہ ۱۹۰۴ء دیکھو) میراگولا سنہ ۵۴۲ء مین مرا -

(۵) گپتا شاہی سلسلہ کے بادشاہون مین کمار گپتا اول سے بودھ گپتا کے زمانہ تک ہم جس سلسلۂ نسب کے نتیجہ پر پہنچے ہین وہ ذیل مین واضح طور سے درج ہے -

شجرہ

کمار گپتا اول سنہ ۴۱۴-۴۵۵ء

پورگپتا سنہ ۴۶۷-۴۶۹ء

سکند گپتا سنہ ۴۵۵-۴۶۷ء

نرسنہو گپتا بالادیتا سنہ ۴۶۹-۴۷۳ء

کمار گپتا ثانی سنہ ۴۷۳-۴۷۶ء

بودہ گپتا (اسکا نسب نامہ معلوم نہین ہے) سنہ ۴۷۶-۴۹۴ء

(۹) ان بادشاہون کا درجہ جنھون نے ذیل کے خطابات سکے بہدے سکے چلائے مشکوک ہے،

پرکاشدیتا، دوادشادیتا، گھٹوگپتا اور وشنوگپتا،

ممکن ہے کہ ان مین سے بعض خطابات، تمام کے تمام ان نامون کے جو نسب نامہ مین دیئے ہین مرادف ہون، مثلاً وشنوگپتا اور پرکاسدیتا، ممکن ہے کہ ایک ہی ہون کیونکہ پرکاشاس وشنو کے "دتاسن" یا قاصد تھے، اور یہ دونون خطابات پورگپتا کے ہون، اس قسم کی توضیح یا دوسری اور وضاحتین موجودہ زمانہ مین غیر محقق ہین،

سیرۃ نبوی حصۂ دوم

کے اب بہت کم نسخے رہ گئے ہین جن صاحبون کو ضرورت ہو وہ جلد منگوالین ورنہ طبع دوم کا انتظار کرنا ہوگا، قیمت باختلاف کاغذ عہ (۵)، و للعہ (۴)

"مینیجر"

اخبار علمیة

ڈاکٹر نرنسٹ، صدر برلن یونیورسٹی و نامور ماہر طبعیات کے دعوت نامہ پر بابو سیگھ ناد ساہا سال گذشتہ کے وسط مین کلکتہ سے جرمنی روانہ ہوئے، بابو صاحب ہندوستان مین فن طبعیات فلکی کے ایک ممتاز محقق سمجھے جاتے تھے، اور ڈاکٹر موصوف نے انہین اس غرض سے جرمنی مدعو کیا تھا کہ اُسکے دار التجربہ (ریسرچ انسٹیٹیوٹ) مین قیام کرکے اس فن کے متعلق اپنی تحقیقات عالیہ کے سلسلہ کو جاری رکھین، چنانچہ بابو صاحب چھ ماہ تک انسٹیٹیوٹ مذکور کے مہمان اور تحقیقات عالیہ مین مصروف رہے، انکی تحقیقات کے نتائج جرمنی کے جرنل آف فزکس مین شائع ہوتے رہے، اسکے محققانہ مقالات اس پایہ کے نکلے کہ جرمنی کے سب سے بڑے اساتذۂ سائنس مثلاً پروفیسر آئینسٹائن، و ڈاکٹر سومر فیلڈ دنگ رہ گئے، اسکے بعد جرمنی کی متعدد یونیورسٹیون، میونخ، لیپزگ، جینا، گوٹنگن، برلن وغیرہ نے مسٹر ساہا کو اپنے اپنے ہان مدعو کیا، اور ان سے فن طبعیات پر لکچر دلائے، مسٹر ساہا اس سے قبل امپریل کالج آف سائنس (لندن) مین کام کر چکے ہین، اور اُنکے بہ کثرت مضامین فلاسوفیکل میگزین (لندن) اور فزیکل ریویو (امریکہ) وغیرہ مین نکل چکے ہین، اور ہند کا یہ نامور فرزند علماے یورپ کے قلوب کو سخر کرکے حال مین وطن واپس آیا ہے، (کالیجین)

برلن کی جرمن اورینٹیل سوسائٹی، جو شرقی علوم خصوصاً ہندو علوم و السنہ کے متعلق گران قدر خدمات مدت سے انجام دے رہی ہے، حال مین اسکا سالانہ جلسہ منعقد ہوا، صدر مجلس پروفیسر لیوڈرس نے ہندوستانی ارکان انجمن کا بھی شکریہ ادا کیا، سات یا آٹھ ہندوستانی جلسہ مین شریک تھے جو بنگال -

پنجاب اور بمبئی کے ہندو افراد پر مشتمل تھے، تقریر صدارت کے جواب مین ہندوستانیون کی جانب سے
مسٹر تارا چند راے نے جرمن زبان مین تقریر کی جسمین ہندوستان کی علمی و تاریخی عظمت و اہمیت کی
تصریح تھی، (ایضاً)

ڈاکٹر جیمس کاٹن نے حال مین ایتھر کا ایک مرکب ایسا تیار کیا ہے جسکے سونگھنے کے بعد انسان کی قوت رازداری سلب ہو جاتی ہے، اور وہ اپنا گھر سے گھر راز بتا دینے پر آمادہ ہو جاتا ہے، چند روز ہوئے لندن مین پچون کی ایک معلمہ کو جو نوجوان اور حسین تھی چند بدمعاش کہین بھگا لیگئے، اور اسکے بعد جب وہ واپس آئی تو بالکل مدہوش اور راز خود رفتہ معلوم ہوتی تھی، اسپتال مین پڑی ہوئی تھی مگر حادثہ کے متعلق نہ کسی سوال کا جواب دیسکتی تھی، نہ کوئی مفید اطلاع اسکے متعلق دیسکتی تھی، پولیس اپنی ساری کوشش کر کے تھک چکی تھی، اسکے بعد اسپتال کے دو ڈاکٹرون نے اسی ایتھر کا مرکب اُسے سنگھایا جس سے اسکے ہوش و حواس درست ہو گئے، اور پورے واقعہ کی تفصیل اُس نے بیان کر دی، مجرمون کا پتہ لگ گیا عدالت مین مقدمہ پیش ہوا، اور بیان بھی اس خاتون نے اپنے سابقہ بیان کے مطابق اظہار دیا۔

(پاپولر سائنس)

اٹلی کے ایک صناع رانیزری نے تین سال کی مسلسل محنت کے بعد ایک عظیم الشان کلاک گھڑی بانس کی تیار کی ہے، اسمین کمال یہ دکھایا گیا ہے کہ بجز پنکلن کے اور کوئی شے دھات کے قسم سے شامل نہین، گھنٹہ منٹ اور سکنڈ کی سوئیان اور جتنے پرزے اور کمانیان وغیرہ ہین سب بانس ہی کی ہین، ہر پاؤ گھنٹہ کے بعد یہ گھڑی بجتی ہے، ہر روز ٹھیک بارہ بجے دن کو ایک چھوٹی سی توپ اسمین فیر ہوتی ہے اور سیٹی اور گھنٹی بجتی ہے، کوک دینے کی ہر چوتھے برس ضرورت پڑیگی، اسکی جسامت

قد انسانی کے مساوی ہے، (پاپولر سائنس)

امریکہ مین ایک بائسکل ایسی ایجاد ہوئی ہے، جسپر دس آدمی ایک دوسرے کے پیچھے ایک ہی وقت مین سوار ہو سکتے ہین، اور جسوقت اسکے پائدان پہ دسون آدمی گھماتے ہین اُنکی شرح رفتار فی گھنٹہ ۶۰ میل تک پہنچ جاتی ہے، (سائنٹفک امریکن)

سنہ ۱۸۹۶ء سے جب سے طاعون کا قدم ہندوستان مین آیا ابتک چوہون کے باعث جسقدر اتلاف نفوس ہو چکا ہے اس سے قطع نظر کرکے ابتک ان کے باعث جتنا مالی خسارہ ہندوستان کو ہوا ہے اسکی میزان کم از کم ۰۰۰،۰۰۰،۳۰،۱۲ روپیہ کی ہوتی ہے، (ماڈرن ریویو بحوالہ بربا ٹمرکل ٹائمس)

امریکہ مین ایک خاتون مس اینی کینس کی آجکل خاص شہرت ہو رہی ہے، جو فلکیات مین حیرت انگیز کمال رکھتی ہین، ان کا سن اب قریب ۶۰ سال کے ہے، ساری عمر انھون نے ستارون کی گردش کے مطالعہ مین صرف کی، ابتک وہ تین بالکل جدید ستارون کی اور ۱۶۰ غائب ہونے والے ستارون کی یافت کر چکی ہین، ستارون کے فاصلہ کی پیائش مین دوسرے ماہرین فن کا بہت کافی وقت صرف ہوتا ہے مگر یہ خاتون ان مسافتون کا صحیح اندازہ چشم زدن مین کر لیتی ہین، اسوقت ستارون کی جو فہرست چھپ رہی ہے اسمین سے سات لاکھ ستارون کی تقسیم و تنظیم ان کے ہاتھ کی کی ہوئی ہے، رصد خانہ ہارورڈ مین تصاویر فلکی کا شعبہ انہین کے سپرد ہے، (ماڈرن ریویو)

انگلستان مین عورتون کے پولس مین بھرتی ہونے کی ابتدا سنہ ۱۹۱۶ء سے ہوئی، اسوقت خر

ایک عورت سینٹ پولیس مین داخل ہوئی تھی، مگر اب ۵۰۰ اسکے قریب عورتین کام کر رہی ہیں
اور ۴۰۰ ہزار پونڈ کی رقم بھی زنانہ پولیس کے سرمایہ مین فراہم ہو چکی ہین، امریکہ کا نمبر اس معاملہ مین انگلستان
سے بڑھا ہوا ہے، یہان تیس ہزار سے زاید شہرون مین زنانہ پولیس کام کرتی ہے، (الفیصل)

جرمنون کو جب سے انگریزی و فرانسیسی صلحنامہ کی رو سے ہوائی جہازون اور طیارون کے بنانے کی ممانعت ہوگئی ہے، اسوقت سے انھون نے اپنی توجہ اڑانے والی مشینون کی تیاری پر صرف کرنا شروع کردی ہے، یعنی ایسی مشین جسکے سہارے سے انسان ہوا مین اڑسکے، چنانچہ اس کوشش مین انہین کامیابیان شروع ہوگئی ہین، حال مین اس قسم کی مشینون کا آزمائشی مقابلہ کیا گیا تو ۔۔ مشینین پیش ہوئین، اس مقابلہ مین تین اشخاص سب سے زیادہ کامیاب سمجھے گئے، جنمین سے ایک شخص ۲۲ منٹ تک ہوا مین رہا، اور اسکے بعد مشین سمیت گر پڑا، دوسرا شخص ۱۵ منٹ ۴۰ سکنڈ تک اڑتا رہا، اور اتنی دیر مین چار میل سے زاید مسافت طے کی، تیسرا شخص جو سب سے اول درجہ پر رکھا گیا، ۱۳ منٹ تک فضا مین رہا، اور ۶ میل سے زاید مسافت طے کی، (سائنٹفک امریکن)

بعض اڑنے والے جانور حالت پرواز مین اپنے پرون کو فی سکنڈ ۲۲۰ مرتبہ بند کرتے ہین،

شہد کی مکھی " " " ۲۴۰ تا ۴۴۰ مرتبہ بند کرتی ہے

معمولی مکھی " " " ۴۰۰ تا ۶۰۰ مرتبہ بند کرتی ہے

ہوائی مشین اسکے مقابلہ مین فی سکنڈ صرف ۲۵ مرتبہ اپنے پرون کو گردش دیتی ہے،

(پاپولر سائنس)

ہر مہینہ سے زیادہ ماہ نومبر مین ستارے ٹوٹتے رہتے ہین، بہت سے ٹوٹے ہوے ستارے سطح زمین تک پہنچ بھی جاتے ہین، ڈاکٹر گلیگن کے قول کے مطابق شہاب ثاقب کے وزن سے کرۂ ارض مین روزانہ ۱۰۰ ٹن کا اضافہ ہوتا رہتا ہے، لیکن زمین کا وزن چونکہ درمیان

۵،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰ ٹن اور

۶،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰ ٹن کے ہے، اسلئے کہین ۱۴ کروڑ سال مین جاکر وبازت ارض مین بقدر ۱۲ انچ کے اضافہ ہوسکتا ہے، (ایضاً)

ڈاکٹر سوہندر بوس نے جو امریکہ کی ایک سرکاری یونیورسٹی مین پروفیسر ہین، ملک چین کی خصوصیات ذیل شمار کرائے ہین:-

(۱) چین دنیا کے سب سے بڑے برّاعظم (ایشیا) مین سب سے بڑا ملک ہے، جسکا رقبہ ۴،۰۰۰،۰۰۰ مربع میل ہے،

(۲) چین کی آبادی دنیا کے تمام ممالک سے زاید ہے، یعنی ۴۰ کرور،

(۳) چین ہی ایسا ملک ہے جسکی مستند تاریخ شروع سے ابتک محفوظ ہے،

(۴) چین مین والدین و اولاد کے تعلقات تمام ممالک سے زیادہ پرمحبت ہین،

(۵) چین دنیا کا سب سے پہلا ملک ہے جو ایجاد و اختراع پر مایل ہوا تھا، اسکی اولین ایجادون مین کاغذ، فنِ طباعت، بارود وغیرہ کی ایجادین ہین،

(۶) چین ہی سے ریشم اول اول یورپ مین ۵۵۲ء مین پہنچا ہے،

(۷) چین مین دنیا کی سب سے زیادہ طویل دیوار ہے، جسکا طول ۱۴۰۰ میل کا ہے،

(۸) چین ہی مین سب سے پہلے زرکاغذی کا رواج ظہور مسیح سے ایک ہزار سال قبل ہوا،

(۹) چین نے دنیا کی ایک قدیم ترین مطلق العنان شاہنشاہی کو نہایت قلیل مدت مین اور بہت ہی خفیف خونریزی کے ساتھ ایک جمہوریت مین تبدیل کردیا،

(۱۰) چین کے طلبہ بیرونی ممالک مین آج تمام دوسرے ممالک کے طلبہ سے زیادہ تعداد مین تحصیل علم کر رہے ہین،

(ماڈرن ریویو)

اکس ریز کے مشہور ڈاکٹر بروس کی وفات کے بعد ڈاکٹر ذن کی جو کمیٹی انگلستان مین اکس ریز کے خطرات کی تحقیق کے لئے بٹھائی گئی تھی اسکی رپورٹ شایع ہوگئی ہے جسکا ماحصل یہ ہے کہ اکس ریز کے اثر سے امراض جلدی، فساد خون، اور اعضاے اندرونی مین خرابیان پیدا ہوجاتی ہین، یہ اثر مریضون پر کم ہوتا ہے، اسلئے کہ انہین بہت ہی قلیل عرصہ کے لئے اس سے سابقہ پڑتا ہے، البتہ جو ڈاکٹر اس خدمت پر ہوتے ہین انہین زیادہ اسکے خطرات کا شکار ہونا پڑتا ہے، کمیٹی نے سفارش کی ہے کہ جو ڈاکٹر اس خدمت پر متعین ہون وہ کسی ہفتہ مین سات گھنٹے سے زیادہ اس کام مین نہ مشغول رہین، روزانہ کافی ہوا خوری کیا کرین، اور سال مین ایک مہینہ کی رخصت لیتے رہین،

(انڈین ریویو)

روح الاجتماع

جماعت انسانی کے نفسیات پر اردو مین بہترین کتاب فرنچ مصنف موسیو لی بان کی تصنیف، اسکے پڑھنے سے یہ معلوم ہوگا کہ مجمع انسانی، جلسے اور تقریرین کے کیا طبعی نفسی اصول ہین۔

"منیجر"

ادبیات

غزل زندانی

خواجہ عبدالمجید صاحب بیرسٹر صدر جامعہ ملیہ علی گڈھ

کیا یہ سچ ہے کہ مصیبت انسان کو پُرترنم بنا دیتی ہے، محترم محمد علی کی شاعری کا جوہر بھی قید خانہ ہی مین جا کر کہلا، اب ہمارا ایک دوسرا قیدی جسکو ابتک ہم شاعر نہین جانتے تھے، آگرہ کے قفس محبس مین یون نغمہ پرداز ہے: -

کسکو سودا ترا اے زلفِ پریشان ہنوا
کون پابند بلاے شبِ ہجران ہنوا

کاوشِ دستِ جنون ہی ہین اسدرجہ پسند
کبھی تلوون سے جدا خارِ مغیلان ہنوا

شور ہے محفلِ عشاق مین وہ آتے ہین
فتنۂ حشر ہوا، جلوۂ جانان ہنوا

بسکہ سینہ مین چھپالی تھی تمہاری تصویر
ہم سے وحشت مین کبھی چاک گریبان ہنوا

ناتوانی کی یہ حالت ہے کہ کہنا تو کجا
میرے چہرہ سے بھی ظاہر غمِ پنہان ہنوا

تو وہ قطرہ تہا کہ پوشیدہ تہا دریا جسمین
تیری نادانی کہ برپا کبھی طوفان ہنوا

مین وہ ذرہ ہون کہ پوشیدہ ہے صحرا جسمین
قید ہوکر بھی اسیرِ غمِ پنہان ہنوا

(۲)

ازجناب اصغر حسین صاحب اصغر

اوٹھی سایہ حیرت کا کرشمہ نظر آیا
جو تہا پس پردہ سرِ پردہ نظر آیا

پھر بھی نظر آیا نہ تماشا نظر آیا
جب تو نظر آیا مجھے تنہا نظر آیا

اللہ ری، دیوانگیٔ شوق کا عالم
اک رقص مین ہر ذرۂ صحرا نظر آیا

اب خود ترا جلوہ جو دکھا دے وہ دکھا دے
یہ دیدۂ بینا تو تماشا نظر آیا

ملتے ہین مجھے تیرے نشان اک چمن غضب مین
چڑھتا ہوا اک حسن کا دریا نظر آیا

تا لطفِ جنون دیدۂ خونابہ فشان سے
پھولون سے بھرا دامن صحرا نظر آیا

کس درجہ ترا حسن بھی آشوب جہان ہے
جس ذرہ کو دیکھا وہ تڑپتا نظر آیا

غزل

از مولانا عبد السلام ندوی نسیم

جہان دیکھتے ہین جدھر دیکھتے ہین
فقط اک فریبِ نظر دیکھتے ہین

یہ صیاد کو کیون پسند آئے آشنا
مرے ہمنوا میرے پر دیکھتے ہین

نہین دیکھنے کی کہان راہ نکلی
ابھی تک تو دیوار و در دیکھتے ہین

اشارہ جو پائین تو تم کو بھی دیکھین
ابھی تو تمہاری نظر دیکھتے ہین

نظر باز بنکر نسیم اوس گلی مین
تماشائے اہل نظر دیکھتے ہین

مطبوعاتِ جدید

اوراقِ سحر، جناب جوش ملیح آبادی نے صبح کے متعلق مختلف چھوٹے چھوٹے لطیف ادبی مضامین لکھے ہین، فقرون کی لطافت و نزاکت نے نثر مین شاعری کی روح پیدا کردی ہے، اس قسم کی انشا پردازی کی اردو مین جو مثالین لوگون نے پیش کی ہین، ان مین سہولت، شیرینی اور روانی کی بہت کم پروا کی ہے، غریب الفاظ، ثقیل لغات، نامانوس بندشون اور عربی و فارسی کی غلط ترکیبون سے وہ معمور ہین، جوش کے یہ اوراق ان عیوب سے پاک ہین، چھوٹی تقطیع، قیمت ۵ر،

مقالاتِ زرین، جوش نے چھوٹے چھوٹے لطیف ادبی فقرون مین مختلف عنوانات پر حکمت و موعظت کے مقولے لکھے ہین، جو خرد آموز بھی ہین اور دلچسپ بھی، قیمت ۱۱ر،

جذباتِ فطرت، جناب جوش نے اس نظم مین یہ دکھایا ہے کہ تمام مناظر قدرت شاعر کو اپنی دلفریبیون کی طرف دعوت دیتے ہین، ایک ایک طبعی منظر کو لیکر جوش نے اس سے اور اس نے جوش سے باتین کی ہین، قیمت ۳ر،

آوازۂ حق، واقعۂ کربلا پر جوش کی ایک نظم ہے جس مین کہین فلسفیانہ، کہین شاعرانہ، کہین مذہبی اور کہین تاریخی حیثیت سے شاعر نے اس دردناک واقعہ پر نظر ڈالی ہے، قیمت ۸ر،

یہ چارون رسالے چھوٹی تقطیع پر عمدہ لکھائی چھپائی کے ساتھ عمدہ کاغذ پر چھپے ہین اور محمد حسن صاحب رئیس ملیح آباد لکھنؤ سے ملین گے،

فلسفۂ محبت، جناب مولوی امام الدین صاحب اکبرآبادی نے عشق و محبت کی حقیقت کامل کے ساتھ بیان کی ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ عشق روحانی چیز ہے، قیمت ۸ر،

ضمیمۂ وفا، جان رسکن کے ایک دلچسپ قصے کنگ آف دی گولڈن ریور کا ترجمہ

ہین اسقدر فصیح ہے کہ ترجمہ نہین معلوم ہوتا، جناب سید شوکت حسین صاحب راہونوی نے لڑکیون اور لڑکون کو اخلاقی تعلیم دینے کے لئے اس قسم کے رسالون کا ایک سلسلہ شروع کیا ہے، ضمیمۂ وفا اس سلسلہ کا پہلا رسالہ ہے، قیمت ۳ ر

دونون رسالون کے ملنے کا پتہ محمد عبد الغفور صاحب مشرقی کتبخانہ لاہور،

مسلم: مولانا کفایت اللہ صاحب صدر جمیعۃ علماے ہند کی سرپرستی مین اس نام کا ایک ہفتہ وار اخبار دہلی سے شائع ہوا ہے، جو صحافت کی متعدد خوبیون کا جامع ہے، اور اسلامی اور ملکی مسائل پر آزادانہ راے ظاہر کرتا ہے، قیمت سالانہ للعہ ر ششماہی عہ، پتہ کوچہ چیلان دہلی،

عبرت: مولوی اکبر شاہ خان صاحب نجیب آبادی ایک کامیاب ایڈیٹر ہین، یہ رسالہ انہی کی ایڈیٹری مین نجیب آباد سے شائع ہوتا ہے، زیر ریویو پرچہ مین احمد آباد گجرات، ایک سوال اور اسکا جواب، اشاعت اسلام پر ایک نظر، تمدن یورپ پر اسلام کا اثر، تر رونشت کا اثر ہندوستان پر، اور اسی طرح کے اور تاریخی مضامین ہین جو محنت اور کاوش سے لکھے گئے ہین، قیمت عہ ر سالانہ،

کلید امتحان: اسمین پرچہ جات امتحان مڈل ممالک محروسۂ حیدر آباد کے سوالات اور جوابات قرینہ کے ساتھ جمع کر دیئے گئے ہین جس سے طلبہ کو امتحان کی تیاری مین مدد مل سکتی اور جواب لکھنے کا ڈھنگ آسکتا ہے، مولوی ابوالرشید محمد عبد اللہ صاحب وکیل کی یہ محنت قابل داد ہے، قیمت عہ ر حیدر آبادی، مولف سے ٹانڈیڑہ دکن کے پتہ سے ملیگی،

فیضی شاعر، شیخ محمد علی صاحب سیر احدی اجمیری کی قومی اور ملکی نظمون کا مجموعہ ہے جسمین مصنف نے اکبر مرحوم کے طرز کلام کے تتبع کی کوشش کی ہے لیکن بڑی کمی یہ ہے کہ اسمین اصل و نقل کا فرق معلوم ہوتا ہے، نظمین مختلف قومی و ملکی معاملات پر لکھی گئی ہین اور بعض دوسری حیثیتون سے کسیقدر دلچسپ ہین، قیمت ۶ ر پتہ کامل بک ڈپو [illegible] لاہور،

مولانا سید سلیمان ندوی

ارض القرآن جلد دوم اس میں قرآن میں جو مذکور اصحاب الایکہ قوم ایوب بنو اسمٰعیل اصحاب الرس اصحاب الحجر بنو قیدار انصار اور قریش کی تاریخ اور عرب کی تجارت زبان اور مذہب پر تفصیلی مباحث صفحات ۲۵۱ [illegible]

سیرۃ عائشہؓ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے احوال زندگی قرون اولیٰ کی خانہ جنگیوں کے اصلی اسباب اور ام المومنین کے فضائل و مناقب و اونکے اجتہادات و کمالات پر مفصل تبصرہ ضخامت ۳۰۰ صفحے قیمت [illegible]

لغات جدیدہ، چار ہزار جدید عربی الفاظ کی ڈکشنری [illegible]

دروس الادب، عربی کی پہلی ریڈر طبع سوم مع ترمیم [illegible]

دوسری ریڈر، طبع دوم [illegible]

رسالہ اہل سنت والجماعت فرقہ اہل السنت والجماعت کے اصولی عقائد کی تحقیق [illegible]

بہادر خواتین اسلام [illegible]

مولانا عبدالسلام ندوی

سیرۃ عمر بن عبدالعزیز یعنی اموی خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کی مفصل سوانح عمری اور انکے عہد حکومت کے تمام علمی مذہبی، سیاسی کارناموں اور انکے مجددانہ اعمال کی تفصیل [illegible] قیمت [illegible]

مولوی عبدالباری ندوی

[illegible]

کتاب پہلی [illegible] کا اثبات [illegible] مذہب و عقلیات اس میں ثابت کیا گیا ہے کہ مذہب و عقل میں تصادم کا امکان ہی نہیں [illegible]

مولوی عبدالماجد بی اے

فلسفۂ اجتماع، جماعات انسانی کا علم النفس [illegible]

فلسفۂ جذبات، طبع جدید مع ترمیم [illegible]

تاریخ اخلاق یورپ لیکی کی ہسٹری آف یورپ ترجمہ جلد اول قیمت [illegible]

ایضاً، جلد دوم [illegible]

مکالمات برکلے، برکلے کے ڈائلاگس کا ترجمہ قسم اول [illegible]

ایضاً قسم دوم [illegible]

پروفیسر سید نواب علی ایم اے

معارج الدین جدید علم کلام پر ایک مستقل تصنیف جدید اور مذہب کی باہمی تطبیق پر بہترین تبصرہ [illegible]

تاریخ صحف سماوی توراۃ انجیل اور قرآن مجید کی جمع و ترتیب کی تاریخ کا باہمی موازنہ اور مخالفین اسلام کے اعتراضات در بارۂ جمع قرآن کا جواب حصہ اول [illegible] دوم [illegible]

مولوی محمد یونس فرنگی محلی

روح الاجتماع، موسیو لیبان کی کتاب جماعات انسانی کے علم النفس کا اردو ترجمہ صفحہ ۲۲۳ [illegible]

مولوی عبدالحق بی اے منصف لکھنؤ

اساس تعلیم فن تعلیم پر ایک مفید رسالہ [illegible]

[illegible]

حقائق اسلام [illegible]

[illegible]

نصاب ... ابتدائی ... [illegible]

... [illegible]

... [illegible]

کیا ابتدائی ... [illegible]

... صاحب مرتم تاریخ بھوپال

... بھوپال، حصہ دو جلد ...

... معاشرتی و مذہبی ...

... عربی فارسی و اردو کی چند ... [illegible]

... محمد سجاد مرزا بیگ دہلوی

... [illegible]

... [illegible]

خصوصیات ... [illegible]

تسہیل البلاغت

مولانا سید ... صاحب ... [illegible]

یاد ایام گجرات کی ... تاریخ ... [illegible]

تین سو برس کے ... علما اور مشائخ کے حالات

اور علوم و فنون کی ترقی ... تاریخی تحقیق سے

لکھی گئی ہے ... قیمت

سوانح ... اردو

... [illegible]

قواعد رکنیت دارالمصنفین

... [illegible] ... دارالمصنفین کی ...

مطبوعات ... [illegible] ... دیا کریگی،

... دارالمصنفین ... [illegible] ...

... سال کی تمام مطبوعات بلا قیمت نذر کی جائینگی،

... [illegible] ...

معارف

... [illegible] ...

... شائع ہوتا ہے ... [illegible] ... اگر کسی صاحب کے پاس ... تاریخ ... [illegible]

... [illegible]

... [illegible]

... [illegible]

[illegible]

معارف

مجلس دار المصنفین کا ماہوار علمی رسالہ

مرتبہ

سید سلیمان ندوی

قیمت پانچ روپیہ سالانہ مع محصول

[illegible]

مجلد نہم | ماہ رجب سنہ ۱۳۴۱ھ مطابق ماہ مارچ سنہ ۱۹۲۳ء | عدد سوم

مضامین

خلافت اور ہندوستان

از سید سلیمان ندوی

معارف کا وہ تاریخی سلسلۂ مضمون جس میں ہندوستان اور خلافت راشدہ، امویہ، عباسیہ اور عثمانیہ جو خلافت کے سلسلے مذہبی روابط و تعلقات دکھائے گئے ہیں، اور مورخین کے بیانات، سکوں کے نقوش، عمارتوں کے کتبات، شاہان تیموریہ کے مراسلات، شعرا کے دواوین اور حکومت برطانیہ کی سرکاری تحریروں سے دکھایا گیا ہے کہ سلاطین ہند اور خلفائے اسلام میں باہم کیا تعلقات تھے اور یہ تعلقات کس قدر عمیق اور مذہبی جذبات پر مبنی تھے، [illegible]

شذرات

پروفیسر اڈورڈ براؤن سے زیادہ بڑا اور نامور مستشرق اسوقت کوئی انگلستان مین نہین، پروفیسر موصوف عام مستشرقین کی طرح صرف پیشہ کے طور پر اوریئنٹلسٹ نہین ہین بلکہ حقیقت مین انکو مشرق، مشرقیات اور اسلامی علوم سے عموماً اور ایران سے خصوصاً ایک شغف ہی ایک عشق ہے، انھون نے نہ صرف علمی حیثیت سے بلکہ اپنے رتبہ سے نیچے اترکر سیاسی حیثیت سے بھی مشرق اور ایران کی گرانبہا خدمتین انجام دی ہین،

فروری ۱۹۲۲ء مین انکی زندگی کا ساٹھوان سال بخیر و خوبی ختم ہوا، اس ساٹھوین سالگرہ کے موقع پر انکے شاگردون، مداحون، اور قدردانون نے انکو مبارکبادین بھیجین اور تہنیت نامے پیش کئے، اسلامک سوسائٹی کیمبرج نے عربی مین اور اعیان ایران نے فارسی مین مختصر ایڈریس انکے سامنے پیش کئے، یہ ایڈریس مارچ کے اوائل مین لندن سے ہمارے پاس اسوقت پہنچے جب رسالہ کے تمام مضامین مرتب ہو چکے تھے، تاہم ہم اس ربط خاص کی ممنونیت کے اظہار کیلئے جو موصوف کو شبلی اکاڈمی کے ساتھ ہے، ان عربی اور فارسی ایڈرسون کے بعینہ چربے "آثار علمیہ ادبیہ" کے تحت مین درج کرتے ہین اور دعا کرتے ہین کہ انکی زندگی مین یہ سالگرہ کے مواقع سینکڑون دفعہ پیش آئین۔

علی گڈھ مسلم یونیورسٹی نے شاہزادہ ولیعہد بہادر کے ورود کے موقع پر آنریری ڈگریون کی جس
فیاضانہ تقسیم کا اعلان فرمایا تہا، اسکا ذکر معارف کے جنوری نمبر مین آچکا ہے، کسقدر حسرت ویاس کا
مقام ہے کہ دنیا کی دوسری تمناؤن کی طرح یہ تمنا بھی پوری نہوسکی، نہ شہزادہ صاحب نے قدم رنجہ فرمایا،
نہ اکابر قوم کو حضوری کی قابل رشک سعادت حاصل ہوسکی، اور نہ آنریری ڈگریون کی فیاضانہ تقسیم
ہوسکی، جو دنیا کی تاریخ مین یادگار رہ جاتی، اے بسا آرزو کہ خاک شدہ - ہم بزرگان ملت کی خدمت
مین اپنی دلی ہمدردی و تعزیت کا تحفہ بہ صد ادب پیش کرتے ہین، لیکن معلوم ہوا کہ مسلم یونیورسٹی کے
ارباب حل وعقد، غالب کے فلسفہ،

ہمارا بھی تو آخر زور چلتا ہے گریبان پر!

کے پورے رازشناس نکلے، "راوی معتبر" کا بیان ہے کہ ٹہیک اسی تاریخ کو جبکہ علی گڈھ یونیورسٹی کورٹ
کی یہ دلچسپ مجلس ہونے والی تہی، ان حضرات نے علی گڈھ و لکھنؤ کے وسط مین ایک مشہور اسلامی
ریاست مین ایک دوسری بزم سرور ترتیب دی، اور علی گڈہ کا غم غلط کرنے کے لئے ایک شبانہ روز
مخموری و سرخوشی مین بسر فرمایا!

پروفیسر جان آڈمس، اسوقت انگلستان کے ایک ممتاز ماہر فن تعلیم ہین، اس فن پر انکی متعدد
تصانیف ہین اور ان کا ہر ارشاد تعلیمی حلقون مین ایک خاص وقعت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے، حال مین
آپ نے معلمین و اساتذہ کی ایک کانفرنس کے سامنے بیان فرمایا کہ

"ایک چہل سالہ بالغ مرد کی بہ نسبت ایک چہاردہ سالہ نابالغ لڑکے مین قوت فہم بہت زیادہ ہوتی ہے"

اس پر بعض اخبارات و رسایل مین ایک غل مچ گیا ہے، اور پروفیسر موصوف سے ہر طرف سے دلیل
و ثبوت کا مطالبہ ہو رہا ہے، لیکن بہت ممکن ہے کہ پروفیسر صاحب کے پاس اسکا ثبوت صرف ان کا

ذاتی تجربہ ہو۔ اگر ایسا ہے تو اُنھون نے اپنی آپ بیتی کو کہانی کی صورت قرار دینے مین یقیناً غلطی فرمائی۔

لندن کا روزنامہ "ڈیلی میل" اس خبر کا ذمہ دار ہے کہ کولین نامی ایک بڑا قصاب جو اکثر اپنے چہار سالہ بچہ کو سینما (متحرک تصاویر) کا تماشہ دکہانے اپنے ہمراہ لیجایا کرتا تہا، ایک روز اپنے بچہ کے ساتھ کہیل رہا تہا کہ دفعتہ اس بچہ نے چہرا اُٹھا کر باپ کے سینہ مین یہ کہکر بہونک دیا کہ تماشا مین ایسا ہی تہا، زخم پہیپہڑے مین لگا اور اتنا کاری تہا کہ اسپتال پہنچتے پہنچتے روح مفارقت کر گئی، ہندوستان مین جو اصحاب سینما کے دلدادہ ہوتے جاتے ہین، بہتر ہوگا کہ کبھی کبھی اس قسم کی خبرین بھی سن لیا کرین، برکات سینما کی یہ کوئی اتفاقی مثال نہین، اس طرح کے اور اس سے ملتے جرائم اسکے اثر سے بار بار رونما ہو چکے ہین، ہولناک مناظر اور دہشت انگیز تماشون کو دیکھکر قوت تخیلہ کا (اور خصوصاً کم عمر لڑکون کی) متاثر ہونا لازمی ہے۔

مسز ہنڈلبری نے جنوری کے رسالہ نائینٹینتھ سنچری مین ایک مضمون "مے نوشی و مرض آتشک کی لعنت" کے عنوان سے تحریر فرمایا ہے، جو اس حقیقت کی ایک تازہ شہادت ہے، کہ اہل مغرب کو اپنی عیش پرستیون کا اپنے حق مین وبال جان ہونا اب خود محسوس ہونے لگا ہے، مرض آتشک کے حدود اسقدر وسیع ہو گئے ہین کہ بقول خاتون موصوفہ بریڈفرڈ (ضلع یارک شائر) کے شفاخانہ اطفال مین اس سال جتنے بچے داخل ہوئے ہین، ان مین ہر تین مین ایک بچہ موروثی مرض آتشک کا شکار پایا گیا! اور جو مدارس نابینا بچون کی تعلیم کے لئے ہین، انکی پوری ۵۵ فی صدی آبادی کے عدم بصارت کا باعث ان کے والدین کا مریض آتشک ہونا پایا جاتا ہے! اس طرح کی خانہ بربادی شراب کے ہاتھون بھی ہو رہی ہے، ہزارہا خاندانون کو شراب نے ہمیشہ کے لئے مفلس و فاقہ مست بنا دیا ہے۔

اور ہزاروں گھرانوں میں جنون، دیوانگی، اور امراض عصبی ودماغی کو پامال بنا دیا ہے،

خاتون موصوفہ بعض دردناک تفصیلات واعداد درج کرنے کے بعد اسکا علاج یہ تجویز فرماتی ہین کہ شراب کی فروخت کو قانوناً بہت محدود کر دیا جائے، اور شادی سے قبل زوجین سے اسکا حلف لے لیا جائے کہ وہ مرض آتشک سے پاک ہین، اور اگر کوئی جھوٹا حلف اٹھا لے تو اُسے سخت سزا دیجائے، ملک سویڈن مین اس قسم کا قانون عرصہ سے جاری ہے، اور بحالت اثبات جرم مجرم کو چھ ماہ قید سخت کی سزا ملتی ہے، ڈنمارک اور جدید سلطنت زیکوسلوویکیا مین بھی غالباً اس قسم کے قوانین زیر غور مین، لیکن یورپ کی بڑی سلطنتین ابھی اس باب مین خاموش ہین، خاتون موصوفہ چاہتی ہین کہ "دول عظمیٰ" جلد اس خطرہ کی جانب توجہ کرین اور کم از کم برطانیہ تو فوراً امتناعی وتعزیری قوانین نافذ کردے۔

یورپ کا دماغ اپنی فطری سطح بینی کے لحاظ سے مجبور ہے کہ امراض کے دفعیہ کے لئے محض سلب علامات کو کافی سمجھ لے، لیکن ظاہر ہے کہ کسی مرض کا استیصال ممکن ہی نہین، تاوقتیکہ اُسکے اصلی علل و اسباب کو نہ دُور کیا جائے، اسلام نے نہایت حکیمانہ دُور اندیشی اور انسان کی صحیح فطرت شناسی کے ساتھ امراض زہری کو مستقلاً کوئی اہمیت نہین دی، بلکہ سرے سے اس شئی کی بیخکنی کر دی جو امراض خبیثہ کا باعث و سبب بن سکتی ہے، یعنی ناجائز تعلق زناشوئی، اور اس غرض کے حصول کیلئے فطرت بشری کی کمزوریون پر نظر کر کے مرد و زن دونون کے لئے متعدد سہولتین بہم پہنچا دین، مثلاً تعدد ازدواج کو جائز کر دیا، طلاق کی اجازت دیدی، شرائط نکاح کو نہایت آسان رکھا، قس علیٰ ہذا، ساتھ ہی دوسری طرف زناکاری کو معصیت کبیرہ قرار دیکر اُسکی سزا اتنی سخت رکھی کہ قانون اسلامی کے نفاذ کی صورت مین مشکل ہی سے کسی کو ارتکاب جرم کی ہمت پڑ سکتی ہے، ارشاد ہوتا ہے:-

الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منھما مائۃ جلدۃ ولا تاخذکم بھما رافۃ فی دین اللہ ان کنتم تومنون باللہ والیوم الاخر ولیشھد عذابھما طائفۃ من المومنین (نور۔ رکوع ۱)

زنا کرنیوالی عورت اور زنا کرنیوالے مرد دونوں میں سے ہر ایک کو سو دُرّے مارو، اور اگر اللہ اور روز آخرت کا یقین رکھتے ہو تو خدا کے حکم کی تعمیل میں ان پر کسی طرح کا ترس نہ کھانا، اور انکی اس تعزیر کے وقت چاہیئے کہ مسلمانوں کا ایک گروہ (انکی رسوائی و فضیحت کے لئے بھی) موجود رہے۔

آپ آگ کے دُھوئیں سے بار بار پریشان ہو رہے ہیں، لیکن یہ نہیں دیکھتے کہ گیلی لکڑیاں بھی تو خود آپ ہی نے سُلگا رکھی ہیں، اگر بغیر اس آگ کو بجھائے ہوئے آپ دھوئیں کو بند کردینا چاہتے ہیں تو آپکا دماغ قطعاً اس قابل ہے کہ اُسکے ساتھ ہمدردی کیجائے۔

انگلستان میں ازدواجی زندگی کی مسرتیں اسقدر عنقا ہوگئی ہیں کہ اگر اتفاق سے کسی کو یہ نعمت میسّر ہوجاتی ہے تو ہزارہا قلوب جذبۂ رشک سے معمور ہوجاتے ہیں، چندروز ہوئے لندن میں ایک صاحب، مسٹر گلیزبیر نے وفات پائی، اور اپنے وصیت نامہ میں اپنی رفیق زندگی کے متعلق لکھا کہ وہ کامل فرشتہ ثابت ہوئیں، اور اُن کے کسی قول یا فعل سے مجھے تمام عمر تکلیف نہیں پہنچی"۔ اس وصیت نامہ کا شائع ہونا تھا کہ بیوہ مسز گلیزبیر کے نام بیشمار خطوط تہنیت موصول ہونے لگے، چنانچہ صرف ایک ہفتہ میں ۲۴۲ خطوط آئے! ان میں سے صدہا خطوط خواستگاران ازدواج کے تھے، جنھوں نے اپنے اپنے فوٹو بھیجکر اس بیوہ خاتون کو پیام نکاح دیا، یہ ہے اس نظام تمدن کی برکت جسکے پرستاروں کے نزدیک اسلامی مسائل طلاق و نکاح اور سطرِ عفت و شوہر پرستی، دورِ تاریکی وجہالت کی یادگاریں ہیں۔

صوبۂ متحدہ کی قانونی کونسل کے پچھلے اجلاس میں ایک ہندو ممبر صاحب کی جانب سے

تجویز یہ پیش ہوئی کہ صوبہ میں ایک کالج ایسا قائم کیا جائے جس میں علوم و فنون کی تعلیم انٹرمیڈیٹ اور اعلیٰ نصاب کی صوبہ کی زبان میں دیجائے، اور رفتہ رفتہ اس کالج کو الحاقی یونیورسٹی کے مرتبہ تک پہنچایا جائے، گورنمنٹ کی جانب سے اس تجویز کی سرگرم مخالفت ہوئی، صیغہ تعلیمات کے وزیر، سکریٹری، ڈائرکٹر، ان سب صاحبوں نے مخالفانہ تقریریں کیں، جنمیں دلائل کی قوت سے الفاظ کا جوش زاید تھا، دوران بحث میں ایک اور ہندو ممبر صاحب نے ترمیم پیش کی کہ تحریک میں بجائے کالج کے ہائی اسکول کا لفظ رکھدیا جائے، اور سردست اس کوشش کو اسکولی تعلیم تک محدود رکھا جائے گورنمنٹ نے اسکی بھی مخالفت کی، لیکن کثرت رائے سے بالآخر یہ ترمیم شدہ تحریک منظور ہوگئی، سرکاری نظام تعلیم میں اس "بدعت" کے داخل ہو جانے سے وفاکیشان قدیم کو جو صدمہ و ملال ہوا ہوگا اسکا اندازہ ہم کرسکتے ہیں،

لیکن سچ یہ ہے کہ جس پارٹی کو اس معرکہ میں فتح ہوئی ہے، اُسے بھی اپنی کامیابی پر زیادہ نازاں ہونے کی وجہ نہیں، اسلئے کہ اول تو تحریک کالج سے متعلق تھی اور منظوری صرف ہائی اسکول کی ملی دوسرے یہ کہ دلائل کی قوت، خیر سے کچھ ادھر بھی بہت زاید نہ تھی "عثمانیہ یونیورسٹی" اور "سررشتہ تالیف وترجمہ" یہ الفاظ ہر مقرر کی زبان پر تھے، بار بار انہیں کا حوالہ دیا جاتا تھا، یہانتک کہ خود گورنمنٹ بھی ان سے مرعوب ہوگئی، جیسا کہ وزیر تعلیمات کی تقریر سے ظاہر ہوتا ہے، پس اگر صوبہ متحدہ میں آج سرکاری مدارس کی زبان تعلیم، ملکی زبان ہو رہی ہے، اور کل انشاء اللہ اُسکے اثرات کالج اور یونیورسٹی تک پہنچنا چاہتے ہیں تو اسکی داد کی مستحق ایک بڑی حد تک دکن کی عثمانیہ یونیورسٹی ہی ہے جسکی شعاع فیض نے سرکار انگریزی کے علاقوں کو بھی منور کرنا شروع کردیا ہے، دنیا کے ہر نیک و بد فعل کا یہی عمل ہے کہ اسکا اثر قیامت تک پہنچتا رہتا ہے، اور اُسکے فاعل اول کے نامۂ اعمال کی

منہ یا سیلہ کرتا رہتا ہے، اِنہین مواقع کے لئے کہا گیا ہے،

نیکوان رفتند و سنتہا بماند ۔۔۔ وز لئیمان ظلم و لعنتہا بماند

رگ رگ ست این آب شیرین آب شور ۔۔۔ در خلایق می رود تا نفخ صور

نیکوان را ہست میراث از خوشاب ۔۔۔ آنچہ میراث ست اورثنا الکتاب

ابتک حکمران طبقہ کا یہ خیال تہا کہ ملکی زبانون مین اسکی صلاحیت ہی نہین کہ تعلیم علوم وفنون کا آلہ بن سکین، چنانچہ اگر آج سے کچھ پیشتر کونسل مین یہ مسئلہ چھڑا ہوتا تو یقیناً یہی جواب ملا ہوتا لیکن الحمد اللہ کہ اس موقع پر گورنمنٹ کی جانب سے یہ کہنے کی جرأت کسی کو نہین ہوئی، گورنمنٹ کی جانب سے تجویز کی مخالفت مین جو دلائل پیش کئے گئے تشفی بخش تو ان مین سے کوئی بھی نہ تھی تاہم بعض ایسے تھے جو اصل موضوع سے بالکل غیر متعلق تھے، مثلاً صیغہ تعلیمات کے سکریٹری صاحب کا یہ فرمانا کہ ہندوستان بھر کے تعلیم یافتہ گروہون مین رشتہ اتحاد پیدا کرنے والی انگریزی زبان ہے، یا یہ کہ سلطنت برطانوی کے دوسرے حصون کی جن سے ہندوستان کو ہر وقت سابقہ رکھنا ہے، زبان انگریزی ہے، یہ دلائل اسوقت البتہ کچھ قوت رکھہ سکتے تھے، جب انگریزی زبان کو مٹا کر ملکی زبان مین تعلیم دینے کا مطالبہ ہوتا، حالانکہ اسوقت خواہش صرف اتنی ہے کہ انگریزی کے پہلو بہ پہلو ملکی زبانون مین بھی تعلیم ہوتی رہے، اور بعض دلائل ایسے تھے جو سرتاسر ناواقفیت یا غلط فہمی پر مبنی تھے، مثلاً یہ کہنا کہ "اردو اور ہندی ان دونون مین سے کون سی ملکی زبان قرار دیجائے، دونون مین سے کوئی ایک جو بھی رکھی جائیگی دوسرا فریق اسکی سخت مخالفت کریگا اور ایک ہنگامۂ فساد گرم ہوجائیگا"

گورنمنٹ اور بعض برادران وطن کی یہ اصولی غلطی مدت سے چلی آرہی ہے کہ وہ صوبہ کی دو زبانین

ایک دوسرے سے مختلف قرار دیتے ہیں، شوکی زبان صرف ایک ہے جسے ہندستانی سے موسوم کر سکتے ہیں، اسکی بیسیوں شاخیں اور صورتیں ہیں، ہر ضلع کی بولی دوسرے ضلع سے مختلف ہے، ہر طبقہ کی زبان دوسرے طبقہ کی زبان سے متاثر ہے، دہقانیوں کی زبان شہریوں سے، شہریوں کی زبان عوام سے، پڑھے لکھوں کی زبان ان پڑھوں سے، عالموں کی زبان غیر عالموں سے، دکانداروں اور مہاجنوں کی زبان شاعروں اور ادیبوں سے، یقیناً ممتاز ہے، لیکن کیا کوئی منصف مزاج شخص ان امتیازات کو مستقل مختلف زبانیں قرار دیسکتا ہے؟ چاسر کی انگریزی شکسپیر کی زبان سے اور شکسپیر کی زبان کو موجودہ انگریزی سے کیا مناسبت ہے؟ بااین ہمہ ایک عام اصطلاح "انگریزی" کا اطلاق سب پر ہوتا ہے، قرآن پاک کی زبان سے موجودہ عربی میں آسمان وزمین کا فرق ہو گیا ہے، تاہم عربی وہ بھی تھی اور عربی یہ بھی ہے، سعدی وحافظ کی پاکیزہ زبان کو ایران کی موجودہ بدمذاقی نے غارت کر رکھا ہے، پھر بھی یہ کون کہہ سکتا ہے کہ وہ فارسی تھی اور یہ کوئی جدید زبان ہے؟

انگلستان میں سنجیدہ تحریروں کی زبان اور ہے، روزمرہ اور ہے، پھر مختلف اضلاع کی بولیاں بھی بسا اوقات ضلع کے باہر ناقابل فہم ہو جاتی ہیں، تاہم ہر شخص ان سب بولیوں کو زبان انگریزی ہی کی مختلف صورتیں سمجھتا ہے اسر والٹر ہیرن نے جو مع اپنی لیڈی کے تیس سال سے انگلستان سے باہر مختلف قنصل خانوں میں تھے، حال میں جب لندن کو مراجعت کی، تو انھوں نے اور انکی لیڈی صاحبہ دونوں نے ایک اسکول میں تقسیم انعام کے بھرے جلسہ میں بیان کیا کہ "اتنے عرصہ میں یہاں کی زبان بالکل بدل گئی ہے، ہم لوگوں کو بازار میں بات چیت کرنے اور ٹیلیفون پر گفتگو کرنے میں سخت دقت ہوتی ہے، زبان کا یہ بگاڑ نتیجہ ہے غیر قوموں سے زیادہ اختلاط کا" کیا اس بنا پر یہ کہنا درست ہوگا کہ اب انگلستان میں انگریزی کے بجائے کوئی جدید زبان رائج ہو گئی ہے؟ مشہور فارسی رسالہ کاوہ

لکھتا ہے کہ جس مفہوم کو فصیح و سلیس فارسی مین یون ادا کیا جا سکتا ہے کہ

"این عبارت براے بیان اوضاعِ حالیہ و اتفاقاتے کہ رخ دادہ و رسیدہ وافی نیست"

اسی کو آج کل کے ایرانی اخبارات عموماً یون لکھتے ہین :-

"این فراز براے افادۂ ضعیفاتِ کوران سیاست روزمرہ کہ عرض اندام کردہ مبہمیت نا محدودے را در بردارد"

کیا اس نامفہوم عبارت کو کلیتہً فارسی کی قلمرو سے خارج کر دینا جائز ہوگا؟

غرض اصلاً و مستقلاً تو صوبہ کی زبان صرف ایک ہے، البتہ استداد زمانہ نے اسکی دو خاص شکلین یا شاخین پیدا کر دی ہین، ایک تو وہ ہے جو خارجی اثرات سے تقریباً غیر متاثر رہی اور ابتک ایک بڑی حد تک اپنی قدیم خالص و بے آمیز حالت مین ہے، اس نے اگر خارجی اثر کچھ قبول کیا ہے تو سنسکرت کا- اس شاخ کو عرف عام مین ہندی سے موسوم کرتے ہین، دوسری شاخ وہ ہے جو سنسکرت، عربی، فارسی، یونانی، ترکی، انگریزی اثرات سے دل کھول کر شیر و شکر ہوئی اور تمام بیرونی اثرات کو آزادی و بے تکلفی سے قبول کیا، اسکا نام اُردو پڑ گیا، اردو کی موجودہ ترکیب مین چونکہ متعدد و مختلف زبانون کے عناصر شامل ہین، اور ہر زبان کسی نہ کسی خاص تمدن کی مظہر و ترجمان ہوتی ہے اسلئے قدرتاً اردو بمقابلہ اپنے حریف کے زیادہ متمدن، ارفع، اور اداے خیالات و مطالب کی زیادہ صلاحیت رکھتی ہے، تاہم اگر کسی شخص یا جماعت کو ہندی ہی کے ذریعہ سے تحصیل علم مین زیادہ سہولت نظر آتی ہے تو وہ بلا تکلف ہندی اختیار کر سکتا ہے، کسی صوبہ مین دو زبانون کا ہونا اسکی متحدہ قومیت کے بالکل منافی نہین، معارف کے کسی پچھلے نمبر مین دکھایا جا چکا ہے کہ سوئٹزرلینڈ مین ملکی کارروائیان ایک ہی وقت مین دو بلکہ تین زبانون مین ہوتی ہین،

ناظرین معارف اس خبر کو دلچسپی کے ساتھ سنین گے کہ ایم، مہدی حسن مرحوم (افادی الاقتصادی) کے خطوط جو ان کے مختلف احباب کے نام ہین یکجا کرکے شایع کئے جارہے ہین، مرحوم ایک خاص رنگِ انشا کے مالک تھے، اُن کے مکاتیب بیحد دلچسپ ہوتے تھے، ان کا مجموعہ اردو مین اپنی نوعیت کی ایک نئی چیز ہوگا، جن اصحاب کے پاس اُن کے کچھ خطوط ہون وہ اُنکی نقل یا اصل براہِ کرم اس پتہ پر جلد ارسال فرمائین :۔ سید ناظرالحسن ہوش بلگرامی، افسر محکمۂ آڈٹ، باتارلا ظرلیف رامپور اسٹیٹ،

دارالمصنفین کی مجلس کارکن نے اپنے سالانہ اجلاس منعقدۂ ماہ فروری مین مہدی مرحوم کی تعزیت کی تجویز منظور کی، انکے لئے دعاے مغفرت کی، اور اُنکی جگہ پر مجلس انتظامیہ کی رکنیت پر ڈاکٹر سید محمود، پی، ایچ، ڈی (بانکی پور) کو منتخب کیا،

ہم نے گذشتہ نمبر مین ناظرین سے معارف کے کچھ حقوق و فرائض کا مطالبہ کیا تھا ہم مشکور ہین کہ ہمارے دوستون نے ادہر توجہ کی، اور قدر دانون کی ایک معقول تعداد کا اُنھون نے اضافہ کیا، لیکن ابھی ہکو اپنے سیکڑون دوسرے احباب کو ان کا فرض یاد دلانا ہے، ہندوستان کے علمی رسائل کی بلندی کے آپ متمنی ہین مگر آپ اگر اُسقدر فرض انجام نہین دیسکتے جسقدر یورپ کے قدردان انجام دیتے ہین، توکم ازکم ہندوستان کو مصر سے کمتر تو ہونا چاہئیے، جہان شاید ہی کسی رسالہ کی قیمت ایک پونڈ (پندرہ روپیہ) سے کم ہے، تاہم ہرایک کی خریداری کا نمبر ہزارون سے زیادہ ہے اور خود ہندوستان مین انگریزی، گجراتی، مرہٹی، بنگالی اور ہندی کا بھی یہی حال ہے۔

مقالات

خلافتِ عثمانیہ

اور

دنیای اسلام

(۴)

اسلامی ملکون اور قومون کے لئے دشمن یورپ نے تیسری کمین گاہ بحر اسود (بلیک سی) اور بحر قزوین (کیسپین سی) کے کنارون پر تیار کی تھی، یہ دشمن رُوس تھا جو یورپ مین قازان، استراخان، اوکرین اور کریمیا کو چیرتا ہوا بحر اسود اور مارمرہ کی راہ سے بحر متوسط (میڈیٹرینین) مین گھسنا چاہتا تھا، جہان سے وہ ارض مقدس تک اپنی فوجون کو پہنچا سکے، اور ایشیائے وسطی مین تاتاری اور ترکمانی ریاستون کو زیر و زبر کرکے وہ ایران و افغانستان کے قلب مین چلا آنا چاہتا تھا،

اسوقت دشت قپچاق و تتارستان مین جسکو اب یورپین روس کہتے ہین، بلغار، قازان، سائبیریا، استراخان، یا حاجی طرخان، اوکرین اور کریمیا کی اسلامی ریاستین باقی تھین، اور ترکستان و توران کی مردم خیز اسلامی سلطنتین کاشغر، بخارا، فرغانہ، خیوا (خوارزم) داغستان، آذربائجان، جرجستان، ارمنستان وغیرہ مین منقسم ہوکر ٹکڑے ہوگئی تھین،

اندلس کے بعد سرزمین یورپ مین دوسری سب سے پہلی اسلامی سلطنت بلغار تھی، اسکو موجودہ بلغاریا (بلگیریا) نہ سمجھئے جو نہر ڈنیوب کے پاس اب بلقان کی ایک ریاست ہے، بلکہ یہ یورپین روس مین کوہ اورال اور نہر والگا کے درمیان تھی، اور کسی زمانہ مین اسکی وسعت پورے یورپین روس کو محیط تھی،

اسکے شرق مین کوہستان اورال اور نہر جایق تھی، جسکو اب دریاے اورال کہتے ہین، اور مغرب مین نہر اوقا اور دریاے والگا کا سنگم تہا، اور جنوب مین سراطا اور نہر وطا موف کے صوبے تھے، اور شمال مین بحر منجمد (Arctic ocean) تہا جسکے بعد سیڈن اور انجفیل واقع ہے، بلغار کے بادشاہ نے خود بخود اپنی فطری ہدایت سے اسلام قبول کیا، اسوقت بغداد کے تخت پر خلیفہ مقتدر باللہ مسند آرا تہا، شاہ بلغار نے خلیفہ کے پاس اپنے قاصد بھیجے، اور اپنے اسلام کا اعلان کیا، اور دار الخلافہ سے علما اور اہل علم وہنر کی ایک جماعت طلب کی، چنانچہ خلیفہ نے ایک علم دلوا، اور چند علما اور اہل صنعت کو بلغار بھیجا، اس وفد مین احمد بن فضلان ایک اہل قلم تہا اس نے اپنا پورا سفرنامہ لکہا تہا، جسکے کچھ اجزا اب بھی ملتے ہین اور نہایت دلچسپ ہین، یہ وفد ۳۱۰ھ مین بغداد سے روانہ ہوا، شاہ بلغار کے مسلمان ہونے سے دربار کے تمام اکابر اور اکثر رعایا بھی مسلمان ہوگئی، اسوقت سے لیکر ۸۳۵ھ تک کسی نہ کسی صورت مین اس سلطنت کا نام ونشان ملتا ہے، اُسکے بعد روسیون کا دل بادل جب اٹہا، تو پوری سلطنت کو بہالے گیا، شہر بلغار جو اس مملکت کا پایہ تخت تہا اس سرزمین مین تمدن اسلام کا زیارتگاہ اور مقبرہ ہے[1]،

یہ پہلی تاتاری یا تورانی اسلامی سلطنت تھی جو وحشی روسیون کے ہاتہ سے ۸۳۵ھ مطابق ۱۴۳۲ء مین برباد ہوئی۔ یہ خلافت عثمانیہ سے ۸۵ برس پیشتر کا واقعہ ہے، اسکے بعد ان اطراف کی دوسری اسلامی ریاستون کی باری آئی، اور آہستہ آہستہ روس نے تمام دشت قبچاق، تتارستان، ترکستان اور توران وغیرہ پر قبضہ کرلیا، اسوقت مسلمانون کی متعدد اسلامی سلطنتین دنیا مین موجود ہین، مگر کس نے ان حملہ آور روسیون کے سامنے اپنا سینہ سپر کیا، یہ صرف ٹرکی تہی جس نے ۱۵۶۸ء سے لیکر ۱۹۱۷ء تک پونے چار سو صدیان اسطرح بسر کین کہ روس کی طرف سے ایک دن کے لئے اُسکی آنکہ نہ جہپکی اور اُسکے

[1] اس اسلامی قوم اور سلطنت کے حالات سے عام مسلمان بہت کم واقف ہین، اور یہ گویا تاریخ اسلام کا ایک گم شدہ صفحہ ہے، عنقریب اُسکے حالات معارف کے ذریعہ سے آپکے سامنے ہونگے،

سپاہیون نے بحراسود اور بحیرۂ قزوین کے سواحل پر ایک رات بھی استراحت کی نیند سو کر نہ کاٹی -

حدیث صحیح ہے کہ آنحضرت صلعم نے دعا فرمائی کہ "بار الٰہا! میری امت کو دشمنون سے نہ ہلاک کرانا" یہ دعا قبول ہوئی" اور حکم ہوا کہ اُسکی تباہی خود اُسی کے ہاتھون سے اور باہمی خانہ جنگیون سے ہوگی" ہندوستان ہو کہ اسپین، ایران ہو کہ توران، روم ہو کہ عرب، ہر ملک کی اسلامی تاریخ اُٹھا کر دیکھو تو معلوم ہوگا کہ حرف حرف یہ پیشینگوئی پوری ہوئی اور ہو رہی ہے۔ روس ایک معمولی وحشی قبیلہ تہا جو ایک خاص مقام پر رہتا تہا، مذہباً عیسائی تہا، دو سو برس تک اس قبیلہ کے بڑے بڑے سرکشون اور گردن فرازون نے استراخان کے خانون کے سامنے سجدہ کے لئے سر جہکائے، مگر جب بدبختی کا زمانہ آیا تاتاری خان اور امراء و شاہزادے باہم لڑنے بھڑنے لگے، اور ایک نے دوسرے کے مقابلہ مین روس کی وحشی طاقت کی اعانت حاصل کی، روس جب ایک خان پر حملہ کرتا تو اُسکا رقیب خان اُسکے ساتھ مل کر اپنی تباہی کا آپ سامان کرتا، نتیجہ یہ ہوا کہ یکے بعد دیگرے سب نے اپنی آزادی روسیون کے ہاتھ فروخت کر ڈالی،

اسوقت ان اطراف مین مسلمانون کی تین حکومتین تہین، کریمیا، استراخان، اور نوغائی، کریمیا مین دولت کرای خان، استراخان مین یقورچی خان، اور نوغائی پر مرزا یوسف حکمران تھے، مگر ان مین سے ایک کا دوسرے سے میل نہ تہا،

ان مین سے کریمیا سب سے زیادہ طاقتور اور مضبوط تہا، اور اُسکا تعلق بھی ترکون سے پرانا تہا، کریمیا کا ایک مشہور بندرگاہ جسکا نام کافا تہا وہ جنوا کی جمہوریہ کے ماتحت تہا، معلوم ہو چکا ہے کہ جنوا اور دولت عثمانیہ سے سلسلہ جنگ برابر جاری تہا، کریمیا کے براہ راست تعلق کا سب سے پہلا واقعہ یہ ہے کہ سنہ ۱۴۷۵ء مین عثمانیون نے کافا پر حملہ کیا اور کریمیا کے ساحل کو اپنے قبضہ مین کر لیا، اُسکے بعد کریمیا کے خان سلاطین عثمانیہ کے زیر اقتدار آ گئے گو باقاعدہ اُن کے ماتحت نہ تھے،

شاید روسیون کو ترکون کا یہ احسان یاد ہو کہ کریمیا کے خان ہمیشہ روسی قبیلہ پر حملے کیا کرتے تھے

اس اقتدار کے بعد روسیون نے سلطان سلیم فاتح مصر (۱۵۱۲ء-۱۵۱۹ء) کے پاس اپنا ایک سفیر بہیجا اور درخواست کی کہ خوانین کریمیا کو اشارہ ہو کہ وہ آئندہ روس پر حملہ نکرین، چنانچہ سلطان نے انکی اس التجا کو پذیرا کیا، اور محمد گرائی خان والی کریمیا کو ہدایت کی کہ روس سے تعرض نہ کرے، سلطان سلیم کی وفات (۱۵۱۹ء) کے بعد خان نے پھر اپنے حملے روس پر شروع کر دیئے، روس نے سلطان سلیمان کے دربار مین پھر اپنے سفیر بھیجے، اور درخواست کی کہ خان کو منع کر دیا جائے کہ وہ ان کاروائیون سے باز رہے سلطان نے انکی یہ درخواست پھر قبول کی، خان نے یہ دیکھکر کہ سلطان کو روسیون کے ارادے اور ان اطراف کے اسلامی ممالک مین جو کچھ اس سے خطرے ہین اُن سے واقفیت نہین ہے، اس بنا پر اُس نے ایک سفیر بھیجکر سلطان کو تمام معاملات سے آگاہ کیا، لیکن ایک روسی مسلمان مورخ لکھتا ہے کہ روس نے دربار سلطانی کے مشیرون کو بہت سی رشوتین دین جنھون نے خان کی تحریر کی تصدیق نہین کی اور اسلئے یہ سفیر ناکام واپس آیا۔[1]

لیکن سلطان سلیمان سے اصل حقیقت کچھ زیادہ دنون تک مخفی نہین رہی، روس کی اسلامی سلطنتین، سلطان سلیمان کی کسی حیثیت سے ماتحت نہ تھین، جو تعلق تہا وہ صرف ایک تہا کہ وہ اُسکو خادم الحرمین اور حامی دین مبین جانتی تھین، اسلئے وہ اُسکی معنوی اطاعت اپنا فرض سمجھتی تھین، استراخان کریمیا اور نوغائی کے درمیان مین تہا، اسلئے وہ اپنے ان دونون رقیبون سے خوفزدہ رہتا تہا، اس بنا پر اُس نے چاہا کہ ان دونون کے خلاف روس سے سازباز کرے اور روس سے اطاعت کا معاہدہ کرلے یہ سب ہو رہا تہا کہ سلطان سلیمان اعظم کو ان واقعات کی اطلاع پہنچی، اس نے خانِ استراخان کو ایک فرمان بھیجکر اس سے باز رکہا،[2] اور اسی کے ساتھ دولت گرائے خانِ کریمیا اور مرزا یوسف نوغائی کو باہم

---

[1] یہ تفصیل بالا تلفیق الاخبار جلد ۲ صفحہ ۸۶ و ۸۷ مین ہے، [2] تلفیق الاخبار تی تاریخ قازان والبلغار جلد ثانی صفحہ ۵ مطبوعہ اورنبرگ،

الفت و محبت اور اعانت و معاونت کی تاکید کے خطوط لکھے، اسکا یہ اثر ہوا کہ ان تینون نے ملکر روس کے مقابلہ کا ارادہ کیا، اور روسی سفیر کو استراخان مین قید کردیا، روس کو یہ بہانہ حملہ کے لئے کافی تہا، بدبختی سے اسوقت ایوان روس مین ایک نوغائی سردار مرزا اسمعیل موجود تہا، اس نے شاہ روس کو اس حملہ کے لئے اور زیادہ آمادہ کردیا، اور اسکو یہ بتایا کہ استراخان کا اصلی وارث درویش خان ہے، مشہور یہ ہے کہ مرزا اساعیل خود روسی فوجون کو لیکر آیا، استراخان کا پایہ تخت سرائے اسوقت بالکل خالی تہا خود خان دوسری جگہ تہا، روسیون نے نہایت بیدردی سے استراخانیون کو تہ تیغ کیا، اور پایہ تخت پر قبضہ کرکے معاہدۂ اطاعت اور ادائے خراج کے وعدہ کے ساتھ درویش خان کو تخت نشین کیا، یمقورچی خان اپنے چند مصاحبین کے ساتھ ملک سے نکل گیا،

درویش خان نے تخت نشین ہوکر خان کریمیا سے روابط بڑہا کر اتحاد پیدا کیا، بلکہ اپنے بعد خان کریمیاہی کے لڑکے کو اپنا ولیعہد بنایا، روسی اس اتحاد کے دشمن تھے، چنانچہ ۹۶۵ھ مطابق ۱۵۵۷ء مین درویش خان پر حملہ کرکے استراخان پر قبضہ کرلیا، اور شہر سرائے کو جو ان اطراف مین اسلامی تمدن کا مرکز اور بڑے بڑے علما کا مولد و مدفن تہا، بے نام و نشان کردیا، مسلمان قتل ہوئے، شہر ویران کئے گئے، عمارتین ڈہائی گئین اور مسجدین کنیسہ بنائی گئین،

سلطان سلیم ثانی جو ۹۷۴ھ مطابق ۱۵۶۶ء مین تخت نشین ہوا تہا، اس نے یہ دیکھکر استراخان کی واپسی کا سامان کیا، اُس نے فوج بھیجی، اور اطراف کے مسلمانون کو جمع کیا، جنھون نے اسکا محاصرہ کیا، اور چونکہ محاذ جنگ مرکز سلطنت سے دور تہا اسلئے خان کریمیا کو لکھا کہ وہ اپنی کمک روانہ کرے، خان نے نہ مانا اسلئے کہ وہ نہین چاہتا تہا کہ استراخان کا دشمن مردہ ہوکر پھر زندہ ہوجائے، یا وہ اس سے ڈرا کہ سلطان کا اثر یہان نہ بڑہجائے کہ وہ ماتحت ہوکر رہ جائے، بہرحال اُسکی اصلی نیت جو کچھ ہو، اُس نے اپنے مولویون سے یہ فتوی دلایا کہ استراخان چونکہ ایسے منطقہ مین ہی جہان گرمی مین رات صرف چار گھنٹون کی ہوتی ہے،

مغرب کے دو گھنٹہ بعد اُنکو عشا کی نماز پڑھنا ہوگی، اور پھر ابھی سونے بھی نہ پائینگے کہ دو گھنٹے کے بعد پھر صبح کی نماز کی تیاری کرنا پڑیگی، جو نہایت مشکل اور صحت کے لئے مضر ہے، اور اگر آرام وصحت کا خیال کرین تو خدا کے سامنے ترک صلوٰۃ کے مجرم ہونگے، اِسلئے ایسے ملک مین مسلمانون کا رہنا جائز نہین[1] اس فتوی کا اثر یہ ہوا کہ کریمیا کے مسلمانون کی طرف سے سلطانی فوج کو متوقع مدد نہ مل سکی، علاوہ ازین سردی، برفباری اور رسد کے ختم ہوجانے سے تمام فوج بیدل ہوگئی، اور روسیون نے نہایت آسانی سے اُسکو شکست دیدی،

یہ تاریخ مین ٹرکی و روس کی طویل سلسلہ جنگ کی پہلی کڑی ہے جسکو ٹرکی نے ایک دوسری اسلامی سلطنت کے خاطر اپنے سر لیا،

استراخان کے بعد قازان کی باری آئی، قازان کے مسلمانون نے درحقیقت توقع سے بہت زیادہ مقابلہ کیا، روسیون کو کئی دفعہ کامل شکستین دین، ایک دفعہ تو پائے تخت کی دیوارون کے نیچے سے اُنکو واپس کیا، ۹۳۱ھ مطابق ۱۵۲۳ء مین قازانیون نے اس سے بہتر کوئی تدبیر نہ دیکھی کہ وہ سلطان سلیمان کو ان حالات سے اطلاع دین، اُنھون نے مراسلہ بھیجا کہ ہم مسلمان ہین، اور آپ مسلمانون کے بادشاہ ہین، ہمکو آپ اپنی حمایت مین لے لیجئے، سلطان سلیمان نے اُنکو اپنی حمایت مین لے لیا اور اپنے سفیر متعین ماسکو کے ذریعہ سے ایوان[2] کو لکھ بھیجا کہ قازان کی طرف آنکھ اُٹھا کر نہ دیکھے، کہتے ہین کہ ایوان نے سفیر مذکور کو رشوت دیکر سلطان کو یہ جواب لکھوا بھیجا کہ قازان ایک مدت سے روس کی حکومت مین داخل ہوچکا ہے، اور اب خوانین قازان کا وہان کوئی اثر نہین[3]، اور اسی کے ساتھ روس نے فوراً قازان پر حملہ کردیا، قازان کے بہت سے امرا، روس کے ساتھ جا کر مل گئے تھے، اُن مین ایک مشہور امیر شیخ علی قازانی تھا، یہ روسی فوج کا سرعسکر بنا اور اُنکو قازان کے قلعہ کے نیچے لاکر کھڑا کردیا صاحب گرای خان جو اسوقت (۹۳۱ھ مطابق ۱۵۲۴ء) قازان مین خان تھا، اس نے ہمت ہاردی اور یہ کہکر

[1] ہسٹورینس ہسٹری آف دی ورلڈ جلد ٹرکی صفحہ ۳۶۱ [2] قیصر روس کے بادشاہ کا لقب تھا، [3] تلفیق الاخبار جلد ۲ صفحہ ۹،

وہ قازان سے قلعہ سے نکل گیا کہ مین سلطان کے پاس جاتا ہون اور وہان سے فوج لاکر دشمنون کی سرکوبی کرتا ہون، تا ہم انہون نے اسکی جگہ پر صفائی کرای خان کو اپنا بادشاہ بنایا اور قلعہ بند ہوکر اس زور وشور سے لڑے کہ دشمنون کے پاؤن اُکھڑ گئے۔

روس نے اسکے بعد دوبارہ اور سہ بارہ حملہ کیا، اور ادہر کفا کے پادشاؤن کو جو سلطان سلیمان کی طرف سے حاکم تھے اُنکو برابر رشوتین دیتا رہا کہ سلطان کو ان حالات کی اطلاع نہ پہنچنے پائے[1]، اسپر بدقسمتی یہ کہ سنہ ۹۵۶ھ مطابق سنہ ۱۵۴۹ء مین قازان کے بادشاہ صفای کرای خان نے انتقال کیا، اور ایک بیوہ سیون بیگم اور ایک دو برس کا بچہ اوردہ میش کرای خان اپنے پیچھے چھوڑا، لوگون نے اسی چھوٹے بچہ کو تخت پر بٹھایا، اور کریمیا کے خان صاحب کرای خان کو خط لکھا کہ وہ اپنے لڑکے پولک کرای سلطان کو یہان کی خانی کے لئے بھیجدے، بدقسمتی پر بدقسمتی یہ کہ خان اپنے لڑکے سے خوش نہ تہا اسلئے خط کو سلطان سلیمان کے پاس بہجوادیا، کہ سلطان قسطنطینہ سے دولت کرای سلطان کو قازان بھیجدے، دربار مین صاحب کرای خان کے مخالفین کا بڑا گروہ تہا، اس نے سلطان کے ذہن نشین کیا کہ اسمین صاحب کرای کی کوئی چال ہے سلطان نے اُسکو باور کیا اور صاحب کرای کو معزول کرکے دولت کرای کو کریمیا کا خان بناکر بھیجا[2]۔

دولت کرای نے کریمیا پہنچکر روس کو دہمکی دی کہ خبردار قازان کی طرف نہ بڑہنا، اور سلطان سلیمان نے امراء اور خانون کو خطوط لکھے، اور خصوصاً مرزا یوسف نوغائی کو جو قازان کے کمسن خان کا نانا تہا لکہا کہ تمام امراء روس کے مقابلہ مین متحد ہوجائین،

یامرھم بالاتفاق والاجتماع تحت رایۃ الاسلام، وتخلیص قزان من مخلب الروسیۃ[3] | اور انکو حکم دیا کہ اسلام کے جہنڈے کے نیچے سب جمع ہوجائین اور قازان کو روس کے پنجہ سے چھڑائین،

[1] تلفیق الاخبار جلد ۲ صفحہ ۱۳ [2] صفحہ ۱۲۶ [3] ایضاً صفحہ ۱۲۶

اور نسل چنگیز سے کسی کو اتفاق آرا سے منتخب کرکے قازان کا خان بنالین، لیکن چونکہ دولت عثمانیہ کے مقابلہ مین انکو روسیون سے ہمسائگی تھی اور ان کے تجارتی تعلقات تھے، اسلئے دین کو وہ دنیا پر ترجیح نہ دے سکے، مرزا یوسف نوغائی نے جو سلطان سلیمان کا دوست تہا اور جسکو غایت خلوص سے سلطان امیرالامراء کے لقب سے یاد کرتا تہا، اُس نے تنہا ماسکو کا سفر کیا، اور چاہا کہ صلح و معاہدہ سے معاملہ طے ہوجائے، مگر اسمین بھی ناکامی ہوئی ایوان روس نے قازانی خیانت کار امراکو فوجین دیکر قازان کی طرف بھیجا اور خود بھی ایک بڑی فوج لیکر روانہ ہوا اور شہر کا محاصرہ کیا، پھر خوب خوب لڑائیان ہوئین اور قازانیون نے خوب خوب دادِ شجاعت دی، یادگار محمد خان نوغائی کا سردار اپنے پانچسو سوار لیکر قازان کے بچانے آیا، کریمیا اور عثمانی ترکون نے مل کر روس کی توجہ اپنی طرف ملتفت کرنے کے لئے دوسری سمت مین روس پر حملہ کیا مگر انکو شکست ہوئی[1]، اور بالآخر ۹۵۹ھ مطابق ۱۵۵۲ء مین اس عظیم الشان اسلامی حکومت کا خاتمہ ہوگیا،

قوزاق جنکو ہم قزاق اور اہل یورپ "کاسک" کہتے ہین، یہ روس کے جنوبی علاقہ ڈان اور اوکرینیا مین رہتے ہین، یہ پہلے ایک صحرانشین اور آوارہ گرد قبائل تھے، یہ تمامتر مسلمان ہین، اور اپنا سلسلۂ نسب حضرت مالک بن انس سے ملاتے ہین، مگر واقعہ یہ ہے کہ مختلف تورانی قبائل کا ایک مجموعہ ہے ترکی لفظ قوزاق کے معنی فراری اور آوارہ گرد کے ہین، چونکہ یہ متمدن اور بانظام سلطنتون سے گھبراتے تھے اور اسلئے مرکزِ سلطنت سے بھاگ کر دور نکل جاتے تھے اور لوٹ مار کرتے تھے، اسلئے انکو قوزاق کہتے تھے، اور یہ اب ان کا نام پڑگیا، یہ ہمیشہ سے آزاد رہے اور سلطنتون کے جکڑ بند کو انھون نے گوارا نہ کیا مگر اب وہ زمانہ آیا جب یورپ کا احیاء ہو رہا تہا تو ایک طرف سے روس نے اور دوسری طرف سے پولینڈ نے انکو دبایا، یہ لڑے مگر شکست کہا کر روس اور پولینڈ مین آدھے آدھے بٹ گئے

[1] تلفیق الاخبار صفحہ ۱۲۰ و ۱۲۹ و ۱۳۰،

قزاق نے اپنے نئے مالکون کے ہاتھون سے سخت تکلیفین اٹھائین، اور بالآخر سنہ۱۰۸۰ھ مطابق سنہ۱۶۶۹ء مین انھون نے اُس آستانہ کی طرف رجوع کیا جو صدیون سے مسلمانون کا ملجا اور اسلام کا مرکز ہوگیا تھا، محمد فرید بے تاریخ دولت عثمانیہ مین اس واقعہ کو ان الفاظ مین ادا کرتے ہین،

> اس زمانہ مین سلطنت عثمانیہ کی وسعت شمالی اسوجہ سے بہت زیادہ بڑھ گئی کہ وہ تمام قزاق جو روس کے جنوبی حصہ مین رہتے تھے، انھون نے خلیفۂ اعظم محمد چہارم کی اطاعت خود بخود اختیار کرلی، یہ لڑکر مطیع نہین بنائے گئے بلکہ خود بخود اپنی خواہش اور ارادہ سے حامی اسلام کے سایہ مین رہنا انھون نے قبول کیا۔[۱]

خانِ قوازق قسطنطنیہ آیا، اسکو سلطان نے علم ولوا عنایت کیا اور اسکو صوبہ اوکرین کا سنجق بے مقرر کیا، اور خان کریمیا کو فرمان بھیجا کہ دشمنون کے مقابلہ مین قزاق کی مدد کیجائے، یہ دیکھکر پولینڈ نے قسطنطنیہ مین اپنی اعتراضی تحریر بھیجی، احمد کوپرلی جو دولت عثمانیہ کے بہترین وزرا مین گذرا ہو اُس نے اس تحریر کا جواب حسب ذیل الفاظ مین دیا:-

> قزاق جو آزاد لوگ تھے اُنھون نے اپنے آپکو پولون کی ماتحتی مین دیدیا، لیکن یہ دیکھکر کہ وہ پولون کے ظلم وستم کو زیادہ برداشت نہین کرسکتے، انھون نے اِدہر اُدہر اپنی جائے پناہ تلاش کی، اور اب وہ عثمانی علم کے نیچے ہین اور اُسکے تابع ہین، اگر مظلوم ملک کے لوگ رہائی کی تلاش مین کسی بڑے شہنشاہ کی مدد کے خواستگار ہون تو کیا یہ عقلمندی ہوگی کہ ان کے اس ملجا وماوی تک اُن کا تعاقب کیا جائے؟ جبکہ تمام سلاطین زمانہ سے بڑھکر طاقتور اور باجاہ وجلال سلطان انکو اُن کے دشمنون سے نجات دلا رہا ہے اور مظلومون کی مدد کر رہا ہے، تو ایسی حالت مین صلح شکنی کا الزام کس فریق پر عاید ہوگا، اگر مخالفت کی آگ کے بجھانے کی خاطر باہمی سمجھوتہ کی

[۱] تلفیق الاخبار صفحہ ۱۳۵،

خاموش کیا جائے جسکی تیاری ہم نے کی ہے، اور اگر استدلالات کا حل اس تیز اور فیصلہ کن قاضی کے حوالہ کیا جائے جسکا نام تلوار ہے تو اسکا نتیجہ وہ خدا بتا دیگا جس نے آسمان و زمین کو بے سہارے کھڑا کر رکھا ہے، اور جو اسلام کو ایک ہزار سال سے اُسکے دشمنون پر اپنی نصرت سے فتح دیتا رہا ہے[1]

پولون نے بھی یہی مناسب سمجھا کہ اُس "تیز، اور فیصلہ کن قاضی" کے فیصلہ پر عمل کیا جائے جسکا نام تلوار ہے، اُنھون نے اوکرین اور کریمیا پر حملہ کی تیاری کی، ٹرکی نے چھ ہزار فوج پہلے ہی بھیجدی تھی اور اب خود سلطان محمد چہارم بذات خاص پولینڈ کے مقابلہ مین فوج لیکر نکلا "تلوار" نامی قاضی نے یہ فیصلہ کیا کہ پول، اوکرین اور پوڈولیا دو صوبون سے دستبردار ہوجائین اور ۲۲ لاکھ کا سالانہ خراج ادا کرین، لیکن پول بہت جلد اپنے اس معاہدہ سے مکر گئے، اور دوبارہ لڑائی چھڑ گئی، پولینڈ کے ساتھ روس اور ان اطراف کے عیسائی امرا بھی مل گئے، فتح و شکست کا پلہ کبھی ادھر اور کبھی اُدھر جھکتا رہا، اور آخر ۱۶۷۶ء مین وہی فیصلہ بحال رہا جو اس سے پہلے "قاضیِ شمشیر" میدان جنگ کی عدالت مین صادر کرچکا تھا اور اوکرین بدستور سلطان کے ماتحت باقی رہا، اسکے بعد روسیون نے تنہا اس میدان مین قسمت آزمائی کی اور سالہا سال کی جنگ کے بعد ۱۶۸۱ء مین پھر وہی فیصلہ بحال رہا کہ قوزاق بدستور سلطان کے ماتحت رہین،

اسکے بعد روس نے قوزاق کو تلوار کے خوف کے بجاے مال و زر اور جاہ و جائداد کا طمع دلاکر سلطنت عثمانیہ کی کمزوری کے زمانہ مین اپنا کرلیا، ان کے ساتھ بڑی بڑی مراعاتین کین اور اُنکو فوج مین بھرتی کیا اور جو بعد کو روسیون کے بہترین سپاہی ثابت ہوئے، اور تمام دنیا مین اُنکے نام کی دہاک بیٹھ گئی، خدا جانے کن اسباب سے خود روسی اور اُنکے ساتھ یورپین اہل قلم بھی جنکا کام راستی اور سچائی کا اظہار ہے مشہور کرتے رہے ہین کہ قوزاق عیسائی ہین، اس زمانہ کے ایک مسلمان روسی مورخ نے اس

[1] مورخین کی تاریخ عالم، جلد ٹرکی صفحہ ۳۱۰،

واقعہ کی نسبت سخت تعجب کا اظہار کیا ہے، اور لکھا ہے کہ قوازق مین ایک بھی غیر مسلم نہین، گو روسی مشنری اُنکے عیسائی مشہور کرنے کے اب تک درپے ہے[1]، یہ شاید اسلئے تاکہ دنیا کو یہ معلوم نہو کہ روسیون کی طاقت مسلمان سپاہیون کے دم خم سے قائم ہے،

اب ان اطراف مین لے دیکر صرف ایک اسلامی سلطنت خان کریمیا کی رہ گئی، اور اس نے اخیر ۱۸۵۳ء تک ساتھ دیا، گو کہ بیچ بیچ مین اُس نے سرکشی بھی کی، ۱۵۸۳ء مین عثمان پاشا نے داغستان پر حملہ کیا، تو گو سخت معرکون کے بعد اُسکو کامیابی ہوئی لیکن کریمیا کے پیشانی پر یہ داغ ہے کہ اُس نے سلطان کے حکم کے باوجود عثمان پاشا کی مدد مین اپنی فوج روانہ نہ کی، لیکن اس بہادر سپہ سالار نے یہ کیا کہ داغستان سے چلکر پورے قفقاز کو عبور کرکے روسیون کے دل بادل کو چیرتا ہوا جو اُسکو راستہ مین ہر جگہ گھیر لینا چاہتے تھے، بحر اسود کے دوسرے کنارہ پر جا نکلا، اور کریمیا کے سامنے اپنی فوج لاکر کھڑی کردی، خان کریمیا نے مقابلہ کرنا چاہا مگر اس دینی خیانت کا معاوضہ خود اُسکے بھائی نے اُس سے لیلیا اور وہی پھر سلطان کی طرف سے کریمیا کا خان مقرر ہوا،

روسیون نے کریمیا پر حملہ ۱۷۶۹ء مین کیا، یہ جنگ کئی سال تک قائم رہی، اور بڑھتے بڑھتے یورپ اور ایشیا اور افریقہ مین ہر جگہ پھیل گئی، روسیون کی بحری طاقت بڑھی ہوئی تھی، انھون نے بحر اسود کے بندرگاہ طرابزون اور کریمیا پر حملہ کیا، جزائر یونان پر قبضہ کیا، بحر متوسط مین آکر مصر کے باغی گورنر علی پاشا کو مدد دی، بیروت پر گولہ باری کی اور قسطنطنیہ پر حملہ کی تیاری کی، لیکن کریمیا کے علاوہ ہر جگہ سے تھوڑے دنون کے بعد اُنکو ہٹ جانا پڑا، ۱۷۷۳ء مین پہلی مجلس صلح مین روسیون نے یہ شرطین پیش کین کہ کریمیا کے تاتاریون سے دولت عثمانیہ قطع تعلق کرلے، حکومت عثمانیہ مین جسقدر آرتھوڈکس عیسائی ہین وہ روس کی سرپرستی مین دیدئیے جائین اور روس کے حاکم کو آئندہ سے بادشاہ لکھا جائے سلطان نے یہ شرطین نامنظور کین، بالآخر ۱۷۷۴ء مین فریقین نے ان شرائط پر دستخط کئے کہ تاتار کریمیا

دیمیرییا وقوبان سیاسی حیثیت سے خود مختار ہونگے، لیکن مذہبی حیثیت سے وہ سلطان کے تابع رہینگے اور وہ تمام مقامات اور قلعے جن پر روسیون نے قبضہ کرلیا، وہ خان کریمیا کے سپرد کردیئے جائین، اور روسی آستانہ محلہ پیرا مین اپنا گرجا بنا سکین گے، اور تمام آرتھوڈکس روسیون کے مذہبی اثر مین سمجھے جائینگے اور حاکم روس کو بادشاہ لکھا جائیگا، اور روسی جزائر اور گرجستان وغیرہ کے شہرون کو ٹرکی کے حوالہ کردینگے۔

کریمیا کی آخری بربادی اور سلطنت روس کے اُسپر قبضہ کی تاریخ شاید ہندوستان کے لوگون کو یاد ہو کیونکہ اس جنگ مین ہماری "اسلام دوست سرکار" نے بھی کریمیا کے سلمانون پر رحم کہاکر انکے بچانے کے لئے اپنی ہندوستانی فوج بھیجی تھی، اور جسکی سنت کے "بارِگران" سے اس جنگ عظیم کے بعد بھی سلمان "سبکدوش" نہین، کریمیا کی بربادی کا واقعہ یہ ہے کہ بیت المقدس کے عیسائی مقدس مقامات اور کنیسون کی تولیت کا فخر سلطان سلیمان کے زمانہ سے فرانس کو حاصل تھا، فرانس کیتھولک اور روس آرتھوڈکس ہے، ان دونون فرقون نے بیت المقدس کی تولیت پر اصرار کیا، روس نے اپنے فرقہ کی جنبہ داری کی، ٹرکی نے اس معاملہ کے طے کرنے کے لئے مختلف عیسائی سلطنتون کے نمایندون کا ایک کمیشن مقرر کیا - متعدد نشستون کے بعد اس کمیشن نے یہ فیصلہ کیا کہ بیت المقدس کے عیسائی مقدس مقامات کی تولیت بدستور فرانس کے ہاتھ مین رہے، روس نے اعلان کیا کہ اگر بیت المقدس کی تولیت فرانس کے حوالہ کیگئی تو وہ بزور شمشیر اس فیصلہ کو رد کردیگا، ٹرکی نے اس فیصلہ سے انحراف نکیا اور ایک عظیم الشان جنگ جسمین اُسکے لاکھون سپاہی مارے گئے اور کئی صوبے اسکے ہاتھ سے نکل گئے اپنے سرلی، اسی کا نام جنگ کریمیا ہے اور جسمین فرانس اور انگلستان نے روس کے مقابلہ مین ٹرکی کا ساتھ دیا، اور یہی وہ "سنتِ عظیم" ہے جسکا ذکر بار بار اخبارات مین آجکل آیا ہے،

روس نے ایشیا اور یورپ ہسلطنت کے دونون گوشون پر اپنا پر زور حملہ شروع کردیا، ٹرکی کی

فوجون کے سپہ سالار یورپ مین عمر پاشا اور ایشیا مین عبدہ پاشا تھے، دونون نے بہادری سے روسیون کا سامنا کیا، اور باوجود ہر قسم کے مشکلات کے اپنے کارنامون سے دنیا کو محوِ حیرت کر دیا، بہر حال یہ جنگ ۱۸۵۳ء سے شروع ہو کر ۱۸۵۶ء مین ختم ہو گئی، اور اسی کے ساتھ تاتاریون کی آخری اسلامی ریاست کا بھی خاتمہ ہو گیا،

ترکستان اور قفقاز مین جو اسلامی ریاستین تھین دسوین صدی ہجری اور سولھوین صدی عیسوی کے وسط مین وہ چھوٹی چھوٹی ریاستون مین منقسم ہو گئی تھین، ترکستان مین بخارا، خوقند اور خیوا کی ریاستین تھین ہر ریاست مین حصولِ تخت کے لئے خانہ جنگیان برپا تھین، ترکستان کا ایک حصہ جو افغانستان کے متصل تھا وہ تیموریون کے ہاتھ مین تھا، بدخشان مین ہمایون کا بھائی حاکم تھا، ماوراء النہر کی حکومت مین جسکا دار الحکومت سمرقند تھا، عبد اللطیف خان والی توران کے مرنے سے وہان بھی خانہ جنگیان برپا تھین، سمرقند مین خانِ مرحوم کا جانشین براق خان ہوا تھا، بلخ مین پیر محمد خان، قندز اور ترمذ مین اسکا چھوٹا بھائی اور بخارا مین برہان سعید خان نے اپنی اپنی خود مختاری کے علم کھڑے کئے تھے، ان مین سے ہر ایک سلطان عثمانی کے سایہ مین پناہ ڈھونڈھتا تھا سلطان نے یہ مناسب سمجھا کہ ماوراء النہر و توران کے اصلی جانشین براق خان کی مدد کیجائے، اس زمانہ مین فوجی تنظیم اور توپ اور بندوق کا وجود صرف ترکی فوج مین تھا، سلطان نے ۳۰۰ ینگچری سپاہی نئے آلات سے مسلح کر کے نہایت خفیہ اور حیلہ و بہانہ سے ایرانی صفویون کی نظر بچا کر براق خان کے پاس بھیجے، یہ چند سو سپاہی اپنی فوجی تعلیم اور جدید آلات کے اعجاز کے باعث براق خان کے لئے رحمت ثابت ہوئے اور انہین کے ذریعہ ان ملکون مین یہ اسلحہ پہنچے[1]،

شاہجہان نے اپنے زمانہ مین بخارا کو اپنی حدودِ حکومت مین داخل کرنے کا ارادہ کیا اور

[1] ترکی امیر البحر سیدی علی نے اپنے سفرنامہ مین یہ تمام واقعات لکھے ہین،

ہندوستان سے بہت بڑی فوج روانہ کی، اس مہم کی پوری تفصیل ہندوستانی تاریخون میں موجود ہے، والیٔ توران نے سلطان سلیمان کے دربار مین فریاد کی، سلطان نے شاہجہان کو جو خط لکھا ہے اور شاہجہان نے جو اسکا جواب دیا ہے وہ آج بھی اوراق مین محفوظ ہے، سلطان سلیمان نے ہر طرح کوشش کی ہے کہ ان دونون سلمان بادشاہون مین صلح وآشتی سے معاملات طے پاجائین[1]،

خیوا کی ریاست پر سلطان سلیمان کے زمانہ مین دوست محمد خان حاکم تھا، حاجی خان اُسکے رقیب نے اسکو اور اُسکے بھائی عیش سلطان کو قتل کرکے خود حکمران بنگیا، یہان سلمان باہم دست وگریبان تھے، اوراسی کے قریب چند سال پہلے روسیون نے استراخان کی اسلامی سلطنت کو برباد کیا تھا، روسی جب موقع پاتے تھے ادہر بڑہتے چلے آتے تھے، ترکی امیر البحر جب اسی زمانہ مین یعنی ۹۶۵ھ مطابق ۱۵۵۶ء مین ادہر سے گذر رہا تھا تو ہر جگہ اُسکو نظر آرہا تھا کہ لوگ روسیون کی مدسے خوف زدہ ہین، اور اُسکو راستہ مین سلتے ہوئے اور بچے کچھے سلمان ان اطراف سے بھاگ کر آتے ہوئے ملے تاہم روسیون نے مدت تک ادہر رُخ نہین کیا، ان اطراف مین بعض غیر مسلم تاتاری قبائل اب بھی موجود تھے، جنکے ہاتہ سے سلمان تکلیف اُٹھاتے تھے، اور وہ بے تکلف روسیون کے ساتھ ہوجاتے تھے، سلطنت عثمانیہ نے سترہوین صدی کے آخر یا اٹھارہوین صدی کے شروع مین فرخ پاشا کو ان اطراف مین اسلام کی تبلیغ اور اشاعت کے لئے بھیجا[2]،

بخارا اور خیوا کی ریاستین اُنیسوین صدی کے اواخر مین روسیون کی باجگذار ہوئین، یعنی اسوقت جب ۱۸۸۲ء مین انگریزون نے خدیو مصر کو اور ۱۸۸۱ء فرانس نے بای تونس کو اپنا باجگذار بنایا، ۱۸۶۸ء مین امیر بخارا اور ۱۸۷۳ء مین امیر خیوا نے خونریز لڑائیون کے بعد روسی حمایت مین آنا گوارا کیا، یہ وہ وقت تھا جب خلافت عثمانیہ ہر چہار طرف سے دشمنون کے نرغہ مین پہنسکر بے دست وپا ہوچکی تھی،

[1] یہ مراسلات منشآت السلاطین کے قلمی نسخہ مین محفوظ ہین، [2] مقدمہ پروفیسر ویمبری بر ترجمۂ مرآۃ الممالک سیدی علی امیر البحر،

تاہم اسوقت بھی اس سے جو کچھ ہوسکتا تہا وہ اس سے پہلو تہی نہین کرتی تھی، چنانچہ انیسوین صدی کے وسط مین سلطان عبدالمجید خان نے امیر بخارا کے پاس بخاریون کو جدید فن جنگ کی تعلیم دینے کے لئے اور وہان جدید طریق پر باقاعدہ فوج قائم کرنے کے لئے ترکی فوجی افسر اور معلمین جنگ بھیجے،[1]

ترکستان کا وہ علاقہ جسپر چین نے قبضہ کرلیا تہا یعنی **کاشغر** اتالیق غازی یعقوب خوش بیگی نے اسی زمانہ مین چینیون کو وہان سے نکال کر اپنی سلطنت قائم کر لی تھی، سلطان نے اسکے پاس بھی فوجی مدد بھیجی اور فوج کی تعلیم کے لئے ترکی افسر اور معلم روانہ کئے۔[2]

روسیون نے ان علاقون پر قبضہ کرنے کے بعد مسلمانون پر جو مظالم کئے اور روسی مشنریون نے اُن کے عیسائی بنانے کے لئے جو جابرانہ کوششین کین اُنکی تفصیل کے لئے ایک دفتر چاہیئے مگر سوال یہ ہے کہ ان مظالم کو سُن کر باسفورس کے کنارون پر بسنے والے مسلمانون کے علاوہ کسکے سینہ مین دل تڑپا؟ اور کسکی آنکھین اشکبار ہوئین؟ اور کس نے اُنکو ان ورطۂ ستم سے نکالنے کے لئے اپنے ہاتھ پاؤن ہلائے؟ انیسوین صدی عیسوی کے اواخر کے خونریز معرکۂ روم و روس کے بعد ۱۸۷۸ء؁ مین جب برلن مین صلح کی کانفرنس بیٹھی تو ترکی سفیر نے روسی مسلمانون کے مصائب اور اُنکی بیکسی و مظلومیت کی داستان یورپ کی مجلس صلح کے سامنے پیش کی، روسی سفیر نے اسکے جواب مین روسی مسلمانون کی طرف سے اور انکے دستخطون سے ایک محضر پیش کیا جو یا جعلی تہا یا چند منافق مسلمانون کا یہ کام تہا اور یا جبراً مسلمانون سے لکھوایا گیا تہا، جسمین تحریر تہا کہ یہ واقعات سرتاسر غلط ہین، اور ہم شہنشاہ روس کے زیر سایہ نہایت امن و اطمینان کے ساتھ ہین، ترکی سفیر اس محضر کو دیکھکر ندامت کے سوا اور کچھ جواب نہ دیسکا،[3] بالآخر ۱۹۰۵ء؁ مین روسی مسلمانون کا پیمانۂ صبر لبریز ہوگیا، قازان کے علماء نے عربی مین ایک پُر درد اور دل ہلا دینے والا فریاد نامہ لکھکر علماے حرمین کی خدمت مین بھیجا، اور لکھا کہ اُسکو شیخ الاسلام کے

[1] مقدمۂ پروفیسر ویمبری بر ترجمۂ مرآۃ الممالک سیدی علی امیر البحر، [2] ایضاً، [3] تلطیق الاخبار جلد ۲ صفحہ ۳۶۶،

ذریعہ سے امیر المومنین اور حامی دین مبین کی پیشگاہ تک پہنچا دیجئے،

اس فریاد نامہ کے آغاز اور خاتمہ میں عربی کے چند اشعار ہیں جنکو سنکر ایک مسلمان کا دل سینہ سے باہر نکل آتا ہے:-

اسادتنا لکم شان کبیر　　　بکم مما نخاف نستجیر

اے ہمارے بزرگو! آپکی شان بڑی ہے　　　آپکے سایہ میں ہم مصائب سے پناہ ڈھونڈھتے ہیں

خذوا ثار الدیانة وانصروها　　　لقد حامت حوالیها النسور

اپنے دین کا انتقام لیجئے اور اسکی مدد کیجئے　　　اسکے چاروں طرف گدھ منڈلا رہے ہیں

ونحن بخطةٍ فیها صغار　　　یشیب لکربه الطفل الصغیر

ہم ایسے ملک میں ہیں جس میں ایسی ذلتیں ہیں　　　جنکی تکلیف سے بچے بوڑھے ہوئے جاتے ہیں

تجاذبنا الاعادی باصطناع　　　فینخدع المخوّل والفقیر

دشمن ہمکو فریب سے چاروں طرف کھینچ رہا ہے جس سے محکوم اور غریب لوگ دھوکا کھا رہے ہیں

ویمضغنا النصاری ای قلب　　　علی هذا یقر ولا یطیر

عیسائی ہمکو چبا رہے ہیں کون دل ہے　　　جو اسپر ساکن رہیگا اور تڑپ نہ جائیگا،

مضی الاسلام فابک ماعلیه　　　وهل یطفی الجوی الا الدمع الغزیر

اسلام مرگیا اب اسپر خون کے آنسو بہایئے اور کیا دلوں کی سوزش کو آنسو بجھا سکتے ہیں

فیا اسفاه یا اسفاه حزنا　　　یکرر ما تکررت الدهور

افسوس، افسوس، اس غم سے　　　جبتک زمانہ قائم ہے یہ آہ برابر نکلتی رہیگی

نحوم اذا دهینا بالرزایا　　　وهل مصغٍ الی بقیا تخور

یہ مصیبتیں ہم پر آئی ہیں تو ہم چیخ اٹھتے ہیں لیکن کمزور جانوروں کی فریاد کون سنتا ہے

الیس لنا الی النفس شہم — یدٌ وسامع اللہ وا مُراد تمدد

کیا ہماری مدد کے لئے کوئی خدا کا بندہ نہیں ؟ جو مصیبتوں کے ساتھ ساتھ گھومتا رہے،

فریاد نامہ کے آخر مین اُس دردناک قصیدہ کے چند شعر تھے جو مسلمانان اندلس نے اپنی تباہی کے دنون مین مسلمانان عالم کے نام لکھا تھا،

علماے حرمین نے اس فریاد نامہ پر اپنے دستخط ثبت کرکے اوسکو چھپوا کر حکام اور اعیان مین تقسیم کیا اور اسکے کچھ نسخے علمائے قسطنطنیہ کے پاس بھیجد یئے، علماے قسطنطنیہ کے پاس جب یہ فریاد نامہ پہنچا تو ان مین ایک اضطراب برپا ہوگیا، جامع یلدزمین سلطان جمعہ کی نماز ادا کرتے تھے، ایک پرجوش عالم سید اسعد مدنی نے موذن کو حکم دیا کہ جمعہ کے دن رسم سلاملق کے موقع پر یہ فریاد نامہ شیخ الاسلام کی خدمت مین پیش کیا جائے، اور خود اس فریاد نامہ کا ترکی مین ترجمہ کرکے سلطان کے حضور مین پیش کیا سلطان نے اپنے سفیر روس کے ذریعہ سے ایک تحریر حکومت روس کو بھیجی، روس کا مسلمان مورخ لکھتا ہی اس تحریر کا بہت اچھا اثر ہوا، اور مسلمانون کی تکالیف مین تخفیف ہوگئی، اگرچہ انکو حکومت روس مین اس سے تعلیم و ترقی کے مواقع بہم پہنچے،[1]

نادرشاہ کے بعد افغانستان روس و انگلستان کی سیاسی سازشون کے بیچ مین گرفتار رہا، ترکستان وتاتار وغیرہ مین مسلمانون کے ساتھ روس کا جو برتاؤ تھا اُسکو دیکھکر افغانستان کے لئے یہی صلاح مناسب تھی کہ وہ روس کے بجائے انگلستان کا ساتھ دیکر اپنی زندگی کو خطرہ سے بچائے، سلطان نے پہلا ایک سفیر امیر افغانستان کے پاس بھیجا، امیر عبدالرحمن خان تزک مین لکھتے ہین کہ چونکہ افغانستان مین سلطانی سفیر کی آمد کا یہ پہلا موقع تھا، اِسلئے امیر نے یہ سمجھا کہ یہ بنا ہوا سفیر ہے، ۱۸۷۸ء مین امیر شیر علیخان نے غالباً مدعیون کے اشارہ سے انگریزون کے برخلاف ایک مہم کی تیاری کی، ادھر صد جہاد کی پہ زور

---

[1] تلفیق الاخبار جلد ۲ صفحہ ۱۳۱،

تبلیغ کی، اس موقع پر سلطان نے اپنا ایک سفیر بھیجا، اور امیر کو اس سے باز رکھا، امیر عبدالرحمن خان نے تزک مین کہا ہے کہ یہ فرمان سلطانی نہایت موثر ہوا، اور امیر شیر علیخان نے اپنے رویہ کو بدل دیا، روس نے اس اثر کو مٹانے کے لئے اسکے سوا کوئی چارہ نہ دیکھا کہ وہ یہ باور کرائے کہ یہ سفیر سلطان کا فرستادہ نہین بلکہ جعلی ہے۔

اسکے بعد جب امیر عبدالرحمن خان نے خداداد سلطنت افغانستان کے تخت پر جلوس فرمایا، اور سلطنت کے نظم ونسق کو درست کیا اور افغانستان مین ایک نئے دور کا آغاز ہوا تو ترک ہی تھے، جنھون نے امیر مرحوم کو اس کار خیر مین مدد دی، ترک افسرون اور سلطون نے آکر افغانستانی فوج کی ترتیب وتنظیم کی، انکو جدید آلات اسلحہ کا استعمال سکھایا اور کابل مین مدرسۂ حربیہ قائم کیا اور بحمد اللہ کہ وہ سلسلہ آج بھی قائم ہے اور سب کے سامنے ہے،

قفقاز کا ذکر بیہودہ ہے کہ اس خطہ کا کون سا اسلامی شہر ہے کہ جسکو ترکون نے اسوقت تک روسیون کے حوالہ نہین کیا جبتک اپنے سپاہیون کی لاشون سے اس شہر کی خندق کو پاٹ نہین دیا ہے اور اس وسیع رقبہ مین زمین کا کونسا چپہ ہے جہان عثمانی سپاہی کا خون نہین بہا ہے،

اس تمام داستان کو ختم کرکے ہمارے ناظرین اب سمجھے ہونگے کہ خلافت عثمانیہ نے دنیای اسلام کی خدمتگذاری کا فرض کسطرح ادا کیا، اور صدیون تک اس بار عظیم کو اس نے کیونکر اٹھایا؟

طلاق

عیسائی مذہب مین

از مولانا عبد السّلام ندوی

عام طور پر مشہور ہے کہ عیسائی مذہب صرف حالتِ زنا مین طلاق کی اجازت دیتا ہے، یعنی عورت کو صرف اس صورت مین طلاق دیجا سکتی ہے جب وہ اس فعل شنیع کی مرتکب ہو، اسکے سوا اور تمام ناگوار حالتون مین طلاق ممنوع ہے، آج عام طور پر عیسائی دنیا کا اسی پر عمل ہے، اور یورپ اور امریکہ کی عدالتون مین اس قسم کے ہزارون مقدمات دایر ہوتے رہتے ہین جنمین طلاق کی غرض سے عورتون کو ارتکاب فواحش کے الزام لگائے جاتے ہین، لیکن پادری انطون صالحانی نے ایک نہایت مفصل مضمون مین جو پہلے مجلۃ المشرق مین شایع ہوا تہا اور بعد کو ایک رسالہ کی صورت مین شایع ہوا یہ ثابت کیا ہے کہ عیسائی مذہب حالتِ زنا مین بہی طلاق کی اجازت نہین دیتا، صرف دنیوی اغراض نے اس غلط مسئلہ کو عیسائی دنیا مین رواج دیا ہے، ورنہ انجیل نے ہر حالت مین طلاق کو ممنوع قرار دیا ہے، وہ کہتے ہین کہ ابتداءً یہودی مذہب مین بہی طلاق ناجائز تہی، لیکن جب یہودیون نے قساوت قلب کا اظہار کیا تو حضرت موسی علیہ السّلام نے انکو طلاق کی اجازت دی تاہم یہودیون کے یہان طلاق کا لفظ دو معنون مین مستعمل تہا، ایک عام معنی تہے جسکے ذریعہ سے عورت سے دائمی علٰحدگی اختیار کیجا سکتی تہی لیکن وہ دوسرا نکاح نہین کرسکتی تہی، اسلئے اس حالت مین پہلا نکاح قائم رہتا تہا، دوسرے خاص معنی تہے جسکے ذریعہ سے نکاح فسخ ہوجاتا تہا، اور اس حالت مین عورت کو ایک طلاق نامہ دیاجاتا تہا جو اسکو دوسرے نکاح کا مجاز کرتا تہا، حضرت عیسٰی علیہ السّلام کے زمانہ تک انہی دونون صورتون پر

یہود کا عمل تھا، لیکن انھون نے نکاح کو ایک مقدس فرض قرار دیکر اسکو کلیسا کا ایک مخفی راز قرار دیا اور اس رشتہ کو اسقدر مستحکم کردیا جو کبھی ٹوٹ نہین سکتا تھا، چنانچہ انھون نے فرمایا:-

"جس شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دیکر دوسرا نکاح کیا اُس نے زنا کیا، اور جس عورت نے اپنے شوہر کو طلاق دیکر دوسرے شخص سے نکاح کیا اُس نے زنا کیا، (مرقس ۱۰: ۱۲ و ۱۳)

دنیا مین جب سے عیسائی مذہب پھیلا ہے، اُسوقت سے لیکر آج انیسوین صدی تک عیسائی مذہب کے ساتھ ساتھ اس مقدس تعلیم کی بھی اشاعت ہوئی ہے، اور کیتھولک، غیر کیتھولک، لیٹن، رومی، سریانی، ارمنی، اور قبطی ہر فرقہ، ہر قوم، ہر ملک، ہر شہر، ہر گاؤن، اور ہر خاندان نے جسمین عیسائی مذہب پھیلا ہے، اس تعلیم پر عمل کیا ہے، لیکن بااین ہمہ یہ ایک نہایت عجیب بات ہے کہ بعض غیر کیتھولک لوگون نے زنا کی صورت کو اس عموم سے مستثنیٰ کردیا ہے، اور انجیل کی ان آیتون

جس شخص نے زنا کے علاوہ (اپنی بیوی) کو طلاق دی اُس نے اُسکو زانیہ بنایا، (متی ۵: ۳۲)

جس شخص نے زنا کے علاوہ اپنی بیوی کو طلاق دی اور دوسری سے نکاح کیا اس نے زنا کیا، (متی ۱۹: ۹)

کے رُو سے حالت زنا مین طلاق کو جائز قرار دیا ہے، لیکن کتاب مقدس کی جن جن آیتون مین نکاح اور طلاق کا ذکر آیا ہے، اُن کے پیش نظر کر لینے کے بعد انکی راے کی غلطی واضح ہوجاتی ہے نکاح اور طلاق کے متعلق کتاب مقدس کی آیتین حسب ذیل ہین:-

اسلئے آدمی اپنے ماں باپ کو چھوڑکر بی بی کا ہو رہتا ہے تو وہ دونون یک قالب ہوجاتے ہین،

(تکوین ۲: ۲۴)

کہا گیا ہے کہ جس شخص نے اپنی بی بی کو طلاق دی وہ اُسکو ایک طلاقنامہ دے، لیکن مین تم سے کہتا ہون کہ جس شخص نے زنا کے علاوہ اپنی بیوی کو طلاق دی اُس نے اُسکو زانیہ بنایا، اور جس شخص نے مطلقہ عورت سے نکاح کیا اُس نے زنا کیا (متی ۵: ۳۱-۳۲)

ذریعہ ان کی آزمائش کے لئے یہ کہتے ہوئے اسکے قریب آئے کہ کیا انسان ہر سبب کی بنا پر اپنی بیوی کو طلاق دیسکتا ہے؟ اس نے یہ کہکر انکو جواب دیا کہ کیا تم نے یہ نہین پڑھا کہ جس ذات نے ابتداءً انسان کو پیدا کیا، اس نے انکو مرد اور عورت پیدا کیا، یہی وجہ ہے کہ آدمی اپنے باپ، ماں کو چھوڑکر اپنی بی بی کا ہو رہتا ہے، اسلئے وہ دونون ایک قالب ہوجاتے ہین، تو وہ اب دو نہین رہجاتے، ایک ہوجاتے ہین، اور جس چیز کو خدا نے جمع کردیا، انسان اسکو جدا نہین کرسکتا، ان لوگون نے کہا تو پھر موسیٰ نے کیون طلاق نامہ دینے کی وصیت کی، اس نے کہا موسیٰ نے تمہارے قساوت قلب سے تم کو طلاق کی اجازت دی، ابتدا مین اسکی اجازت نہ تھی، لیکن مین تم سے کہتا ہون کہ جس شخص نے زنا کے علاوہ، اپنی بی بی کو طلاق دی، اور دوسری عورت سے نکاح کیا اس نے زنا کیا، اور جس شخص نے مطلقہ عورت سے نکاح کیا اس نے زنا کیا، اب ان کے تلامذہ نے کہا کہ اگر عورت کے ساتھ مرد کی یہی حالت ہو تو اسکے لئے بہتر یہی ہے کہ نکاح نہ کرے، اس نے کہا بجز ان لوگون کے جنکو یہی قوت عطا ہوئی ہے، ہر شخص اس کلام کا متحمل نہین ہوسکتا۔ (متی ۱۹: ۳-۱۲)

جو عورت کسی مرد کے نکاح مین ہے وہ جبتک مرد زندہ ہے، اسکے ساتھ متعلق ہے، لیکن جب مرد مر گیا تو وہ اس تعلق سے آزاد ہوگئی، اس بنا پر جبتک اسکا شوہر زندہ ہے، اگر اس نے دوسرے مرد سے نکاح کیا تو وہ زانیہ کہی جائیگی، اور اگر اسکا شوہر مر گیا تو وہ مرد کے تعلق سے آزاد ہوئی یہانتک کہ اگر اس نے دوسرا نکاح کیا تو وہ زانیہ نہ کہی جائیگی۔ (رومیہ ۷: ۲-۳)

نکاح کرنے والون کو مین نہین بلکہ خدا یہ وصیت کرتا ہے کہ عورت اپنے شوہر کو نہ چھوڑے اور اگر اس نے اسکو چھوڑدیا تو یا غیر منکوحہ رہے یا اپنے شوہر سے پھر مصالحت کرلے اور مرد اپنی بی بی کو نہ چھوڑے۔ (اکورنتس ۷: ۱۰ و ۱۱)

ان آیات کے پیش نظر ہوجانے کے بعد اگر ہم تھوڑی دیر کے لئے اس لفظ "علاوہ علت زنا" کے

جو انجیل متی مین مذکور ہے، قطع نظر کرلین تو تمام آیتون سے علانیہ ثابت ہوتا ہے کہ عیسائی مذہب نے عموماً تمام حالات مین طلاق کو ممنوع قرار دیا ہے، اشکال جو کچھ پیدا ہوتا ہے صرف اس لفظ سے پیدا ہوتا ہے؛ لیکن طلاق کے جو دو معنی عام و خاص ہم نے بیان کئے ہین، اُن کے لحاظ سے یہ اشکال نہایت آسانی کے ساتھ زائل ہوجاتا ہے، کیونکہ مسیح علیہ السلام کے اس ارشاد مین کہ

جس شخص نے اپنی عورت کو زنا کی حالت کے علاوہ طلاق دی اُس نے اُسکو زانیہ بنایا۔

اور نیز اس ارشاد مین کہ

جس شخص نے زنا کی حالت کے سوا اپنی بی بی کو طلاق دی اور دوسری عورت سے نکاح کیا اُس نے زنا کیا،

قرائن سے ثابت ہوتا ہے کہ اُنھون نے طلاق کے معنی عام مراد لئے ہین، یعنی زانی اور زانیہ کے پاداش گناہ مین صرف دائمی علٰحدگی کی اجازت دی ہے، فسخ نکاح کو جائز نہین قرار دیا ہے ورنہ وہ اس حکم کے بعد یہ نہ فرماتے کہ

جس نے مطلقہ عورت سے نکاح کیا اُس نے زنا کیا، (متی ۵ : ۳۲ و ۱۹ : ۹)

کیونکہ اسمین مطلقہ کا لفظ ہر عورت کو خواہ زانیہ ہو یا نہ ہو شامل ہے، اسلئے اگر مطلقہ سے وہ عورت مراد ہوتی جسکا نکاح فسخ ہوچکا ہے تو وہ شخص جس نے اس سے نکاح کیا ہے زانی کیون قرار پاتا؟

دوسری بات یہ ہے کہ زنا کی حالت مین مسیح علیہ السلام نے طلاق کی تو اجازت دی ہے لیکن دوسری عورت سے نکاح کا حکم نہین دیا، جس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اس طلاق سے فسخ نکاح مراد نہین ہے بلکہ صرف دائمی علٰحدگی مقصود ہے، کیونکہ اگر مسیح علیہ السلام کا مقصد طلاق ہو تو اُنکے بعد کا یہ جملہ

جس شخص نے مطلقہ عورت سے نکاح کیا اُس نے زنا کیا،

بالکل اسکے منافی ہوگا، لیکن اگر طلاق سے صرف دائمی علٰحدگی مراد لی جاے تو یہ جملہ اُسکی تائید کریگا، کیونکہ

طلاق کے بعد نکاح کی ممانعت سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اس طلاق سے فسخ نکاح نہین ہوسکتا صرف دائمی علٰحدگی ہوسکتی ہے،

اسکے علاوہ مذہب موسوی مین طلاق کے بعد عورت کو ایک طلاقنامہ لکھکر دیا جاتا تھا جو اسکو دوسرے نکاح کا مجاز قرار دیتا تھا، لیکن مسیح علیہ السّلام کے ارشادات مین طلاقنامہ کا ذکر نہین ہے بلکہ اسکے برخلاف دوسرے نکاح کی ممانعت کیگئی ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس طلاق سے صرف دائمی علٰحدگی مقصود ہے،

مرقس اور لوقا کی انجیلون مین اس بارہ مین جو آیتین مذکور ہین، اُن سے بھی اس خیال کی تائید ہوتی ہے، چنانچہ مرقس کی انجیل مین آیا ہے کہ ایک بار مسیح علیہ السّلام کے تلامذہ نے اُن سے اسکے متعلق استفسار کیا (مرقس ۱۰ : ۱۰) جس سے اُن کا مقصد یہ تھا کہ خود مسیح علیہ السّلام کی زبان مبارک سے اسکی واضح تفسیر کرائین، چنانچہ ان کے استفسار کے جواب مین مسیح علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا،

جس شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دی اور دوسری عورت سے نکاح کیا، اُس نے زنا کیا اور اگر عورت نے اپنے شوہر کو چھوڑ کر دوسرے سے نکاح کیا تو اس نے زنا کیا،

مسیح علیہ السّلام کے اس ارشاد مین وہ طلاق مراد ہے جس سے نکاح فسخ ہوجاتا ہے اور دوسرا نکاح جائز ہوسکتا ہے، اس بنا پر اُنھون نے کلیتہً اسکی ممانعت فرمائی، زنا کی حالت کو مستثنیٰ نہین کیا اور مرد کی طرح عورت کے لئے بھی نکاح ثانی کو حرام قرار دیا، اس بنا پر جب طلاق کے بعد کلیتہً نکاح ممنوع قرار پایا تو اس سے علانیہ ثابت ہوا کہ دین عیسوی مین عموماً طلاق حرام ہے،

اہل کورنتس نے پولوس رسول سے نکاح کے متعلق بعض مسائل دریافت کئے تھے، اُنھون نے ان کا جو جواب دیا اس سے بھی انجیل کی اس تعلیم کی تائید ہوتی ہے، اُنھون نے انکو لکھا

مین نہین، بلکہ خدا نکاح کرنے والون کو وصیت کرتا ہے کہ عورت اپنے مرد کو نہ چھوڑے

اور اگر چھوڑ دے تو یا بلا نکاح زندگی بسر کرے یا اپنے شوہر سے مصالحت کرلے اور مرد بھی بیوی کو نہ چھوڑے۔ (کورنتس ۷: ۱۰ و ۱۱)

انجیل متی کے مطابق معترضین نے زنا کو طلاق کی علت قرار دیا ہے، حالانکہ پولوس نے عورت کو بلا نکاح زندگی بسر کرنے کا حکم دیا ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس حالت مین بھی عورت نکاح کی پابند ہے، اسی فصل کی انتالیسوین آیت مین پولوس رسول کا ارشاد ہے کہ

جب تک عورت کا شوہر زندہ ہے وہ اُسکی نکاح کی پابند ہے، لیکن اگر اس نے آنکھین بند کرلین تو وہ آزاد ہے اور جس شخص سے چاہے نکاح کرسکتی ہے۔

اور اسمین انھون نے زنا یا کسی دوسری علت کو مستثنیٰ نہین قرار دیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مسیح علیہ السلام نے حالت زنا مین طلاق کی جو اجازت دی ہے، اس سے پولوس نے دائمی علحدگی کے معنی سمجھے ہین اور اس علحدگی کی طرف ان الفاظ مین اشارہ کیا ہے،

اگر عورت نے اپنے شوہر کو چھوڑ دیا ہے تو وہ بلا نکاح زندگی بسر کرے یا اپنے شوہر سے مصالحت کرلے، اور مرد بھی اپنی عورت کو نہ چھوڑے۔

کیونکہ مصالحت صرف علحدگی کی صورت مین ہوسکتی ہے، فسخ نکاح کے بعد مصالحت کا امکان نہین ہے، اور زنا کی حالت مین طلاق سے بھی علحدگی مقصود ہے،

پولوس رسول نے اہل رومیہ (۷: ۲ و ۳) کو جو خط بھیجا ہے، اسمین بھی نہایت وضاحت کے ساتھ اسی تعلیم کا اعادہ کیا ہے، ان دلائل کے ساتھ اگر ہم انجیل متی کی اُن نصوص کا جن سے فریق مخالف نے استدلال کیا ہے غور سے مطالعہ کرین تو ان دلائل کی قوت اور بھی بڑھجاتی ہے، کیونکہ مسیح علیہ السلام نے اس انجیل کی پانچوین فصل مین شریعت جدیدہ (مذہب عیسوی) اور شریعت قدیمہ (مذہب موسوی) کا ان الفاظ مین مقابلہ کیا ہے،

کہا گیا ہے کہ جو شخص اپنی بی بی کو طلاق دے وہ اُسکو ایک طلاقنامہ لکھکر دے، لیکن مین تم سے

کہتا ہون کہ جو شخص حالت زنا کے علاوہ اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے وہ اسکو زانیہ بناتا ہے اور جو شخص

مطلقہ عورت سے نکاح کرتا ہے وہ اُسکے ساتھ زنا کرتا ہے،

موسیٰ نے تمہارے قساوت قلب سے تم کو طلاق کی اجازت دی حالانکہ ابتدا مین اُسکی

اجازت نہ تھی، لیکن مین تم سے کہتا ہون کہ جس شخص نے حالت زنا کے علاوہ اپنی بی بی کو طلاق دی

اور دوسرا نکاح کیا اُس نے زنا کیا،

اور یہ دکھلایا ہے کہ اُنکی جدید شریعت نے موسیٰ کے قدیم مذہب کے اس نقصان کی تلافی کردی ہے،

اور نکاح کو بالکل سنت الٰہی کے مطابق کر دیا ہے، لیکن اگر ہم فریق مخالف کی راے کے مطابق یہ

تسلیم کرلین کہ حالت زنا مین مسیح علیہ السلام نے طلاق کی اجازت دی ہے تو متعدد وجوہ سے خود مذہب

عیسوی، مذہب موسوی کے مقابل مین ناقص اور غیر مکمل قرار پائیگا، مثلاً

(۱) ایک دیانت دار عورت ایک بد اخلاق شخص کے نکاح مین ہے، وہ اگر اسکو ظلماً وعدواناً طلاق

دیدے تو وہ دوسرا نکاح نہین کرسکتی، اور اسکو فریق مخالف بھی تسلیم کرتا ہے، لیکن اُنکی راے کے مطابق

طلاق کے بعد ایک زانیہ عورت کا پہلا نکاح فسخ ہوجاتا ہے، اور وہ دوسرا نکاح کرسکتی ہے، اور اس

لحاظ سے عیسائی مذہب مین زانیہ عورت کی حالت ایک پاکباز عورت کی حالت سے بہتر ہوگی جو بالکل

عدل و انصاف کے منافی ہے،

(۲) موسوی مذہب نے زانیہ عورت کی سزا طلاق کے بجاے رجم قرار دی ہے، اور اسطرح اس مذہب نے

جو عیسائی مذہب سے ناقص تر ہے زنا کے پھیلاؤ کو روکا ہے، لیکن اگر فریق مخالف کی راے تسلیم

کرلی جائے تو عیسائی مذہب نے حالت زنا مین طلاق کی اجازت دیکر زنا کے پھیلاؤ کو اور ترقی دی ہے

اور اخلاقی حیثیت سے اپنا درجہ موسوی مذہب کے مقابل مین بالکل گھٹا دیا ہے۔

(۳) موسوی مذہب مین صرف مرد کو طلاق کا اختیار دیا گیا تھا لیکن اگر فریق مخالف کی راے تسلیم
کی جاے تو عیسائی مذہب مین زنا کی وجہ سے عورت بھی اپنے شوہر کو طلاق دیسکتی ہے اور اس لحاظ سے
عیسائی مذہب نے طلاق کو موسوی مذہب سے بھی زیادہ عام اور وسیع کر دیا ہے، اور اسطرح
موسوی مذہب عیسائی مذہب سے زیادہ کامل اور ترقی یافتہ قرار پاتا ہے،

(۴) ابتدای آفرینش مین کسی سبب یہانتک کہ زنا کی وجہ سے بھی رشتہ نکاح کو نہین توڑا جاسکتا تھا
چنانچہ خود مسیح علیہ السّلام نے فرمایا ہے،

موسیٰ نے تمہارے قساوت قلب سے طلاق کی اجازت دی ورنہ ابتداء مین ایسا نہ تھا،

اس بنا پر اگر یہ تسلیم کرلیا جاے کہ مسیح علیہ السّلام نے حالتِ زنا مین طلاق کی اجازت دی ہے
تو یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ اُنھون نے نکاح کا اعادہ اُسکی اصلی وضع کے مطابق نہین کیا بلکہ اُسکو جو اُسکی قدیم حالت سے
الگ کر دیا، مسیح علیہ السلام کے ارشاد اور پولوس رسول کی تعلیمات کے علاوہ عیسائی مذہب کے اکثر پادریون
اور اکثر عالمون کی تعلیم بھی یہی ہے کہ موت کے سوا کوئی چیز رشتہ نکاح کو نہین توڑ سکتی، چنانچہ صاحب مضمون
نے اکثر یونانی اور لاطینی پادریون کی تصریحات نقل کی ہین، اور اپنی راے کے مطابق اُنکی شرح کی ہے
مثلاً ایک رومانی عورت نے جسکا نام فابیولا تھا زنا کی وجہ سے اپنے شوہر کو طلاق دیکر اس زمانہ کے
تمدنی قانون کے مطابق دوسرا نکاح کر لیا تھا، اسکے متعلق پادری ایرونیموس نے فتوی دیا کہ اُس نے
غلطی کی کیونکہ خدا نے حکم دیا ہے کہ حالت زنا کے علاوہ عورت کسی حالت مین طلاق نہین دیسکتی لیکن
اگر اس حالت مین طلاق دیدی تو اُسکو غیر منکوحہ رہنا چاہیئے، شریعت مین مرد اور عورت دونون کا
حکم ایک ہے، جو شخص کسی زانیہ عورت سے نکاح کرلیتا ہے وہ اُسکے ساتھ یک قالب ہوجاتا ہے اسیطرح
جو عورت کسی زانی سے نکاح کرلیتی ہے وہ اسکے ساتھ یک قالب ہوجاتی ہے، کیونکہ مسیح کی شریعت
قیاصرہ کے قانون سے مختلف ہے، اور پاپیانوس کا حکم یعنے پولوس کا حکم نہین ہے، ان لوگون نے

مردون کی باگ بالکل ڈھیلی کردی ہے، لیکن ہمارے نزدیک جو چیز عورتون کے لئے جائز نہین وہ مردون کے لئے بھی جائز نہین، اگر لوگ فابیولا کو اس بنا پر ملامت کرتے ہین کہ اس نے طلاق کے بعد دوسرا نکاح کرلیا تو مین نہایت آسانی کے ساتھ اسکی غلطی کا اعتراف کرتا ہون، کیونکہ فابیولا نے جائز سمجھکر ایسا کیا ہے، وہ اسکو یہ معلوم نہ تھا کہ جب تک مرد زندہ ہے انجیل نے عورت کے لئے طلاق کو حرام قرار دیا ہے،

پادری اوغسطینوس نے نہایت تفصیل کے ساتھ اس مسئلہ پر بحث کی ہے، اور اس مسئلہ کا قطعی فیصلہ کردیا ہے، انھون نے اس مسئلہ پر جو کچھ لکھا ہے اسکے بعض فقرے یہ ہین:-

> جس عورت کو شوہر سے علٰحدگی کی حالت مین غیر منکوحہ رہنے کا حکم دیا گیا ہے اس سے علٰحدگی کی آزادی کا سلب کرنا مقصود نہین بلکہ صرف نکاح کی ممانعت مقصود ہے،
>
> رسول کے الفاظ جو بار بار گذر چکے اور بار بار ثابت کئے جاچکے ہین وہ نہایت صحیح اور واضح ہین، کوئی عورت دوسرے شخص کی بی بی نہین ہوسکتی جبتک وہ اپنے پہلے شوہر سے جدا نہو جائے اور پہلے شوہر سے بجز حالت زنا کے اسوقت تک جدا نہین ہوسکتی جب تک وہ مر نہ جائے، لیکن اگر عورت مرتکب زنا ہو تو اسکو شوہر سے علٰحدہ کیا جاسکتا ہے لیکن اس حالت مین پہلا نکاح قائم رہیگا، یہی وجہ ہے کہ جو شخص مطلقہ عورت سے گو اسکی طلاق زنا کی وجہ سے ہو نکاح کرتا ہو وہ زنا کا مرتکب ہوتا ہے،

پادریون اور عالمون کے علاوہ قانون ساز جماعتون نے بھی اس تعلیم کو قانونی حیثیت سے قائم رکھا چنانچہ عیسائیت کے قرون اولیٰ مین میرہ کی قانونی مجلس نے جو ۴۱۶ء مین منعقد ہوئی یہ دفعہ پاس کی،

> اگر کوئی مومنہ عورت اپنے زانی شوہر سے علٰحدگی اختیار کرکے دوسرا نکاح کرے تو اسکو [illegible] رہنا چاہیے،

ارل کی قانونی مجلس نے جو ۳۱۴ء مین منعقد ہوئی یہ قانون پاس کیا،

جو نوجوان لوگ اپنی بی بیون کو نوٹس پائیں ان پر دوسرا نکاح حرام ہے، مجلس کی خواہش ہے کہ
جبتک انکی عورتیں بقید حیات ہیں گو وہ نابینا ہون انکو نکاح نہ کرنے کی ترغیب دیجائے۔

اسی طرح صاحب مضمون نے نہایت کثرت سے قانونی مجلسون کے دفعات نقل کرکے اپنے دعوی کو ثابت کیا ہے، ان تصریحات کے علاوہ اخلاقی اور عقلی حیثیت سے بھی اس دعوی کی تائید ہوتی ہے، فرض کرو کہ ایک مرد اور ایک عورت مین عاشقانہ تعلقات قائم ہین، اور یہ تعلقات اسقدر بڑھ گئے ہین کہ دونون باہم نکاح پر آمادہ ہوگئے ہین، لیکن دقت یہ ہے کہ دونون کا پہلے سے نکاح ہوگیا ہے، اب اگر ہم زنا کو طلاق کی علت تسلیم کرلین تو کیا ان دونون کو اس ذریعہ سے فائدہ اٹھانے مین کوئی تامل ہوگا؟ لیکن اگر ان دونون کو یہ یقین ہوجائے کہ اس روسیاہی کے بعد بھی انکو پہلے نکاح سے چھٹکارا نہین ہوسکتا تو انکی آتشِ شوق بجھ جائیگی، اور دونون اپنی عصمت و عفت کا تحفظ کرینگے اور اسطرح طلاق کی عام ممانعت اخلاق اور نکاح دونون کی محافظ ہوگی۔

اسی طرح فرض کرو کہ دو میان بی بیون مین ناچاقی رہتی ہے، اب اگر انکو یہ معلوم ہوجائے کہ ایک صورت (زنا) ایسی ہے جو انکو اس عذاب سے نجات دلا سکتی ہے تو انکی باہمی دشمنی اور بھی ترقی کریگی، لیکن اگر انکو یہ معلوم ہوجائے کہ موت کے سوا کوئی چیز انکو اس مصیبت سے نجات نہین دلا سکتی، تو وہ تمام تکلیفون پر صبر کی عادت ڈالین گے، ان کا بغض کم ہوجائیگا اور الفت و محبت کے ساتھ زندگی بسر کرنے کی کوشش کرینگے، اسطرح طلاق کی اجازت بغض و عداوت کا سبب ہوگی اور اسکی ممانعت الفت اور محبت پیدا کریگی،

موسیو ژول سیمان نے جو کسی مذہب کا پابند نہ تھا اپنی کتاب حریت مدنیۃ مین کسقدر سچ لکھا ہے۔

تم لوگون نے ایک ایسا طریقہ قائم کیا ہے جو ناجائز محبت کو جائز بلکہ شرعی بناتا ہے، اور یہ طریقہ
طلاق کا ہے، کیا تم کو یہ نظر نہین آتا کہ ایک شخص جسکا نکاح ہوچکا ہے طلاق کی دھمکی پا کر زنا پر

عشق کی آگ کو بجھا نہین سکتا، لیکن اگر نکاح ثانی کی آزادی قائم نہ رہے تو اسکی متصدبرادی نہایت دشوار ہوجائیگی۔

ان دلائل کے بعد اگرچہ یہ یقینی طور پر ثابت ہوجاتا ہے کہ عیسائی مذہب مین طلاق کی عام ممانعت ہے، تاہم اسی کے ساتھ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسے یقینی مسئلہ کے متعلق تمام عیسائی دنیا کیونکر ایک عام غلط فہمی مین مبتلا ہوگئی؟ اور غیر کیتھولک لوگون نے کیونکر حالت زنا مین طلاق کو جائز کرلیا ہے، لیکن اسی مسئلہ کی تخصیص نہین، اکثر شرعی مسائل کا یہ حال ہے کہ جب وہ جذبات انسانی کے موافق یا مخالف ہوتے ہین تو ان مین اس قسم کے تغیرات ہوجاتے ہین، نکاح اور طلاق کا مسئلہ جذبات انسانی کی سب سے بڑی جولانگاہ تھا، اسلئے دنیوی اغراض نے اس مسئلہ کی اصلی صورت مسخ کردی، اسکے ساتھ خود متی کی انجیل مین اس قسم کی آیتین موجود ہین جنکو اگر دوسری انجیلون کی آیتون سے الگ کرلیا جائے اور علما نے جو تعلیم دی ہے، اور پادریون نے انکی جو تفسیرین کی ہین انکو پیش نظر نہ رکھا جائے تو وہ اس مقصد کے لئے دلیل کا کام دیسکتی ہین، اس بنا پر اس غلطی نے اور بھی وسعت حاصل کرلی،

تغیر و تحریف کے ان اسباب کے ساتھ جسوقت سلاطین روم نے عیسائی مذہب قبول کیا اُسوقت بت پرست قومین نہایت کثرت سے اُن کے ملک مین موجود تھین، جنکا مذہب اکثر حالات مین طلاق کی اجازت دیتا تھا، چونکہ عام قاعدہ یہ ہے کہ کسی قوم کے رسم و رواج مین دفعتہً تبدیلی نہین پیدا کی جاسکتی، اسلئے ان سلاطین نے ان قومون کے ان شرعی معاملات مین جو انجیل کے مخالف تھے، نہایت تدریجی طور پر دست اندازی کی، بالخصوص طلاق و نکاح کے معاملہ مین تو اور بھی احتیاط مدنظر رکھی، اسلئے طلاق کے متعلق یہ بت پرستانہ رسم قائم رہ گئی، اور تقرب شاہی کی بنا پر بعض پادریون نے بھی سہل انکاری سے کام لیکر اسکو اور مستحکم کردیا، لیکن بااین ہمہ اگرچہ یہ رسم عیسائی ممالک مین جاری ہوگئی تاہم اسکو قانونی درجہ کبھی حاصل نہین ہوا، چنانچہ مانسل جو ایک مشہور پروٹسٹنٹ

قانون وان ہے، لکھتا ہے :-

کنیسہ انگلیکانہ نے میان بی بی کے ایک ساتھ نہ رہنے اور سونے کے سوا دوسرے قسم کے طلاق کو منظور نہین کیا اور دوسرے نکاح کو صراحۃً حرام قرار دیا،

اس مذہبی اور تاریخی سوال کے علاوہ ایک اخلاقی اور معاشرتی سوال اور بھی پیدا ہوتا ہے، فرض کرو کہ زید نے عنفوان شباب مین ایک نوجوان عورت سے شادی کی اور اس عورت کو نکاح کے بعد دوسرے شخص سے ناجائز محبت ہوگئی، یا ایک شریف عورت نے ایک نوجوان سے نکاح کیا جس نے اس سے منافقانہ محبت کا اظہار کیا، حالانکہ درحقیقت اسکو اس سے محبت نہ تھی، بلکہ اس نے عورت کی مال و دولت کی طمع سے ایسا کیا تھا، چنانچہ جب وہ عورت کے مال متاع پر قابض ہوچکا تو اس نے اس سے عملاً علٰحدگی اختیار کرلی، تو کیا عدل و انصاف کا یہ اقتضاء ہے کہ اس ناگوار حالت مین یہ دونون مرد اور عورت ہمیشہ کے لئے ناگوار زندگی بسر کرلینے کا فیصلہ کرلین؟ کیا اس حالت مین دونون کے دل مین ناجائز خواہشین نہ پیدا ہونگی؟ اور اگر ہونگی تو کیا یہ مناسب نہین ہے کہ شریعت انکو طلاق کا اختیار دیدے تاکہ وہ دوسرا نکاح کرکے جائز طور پر اپنی خواہشین پوری کرسکین؟

یہ سوال بے شبہہ نہایت واضح اور قوی ہے، لیکن اسکے جواب سے پہلے ہمکو یہ بتادینا چاہیئے کہ نکاح کا معاملہ نہایت اہم ہے، اسلئے انسان کو اس معاملہ مین سب سے زیادہ غور و فکر، بحث و تحقیق اور جانچ پڑتال کرلینی چاہیئے، لیکن اگر اس قسم کے ناگوار واقعات میان بی بی کی سہل انگاری، بے پروائی اور بدتدبیری سے پیش آتے ہین، تو اس مین شریعت کا کیا قصور ہے؟ یہ خود انسان کی غلطی ہے اور اسکو اپنی غلطی کا خمیازہ اٹھانا چاہیئے، البتہ بہت سے لوگ ایسے بھی ہین جو کافی غور و فکر اور عدم و احتیاط کے بعد نکاح کرتے ہین، اور باایں ہمہ انکو بعض اوقات اس قسم کے ناگوار واقعات سے دوچار ہونا پڑتا ہے،

اس سوال کا اصلی تعلق انہی لوگون کے ساتھ ہے، اور درحقیقت انکی یہ مصیبت ہمدردی کی مستحق ہے، لیکن باایں ہمہ یہ ایک خاص مصیبت ہے، اور عام نقصان کے مقابل مین خاص خاص اشخاص کے نقصانات قابل لحاظ نہین ہوتے، صرف شریعت ہی کی تخصیص نہین بلکہ عام تمدنی قانون مین بھی اس اصول کا لحاظ رکھا جاتا ہے، مثلاً حکومت عام فائدہ کے لئے جب کوئی قانون نافذ کرتی ہے اور اس سے خاص خاص اشخاص کو نقصان پہنچتا ہے تو نفع عام کے لئے وہ لوگ مجبوراً اس نقصان کو نہایت صبر و استقلال سے برداشت کرتے ہین، مسئلہ طلاق کا بھی یہی حال ہے، اگر حالت زنا مین طلاق کی اجازت دیدی جائے تو سیکڑون مرد و عورت ناجائز عاشقانہ تعلقات کی بنا پر اس سے فایدہ اٹھائین گے، جسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ اخلاقی اور معاشرتی نظام کا شیرازہ دفعۃً برہم ہوجائیگا آج ولایات متحدہ امریکہ کے پریسیڈنٹ کو طلاق کی کثرت نے سخت پریشان کر رکھا ہے، اور اسکے اثر سے نسل انسانی مین کمی ہورہی ہے، وہ اسکے روکنے کی تدبیرین کر رہے ہین، لیکن انجیل مقدس نے جو حکم دیدیا ہے اسکے سوا کوئی تدبیر نہین ہے، اس بنا پر اگر اس قسم کے ناگوار واقعات پیش آئین تو ان مین اس دائمی علٰحدگی کے سوا جسکا انجیل نے حکم دیا ہے اور کوئی علاج نہین، خود تمدنی قانون کے رُو سے سپاہیون کو نکاح سے روکا جاتا ہے، یا ان کو بی بیون سے جدا کرکے لڑائی مین بھیجدیا جاتا ہے، ایک مجرم بھی حالت قید مین اپنی بی بی سے علٰحدہ رہتا ہے، اور ان حالتون مین قانون پر کوئی اعتراض نہین کیا جاتا اسی طرح اگر شریعت نے نفع عام کے لئے ایک حکم دیا ہے، اور بعض لوگون کو اس سے نقصانات پہنچتے ہین تو شریعت پر کوئی اعتراض وارد نہین ہوسکتا،

پادری موصوف نے اس مسئلہ پر جو مضمون لکھا ہے، یہ اُسکا خلاصہ ہے، لیکن درحقیقت یہ جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہو رہا ہے وہ خود عیسائی مذہب کی غیر معتدل تعلیم کا نتیجہ ہے، نکاح کلیسا کا ایک مقدس راز سہی، لیکن باایں ہمہ زن و شو کی اجتماعی زندگی مین بہت سے تلخ و ناگوار واقعات ایسے پیش آتے ہین جنین

طلاق ایک ناگزیر چیز ہو جاتی ہے، لیکن عیسائی مذہب مین طلاق کلیۃً ناجائز تھی، اسلئے بعض فرقون نے انجیل کی مبہم آیتون کا سہارا ڈھونڈھ کران ناگوار حالات مین صرف زنا کی حالت مین طلاق کی اجازت دی، لیکن جب یہ دروازہ کھل گیا تو جدید تمدن نے اسکو اور وسیع کردیا، اور چونکہ ہر قسم کے ناگوار معاشرتی واقعات کی صورت مین صرف یہی ایک الزام عیسائیون مین جواز طلاق کی قانونی اور شرعی صورت تھی، اس لئے عدالتون مین اس کثرت سے اس شرمناک طلاق کے متعلق مقدمات دائر ہوئے کہ تمام عیسائی دنیا کی گردنین جھک گیئن، اور مدبران ملک تک اس حالت سے گھبرا گئے، پادری موصوف نے اس مضمون کے ذریعہ سے انہی شرمناک مقدمات کا ستباب کرنا چاہا ہے، لیکن واقعات ثابت کررہے ہین کہ انکی یہ کوشش ناکامیاب رہی ہے، اور درحقیقت جو تعلیم تمدن و معاشرت کے خلاف ہو وہ کبھی کامیاب نہین ہو سکتی،

حقیقت یہ ہے کہ طلاق اس فساد معاشرت کا علاج ہے جسکے روک تھام کے لئے انسان کے ہاتھ مین کوئی دوسری تدبیر نہین، سوال یہ ہے کہ اگر عیسائی طلاق کا صرف یہی مفہوم ہے کہ بیوی کی بے وفائی کی حالت مین زن وشوہر مین دائمی تفریق کردیجائے۔ اور بطور سزا کے ان مین سے کسی کو دوسرے نکاح کی اجازت نہ دیجائے تو پہلی حالت مین پہلے تو یہ بتانا چاہیئے کہ مرد کو کس جرم کی پاداش مین یہ سزا ملتی ہے، اور دوسرے یہ کہ عورت کی جس اخلاقی بے وفائی کو روکنے کے لئے آیندہ نکاح کی ممانعت کے ساتھ زن وشو کی دائمی مفارقت کی تدبیر اختیار کیگئی ہے آیا اس سے اس بداخلاقی کا انسداد ہوگا، یا اس سے بھی زیادہ انسانی سوسائٹی کی بداخلاقیون کے اعداد وشمار مین ترقی ہوجائیگی۔

اورینٹیل کانفرنس

کا

گذشتہ جلسۂ کلکتہ

از جناب مولوی محفوظ الحق صاحب بی اے

گذشتہ جنوری ۱۹۲۲ء کی آخری تاریخون مین مجلس مستشرقین ہند' کا دوسرا اجلاس کلکتہ مین منعقد ہوا، رسائل کو چھوڑکر اخبارات تک مین بھی اسکا تذکرہ برائے نام ہی آیا، حالانکہ اسکی اہمیت ہماری خاص توجہ کی محتاج تھی، ہم نے اس اجلاس کی مجمل کاروائی اخبار علمیہ کے تحت مین لکھی ہے، مگر بہرحال وہ ناقص ہے، اس بنا پر ہم مولوی محمد محفوظ الحق صاحب کے شکرگذار ہین کہ اُنھون نے کانفرنس کے چند مقالات شکریہ عنایت کئے ہین، ذیل مین ملاحظہ ہون،

ہندوستان کی مشہور اورینٹیل کانفرنس جسکا پہلا جلسہ پونا مین سر آر، جی بھنڈارکر کے زیر صدارت منعقد ہوا تھا، امسال جنوری کے آخری ہفتہ مین کلکتہ مین منعقد ہوئی، کلکتہ یونیورسٹی کے قائم مقام وائس چانسلر سر آشوتوش مکرجی نے اس کانفرنس کو مدعو کیا تھا، اور انہین کے ایما پر اسکا جلسہ یونیورسٹی کی عمارت مین منعقد ہوا، ہندوستان کے اکثر مستشرق اسمین موجود تھے، اور مختلف صوبون، ریاستون اور علمی انجمنون نے اپنے نمایندے بھیجے تھے، جہانتک معلوم ہوا ڈھائی سو ڈیلیگیٹ کے قریب شریک ہوئے، اور اُن مین مسلمانون کی تعداد چالیس کے قریب تھی۔

پہلا اجلاس ۲۸۔ جنوری ۱۹۲۲ء کو ۱۱ بجے دن کے شروع ہوا، لارڈ رونلڈشے گورنر بنگال نے بحیثیت سرپرست کے اپنی طویل تقریر سے اس کانفرنس کا افتتاح کیا، جسمین کانفرنس کے کامون کو

سراہا اور پھر امید دلائی کہ آگے چل کر یہ کانفرنس مشرق و مغرب کا سنگم ہوگی، اسکے بعد سر آسوتوش کرجی سر تقریر پر آئے اور بحیثیت صدر مجلس استقبالیہ ایک طویل لیکن پر مغز تقریر کی اُنہون نے مختلف مشرقی علوم و فنون کو لیا، اور ان شعبون مین جن مستشرقون نے کارہائے نمایان انجام دیئے ہین، انکی تعریف کی، اور آخر مین اس امر پر زور دیا کہ ابھی تحقیق کی بہت ضرورت ہے، اور جبتک کہ ہندوستانی مستشرق جدید علمی تحقیقات سے کام نہ لین گے اسوقت تک وہ خاطر خواہ کامیابی نہین حاصل کر سکتے، اس تقریر کے بعد صدر کا انتخاب ہوا، اور حسب امید مشہور فرانسیسی مستشرق اور ماہر علوم ہند ڈاکٹر سلوین لیوی کرسیٔ صدارت پر بیٹھے، اور اپنا مختصر خطبۂ صدارت پڑھا، انکی تقریر کے بعد افتتاحی کارروائی ایک بجے دن کو ختم ہوئی،

دن کے ڈہائی بجے کلکتہ کے مشہور رئیس رائے بہادر منی لال ناہر نے ڈیلیگیٹون کو اپنے گہر مدعو کیا تہا، وہان سامان دعوت کے علاوہ علمی ضیافت کا بھی نہایت عمدہ سامان تہا، رائے بہادر موصوف نے اپنے علمی ذخائر کو نمائش کے لئے پیش کیا تہا، جنمین عہد مغلیہ کی قلمی تصویرین بہت نمایان تہین، اور بعض تاریخی نقطۂ نظر سے خاص طور پر دلچسپ تہین، ان تصاویر کے علاوہ غیاث الدین تغلق، فیروز تغلق اور دیگر سلاطین ہند کے طلائی اور نقرئی سکون کا بھی کافی ذخیرہ تہا، اسکے علاوہ جین مت کی بہت سی قلمی کتابین تہین، پرانے سکے تھے، اسوکا کے عہد کی مورتین تہین اور نقاشی و صناعی کے بعض جدید نمونے تھے،

شام کے وقت بنگلہ زبان کی علمی سوسائٹی نے مہمانون کو اپنے ہان مدعو کیا، اور قلمی بنگلہ کتابون کو نمائش کے لئے پیش کیا۔

دوسرے دن کی کارروائی اسطرح شروع ہوئی کہ کانفرنس کو مختلف شعبون مین تقسیم کر دیا گیا اور ہر شعبہ کا جلسہ ایک جداگانہ عمارت کے مختلف کمرون مین علحدہ علحدہ ہوا، وہاس دن علم الاقوام

سنسکرت و پراکرت، ویدک و ایرانین اور آرکیلاجیکل سکشن کے جلسے ہوئے، آخرالذکر شعبہ کا جلسہ بہت کامیاب رہا، لیکن افسوس ہے کہ ان ۲۴ مضامین مین جو اس جلسہ مین پڑہے گئے، ایک مضمون بھی کسی مسلمان کے قلم سے نہتھا اور نہ کسی مسلمان نے اس شعبہ کی کاروائیون مین کوئی حصہ لیا، حالانکہ بعض مسلمان ماہر آثار قدیمہ اس جلسہ مین موجود تھے، اور وہ یقیناً بول سکتے تھے، لیکن حیرت یہ ہے کہ وہ برابر خاموش رہے، اور گو اس امر پر بحث بھی ہی کہ مسلمانون سے پہلے ہندوستان مین گنبد کا رواج تہا یا نہین، لیکن اسپر بھی ان حضرات کا سکوت برابر قائم رہا، اور وہ گویا نہوئے، اس بحث کی ابتدا مسٹر جیسوال (بیرسٹر پٹنہ) کے ایک مضمون سے ہوئی جسمین اُنھون نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی کہ گنبد کا رواج قدیم ہندوستان مین تہا، اور یہ خیال کہ یہ اسلامی یادگار ہے غلط ہے، اپنے دعوی کے ثبوت مین مسٹر جیسوال نے اپنے ایک جدید انکشاف کا حال بتایا جو بڑی دلچسپی سے سُنا گیا، لیکن کشمیر و پنجاب کے بعض ہندو ماہرین آثار قدیمہ نے اعتراضات کئے، اور ان کے نظریہ کو غلط ٹھرانے کی کوشش کی لیکن مسٹر جیسوال کی تیز زبانی کے آگے انکی بات نہ بنی اور جلسہ پر مسٹر جیسوال کی کامیابی کا اثر چھایا رہا۔

ویدک اور ایرانین زبانین اور علوم چونکہ ایک حد تک متحد ہین، اسلئے اُنکے جلسے بیک وقت ایک ہی کرہ مین ہوئے اول الذکر کے صدر ڈاکٹر بلوار کر تھے، اور آخرالذکر شعبہ کی صدارت بمبئی کے فاضل مستشرق شمس العلما ڈاکٹر جیون جی جمشید جی مودی پی، ایچ ڈی، سی، آئی، ای نے فرمائی، آخرالذکر سکشن مین چہ مضامین آئے تھے لیکن ان مین سے دو نہین پڑہے جاسکے، بقیہ مضامین زیادہ تر قدیم پارسی لٹریچر اور فیلالوجی سے متعلق تھے، اسلئے عام دلچسپی کے نہ تھے، البتہ ذیل کے مضامین خاص توجہ سے سُنے گئے:-

(۱) کرتا اور اسکے متعلق ایرانی خیال۔ از شمس العلما ڈاکٹر مودی،

(۲) اسکندر اعظم کے ہاتھون قدیم ایرانی لٹریچر کی تباہی۔ از شمس العلما ڈاکٹر مودی،

(۳) پارسی روایتین فارسی مین ״

افسوس ہے کہ ہر مضمون کے پڑہنے کے لئے صرف دس منٹ کا وقت دیا جاتا تہا، اور پانچ منٹ بحث و مباحثہ کے لئے، اسلئے اس کم وقت مین ان طویل مضامین کا اقتباس بھی نہین پیش کیا جا سکتا تہا، بہرکیف! یہ مضامین جب کانفرنس کی رپورٹ مین شایع ہونگے تو یقین ہے کہ خاص دلچسپی سے پڑہے جائینگے۔ حق تو یہ ہے کہ اس شعبہ کے روح و روان صرف دو شخص تھے، ایک تو ڈاکٹر مودی اور دوسرے ڈاکٹر تارا پور والا، شکر ہے کہ اس شعبہ مین مسلمانون کی تعداد کافی تھی اور انھون نے اس سے واقعی اپنی دلچسپی کا اظہار کیا،

اسکے ساتھ ساتھ دوسرے کمرون مین علم الاقوام اور سنسکرت و پراکرت لٹریچر کے جلسے ہوئے، اول الذکر شعبہ مین چودہ اور آخر الذکر مین سترہ مضامین پڑہے گئے، اور حسب امید دونون شعبون مین مسلمانون کا نام ندارد تہا۔

تیسرے دن کی کاروائی بھی دس بجے سے شروع ہوئی، اور آرکیلاجیکل سکشن (شعبۂ آثار قدیمہ) کا جلسہ آج بھی کامیاب رہا، آج جو مضامین پڑہے گئے وہ ہمارے نقطۂ نظر سے کسی خاص دلچسپی کے نہ تھے، صرف ایک مضمون جو مسٹر ساہا نے پڑہا اور جسمین انھون نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی کہ دیوناگری حروف عربی سے ماخوذ ہین بڑی دلچسپی سے سُنا گیا، اور اُسپر بحثین بھی خوب ہوئین مسٹر ساہا نے ایک نقشہ بھی پیش کیا جسمین انھون نے یہ دکھایا تہا کہ کسطرح عربی خطوط مسخ کرکے دیوناگری بنائے گئے ہین واقعہ یہ ہے کہ اس نقشہ کو دیکھکر اور ان کے دلائل کو سن کر اکثر لوگون کو مسٹر ساہا کے دعوی کا یقین ہو گیا، اور اگرچہ بعض قدامت پرست ہندو حضرات نے ان پر نہایت سخت اعتراضات بھی کئے، لیکن مسٹر ساہا نے جو مبین دلائل پیش کئے، انکے مقابلہ مین وہ اعتراضات بہت پست تھے، افسوس ہے کہ

صحبت مین میسر آسکے خط کی نقل نہ لے سکا، لیکن اگر ممکن ہوا تو انشاء اللہ اسکی ایک نقل ناظرین معارف کی خدمت مین پیش کرونگا۔

آج سیاسی تاریخ، اجتماعی و تاریخی شعبہ اور فلسفہ و مذہب سکشن کے جلسے بھی ہوئے اور بہت کامیاب رہے، لیکن مسلمانون کا فقدان ہر جگہ تہا، یہ چیزین ایسی ہین جنکے متعلق ہمارے مسلمان اہل قلم، قلم اٹھا سکتے تھے، لیکن افسوس ہے کہ کسی نے یہ زحمت گوارا نہ کی اور یہ جلسے انکی عدم توجہی کے شاہد رہے،

شام کے وقت ڈیلیگیٹون کو انڈین سوسائٹی آف اورینٹیل آرٹ کی نمائش مین مدعو کیا گیا تہا یہان زمانہ حال کے تمام نقاشون کے ہاتہ کی تصویرین موجود تہین، لیکن بنگالی عنصر غالب تہا، واقعہ یہ ہے کہ ڈاکٹر ابندرا ناتہ ٹگور اور گگندرا ناتہ ٹگور نے نقاشی کا جو "قومی اسکول" قائم کیا ہے اسکا پایہ اب بہت بلند ہو گیا ہے، اور یورپین ماہرون کی نظرین بھی اسپر پڑنے لگی ہین، اس نمائش مین ڈاکٹر ٹگور کے ہاتہ کی بہت سی تصویرین تہین، منجملہ انکے اورنگ زیب کی ایک تصویر بھی تھی جو مسٹر جسٹس پی آر داس (پٹنہ) کے ہاتہ ڈہائی ہزار روپیہ کو بک چکی تھی، اسکے علاوہ زیب النساء، شیخ سعدی، اور زیب النساء کی تصویرین جو اسی نقاش کے دماغ و قلم کا نتیجہ تہین نہایت اعلیٰ تہین انکے علاوہ عمر خیام کی بعض رباعیون کو بہت سے نقاشون نے تصویر کا جامہ پہنایا تہا، اور گو ان مین یورپین نقاشی کا اثر ایک حد تک موجود تہا، لیکن مشرقی رنگ بھی کچھ کم شوخ نہ تہا، اس سال کی نمائش مین اکثر نقاشون نے اپنے ہاتہ کی تصویرین بہیجی تہین، اور ان مین دس بنگالی خواتین بھی تہین لیکن اس طویل فہرست مین ہمین صرف دو مسلمان نظر آئے، ایک تو لاہور کے مشہور آرٹسٹ عبدالرحمٰن چغتائی اور دوسرے لکھنؤ کے مسیح الزمان، اول الذکر نے اپنی بہت سی تصویرین بہیجی تہین، اور واقعہ یہ ہے کہ ڈاکٹر ٹگور کے ہم رنگ تہین، ایک تصویر جسمین شاہجہان کی آخری گھڑیون کا منظر پیش

کیا گیا تہا، اور جنکی قیمت پندرہ سو روپیہ تہی، واقعہ یہ ہے کہ نقاشی کا اعلی نمونہ تہی، لیکن اور تصویرین بہی جنمین حسن و عشق کے مناظر، یا جذبات وحسیات کی کیفیات پیش کی گئی ہیں، اپنے رنگ مین نرالی اور قابل تعریف ہین، لیکن اسکے برخلاف سمیع الزمان کی تصویرین معمولی ہین، صرف "شکارگاہ" کا ایک منظر البتہ دلچسپ تہا، لیکن وہ بہی کسی نقل تصویر کا چربہ معلوم ہوتا تہا۔

یہان کی سیر کے بعد کلکتہ کے مشہور عجائب خانہ کی سیر ہوئی، واقعہ یہ ہے کہ عجائبات کا جو ذخیرہ یہان فراہم ہے، وہ ہر طرح قابل تعریف ہے، صرف عہد مغلیہ کی قلمی تصویرون کو اگر دیکہا جائے، اور ان کے متعلق کچھ لکہا جائے تو وہ ایک دفتر ہو جائے، یہان مختلف عہدون کے جو سکے فراہم کئے گئے ہین وہ ہندوستان کے کسی اور عجائب خانہ مین آپکو نہ ملین گے، ان سکون کی فہرست چہپکر شایع ہو چکی ہے، اور اسلامی سلاطین ہند کے سکون کی فہرست تیس روپیہ کو مل سکتی ہے، جو لوگ مسلمان سلاطین ہند کے سکون کے متعلق تحقیق کر رہے ہین وہ اس فہرست سے بہت کچھ فائدہ اٹہا سکتے ہین اور بعض مشتبہ باتون کے متعلق اس شعبہ سے خط وکتابت بہی کر سکتے ہین،

شب کے وقت ہز اکسلنسی گورنر بنگال کے یہان کانفرنس کے مہمانون کی دعوت تہی یہان ٹگور کے مشہور کہیل "پوسٹ آفس" کا تماشہ دکہایا گیا جو خاص دلچسپی سے دیکہا گیا۔

چوتہے دن کی کاروائی بہی دس بجے شروع ہوئی، کل کے بعض ناتمام جلسے آج ہوئے اسکے علاوہ بدھ، سائنس، قدیم جغرافیہ اور علم اللسان کے شعبون کے جلسے بہی ہوئے، اول الذکر تین شعبون مین مسلمانون کا نام صفر تہا، صرف آخر الذکر سکشن مین ایک مسلمان سنسکرت دان مولوی محمد شہید اللہ ایم اے، بی ال نے سنسکرت فیلالوجی کے متعلق دو مضمون پڑہے ۔۔۔

آج ہی عربی وفارسی شعبہ کا بہی جلسہ تہا، لیکن ہماری بدبختی دیکہئے کہ اسکی صدارت کے لئے ارباب حل وعقد نے چنا بہی تو ایک انگریز کو یعنی لفٹنٹ کرنل ڈاکٹر رنیکنگ، کیا کانفرنس اہل ہند کو

مشہور فضلا و ڈاکٹر عبداللہ المامون سہروردی، ڈاکٹر اقبال یا ڈاکٹر عبدالستار صدیقی (صدر جامعہ عثمانیہ) پر نہ پڑی یا اُنھون نے عمداً ایسا نہین کیا، اسوقت ہمین ڈاکٹر ریننگ کی قابلیت سے بحث نہین، بلکہ اختلاف اس اصول سے ہے جسکی بنا پر اُن کا انتخاب عمل مین آیا، آپ مختلف شعبون کے صدرون کی فہرست اُٹھا کر دیکھ جایئے ہر جگہ آپکو ہندوستانی نام نظر آئیگا لیکن عربی و فارسی کے ساتھ یہ خصوصیت اس امر کا ثبوت ہے کہ کانفرنس ہلوگون کو اس لائق بھی نہین سمجھتی کہ ایک مسلمان کرسیٔ صدارت پر بیٹھے یا اپنے علوم و فنون کے متعلق کم از کم اپنی راے کا اظہار کرے، بہرکیف یہ نظارۂ عبرت تہا، اور واقعی ہر دیکھنے والے کو حیرت تھی کہ دروازہ پر تو لکھا ہے "عربی و فارسی سکشن" اور اسکی صدارت کر رہا ہے ایک انگریز، اور یقیناً دیکھنے والے یہی سمجھتے ہونگے کہ اسلامی علوم و فنون کی نوبت اب یہانتک پہنچگئی ہے کہ کوئی مسلمان اس شعبہ کی بھی صدارت کا اہل نہین سمجھا جاتا، افسوس!

بہرحال عربی و فارسی شعبہ مین کل آٹھ مضامین آئے تھے جنمین سے دو ہندوؤن کے قلم سے تھے ایک پارسی نے لکھا تھا اور ایک انگریز نے، بقیہ چار مسلمانون کے قلم سے تھے، چونکہ یہ مضامین خاص دلچسپی کے ہین اسلئے مین اُنکے متعلق ذرا وضاحت سے لکھتا ہون:-

پہلا مضمون مسٹر صلاح الدین خدابخش بیرسٹرایٹ لا ابن مولوی خدابخش خان مرحوم بانکی پور کا تھا جسمین اُنہون نے "اسلام کے عالم نو" پر ایک دلچسپ بحث کی تھی، اور اسلام کے لئے ایک شاندار مستقبل کی اُمید دلائی تھی، مسٹر صلاح الدین اُن چند لوگون مین ہین جنکی انگریزی تحریر قابل رشک ہے اور حق یہ ہے کہ جس انداز سے اُنھون نے اپنا مضمون پڑھا وہ قابل تعریف تھا، یہ مضمون یورپ کے ایک رسالہ مین چھپ کر عنقریب شایع ہوگا اور اُمید ہے کہ عالم اسلام مین خاص دلچسپی سے پڑھا جائیگا۔

دوسرا مضمون میسور یونیورسٹی کے ایرانی پروفیسر مسٹر عباس شوستری نے تصوف کی تاریخ پر پڑھا اگرچہ اس میں بعض نئی باتیں تھیں لیکن چند امور قابل اعتراض بھی تھے، مثلاً اُن کا یہ خیال کہ تصوف کی تاریخ ولادت مسیح کے قبل سے ڈھونڈھنی ہوگی وغیرہ،

تیسرا مضمون بمبئی کے فاضل مستشرق، شمس العلماء ڈاکٹر جیون جی جمشید جی نے پڑھا جسکا موضوع تھا "فارسی شاعر حافظ کا اثر جرمن شاعر گیٹے پر" یہ مضمون نہایت دلچسپی سے سُنا گیا، فاضل مضمون نگار نے گیٹے اور حافظ کے کلام کا انتخاب پیش کر کے دکہایا کہ اول الذکر نے آخرالذکر کے خیالات اور مضامین کس طرح اخذ کر کے اپنے کر لئے ہیں، اسکے علاوہ اُنہوں نے بتایا کہ گیٹے کے مجموعۂ کلام کا نام "دیوان" ہے اس نے حافظ کو اچھی طرح پڑہا اور اسکو خوب سمجہا تہا اسلئے وہ بھی اسی رنگ مین رنگ گیا اور شراب ساقی، بزم، عشق، وصل، ہجر وغیرہ کے متعلق نظمین لکھنے لگا، پھر اُنہون نے کہا حق تو یہ ہے کہ حافظ کی روح گیٹے کے کلام مین موجود ہے، یہ مضمون نہایت فاضلانہ ہے، اور اس لائق ہے کہ جلد سے جلد چھاپ کر شائع کیا جائے۔

چوتہا مضمون مسٹر ساہا کا تہا، ان کا موضوع تہا "امریکہ کے انکشاف کی شہادت قرآن شریف سے"۔ اس مضمون کے متعلق شروع ہی سے چہ میگوئیان ہو رہی تہین، اور لوگون کو اسکے سننے کا بیحد اشتیاق بھی تہا، چنانچہ جب ڈاکٹر ساہا آئے تو تالیون سے اُن کا استقبال کیا گیا، انہون نے اپنا مضمون شروع کیا اور قرآن شریف کی مختلف آیتون سے اپنے دعوی کا ثبوت پیش کیا لیکن افسوس ہے کہ وہ اُسکو ختم نہ کر سکے، اور وہ آخری ٹکڑا جو مضمون کی جان تہا اور جسمین انہون نے تمام شہادتون کو اکٹھا کر کے اس سے نتائج مستنبط کئے تھے نا تمام رہ گیا، اور اسطرح لوگون کا اشتیاق پورا نہو سکا، مین اس مضمون کے حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہون اگر مل گیا تو انشاء اللہ اسکا ترجمہ ناظرین معارف کے لئے پیش کرونگا۔

پانچوان مضمون جناب حافظ نذیر احمد صاحب (ایشیاٹک سوسائٹی بنگال) کا "عبد الرحیم خانخانان کے کتب خانہ" پر تہا، چونکہ حافظ صاحب موصوف ہندوستان کے اکثر کتبخانون کی سیر کرچکے ہین، اسلئے اُنہون نے ان کتابون کی بھی فہرست پیش کی ہے جو پہلے خانخانان کے کتبخانہ مین تھین، لیکن اب ہندوستان کے متفرق کتبخانون مین منتشر ہین، اور جو حافظ صاحب موصوف کی نظر سے گذرچکی ہین، اگر حافظ صاحب اس مضمون کو اردو مین شایع کردین تو خاص دلچسپی سے پڑہا جائے -

چہٹا مضمون مولوی عبد اللطیف صاحب (راونشا کالج کٹک) کا تہا جسمین اُنہون نے ہندوستانی یونیورسٹیون کی عربی و فارسی تعلیم پر تنقید کی تھی، یہ مضمون ایسا ہے جس سے ہماری یونیورسٹیان بہت کچھ مستفید ہوسکتی ہین،

ساتوان مضمون علی گڈہ مسلم یونیورسٹی کے عربی پروفیسر (جنکا نام غالبًا ڈاکٹر تھورٹن ہے) کا تہا، جسمین اُنہون نے یمن کے چشمدید حالات بیان کئے تھے، اور اہل یمن کے حالات اور رسوم و رواج کے علاوہ اُنکے بعض عقاید پر روشنی ڈالی تھی جو واقعی حیرت انگیز تھے،

آٹھوان مضمون (جدید شایع شدہ) "حیات شیر شاہ" (انگریزی) کے نوجوان مصنف پروفیسر قانونگو کا "عہد ہمایون کے جاٹون" پر تہا، لیکن اُنکی عدم موجودگی کے سبب پڑہا نہ جاسکا، گو ہمین حیرت ہے کہ تاریخی شعبہ کو چھوڑکر اس مضمون کو عربی و فارسی شعبہ مین کسطرح داخل کردیا گیا -

آج کا جلسہ ایک بجے ختم ہوا، اور عصر کے وقت کلکتہ کی مشہور عمارت وکٹوریہ میموریل کی سیر ہوئی، اور وہان کی دلچسپ چیزون کے دیکھنے کا موقع ملا، یہان عربی و فارسی کی نایاب قلمی کتابون کا بھی ذخیرہ ہے، اور انشاءاللہ اُن کا تفصیلی حال کسی اور موقع پر بیان کرونگا، شام کے وقت "ہندوستانی موسیقی" سے مہمانون کو مسرور کیا گیا اور شب کے وقت سنسکرت ڈراما دکہایا گیا،

پانچوین دن کی کاروائی بھی دس بجے سے شروع ہوئی اور مختلف شعبون مین جو مضامین

باقی رہ گئے تھے وہ تمام کئے گئے، تین بجے ایک عام جلسہ ہوا اور منجملہ اور امور کے یہ تجویز بھی پاس ہوئی کہ سنسکرت و عربی کی طرح گورنمنٹ فارسی کے لئے بھی اسٹیٹ اسکالرشپ یورپ جانے کے لئے دے، اس تجویز کی تحریک ڈاکٹر عبدالستار صدیقی (حیدرآباد) نے، اور تائید ڈاکٹر تارا پورو والا نے کی جو بالاتفاق منظور ہوئی،

شام کے وقت مولوی عبدالحق صاحب بی، اے سکریٹری انجمن ترقی اُردو حیدرآباد دکن کی تقریر "زبان اُردو" پر کلکتہ کے مشہور مسلم انسٹیٹیوٹ مین ہوئی اس جلسہ کی صدارت نواب نصیر حسین خان خیال نے فرمائی

شب کے وقت ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کا سالانہ جلسہ ہوا، ڈلیگیٹ یہان بھی مدعو تھے، منجملہ اور دلچسپیون کے عربی و فارسی قلمی کتابون کی نمائش بھی تھی، جو کتابین آج نمائش کے لئے پیش کی گئین وہ زیادہ تر مطلا اور مذہب تھین، بعض باتصویر بھی تھین، اور اکثر خط نسخ و نستعلیق کا بہترین نمونہ تھین، وہان قرآن شریف کا ایک قلمی نسخہ بھی تھا، جسپر سونے کا نہایت خوبصورت کام تھا، اور بیل بوٹون کے علاوہ آیتین بھی سونے سے لکھی گئی تھین، نقاشی اور صناعی کے نمونہ کے علاوہ بعض کتابین قدامت مین اپنا جواب نہین رکھتی تھین، اور بعض پر مشہور سلاطین مغلیہ یا اس عہد کے علماء و امراء کے دستخط بھی ثبت تھے، غرض یہ ہے کہ یہ نمائش نہایت اعلیٰ تھی، اور اسکے لئے ہمین سوسائٹی کے فیلالوجیکل سکریٹری ڈاکٹر عبداللہ المامون سہروردی کا (جو اس عہدہ پر پہلے ہندوستانی ہین) ممنون ہونا چاہیئے،

ایشیاٹک سوسائٹی کا جلسہ کانفرنس کا آخری پروگرام تھا، اور اسکے بعد یہ کانفرنس ختم ہوئی اور واقعہ یہ ہے کہ نہایت کامیاب رہی، اور خصوصاً ایسے موقع پر جبکہ سیاسی مطلع اسقدر گرد آلود ہو رہا ہے ایسی کسی کانفرنس کا منعقد ہونا اور اتنے مستشرقون کا اکٹھا ہونا ہر طرح لائق تحسین ہے، یہ کانفرنس نہ صرف ہندوستان کے بہترین دماغون کی علمی تحقیقات و انکشافات کے اظہار کا ذریعہ ہوئی بلکہ مختلف صوبون کے عالمون اور محققون درمیان تبادلۂ خیالات کا بھی آلہ ہوئی، اور یہ ایک نہایت اہم کام تھا جو اس کانفرنس نے انجام دیا۔

متفرقات

یونیورسٹیون کی کانگرس

یونیورسٹیون کی کانگرس جو سال گذشتہ آکسفرڈ مین منعقد ہوئی تھی، اور جسکا مختصر تذکرہ اس سے پیشتر بھی ان صفحات مین آچکا ہے، اس نمبر مین اسکے حالات کسیقدر زیادہ تفصیل سے درج کیے جاتے ہین، یاد ہوگا کہ اس کانگرس مین ہندوستانی یونیورسٹیون کے نمایندہ بھی بڑی تعداد مین شریک تھے، ان مین ایک صاحب ڈاکٹر اُرکہارٹ ایم، اے، ڈی، لٹ، پروفیسر اسکاٹش چرچ کالج کلکتہ، یونیورسٹی کے نمایندون مین شامل تھے، اُنھون نے کلکتہ ریویو کے صفحات مین اس کانگرس کی مفصل و دلچسپ رپورٹ شائع کی ہے، ذیل مین اُسکے اہم مطالب کی تلخیص درج کیجاتی ہے:-

انجمن اقوام (لیگ آف نیشنس) تو مہینون برسون سے پرواز کے لئے اپنے بازو ہی تول رہی ہے لیکن برطانوی یونیورسٹیان اس اثنا مین میدان عمل مین اُتر آئی ہین، دنیا کے شیرازۂ اتحاد کے مرتب کرنے مین وہ جو کچھ کر سکتی ہین ظاہر ہے، اور یہ احساس انکی کانگرس کے اجلاس منعقدۂ آکسفرڈ کے موقع پر موجود رہا۔

کانگرس پوری طرح یونیورسٹیون کی نیابت کر رہی تھی، مملکت برطانیہ کے ہر گوشہ سے نمایندے آئے تھے، جنکی مجموعی تعداد تقریباً ۱۴۰ تھی، مختلف یونیورسٹیون کے چانسلر، وائس چانسلر، پرو چانسلر، پرنسپل وغیرہ حضرات کے علاوہ عام ارکان بھی کافی تعداد مین شریک تھے، جیسا کہ ہر ایسے موقع پر قدرۃً ہوتا ہے دور دراز مقامات سے آنے والے بمقابلہ گھر والون کے کام مین زیادہ سنجیدگی کے ساتھ منہمک

آتے تھے، آکسفرڈ والون نے میزبانی کے انتظامات اعلےٰ پیمانہ پر کئے تھے جو ہر طرح مکمل تھے، اور جلسہ کے کامیاب بنانے مین کوئی دقیقہ فروگذاشت نہین کیا تھا۔ باہر والون مین گلاسگو کے سرڈانلڈ میک السٹر کی سرگرمی خاص طور پر قابل ذکر ہے۔

کلکتہ یونیورسٹی کے ہندوستانی نمایندے بلحاظ تعداد و نیز باعتبار علم وفن ایک خاص امتیاز رکھتے تھے، کانگریس کے مباحثون مین ان حضرات نے بالخصوص، اور ہندوستانی یونیورسٹیون کے نمایندون نے بالعموم ایک نمایان حصہ لیا، اور اُنکی تقریرین کامیاب خیال کی گئین،

کانگرس کے ارکان ایک دوسرے کے لئے بالکل اجنبی نہ تھے، ۱۹۱۲ء مین جو کانگرس ہوئی تھی اُسین یہ طے پایا تھا کہ ایک مستقل محکمہ اس غرض کے لئے قائم کر دیا جائے، چنانچہ یہ محکمہ قائم ہو گیا تھا، اُسکی باضابطہ رجسٹری ہو چکی تھی، اور یہ اُن چند برسون کی مدت مین برابر اپنا کام کرتا رہا، اور یونیورسٹیون مین باہم رشتۂ واقفیت و معلومات، اتحاد و ارتباط پیدا کرتا رہا۔

پروگرام (نقشۂ عمل) مین علاوہ آکسفرڈ کے برطانیہ و آیرلینڈ کی دوسری یونیورسٹیون کا معائنہ بھی شامل تھا، چنانچہ انعقاد جلسہ سے پیشتر ہی بہت سے ارکان، ویلز، آیرلینڈ، اور بالخاص لندن یونیورسٹی کا معاینہ کر چکے تھے، ہندوستانی ارکان نے سب سے زیادہ دلچسپی کے ساتھ سائنس اور طب کے عظیم الشان کالجون کو دیکھا، اور دار الفنون مشرقی اور دار العلوم اقتصادیات مین اپنے بہت سے شناسا حضرات سے ملے، سیواے ہوٹل مین سرکار کی جانب سے ارکان کا خیر مقدم کیا گیا، اِس موقع پر سائنس، علوم، و سیاسیات کے بہترین افراد جمع تھے، اور صدر جلسہ مسٹر بالفور تھے، خبر یہ بھی سُننے مین آئی کہ خود ملک معظم ارکان کو شرف باریابی بخشنے والے تھے لیکن وقت نہ نکل سکا،

۵- جولائی ۱۹۲۱ء سے کانگرس کا آغاز تھا، صبح سویرے ہم لوگ اسپشل ٹرین سے لندن سے آکسفرڈ روانہ ہوئے، اور بکمال عجلت گرتے پڑتے جلسہ گاہ تک پہنچے، اجلاس اول کی صدارت

لارڈ کرزن سے زیادہ، اپنے خطبۂ افتتاحیہ مین اُنھون نے معذرت کی کہ سیاسی مصروفیتین انہین تعلیمی مسائل کی جانب متوجہ ہونے کی مہلت نہین دیتین، برانہمہ وہ دلچسپی کے ساتھ یونیورسٹیون کی تعداد مین اضافہ اور اندرونی ترقیون کا مشاہدہ کرتے رہے ہین، خطبۂ افتتاحیہ کے بعد کانگرس کے سامنے سب سے پہلا مسئلہ یہ پیش ہوا کہ جدید نظام تعلیم مین سائنس اور ادبیات قدیم کے کیا کیا حدود رہنا چاہئین ڈاکٹر فارنل، وایس چانسلر آکسفرڈ یونیورسٹی نے ادبیات قدیم (جن سے انکی مراد سنسکرت وغیرہ نہین، بلکہ یونانی ولاطینی تھی) کی پرجوش وکالت کی، اوران چیزون کی تحصیل کو ادبیات موجودہ کی تکمیل کیلئے ناگزیر بتایا، پروفیسر ڈینش نے ایک مقالہ "اہل سائنس کی تعلیم مین ادبیات کا مرتبہ" کے عنوان سے پڑھکر سنایا جسمین اُنھون نے ایک سائینٹسٹ کے نقطۂ نظر سے بتایا کہ تنہا سائنس کی تعلیم پاتے رہنے سے انسان مین ایک طرح کی کوتہ نظری وتنگ خیالی پیدا ہوجاتی ہے، اسکو دُور کرنے اورخیالات مین وسعت پیدا کرنے کے لئے قدیم وجدید تاریخ وادب کی تحصیل ازبس ضروری ہے،

دوسرا اجلاس سہ پہر کو شروع ہوا، اسکے صدر مسٹر بالفر تھے، اسوقت مضمون زیر بحث یہ تھا، "تمدنیات، سیاسیات، واقتصادیات معاشری کی تعلیم"۔ اسکے ضمن مین یہ سوال چھڑا کہ یونیورسٹیون کو سیاسیات سے کہانتک الگ اور کہانتک شامل رکھا جاسکتا ہے، مسٹر بالفر نے اپنا ذاتی عقیدہ یہ بیان کیا کہ قومون کو اعلیٰ وپست مین تقسیم کرنے کے کوئی معنی نہین، سونٹریل (کناڈا) یونیورسٹی کے پروفیسر سونٹ پیٹنٹ نے کہا کہ بیشک یونیورسٹیون کو سیاسی اکھاڑہ نہ بنا دینا چاہیئے تاہم پبلک مین شہریت وو طنیت کا صحیح احساس پیدا کرانا انکے فرائض مین داخل ہونا چاہیئے تاکہ قوم مضر سیاسی اثرات سے محفوظ رہے، اس گریر اور سرولیم بیورج نے بھی اس مباحثہ مین حصہ لیا، ان دونون نے بھی اسپر زور دیا کہ کوئی مکمل نظام تعلیم ماحول ملکی وسیاسی سے بے نیاز رہ ہی نہین سکتا، قوانین طبعی ومادّی سے بھی زیادہ ضروری ہے کہ قوانین فطرت بشری کو سمجھا جائے، پروفیسر بیرنٹ (سینٹ اینڈریوز اسکاٹلینڈ)

کی تقریر کا ماحصل یہ تھا کہ ثانوی مدارس کو یونیورسٹیون کی غلامی سے آزاد ہونا چاہیئے، (اس سے معلوم ہوا کہ ہندوستان کی طرح برطانیہ کے بھی مدارس ثانوی یونیورسٹیون کے استبداد سے نالان ہین) مسٹر ہیرلڈ تارڈس نے بھی یونیورسٹیون اور مدارس ثانوی کے تعلقات کی خوشگواری پر زور دیا۔

شام کو آکسفرڈ یونیورسٹی کی جانب سے ایک تقریب مین جملہ ارکان مدعو کئے گئے جہان باہمی تعارف، تفریح و تبادلۂ خیالات کا موقع ملا۔

دوسرے روز کی کارروائی کا آغاز لارڈ ہالڈین کی زیر صدارت ہوا، اور بحث کیلئے "یونیورسٹیان اور بالغون کی تعلیم" کا مسئلہ پیش ہوا، پہلے خود صدر نے تقریر کی اور مزدورون اور سرمایہ دارون کے درمیان نصاب تعلیم کی تفریق مٹا دینے پر زور دیا، مسٹر سیسل ڈیلی، مسٹر بونارڈ (برسٹل یونیورسٹی) مسٹر گریگوری نامسٹر، اور سر مائیکل سڈلر (صدر کلکتہ یونیورسٹی کمیشن) نے اس مباحثہ مین حصہ لیا۔

سہ پہر کے اجلاس مین بھی اسی قسم کے مسائل پر بحث رہی کہ یونیورسٹی اور جماعت کے باہمی تعلقات کی کیا نوعیت رہنی چاہیئے، لیڈس یونیورسٹی کے پروفیسر سویٹ ہلر نے اسپر زور دیا کہ موجودہ زمانہ مین جبکہ ایجاد و اختراع کی گرم بازاری ہے، کوشش اسکی ہونی چاہیئے کہ صنعت و حرفت کا مرکز بھی مشہور تعلیمی مرکزون کو بنایا جائے۔

تیسری صبح کو کانگرس کی کارروائی کے آغاز سے قبل آکسفرڈ یونیورسٹی کی مجلس خاص کی نشست ہوئی، اور کناڈا و نیوزیلینڈ کے ایک ایک نمایندہ کے ساتھ کلکتہ یونیورسٹی کے رکن رکین سر نیل رتن سرکار کو ڈی، سی، ایل کی آنریری ڈگری کا اعزاز عظیم عطا ہوا۔

اسکے بعد باضابطہ جلسہ شروع ہوا، آج موضوع بحث یہ تھا کہ یونیورسٹی کو اساتذہ کے تیار کرنے، اور تجارت، صنعت و حرفت و انتظامات ملکی کی تعلیم دینے مین کہانتک حصہ لینا چاہیئے، سر ولیم ایشلی نے تعلیم کو تجارتی اغراض کے قالب مین ڈھالنے کی پرزور وکالت کی، اور لندن یونیورسٹی کے

پروفیسر اوس نے فرمایا کہ اساتذہ کا تیار کرنا یونیورسٹی کے مقاصد دلین مین داخل ہے، اس ضمن مین اسپر بھی دلچسپ مباحثہ رہا کہ آیا ٹریننگ کالجون (مدارس معلمین) کو یونیورسٹی کا جزو ہونا چاہیئے بجاے خود ایک مستقل شے ہونا چاہیئے،

سہ پہر کے اجلاس مین مالیات کا افسوسناک قصہ چھڑا، ہر یونیورسٹی نے اپنی اپنی داستان غم سنائی، اسکی سب کو شکایت تھی کہ مصارف کے متناسب آمدنی نہین ہوتی، اتنے جزو پر سب متفق تھے لیکن اسمین اختلاف تھا کہ اس آمدنی مین کافی اضافہ کیونکر کیا جائے، ایک گروہ سرکاری امداد کا حامی تھا، کناڈا والے اپنا تجربہ سرکاری امداد کے متعلق نہایت خوشگوار بیان کرتے تھے، دوسرا گروہ اسکے بالکل مخالف تھا، اور سرکاری امداد پر عام پبلک کے عطایا کو ترجیح دیتا تھا، سر الفرڈ ایونگ نے، جو اس گروہ کے سردار تھے، ان خطرات کو بیان کیا جو سرکاری امداد کی بنا پر سرکاری مداخلت سے پیدا ہونگے۔

آخری روز کی کاروائی کا آغاز یونیورسٹی کے فرائض تحقیقات عالیہ (ریسرچ) سے ہوا، صدرنشین لارڈ رابرٹ سیسل تھے، اُنھون نے تفصیل کے ساتھ ریسرچ کے فوائد بیان کیے اور اس کے فقدان کے نقصانات کی توضیح کی، اُنہون نے کہا کہ مختلف اقوام کے اختلافات کو رفع کرنے والی اور اُن مین باہمی اخوت پیدا کرنے والی شے یہی ریسرچ ہے، اس سے صرف یہی نہین کہ طالبانِ علم کی تربیت دماغی ہوتی ہے، بلکہ دنیا کے ذخیرۂ معلومات مین بھی اضافہ ہوتا رہتا ہے، دنیا مین امن و صلح اسی سے قائم رہ سکتی ہے، سر فریڈرک کینون نے تائید مین تقریر کی، ڈبلن (آیرلینڈ) کے پروفیسر جوَلی نے کہا کہ مردہ زبانون کی تحصیل مین زیادہ وقت صرف کرنا وقت ضائع کرنا اور ریسرچ کی راہ مین رکاوٹ پیدا کرنا ہے،

سہ پہر کے اجلاس مین جو افتتاحی اجلاس تھا، گفتگو اسپر ہوئی کہ اساتذہ کو رخصت موقت

دیتے رہنے چاہیئے، اور یونیورسٹیوں میں باہم اساتذہ و طلبہ کا تبادلہ ہوتے رہنا چاہیئے، اس آخری تجویز کے متعلق عملی دقت یہ محسوس ہوئی کہ ایک پروفیسر کے لئے دوسری یونیورسٹی میں جاکر فوراً اپنے کام کو سنبھال لینا ممکن نہ ہوگا، طلبہ کی بابت یہ طے پایا کہ عام مبتدی و متوسط طلبہ کے تبادلہ کی ضرورت نہیں، تبادلہ صرف ان منتہی طلبہ کا ہوتے رہنا چاہیئے جو خاص طور پر ہونہار و ممتاز ہوں

خاتمہ پر مہمانوں کی جانب سے میزبان (آکسفرڈ یونیورسٹی) کا گرمجوشی کے ساتھ شکریہ ادا کیا گیا، ارکان ہند کی جانب سے یہ خدمت پرنسپل ہرابہ رچندر ستر انے ادا کی، ارکانِ کانگرس برطانیہ جس جس مقام پر سیاحت کے لئے گئے ہر جگہ اُن کا استقبال بڑے تپاک سے ہوا، اور ہر طرح خاطرداری کی جاتی رہی -

---

اُسوۂ صحابہ

از مولانا عبدالسلام ندوی

سیر الصحابہ کی ایک جلد جس میں صحابۂ کرام کے عقاید، عبادات، اخلاق اور طرزِ معاشرت کے واقعات وحالات ہیں، چھپکر تیار ہوگئی ہے، یہ کتاب اسلام کی عملی زندگی کا مرقع ہے، اور ہر مسلمان کے لئے اُسکا مطالعہ ضروری ہے، لکھائی چھپائی کاغذ اعلیٰ، صفحات ۳۵۰، قیمت سے (۳)

منیجر دار المصنفین

تلخیص و تبصرہ

سلطنت مغلیہ اور ایک ہندو مورخ

الہ آباد یونیورسٹی کے شعبۂ تاریخ کی جانب سے جرنل آف انڈین ہسٹری کے نام سے جو سہ ماہی رسالہ حال مین نکلنا شروع ہوا ہے، اُسکے نمبر دل مین پروفیسر بینی پرشاد ایم، اے، (اسسٹنٹ پروفیسر فنِ تاریخ الہ آباد یونیورسٹی) نے حکومت مغلیہ پر ایک مبسوط مضمون تحریر کیا ہے، اسمین وہ لکھتے ہین کہ

"لفظ حکومت مغلیہ یا خاندان مغلیہ سے خیال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کوئی مخصوص مغل خاندان ہوگا جسکی یہ حکومت ہوگی، لیکن یہ خیال تمامتر غلط ہے، بجاے مغل کے چغتائی ترک کہنا بیشک صحیح ہوگا، لیکن اس سے بھی ایک مخصوص خاندان کا تخیل پیدا ہوتا ہے، اور اسلئے اس لفظ کو بھی استعمال کرنا واقعہ کے خلاف ہوگا، حقیقت حال یہ ہے کہ سترھوین صدی عیسوی تک ہندوستان کے حکمرانون کا کوئی مخصوص خاندان تھا ہی نہین، اور بادشاہ کے لئے، نیز خاص اعیان سلطنت کے لئے کسی مخصوص نسل یا خاندان سے ہونا مطلق ضروری نہ تھا، معاصر مصنفین لفظ "مغل" کی وسعت سے خود حیران ہوگئے تھے، اور دل سے گڑھ گڑھ کر اُسکے معنی لینے لگے تھے، سالبانک، جو سالہا سال جہانگیر کے عہد مین ہندوستان مین رہا تھا، کہتا ہے کہ یہ لفظ ایرانیون، ترکون اور تاتاریون سب پر حاوی تھا، یہانتک کہ اکثر مسیحیون پر بھی اس لفظ کا اطلاق ہوتا تھا، اسکا اور ٹامس رو دونون کا بیان ہے کہ اس لفظ کے معنی مختون کے تھے، اور ہر مسلمان پر اسکا اطلاق ہو سکتا تھا، برنیر کا بیان ہے کہ مسلمان اور سفید فام ہو اُسکے مفہوم مین داخل تھا، گوز اور فرایر کہتے ہین کہ اس لفظ کے معنی

محض سفید فام کے تھے، اصل یہ ہے کہ تیرہوین اور چودہوین صدی مین، جو بہ فام مغول سرحد شمال و مغرب پر ہر وقت جمع رہتے تھے، انکے باعث لوگ اس لفظ سے مانوس ہو چکے تھے، مابعد کی صدیون مین اسکا اطلاق بالعموم ان تمام لوگون پر ہونے لگا جو ۱۵۲۶ء مین بابر کے ہمراہ شمال و مغرب سے ہندوستان مین داخل ہوئے، بابر بذات خود نیم چغتائی اور نیم مغل تھا، ہمایون کی والدہ چغتائی تھی، اکبر نیم ایرانی تھا، جہانگیر نیم راجپوت تھا، اور شاہجہان ترک سے زیادہ راجپوت تھا، حکام سلطنت ہر قوم کے افراد ہوتے تھے، کسی قوم یا نسل کی تخصیص نہ تھی، ترک، تاتاری، ایرانی، افغانی، ہندوستانی، مسلمان، ہندو سب برابر کے شریک تھے، درباری اعزاز اور عہدہ موروثی نہین ہوتے تھے، ہر منصب و عہدہ کا تعلق ذات سے ہوتا تھا"

آگے چل کر پروفیسر موصوف لکھتے ہین کہ یہ قطعاً ناممکن تھا کہ اتنی عظیم الشان آبادی کو جو اسقدر وسیع رقبہ مین پھیلی ہوئی تھی، کچھ عرصہ کے لئے بھی بزور شمشیر محکوم و منقاد رکھا جا سکے، ایسا ہونا آج بھی جبکہ قاعدہ دان و باضابطہ فوج کے چند سپاہی، بہت بڑی آبادی پر غالب آسکتے ہین نہایت دشوار ہے لیکن اسوقت تو کہ جب ہر فرد رعایا مسلح ہوتا تھا، اور جنگجوئی و نبرد آزمائی کے اعتبار سے باضابطہ سپاہ اور عام رعایا مین برائے نام ہی فرق ہوتا تھا قطعاً ناممکن تھا، مغلیہ حکومت کی بنیاد نہ زور شمشیر پر قائم تھی نہ مذہب پر، نہ کسی ذات پات پر، بلکہ

"محض عام رعایا کی رضامندی و خوشنودی پر قائم تھی"

عامۃ الناس کی خوشنودی کا سب سے بڑا راز مذہبی آزادی و رواداری تھی، اکبر، جہانگیر، شاہجہان و دارا کا ذکر نہین خود اورنگ زیب تک نے

"کبھی اسے بالکلیہ پامال نہین کیا"

"دوسرا بڑا سبب رعایا کی خوشی کا معاشری آزادی تھی"

"تیسرا سبب رعایا کی وفاداری کا یہ تھا کہ مغل حکومت نے دیہات کی اس خود مختاری کو کبھی ہاتھ نہیں لگایا جو قرنہا قرن سے اٹھارہوین صدی تک ہندی نظام معاشرت کا جزو لاینفک رہی"

مغلون نے فلاحِ ملک کے لئے کیا کیا کیا؟ اسکے جواب مین فاضل مقالہ نگار کہتے ہین کہ

"انھون نے سڑکین بنوائین، شفاخانے تعمیر کرائے، اور علوم و فنون کی نہایت فیاضانہ قدردانی کی"

اسکے آگے ان مراعات کی تفصیل کی ہے جو جہانگیر نے اپنی تخت نشینی کے وقت اور اسکے بعد رعایا کے ساتھ کی تھین، مثلاً شراب و تمباکو کی فروخت کی ممانعت کی، شرقی بنگال مین خواجہ سراؤن کے بنانے کا جو بیدردانہ دستور جاری تھا اُسے ممنوع قرار دیا، بکثرت مہمان سرائین، مسجدین، مدرسے اور شفاخانے تعمیر کرائے، ہر بڑے شہر مین ایک سرکاری طبیب مقرر کیا، اور لاوارثون کی جائداد کو بجای خزانہ سرکار مین داخل کرنے کے تالاب و چاہ، پل و مہمانسراے وغیرہ کی تعمیر مین صرف کرانے کے احکام جاری کئے، جاگیردارون نے اپنے نفع کے لئے جو طرح طرح کے محاصل جاری کر رکھے تھے انھین موقوف کیا، وقس علیٰ ہذا۔

"سلطنت مغلیہ کی سب سے بڑی برکت کا ظہور اسکی سرپرستی علوم و فنون مین ہوتا ہے، فارسی تاریخون مین اُن ارباب فن و کمال کی طویل فہرستین محفوظ ہین جنہین مغلون کی قدردانی نے خاک احتیاج سے اٹھا کر اوج خوشحالی تک پہنچا دیا تھا، معاصر فارسی اور ہندی شاعرون کے حالات پڑھکر حیرت ہوتی ہے کہ انکی کتنی بڑی تعداد سرپرستی دربار کی رہین منت تھی، اس زمانہ مین دنیا کی کسی سلطنت مین سررشتہ تعلیم نہ تھا، مغلون نے اسکی تلافی اپنی وسیع علمی قدردانیون سے کردی، جہانگیر کی کوششون اور قدردانیون نے ہندوستان کی مصوری کو منتہا سے کمال پر پہنچا دیا۔۔۔ خوشنویسی کا شمار فنون لطیفہ مین ہونے لگا، موسیقی کی خاص ترقی ہوئی"

کتبات پیکولی کی تاریخی و لسانی اہمیت

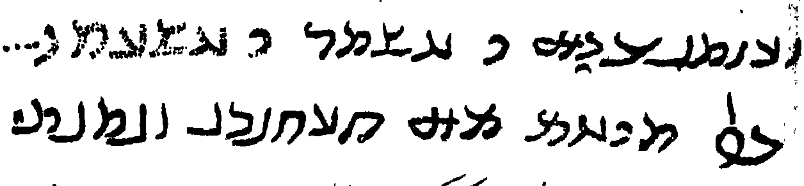
آثار قدیمہ کی مختلف چیزین تاریخ کے لئے بہت کچھ مفید ہین، پُرانے سکّے، قدیم عمارات، شکستہ کھنڈر، مرسوم کتبے، بوسیدہ کتابین، اور عہد ماضی کی باقی ماندہ اشیار، ایک طالب علم تاریخ کے لئے بہت کچھ اہمیت رکھتی ہین اُن سے اُس عہد کی زبان، فنِ تعمیرات، طرزِ معاشرت، تاریخ سلاطین، اور حالاتِ عامہ پر کافی روشنی پڑتی ہے، اور یہی سبب ہے کہ مورخین نے جس دن سے کہ اسکی اہمیت محسوس کی ہے اُسکو ایک مستقل فن بنا کر دنیا کے ایک ایک چپّہ کو چھان ڈالا ہے، اور ہمارے سامنے بیشمار تاریخی خزانون کا انبار لگا دیا ہے، اسی سلسلہ مین ایرانی سرحد کے ایک مقام پیکولی حالات بھی یقیناً دلچسپ ہونگے۔

یہ مقام ترکی، ایرانی سرحد پر کردستان مین واقع ہے، سب سے پہلے ایچ، سی، رالنسن نے جو مشرق قریب کے مشہور سیاح ہین ۱۸۴۴ء مین اُسکا پتہ لگایا، یہان ایک بلند مینار تھا جو اب بہت کچھ زمانہ کے ہاتھون تباہ و برباد ہو چکا ہے، اسپر دو مختلف زبانون مین دو طویل کتبے ہین، ایک پارتھین عہد کا پہلوی مین، اور دوسرا ساسانی دور کا، جب سے اس مینار کا پتہ چلا ہے، ماہران آثار نے اسکی طرف کامل توجہ مبذول کردی ہے، چنانچہ سر ہنری نے وہان جاکر کتبون کے مختلف ۳۲ اجزاء کے فوٹو لئے، اور ۱۸۶۹ء مین اڈورڈ ٹامسن نے اُنکو زند اور عبرانی دونون خطون مین شائع کیا تاکہ اُن کے ترجمے ہو سکین لیکن افریقہ کے دو مستند عالمون، ایم، ہاگ اور نولدکی نے اسکے متعلق جو فیصلہ کیا ہے وہ یہ ہے کہ سر رالنسن کی دریافت کردہ ہشتون ذراے اعظم کی طرح یہ بھی ایک ناقابل حل شے ہے۔

۱۹۱۱ء اور ۱۹۱۳ء مین ان ارنسٹ ہرزفیلڈ نے ہمت کرکے پھر ایک مرتبہ تمام مواد کو جمع کرنے کی

کوشش کی اور اس مینار کے مختلف مقامات کی سو تصویرین لین، اور اس سے زاید کوئی اور چیز وہان موجود بھی نہین ہے۔

یہ عجیب و غریب اور اہم کتبہ جو ابتداے عہد ساسانی کا ایک بیش بہا ورق ہے، اس خاندان کے ساتوین بادشاہ نرسیہ (۲۹۳-۳۰۲ء) کے عہد مین مرسوم ہوا تھا اور اسمین پارتھین زبان مین ذیل کے الفاظ ہین:-



" اس طرح دیوتاؤن نے ساسانی خاندان کو حکومت اور سلطنت اور ۔۔۔۔ دی"۔ ان الفاظ سے بناے حکومت کا پتہ چلتا ہی، مختلف بادشاہون اور والیون کے نام ہماری دلچسپی مین اضافہ کرتے ہین، ایک طرف اسمین ممالک خوارزم، سجستان، مکران، اور بعض حصص ہند کا تذکرہ ہے، اور دوسری طرف قیصر روم، شاہ آرمینیا، اور دوسرے مغربی فرمانرواؤن کے نام ہین، چونکہ اسوقت تک ایران کی قدیم تاریخ کا سرمایہ دنیاے علم کے ہاتھون مین بہت کم ہی اسلئے پیکولی کی دریافت ایران کی تاریخ کیلئے ایک اہم ترین اضافہ ہے-

علم السنہ کے اعتبار سے بھی یہ کتبے کچھ کم اہمیت نہین رکھتے، اسوقت تک ہمارے پاس بعض ساسانی حکمرانون کے نام، چند غیر مربوط واقعے اور اصطخر کے قریب حاجی آباد کے نامکمل کتبون کے سوا پارتھین پہلوی کا کچھ بھی موجود نہین ہی پیکولی کے کتبے مین متعلقہ عہد کی پارتھین زبان کے تقریباً (۸۰۰) الفاظ ہین، اسی طرح ساسانی پہلوی کے بھی اس سے زیادہ کچھ الفاظ ہمارے پاس ہین، اور یہ چونکہ علی حالہ قائم ہین اسلئے نقل در نقل کی تبدیلی و تغیر سے محفوظ رہے ہین اور درحقیقت ان کتبون کی اشاعت جہان ایک طرف جغرافی و اثری توجہ کو اپنی جانب منعطف کریگی تو دوسری طرف لسانی و ادبی دنیا مین بھی بہت کچھ شوق اور دلچسپی پیدا کریگی۔

وان ہرزفیلڈ صاحب اب اپنی تمام کوششون کو علمی دنیا کے سامنے پیش کرنے والے ہین چنانچہ انکی تحقیقات مع سو کتبات اور مختلف تصاویر کے جرمنی مین زیر طبع ہی، ۲۰ پونڈ یعنی ۳۰۰ روپئے انکی قیمت ہوگی۔

اخبار علمیہ

گذشتہ دس سال کے عرصہ مین انگلستان مین جسقدر کتابین شایع ہوئین انکی سنہ وار تعداد حسب ذیل ہے

سنہ	کتب جدید	مطبوعات قدیم کے جدید ایڈیشن	میزان
سنہ ۱۹۱۲ء	۹۱۹۷	۲۸۷۰	۱۲۰۶۷
سنہ ۱۹۱۳ء	۹۵۴۱	۲۸۳۸	۱۲۳۷۹
سنہ ۱۹۱۴ء	۸۸۶۳	۲۶۷۴	۱۱۵۳۷
سنہ ۱۹۱۵	۸۴۹۹	۲۱۶۶	۱۰۶۶۵
سنہ ۱۹۱۶	۷۵۳۷	۱۶۱۲	۹۱۴۹
سنہ ۱۹۱۷	۶۶۰۶	۱۵۲۵	۸۱۳۱
سنہ ۱۹۱۸	۶۷۵۰	۹۶۶	۷۷۱۶
سنہ ۱۹۱۹	۷۳۲۷	۱۲۹۵	۸۶۲۲
سنہ ۱۹۲۰	۸۷۳۸	۲۲۶۶	۱۱۰۰۴
سنہ ۱۹۲۱	۸۷۵۷	۲۲۶۹	۱۱۰۲۶

(ٹائمز لٹریری سپلیمنٹ)

سنہ ۱۹۲۱ء کی مطبوعات انگلستان کی فن وار تقسیم نقشۂ ذیل سے ظاہر ہوگی:-

نام فن	کتب مستقل	تراجم	رسائل اور پمفلٹ
فلسفہ	۲۰۵	۱۸	۱۰
مذہب	۵۶۳	۳۶	۶۹
اجتماعیات	۵۳۶	۱۵	۲۲۰
قانون	۱۳۱	۳	۵۹
تعلیم	۱۷۳	۱	۶۶
فن حرب و متعلقات	۲۲۹	۲	۵۵
لسانیات	۱۲۷	۱	۶
سائنس	۴۴۷	۱۲	۶۳
صنائع	۴۵۰	۷	۱۷۱
طبیات	۲۶۹	۷	۵۶
زراعت و باغبانی	۱۲۷	۱	۵۸
تدبیر منزل	۴۷	—	۲
کاروبار و تجارت	۱۲۵	—	۳۰
فنون لطیفہ	۲۱۹	۲	۱۷
موسیقی	۵۳	۷	۵
سیر و شکار، کھیل کود	۱۱۲	۱	۱۰
ادب	۲۹۲	۱۷	۱۹
ڈراما اور نظم	۳۸۵	۲۵	۸۱

افسانہ	۹۶۷	۵۱	۴
کتب برائے اطفال	۴۰۳	۷	۵۰
تاریخ	۳۸۸	۱۶	۳۶
سیاحت نامہ	۳۹۲	۱۱	۶۴
جغرافیہ	۱۰۶	۰	۷
سوانح عمری	۳۰۳	۲۶	۱۵
کتب جوامع (حوالجات وغیرہ)	۱۹۰	—	—
میزان	۷۳۱۹	۳۶۵	۱۱۷۳

میزان کل بابت ۱۹۲۱ء ۸۷۵۷

۱۹۲۰ء ۸۷۳۸

(ایضاً)

موسیو بیلن، ایک فرنچ سائنٹسٹ نے حال مین ایک ایسی ایجاد کی ہے، جسکی بنا پر ہزارون میل کے فاصلے سے انسان کا دستخط کر دینا ممکن ہوگا، یہ ایک قسم کی تحریری لاسلکی (بے تار کی تار برقی) ہے، جسکے ذریعہ سے یہ بالکل ممکن ہوگا کہ ایک شخص بمبئی مین بیٹھا ہوا لندن، پیرس، یا نیویارک مین چک پر دستخط کر دے، اسیو بیلن نے اس لاسلکی تحریر کے ابتدائی تجربات چند سو کیلومیٹر کے درمیانی فاصلے تک محدود رکھے، اسکے بعد انہین بورڈو و پیرس کے درمیانی فاصلے تک وسعت دینا چاہی، امریکہ کا محکمۂ لاسلکی اس تجربہ کی کامیابی کا منکر تھا، اِسلئے اسکی اجازت دینے مین بہت روز تک لیت و لعل کرتا رہا، لیکن بالآخر اس نے اجازت دی، اور پیرس و نیویارک کے درمیان تحریری لاسلکی کا تجربہ کامیاب ثابت ہوا۔ (انڈین ریویو)

ایک دیوہیکل دُور بین، جو اپنی جسامت و ضخامت کے لحاظ سے اپنا نظیر نہین رکھتی، حال مین کالیفورنیا (امریکہ) کی رصدگاہ ماؤنٹ ولسن مین نصب کیگئی ہے، یہ رصدگاہ زمین سے ۷۰۰۰ فٹ کی بلندی پر ہے، دُور بین کا قطر ۱۰۰ فٹ کا ہے، اُسکے آئینہ کی دبازت ۱۲ انچ کی، اور وزن ۴ ٹن (۱۲۲ من) کا ہے! اسکے رخ کو گردش دینے کے لئے ۳۵ برقی موٹرون کی ضرورت ہوتی ہے، اسکے بعض پرزون کا وزن ۱۰۰ ٹن (۲۷۰۰ من) کا ہے، ابتک دنیا مین سب سے بڑی دُور بین ۶۰ انچ کے قطر کی تھی، یہ ۱۰۰ انچ کے قطر کی ہے، توقع ہے کہ اسکی مدد سے ان دُور دراز سیارون اور ستارون کی تصویرین لی جاسکینگی جو ابتک دوسری دُور بینون کی رسائی سے باہر تھے۔ (۔۔)

ڈاکٹر چارلس ہیبسٹ نے اپنا مشاہدہ یہ شائع کیا ہے کہ گنج ہونے کا مرض بمقابلہ گوشت خورون کے نباتات خورون مین کم ہوتا ہے، اسکا خارجی علاج یہ ہے کہ سر کو ہر تیسرے ہفتہ صابون اور پانی سے دھویا جائے اور سر کی چمپی روزانہ ہلکے ہلکے ہاتھون سے کیجائے۔ (۔۔)

جدید تحقیقات سے معلوم ہوا کہ فکر و پریشانی کی حالت مین انسان جو آہ سرد بھرتا ہے اُسکا سبب یہ ہے کہ انسان جب کوئی فکر و تشویش طاری ہوتی ہے تو چند سکنڈ کے لئے پھیپھڑے کی حرکت معطل ہو جاتی ہے اُسکے بعد آکسیجن کی خواہش دفعۃً بہت زور سے ہونے لگتی ہے اور انسان گہری سانس لینے لگتا ہے۔

(۔۔)

سہ ماہی مختتمہ ۳۱- دسمبر ۱۹۲۱ء مین ایسٹ انڈیا ایسوسی ایشن (لندن) کے حسب معمول تین ماہانہ جلسے ہوئے، پہلا جلسہ ۲۴- اکتوبر کو ہوا، اس روز عنوان یہ تھا "ہندوستان مین مریضانِ جذام کا مسئلہ اور اُسکا علاج"، ڈاکٹر اولڈ ریو نے جو سالہاسال سے ہندوستان مین جذامی مشن کا کام کر رہے ہین

اور اس باب مین ایک ماہر فن کی حیثیت رکھتے ہین، ایک مبسوط و محققانہ مضمون اس عنوان پر پڑھا
اور متعدد حاضرین جلسہ نے مباحثہ مین شرکت کی، دوسرا جلسہ ۲۱- نومبر کو "ہندوستان مین انگریزی بچے"
کے عنوان پر بحث کرنے کے لئے ہوا، ریورنڈ ٹینگ اسبنڈ نے مضمون پڑھا جو تمامتر اینگلو انڈین مذاق کا تھا
چند اینگلو انڈین اصحاب نے بھی تقریرین کین، تیسرا جلسہ ۱۳- دسمبر کو منعقد ہوا "ہندوستان مین
مسلہ مسکرات" پر ڈاکٹر جان پولن نے مضمون پڑھا، اور بعد کو حسب معمول بحث و مباحثہ رہا۔

(ایشیاٹک ریویو)

سندھ کے مشہور صوفی شاہ عبد اللطیف کے حالات وکرامات پر انڈیا سوسائٹی عنقریب ایک
کتاب انگریزی مین شائع کیا چاہتی ہے، جسکے مصنف مسٹر ایم، ایم گدوانی ایم۔ اے پروفیسر الفنسٹن
کالج بمبئی ہین،

سنہ ۲۱ کی آخری سہ ماہی مین سر جان لنگ کے، سی، آئی، ای نے اسکول آف اورینٹیل اسٹڈیز
(دار الفنون شرقی) کے سامنے ہند و مسائل ہند کے متعلق دس لکچر دیئے، جسکے عنوانات حسب ذیل ہ

(۱) عام جغرافی و سیاسی خاکہ،

(۲) نسلی و معاشری تفریقات،

(۳) زرعی و اقتصادی ترقیان،

(۴) صنائع و تجارت،

(۵) تعلیمی پالیسی،

(۶) قانون و امن،

(۷) دیہاتی خانگی زندگی،

(۸) مذاہب اور فرقے،

(۹) ہندوستان مغربی سیاحون اور مصنفون کی نظر مین،

(۱۰) نظم و نسق، ماضی، موجودہ، اور مستقبل، (۱۱)

ہندوستان کی اورینٹیل کانفرنس، جسکا پہلا اجلاس ۱۹۱۹ء مین بمقام پونہ منعقد ہوا تھا اور جسکی مختصر روداد اسی زمانہ مین معارف مین شائع ہوئی تھی، اسکا دوسرا اجلاس ۲۸ جنوری ۲۲ء کو کلکتہ مین یونیورسٹی کی جانب سے سینٹ ہاؤس مین منعقد ہوا، صدر مجلس مشہور فرنچ مستشرق پروفیسر سلون لیوی تھے، جنکی بابت کہا جاتا ہے کہ بہ لحاظ سنسکرت دانی دنیا مین اپنا نظیر نہین رکھتے اور جو کچھ عرصہ سے ہندوستان مین ڈاکٹر ٹیگور کے مہمان ہین، آغاز کار کانفرنس کے سرپرست لارڈ رونالڈشے گورنر بنگال کی تقریر سے ہوا، پھر سر آسوتوش کرجی، وائس چانسلر کلکتہ یونیورسٹی نے استقبالی کمیٹی کے صدر کی حیثیت سے تقریر کی، اسکے بعد فاضل صدر نے اپنا محققانہ خطبۂ صدارت ارشاد فرمایا جو قدرتًا زیادہ تر سنسکرت ادب کے مسائل سے متعلق تھا اور اسلئے اسکا ترجمہ ناظرین معارف کے لئے دلچسپ نہین ہوسکتا۔ (کلکتہ ریویو)

اسکے بعد کانفرنس مختلف شعبون پر منقسم ہوگئی، اور ہر شعبہ کا علحدہ صدر منتخب ہوا، ان شعبون اور ان کے صدر نشین حضرات کے نام حسب ذیل ہین :-

نام شعبہ	صدر نشین
(۱) وید و متعلقات وید	ڈاکٹر بوا کر ایم، اے، پی، ایچ، ڈی،

(۲) ایرانیات	شمس العلماء ڈاکٹر جیوانجی جمشید جی مودی
(۳) بودھ مذہب	ریورنڈ انا گاریکا دھاپال،
(۴) لسانیات	ڈاکٹر تاراپوروالا بی، اے، پی، ایچ، ڈی،
(۵) سنسکرت و پراکرت	مہامہوپادھیا ہرپرشاد شاستری
(۶) فارسی و عربی	لفٹننٹ کرنل ڈاکٹر رنکین، ایم، اے، ایم، ڈی،
(۷) فلسفہ و الٰہیات	شاستری کپوسوامی،
(۸) تاریخ ملکی و علم السنین	راؤ بہادر ٹرا سبھا چار، ایم، اے،
(۹) تاریخ مذہبی و معاشری	ڈاکٹر شاما شاستری، بی، اے، پی، ایچ، ڈی،
(۱۰) جغرافیۂ قدیم	کے، پی، جیسوال، ایم، اے،
(۱۱) اثریات	راؤ بہادر کرشن شاستری،
(۱۲) سائنس (علوم حکمیہ)	راؤ بہادر جوگیش چندر رائے،
(۱۳) علم الاقوام	راؤ بہادر سا منت کرشن آیر،

(ایضاً)

لندن کے دار الفنون شرقی (اسکول آف اورینٹل سٹڈیز) نے پچھلی جنوری میں اپنی زندگی کے پانچ سال پورے کئے، جن مقاصد و توقعات کے ساتھ اسکا افتتاح ہوا تھا، ماہرین فن کے نزدیک وہ ایک ایک کرکے پورے ہو رہے ہیں، اسوقت مشرق کی چالیس زبانوں کا درس اس مدرسہ میں دیا جاتا ہے اسکے اعلیٰ افسر سر ڈینس راس ہیں، جو فارسی زبان کے پروفیسر بھی ہیں، عربی کے پروفیسر ڈاکٹر آرنلڈ مصنف "دعوت اسلام" ہیں، ڈاکٹر بارنیٹ قدیم ہندو تاریخ کے لکچرر ہیں، ایک جدید پروفیسر شپ

ں نام سے کھلی ہے، "انگریزی مقبوضات ایشیا خصوصاً ہندوستان کی تاریخ و تمدن" اس جگہ پر
ٹر فاڈویل کا تقرر ہوا ہے جو معاملات ہند کے محقق تسلیم کئے جاتے ہین،

(ٹائمز ایجوکیشنل سپلیمنٹ)

طلبہ کی سال بسال تعداد حسب ذیل رہی:۔

سنہ ۱۷ (سال آغاز)	۱۲۵
سنہ ۱۷-۱۸	۲۱۴
سنہ ۱۸-۱۹	۳۸۲
سنہ ۱۹-۲۰	۵۳۹
سنہ ۲۰-۲۱	۴۱۲

موجودہ طلبہ مین، شعبۂ السنۂ شرقیہ مین سب سے بڑی تعداد عربی زبان لینے والون کی ہے، ور اسکے بعد اُردو والون کی، مختلف زبانون کے لینے والے طلبہ تعداد ذیل مین ہین:۔

عربی	۶۴
اردو	۵۵
چینی	۴۲
فارسی	۳۰

آیندہ سال سے سنسکرت زبان کے لئے بھی ایک پروفیسر مقرر ہوگا۔

(ایضاً)

آثار علمية أدبية

خطاب التهنئة و الشكر
من
الجمعيّة الإسلاميّة بكمبرج
إلى جناب الأستاذ الأجلّ ادوارد برون
أستاذ اللّغة العربيّة بجامعة كمبرج بمناسبة بلوغه السّتين من عمره

أيها الأستاذ الأجلّ!

إنّ خدماتكم الجليلة فى نشر آداب الأمم الإسلاميّة و البحث فى غامض علومها و ما قدّمتموه من الجدّ المتواصل لإحياء اللّغة العربيّة فى هذه الجامعة ترك أثرًا باقيًا و ذكرًا خالدًا فى أنحاء بلاد المسلمين و نفوس أفرادها لدرجة يعجز البيان عن وصفها، فلذلك تنتهز الجمعيّة الإسلاميّة بكمبرج فرصة عيد ميلادكم السّعيد لتقدم لكم تهانيها القلبيّة و شكرها الزّائد مبتهلة إلى المولى العلىّ القدير أن يعيد من أمثال هذا العيد عليكم بالعزّ و الرّفاهية و الهناء و السّلام

٩ جمادى الأخرى سنة ١٣٤٠
الموافق ٧ فبراير سنة ١٩٢٢

من أصدقائكم المخلصين
اعضاء الجمعيّة الإسلاميّة
بكمبرج

بیادگار شصتمین سال عمر عزیز گرامی دانشمند فرزانه جناب پروفسور ادوارد براون است قطعه در مجلس انشاد گردید

شنیده بودم در ربیع [illegible] بهار
صدیق باد و ادوارد براون آن [illegible]

[illegible] بوده است [illegible]
بدیدمش [illegible] خوش [illegible]

ولیک با فضل و هنر [illegible]
[illegible] خوبی و [illegible]

سبب نمود سوال و [illegible] جواب
[illegible] من و جان [illegible]

[illegible] بوده [illegible] عمل
بگاه مرد خرد [illegible]

[illegible] فضل
[illegible] بیش و [illegible]

[illegible] ز احوال فضیلت او داد
بدون [illegible] ستوده باد

ای عزیز [illegible] نقص و کمال
[illegible] و خامه [illegible]

خصوص در ادب و [illegible]
بنام [illegible] فضل و صاحب عباد

[illegible]
ضعیف [illegible]

[illegible] سال و [illegible]
[illegible]

[illegible]
بسالها [illegible] آزاد و مرد و دانش داد

همیشه باد [illegible] رفقای [illegible]
برای عرض ارادت [illegible] باد

[illegible] نقدیر
[illegible]

عماد [illegible]
گر یادگار [illegible]

در ماه ربیع الاول سال یکهزار و سیصد و سی و نه هجری ۱۳۳۹ [illegible] بنده الفقیر میرزا حسین خان عماد الکتاب قزوینی نوشته [illegible]

خطابه اعیان ایران

حضور محترم جناب ادیب شهیر دانشمند معظم آقای پروفسور ادوارد براون دام افاضاته

در این موقع که شصتمین سال عمر عزیز آن یگانه استاد معظم بپایان میرسد امضاکنندگان ذیل نه فقط از جانب خود بلکه از طرف ایرانیان قدردان تبریکات صمیمانه و تهنیتهای خالصانه خود را تقدیم وجود مبارک داشته از خداوند متعال طول عمر و سلامتی آن دوست حقیقی ایران را مسئلت مینمایند . خدمات جنابعالی بمعارف و ادبیات ایران بالخصوص و زبان فارسی بحدیست که لسان ما یارای تقریر و قلم را قدرت تحریر نیست . اکنون فرصت را غنیمت شمرده برای اظهار سپاسگذاری از زحماتی که برای ما و مملکت ما متحمل شده اید و ملت ایران رهین منت است یادگاری ذیقیمت در نظر گرفته یک تخته قالی کاشانی بطور هدیه بحضور مبارک ارسال میداریم امیدواریم بواسطه قبول آن بر مراتب تشکر و امتنان ما خواهید افزود طهران ۲۰ ربیع الاول ۱۳۳۹

[illegible]

ادبیات

محسوساتِ جوش

کیون اختیار کیسی اب سالکون نے راہین   دل پر نظر نہین ہی، جبیون پہ ہین نگاہین
تعلیم دی جنون نے رندون کو بانکپن کی   رستہ ملا جو سیدھا، کج ہوگئین کلاہین

عشق سے مست ہون، مجھی ساغرِ ہوش سی غرض   نرگسِ سیاہ چشم کو سرمہ فروش سے غرض
آپکو مسِّ خیر و شر، آپ مین حبِّ مال و زر   آپ جنون سے بےخبر، آپکو جوش سے غرض!

عقل و خرد سے ارتباط، روح کو وجہِ ننگ ہی   پائے جنون اُدھر نہ جا، دشتِ شعور تنگ ہی
فرق ہی حسن و عشق کا، عکس ہے ہم پر ایک ہی   تیری جبین کی خستگی، اُنکی جبین کا رنگ ہی

تیرے ہر ایک عہد پر جشن منائے شاد ہو   تجھسے بہانہ ساز کو، مجھسا خوش اعتقاد ہو
ہم سے وفا پرست اگر کارِ جنون کو چھوڑ دین   اہلِ خرد کے درمیان جوشؔ بڑا فساد ہو

دل کو قریب مرگ ہے، مضطرِ سوز و ساز ہو   زلف بدوش اِدھر بھی آ، عمر تری دراز ہو
کتنی کرشمہ ساز ہین حسن کی بے نیازیان   تابشِ تاجِ خسروی، خاکِ درِ ایاز ہو

دل مین نہ کیون خلیل کے ذکر سے ارتعاش ہو　　مطلع مہر دلبری خانہ بت تراش ہو

کون سُنائے جا کے آہ، حال یہ بزم یار مین　　کب سے پڑا ہوا ہے جوش دو دنیخ انتظار مین

دل سے گداز کھینچکر میری نظر مین لائے کیون　　جسکو خیال راز ہو، ناز سے مسکرائے کیون

نور رگون مین دوڑجائے، پردۂ دل جلا تو دو　　دیکھنا رقص پھر مرا، پہلے نقاب اٹھا تو دو
میرے مکان مین تم مکین، مین ہون مکان سے بیخبر　　ڈہونڈھہی لونگا مین تمھین، مجھکو مرا پتا تو دو
تم کو غرور ناز ہے، تم ہو تغافل آشنا،　　اچھا اگر یہ بات ہے، دل سے بھی بھلا تو دو

قندِ پارسی

مولانا حمید الدین صاحب بی اے

ذرۂ عشقی جہانے عقل را غارتگر است　　پنبۂ گر صد تودہ باشد آفتش یک اخگر است
جز بہ کاری نیا مد عشق باتر دامنی　　کا تش انگیز دسراسر دود اگر مجمر تر است
ہر دلی کا باد شد بے داغ عشقی کے بود　　خانہ کا با دان بود بہر ش چراغے درخور است
عقل و دانش عاشقان را خوش کشد سودام عشق　　کہ کمند گردن پروانہ خود بال و پر است

مطبوعاتِ جدیدہ

آثار السنن، مولانا محمد بن علی شوق نیموی عظیم آبادی مرحوم ہمارے ان علماے متاخرین میں تھے جنمین علماے متقدمین کے کارنامون کی جھلک پائی جاتی تھی، مولانا مرحوم غالی حنفی تھے، ان کا خیال تھا کہ چونکہ علماے احناف نے فقہ کے باعتبار حدیث کی طرف کم توجہ کی، اسلئے عام حدیث خوانون کو حنفی مسائل زیادہ تر حدیث کے مخالف معلوم ہوتے ہین، اسی ضرورت کو پیش نظر رکھکر وہ آثار السنن کے نام سے کئی جلدون مین ایک مجموعۂ حدیث مرتب کرنا چاہتے تھے جس سے حنفی مسائل کی صحت اور آثار وسنن سے ان کا ماخذ معلوم ہو، مرحوم اس مجموعہ کے صرف دو حصے مرتب کر سکے تھے کہ وفات پائی یہ مجموعہ متعدد حیثیات سے قابل قدر ہے فقہی ابواب پر اسکی ترتیب ہے، اور حنفی مسائل کی مؤید حدیثین ان مین درج ہین، جا بجا احادیث پر نقد بھی ہے، اور فقہا و محدثین کے مذاہب بھی بتلائے ہین، قیمت لکھی نہین، غالبًا ڈیڑھ دو روپیہ ہوگی پتہ: رحمانیہ پریس مونگیر،

ضمان الفردوس، مولانا مفتی عنایت احمد صاحب مرحوم جو ۱۸۵۷ء کے ان علما مین تھے جنھون نے حق وصداقت کی خاطر حبس دوام کی سزا برداشت کی، اور اس عالم مین بھی ان کا قلم علم کی خدمت کے لئے آزاد اور بیباک رہا، اردو مین تاریخ حبیب الٰہ انکی مشہور کتاب ہے، یہ رسالہ بھی اُنہی کی تصنیف ہے، جسمین حفظِ لسان، اور پاکدامنی کے متعلق احادیث جمع کی گئی ہین مفتی صاحب کا نام رسالہ کی جامعیت اور استناد کے لئے کافی ہے، قیمت ۵/

احکامِ موتیٰ: مولوی سید شاہ غنیمت حسین صاحب نے اس رسالہ مین مُردون کی تجہیز وتکفین کے متعلق ہر قسم کے معلومات کتب فقہ سے فراہم کردیئے ہین، قیمت ۴/ دونون رسالے رحمانیہ پریس مونگیر سے طلب کیجئے

مختصر تاریخ اسلامی: شیخ محی الدین خیاط مصری نے اسکولون مین تعلیم کے لئے تاریخ اسلام کا ایک سلسلہ لکھا تھا جو بچون کے لئے نہایت مفید ہے، ہم مدت سے اسکے ترجمہ کی ضرورت محسوس کر رہے تھے، خوشی کی بات ہے کہ مولوی خلیل الرحمان صاحب لاہور نے اس کام کو خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دیا، اور ان کتابون کا سہل سلیس، اور عام فہم ترجمہ کسیقدر حذف و اضافہ کے ساتھ کردیا ہے،

یہ سلسلہ چار حصون مین منقسم ہے جو بہ ترتیب ذیل ہین:-

حصۂ اول عہد نبوت ۸ر، دوم خلافت راشدہ ۹ر، حصہ سوم بنوامیہ ۱۱ر، حصہ چہارم عباسیہ ۱۲ر،

ہمکو اُمید ہے کہ قومی اسکولون مین یہ سلسلہ رواج پائیگا، پتہ: عبدالرشید اینڈ برادرس دارالکتب لاہور،

نئی زبان: انجمن ترقی اُردو نے وضع اصطلاحات کا جو اہم کام اپنے ذمہ لیا تھا اسکا ایک نمونہ رسالہ اُردو کے ذریعہ سے نگاہون کے سامنے آچکا ہے، یعنی اُسکے دو نمبرون مین فزکس وغیرہ کے اصطلاحات شایع ہوچکے ہین، جناب محمد سراج الدین صاحب طالب نے اس مختصر رسالہ مین اُن پر نکتہ چینی کی ہے، پتہ: پرانی حویلی حیدر آباد دکن، نمبر مکان ۴۴۴۴،

ہمایون: آنریبل جسٹس میان محمد شاہ دین مرحوم کی یادگار مین اُن کے لائق صاحبزادہ میان بشیر احمد صاحب بیرسٹرایٹ لا نے یہ ادبی رسالہ لاہور سے جاری کیا ہے، مولوی تاجور صاحب فاضل دیوبند بھی شریک تحریر ہین، اسوقت تک اُسکے دو نمبر نکل چکے ہین، کوشش کیگئی ہے کہ رسالہ مذاق اعلیٰ کو تسلی دیسکے، پنجاب کے بعض قدیم اہل قلم جو مخزن کے بعد کچھ افسردہ سے ہوگئے تھے، اسکے صفحات مین کروٹین بدلتے ہوئے معلوم ہوتے ہین، کاغذ، لکھائی چھپائی عمدہ ہے، مضامین بھی خاصے ہوتے ہین، لیکن فرائض ادارت کی مجبوریان بعض اوقات معیار سے کمتر مضامین کی اشاعت کا باعث بھی ہوجاتی ہین، ملک ہند کے وزیر تعلیم میان محمد شفیع صاحب کے قلم سے دو صفحہ کا ایک مضمون تعلیم پر نکلا ہے، ہمکو ہندوستان کے

ایک اعلیٰ ترین ماہر تعلیم سے جس بلندی پایہ کی توقع ہو سکتی تھی اسکو چھوڑ کر ایک معمولی مضمون حیثیت سے بھی افسوس ہے کہ ہم اس دو صفحہ مضمون کی کوئی داد نہین دیسکتے،

ہمایون کے لئے ایک فال ہمایون یہ ہے کہ اس نے بعض امراء اور اعلیٰ عہدہ داران سلطنت کو بھی اپنی طرف ملتفت کیا ہے جو ملک کے علمی کامون کی طرف شاید ہی کبھی متوجہ ہوتے ہین، قیمت ... منزنگ روڈ، لاہور۔

نگار: اس نام کا ایک علمی اور ادبی رسالہ صوری اور معنوی خوبیون کے ساتھ جناب مولوی نیاز فتحپوری کی ایڈیٹری مین آگرہ سے نکلنا شروع ہوا ہے، جناب نیاز ایک کہنہ مشق انشاپرداز ہین اسلئے انکی ادارت مین ایسے رسالہ کا شایع ہونا اسکی خوبی کی ضمانت ہے، نیاز صاحب کے معاون جناب مخمور (بی، اے) اکبرآبادی ہین، مضامین نظم و نثر لطیف اور دلچسپ ہین، یہ کوشش کی ہے کہ سائنس، ادب، اور لطائف و نکات سب یکجا کردیئے جائین، جناب نیاز کی خدمت مین کیا یہ پیشگی گذارش مناسب ہوگی کہ وہ اسکو نقاد بنانے کی کوشش نہ کرینگے، ضخامت ۸۰ صفحات تقطیع بڑی، قیمت ..، پتہ: نگار، آگرہ،

جہان آرا بیگم: تیموری خواتین مین جہان آرا بیگم خوش قسمت ہے کہ اردو مین اسکی دو مستند اور سنجیدہ سوانح عمریان لکھی گئی ہین، اس سے پہلے مولوی محبوب الرحمن صاحب کلیم بی، اے اسکی ایک سوانح عمری لکھ چکے ہین، اب جناب ضیاء الدین احمد صاحب برنی بی، اے نے اسکی دوسری سوانح عمری لکھی ہے، پہلے مین زیادہ تر اہل قلم کی تنقید ہے اور اسمین علمی پہلو زیادہ نمایان ہے، فارسی کی اصل تاریخون کی عبارتین نقل کیگئی ہین، جہان آرا کی تصنیف مونس الارواح کی ایک سطر کا صفحہ (موجودہ دارالمصنفین) اور بیگم کی مہر کے فوٹو بھی اسمین دیئے گئے ہین، ... مہاراشٹر کے ایک ہندو رئیس کے قبضہ مین ہے، آخر مین بیگم کے فرامین اور بعض نادر سیاسی مراسلات ہین، ... کتاب مستند، پر معلومات اور سنجیدہ ہے، امید ہے کہ اہل ملک اسکی قدر کرینگے، قیمت ..، پتہ ... دفتر الاخوان تاجران کتب ...

دیوان حمید، مولانا کا فارسی دیوان مع تصویر ۱۲ر

خرد نامہ، منظوم مقالے فارسی زبان میں امثال سلیمان کا ترجمہ ۴ر

مولانا سید سلیمان ندوی

ارض القرآن جلد دوم، اقوام قرآن میں سے مدین اصحاب الایکہ، قوم لوط، بنو اسمٰعیل، اصحاب الرس، اصحاب الحجر، بنو قیدار، انصار اور قریش کی تاریخ، اور عرب کی تجارت زبان اور مذہب پر تفصیلی مباحث صفحہ ۲۵۱ ۱۲ر

سیرۃ عائشہؓ، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے احوال زندگی قرون اولی کی خانہ جنگیوں کے اصلی اسباب، اور ام المومنین کے فضائل و مناقب اور ان کے اجتہادات و کمالات پر مفصل تبصرہ ضخامت ۳۰۰ صفحے قیمت ۲ر

لغات جدیدہ، چار ہزار جدید عربی الفاظ کی ڈکشنری عہ

دروس الادب، عربی کی پہلی ریڈر طبع سوم مع ترمیم ۲ر

دوسری ریڈر طبع دوم ۳ر

رسالہ اہل سنت والجماعت، فرقۂ اہل السنۃ والجماعت کے اصولی عقائد کی تحقیق ۸ر

حیات مالک، امام مالک کی سوانح عمری اور موطا مالک پر تبصرہ ۵ر

خلافت اور ہندوستان، آغاز اسلام سے اس عہد تک مسلمانان ہند اور خلافت اسلام کے تعلقات اور سلاطین ہند کے فرمان اور سکوں سے خلافت، ۸ر

ہمارے فرائض اسلام ۲ر

مولانا عبد السلام ندوی

سیرۃ عمر بن عبد العزیز، یعنی اموی خلیفہ عمر بن عبد العزیز کی مفصل سوانح عمری اور ان کے عہد حکومت کے تمام ملکی مذہبی اور سیاسی کارناموں اور ان کے تجدیدانہ اعمال کی تشریح و توضیح صفحے ۱۹۰، قیمت ۱۲ر

اسوۂ صحابہ، صحابہ کرامؓ کے عقائد، عبادات، اخلاق اور معاشرت کی صحیح تصویر اور قرن اول کے اسلام کا نقشہ کہ اسکا مطالعہ ہر مسلمان کا فرض ہے صفحات ۳۵۰ قیمت ۲ر

مولوی عبد الباری ندوی

برکلے اور اس کا فلسفہ، مشہور فلاسفر برکلے کے حالات زندگی اور اسکے فلسفہ کی تشریح مجلد ۱ر غیر مجلد ۱۲ر

مبادی علم انسانی، مادیت کی تردید میں برکلے کی مشہور کتاب پرنسپلس آف ہیومن نالج کا نہایت مفید اور سنجیدہ ترجمہ جس میں علم انسانی پر بحث کر کے مادیت کا ابطال کیا ہے مجلد ۱ر

مذہب و عقلیات، جس میں پر زور دلائل و مستند یورپین فلاسفر کے بیانات سے ثابت کیا گیا ہے کہ مذہب و عقل میں تصادم کا امکان ہی نہیں، ۱۰ر

مولوی عبد الماجد بی اے

فلسفۂ اجتماع، جماعات انسانی کا علم النفس ۱ر

فلسفۂ جذبات، جذبات انسانی کی نفسیاتی تشریح ۱ر

تاریخ اخلاق یورپ، لیکی کی ہسٹری آف یورپین مارلس کا ترجمہ جس میں فلسفۂ اخلاق پر ضمنی مباحث کے علاوہ یورپ کے تدریجی اخلاقی رفتار کی تشریح کی ہے قیمت جلد اول ۳ر، جلد دوم ۲ر

[illegible]

[illegible] کی اہم [illegible]

[illegible] القرآن [illegible] ایک [illegible] تصنیف [illegible]

[illegible] کی [illegible] پر بہترین [illegible]

[illegible] سماوی: توراۃ انجیل اور قرآن مجید کی

ترتیب کی تاریخ کا باہمی موازنہ اور مخالفین اسلام کے

[illegible] قرآن کا جواب قسم اول [illegible]

[illegible] کی [illegible] ۱۲

مولوی محمد یونس فرنگی محلی

[illegible] صاحب کی کتاب [illegible] انسانی کے [illegible]

[illegible] صفحہ ۲۳۲ [illegible]

[illegible] صاحب ناظم تعلیمات بھوپال

[illegible] اسلامی مسائل کی [illegible] تشریح [illegible]

[illegible] بیان [illegible]

[illegible] صاحب [illegible] تاریخ بھوپال

[illegible] مسائل [illegible]

[illegible] کے

[illegible]

[illegible]

نعت پیمبر [illegible]

پروفیسر محمد سجاد مرزا بیگ [illegible]

الاستدلال [illegible] کے [illegible]

تحلیل [illegible] بیان کیے گئے [illegible]

الانسان [illegible] کے تمام [illegible]

[illegible] کی گئی ہے صفحہ [illegible] قیمت [illegible]

تسہیل البلاغت اردو زبان میں فن فصاحت [illegible]

اور [illegible] کتاب ہے

[illegible]

[illegible]

معارف

[illegible]

[illegible]

معارف

مجلس مصنفین کا ماہوار علمی رسالہ

مرتبہ

سید سلیمان ندوی

قیمت پانچ روپیہ سالانہ مع محصول

مطبع معارف میں چھپکر

[illegible]

کتب خانہ دارالمصنفین اعظم گڑھ

علامہ شبلی نعمانی

سیرۃ النبی صلعم حصہ اول طبع دوم سے، للعہ/

ایضاً حصہ دوم طبع اول عہ/ للعہ/

الفاروق حضرت فاروق اعظم کی لائف اور طرز حکومت عہ/

الغزالی، امام غزالی کی سوانح عمری اور ان کا فلسفہ ۱۲/

سیرۃ النعمان، امام ابوحنیفہ کی سوانح عمری اور انکے اجتہادات و مسائل قیمت ۱۲/

شعر العجم حصہ اول، شاعری کی حقیقت فارسی شاعری کا آغاز و قدما کا دور سے/

ایضاً حصہ دوم، شعرائے متوسطین کا دور

ایضاً حصہ سوم، شعرائے متاخرین کا دور ۱۲/

(حصہ چہارم زیر طبع ہے)

ایضاً حصہ پنجم فلسفیانہ، صوفیانہ اور اخلاقی شاعری پر تبصرہ عا/

الانتقاد علی التمدن الاسلامی، جرجی زیدان کے تمدن اسلامی پر عربی میں ریویو ۸/

سفرنامہ مصر و شام، [illegible] عا/

موازنہ انیس و دبیر، انیس کی شاعری پر ریویو ۱۲/

المامون، خلیفہ مامون الرشید کے عہد سلطنت کے حالات ۱۲/

مضامین عالمگیر، [illegible] اورنگ زیب عالمگیر [illegible] اعتراضات کے جوابات ۱۲/

مکاتیب شبلی، مولانائے مرحوم کے خطوط کا مجموعہ جو علمی، قومی، ادبی، اخلاقی معلومات کا خزانہ ہے جلد اول ۱۲/

ایضاً، جلد دوم ۱۲/

رسائل شبلی، مولانا کے ۱۲ مختلف علمی مضامین کا مجموعہ قیمت ۱۲/

قصیدۂ امرتسر، امرتسر کے اجلاس ندوۃ العلماء میں مولانا نے جو فارسی قصیدہ پڑھا تھا طبع رنگین و اعلی مطبع نامی کانپور ۲/

مجموعۂ کلام شبلی، اردو ۱۲/

مثنوی صبح امید، اردو ۴/

دیوان شبلی، فارسی عہ/

مولنا حمید الدین صاحب بی اے

تفسیر سورۂ تحریم جدید طرز پر عربی میں قرآن مجید کی تفسیر ۴/

تفسیر سورۂ قیامہ ۴/

تفسیر سورۂ والشمس ۴/

تفسیر سورۂ والکوثر ۴/

تفسیر سورۂ والعصر ۴/

الرای الصحیح فی من ہو الذبیح، عربی میں حضرت اسمٰعیل کے ذبیح ہونے پر ایک [illegible] اور [illegible] رسالہ

اسباق النحو سہل طرز پر عربی گرامر، اردو ۸/

مضامین

شذرات

حکومت فلسطین کے لئے جو جدید آئین وقانون منظور ہوا ہے، اسکی ایک دفعہ یہ بھی ہے کہ سرکاری زبان بجائے ایک کے تین تسلیم کیگئی ہین، یعنی عربی، عبرانی، وانگریزی - مجالس قانونی کی کارروائی نیز سرکاری کاغذات کی اشاعت تینون زبانون مین ہوتی رہیگی، سوئٹزرلینڈ کی مثال کسی پچھلے نمبر مین دیجا چکی ہے، یہ تازہ نظیر بھی ان حضرات کے لئے قابل غور ہے، جو اردو وہندی کو دو مختلف زبانین قرار دیکر ان کے تناقض سے ہندوستان کے اتحاد ملکی وشیرازۂ قومیت کے عدم امکان پر استدلال کرتے رہتے ہین،

گذشتہ نمبر مین ذکر آچکا ہے کہ ایم، مہدی حسن مرحوم کی جگہ پر دارالمصنفین کی جماعت انتظامیہ کے ایک رکن ڈاکٹر سید محمود، پی، ایچ، ڈی، سکریٹری مرکزی خلافت کمیٹی منتخب ہوئے، ان سطرون کی سیاہی ہنوز خشک نہین ہونے پائی تھی کہ ڈاکٹر موصوف کی گرفتاری کی خبر موصول ہوئی، ہماری مختصر جماعت انتظامیہ مین ڈاکٹر محمود سب سے پہلے شخص ہین جنہین اسوۂ یوسفی کا یہ شرف وامتیاز حاصل ہوا ہے، اسلئے وہ ہم سب کی جانب سے تبریک وتہنیت کے مستحق ہین، انکی زندگی آج سے کچھ پیشتر تک نازونعمت کی زندگی رہی ہے، تاہم انکی سنجیدگی واستقامت، ان کا خلوص ودیانت، انکی خاکساری وبےنفسی، یہ اوصاف ایسے ہین جو اس آتش نمرود کو ان پر یقیناً گلزار خلیل بنا کر رہین گے۔

دنیا کی تاریخ مین یہ واقعہ اپنی نوعیت مین انوکھا نہین، ہزارہا برس ہوئے کہ ایک بہت بڑے برگزیدہ و مقدس بندہ کے متعلق انکی بے وفائی، بے تصوری، اور پاکدامنی کے متعدد تجربات کے باوجود بھی اسوقت کے خدایان حکومت کو مصلحت کار اسی مین نظر آئی تھی کہ اُسے ایک عرصہ کے لئے محبوس کردیا جائے، ثم بدا لھم من بعد ما راوا الایٰت لیسجننہ حتٰی حین، ...... لیکن نتیجہ کیا ہوا یہ کہ چند روز بعد، وہی ہاتھ جو ملزم کو زنجیرون مین جکڑ رہے تھے اسکی تعظیم و استقبال کے لئے اُٹھنے پر مجبور تھے، اور وہی زبانین جو کل تک اسکے مجرم و سزا یافتہ ہونے پر طنز کررہی تھین، آج یہ عرض کرنے پر مجبور تھین کہ حضرت، آج سے آپ ہماری سرکار مین بڑے ہی باوقار و صاحب اعتبار ہین، انک الیوم لدینا مکین امین یہانتک کہ بالآخر یہی بے یار و بے یاور، محبوس و زندانی ساری مملکت مصر پر متصرف و مختار ہوجاتا ہے، اور یہ واقعہ عام سنت الٰہی بن کر قیامت تک کے لئے ایک کلیہ قرار پاجاتا ہے وَکذٰلک مکنا لیوسف فی الارض یتبوا منھا حیث یشاء نصیب برحمتنا من نشاء ولا نضیع اجر المحسنین
شام کی تاریکی پھیل چکی ہے، لیکن ہر شام کی اُداسی پیش خیمہ ہوتی ہے صبح کی مسرت و فرحت کا، مبارک ہین وہ آنکھین جو اس شب تار مین بھی بیدار و کشادہ ہین،

مسلمانون کو اپنی مذہبی زبان سے جو شغف و محبت ہے، اسکا ایک تازہ ثبوت اس واقعہ سے بھی بہم پہنچتا ہے کہ گذشتہ کے میٹریکولیشن امتحان مین الہ آباد یونیورسٹی مین ۲۵۱۰ طلبہ نے شرکت کی، انمین سائنس کا مضمون لینے والون کی تعداد ۱۹۴۱ تھی، ڈرائینگ لینے والون کی ۲۸۷، سنسکرت لینے والون کی ۱۱۷۰، فارسی لینے والون کی ۳۹۸، اور عربی لینے والون کی عظیم الشان تعداد پورے ایک درجن (۱۲) کی تھی، جس قوم کے احساس حمیت و غیرت کو واقعات و اعداد کی قوت بیدار نہین کرسکتی اسکے لئے الفاظ کا تازیانہ بھی قطعاً لاحاصل ہے،

کچھ روز ہوئے لندن کے ایک ہوٹل مین ایک دلچسپ موضوع پر علمی مذاکرہ ہوا، عنوان بحث یہ تھا کہ ایک صدی کے بعد برطانوی شہنشاہی مین کس حالت مین ہو گی؟ جلسہ مین پہلے انگلستان کے مشہور صاحب فکر و قلم ایچ، جی، ویلز کی تحریر پڑہی گئی، جسکا مفہوم یہ تہا کہ ایک صدی کے اندر برٹش ایمپائر کا وجود بھی نہ باقی رہیگا، اسوقت تک یا تو یہ سلطنت ارتقاے تہذیب و تمدن مین اپنے فرائض پوری طرح انجام دیکر آزاد ریاستہاے متحدہ کی طرح کسی جمہوری قالب مین تبدیل ہو چکی ہو گی اور یا چین و رومی شہنشاہیون کی طرح انسانی ترقی کے حق مین سد راہ ہو کر فنا و مردہ ہو چکی ہو گی، جلسہ مین ایک اور نامور مصنف سر رائیڈر ہیگرڈ بھی موجود تھے، انھون نے اس خیال کی کلیۃً تردید کی، اور ارشاد فرمایا کہ روے ارض پر اب تک جو بہترین نظام حکومت قائم ہو سکا ہے وہ یہی برٹش ایمپائر ہے، اُسکی بربادی دنیا کی بربادی کا پیش خیمہ ثابت ہو گی، ایک صدی مین یہ بے شبہہ ممکن ہے کہ مشرق مین برطانوی اقتدار نہ باقی رہجائے لیکن اسکا علاج یہ ہے کہ خالص برطانوی نسل کی قوت کو ترقی دیجاتی رہے، ہمارے بقاے وجود کے لئے اسی کو قوت دیتے رہنا کافی ہو گا،

مستقبل کی بابت یقین و قطعیت کے ساتھ حکم لگانا تو "دانایان فرنگ" و "عقلاے مغرب" ہی کا کام ہو سکتا ہے، پست حوصلہ، کم ہمت و تاریک خیال مشرق بے دیکر صرف ماضی ہی کے مطالعہ مین مصروف رہ سکتا ہے، اور یہ مطالعہ بھی عقل کی برقی روشنی مین نہ ہو گا بلکہ نقل کے فطری مصباح ہدایت کی شعاعون مین اُسکے محدود کتبخانہ کی الماری کے سب سے اونچے خانہ مین ایک "کتاب مبین" رکھی رہتی ہے اسمین ایک قانون کی دفعہ اسکو ان الفاظ مین ملتی ہے :-

افلم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبۃ الذین من قبلھم کانوا اکثر منھم	کیا یہ لوگ روے زمین پر نہین چلے پھرے اور اس پر نظر نہین کی کہ جو لوگ ان سے پہلے ہوگذرے مین انکا

واشد قوة وآثارا فی الارض فما
اغنیٰ عنہم ما کانوا یکسبون ، فلما
جاءتہم رسلہم بالبینٰت فرحوا
بما عندہم من العلم وحاق
بہم ما کانوا بہ یستہزءون
فلما راؤا بأسنا قالوا آمنا باللہ
وحدہٗ وکفرنا بما کنا
بہ مشرکین ، فلم یک ینفعہم
ایمانہم لما راؤا بأسنا ، سنت
اللہ التی قد خلت فی عبادہ
وخسر ہنالک الکافرون
(مومن ۹)
.. ..

کیا انجام ہوا وہ ان سے تعداد مین کہین زیادہ تھے
قوت اور اپنے آثار باقیہ کے اعتبار سے ان لوگون
کہین بڑھ چڑھ کر تھے ، مگر انکی یہ ساری دنیوی کمائی انکے
کچھ کام نہ آئی ، جب ان کے رسول انکے پاس کھلی ہوئی
نشانیان لیکر آئے تو یہ لوگ اپنی لیاقت علمی پر نازان رہے
اور بالآخر جس عذاب کی ہنسی اڑایا کرتے تھے وہی ان پر
الٹا پڑا ، پس جب انھون نے ہمارا عذاب آتا دیکھا تو کہنے
لگے کہ اب ہم خداے واحد پر ایمان لائے اور جن چیزون کو
شریک خدائی ٹہراتے تھے انہین اب ہم نہین مانتے مگر
اسوقت جبکہ ہمارے عذاب کو آتے انہون نے دیکھ لیا ان
ان کا ایمان لانا کچھ بھی سودمند نہ ہوا ، یہ قانون الٰہی ہے جو
سدا سے اسکے بندون مین جاری ہے جو لوگ منکر تھے
وہی نزول عذاب کے وقت گھاٹے مین رہے ،

یاممکن ہے یورپ کو اپنے غیر محدود ذرایع معلومات سے اس قدیم قانون کی تنسیخ کی اطلاع مل گئی ہو ،

ڈیلی میل ، انگلستان کا نہایت کثیر الاشاعت اخبار ہے ، اسکے ایک تازہ نمبر مین ایک " ماہر
نفسیات " کا مضمون " زندگی سے خائف " کے عنوان سے شائع ہوا ہے ، جسمین اس مسئلہ پر بحث کیگئی ہے
کہ متمدن ممالک مین زندگی کی جانب سے بے لطفی و انقباض بلکہ خوف ، روز بروز کیون بڑھتا جاتا ہے ؟
فاضل مضمون نگار فرماتے ہین کہ ،

حال ہی میں نے بکثرت اشخاص (ذکور و اناث) سے سوال کیا کہ اگر ممکن ہو تو آپ دوبارہ دنیا میں آنا چاہتے ہیں؟ مگر کسی نے اسکا جواب قطعاً اثبات میں نہیں دیا۔۔۔۔

جس سے معلوم ہوا کہ زندگی کی جانب سے بے لطفی و بے انبساطی کی لہر عام طور پر چڑھتی جاتی ہے اور اسکے علامات و شواہد ہر طرف نظر آرہے ہیں، جنون و دیوانگی کا مرض بڑھتا جاتا ہے خودکشی کرنے والون کی تعداد ترقی پر ہے، امراض دماغی چیچک سے کم کثیر الوقوع نہیں ہو رہے ہیں، وقتی مسرت و بے فکری کے حصول کے لئے مے نوشی ایک عام عادت ہوتی جاتی ہے،۔۔۔۔

بے قناعتی اور بے اطمینانی کی ہر طرف گرم بازاری ہے، اور افکار و تردّدات سے ہنگامی فرصت حاصل کرنے کے لئے منشی و جوش آفرین دواؤن کا استعمال روز افزون ہے"

سب سے بڑھکر یہ کہ سکون و راحت جس شے کا نام ہے، وہ موجودہ متمدن دنیا سے بالکل عنقا ہو گئی ہے، ہر شخص افتان و خیزان حوادث عالم کے تیز دھارے کے ساتھ بہا چلا جا رہا ہے اور نشہ یا تماشہ کی مدد سے کردہات دنیوی سے جو عارضی نجات مل جاتی ہے، اسی کو بہت غنیمت سمجھتا ہے، ان حالات مین فاضل موصوف، خاتمہ پر دردناک لہجہ مین سوال کرتے ہین کہ کوئی ہے جو اس بے انبساطی کی وبا کی اصل علت کا پتہ لگا سکے؟

اللہ اکبر! یہ صدائے کرب و فریاد آج کہان سے اُٹھہ رہی ہے؟ اس مقدس سرزمین سے جسکا چپہ چپہ ہماری نظرون مین کامرانیون اور خوش بختیون کا گنجینہ تہا، جسکا ایک ایک ہوٹل اور چائے خانہ ایک ایک قصر و ایوان ہمارے نزدیک جنتِ نگاہ و فردوس گوش تہا، اور جسکی ایک سرسری سیاحت ہمارے قلوب کو مسرت و نشاط، سرور و شادمانی کے جذبات سے معمور کر دینے کے لئے کافی تھی! کیا خدانخواستہ حزن و الم، انقباض و ملال کا گذر اس شبستان عشرت کے حدود مین بھی ہے؟ کیا جس سرزمین کو ہم

ہم اجتک خوشحالی بدمستی وشباب، دلربائی و نزاکت کی تصویر سمجھتے رہے، وہ دراصل ایک جوشاندہ شاداں ثابت ہو رہی ہے؟ کیا ہمارا معزوعنہ ایمان عیش درحقیقت ماتم سرا تھا؟ کیا اجتک ہم زہر پر قند کا دھوکا، ماتم کدون پر رقص و سرود کا، اور عفریت گاہ پر پرستان کا دھوکا کہاتے رہے؟ پس ماتم کرنا چاہیئے ہمین اپنی محرومیون پر، اپنی شور بختیون پر، اور اپنی حسرت نصیبیون پر، کہ سراب پر آب کا گمان کرتے رہے!

یورپ کا ماہر نفسیات نرطیاس و حسرت مین پکار اٹھتا ہے کہ کوئی ہے جو دل کی بیقراری، بے اطمینانی، و بے انبساطی کا علاج بتا سکے؟ صحراے عرب کا ایک اُمّی جواب دیتا ہے کہ مین طبیب مطلق کے حکم سے ایک قطعی و مجرب نسخہ بتاتا ہون، اگر تمہاری قسمت تمہاری بداعمالیون کے باعث بالکل ہی سیاہ نہین ہو چکی ہے تو تمہین بھی اُسکے استعمال کی توفیق ہوگی"۔ اس نسخہ کا صرف ایک ہی جزو ہے اور وہ ایک چھوٹا سا پنج حرفی لفظ ہے، **ایمان**، دلون مین اطمینان و بیخوفی پیدا کرنے والی، اور قلوب کو اضطراب و تردد سے نجات دلانے والی صرف یہی ایک شے ہے، شافی مطلق کے صحیفۂ شفا کے تقریباً ہر صفحہ مین اسکا ذکر آتا ہے، کسی مقام پر یون ارشاد ہوتا ہے، کہ

ما اصاب من مصیبۃ الا باذن اللّٰہ	ہر مصیبت خدا ہی کی طرف سے آتی ہے اور جو لوگ خدا پر
ومن یؤمن باللّٰہ یھد قلبہ	ایمان رکھتے ہین وہ انکے دلونکو ایسے مواقع پر تسکین دیتا ہے

کہین یہ الفاظ وارد ہوتے ہین کہ

فمن یؤمن بربہ فلا یخاف بخسًا ولا	جو لوگ اپنے پروردگار پر ایمان رکھتے ہین انہین نہ کسی نقصان کا
رھقا۔ (جن-۱)	خوف رہتا ہے نہ کسی کے ظلم کا۔

ایک مقام پر یہ فرمان صادر ہوتا ہے کہ

بیشک (بذکر اللہ تطمئن القلوب) تسکین قلوب تو ذکر الٰہی سے ہوتی ہے،

ایک مقام پر تو گویا اسی اہم نفسیات ہی کے سوال کو ٹھیک سامنے رکھکر جواب ملتا ہے کہ

فای فریقین احق بالامن ان کنتم تعلمون۔ الذین آمنوا و لم یلبسوا ایمانھم بظلم اولئک لھم الامن وھم مھتدون، (انعام - ۹)

یہ تو بتاؤ کہ دونوں فریقوں میں امن و اطمینان سے رہنے کا زیادہ حقدار کون ہے؟ اگر عقل رکھتے ہو تو خود ہی سمجھ لوگے کہ جو لوگ خدا پر ایمان لائے اور اپنے ایمان میں انھوں نے کسی ظلم کی آمیزش نہیں کی، وہی لوگ امن و اطمینان خاطر کے مستحق ہیں، اور وہی لوگ راہِ ہدایت پر ہیں،

الذین آمنوا و کانوا یتقون لھم البشریٰ فی الحیوٰۃ الدنیا و فی الاخرۃ لاتبدیل لکلمت اللہ ذلک ھو الفوز العظیم (یونس - ۷)

جو لوگ صاحب ایمان و صاحب تقویٰ ہوتے ہیں انکی عاقبت تو بخیر ہوتی ہے، سنت الٰہی یہ رکھی گئی ہے کہ انکی زندگی بھی بڑی راحت سے گذرتی ہے اور خیال کیا جائے تو یہ کتنی بڑی کامیابی ہے۔

ومن اعرض عن ذکری فان لہ معیشۃ ضنکا ونحشرہ یوم القیٰمۃ اعمیٰ۔ (طٰہٰ - ۷)

البتہ جن بدبختوں کے قلوب ایمان و ذکر الٰہی سے خالی ہونگے قطع نظر اسکے کہ آخرت میں وہ نابینا اٹھیں گے، دنیا میں بھی انکی زندگی ضیق ہی میں گذریگی،

اس طرح کے ایک دو نہیں، بہ کثرت ارشادات موجود ہیں، جنہیں ایمان کی دینوی برکات بیان کیگئی ہیں اور ایمان و ذکر الٰہی کو دنیوی فلاح و بہبود، امن و اطمینان کا بہترین نسخہ بتایا گیا ہے،

چھ سو برس ہوئے اسی نکتہ کی تفسیر قونیہ کے زندۂ جاوید عارف نے اپنے مخصوص لہجہ انداز میں کی تھی کہ امن و آسائش صرف خلوت گاہ حق ہی میں میسر آسکتی ہے، باقی جس طرف دوڑو گے انکا ... ...

دوست ہی کا سامنا رہیگا، اگر شب فراغ کی تلاش کروگے تو وہان بھی حشرات الارض ملاقات چھوڑینگے،
یہ قلق شانتی پیدا کرنے والی شے صرف ایمان ہے، جسکے ایمان مین جسقدر ضعف ہے اُسیقدر وہ
پریشان خیالیون مین مبتلا رہیگا، ارشاد ہوتا ہے،

ہر کہ دور از رحمت رحمٰن بود — او گدا چشم است گر سلطان بود
گر گریزی بر اُمید راحتے — زان طرف ہم پیش آید راحتے
ہیچ کنجے بے دد و بے دام نیست — جز بخلوتگاہ حق آرام نیست
واللہ ار سوراخ موشے در روی — مبتلائے گربہ چنگالے شوی
آدمی را فربہی ہست از خیال — گر خیالاتش بود صاحب جمال
ور خیالاتش نماید ناخوشے — می گدازد ہمچو موم از آتشے
صبر شیرین از خیال خوش شدست — کان خیالات فرج پیش آمدست
آن فرج آید ز ایمان در ضمیر — ضعف ایمان ناامیدی و زحیر
صبر از ایمان بیابد سر کلہ — حیث لا صبر فلا ایمان لہ

تیمار دارون اور غمخوارون کا کام یہ ہے کہ طبیب کے بلانے اور دوا کے تیار کرنے مین مدد دین
اور طبیب کا کام یہ ہے کہ نسخہ تجویز کردے، باقی اسکا استعمال کرنا، یہ صرف مریض ہی کے ہاتھ مین ہے
اس وقت ہم سب مریض ہین، دعا ہے کہ ہم سب کو اُسکے استعمال کی توفیق نصیب ہو۔

روس کا عظیم الشان قحط بدستور جاری ہے، انگریزی اخبارات و جراید مین ہر مہینہ اُسکے
متعلق ہولناک و دہشت انگیز معلومات اس کثرت سے آتے رہتے ہین کہ اگر قلب عبرت پذیر ہو تو اُسکے لئے
زندگی بھر کو کافی ہوسکتے ہین، ایک موضوع کے متعلق اطلاع آئی ہے کہ وہان کے باشندون نے کُتے

[illegible] پہیوں کی نان مارکر کہانا شروع کیا، اور جب ان کا بھی ذخیرہ ختم ہوگیا تو درخت کی چھال سے پیٹ بھرنے لگے، یہانتک کہ جب اُن کا بھی نشان نہ باقی رہ گیا تو خود لقمۂ اجل بننے لگے ایک گاؤن مین پچاس گھرانون کی آبادی تھی اسمین دس نفوس روزیہ کی شرح اموات ہونے لگی ۲۲، ۲۳ لاکھ کے قریب آبادی ترک وطن وخانمان ویران ہونے پر مجبور ہوئی ہے، ایک شہر سے دو ہزار آدمی تلاش رزق مین باہر نکلے، مسلسل فاقہ کشی کا یہ نتیجہ ہوا کہ منزل تک پہنچتے پہنچتے صرف سات سو کی جماعت زندہ بچی، باقی تیرہ سو نفوس راستہ مین لقمۂ اجل ہوگئے، متعدد مواضع ایسے ہین جنکے آمد و رفت کے راستے مسلسل برفباری نے مسدود کر دیئے ہین، وہان کے باشندون کیلئے بجز اسکے چارہ نہین کہ گھٹ گھٹ کر جان دیدین، دیوانگی کا مرض عام ہوگیا ہے، شدت گرسنگی مین بیشمار مرد و زن دیوانون کی طرح ادہر اُدہر سر ٹکراتے پھرتے ہین، غرض سارا ملک اسوقت درد و عبرت کا مجسمہ بنا ہوا ہے، اور اس کیفیت کو قائم ہوئے ایک مدت ہوچکی ہے، امریکہ اور انگلستان وغیرہ کی امدادی جماعتین کام کر رہی ہین، لیکن درحقیقت اس مہیب وعظیم الشان درد کا درمان اب کسی کے بس کی بات نہین، یہ وہی سلطنت روس ہے جسکی عظمت وجبروت کا سکہ کل تک تمام دنیا کے دل پر بیٹھا ہوا تھا۔ جسکے نام سے شرق تو الگ رہا، شیر انگلستان تک لرزا ٹھتا تھا، اور جس نے ترکون اور دوسری زبردست قومون کی پامالی مین اپنی جانب سے کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا تھا،

وکم اھلکنا قبلھم من قرنٍ ھم اشد منھم بطشا فنقبوا فی البلاد ھل من محیص۔ انّ فی ذلک لذکریٰ لمن کان لہ قلب او القی السمع وھو شھید۔

ان سے قبل ہمنے کتنی قومین ہلاک کر دی ہین اور جو زور و قوت مین ان سے بھی کہین بڑھ چڑھکر تھین اور نزول عذاب کے وقت انہون نے تمام شہرون کو چھان مارا تھا کہ کہین بھی بھاگنے کا ٹھکانا ہے؟ اور جو لوگ صاحب دل ہین یا کان لگا کر توجہ سے بات کو سنتے ہین اُنکے لیے ان واقعات مین کافی نصیحت [illegible]

مقالات

خلافت عثمانیہ

اور

دنیاے اسلام و مسیحیت کا اعتراف

ترکون کے استحقاق خلافت و عدم استحقاق پر بیسیون تحریرین نظرون کے سامنے آچکی ہین، ان صفحات مین اس سے بحث نہین کہ قریشیت کی شرط خلافت کے لئے ضروری ہے یا نہین، یا بعض شرائط خلافت کے فقدان کے باوجود اگر سلطان ستولی اسکا دعویٰ کرے تو اسکو تسلیم کرنا چاہیئے یا نہین، یا اگر ایک مدعی مین قریشیت کے علاوہ دیگر شرائط موجود ہین، اور دوسرے مین صرف ایک ہی نسبی امتیاز پایا جاتا ہے تو کسکو ترجیح ہوگی، اس تحریر کا مدعا صرف یہ ہے کہ ہر قسم کے نقائص اور فقدان شرائط کے باوجود کیا دنیاے اسلام نے یا اسلامی دنیا کے اکثر حصہ نے سلاطین عثمانیہ کی امامت و خلافت کو کہان تک تسلیم کیا اور نیز ان کے حریف سلاطین یورپ اور نصاریٰ نے بھی انکی اس حیثیت کا کہانتک اعتراف کیا -

یہ امر محتاج دلیل نہین کہ گذشتہ چار صدیون تک مسلمان اور ترک دونون مرادف الفاظ سمجھے گئے ہین، نبی عربی صلعم کا نام اس زمانہ مین "ترکون کا پیغمبر" تھا، رمضان مبارک کا نام اب بھی یورپ کی جنتریون مین "ترکی مہینہ" ہے، ان پورے چار قرنون مین اسلام کے وکیل و نمایندہ درمیان جو کچھ ہوا اسکی حیثیت صرف ترکی کو حاصل رہی، ترکی سے جنگ، اسلام سے جنگ اور ترکی سے

پیغ اسلام سے صلح بھی لی، نہ صرف مسلمانون نے بلکہ دوسری قومون نے بھی ہمیشہ یہی سمجھا تمام کرہ ارض مین ناموس اسلام کی نگہداشت، مظلوم مسلمانون کی دادخواہی و فریادرسی، شعائر اسلام کا قیام مملکت اسلام کی سرحدون کی حفاظت، ان مقدمہ کی غدمتگذاری کے تمام فرائض سلاطین عثمانیہ نے اور صرف سلاطین عثمانیہ نے انجام دیئے ہین، اور یہی خلافت وامامت کے فرائض ہین، انکے سوا اور کیا ہین، پھر ان لوگون نے جنھون نے اس فرض کو تمام دنیاے اسلام مین یکہ وتنہا انجام دیا، وہ امیرالمومنین اور امام المسلمین نہین ہین، یہ سچ ہے کہ ان مین کوئی عمر فاروق یا عمر ابن عبدالعزیز نہ تھا لیکن آج ہم مین صحابہ اور تبع تابعین کون ستھے؟

سُنا ہے کہ ہمارے عرب بھائیون کو سلاطین عثمانیہ کی اس پیشوائی سے انکار تہا، اسلئے ہمکو پہلے اُنہین کی طرف سے شروع کرنا ہے، جس زمانہ مین سلطان سلیم مصر و عرب کو اپنے دائرہ اختیار مین لایا ہے، مصر کے عمال یمن کے عربون سے برسر جنگ ستھے، مصر کے مملوک سلطان کی طرف سے یمن مین جو والی تہا وہ اسوقت ریگستان عرب مین شیوخ عرب سے برسرپیکار رہتا، لیکن اسی معرکہ کارزار اور ہنگامہ گیر و دار مین جب سلطان سلیم کا آوازہ اسکے کانون تک پہنچا اور اسکو معلوم ہوا کہ عراق و شام اور حجاز کے مسلمانون نے اسکا نام اپنی مسجدون مین خطبہ مین پڑہا تو سب سے پہلے اس نے لبیک کہا اور برسرعام اسکی پیشوائی کا اعلان کیا، روح الروح کا یمنی مورخ لکھتا ہے کہ جب مصری امیر سکندر کو یمن مین مصر کی مفتوحانہ شکست اور سلطان سلیم کی فتح کا حال معلوم ہوا تو اپنی حفاظت کے لئے

فجمع الناس الی الجامع، واعلمهم باستیلاء	اس نے لوگون کو جامع مسجد مین جمع کیا اور سلطان
سلطان الاسلام سلیم خان علی مصر وسلطانها	الاسلام سلیم کی فتح مصر کی اطلاع دی، اور صنعاء
واستقراره فی ایوانها، وخطب علی منبر	(پایہ تخت یمن) کی جامع مسجد کے منبر پر خطبہ پڑہا
جامع صنعاء واستظهر بانتسابه الی	اور سلطان سلیم کی اطاعت کی طرف اپنے کو

خلافة السلطان سلیم اوقات ...... عرب کو کے ترک کا حال کی ،

عرب کے شیوخ اور امرا مین جس نے ترکی حکام کی دستبرد کا سب سے پرزور مقابلہ کیا وہ امام یمن ہے لیکن یہ سن کر حیرت ہوگی کہ ان مین سب سے پہلے اسی نے سلاطین عثمانیہ کے دعوی کو قبول کیا خوش قسمتی سے اسوقت ہمارے سامنے ان سرکاری مراسلات کی نقلین موجود ہین، جو اس معاملہ مین سلطان سلیمان اور فخر الدین مطہر بن شرف الدین کے مابین ہوئی تھین یہ نادر تاریخی سرمایہ قلمی تاریخ یمن روح الروح کے آخر مین کسی صاحب ذوق نے نقل کئے ہین، یہ نسخہ عرب سے ایک صاحب بزرگ حاجی عبدالکریم صاحب مرحوم (مولانا شبلی مرحوم کے ماموں) اپنے ساتھ ہندوستان لائے تھے، اور اب یہ دار المصنفین کی ملک ہے،

سلطان سلیمان نے اپنے مراسلہ مین امام کے حسب ونسب اور سیادت و شرافت کی عزت کی ہے، اور پرتگیزون کی لڑائی مین سابق امام یمن نے عسکر سلطانی کو جو امداد دی تھی اسکا شکریہ ادا کیا ہے اور امام کی اطاعت وانقیاد کی تعریف کی ہے، اور لکھا ہے کہ "آپکے والد نے سب سے پہلے میری اطاعت قبول کی" اسکے جواب مین امام مطہر نے حمد و نعت کے بعد سلطان کے لئے یہ القاب لکھے ہین،

شمس سماء الخلافة وقمرها المضيئ في الليل	آسمان خلافت کے آفتاب اور شب تار مین خلافت
البهيم ظل الله في ارضه العريم، حجة الله اوضحة	کے ماہ درخشان، خدا کی زمین مین خدا کا سایہ
ودلالته الناصحة للخلق على النعيم امين الله	اور اسکی روشن دلیل تمام خلق پر، خدا کی خلق پر
على خلقه وخليفته القائم بحقه ۔	خدا کے امین اور اسکے خلیفہ جو اسکے حق کا ذمہ دار ہے

اور اسکے بعد اپنی اطاعت اور خیر خواہی کا یقین دلایا ہے اور سلطان وامیر کی اطاعت کی حدیثین نقل کی ہین

جس کتاب کے ساتھ یہ مراسلات شامل ہین اسکا نام "روح الروح بعد المائة التاسعة من الفتوح"

[^1]: دسوین صدی ہجری کے واقعات و متعلقات یمن کی تاریخ ہے مصنف کا نام عیسی بن لطف اللہ بن مطہر

بن شرف الدین ہے، اور یہ غالباً یمن کے امام مذکور مطہر بن شرف الدین کا پوتا ہے، سنہ [illegible] سے سنہ [illegible] تک کے واقعات اسمین درج ہین، اس کتاب مین مصنف نے واقعات کی ترتیب سے ایسا سلاطین عثمانیہ کا ذکر کیا ہے اور انکی امامت وسیادت کا علانیہ اعتراف کیا ہے، کتاب کے دیباچہ مین والی یمن محمد پاشا کا ذکر ان الفاظ مین کیا ہے،

حضرۃ مولانا و مالک امرنا وخلیفۃ	ہمارے آقا اور ہمارے مالک اور ہمارے زمانہ کے
خلیفۃ عصرنا	خلیفہ کا خلیفہ (جانشین)

بیچ بیچ مین جہان جہان سلاطین عثمانیہ کا نام آیا ہے ان کے ساتھ یا توان کا قدیم سرکاری لقب سلطان الاسلام یا دشاہ اسلام یا اسی قسم کے اور القاب لکھے ہین، اور وہ اس کثرت سے ہین کہ ہم ان کا استقصا نہین کرسکتے، سلطان سلیم کو لکھا ہے سلطان الاسلام والمسلمین، سنہ ۹۷۶ھ مین جب عدن فتح ہوا ہے تو وہان کے منبر پر سلطان الاسلام کا خطبہ پڑھا گیا، سنہ ۹۸۲ھ مین جب سلطان سلیم ثانی بن سلیمان اعظم نے وفات پائی اور سلطان مراد سریر آرا ہوا تو اسکا تذکرہ ان الفاظ مین کرتا ہے، "سلطان الاسلام والمسلمین، ظل اللہ علی العالمین، سلیم بن سلیمان خان نے وفات پائی اور انکی جگہ پر سلطان اعظم، بادشاہ عرب وعجم، سلطان مراد نے جلوس فرمایا، خدا انکو خلافت مین اپنی مراد کو پہنچائے"،

دسوین صدی ہجری مین بغداد کے مشہور عالم اور مفسر اور مفتی اعظم مفتی ابوالسعود بغدادی، جنکی ضخیم عربی تفسیر علماے متاخرین کی تفسیرون مین سب سے بہتر اور علماے احناف کے نزدیک سب سے زیادہ معتبر ہے، وہ اپنی اس مبارک تصنیف کے دیباچہ مین سلطان سلیمان کا ذکر ان الفاظ مین کرتے ہین،

من خصّہ اللہ تعالی بخلافۃ الارض	جسکو اللہ تعالی نے زمین کی خلافت کے ساتھ
واصطفاہ لسلطنتھا فی الطول والعرض...	مخصوص کیا اور اسپر اسکے طول وعرض مین سلطنت

مالک الامامة العظمى، والسلطان الباء	کرنے کے لیے چن لیا امامت عظمیٰ کا مالک اور
ورث الخلافة الكبرى كابراً عن كابر...	سلطان باجاہ اور خلافت کبریٰ کا اپنے سلف سے
فاصبحت منابر الربع المسكون مشرفة	وارث، جسکے مبارک نام سے ربع مسکون کے منبروں نے
بذكر اسمه الميمون، ... سلطان المشرقين	شرف پایا ہے، سلطان مشرقین، اور خاقان عالم وہ
خاقان الخافقين، الامام المقتدر	امام جس نے خدا کی قدرت سے قدرت پائی ہے
بالقدرة الربانية، والخليفة المعتز	اور وہ خلیفہ جس نے خدا کی طاقت سے طاقت
بالعزة السبحانية المفتخر بخدمة الحرمين	حاصل کی ہے، جسکو حرمین شریفین کی خدمتگذاری اور
الشريفين وحماية المقامين الجليلين المفخمين،	مقامات مقدسہ کی نگہبانی سے فخر حاصل ہے،

سلطان سلیمان کی وفات پر مفتی موصوف نے جو پرزور اور پُردرد مرثیہ لکھا ہے، اسمیں اسی عقیدت کا اظہار ہے۔

أصوت صاعقة ام نفخة الصور	فالارض قد ملئت من نقر ناقور
یہ بجلی کی کڑک ہی یا نفخ صور ہے،	کہ زمین شور و غل سے پُر ہے
تقطعت قطعا منه القلوب فلا	يكاد يوجد قلب غير مكسور
اس سے دل کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے ہیں	کوئی دل ایسا نہیں جو شکستہ نہیں
اجفانهم سفن مشحونة بدم	تجري ببحر من العبرات مسجور
مژگان کی کشتیاں خون سے بھری کشتیاں ہیں	جو آنسوؤں کے پرجوش سمندر میں تیر رہی ہیں
ام ذاك نعي سليمان الزمان ومن	مضت اوامره في كل مامور
یا سلیمان زمانہ اور اسکی موت کی خبر ہے	جسکا حکم ہر حاکم پر جاری تھا

مدار سلطنة الدنيا ومركزها — خليفة الله في الآفاق مسلكها

دنیا کی سلطنت کا مدار اور مرکز — خدا کا خلیفہ جسکا نام تمام ملکوں میں پہیلا ہوا تہا

اسکے بعد مفتی صاحب نے سلطان کے ولیعہد سلطان سلیم کو جانشینی کی تہنیت دی ہے،

سمیدع ماجد زادت مہابته — تخت الخلافة فی عز و منصور

دانشمند بزرگ جسکی ہیبت نے تخت خلافت کی عزت و فتحمندی کو بڑہا دیا ہے

ان علماے اعلام میں سے جنکی پیدائش کا فخر گو ہندوستان کی خاک کو حاصل ہے، لیکن اُنکی تعلیم و تربیت اور درس و افتا کا نخل کمال ارض حرم میں بارآور ہوا ہے، ایک شیخ محمد بن عمر آصفی گجراتی مشہور بہ حاجی دبیر مکّی ہیں جنہوں نے عربی زبان میں سلاطین گجرات کی تاریخ "ظفر الوالہ بمظفر وآلہ" لکھی ہے، اور جسکو گورنمنٹ آف انڈیا نے سنہ ۱۹۱۰ء میں اپنے صرف سے لندن میں چہپوا کر شائع کیا ہے، حاجی دبیر مکّی سلطان سلیمان کے زمانہ میں موجود تھے، سنہ ۹۴۶ھ کے بعد تک کے واقعات اُنھوں نے لکھے ہیں، اسی کتاب میں سلطان ممدوح کے ذکر میں حاجی صاحب لکھتے ہیں،

... سلطان الروم وکان فی وقتہ سلطان — سلطان روم اور وہ اس زمانہ میں اسلام کا

الاسلام علی الاطلاق والخلیفة للہ فی سائر — بادشاہ علی الاطلاق اور تمام دنیا میں خلیفۃ اللہ تہا اور

الآفاق وھو سلیمان خان بن سلیم خان (صفحہ ۲۶۲) — وہ سلیمان خان بن سلیم خان تہا -

انہی علما میں جو گو ہندی نژاد ہیں لیکن دنیا انکو خاک حرم کا فرزند جانتی ہے کہ انکی تمام تعلیم و تربیت مکہ معظمہ میں اور انکی تمام عمر اسی ارض مقدس میں درس و افتا میں گذری ہے علامہ قطب الدین نہروالی[1] مکی ہیں، سلاطین گجرات کی طرف سے مکہ معظمہ میں جو مدرسہ تہا یہ اسکے مہتمم و مدرس اول تھے سلطنت گجرات کی تباہی کے بعد سلطان سلیمان نے ائمہ اربعہ کے نام سے چار مدرسے مکہ معظمہ

[1] نہروالہ گجرات کا مشہور مقام ہے،

مین قائم ہوئے، ان میں سے مدرسہ حنفیہ علامہ نہروالی کے سپرد کیا، اسوقت سے سلطان مراد کے زمانہ تک علامہ موصوف اس مدرسہ کی تولیت و تدریس کے عہدہ پر ممتاز رہے، انکی متعدد تصانیف مین سے ایک مکۂ معظمہ کی تاریخ ہے جسکا نام "الاعلام باعلام بیت اللہ الحرام" ہے، اسمین جابجا سلاطین عثمانیہ کے نام آتے ہین اور ہر جگہ علامۂ ممدوح نے انکی اس حیثیت کو نمایان کیا ہے، چنانچہ مقدمۂ کتاب مین ایک عمارت کی تقریب سے جہان سلطان مراد کا ذکر کیا ہے لکہا ہے،

...خداوند کار العالم وسلطانہ وامیر المؤمنین	خداوندگار عالم اور سلطان جہان اور وہ امیر المومنین
الذی جلس علی کرسی الخلافة.. جعل اللہ السلطنة	جس نے تخت خلافت پر جلوس کیا، خدا اس سلطنت
والخلافة کلمة باقیة فیہ وفی عقبہ (صفو۱۸)	اور خلافت کو اسمین اور اسکی اولاد مین ہمیشہ قائم رکہے

حرم محترم کی عمارتون کی تجدید و تعمیر کا کام سلطان سلیم بن سلیمان کے زمانہ سے شروع ہو کر سلطان مراد کے زمانہ مین ختم ہوا، تعمیر کی تکمیل کے بعد اسپر عربی مین ایک بڑا کتبہ لکہا گیا ہے، جو باب عباس سے لیکر باب علی تک منقوش ہے، اس کتبہ کی حسب ذیل عبارتین قابل غور ہین،

...عبدہ المعتاد باحکام الاحکام الشریفة وتشییدا	خدا کا وہ بندہ جو احکام شریعت کے استحکام کا عادی ہے
ارکانہا علی وجہ المراد... السلطان المراد	یعنی سلطان مراد، خدا تعالی خلافت کو اسمین اور اسکی
جعل اللہ الخلافة فیہ وفی اعقابہ الی یوم	اولاد مین قیامت تک باقی رکہے... اے اللہ!
التناد،... اللہم ادمہ فی سریر الخلافة	تخت خلافت پر اسکو ہمیشہ قائم رکہ اور ہر آفت سے
محروسا بحفظک من کل آفة،... واثبت	اسکو محفوظ رکہ اور اسکے جانشینون کو مسند خلافت پر
اخلافہم فی مسند الخلافة الی آخر الزمان	تا قیامت مضبوط رکہہ... اسکے بعد خدا نے اسکے
...واجلس اللہ علی سریر الخلافة نجلہ النجیب	فرزند شریف کو خلافت کے تخت پر بٹہایا۔

[1] الاعلام باعلام بیت اللہ الحرام صفحہ ۲۰۹، برحاشیہ تاریخ بلد اللہ الحرام مفتی دحلان، طبع مطبع خیریہ مصر،

جب ان آقا نے مصر پر اور یمن فتح کیا تو علامہ نہروالی نے حسب ذیل قصیدہ کہا تھا

حماکو سلطان الزمان ملیکنا　　خلیفۃ هذا العصر فی البر والبحر

سلطان زمان ہمارے پادشاہ اور اس زمانہ کے خلیفہ بر و بحر کی یہ فہرست ہین

له فی سریر الملک اصل موثل　　تلقاه عن اسلافه السادة الغر

تخت حکومت مین اسکے لئے مستحکم جڑین ہین، جسکو اس نے اپنے بزرگ و مشہور اسلاف سے وراثت مین پایا ہے

ملوک تسامو للعلی وخلائف　　اولوا لعزم فی ازمانهم واولوا الامر

اسکے یہ اسلاف کچھ بادشاہ تھے جو بلندی پر چڑھے اور کچھ اپنے اپنے زمانہ کے الوالعزم اور اولوالامر خلفا تھے

عماد یلوذ المسلمون بظله　　وسد منیع للانام من الکفر

یہ ستون ہے جسکے سایہ مین مسلمان پناہ گزین ہین اور لوگون کو کفر کے حملون سے روکنے کے لئے ایک مضبوط دیوار ہے

علاوہ ازین اس کتاب مین علامہ قطبی نے اور مختلف مقامات مین اس قسم کے اظہارات کئے ہین

مکہ معظمہ کے مشہور شیخ و مدرس و مفتی، شیخ دحلان محدث ہین جنکی وفات کو تقریباً پچیس تیس برس کا زمانہ گذرا ہوگا، وہ اپنے زمانہ کے اکثر بلاد اسلامیہ کے محدثین کے شیخ اور مسند تھے، ہندوستان کے بھی کثیر علما نے ان سے حدیث کی سند لی ہے، فتوحات اسلامیہ انکی بہترین تصنیف ہے اس کتاب مین انہون نے علانیہ سلاطین عثمانیہ کی خلافت کو تسلیم کیا ہے، اور جا بجا خلیفہ کے نام سے [illegible] کتاب چھپ گئی ہے اور ہر شخص دیکھ سکتا ہے،

مصر کے قاضی القضاۃ سید عبداللہ جمال الدین نے السیاسۃ الشرعیہ کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی ہے اور جزیرۂ روڈس کے نقیب الاشراف شیخ عبداللہ نے اسکو شائع کیا ہے، مصر مین چھپی ہے اور ملتی ہے، قاضی صاحب نے اسمین دو مقامات پر خلافت عثمانیہ کا ذکر کیا ہے، ایک جگہ کہتے ہین

سلہ الاعلام باعلام بیت اللہ الحرام صفحہ ۳۰۲،

الحديث الشريف الخلافة من بعدي ثلاثون سنة يشير الى ان خلافة سادتنا الخلفاء الراشدين كانت على وجه الكمال ويجوز اطلاق الخلافة على غيرهم من ائمة المسلمين لان رياستهم العامة بطريق الخلافة عن الرسول صلعم كخلافة السلاطين العثمانيين نور الله مرقدهم (صفحہ ١٦)

یہ حدیث کہ خلافت میرے بعد تیس برس تک ہے، یہ مطلب ہے کہ حضرات خلفائے راشدین کی خلافت کامل تھی، اور خلافت کا اطلاق خلفائے راشدین کے علاوہ اور دوسرے ائمہ اسلام پر بھی جائز ہے، اسلئے کہ انکی عمومی ریاست آنحضرت صلعم کی جانشینی ہی کے طریق پر ہے جیسے سلاطین عثمانیہ کی خلافت، خدا انکی قبرون کو روشن رکھے،

ایک اور مقام پر قاضی صاحب لکھتے ہین،

والخلافة التي لها حق الرياسة وعليها واجب الاجتهاد للحصول على هذا المقصد الجليل هي الخلافة العثمانية التي لاهليتها استعداد لذلك واقتدار عليه (٢٠٨)

وہ خلافت جسکو ریاست کا حق ہے اور جس پر اس عظیم الشان مقصد کے حاصل کرنے کے لئے کوشش فرض ہے، وہ خلافت عثمانیہ ہی ہے جسمین اسکی صلاحیت ہے اور جسکو اسپر قدرت ہے

علامہ دحلان مکی نے فتوحات اسلامیہ مین لکھا ہے کہ مختلف وجوہ ترجیح اور فضائل کے لحاظ سے خلافت راشدہ کے بعد دولت عثمانیہ سے بڑھکر کوئی سلطنت، عدل و انصاف اور حمایت سنت اور شعائر اسلامیہ کی اقامت مین مقابلہ نہین کرسکتی، علامہ قطبی نہروالی نے بھی حمایت سنت کی فضیلت کا جابجا اعتراف کیا ہے، امام طحطاوی نے جو متاخرین فقہائے حنفیہ مین ہین، اور در مختار کے محشی ہین، انہون نے ایک خاص رسالہ اس باب مین لکھا ہے کہ دولت عثمانیہ انشاء اللہ ہمیشہ دنیا مین قائم رہیگی اسلئے کہ یہ دولت جید ملت محمدیہ کی تائید کی کسی کوشش مین کوئی کمی نہین کرتی ہے اور بہت سے اہل کشف نے امام مہدی کے خروج تک اسکے دوام کی پیشگوئی کی ہے اور مین خدا سے دعا

یہ دن کے عہد میں دولت علیہ عثمانیہ کو قیامت تک قائم رکھے[1]

ان فقرون سے اندازہ ہوگا کہ علماے اکابر کی نظر مین اس دولت عثمانیہ کی کیا عزت وحرمت تھی، مین علما کی تحریرون سے اقتباسات اوپر پیش کیے گئے ہین ان مین حنفی بھی ہین، عراقی بھی مصری بھی یمنی بھی، حجازی بھی ہین، شامی بھی، اس سے جو کچھ تم اندازہ کرسکتے ہو اسکو مین خود اپنے قلم سے لکھکر اسکی تحدید کرنا نہین چاہتا،

علما کے بعد امرا، سلاطین اور عام مسلمانون کا درجہ ہے، سنی "دنیاے اسلام" جن ملکون سے عبارت ہے، ان مین سے مشرق مین ہندوستان، افغانستان وترکستان اور مغرب مین مراکش، یہی دو تین ملک تھے جنپر دولت عثمانیہ کی براہ راست حکومت نہ تھی، ان کے علاوہ ایشیا، افریقہ، اور یورپ کے جسقدر حصے دنیاے اسلام کے نقشہ مین داخل ہین، یہ تمامتر دولت عثمانیہ کے زیرنگین تھے، مثلاً عرب، عراق، شام، مصر، طرابلس، الجزائر، تونس، کردستان، قفقاز، بلاد روم اور یہین ترکی یورپین، روس، شمالی وجنوبی افریقہ وغیرہ ان مین سے ہر جگہ کی مسجدین خادم الحرمین الشریفین کے اسم گرامی سے گونج رہی تھین اور اب تک گونج رہی ہین،

ہندوستان کے متعلق ایک مستقل مضمون انہین صفحات مین نکل چکا ہے، جسمین دکھایا گیا ہے کہ شیرشاہ، شاہان تیموری، سلاطین گجرات وسندھ وامراے میسور، دکن، بھوپال وغیرہ خلافت عثمانیہ کے کہانتک معترف تھے، یہان انکو دہرانا بیکار ہے۔

سلطان سلیمان کے عہد مین بلوچستان کے علاقہ پر ملک جلال الدین بن ملک دینار حکمران تھا، سید علی امیر البحر جب پرتگالیون کی جنگ مین اتفاق سے اپنے شکستہ بیڑہ کے ساتھ بلوچستان کے ساحل پر پہنچگیا تو اس مقام کے حاکم نے ترکی امیر البحر کے جہاز پر آکر سلطان کے عقیدتمندی و اطاعت

[1] فترۃ الشمول فی سفر الی استنبول علامہ آلوسی زادہ، صفحہ ۷، مطبوعہ بغداد

اظہار کیا، اور وعدہ کیا کہ اگر آئندہ کبھی سلطانی بیڑہ ادھر آئیگا تو سامان رسد کی بہم رسانی میں کشتیاں مہیا کرنے کے علاوہ وہ ہر قسم کی امداد کے لئے آمادہ رہیگا۔[1]

یورپین کی کمزوری کے بعد جب افغانستان آزاد ہوا، اور ادھر ایران کی صفوی سلطنت کا چراغ گل ہو رہا تھا تو اس نے فوراً اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہا، اور شاہ اشرف ابدالی نے طہماسپ صفوی کو شکست دیکر ایران پر قبضہ کرلیا، چونکہ یہ سلطنت بالکل نئی پیدا ہوئی تھی، اور ادھر قفقاز سے روس آگے بڑھتا چلا آتا تھا، اور سلطنت عثمانیہ اسکی روک تھام میں مصروف تھی، آخر روس اور ٹرکی نے باہم یہ مصالحت کی کہ شاہ اشرف خان کو ہٹا دیا جائے اور طہماسپ کو پھر تخت نشین کیا جائے، اشرف نے قسطنطنیہ اپنا سفیر بھیجا اور کہا کہ "ایک مسلمان بادشاہ کے خلاف ایک عیسائی بادشاہ سے مصالحت کیونکر جائز ہے"! چنانچہ ترک علما نے بھی اسکی تائید کی لیکن وزرا نے یہ عذر پیش کیا کہ "سلطان امیر المومنین اور خلیفۃ الرسول ہیں، جو بادشاہ انکا مطیع نہو اور انکے نام کا خطبہ نہ پڑھتا ہو اور انکو خراج نہ دیتا ہو وہ دین کا دشمن ہے، اور اس سے جہاد کرنا نصاریٰ کے ساتھ جہاد کرنے سے افضل ہے"! اس دلیل کو سن کر علما بھی دم بخود ہو گئے، بہرحال نتیجہ فوج کشی تک پہنچا، اور آخر اس پر صلح ہو گئی کہ سلطان، اشرف خان کو ایران کا بادشاہ تسلیم کرلیں اور شاہ اشرف انکو اپنے دل سے خلیفہ تسلیم کریگا،[2]

مسلمانان ملک روس کا تذکرہ بیسود ہے کہ ایک روسی مسلمان مورخ کے بیان کے مطابق وہاں ایک مسلمان کا سب سے بڑا جرم یہ ہے کہ وہ خلافت عثمانیہ کی طرف ہمدردی کی نظر رکھتا ہے اور اسکے لئے جاسوس مقرر ہیں،

مراکش کے متعلق بیشک یہ معلوم ہے کہ جبتک اسمیں طاقت رہی اس نے خلافت عثمانیہ کو

---

[1] سفرنامہ سیدی علی رئیس صفحہ ... [2] تاریخ الافغان سید جمال الدین افغانی صفحہ ۱۷، مصر،

تسلیم نہین کیا کیونکہ انکو اپنی سیادت اشرف نسب اور قرشیت کا دعوی تھا اور خفا اُنکی تھا
مگر اب یہ سب موانع اٹھہ گئے ہین،

سنی دنیاے اسلام سے باہر ایران مین شیعی بھائیون سے ہماری ملاقات ہوتی ہے، یقیناً انکو اس مسئلہ سے تعلق نہین، لیکن دیکھنا یہ ہے کہ سنی مسلمانون کے حق مین سلطنت عثمانیہ کے اس دعوی کو ہمارے شیعی بھائی قبول کرتے تھے یا نہین؟ اور انکو سنی دنیاے اسلام کا وکیل لسان الحال یقین کرتے تھے، یا نہین، ایران مین صفویون اور عرب مین عثمانیون کا ظہور تقریباً آگے پیچھے ایک ہی عہد مین ہوا ہے، اور کبھی کبھی ان دونون سلطنتون مین مذہبی تعصب اور سیاسی نزاع کے باعث افسوسناک خونریزیان بھی ہوئی ہین، تاہم کبھی کبھی ان مین دوستانہ مراسلات جاری رہے ہین جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہمارے شیعی بھائی کہانتک سلاطین عثمانیہ کے اس دعوی کو تسلیم کرتے تھے، ایران کے مشہور منشی مرزا طاہر وحید جو ایران کے شاہی میر منشی تھے، اُن کے منشآت چھپ گئے ہین ان مین بعض سرکاری مراسلات موجود ہین، فیاض القوانین جسکا اس سے پہلے بھی حوالہ دیا جاچکا ہے، اسمین بھی اس قسم کے مراسلات درج ہین، ان مراسلات پر ایک نظر ڈالنے سے یہ راز منکشف ہوجاتا ہے کہ شاہان صفوی تک سلاطین عثمانیہ کے اس دعوی کو تسلیم کرتے تھے،

نامۂ شاہ عباس صفوی بنام سلطان مراد بن سلیم

آداب و القاب تین صفحون ہین، منجملہ انکے یہ سطرین ہین:-

منظور انظار عنایت حضرت پروردگار مروج دین	اللہ تعالی نے جسکو نگاہ عنایت سے دیکھا، رسول مختار کے
متین حضرت مختار... و از کارخانۂ تؤتی الملک	دین متین کو رواج دینے والا، اور جسکے سر پر تؤتی الملک
من تشاء تاج موفور الابتہاج انا جعلناک	من تشاء کے کارخانہ سے ہم نے تمکو زمین مین خلیفہ
خلیفۃ فی الارض بر فرق آن خداوند کارجہان نہادہ...	بنایا، کا سرت بخش تاج رکھا گیا اصل الصفات کا

[illegible]	[illegible]
ظل الله في الارضين، عمران الماء والطين، سلطان	زمین مین خدا کا سایہ، آب وخاک وبر و بحر کا بادشاہ
البرين والبحرين، حافظ المشرقين والمغربين، خادم الحرمين	سلطان البرین والبحرین، حافظ المشرقین والمغربین
الشريفين،	خادم الحرمین الشریفین،

نقل سواد نامۂ شاہ ایران بجواب نامۂ سلطان سلیمان بن سلیم

سلطان الغزاة والمجاهدين مرصص قواعد الملك والدين،	غازیون اور مجاہدون کا سلطان، ملک ودین کی [illegible]
حامي حوزة الاسلام وكهف المسلمين.. ملاذ اعاظم	بنیادون کا بانی، دائرہ اسلام کا حامی، مسلمانون کا [illegible]
السلاطين كفيل مصالح الاسلام المسلمين، ناصب	اونچی وملجا، بڑے بڑے بادشاہون کا امن، اسلام [illegible]
اعلام الفتح والظفر، حارس مباني الاسلام عن شوائب	اور مسلمانون کے مصالح کا ذمہ دار، فتح وظفر کے علم کا [illegible]
الخوف والخطر، . سلطان البرين وخاقان البحرين،	اسلام کی عمارت کو خوف وخطر سے بچانے والا، سلطان [illegible]
خادم الحرمين الشريفين، . . عونا لقاطبة الاسلام والمسلين،	وخاقان البحرین، خادم الحرمین الشریفین، . . . اسلام اور تمام
سلطان سليمان شاه بن سلطان سليم خان لا زالت	مسلمانون کا مددگار، سلطان سلیمان شاہ بن سلطان سلیم خان، اسکا
عتبته العليه بين الكفر والاسلام حداً وسد ستر السفينة	آستانہ بلند ہمیشہ کفر واسلام کی حد ہو اور اسکی بارگاہ عالی [illegible]
لحماية جمهور المسلمين سدّا۔	اسلام کی حمایت کی دیوار ہو،

نقل سواد شاہ طہماسپ بسلطان محمد

حافظ ثغور المسلمين، رافع الوية الاسلام بالفتح المبين،	مسلمانون کی سرحدون کا محافظ، اسلام کے علم کو فتح وظفر کے
قاتل الكفرة والمشركين، قامع الظلمة والمفسدين . . .	ساتھ بلند کرنے والا، کافرون اور مشرکون کو قتل کرنے والا، ظالمون
حامي حوزة المسلمين من غلبة المشركين، سلطان الغزاة	اور مفسدون کی بیخ کنی کرنے والا، کفر کے غلبہ سے مسلمانون کے
والمجاهدين قاتل الكفار والملاحدين، قامع شعار الشرك	ملک کو بچانے والا، شرک کے رسوم کو تمام روی زمین سے

... ماحی آثار الکفر عن العالمین ...	مٹانے والا اور کفر کے علامات کو تمام دنیا سے محو
مفیض ذوارف العوارف علی قاطبة اہل الاسلام	کرنے والا، جمہور اہل اسلام پر احسانات کا سیلاب
ودالایمان، سلطان البرین وقہران البحرین، سمی	بہانے والا، سلطان البرین وقہران البحرین پیغمبر جن وانس کا
نبی الثقلین، خادم الحرمین الشریفین، مؤید السلطنة	ہمنام (محمد) خادم الحرمین الشریفین، سلطنت، خلافت
والخلافة والعظمة ...	اور عظمت سے اسکی تائید کیگئی،

بسلطان محمد

... حارس ثغور المسلمین، حامی حوزة الاسلام،	مسلمانوں کی سرحدوں کا محافظ، دائرہ اسلام کا
ماحی آثار الکفر والظلام	محیط، کفر اور تاریکی کا مٹانے والا،
کشتہ آخر معابد اصنام	از تو ہر جا مساجد اسلام
تیری ذات سے ہر جگہ بتخانے خدا کے گھر ہوگئے،	
سلطان البرین وخاقان البحرین، سمی نبی الثقلین،	سلطان البرین وخاقان البحرین، نبی انس وجان کا ہمنام
خادم الحرمین الشریفین،	خادم الحرمین الشریفین،

دیگر

مؤسس مبانی السلطنة العظمی ومرصص قواعد الخلافة	سلطنت عظمی کی عمارت کا بانی، خلافت کبری کی بنیادوں
الکبری، حارس حوزة الاسلام والدین حافظ ثغور المسلمین	کا مستحکم کرنے والا، اسلام اور دین کا محافظ، مسلمانوں کی سرحدوں کا
قاتل الکفرة والمشرکین،	نگران، کافروں اور مشرکوں کا قتل کرنے والا،

اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز سلطنت صفویہ کی بربادی کے بعد کا واقعہ ہے، نادر شاہ نے جب ملک ایران کو افغانوں سے پاک کیا تو تمام ایران نے اس سے درخواست کی کہ وہ اب تاج خسروی اپنے سر پر رکھے، اس نے بہت ہی لیت ولعل کے بعد جس شرط کے ساتھ انکی اس درخواست کو قبول کیا اور وہ آج بھی ہمارے شیعی بھائیوں کے سننے کے لائق ہے، اس نے ایران کے اعیان و

اور ایک دربار کیا اور سب کے سامنے ایک تقریر کی جسمین اس نے کہا کہ آنحضرت صلعم کی

وفات کے بعد چار خلفاے راشدین ہوئے، جنکی خلافت پر تمام ہند و روم و ترکستان متفق ہوا ایران

مین بھی پہلے یہی مذہب تھا، لیکن شاہ اسمٰعیل صفوی نے ابتدا مین مصلحت ملکی کے باعث اس مذہب کو

چھوڑکر یہ مذہب اختیار کیا، اور عوام مین سب وشتم صحابہ نے رواج پایا، اگر اہل ایران میری پادشاہی

کے خواہان ہین تو انکو چاہیئے کہ اس مسلک کو چھوڑ دین، اور چونکہ فقہ کے فروع مین امام محمد جعفر بھی امام

مجتہد تھے، اسلئے فروع فقہیہ مین فقہ جعفری کی تقلید کرین ہمسب نے اسکو تسلیم کیا اور ایک محضر لکھکر

نادر شاہ کے ہاتھ مین دیا، نادر شاہ نے اسکے بعد جو تقریر کی وہ آج بھی ہر سنّی اور شیعی کے لئے آئینہ عبرت ہے

اس نے کہا کہ چونکہ بادشاہ روم، خادم حرمین شریفین ہین، اور ہمارے ساتھ دوستی رکھتے ہین، اور

اب یہ معاہدہ جو تم نے کیا ہے، ہکو چاہیئے کہ بادشاہ والاجاہ رُوم کو ایلچی بھیجکر پانچ باتون پر اُنسے صلح کرا

تاکہ امت محمدیہ کے درمیان سے یہ اختلاف و نزاع دُور ہو جاے اور اُسکے بعد سے ایران و روم مین

کوئی مخالفت باقی نہ رہے"۔

وہ پانچ باتین جنپر نادر شاہ نے سُنّی دنیاے اسلام سے صلح کرنا چاہی، حسب ذیل تھین، مذہب

جعفری کو مذاہب اربعہ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی کی طرح ایک پانچوان مذہب مانا جائے، کعبہ معظمہ مین

چار مصلاؤن کی طرح پانچوان مصلا جعفری مذہب کا قائم کیا جائے، ہر سال ایران سے ایک امیر الحاج

مقرر ہو، جسکا اعزاز دولت عثمانیہ اسی طرح کرے جسطرح مصر و شام کے امراے حج کا ہوتا ہے، دونون سلطنتین

ایک دوسرے کے قیدیون کو آزاد کردین، آیندہ انکی بیع و فروخت جائز نہو، اور آئیندہ دونون سلطنتون کے

سفیر ایک دوسرے کے پایہ تخت مین ہون،

دیکھو ایران سُنّی دنیاے اسلام سے صلح چاہتا ہے، مگر اس صلح کا پیغام کسکو بھیجتا ہے اور

تمام سلاطین اسلام مین سُنّی دنیاے اسلام کا وکیل سفیر وہ کسکو جانتا ہے؟

(باقی)

سلہ ......

اشرف علیخان فغان

از مولانا عبدالسلام ندوی

اسوقت اردو شاعری کے مجددین و مصلحین مین جن بزرگون کو لوگون نے بھلا دیا ہے، اُن مین اشرف علیخان فغان سب سے زیادہ بدقسمت ہین، سراج الدین علیخان آرزو نے اگرچہ اردو مین کوئی مستقل دیوان نہین لکھا تاہم فارسی زبان کی تصنیفات نے ان کے نام کو آج تک روشن رکھا ہے مرزا مظہر جانجانان کا اردو کلام اگرچہ کسی مجموعہ کی صورت مین ہمارے سامنے موجود نہین ہے تاہم تصوف وعرفان کی شہرت نے آج تک ان کے نام کو زندہ رکھا ہے، اور ہمارے تذکرہ نویس شاعرانہ حیثیت سے ان کا ذکر ان الفاظ مین کرتے ہین،

> اول کسیکہ طرز ایہام گوئی ترک نمودہ ..... ریختہ را در زبان اردوے معلی شاہجہان آباد کہ الحال پسند خاطر عوام وخواص وقت گردیدہ مروج ساختہ زبدۃ العارفین قدوۃ الواصلین واقف رموز جناب اکبر کاشف کنوز طریقہ پیغمبر مرزا جانجانان تخلص بمظہر دیست زرشتہ صفت علوی نسب (تذکرہ قدرت)

لیکن اشرف علیخان فغان باوجودیکہ صاحب دیوان ہین انکو اس سے زیادہ کوئی نہین جانتا کہ احمد شاہ بادشاہ کے کوکہ تھے، اور طبیعت نہایت بذلہ سنج پائی تھی، اسلئے ظریف الملک کوکہ خان کا خطاب پایا تھا میر صاحب نے اپنے تذکرہ نکات الشعراء مین ان کے بعض لطائف کا ذکر بھی کیا ہے، چنانچہ لکھتے ہین:-

دریں ایام ہیچ اُو مائل بطیفہ بیا راست، چنانچہ تاگرں ساگر دیدن تن و دخیل بادشاہیت
گھی کی منڈی کا سانڈ گفتہ، ہر کہ دیدہ، دیدہ باشد و فہمیدہ یافتہ، و حکیم معصوم را در دربار علی گاد
گوڑاتی نام کردہ، ہر کہ حکیم صاحب را دیدہ داند۔

اور مولوی محمد حسین آزاد نے بھی آب حیات مین انکی اس خصوصیت کو نمایان کیا ہے، لیکن وہ سید انشا کی طرح صرف ظریف و بذلہ سنج ہی نہ تھے، بلکہ شاعرانہ حیثیت سے میر اور سودا کے ہم پلہ و ہم مرتبہ آب حیات مین لکھا ہے کہ مرزا ان کے اکثر اشعار مزے لے لیکر پڑھا کرتے تھے اور بہت تعریف کیا کرتے مرزا کا خود بھی انداز تھا کیونکہ ان کے کلام مین بھی ہندی کے محاورے نے فارسیت کے ساتھ نئے لطف سے پختگی پائی ہے، اور ہر خیال کو لطافت اور چوچلے کے ساتھ ادا کرتے ہین۔

مرزا کو فغان کے کلام سے جو شیفتگی تھی اسکا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ان کے بعض اشعار کو مرزا نے اپنی غزل مین قطعہ کیا ہے مثلاً فغان کا شعر ہے،

شکوہ تو کیون کرے ہے مرے اشک سرخ سے　　　کیا آستین تری مرے لوہو سے بھر گئی

جسکو سودا نے ایک غزل مین اسطرح قطعہ کیا ہے،

میرے لہو سے ہے مری دیوار گھر کی سرخ　　　میری ہی موج خون میرے پیرہن دگئی
شکوہ تو کیون کرے ہے مرے اشک سرخ کا　　　تیری کب آستین میرے لہو سے بھر گئی

فغان کا ایک قطعہ ہے،

سوتا شب فراق مین آرام سے فغان　　　یہ تو کسی کی چشم سے اب تک نہ ہو سکا
تو نے جو رات خواب مین دیکھا تھا یار کو　　　کیونکر پڑی تھی نیند تجھے کیونکر سو سکا

سودا نے بھی اسی زمین مین ایک نہایت ہی خوب قطعہ کہا ہے،

سودا تھا عشق مین شیرین سے کوہکن　　　بازی اگرچہ پا نہ سکا سر تو کھو سکا

پس ہوتے پھر تو آپ کو کتنا ہی مستفاد
اسے بدو بیاد بہتے تو یہ بھی نہ ہوتا

فغان کے ساتھ میر صاحب کے نہایت گہرے تعلقات تھے، چنانچہ نکات الشعرا مین لکھا ہی

"بندہ بخدمت او بسیار مربوطم"

اور انکی شاعرانہ قابلیت کا خاص طور پر اعتراف کیا ہے، چنانچہ لکھتے ہین،

بسیار جوان قابل و ہنگامہ آرا، شعر ریختہ را بخوبی میگوید، گاہی فکر غزل فارسی ہم می کند،

اور مولوی محمد حسین آزاد نے بھی انکی شاعرانہ ذہانت وطباعی کی داد دی ہے، لیکن با این ہمہ وہ آج عام طور پر گمنام ہین، اور میر سودا، اور خواجہ میر درد کے ساتھ کوئی شخص ان کا نام بھی نہین لیتا، اس گمنامی کا پہلا سبب تو یہ ہے کہ اُردو شاعری کی تجدید واصلاح کے زمانہ مین شاعری کا اصلی مرکز دلی تھا، اور میر، سودا، اور خواجہ میر درد کی شاعری نے سب سے پہلے یہین نشو ونما پاکر تمام ہندوستان مین غلغلہ اندازی کی، دلی کے تباہ ہونے کے بعد لکھنؤ شاعری کا اکھاڑا قرار پایا، اور میر وسودا نے دلی سے نکل کر اس اکھاڑے مین بھی اپنی پہلوانی کے کرتب دکہائے لیکن اشرف علیخان فغان کو بدقسمتی سے ان دونون مقامات مین اپنی شاعرانہ طباعی کے جوہر دکہانے کا موقع بہت کم ملا، چنانچہ دلی کے تباہ ہونے کے بعد سب سے پہلے وہ اپنے چچا ایرج خان کے یہان مرشد آباد مین گئے اور وہان سے علاقہ اودھ مین پہنچے، اودھ مین نواب شجاع الدولہ نے اگرچہ بہت کچھ انکی قدر ومنزلت کی تاہم انکی نازک مزاجی سے بنہ نہ سکی اور وہ وہان سے ناراض ہوکر عظیم آباد چلے گئے، اور وہان راجہ شتاب راے کی سرکار مین اختیار واقتدار حاصل کیا، اور اخیر عمر تک وہین زندگی بسر کردی اسوقت مرشد آباد اور عظیم آباد بھی اگرچہ شاعری کا ایک مرکز ہو گئے تھے، تاہم شہرت کے جو اسباب لکھنؤ مین جمع ہو گئے تھے، وہ ان مقامات مین کہان میسر آسکتے تھے اسلئے قدرتی طور پر شہرت کے جو سامان میر وغیرہ کو حاصل ہوئے اس سے اشرف علیخان فغان محروم رہ گئے،

گمنامی کا رہنا بڑا سبب یہ ہوا کہ میر، سودا، اور خواجہ میر درد کا دیوان آج عام طور پر بازاروں مین ملتا ہے، لیکن اشرف علیخان فغان کے دیوان سے عوام تو عوام خواص بھی ناآشنا ہین مولوی محمد حسین آزاد نے آب حیات مین لکھا ہے کہ

ان کے جس دیوان سے میری آنکھین روشن ہوئین وہ میرے استاد ظاہر و باطن شیخ ابراہیم ذوق کے لڑکپن کا لکھا ہوا تھا، اگرچہ فغان کی زبان اسی زمانہ کی زبان ہے مگر فن شاعری کے اعتبار سے نہایت با اصول اور برجستہ ہے، اور الفاظ کی بندش انکی مشق سخن پر گواہی دیتی ہے، مقدار مین دیوان درد سے کچھ بڑا تھا، مگر فقط غزلون کا دیوان تھا۔

لیکن خوش قسمتی سے اس دیوان کا ایک قلمی نسخہ ہمارے ہاتھ آگیا ہے جو دیوان درد سے بہت بڑا ہے، یہ نسخہ ایک انگریز کراست جنگ جیمس ولیم، کلکٹر گورکھپور نے اپنے کسی اہلکار کو تحفۃً دیا تھا اور اب یہ دیسنہ لائبریری (بہار) کی ملک ہے، اسمین غزلون کے علاوہ شروع مین دو قصیدے ہین جو جناب امیر، اور حضرت امام علی موسیٰ رضا کی منقبت مین لکھے گئے ہین، اخیر مین چند رباعیان اور متفرق اشعار ہین، دو مخمس، چند ہجوین، اور بعض قطعات ہین، نسخہ نہایت خوشخط ہے اور اخیر مین لکھا ہے

ہٰذا انتخاب دیوان مرزا اشرف علیخان المتخلص بہ فغان،

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی صاحب ذوق نے انکے کلام کا انتخاب کرکے یہ نسخہ لکھوایا ہے ورنہ اصل دیوان اس سے بڑا ہوگا، اسکے ساتھ فارسی دیوان کا انتخاب بھی ہے جسکی زبان نہایت سادہ، صاف اور سلیس ہے، فارسی غزلین اکثر چھوٹی چھوٹی بحرون مین لکھی ہین، اسلئے خیالات نہایت سادگی کے ساتھ ادا ہوئے ہین، مثلاً

مے در میخانہ سلامت باشد ساقی این خانہ سلامت باشد

سنگ و طفلان جہان جملہ اند سر دیوانہ سلامت باشد

چون گدا بر درِ اُو گفت فغان   صاحب خانہ سلامت باشد

خم زلفش کمند خواہد شد   دل دیوانہ بند خواہد شد

من بہ طفلی شناختم خود را   کین پسر دردمند خواہد شد

تا از درِ دوست ما جدا ایم   با نالہ و آہ آشنا ایم

اے ہم نفسان ز ما مرنجید   مہمانِ دو روزۂ شما ایم

ما را مفگن زکوئے خود دُور   رحمے رحمے شکستہ پا ایم

شاہان ہمہ بندۂ گدا یند   صد شکر فغان کہ ما گدا ایم

ان کے فارسی کے بعض منتخب اشعار سُننے کے قابل ہیں،

چون شمع بعشقِ تو از خویش فراموشم   میخندم دمی گریم، می سوزم و خاموشم

یاد ایامے کہ در کویش گذارے داشتم   بہر چشم دشمنان مُشتِ غبارے داشتم

درون خانہ با ہر کس کہ اُو گرمِ سخن باشد   بہ آوازش ہمہ گوشم کہ شاید حرف من باشد

گلگون قبای انگلستان گر رسید   ما را ز پیرہن چاکی گلہا خبر رسید

مردود صنم خانہ و ملعون جہان است   جز در گہ تو ہر کہ و ہستہ و ابطہ باشد

ز اشک بگیر پاس سراغ دل ما ما کین قافلہ شاید جرسے داشتہ باشد

بما بہ بین چہ قدر چشم تر مروت کرد چنان گریست کہ آخر غریق رحمت کرد

لیکن اسوقت ہم ان کے فارسی دیوان پر کچھ کہنا نہین چاہتے بلکہ ان کے اردو کلام کی خصوصیات کو نمایان کرنا چاہتے ہین،

(۱) شعراے اردو کے طبقہ اولی کی سب سے زیادہ بدنما خصوصیت ایہام گوئی یعنی رعایت لفظی اور ضلع جگت ہے، اسلئے مصلحین اردو شاعری نے سب سے پہلے اسی کی طرف توجہ کی، اور تذکرہ نویسون کی تصریح کے موافق سب سے پہلے مرزا مظہر جانجانان نے اس خس وخاشاک سے اردو شاعری کے چمن زار کو پاک کیا، اسکے بعد اسکی طرف عام توجہ ہوئی اور تمام اساتذہ نے اس صنعت سے تبری وتحاشی ظاہر کی، چنانچہ سودا کہتے ہین،

یکرنگ ہون آتی نہین خوش مجھکو دو رنگی سنکر سخن و شعر مین ایہام کا ہون مین

قائم فرماتے ہین،

ہو روم روم مراکیون نہ خوش کہ وہ بت چین یہ کہہ گیا ہے کہ آؤنگا آج مین سر شام

بطور ہزل ہے قائم یہ گفتگو ورنہ تلاش ہے یہ مجھے ہو نہ شعر مین ایہام

لیکن باوین ہمہ یہ خصوصیت اس دور مین بھی قائم رہی، اور سودا، اور میر وغیرہ تک کے کلام مین بہت سے اشعار موجود ہین جنمین نہایت بتذل طور پر اس صنعت کا استعمال کیا گیا ہے، مثلاً میر فرماتے ہین،

خام سے رہتا ہے زر گر پسر پڑے ہین کہنائی مین مدت سے ہم

یان پلتین نکل گیا ان غیر اپنی تکنی لگائے جاتا ہے،

لیکن صرف اشرف علیخان فغان کے کلام کی یہ خصوصیت ہے کہ انھون نے لکھنؤ ہی اس صنعت کو ہاتھ نہین لگایا ہے، ان کے تمام دیوان مین بمشکل چند شعرون مین یہ صنعت پائی جاتی ہے مثلاً

اس کاکل مشکین مین یہ شانہ جو پہنچا ہے — غماز دل شیفتہ اور بچھا ہے

ورنہ عام طور پر ان کے کلام مین یہ داغ نظر نہین آتا، ممکن ہے کہ صاحب انتخاب نے اس قسم کے اشعار ترک کردیئے ہون، لیکن انداز کلام سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ انھون نے اپنے دور کے تمام اساتذہ سے زیادہ اس صنعت سے احتراز کیا ہے، اسلئے وہ مصلحین اُردو شاعری کی صف اول مین جگہ پانے کے قابل ہین،

(۲) میر اور سودا کے زمانہ مین اگرچہ زبان اُردو کی اصلاح کا سنگ بنیاد رکھا گیا بھاشا اور سنسکرت کے ثقیل اور ناہموار الفاظ متروک ہوگئے اور ان کے بجائے فارسی اور اردو کے سادہ اور شیرین الفاظ استعمال کئے گئے، تاہم یہ ان بزرگون کے دامن کا سخت بدنما داغ ہے کہ انکی زبان مہذب اور شایستہ نہین ہے، جا بجا نہایت فحش اور مبتذل الفاظ استعمال کئے ہین، اور بہت سے مضامین بھی نہایت پست اور غیر مہذب باندھے ہین مثلاً سودا کہتے ہین،

ناس دانی کو چھپا شیخ نبادا کوئی — اپنی نلچکنی چھپا کر تجھے غافل بھردے

سبح مین ڈینا تو ہم چھوڑینگے لیکن زاہدا — چھوڑنا تیری طرح داڑھی کا مشکل ہوئیگا

جو یون لاٹھی اٹھاتا ہون تو دانت اپنی نکوسے ہے — رقیب آگے ترے دے ہو مجھے بندر کی سی گھرکی

یہ غزل کے اشعار ہین، ہجو گوئی مین سودا نے جو بدزبانیان کی ہین انکو پڑھکر تو تہذیب کی گردن اور بھی جھک جاتی ہے، لیکن یہ اس دور کی عام خصوصیت نہین ہے، خود میر درد کے

کلام مین کہین بھی اس قسم کے الفاظ نہین ملتے، فغان بھی اس خصوصیت مین خواجہ میر درد کے شریک ہین، ان کے کلام مین بھی کہین غیر مہذب الفاظ اور پست مضامین نہین پائے جاتے، اُنھون نے متعدد ہجوین بھی لکھی ہین، لیکن ایک ہجو کے سوا جسمین بعض فحش الفاظ آ گئے ہین، اور کسی ہجو مین بدزبانی نہین کی ہے، بلکہ ان کے ہجوگوئی کا اندازہ یہ ہے،

یہ جو میرا ہے راقم دیوان ۔۔۔ تحفہ نخفی کا بھولا بھالا ہے
کچھ نہ سیکھا غلط نویسی مین ۔۔۔ ہوش جس روز سے سنبھالا ہے
ہائے ہو زسے وہ لکھے ہے حنا ۔۔۔ آپ کا رسم خط نرالا ہے
قاتلِ طبع زاد ہے ظالم ۔۔۔ مین نے دشمن بغل مین پالا ہے
زندگی ہے مری سخن جسکو ۔۔۔ سہو کاتب نے مار ڈالا ہے

سب سے زیادہ سخت ہجو میر معصوم کی ہے جسکے چند شعر یہ ہین،

ایک ہین آشنا مرے مجہول ۔۔۔ خود نما بوالفضول و نامعقول
آپکو سب سے خوب جانتے ہین ۔۔۔ کب وہ کہنا کسیکا مانتے ہین
جس سے ملنا دماغ سے ملنا ۔۔۔ کسکی تعظیم کا ہیکو ہلنا
بلکہ فرعون بدسرشت ہین یہ ۔۔۔ یا کہ شداد بے بہشت ہین یہ
یا بھتیجے ہین یہ اسد خان کے ۔۔۔ تمنا ہین خان دوران کے
یا یہ شائستہ خان کے پوتے ہین ۔۔۔ خانخان کے ہوتے سوتے ہین
یا کہ نانی تھی انکی نورجہان ۔۔۔ ان کا نانا تھا شیر افگن خان

اسکے بعد ان کے ایک ایک عضو کی بدقوارگی کی تفصیل کی ہے، اور اسی سلسلہ مین بعض اشعار فحش بھی نکل گئے ہین، لیکن عام مذاق یہ ہے،

بھوئین آپس مین اسطرح رلیان | جس طرح لڑ رہی جون چھپکلیان
چشم توہے برنگ دیدۂ بوم | نہ دکہا دے خدا یہ صورت شوم
کان پھیلے ہین جون پر شپرک | ہے بناگوش جون سر شپرک

(۲۰) قدما کے دور کی ایک قابل اعتراض خصوصیت یہ ہے کہ ان کے کلام مین ہمواری نہین پائی جاتی ایک ہی غزل مین ایک شعر نہایت بلند کہتے ہین، بقیہ اشعار اسقدر پست ہوتے ہین کہ دونون مین کوئی تناسب نہین معلوم ہوتا، میر صاحب غزل گوئی کے بادشاہ تسلیم کیے جاتے ہین، لیکن انکی نسبت بعض تذکرون مین کہا ہے کہ پستش بغایت پست و بلندش بغایت بلند،

نواب مصطفے خان شیفتہ سودا کے حال مین یہ اعتراض

اگر گوئی کہ غزل از اشعار پر کن مملواست و قصیدہ ازان خالی،

نقل کرکے لکھتے ہین

قدمارا مانند فصحاے متاخرین بپراسون خاطر جاگزین دل نہ این بود کہ ہر شعر دلپذیر آید و ہر بیت خاطر نشین، لہذا در کلام ایشان رتصل اہمل واقع شدہ چہ در قصیدہ چہ در غزل،

لیکن اس اعتراض سے صرف خواجہ میر درد اور فغان کا کلام بالکل محفوظ ہے، یہ لوگ نہایت شگفتہ طرحون مین غزلین کہتے ہین جنکے اشعار کی تعداد نہایت محدود ہوتی ہے، اور ان اشعار مین یکرنگی و ہمواری پائی جاتی ہے، چنانچہ ہم اس موقع پر فغان کی بعض غزلین نقل کرتے ہین جن سے اسکا اندازہ ہوگا،

کیونکر جو زندگی مرے غمخوار مر گئے | جو باعث حیات تھے وہ یار مر گئے
آنکھین کہان رہین جو رواں ہوسکے طفل اشک | اس کاروان کے قافلہ سالار مر گئے
طالع کہان جو تیغ نگہ سے شہید ہون | ہم سے غریب اپنی تئین مار مر گئے

باقی جہان میں ہیں تاثیر دل
روتے تھے روز و شب سو وہ بیمار مر گئے

ہم کو بہ رنگ نقش قدم یہ قیام ہے
اکثر تو زیر سایۂ دیوار مر گئے

کالا ہے بدھوا دل عشاق واہ واہ
بے قدر ہے یہ جنس خریدار مر گئے

خالی پڑے ہیں یہ قفس سینہ اب فغان
رہتے تھے یان جو مرغ گرفتار مر گئے

پامال عشق کوچۂ الفت سے کیا چلے
چلتے ہیں ہم یہاں سے اگر نقش پا چلے

لخت جگر کو دیکھ کے کہتے ہیں طفل اشک
گر چل سکے تو ساتھ ہمارے چلا چلے

ہر دم ہو کون حاجب و دربان سے ملتجی
ہم اس گلی میں خاک سر اوپر اڑا چلے

رونے کے کسے یہ مری آستین فغان
وہ تو جدا چلا مرے آنسو جدا چلے

عاشق کا دل تجھے گر مطلوب ہی تو یہ ہے
گر زشت ہی تو یہ ہے اور خوب ہی تو یہ ہے

پردہ اگر دوئی کا اٹھ جائے تو دکھا دون
معشوق ہے تو یہ ہے محبوب ہی تو یہ ہے

تحقیق کر چکا ہون اس چشم و دل کو اپنے
یعقوب ہے تو یہ ہے ایوب ہی تو یہ ہے

اب کیا علاج کیجئے خانہ خراب دل کا
ہشیار ہے تو یہ ہے مجذوب ہی تو یہ ہے

لخت جگر فغان نے اب نامہ بر کیا ہے
پیغام ہے تو یہ ہے مکتوب ہی تو یہ ہے

صرف انہی چند غزلون کی خصوصیت نہین، فغان کا دیوان اول سے آخر تک پڑھ جاؤ، ہر غزل مین اس قسم کی ہمواری نظر آئیگی،

(۳) الفاظ اور محاورات کے لحاظ سے اگرچہ فغان کی زبان وہی ہے جو میر اور سودا کی ہے تاہم انکی غزلون مین اسقدر سلاست اور روانی پائی جاتی ہے کہ بعض غزلون پہ داغ کے کلام کا

ہو جاتا ہے، مثلاً

جنس سودا ہے ارے یار کہاں جاتا ہے　　آ مرے دل کے خریدار کہاں جاتا ہے

کج کلہ، تیغ بکف، چین بر ابرو، بیباک　　یا الٰہی یہ ستمگار کہاں جاتا ہے

لئے جاتی ہے اجل جان فغاں کی اے یار　　پیچھے تیرا گرفتار کہاں جاتا ہے

(۵) بندش کی چستی زبان کی سلاست اور روانی کو اور دوبالا کر دیتی ہے، مثلاً

تار کی طرح کہیں زلف بتاں سے ٹوٹے　　یا الٰہی دل بیمار بلا سے چھوٹے

آب میں ڈوب گئے سر سے قدم تک بوٹے　　آج گلشن میں مرے دل کے پھپھولے پھوٹے

طاق نسیاں پہ نہ رکھ شیشۂ دل کو ظالم　　یہ نہ ہو ہے کہ مرا آبلۂ دل پھوٹے

کر دیا وقف مرے کلبۂ احزاں کو فغاں　　خوان یغما کے یہ معنی ہیں جو چاہے لوٹے

بندش کی چستی نے بعض جگہ فغاں کی ترکیبوں میں نہایت تناسب اور توازن پیدا کر دیا ہے اسلئے کلام میں روانی کے ساتھ موسیقیت بھی پیدا ہو گئی ہے جو کانوں کو نہایت خوش آیند معلوم ہوتی ہے مثلاً

کسی کے پاس دیکھوں یار کو میں سہہ نہیں سکتا　　رہوں تو رہ نہیں سکتا کہوں تو کہہ نہیں سکتا

یہ موج اشک میری صورت زنجیر کھنچتی ہے　　چلوں تو چل نہیں سکتا بہوں تو بہہ نہیں سکتا

---×---

تجھی ہر صبح ہنسنا تھا، تجھی ہر شام شادی تھی　　مجھے ہر روز جلنا تھا، مجھے ہر رات رونا تھا

---×---

تجھ سے رقیب ہنستے یہ بھی خدا کی قدرت　　ہم یوں رہیں ترستے یہ بھی خدا کی قدرت

دل دوں میں رونے روتے یہ بھی نصیب میرے　　جی لے تو ہنستے ہنستے یہ بھی خدا کی قدرت

(۶) فغاں کی ایک خصوصیت قطعہ نگاری ہے، یعنی بسیط خیالات کے علاوہ جو غزل کے ہر

شعرمین الگ الگ ادا ہوتے ہین بعض مرکب خیالات کو چند اشعار مین ادا کرتے ہین، اسلئے اگر ان قطعات کا مجموعہ مرتب کیا جائے تو اُردو شاعری مین مسلسل غزلون کا ایک مختصر سا مجموعہ تیار ہو جائیگا، فغان نے بھی اس قسم کے قطعے نہایت کثرت سے لکھے ہین جنمین بعض نہایت پر لطف اور با مزہ ہین، مثلاً

ایک نے مجھکو ترے در کے اوپر دیکھ کہا ——— غیر اس در کے تجھے اور بھی رہی کہ نہین
آخر اس منزل ہستی سے سفر کرنا ہے ——— اے مسافر تجھے چلنے کی خبر ہی کہ نہین
توشۂ راہ سبھی ہم سفران رکھتے ہین ——— تیرے دامن مین فغان لخت جگر ہی کہ نہین

بہرحال مختلف خصوصیات کے لحاظ سے دیوان فغان قدما کے دور کی بہترین یادگار ہے جو اس قابل ہے کہ اُسکو نہایت محنت کے ساتھ اڈٹ کرکے عام طور پر شایع کیا جائے،

اخیر مین ہم ناظرین کی ضیافت طبع کے لئے فغان کے چند منتخب اشعار نقل کرتے ہین،

کب ہوا بیکار پتلا خاک کا ——— یہ تو سو قالب مین ڈھلتا ہی رہا

یعقوب کو عزیز ہے یوسف کا پیرہن ——— یوسف ہو جسکے پاس اُسے پیرہن سے کیا

اُس در پہ مین جبتک رہا مت پوچھ وہان کیا کیا سہا ——— یا تھا خدا سر پر فغان یا سایۂ دیوار تھا

بے شغل نہ رہ اس دلِ بسمل کو جلادے ——— اک بار جئیگا تو کئی بار مریگا

منظور تھی جفا تو ملاقات تھی غلط ——— اتنے لئے کسی کو گنہگار کیون کیا

[illegible] چاکِ گریبان کو   کریہ وحشت تو ہرگز دامنِ صحرا [illegible]

خوشی کیا اسکے دیکھے کے جیتے ہین مردمک   یہ طفلِ اشک خدمت استاد کر چکا

رہتا ہی وصل مین در و دیوار پہ نظر   تجکو مزا پڑا ہی فغان انتظار کا

دل کو ناز و نیاز مین پایا   کس نشیب و فراز مین پایا

غبار خاطرِ آزادگان ہی خواہشِ فرش   جو بے ریا ہی تو ہست نقشِ بوریا لینا

معاش یہ ہی کہ نت خون دل کو پیتا ہون   جو آگیا کوئی لختِ جگر تو کہا لینا

فغان یہ ننگ ہے باللہ عشق بازی کا   جو دل کو ہار کے جیتے تو پھیر کیا لینا

—

جی نکل جاے مرا کشمکشِ دام مین کاش   نہ گرفتار چمن ہون نہ گرفتار قفس

—

نہ سرو کا رہے بلبل کو نہ گل کو مجھ سے   گلشنِ دہر مین خارِ سرِ دیوار ہون مین

—

رکھتا نہین ہون ہاتھ مین کچھ غیر حسرت پر   اتنی بساط پر مین خریدارِ باغ ہون

—

یکستان ڈھونڈھتے پھرتے ہین کہان شیشہ   دل تو اسوقت مین رندان ہی گران ہی شیشہ

لذتِ درد نہ پاوے کوئی ہمدرد بغیر   دل کو لگتی ہے وہان ٹھیس جہان ہی شیشہ

—

پاس رہا کیا جسے برباد دون   خانہ خرابی کو بھی گھر چاہیے

سراج الدین ظفر شاہ دہلی اور مرزا غالب

کی

زندگی کا ایک گم شدہ ورق

از جناب حافظ احمد علیخان صاحب ناظر کتبخانہ ریاست رامپور

ریاست رامپور کے کتبخانہ مین تاریخ فارسی مین ایک کتاب دستور العمل اودھ کے نام سے نمبر ۲۶ پر موجود ہے، اس کتاب مین سلطان العلما مولانا سید محمد صاحب مجتہد لکہنوی کے عرائض اور شاہی احکام، چند فتوی اور مختلف خطوط نقل ہین، ان خطوط کی سطرون مین سراج الدین ظفر شاہ اور مرزا غالب کی زندگی کے ایک خاص واقعہ پر روشنی پڑتی ہے، دلی کے انحطاط اور لکہنؤ کے عروج کے زمانہ کا ایک خاص واقعہ یہ ہے کہ خاندان تیموری کے چند شہزادون نے لکہنؤ آکر شیعہ مذہب اختیار کرلیا تہا، ان مین سے بعض شہزادون نے لکہنؤ آکر یہ مشہور کیا کہ بادشاہ بھی شیعہ ہوگئے ہین، اور بادشاہ کی طرف سے ہری خلعت بھی انھون نے پیش کیا، دہلی کے اکابر واعیان اور عام مسلمانون کو جب یہ معلوم ہوا تو وہان ایک ہنگامہ برپا ہوگیا، ظفر شاہ نے حکام انگریزی کے ذریعہ سے اسکی علانیہ تردید کی اور غالب سے ایک فارسی مثنوی لکہوائی جسمین اسکی تردید تھی، لکہنؤ کے اہل دربار کو یہ معلوم ہوگیا تہا کہ اس مثنوی کا مصنف اقلیم ہنر کا معزول بادشاہ ظفر ہی نہین بلکہ کشور سخن کا حکمران مطلق غالب ہے اسکے بعد غالب نے اپنا ایک قصیدہ لکہکر دربار لکہنؤ مین بہیجا، یہ گویا اس مثنوی کی تلافی تھی۔

یہ تمام واقعات مولانا سید محمد صاحب مجتہد کی وساطت سے ہوئے تھے، اسلیے اس

مجموعہ مین یہ دلچسپ مراسلات موجود ہین، اور آج ہمارے لئے ان بزرگون کی زندگی کے گم شدہ اوراق ہین،

سنہ ۱۲۷ ھ مین شاہ ابوظفر نے سلطان العلما سید محمد صاحب کو یہ تحریر بھیجی،

افضل العلما افقہ الفقہا سید السادات مقتدائے
مومنین و مومنات مجتہد العصر والزمان سلطان العلما
دامت برکاتہ،

بحمداللہ والمنۃ کہ محبت و ولائے اہل بیت علیہم السلام
بدل اختیار کردم واز کل اعدائے علی ابن ابی طالب
علیہ السلام قطعی تبرا نمودم وتعمیر امام باڑہ شروع گردید
بعد اتمام مجالس تعزیت جناب سید الشہدا علیہ التحیۃ
والثنا زیب تزئین خواہد پذیرفت، در سعی بالاتمام
من اللہ مفصل مدارج دینیہ کہ بران راسخ ام، بہ
زبان برخوردار کامگار والا تبار سعادت اطوار مرزا
محمد حیدر شکوہ بہادر کہ درین خصوص رازدار است
دریافت خواہد گشت زیادہ برکات ۔

اللہ کا شکر ہے کہ محبت اہل بیت علیہم السلام
دل سے مین نے اختیار کی ہے اور حضرت علی علیہ السلام
کے دشمنون سے قطعی تبرا کیا ہے، امام باڑہ کی تعمیر
شروع ہوگئی ہے، عمارت تمام ہوجانے کے بعد جناب
سید الشہدا کی مجالس تعزیت ہواکرینگی، میری کوشش سے
اتمام اللہ تعالےٰ کے ہاتھ ہے، مفصل مدارج دین کے
جن پر مین راسخ ہون مرزا محمد حیدر شکوہ کی زبانی معلوم
ہون گے وہ اس معاملہ مین رازدار ہین،

بادشاہ نے ایک شقۂ مہری خاص مرزا حیدر شکوہ کو اور ایک مرزا نورالدین بہادر کو بھی لکھا یہ دونون شاہزادے مرزا سلیمان شکوہ کے پوتے ہین، دہلی سے علم اور مرثیہ تصنیف ابوظفر مرزا حیدر شکوہ لیکر گئے تھے،

نقل شقہ بنام حیدر شکوہ :-

نور چشم راحت جان مرزا حیدر شکوہ بہادر بود

تفضلات بودہ بدانند کہ ہر دو علم صرف از اعتقاد
غلامان غلام جناب حضرت عباس علمدار فہمیدہ
گذرانیدہ ام صرف برائے آسودگی دین ـ کسے
نمی داند کہ عنایت بر چہ قدر برائے این احقر شدہ
چند بار زیارت شدہ، قابل اظہار نیست الا بر
وقت ملاقات ، خود بیان خواہم فرمود، ہر شخصے کہ
از اہل بیت حسد می داشت برو لعن مدام باد، بیش
باد این است ایمان -

دونوں علم بربنائے اعتقاد غلامی حضرت عباس علمدار
نذر کئے ہیں، محض دین کی بہبود کے واسطے کسی کو
کیا معلوم کہ کسقدر عنایت اس احقر پر ہوئی چند بار
زیارت ہوئی،
قابل اظہار نہیں ہے، ملاقات کے وقت میں بیان
کرونگا، جو شخص اہل بیت سے حسد رکھتا ہے،
اس پر ہمیشہ لعنت ہو، بیش باد یہی ایمان ہے -

نقل شقہ مرزا نور الدین ،

نور چشم والا قدر مرزا نور الدین بہادر بود تفضلات
بودہ بدانند کہ دو علم در درگاہ جناب حضرت
عباس گذرانیدہ حاضر شوند معلوم نیست کہ آن فرزند
علم گذرانیدہ یا نہ برطمع دنیا نگذرانیدہ ام، خدا
داند کہ چہ طور ملاحظہ فرمودہ علم فرستادہ ام -

علم جلد درگاہ حضرت عباس میں چڑھا کر
حاضر ہو، معلوم نہیں کہ تم نے علم چڑھایا یا نہیں، طمع دنیا
کے لئے یہ علم پیش نہیں کیا ہے، خدا ہی جانتا ہے کہ
میں نے کیا دیکھکر علم بھیجا ہے -

سلطان العلما نے شاہی شقہ کے وصول ہونے کے بعد صاحب الدولہ بہادر کو رقعہ لکھا کہ میرے نام کے شاہی شقہ کو حضور بادشاہ اودھ میں پیش کرکے علم کے لئے جلوس کا انتظام کیا جائے چنانچہ امام باڑہ میں جلوس کے ساتھ علم گیا اور ظفر کا تصنیف کردہ مرثیہ بھی پڑھا گیا، دہلی میں اسکا بڑا چرچا ہوا، ظفر بھی گھبرائے، صاحب ایجنٹ دہلی کی معرفت اس واقعہ کی تحقیقات شروع کرائی،

ریزیڈنٹ شاہجہان آباد امین الدولہ کمن فریزر بہادر نے [illegible] ۲۷ دسمبر ۱۸۳۲ء کو لکھا،

درین ایام بہ لاحظہ قطعات سوالات علما و مشائخ
این شہر بوضوح پیوستہ کہ از روے اخبار و خطوط
لکھنؤ بہ دریافت این مردم رسیدہ کہ بتاریخ ششم
ربیع الاول (۱۲۴۸ھ) سنہ حال مرزا حیدر شکوہ بہادر
و مرزا نورالدین حیدر بہادر شیعی مذہب نبیرگان
مرزا سلیمان شکوہ بہادر در لکھنؤ علمے بہ کمال تجمل
بہ ہمراہی عمائد آن شہر برداشتہ بدرگاہ حضرت عباس
بردند و فضیلت پناہ سیادت دستگاہ سید محمد مجتہد
مذہب شیعہ بدست خود علم مذکور را در درگاہ موصوف
نصب نمودہ و مرزایان سطور را ابلاغ آن علم بہ
بندگان والا کردند - دیگر مرزا نورالدین بر منبر
برآمدہ مرثیہ بہ زبان اُردو کہ متضمن بے ادبی
صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم بودہ در مجمع کثیر بہ
آواز بلند برخواندہ و در مقطع آن مرثیہ تخلص حضور
پرنور درج کردہ و قطعہ شقہ مہری خاص شعر ترک
کردن مذہب اہل سنت و جماعت و اختیار نمودن
مذہب اہل تشیع و وثوق ارادہ تعمیر امام باڑہ و

ان ایام مین سوالات علما و مشائخ شہر ہٰذا کے
ملاحظہ سے معلوم ہوا کہ از روے اخبار و خطوط لکھنؤ
یہان والون کو اطلاع ہوئی ہے کہ چھٹی ربیع الاول
(۱۲۴۸ھ) سنہ حال کو مرزا حیدر شکوہ بہادر
و مرزا نورالدین حیدر بہادر شیعی مذہب مرزا سلیمان
شکوہ بہادر کے پوتون نے ایک علم کمال تجمل سے
عمائدین شہر کے جلوس کے ساتھ حضرت عباس کی
درگاہ پر چڑھایا، اور سید محمد مجتہد العصر نے اپنے
ہاتھ سے علم نصب کیا، دونون مرزاؤن نے
اس علم کا بھیجنا بادشاہ کا بیان کیا اور مرزا
نورالدین نے منبر پر بیٹھکر ایک اردو کا مرثیہ جسمین
صحابہ کی بے ادبی تھی، مجمع کثیر مین بآواز بلند
پڑھا، اور مرثیہ کے مقطع مین حضور (بادشاہ)
کا تخلص درج کیا تھا، اور ایک قطعہ شقہ مہری
خاص موسومہ مجتہد مذکور بنایا جسمین ترک
مذہب اہل سنت والجماعت اور مذہب شیعہ کا
اختیار کرنا اور امام باڑہ کی تعمیر اور بہشت کو [illegible]

تیار نموده جاری بر دوام موسومه مجتهد مذکور ساخته
ـدگان والا را باختیار مذهب روافض متهم و بدنام
ساختند، چون این همه غلط و بے اصل و محض افترا و
بهتان است زیرا که به عنایت الٰهی در عقیده راسخه
حضور که آن بطریق اهلسنت و جماعت است هرگز
فتور و فساد راه نیافته و کدام مرثیه محتوی مضمون سب
و طعن نسبت به خلفاے راشدین که اساطین دین
و مقتداے اهل یقین اند بر زبان الهام بیان نرفته
و رقعه خاص به اشعار اختیار امور خلاف شرع
بنام مجتهد مذکور هرگز ریخته کلک گوهر سلک نگردیده
این همه تصنع و دروغ آرائی مرزایان مذکور است که
بحضور پرنور منسوب کرده اند، ولیکن بیاد می آید که
ایشان هنگام حضوری خود درین جا این معنی بطریق
حکایت و تذکره معروض داشته بودند که موافق مذهب
خود براے حصول صحت بندگان والا نذر قرار داده ایم
که بروقت غسل صحت حضور از طرف خود علمے طیار ساخته
در شکریه صحت حضرت اقدس بدرگاه حضرت عباس
خواهیم داشت، و سواے ازین هیچ مذکور نکرده بودند
و نیز اکثر رقعه جات در مقدمه ذاتی خود ها مستعمل

اختیار کرنا لکھا تھا، بندگان والا کو رافضی مذہب
قبول کرنے سے بدنام اور متہم کیا، یہ سب
غلط و بے اصل اور افترا و بہتان ہے
اسلئے کہ عنایت الٰہی سے حضور کے عقیدہ
راسخہ طریق اہل سنت و جماعت مین
ہرگز فتور و فساد کو دخل نہین ہے، اور کوئی
مرثیہ جسمین برائی اور طعن خلفاے راشدین پر
ہو جو دین کے ستون اور مقتدا ہین تصنیف
نہین کیا، اور رقعہ خاص مجتہد کے نام جسمین
امور خلاف شرع کا اختیار کرنا ہو ہرگز نہین لکھا
یہ تمام تصنع اور دروغ آرائی مرزایان مذکور کی ہے
کہ حضور کی نسبت منسوب کی ہے، لیکن یاد آتا ہے کہ
ان مرزاون نے بروقت حاضری بطریق
حکایت و تذکرہ عرض کیا تھا کہ اپنے مذہب کے
موافق حصول صحت بندگان والا کے لئے نذر
مانی ہے کہ حضور کے غسل صحت کے وقت اپنی طرف سے
علم تیار کر کے صحت کے شکریہ مین حضرت عباس
کی درگاہ مین چڑھا وینگے، اسکے سوا کوئی تذکرہ نہین
ہوا، اور اکثر رقعون مین اپنے ذاتی معاملات میں

بمهر خاص کنانیده بودند، لیکن بنام فضیلت پناه
مذکور کدام تحریر که به مهر خاص مزین باشد هرگز وقوع
نیامده، شاید مرزایان سطور بنابر کدام مصلحت
ومنفعت خود این افترا بر حضور کرده باشند و
تحریر بے اصل و باطل مرتب کرده داده باشند
ومجتهد مذکور بر مقتضاے نیک نهادی خود آنرا
در پایه صدق دانسته شهرت داده باشند، درین صورت
ملاحظه آن شقه که نزد آن سیادت دستگاه رسانیده اند
ضرورتر افتاد تا معلوم شود که مضمونش چیست و نگارنده
اش کیست، وبعد دریافت این حال تدارک
انسداد رخنه این فساد بطرز مناسب بعمل آید که
بار دیگر کسے را جرأت این افترا پردازیها نگردد،
لهذا زیب ارقام می یابد که آن امارت و ایالت
مرتبت به مقتضاے دولت خواهی و خیراندیشی
بجهت رفع این اتهام و بدنامی بندگان اقدس
خط انگریزی خود بنام ایجنٹ بهادر لکهنؤ بمزید
تاکید برنگارد که شقه جعلی مهری خاص از مجتهد مذکور بهر
نوع که تواند طلبیده نزد ترا رسال دارد و هرآئینه ظهور این معنی
موجب استرضاے خاطر عاطر خواهد شد زیاده تفضلات شناسد

شاہی مہرین کرائی ہین، لیکن مجتہد کے
نام کوئی تحریر مہری خاص ہرگز نہین لکھی گئی،
شاید ان مرزاون نے اپنی کسی مصلحت اور
منفعت کے لئے حضور پر یہ افترا کیا ہو اور تحریر
بے اصل اور جہوٹی مرتب کر کے دی ہو اور مجتہد
مذکور نے اپنی نیک نہادی سے اسکو صحیح
سمجھکر شہرت دی ہو، ایسی صورت مین مجتہد
کے نام جو شقہ پہنچایا ہے اسکا ملاحظہ ضروری ہے
تاکہ معلوم ہو مضمون کیا ہے اور لکھنے والا
کون ہے، اور دریافت ہونے کے بعد اس
فساد کے انسداد کی مناسب تدبیر کیجائے
کہ پھر کسیکو ایسے افترا کی جرأت نہ ہو
لہذا لکھا جاتا ہے کہ آپ بمقتضاے دولتخواہی
و خیراندیشی اس بدنامی اور اتہام کے دفع
کرنے کے لئے انگریزی تحریر بنام ایجنٹ
لکھنؤ نہایت تاکید سے لکھین کہ شقہ جعلی
مہری خاص مجتہد مذکور سے جسطرح ممکن ہو طلب کرکے
جلد بھیجدین، اس کام کے سرانجام سے موجب
رضامندی ہوگا،

۳۔ ربیع الثانی سنہ ۱۲۷۰ھ کو مسٹر جانسٹن ایجنٹ لکھنؤ نے یہ پیام اہلکاران سلطنت اودھ کو بھیجا،

بالفعل کہ نقل قلعہ شقہ بادشاہ شاہجہان آباد لفیف خط صاحب ایجنٹ بہادر مرقوم بست و ہشتم ماہ دسمبر ۱۸۵۳ء پیش نیازمند رسیدہ نقل ارسال والاجناب فیض مآب و التماس می دارد کہ از حضور پرنور بہ سلطان العلما مجتہد العصر ارشاد شود تا کیفیت اجراء اصل شقہ مہری بادشاہ موصوف اگر باشد بنظر انور بگذرانند و بہ نیازمند عنایت گردد

بالفعل کہ نقل شقہ بادشاہ شاہجہان آباد ملفوف خط صاحب ایجنٹ بہادر مرقوم ۲۸ دسمبر ۱۸۵۳ء نیازمند کے پاس آئی ہے نقل اُسکی ارسال ہے اور التماس ہے کہ حضور پرنور کا حکم سلطان العلما مجتہد العصر کے نام جاری ہو کہ کیفیت واقعہ اور اگر اصل شقہ مہری بادشاہ موصوف ہو تو حضور میں پیش کریں ۔

یہ کاغذات سلطان العلما کے پاس پہنچے، اُنھوں نے مرزا حیدر شکوہ اور مرزا نورالدین بہادر کو یہ رقعہ لکھا،

مرزا حیدر شکوہ بہادر و مرزا نورالدین بہادر زنادافیہا لہما دیروز نقل پرچہ پیام در خصوص استرداد و استفسار کیفیت شقہ کہ بوساطت سامی از جانب بادشاہ شاہجہان آباد موسومہ اضعف العباد رسیدہ بود در ورود نمود ترقب کہ از کیفیت ان مفصلا مطلع سازند و چون بالفعل تشکیک در آن واقع شدہ جواب آنکہ فقیر نوشتہ بودم اگر روانہ نشدہ باشد واپس فرستند کہ بدون تصدیق و تحقیق اصل شقہ ارسال پاسخش لطفی ندارد، فقط والسلام۔

کل نقل پرچہ پیام در بارہ واپسی و استفسار کیفیت شقہ کہ آپکی معرفت بادشاہ شاہجہان آباد کی جانب سے میرے نام آیا تھا وصول ہوا امید کہ اسکی مفصل کیفیت سے مطلع کیجئے، چونکہ اس وقت اس شقہ میں شک واقع ہوا ہے میں نے جو جواب لکھا تھا اگر روانہ نہوا ہو تو واپس کر دیجئے اسلئے کہ بغیر تصدیق اصل شقہ کے جواب بھیجنا مناسب نہیں ہے،

اسی خط کے جواب مین مرزا سعید رشکوہ نے کیفیت واقعہ اسطرح لکھی :-

در سیوم لاکر قطعہ تحریر جناب قبلہ و کعبہ مجتہد العصر
والزمان سلطان العلما محتوی بر استعلام و استفسار
کیفیت نفس الامری ورود و صدور شقہ خاص
بادشاہی بنام نامی خود معرفت این جانب و
واپس طلب نمودن پاسخ شقہ موصوف کہ جہت
ترسیل بحضور بادشاہ گردون بارگاہ دادہ بودند،
موصول دست این جانب گردید، لہذا کیفیت
واقعیہ این معاملہ بہ زبان خامہ صداقت بدین
عنوان تفویض نمودہ می آید کہ ہنگام محنت انضمام
علالت پر ملالت طبیعت حق طویت بندگان
ہمایون شاہی کہ زمانہ غیبت این جانب واستقامت
دار الامارت کلکتہ بود قطعہ شقہ خاص تقدس
اختصاص عادی مضمون اعجاز مشحون ملاحظہ رویاے
صادقہ دگذرانیدن علم مبارک بدرگاہ فلک اشتباہ
جناب ملایک آب جیر الناس حضرت عباس
علیہ السلام پرتو نزول اجلال افگندہ و من بعد وقت
حضور اینجانب ہم حضور والا مجدداً بہ بیان
شرح المعنون رعایت رویت رویاے صحیحہ سطورہ

اسوقت تحریر سلطان العلما نسبت استفسار
کیفیت شقہ خاص بادشاہی جو بموصوف
کے نام بیری معرفت آیا تھا، اور واپسی
جواب شقہ موصوف جو بنابر روانگی بحضور
بادشاہ دیا تھا، وصول ہوئی، لہذا
کیفیت واقعی اسکی لکھتا ہون، جس
زمانہ مین بادشاہ علیل تھے مین کلکتہ
مین تھا، اور مجھے شاہی شقہ پہنچا جسمین
خواب کا بیان اور حضرت عباس کی
درگاہ مین علم چڑھانے کا مذکور تھا، اسکے
بعد جب مین حاضر ہوا تو پھر خواب دیکھنے کا
حال بیان فرمایا اور اہل بیت کی محبت کا
اظہار اور تعمیر امام باڑہ کا قصد
براے تعزیہ داری سید الشہدا و مثل
اپنے اعلی امیر تیمور صاحبقران بیان کیا،

واتحاد تشیید مبانی حقیقت در حضرت حضرت

طاہرات ائمہ ہدی علیہم التحیات والتسلیمات مادامت
الارضون والسموات بزبان الہام بیان خود ارشاد
فرماستند تصمیم عزم تعمیر بناے امام بارہ جہت
تعزیہ داری شہید دشت نینوا خامس آل عبا علیہ
التحیۃ والثنا کلما تدور السماک در الرحی بر طبق سنت
سنیہ مجریہ جد اعلاے خود حضرت امیر تیمور صاحبقران
فرمودند و قطعہ شقہ خاص بنام مجتہد العصر والزمان
باندراج لالی متلالی مضامین اختیار مراتب
ولاے اہل بیت عصمت وطہارت و بروج اثنا
عشر فلک امامت و تبرا ے قطع از عدوان و دشمنان
جناب ولایت مآب اسد اللہ الغالب غالب کل
غالب مطلوب کل طالب فاتح بدر و حنین ابو
ریحانتین یعنی الحسن والحسین امام المتورعین وصی
بلافصل حضرت خیر المرسلین علی حجۃ اللہ علی العالمین
خود از دست مبارک حضور والا باینجانب مرحمت
شد کہ بسلطان العلما مجتہد العصر والزمان رسانیدہ
پاسخش بحضور باہر النور گذرانیدہ شد و علم مبارک
درہمان زمان غیبت اینجانب بہ کمال صرف ہمت

اور ایک شقہ خاص مجتہد العصر کے نام لکہا
جسمین ولاے اہل بیت و تبرا ے قطعی
دشمنان حضرت علی کا اظہار تہا خود اپنے
دست مبارک سے مجھے دیا جسکو مین نے
مجتہد العصر کو دیا، اور اس شقہ کا جواب
حضور مین پیش کر دیا، اور میری غیر حاضری
مین علم مبارک بہ نہایت اہتمام سے ایک
نمونہ تانبے کا بنا، اور بادشاہ نے اپنے دست
حق پرست سے اسکا طغرا بنایا اور محبوب
علیخان کے اہتمام سے کارخانہ سلطانی مین
تیار ہوا، اور حضور والا نے کمال خلوص سے
اپنے سر پر رکہا اور پہر مرزا انور الدین علی

والا نسبت به طیار کنانیده نو نو علم سی اولاد
درست شدن طغرا بدست حق پرست خود و اہتمام
محبوب علیخان بکارخانہ سلطانی طیار گشت و حضور
والا بکمال خلوص بر سر مبارک خود گذاشتند و بہ مرزا
نور الدین بہادر عنایت فرمودہ بنا بر نصب آن
بدرگاہ موصوف بتاریخ ۳ محرم الحرام سنہ حال
رخصت فرمودند۔

دیا اور درگاہ موصوف پر چڑہانے کے لئے
۳-محرم سنہ حال کو انہین رخصت کیا۔

و ہمین معنی بر جمیع اعالی و ادانی شہر بلکہ از روے
اخبار قلعہ مبارک برارباب اولی الالباب
صاحبان عالیشان انگریز بہادر ہم بخوبی واضح
و منجلی است، چنانچہ مرزا نور الدین بہادر درین جا آمدہ
بجماعت ہم عزیزان اجلہ سادات و مومنین و اعزہ امراے
با تمکین تزک و جمیل و حشم بجلو داری سوالیان اہل بیت
طاہرین وفاداران آستان علام دین مبین بردہ آن
علم ہم صورت علم را بدرگاہ حضرت علمدار لشکر گوشہ
سید ابرار علیہ السلام بدست جناب سلطان العلما مجتہد العصر
والزمان نصب کنانیدند۔ و استغفر اللہ ہیچ کلمہ
سوی ادب بہ نسبت بادشاہ جم جاہ بزبان عقیدت
ترجمان خود نیاوردند۔ و علاوہ بران تنقہ خاص

اور یہ بات تمام ادنی و اعلے شہر پر بلکہ
از روے اخبار قلعہ مبارک صاحبان
انگریز پر بھی بخوبی واضح ہے، چنانچہ
مرزا نور الدین بہادر نے یہان آکر سادات
مومنین، اور امرا کے جلوس کے ساتھ
حضرت عباس کی درگاہ مین اس علم کو
پہنچایا اور سلطان العلما سے اسکو نصب
کرایا، استغفر اللہ کوئی کلمہ بے ادبی کا
بادشاہ کی نسبت نہین نکلا، اسکے علاوہ
ایک تنقہ شاہی میرے نام اور دوسرا
مرزا نور الدین بہادر کے نام جسمین علم
چڑہانے کی تاکید ہے اور ان پہ پنسل کے

بن اختصاص دستخطی مصدرہ بنام اینجانب
شقہ دیگر اسمی مرزا نورالدین بہادر بحکم استعجال
تجال نصب علم مبارک دستخطی خاص قلم سرسہ
الوش لطیف کیفیت ہذا است دو شاہد
ادل این مدعا دو بینہ مقبولہ این دعوی ماست
صاف وصریح مخبر ومبنی برطیاری ونصب علم
بارک از طرف حضور والا اند- بہرکیف
تحریر شقہ خاص بنام مجتہد العصر والزمان ونصب
علم ازجانب بادشاہ انجم سپاہ از غایت وضوح
واعلان بوجود ادلہ باہرہ وبراہین ساطعہ از اجلائے
بدیہیات مثل آفتاب نیمروز است فکیف یحتمل
معاذاللہ والعیاذ باللہ کہ حضور والا از اموریکہ
باین درجہ شیوع واشتہار یافتہ باشد استنکاف
وانکارے فرمایند- گرانچہ بسمع اینجانب درآمدہ
کہ شقہ خاص بادشاہی بمضمون انکار تحریر شقہ بنام
مجتہد العصر والزمان وارسال علم مبارک بنام
صاحب ایجنٹ بہادر شاہجہان آباد زیب تحریر
یافتہ منشاء این عبارت این ہمہ فتن ومفاصد
لعنت وعناد جمعے از اہلکاران سلطنت ودشمنان

دستخط ہین انکی نقلین ملفوف ہین ایہ دونون
شقہ دو گواہ عادل اس بات کے ہین کہ
علم کی تیاری اور اسکا چڑہانا بادشاہ
کی طرف سے ہے،

بہرکیف تحریر شقہ خاص بنام مجتہد العصر اور
علم کا چڑہانا بوجہ وضاحت واعلان بدیہی
طور پر مثل آفتاب نیمروز کے بادشاہ کی
طرف سے ثابت ہے پھر یہ احتمال کیونکر
ہوسکتا ہے کہ معاذ اللہ حضور والا ایسے
امور سے جو اسقدر شایع ہو چکے ہین
انکار فرماین، اگر مین نے جو سنا ہے وہ یہ ہے کہ
شقہ خاص کی تحریر سے اور علم کے بھیجنے سے
انکار جو صاحب ایجنٹ شاہجہان آباد کے
نام لکھا ہے منشا اسکا اہلکاران سلطنت
اور دشمنان اہل بیت ہین کہ ہمیشہ آتش
عناد اور حسد سے جل کر عداوت

اہل بیت طاہرین است کہ دائما آتش عناد
وحسد کباب شدہ در صدد عداوت و پرخاش
و برہم سازی مزاج کرامت امتزاج از طرف
اینجانب می بودند چنانچہ از روے اخبار شاہجہان آباد
ہم واضح گردیدہ کہ در ایام عدم حضوری این جانب
متعصبان ملازم سلطنت کہ در کمین بودہ اند فرصت
وقت از مغتنمات دانستہ بیشتر خطوط معاندین دین
وسرکردگان اہل کین وبعضی سوالفان مخالف آئین
بمضامین تراشیدہ وغلط وسراسر پوچ ولچر واندراج
کلمات اسائت ادب کہ معاذ اللہ از زبان اینجانب
آمدہ باشد از سکنہ بیت السلطنت لکھنؤ طلب نمودہ
وہم برخے جعل محض از خود طیار کردہ بملاحظہ بندگان
والا دربار گذرانیدند وبعزم نادرست برآوردن
نام نامی حضور والا از خطبہ عیدین وروز جمعہ
بطریق ہنگامہ بلوا باجماع مشائخ وعلماے آن
بادشاہ ملکوتی صفات را تنگ ومجبور ساختند
وطبع ہمایون را از طرف این جانب منعطف
نمودند کہ از ارسال شقہ بنام مجتہد العصر والزمان
ابا وانکار فرمایند تا آنکہ اورا ... یان فتنہ انگیز بودہ ...

اور پرخاش اور مزاج شاہی کو میری
طرف سے برہم کرنے کی تدبیرین ہین ا
چنانچہ شاہجہان آباد کی خبرون سے معلوم
ہوا کہ میری غیبت مین متعصب ملازم
سلطنت جو گھات مین تھے انھون نے
بہت سے خطوط سراسر غلط اور لچر
مضامین کے اور نیز یہ کہ میری زبان سے
کلمات بے ادبی ظاہر ہوئے لکھنؤ سے
منگائی اور بعض جعلی تحریرین خود بناکر
بادشاہ کے حضور مین پیش کین اور
بطریق بلوی وہان کے علما ومشائخ کے
اجماع سے جمعہ اور عیدین کے خطبون سے
بادشاہ کا نام نکالنے کی تدبیر کی اور
اس طرح بادشاہ کو تنگ کیا اور میری جانب
سے طبع ہمایون کو اسطرح پھیرا کہ شقہ
مجتہد العصر کے نام روانہ کرنے کا انکار فرمائین
اور مذہب شیعہ کی توہین کے لئے
شقہ مجتہد العصر سے واپس منگا کر
فریب اور جعل سے مجھے بدنام کرین

کنایندن شقۂ از مجتہد العصر والزمان بہ منکشف شدن مذہب تشیع پرداختہ بانتساب تہمت فریب وجعل دشمنان اینجانب را کہ ناکردہ گناہ ام بدنام نمایند پناہ بخدا ازین سفسطہ پردازیہاے بے اصل فرقۂ ضالہ سفیہان بدکیش کہ آفتاب را بہ پردۂ خاک می پوشند و نمی دانند کہ ہر نوع امتیاز حق از باطل بہر ہنگام و زمان باندک تامل عقلاے نصفت آئین مبرہن و ظاہر کالشمس فی وسط السما باہر می باشد لان الحق یعلو ولا یعلی -

ان مفسدہ پردازیون سے خدا کی پناہ کہ سفیہان بدکیش آفتاب کو خاک سے چھپانا چاہتے ہین اور یہ نہین سمجھتے کہ عقلاء حق اور باطل مین تھوڑے غور سے تمیز کر لیتے ہین

وقطع نظر از جملہ دلائل مرقومہ بالا و موجود بودن شقہ جات دستخطی شاہی ملفوفہ کیفیت ہذا کہ بشقہ اسمی مجتہد العصر والزمان مختلف اللفظ و متحد المعنی توان گفت ارباب خبرت و بصیرت غور نمایند و بامعان نظر تعمق بکار برند کہ کسے کہ اندک مایہ از شعور و عقل خواہد داشت حتی طفل صغیر نابالغ ہیچ گاہے بہ تصنیع و جعلے نخواہد پرداخت کہ ہیچ گونہ نتیج منافع دینی باشد نہ مفاد دنیوی پس چگونہ عقل خیراندیش رخصت می دہد کہ اینجانب این چنین جعل و فریب معاذ اللہ می نمودم و ناحق و بے وجہ بغیر تبدل عقیدہ باختیار

قطع نظر مرقومہ بالا دلیلون سے شقہ شاہی جو ملفوف ہے یہ مجتہد العصر کے شقہ سے مختلف اللفظ ہے گر معنی اور مطلب ایک ہے ارباب خبرت و بصیرت غور کرین کہ جسکو تھوڑا سا بھی شعور ہے حتی کہ طفل نابالغ بھی ایسے جعل کو نہ بنایگا جسمین کوئی نفع نہ دینی ہو نہ دینوی ، پھر عقل خیراندیش کب اجازت دیسکتی ہے کہ معاذ اللہ مین ایسا جعل و فریب بناتا اور تبدیل عقیدہ اور مذہب رفض کے اختیا

مذہب روافض نسبت بحضور والا شایع و شتہر
می نمودم اگرا ینکہ ارباب خلاف واصحاب نصب
وعناد محض بنام ولاے جناب ولایت مآب
علی ابن ابی طالب علیہ السلام حضور را بہ رفض
منسوب نمایند، قصور اینجانب چیست۔ وللہ در من
قال و قائل آن خواجہ معین الدین چشتی است،

من علی را دوست دارم خلق گوید رافضی است
پس خدا و جبرئیل ہم محمدؐ رافضی است

و بعلم الیقین ثابت و متیقن است کہ اگر حضور والا را
بالذات لا للغیر سوء ظن جعل و فریب کاری نسبت
اینجانب می بود لائق و سزاوار باز پرس اولاً
من بودم بعد از ان محل نگارش بحکام فرمانروا بود
سو بر مرام و مختصر کلام طوالت انجام آنکہ استرداد
شقہ خاص موسومہ جناب مجتہد العصر والزمان
بغیر انکشاف و تحقیقات حقیقت واقعی در اینجا
نہ برات ذیل اینجانب از لوث فریب کاری و
و نظر بہ توہین مذہب حقہ امامیہ اثنا عشریہ مناسب
و مصلحت نیست چرا کہ بعد استرداد شقہ موصوفہ
ہیچ گونہ حرف بدنامی و سوء اسم رسوائی

کرنے کی خبر حضور والا کی نسبت شہرت کرتا
گریہ کہ دشمن عناد کی وجہ سے محض محبت
حضرت علی کے نام سے حضور کو رفض سے
منسوب کریں اسمین میرا کیا قصور ہے،

علم الیقین سے ثابت اور متیقن ہے کہ اگر
حضور والا کو بالذات میری طرف سوء ظن
جعل و فریب کا تھا تو اول مجھسے
باز پرس چاہیئے تھی اسکے بعد حکام کو لکھا جاتا
مختصر یہ ہے کہ شقہ خاص موسومہ مجتہد العصر
کی واپسی بغیر تحقیقات اور میری برات
کے اور نیز توہین مذہب امامیہ کے خیال سے
مناسب نہین ہے شقہ کی واپسی کے بعد
جعل کی تہمت سے مین بری نہین ہو سکتا
اسلیئے کہ حضور والا مخالف الایمان
مغویون کے اغوا سے [illegible] واپسی

بانتساب تہمت جعل وافترا پردازی نسبت
اینجانب از صفحۂ روزگار حک و برطرف نمی تواند
بجہت اینکہ حضور والا باغواے مغویان مخالف
الایمان مدعیانہ استرداد دستخط موصوفہ می فرمایند
پس ساعت استغاثات اینجانب واحقاق حق
وازہاق باطل درینجا متوقع نیست کیفیت ماست
بواقعی این بود کہ بقلم آمد در جواب شقہ بادشاہی
نوشتہ سلطان العلما مجتہد العصر والزمان بحضور
بادشاہ جمجاہ رسانیدہ شد نزد اینجانب نیست
کہ سنروی فرستادم فقط واللہ اعلم بحقیقۃ الحال و
صدق المقال وانا متوزع البال تحریر فی التاریخ
یازدہم شہر عظمت بحر ربیع الثانی سنہ یکہزار
و دو بست و ہفتاد ہجری نبوی قدسی ،

دستخط کی چاہتے ہیں اسپر میرے استغاثہ کی
ساعت اور احقاق حق وازہاق باطل کی
کوئی امید وہان نہین ہے ،
محررہ ۱۱ - ربیع الثانی سنہ ۱۲۷۰ھ

یہ کیفیت مرزا حیدر شکوہ بہادر نے سلطان العلما کی خدمت مین پیش کی، جناب موصوف نے اپنی ذیل کی کیفیت کے ساتھ اُسکو بادشاہ اودھ کے پاس بھیجدیا -

نقل کیفیت سلطان العلما -

کیفیت حال بدین منوال است کہ مرزا حیدر شکوہ بہادر
و مرزا نور الدین بہادر از زمرۂ شاہزادگان سلاطین
شاہجہانیہ ہستند و پدر ایشان بادشاہ جمجاہ دولت

کیفیت حال یہ ہے کہ مرزا حیدر شکوہ بہادر
و مرزا نور الدین بہادر سلاطین شاہجہانیہ کے
شاہزادون مین ہین اور ان کے بادشاہ شاہجہان آباد کے

شاہجہان آباد حرست عن الفتن والفساد حقہ مورد ضعف العباد آوردند تفصیل حالش از کیفیت رسلہ ایشان کہ موصولہ این کیفیت است واضح میشود واحتمال تقیہ کہ در آن کیفیت مذکور گردیدہ ستبعد نیست چنانچہ در زمان ماضی ہرگاہ بادشاہ غفران پناہ حضرت بہادر شاہ طاب ثراہ در جمل الجنۃ مثواہ کہ از جملہ اجداد وامجاد دہمنام بادشاہ جمجاہ حال بودہ اند بحلیہ فضل وکمال آراستہ وبزیور تشیع وتولاے آل عترت پیراستہ در عہد خود علماے لاہور را جمع ساختہ حقیقت امامت جناب ولایت مآب حضرت امیر المومنین .... ویعسوب الدین اسد اللہ الغالب علی ابن طالب علیہ وآلہ الکرام الاف التحیہ والسلام را ثابت زمودند وحجت بر ایشان تمام نمودند وخطیب را مامور ساختند کہ بمعیت شاہزادہ عظیم الشان بمسجد جامع رفتہ در خطبہ کلمہ علی ولی اللہ ووصی رسول اللہ بالاے منبر بخواند، چون شاہزادہ مذکور از محبت اہل بیت بمراحل دور بود ایما

جانب سے میرے نام خفقہ لائے اور اسکی کیفیت شاہزادون کی مرسلہ تحریر مین موجود ہے، تقیہ کا احتمال مستبعد نہین ہے۔

چنانچہ گذشتہ زمانہ مین حضرت بہادر شاہ نے کہ صاحب علم اور شیعہ تھے لاہور مین اپنے عہد مین علما کو جمع کیا اور حضرت علی کی امامت کو ثابت کیا اور خطیب کو امور کیا کہ شاہزادہ عظیم الشان کے ساتھ جامع مسجد مین جاکر خطبہ مین کلمہ علی ولی اللہ ووصی رسول اللہ منبر پر کہے شاہزادہ مذکور کو اہل بیت کی محبت نہ تھی اس نے خطیب کو قتل کرا دیا، دشمنون کے بلوہ سے ترویج دین نہین ہوئی، چنانچہ کتب سیر وتواریخ مین ذکر موجود ہے اور عام طور پر مشہور ہے، زمانہ گذشتہ کا حال مثل حال کے زمانہ کے ہے کہ جب خفقہ کے آنے کی خبر جوان اور بوڑھون کے کان تک پہنچی اور علم مبارک بھی آیا تو

بقتل خطیب نمودد آن سعید شهید گردید و بسبب
بلوۂ معاندین ترویج دین ممکن نشد، چنانچه
درکتب سیر و تواریخ مذکور و مسطور و بر السنه
جمهور دائر و مشهور است، و حال زمان ماضی
مشابه حال زمانه حال است که چون خبر ورود ر
شقه شاهی بگوش برنا و پیر رسید و علم مبارک نیز
شقه کشا گردید، عوام کالانعام اراجیف و
اکاذیب را در مکاتیب و غیر مکاتیب مشتهر
نموده غلغلۂ عظیم در شاهجهان آباد انداختند و
لوائے فتنه و فساد را برافراختند تا اینکه این
خبر در این شهر مشتهر گردید که ارباب عناد میخواهند که
نام نامی و اسم سامی بادشاه جمجاه را از خطبهٔ
بیرون آرند و سامان هنگامه بلوی را مهیا
سازند هرچند درین زمان امن و امان که زمام
حسن انتظام و عنان رتق و فتق مهام ممالک
محروسه بقبضهٔ اقتدار صاحبان عالیشان نصفت
نشان عظمائے انگلستان می باشد احدے از
رعایا و برایا مجال آن ندارد که هنگامهٔ فتنه و
فساد دران بلاد برپا سازد و نام نامی را از

عوام کالانعام نے جھوٹی باتین تحریر اور
تقریر سے مشتہر کرکے شاہجہان آباد مین
شورش کی۔

یہانتک کہ اس شہر مین بھی یہ خبر مشہور ہوئی
کہ دشمن نام نامی بادشاہ کا خطبہ سے
نکالنا چاہتے ہین گو اس امن و امان کے
زمانہ مین کہ انتظام ملک کا صاحبان
انگلستان کے ہاتھ مین ہے، رعایا مین سے
کیکی مجال نہین ہے کہ وہان ہنگامہ فساد
برپا کرے اور نام نامی کو خطبہ جمعہ و
عیدین سے نکالے، لیکن بوجہ احتیاط کے
احتمال تقیہ ضرور ہے تاکہ عوام کے سوا

خفیہ جمعہ و عیدین برپا کند۔ لیکن باز ہم بمراعات
مراسم واعتیاط احتمال تقیہ بنا بر تحرز از بلوائے
عام عوام بلکہ انتقا از خواص ذوی الاحترام
مثل شاہزادگان و لا تبار و مخدرات عالی
مقدار دار الکین ء ا ساطین کبار کہ ہمگی الآ
من شذ و ندر تصلب و تعصب در تسنن
دارند گنجائش دارد۔ بہر حال بدون تحقیق و تحقق
حیل و تدلیس مقام استرداد شقہ مذکور نیست کہ
منافی تحقیق است۔ حررہ یوم الثلثا العشر خلون
من ثانی الربیعین ۱۲۷۰ھ

خواص سے بھی مثل شاہزادگان اور
محلات کے جو متعصب سنی ہین فساد کا
اندیشہ ہے، بہر حال بغیر تحقیق حیل شقہ کے
واپسی بہتر نہین ہے۔

مورخہ ۱۱- ربیع الثانی ۱۲۷۰ھ

معلوم نہین ہوتا کہ نتیجہ اس خط کتابت کا کیا ہوا۔ ظفر نے ایک فارسی کی مثنوی مرزا غالب سے لکھوائی اور اسکو اپنے تخلص سے شایع کیا، واجد علیشاہ پر یہ بھی ایک حملہ تھا آیندہ اُسکا ثبوت بھی ملجائیگا کہ یہ مثنوی مرزا غالب کی ہے،

(باقی)

تلخیص و تبصرہ

امپریئل لائبریری کلکتہ

مسٹر چیپمین، لائبریرین کلکتہ امپریئل لائبریری نے کلکتہ ریویو کے ارچ نمبر مین ہندوستان کے اس سب سے بڑے کتبخانہ پر ایک دلچسپ و پرمعلومات مضمون تحریر کیا ہے، جسکے جستہ جستہ مقامات ناظرین معارف کے سامنے پیش کئے جاتے ہین:۔

ہم انگریزون نے ہندوستان مین اگرچہ جو کارنمایان انجام دیئے ہین، انکی فہرست طویل ہے، اور ہماری قوم اُن پر اگر فخر کرے تو بالکل بجا ہوگا تاہم ہماری کوتاہیان اور فروگذاشتین بھی کچھ کم نہین جنکا سبب خواہ یہ ہو کہ مادیات مین ہمکو بہت زیادہ انہماک رہا، یا یہ ہو کہ ہماری تخئیل اتنی کمزور رہے کہ ان چیزون کی جانب کبھی ذہن ہی نہین منتقل ہوا۔

اس قسم کی کوتاہیون اور فروگذاشتون کی ایک نظیر یہ ہے کہ آج تک ہم ہندوستان مین ایک بھی کاپی رایٹ، کتبخانہ قائم کرسکے، اس اصطلاح سے وہ کتبخانہ مراد ہوتے ہین جو ملک کے تمام مطبوعات کا ایک ایک نسخہ بلاقیمت پانے کے مجاز ہوتے ہین، برطانیہ مین اس قسم کے کتبخانے تعداد مین پانچ ہین:۔ برٹش میوزیم (لندن) بوڈلین لائبریری (آکسفرڈ) یونیورسٹی لائبریری (کیمبرج) ایڈوکیٹس لائبریری (ایڈنبرا) اور ٹرنٹی کالج لائبریری (ڈبلن) برطانیہ و آیرلینڈ کے تمام مطبوعات کا ایک ایک نسخہ ان کتبخانون کو مفت پہنچتا رہتا ہے، صرف مطبوعات ممالک غیر انہین خریدکرنا ہوتی ہین

محل عبرت یہ ہے کہ اگرچہ خاص ہندوستان مین کوئی کاپی رائٹ کتبخانہ موجود نہین تاہم ہندوستان کے باہر دو ایسے کتبخانے موجود ہین، جنہین مطبوعات ہند کا ہر نسخہ مفت پہنچا رہتا ہے، اور یہ برٹش

میوزیم اور انڈیا آفس کے کتبخانے ہین، جنہین ایکٹ مطابع و مطبوعات ۱۸۶۷ء کے مطابق تمام مطبوعات ہند نذر ہوتی رہتی ہین، اس قانون کے نفاذ کے وقت ہندوستان مین امپیریل لائبریری کا وجود نہ تہا، ورنہ ناممکن تہا کہ اسے یہ حق نہ پہنچتا، لیکن اب جبکہ اسکا وجود ہے، کیا یہ توقع رکہنا بیجا ہوگا کہ مطبوعات ہند کا کل ذخیرہ اُن سمندر پار کتبخانون سے واپس ہوکر اُسکو ملنا چاہیئے۔

لارڈ کرزن نے ایک مرتبہ بڑی ہمت کر کے کچھ کتابین امپیریل لائبریری کو تحفۃً دین اور یہ خواہش کی کہ اُنہین دارالمطالعہ مین علٰحدہ رکہدیا جائے "تاکہ بعد کے وائسرائے بھی اُسکی تقلید کرتے رہین" لیکن ہمارے جمود و بے التفاتی کا یہ عالم ہے کہ اسکے بعد سے آج تک کسی وائسرائے نے اس قسم کی توجہ تو الگ رہی، لائبریری کو جہانکا تک نہین، صرف ایک گورنر بنگال، لارڈ کارمایکل نے ایکبار لائبریری کو اپنے قدم سے مشرف کیا تہا، لیکن اسکے بعد اُنھون نے کبھی اس جانب رخ نہ کیا، اور لائبریری کے لئے مالی امداد کی چیخ پکار پر مطلق التفات نہ فرمایا،

ہماری قوم کے متفرق افراد نے وقتاً فوقتاً توجہ کی، لیکن زیرہ سے کہین اُونٹ کا منہ بھرسکتا ہے پندرہ برس ہوئے ہری ناتہہ ڈے (ناظر دوم کتبخانہ) نے اسکے کاپی رائٹ قرار دیئے جانے کی تحریک کی تھی، ہنوز اسکا روز اول ہے، سال دو برس ہوئے، مسٹر مانن نے جو اسوقت قائم مقام ناظر کتبخانہ تھے، مجھے خوب لکہا کہ "سچ تو یہ ہے کسی کو بھی کتبخانہ سے دلچسپی نہین"

میرے کہنے کا مقصود یہ ہے کہ ہم انگریزون کی کوتاہی تو اس بارہ مین بالکل مسلّم ہے لیکن اب ہندوستان مین دور جدید کا آغاز ہے، ہر شعبہ خود فرزندان ملک کے ہاتھ مین آتا جاتا ہے یہ ایک دماغی و روحانی ترقی کا سوال ہے، کیا ہندوستانی اس باب مین انگریزون پر سبقت نہ لیجائینگے؟

ماضی

اس لائبریری کی بنیاد لارڈ کرزن کی تحریک پر ۱۹۰۲ء مین پڑی، وہ برٹش میوزیم و انڈیا آفس

وغیرہ کی طرز کے بیسیون کتبخانے یورپ مین دیکھ چکے تھے، جنکی مدد سے فلسفہ، مذہب، تاریخ وغیرہ کے علما، مطالعہ وتحقیقات کا کام جاری رکھتے ہین، اسکی کوئی مثال انہین ہندوستان مین نظر نہ آئی، ایشیاٹک سوسائٹی وغیرہ کے جو کتبخانے تھے وہ قطع نظر مختصر ہونے کے صرف اپنے ارکان کے لئے محدود تھے۔

کلکتہ کے دو کتبخانے، ایک سکریٹریٹ لائبریری، دوسرے پبلک لائبریری، اس کام کیلئے موزون نظر آئے، دونون مین دس دس ہزار نسخون کا ذخیرہ موجود تھا، انہین کو یکجا کرکے ۱۹۰۲ء مین بیس ہزار کتابون کی تعداد سے مٹکاف ہال کی عمارت مین امپریل لائبریری وجود مین آگئی۔

اس بیس برس کے عرصہ مین جتنی فہرستین تیار ہو چکی ہین، اور جنکی مدد سے اضافۂ کتب پر روشنی پڑسکتی ہے، اسکا حال تفصیل ذیل سے معلوم ہوگا:۔

فہرست مصنفین مطبوعات السنۂ یورپ مع ضمیمۂ اخبارات دو جلد ۱۹۱۴ء	۲۴۶۰۰
ضمیمۂ اول دو جلد ۱۸-۱۹۱۶ء	۲۰۰۰۰
فہرست مضمون وار دو جلد ۱۰-۱۹۰۸ء	۳۱۰۰۰
فہرست کتب سنسکرت	۲۶۰۰
فہرست کتب بنگالی	۴۹۰۰

غیر مرتب کتابون کی تفصیل یہ ہے:۔

کتاب السنۂ مغربی	۲۰۰۰
مطبوعات متعلق بہ پارلیمنٹ	۱۰۰۰۰
مطبوعات سرکار ہند	۵۰۰۰
مطبوعات کانگرس ممالک متحدہ امریکہ	۸۰۰۰

مطبوعات زبان فارسی	تعداد نامعلوم
مطبوعات زبان اُردو	
سنسکرت قلمی نسخہ	۳۱۰

پڑھنے والے کے دل مین سوال پیدا ہوگا کہ اس لائبریری کی رکنیت کے شرائط کیا ہین؟ اور کوئی شخص اسکا کیونکر ممبر بن سکتا ہے، جواباً عرض ہے کہ آپ خود مدت سے اسکے ممبر ہین بجدید رکنیت کی حاجت نہین، واقعہ یہ ہے کہ ہندوستان کا ہر شخص جسکی عمر ۱۸ سال سے زاید ہے، قانوناً اس کتبخانہ کا ممبر ہے، اور یہی نہین کہ اسکی عمارت کے اندر آکر کتابون سے مستفید ہو سکتا ہے، بلکہ جب اور جہان چاہے بے تکلف یہان سے کتابین منگا سکتا ہے۔

مستقبل

مستقبل مین ہماری شدید ضروریات دو ہین، سب سے بڑی ضرورت ایک جدید و وسیع عمارت کی ہے، کتبخانہ کا موجودہ مستقر مکاف اِل ہماری ضروریات کے لئے بہت ہی ناکافی ہے، اور اسکا امکان ہی نہین باقی رہا ہے کہ موجودہ ذخیرۂ کتب کی اسمین پوری طرح سمائی ہوسکے اس سے بھی اہم تر وجہ جدید و وسیع عمارت کی یہ ہے کہ کتابون کا کاغذ گلتا چلا جا رہا ہے، اور کتابین دیکھتے دیکھتے فنا ہوتی جا رہی ہین، موجودہ عمارت مین اس مرض کا کوئی علاج ممکن نہین، اسکی تدبیر صرف یہی ہوسکتی ہے کہ جدید عمارت کو اس ڈھنگ سے بنایا جائے کہ مصنوعی ہوا کا اسمین ہر وقت گذر ہوتا رہے اور عمارت کے اندر موسمی حالت ایک خاص سطح پر مستقل کر دیجائے، لندن اور پیرس کے کتبخانون مین اسکا انتظام ہے، وہان کا غذ سڑنے گلنے سے محفوظ رہتا ہے، بخلاف اسکے ہمارے کتبخانہ کی کتابین ایک ایک کرکے فنا ہوتی جا رہی ہین، سیکڑون کتابین ایسی ہین جو الماری مین رکھے رکھے بغیر کسی قسم کا صدمہ یا گزند پہنچے، بُرادہ یا راکھ ہو کر رہ گئی ہین،

دوسری ضرورت یہ ہے کہ اس کتبخانہ کو دہلی منتقل کرنے کی جو تجویز ہوئی ہے اسے ہرگز چلنے دیا جائے، مصارف کی زیر باری سے قطع نظر کرکے سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اتنی بڑی لائبریری صرف اسی مقام پر قائم رہ سکتی ہے جو بہت بڑا علمی مرکز ہو، برٹش میوزیم کا چیف لائبریرین ہروقت ہر علم وفن کے ماہرین فن وعلما سے گھرا رہتا ہے، جو اُسے مختلف علمی ضروریات پر توجہ دلاتے، اور اپنے اپنے شعبہ سے متعلق مشورہ دیتے رہتے ہیں، یہ بات امپریل لائبریری کے ناظر اعلیٰ کو دہلی میں بیٹھکر بھلا کیونکر حاصل ہو سکتی ہے، یہ نعمت تو صرف کلکتہ یونیورسٹی کے پروفیسروں اور حیوانیات ارضیات وغیرہ کے ماہرین فن ہی کے ذریعہ سے حاصل ہو سکتی ہے، البتہ اس حیثیت سے کلکتہ کے بعد اگر کسی اور شہر کا نام لیا جا سکتا ہے تو وہ بمبئی ہے، باقی دہلی میں تو اسکی بالکل صلاحیت نہیں،

(کلکتہ ریویو)

آثار مصر

صحرائے مصر کے بہت سے حالات ابتک ہمارے سلئے اسرار سربستہ ہیں ۱۹۱۴ء میں جب سے لاہون کے مشہور خزانہ کا انکشاف ہوا اسکے بعد سے آثار مصر کی تحقیقات کا سلسلہ پانچ برس تک ملتوی رہا، یہانتک کہ ۱۹۱۹ء کے موسم سرما میں جب حالات ساعد ہوگئے، تو پروفیسر پیٹری اور انکے شاگردوں نے قاہرہ کے جنوب میں تحقیقات صحرا کا کام از سرنو شروع کیا، اور اسوقت سے یہ کام بڑی تیزی اور سرگرمی سے جاری ہے، تحقیقات کے ثمرات، حال میں یونیورسٹی کالج لندن میں پیش کئے گئے تھے،

ان آثار کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مسئلہ حیات بعد الموت جسمیں ہم لوگ شک وتذبذب کر رہے ہیں مصریوں کے ہاں ایک طے شدہ چیز تھی، انکے عقاید اس باب میں جو کچھ تھے وہ کو وہ تصویروں اور نقوش کے ذریعہ سے ظاہر کرتے رہتے تھے، اور آج یہ تصاویر ونقوش بکثرت دستیاب ہوگئے ہیں، مقبروں کی

دیوارون کی اندرونی سطح پر اور راستون مین جو کوڑاکرکٹ پڑا ہوا ہی اسمین اس قسم کا ذخیرہ بڑی تعداد مین ملا ہے،
مشہور قدیم شہر ہیرپکلیوپولیس کے گورستان مین تلاش و تحقیق بہت سودمند ثابت ہوئی ہی اور
تابوتون اور مقبرون کی دیوارون پر جو کتبے ملے ہین، ان سے معلومات مین معتد بہ اضافہ ہوا ہے،
تحقیقات کے یہ شعبے دشواریون سے لبریز تھے، اسلئے کہ مصر مین قبرستانون کے ساتھ دشمنی شروع سے چلی
آتی ہی، لوگ قبرین کہود کہود کر مردون کی صورتین بگاڑ دیتے تھے، ڈاکو اور غارتگر طمع زر و جواہر مین آکر
قبرین کہود ڈالتے تھے، اور بعض دفعہ خود گورکن یہ حرکت کرتے رہتے تھے، ایسی حالت مین ان مسخ شدہ
آثار سے مفید معلومات اخذ کرنا پروفیسر پٹری اور ان کے رفقا ہی کا کام تہا،

سنہ مین علماے اثریات کی یہ جماعت قاہرہ کے جنوبی صحرا مین خیمہ زن رہی، اسکے ماتحت عملہ
مین تعداد کثیر خاص مصریون کی تھی، ان لوگون کے ساتھ کام کرنے کے تجربات نہایت خوشگوار ثابت ہوئے
قدرے قلیل تنخواہ یا معاوضہ جو کچھ انکو دیا جاتا تہا، اُسے یہ بمسرت تمام لے لیتے تھے، اور اس باب مین
اسقدر دیانت دار و محتاط تھے کہ ایک مرتبہ ایک اتوار کو (جو یوم تعطیل تہا) ایک مصری مزدور اپنی گاؤن سے
مسافت بعیدہ طے کرکے محض اسلئے پڑاؤ پر آیا کہ ایک روز پیشتر اُسے بقدر دو پنس (دو آنہ) کے جو مزدوری
زاید مل گئی تھی اُسے واپس کردے۔

سطح زمین سے صرف ڈیڑہ فٹ کی گہرائی پر ایک نوجوان لڑکی کی نعش برآمد ہوئی، جو سنہ قبل مسیح (یعنی آج
سے تقریباً آٹہہ ہزار سال پیشتر) کی ہی، یہ نعش بالکل صحیح و محفوظ حالت مین ہے، لڑکی اپنے سر کو بجاے تکیہ کے
ایک ہاتہ پر رکھے ہوے ہی اور بالکل یہ معلوم ہوتا ہے کہ حالت خواب مین ہے۔

نمائش مین منجملہ عام دلچسپی کی چیزون کے ایک کہیل کا تختہ ہی، اس کہیل کا نام بازی تصت خانہ ہی، اس تختہ مین
سات خانے بنے ہوئے ہین، یہ کہیل شطرنج سے مشابہ ہی، پروفیسر پٹری اسکے اصول و قواعد دریافت کر رہے ہین، اور رنگین تابوت،
ایک اندرونی ایک بیرونی بھی دریافت ہوئے ہین، جنکے رنگ اسقدر تازہ ہین کہ معلوم ہوتا ہی آج کے رنگے ہوئے ہین۔

اخبار علمیۃ

ایک فرینچ پہلوان لون سایڈ نگرانے نے حال مین اپنی ٹانگون کے اوپر ۴۲۰۰ پونڈ (۳۰ من) آٹے کا وزن اٹھاکر حیرت انگیز قوت بارکشی کا ثبوت دیا، یہ شخص زمین پر چپت لیٹ گیا اور ٹانگین اوپر اٹھاکر سیدھی کھڑی کردین، ان پر آٹے کی بڑے بڑے وزنی بورے لادے جانے لگے تاآنکہ انکا وزن تیس من تک پہنچگیا، اس پہلوان کے عضلات اس خطرناک تجربہ کے وقت اگر ذرا بھی کمزوری دکھاتے تو اسکی موت یقینی تھی، (ماڈرن ریویو)

فرانس مین اسکے تجربات عرصہ سے ہو رہے تھے کہ مچھرون کو بمقابلہ انسان کے کن کن حیوانات کے خون سے زیادہ رغبت ہوتی ہے، اب ثابت ہوگیا کہ اُنہین سب سے زیادہ رغبت خرگوش کے خون سے ہوتی ہے، اسلئے فرانس مین اکثر گھرانون مین اب خرگوش پالنے کا رواج ہو چلا ہے کہ مچھر اپنی توجہ بجاے انسان کے اسی کی طرف زیادہ رکھین گے۔ (ایضاً)

کلکتہ یونیورسٹی کمیشن نے اپنی رپورٹ مین تحریر کیا تھا کہ ہندوستان کے منارۂ تعلیم کا اوپری سرا بہت بھاری ہے، یعنی اعلیٰ تعلیم پر بمقابلہ ادنیٰ تعلیم کے بہت زیادہ توجہ کیجاتی ہے، اور اس سے نظام تعلیم کی ایک غیر طبعی حالت پیدا ہوجاتی ہے، ذیل کے دلچسپ اعداد اس تشخیص کی تائید کرینگے۔

نام ملک	تعداد آبادی فی صد جو ابتدائی مدارس مین زیر تعلیم ہے
امریکہ	۱۹٫۸۷

انگلستان	۱۴،۵۴
جرمنی	۱۶،۳۰
فرانس	۱۳،۹۰
جاپان	۱۳،۰۷
سیلون	۸،۹۴
ہندوستان	۲،۳۸

یہ تناسب ابتدائی مدارس کے طلبہ کا تہا، اسکے مقابلہ مین ثانوی مدارس کے طلبہ کی تعداد دیکہنا چاہیے،

ملک	تعداد آبادی فی صد جو ثانوی مدارس مین زیر تعلیم ہے،
امریکہ	۱،۵۰۲
انگلستان	۰،۶۲
جرمنی	۰،۹۸۸
فرانس	۰،۳۲
جاپان	۰،۳۵۴
ہندوستان	۰،۴۸۶

گویا اس باب مین ہندوستان دو متمدن ممالک جاپان و فرانس سے آگے ہے اور انگلستان کے قریب۔

اعلی یا یونیورسٹی کی تعلیم کو دیکہا جائے تو یہ اعداد اور بہی زیادہ سبق آموز ثابت ہونگے:۔

جرمنی	۶،۰۹۳

انگلستان	۰٫۰۵۴
فرانس	۰٫۱۰۶
اٹلی	۰٫۰۶۳
امریکہ	۰٫۲۱۸
جاپان	۰٫۰۱۴
ہندوستان	۰٫۰۲۴

جو تناسب اس باب مین ہندوستان کو دیگر متمدن ممالک سے ہے، وہی صوبہ متحدہ کو سارے ہندوستان سے حاصل ہے، ابتدائی تعلیم کے اعداد کل صوبون کے حسب ذیل ہین :-

مدراس	۴٫۰۸
بمبئی	۴٫۲۴
بنگال	۴٫۲۵
برہما	۴٫۷۳
آسام	۳٫۳۴
ممالک متوسط و برار	۲٫۵۱
پنجاب	۲٫۴۴
بہار و اڑیسہ	۲٫۴۰
صوبۂ سرحدی شمالی و مغرب	۲٫۲۰
صوبۂ متحدہ	۱٫۹۷ !!

لیکن اگر ثانوی داخلی تعلیم کے مجموعی اعداد کو پیش نظر رکھا جائے تو صوبۂ متحدہ کا مرتبہ بجائے سب سے آخر ہونے کے تیسرے نمبر پر اس صوبہ وار تعلیمی برادری مین دکھائی دیگا:۔

بنگال	۱۲٫۰
پنجاب	۱۲٫۰
صوبۂ متحدہ	۱۰٫۰
بمبئی	۸٫۴
ممالک متوسط	۵٫۶
مدراس	۶٫۶
آسام	۶٫۶
بہار و اڑیسہ	۴٫۹
برہما	۶٫۰

ہر صوبہ مین اوسطاً ہر طالبعلم پر جو مصارف تعلیم پڑتے ہین اُن کا تخمینہ حسب ذیل ہے:۔

	کالجی تعلیم	ابتدائی تعلیم
مدراس	۱۶۰٫۴ روپیہ	۹٫۴ روپیہ
بمبئی	۱۶۵٫۲ "	۹٫۳ "
بنگال	۱۰۲٫۱ "	۳٫۵ "
صوبۂ متحدہ	۲۳۶٫۴ "	۴٫۵ "
پنجاب	۱۵۸٫۳ "	۶٫۹

اسکے مقابلہ مین یہ بھی پیش نظر رکھنا چاہیے کہ فی ہزار آبادی پر محکمہ تعلیم ہر صوبہ مین کتنا خرچ کرتا ہے،

مدراس	۵۵۰ روپیہ
بمبئی	۸۲۰ "
بنگال	۵۶۰ "
صوبہ متحدہ	۳۳۰ "
پنجاب	۵۹۰ "

ماہرین فن کا بیان ہے کہ دنیا مین جسقدر زندہ اجسام کی انواع ہین تخمیناً انکی پانچ گنی تعداد مین کیڑون کی انواع ہین، آج سے ستر سال پیشتر محققین کو کیڑون کی ۷۰۰۰۰ نوعون کا علم تہا، موجودہ تخمینہ کم ازکم ۷۵۰۰۰۰ نوعون کا ہے، ۲۵۰۰۰ انواع تو صرف یورپ مین شمار مین آچکی ہین، اکثر انواع درختون اور نباتات مین رہتی ہین،

کئی سال ہوئے ایک نامور سائینٹسٹ نے چیونٹیون کی آبادی کا تخمینہ لگانا چاہا، اور اس غرض کے لئے اس نے پانچ سوراخون (چیونٹی گہرون) کا انتخاب کرکے اُنکے باشندون کو زہریلی گیس سے ہلاک کردیا، اسکے بعد جو لاشون کو شمار کیا تو پانچون گہرون سے علی الترتیب تعداد ذیل برآمد ہوئی:-

۱۱۷۸۲۸، ۹۳۶۹۴، ۱۹۳۳۳، ۶۴۴۷۰، ۵۳۰۱۸ - ان مین غیر حاضر آبادی کا اگر بقدر دس ہزار کے اور اضافہ کردیا جائے تو میزان ایک لاکہہ سے اُوپر پہنچتی ہے،

دیمکین ایک ایک بانبی کے اندر لاکہون کی تعداد مین رہتی ہین، مکہی کے ہر بڑے چہتہ مین ۶۰ ہزار کی آبادی ہوتی ہے -

(ڈیلی میل)

ایک ماہر امراض دماغی ڈاکٹر ولیم براؤن نے لندن کے ایک طبی مجلس کے ماہرین کے سامنے لکچر دیتے ہوے بیان کیا کہ بعض ماہرین نفسیات کا یہ جو خیال قائم ہوگیا ہے کہ خواب ہمیشہ معنی خیز ہوتا ہے، اور کسی مخفی جذبۂ انسانی کی غمازی کرنے والا، یہ خیال واقعات کی رُو سے غلط ہے، بکثرت خواب ایسے ہوتے ہین، جنہین کسی گذشتہ کیفیت نفسی سے کوئی تعلق نہین ہوتا بلکہ محض عضوی وجسمانی تغیرات کے معلول ہوتے ہین، اپنے دہ سالہ تجربات کی بنا پر ڈاکٹر براؤن نے وثوق کے ساتھ چند دلچسپ نظایر بھی پیش کئے، مثلاً

(۱) ایک مرتبہ ایک سوتے ہوئے شخص کے پیرون سے تیز گرم پانی کی بھری ہوئی بوتل مس کرائی گئی تو اس شخص نے خواب دیکھا کہ وہ آتش فشان پہاڑ کی گرم خاکستر پر چل رہا ہے،

(۲) ایک اور سوتے ہوئے شخص کی پیشانی پر پانی چھڑکا گیا تو اس نے یہ خواب دیکھا کہ وہ اٹلی مین شراب پی رہا ہے،

(۳) ایک مریض کا ایک عزیز پردیس مین تھا جسکی خیریت نہ معلوم ہونے سے اسے تشویش رہتی تھی، ایک روز اس نے یہ خواب دیکھا کہ اس عزیز کا شکار ماہی کرتے ہوئے گر کر ٹخنہ اُکھڑ گیا ہے اور یہ شخص اسکے لئے کریچ کی تھیلی مین پانی بھر کر لئے جا رہا ہے، اسی خواب کی حالت مین یہ مریض اپنے تکیہ کو ہاتھ مین لیکر چل کھڑا ہوا۔

ریڈیم کی دریافت ۱۸۹۶ء مین ہوئی تھی، اس ۲۶ برس کے عرصہ مین اسکی کتنی مقدار پیدا ہوئی اور کہان صرف ہوئی؟ ان سوالات کے جوابات مین مشہور سائنٹسٹ سر ارنسٹ رورفورڈ (ڈائرکٹر کیونڈشی لیبوریٹری، کیمبرج یونیورسٹی) نے رایل انسٹیٹیوشن لندن کے سامنے ایک لکچر کے دوران مین بیان کیا کہ ابتک کُل چھ آونس ریڈیم دنیا بھر مین پیدا ہو سکا اور اسکی قیمت تقریباً [illegible] پونڈ

چار کروڑ روپیہ ... اس تعداد کا ایک معتدبہ حصہ ضروریات جنگ کے کام آیا اور بیشتر حصہ اب تک مختلف ہسپتالون مین زیر استعمال ہے۔

برطانیہ کی فلسفیانہ انجمنون، ارسطالیین سوسائٹی، برٹش سایکالوجیکل سوسائٹی اور مائنڈ ایسوسی ایشن کا ایک مشترک جلسہ ۱۴ جولائی لغایت ۱۷ جولائی بمقام مانچسٹر منعقد ہونا قرار پایا ہے، جسکے مختلف اجلاسون مین مختلف مسایل فلسفہ ونفسیات پر بحث ہوگی، اور انگلستان کے نامور علماے فلسفہ شریک ہونگے۔ ایک عنوان یہ ہے:- "کیا تاریخ اور سائنس علم انسانی کے مختلف اصناف ہین"؟ اسپر جو مباحثہ ہوگا اسمین متعدد فضلا حصہ لین گے۔

بھاپ کو اگر سرخ دہکتے ہوئے انگارون کی گرمی پہنچائی جائے تو ہیڈروجن کی بڑی مقدار ارزان قیمت مین دستیاب ہوسکتی ہے، ایک نامور فرنچ سائینٹسٹ نے اسکا دعوی کیا ہے۔

(پاپولر سائنس)

سیارۂ مریخ گردش کرتے کرتے ۱۹۲۴ء مین کرۂ ارض کے اسقدر قریب آجائیگا کہ پھر ایک صدی تک اسقدر قربت نہ ہوسکیگی، اس حسن اتفاق سے فایدہ اٹھانے کے لئے پروفیسر ڈیوڈ ٹاڈ اور مسٹر پن ایلی یکانی نے تجویز کیا ہے کہ جنوبی امریکہ کے ملک چلی مین ایک کان کو جواب بیکار ہوگئی ہے، بطور دوربین کے خول کے استعمال کیا جائے، اور اسپر آئینہ لگاکر اس سے دوربین کا کام لیا جائے، اس عظیم الشان دیوہیکل دوربین کا طول تین سو فٹ سے زاید اور عرض پچاس فٹ ہوگا، اور اسکی قوت سے مرئی اشیاء اپنے اصلی جسامت سے ۱/۲ ۲ کروڑ گنی بڑی دکہلائی دینگی! اس لحاظ سے مریخ ۲۴ء مین ہمارے

رۂ ارض سے گویا ½ امیل کے فاصلہ پر آجائیگا، اسوقت ہم پورے طور پر اسکی کیفیات وحالات کا مشاہدہ کرسکین گے، اور اسطرح ان اختلافات کا جو مریخ کی آبادی وغیرہ سے متعلق عرصہ سے چلے آرہے ہین کوئی قطعی فیصلہ ہوسکیگا -

(پاپولر سائنس)

"پولینڈ کا ایک باشندہ رومن لیونڈوسکی اچھا خاصہ تندرست شخص تہا چندسال ہوئے وہ ایک گاڑی پر جارہا تہا کہ کسی شخص نے اُسپر ریوالور سے فیر کردیا، دو گولیان اسکے سر مین لگین اور دونون وہین رہ گیئن، چند روز کے بعد اسکا دماغ بگڑنا شروع ہوا، اور دیوانگی کے آثار معلوم ہونے لگے، یہانتک کہ لوگون پر وہ قاتلانہ حملہ کرنے لگا، جیلخانہ بہیجا گیا، اور وہان سے چھوٹنے کے بعد پاگل خانہ، چار برس اسی حالت مین گذر گئے، بالآخر ایک ڈاکٹر نے اسکے اچھا کردینے کا بیڑہ اٹہایا، اور پہلے الس ریز کی رو سے اسکا مشاہدہ کرکے کہ گولیان سر کے کس کس حصہ مین ہین، اسکے سر پر اپریشن کرکے جو گولی زیادہ نازک حصہ مین تہی اُسے نکال لیا، اسکے بعد سے وہ شخص اچھا ہوگیا، جنون ودیوانگی کے آثار تک نہ باقی رہے، اور اب وہ اچھے ہوش حواس والے آدمیون کی طرح رہتا سہتا ہے، اپریشن مین کل ۲۲ منٹ لگے، پہلے وہ بہت خطرناک معلوم ہوتا تہا لیکن بالآخر ہر طرح کامیاب ثابت ہوا -

(ایضاً)

ادبیات

خیالاتِ عزیز

جناب عزیز لکھنوی

جب سے ترا خیال ہم آغوش ہوگیا
مین خود ہی اپنے دل سے فراموش ہوگیا

تھی عشق مین حقیقتِ ہستی بس اسقدر
اک آہ بھر کے آتشِ خاموش ہوگیا

تھا اسکے قبل بزم مین ہنگامہ گرم کن
سمجھا مین رازِ دہر تو خاموش ہوگیا

جب سے خیالِ وعدہ وفائی ہوا اُسے
اس دن سے اور زود فراموش ہوگیا

ہیبت پہ ہے سکوت کا الزام کس لئے
خاموش کردیا ہے کہ خاموش ہوگیا

اک بیکسی سی چہرۂ صبحِ وطن پہ تھی
یہ رنگ دیکھکر مین کفن پوش ہوگیا

رختِ کثیف جسم بہت بار رہتا مجھے
احسان اجل کا آج سبکدوش ہوگیا

اب تم ہو اور تجلیٔ برقِ نگاہ ہے
ہشیار اہل بزم مین بیہوش ہوگیا

طغیانِ ناز نے مجھے طوفان بنا دیا
ہر قطرہ خون کا ہمہ تن جوش ہوگیا

صرف امتحان اہل حقیقت کے واسطے
وہ پردۂ مجاز مین روپوش ہوگیا

کچھ اور بڑھ گئے مرے عصیان کے حوصلے
تو نے غضب کیا کہ خطا پوش ہوگیا

بجلی چمک رہی تھی یہ تمہید امتحان
پردہ سرک رہا تھا کہ بیہوش ہوگیا

کیا دیکھتا ہون کون یہ بیٹھا ہے میرے پاس
مین اپنے ہوش مین ہون کہ بیہوش ہوگیا

کہتا بہت کچھ اہل سخن سے ابھی عزیز
مجلس کا رنگ دیکھ کے خاموش ہوگیا

غزل

حسام الملک نواب سید علی حسن خان صاحب طاہر

ہائے کیا چیز چاہ ہوتی ہے   ہر نگہ ایک آہ ہوتی ہے
شوخیوں سے ہی اضطراب عیاں   دل کو خود دل سے راہ ہوتی ہے
مذہبِ عشق میں ہے شرک خودی   آرزو بھی گناہ ہوتی ہے
کچھ نہ تھی دُور منزلِ مقصود   بیخودی سدِ راہ ہوتی ہے
پائمالِ نگاہِ ناز ہے دل   کیسی بستی تباہ ہوتی ہے
ہر قدم پر رہِ محبت میں   عقل بھی سنگِ راہ ہوتی ہے
جلوہ افروزیِ جہانِ وجود   اک فریبِ نگاہ ہوتی ہے
عشق میں بھی کبھی ہوس مل کر   سببِ اشتباہ ہوتی ہے
جس سے کُھلتے ہیں رازہائے خفی   وہ تو صرف اک نگاہ ہوتی ہے
شرط ہمت ہے عشق میں طاہر   یاس بھی گاہ گاہ ہوتی ہے

(۲)

جلوۂ رُخ سے یہ دل ایسا پریخانہ بنے   ہر جگہ رونقِ محفل مرا افسانہ بنے
بزم افروز اگر جلوۂ جانانہ بنے   شعلہ اُڑ اُڑ کے ہر اک شمع سے پروانہ بنے
اثر انداز اگر نرگسِ مستانہ بنے   ایک گھر بھی نہ ہوا ایسا جو نہ میخانہ بنے
گر دکھائے مری وارفتگیِ عشق اثر   ہو جنون عقل کو اور ہوش بھی دیوانہ بنے
گر بنا دست ہوس شوق رسائی معلوم   دست غلط بنے زلفوں کا یا شانہ بنے

وہی کامل ہی جو سالک بھی ہو مجذوب بھی ہو — کہین فرزانہ بنے اور کہین دیوانہ بنے

دل پر اور قبضہ بتون کا ہو خدا کی قدرت — اسے تری شان کہ یون کعبہ صنمخانہ بنے

تہا اسی دل مین کبھی شہر تمنا آباد — بددعا کس نے یہ دی تھی کہ یہ ویرانہ بنے

نہ بنے لالہ جو ہے داغ دلِ فصلِ بہار — چمنِ دہر مین اک سبزۂ بیگانہ بنے

می پرستی ہی ازل سے دلِ نازک کی سرشت — یہ وہ شیشہ ہے جو ٹوٹے بھی تو پیمانہ بنے

عقل ہے باعثِ تکلیف مصائب ظاہر — آدمی کس لئے پھر عاقل و فرزانہ بنے

حقیقتِ عریان

جناب سجاد انصاری بی اے ایل ایل بی

تیری رسوائی کا باعث ہی ترا ذوقِ نمود — نگہِ شوق ترے حسن کی غماز نہ تھی

تجھکو بے پردہ کیا جلوہ فروشی نے تری — ورنہ یان کوئی نگہ پردہ درِ راز نہ تھی

خود ترے حسن مین تہا ذوقِ تجلی مضمر — حیلہ جو کیا ترے انکار کی آواز نہ تھی؟

تجھپہ کچھ فرض نہ تہا پاس صدای ارنی — لبِ موسیٰ مین کوئی شوخیِ اعجاز نہ تھی

تجھکو معلوم بھی تہا طور نوازی کا مآل — نگہِ حسن تری بے خبرِ راز نہ تھی

پھر یہ کیون موردِ الزام تمنائے کلیم — کیا تجلی تری خود شعبدہ پرداز نہ تھی

لن ترانی بھی بس اک حسن کا افسانہ ہے

جو اسے راز سمجھتا ہے وہ دیوانہ ہے

باب التقریظ والانتقاد

سلسلۂ حق

شمس العلما جناب مولوی حافظ سید محب الحق صاحب نقشبندی عظیم آبادی ان بزرگون مین ہین جو قدیم تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود جدید مذاق اور مسائل سے پورے طور پر آگاہ ہین، انکے قلم سے گو متعدد تصنیفین اردو مین نکل چکی ہین، مگر یہ سلسلہ حقیقت مین انکی زندگی کا ماحصل ہے اور وہ پندرہ بیس برس سے مسلسل قرآن مجید پر غور و فکر مین مصروف ہین، اور اپنے فکر و تعمق سے عجیب عجیب موتی اس بحر بیکران سے نکالے ہین، ان کا اصول یہ ہے کہ حسبنا کتاب اللہ ہمکو صرف قران کافی ہے اور کسی چیز کی ضرورت نہین، تاہم انکو غلطی سے آپ پنجاب کے فرقۂ اہل القرآن کا نمایندہ تصور نہ کیجئے، حافظ صاحب موصوف نے اس سلسلہ مین حسب ذیل تین کتابین لکھی ہین،

دعوۃ الحق: اس کتاب مین مصنف نے عقل و نقل کی باہمی معرکہ آرائی کے انسداد کے لئے شرائط صلح پیش کئے ہین،

موجودہ دور مادیت مین اگرچہ سائنس کی ترقی نے دنیا کا ذرہ ذرہ بدل دیا، اور نظام عالم کو نئے آب و رنگ سے پیش کردیا تاہم اس نے دنیا کے نظام اخلاق پر کوئی مفید اثر نہین ڈالا بلکہ جہانتک مشاہدہ مین آیا ہے سائنس نے تشکیک و تذبذب کی تخم ریزی کی ہے، جس سے مذہب و اخلاق کا شیرازہ منتشر ہوگیا ہے، چنانچہ ہر شخص مضطربانہ قانون خداوندی پر اعتراض کرتا ہے، نقل سے عقل کو ٹکراتا ہے، اور فضائل اخلاق کی جو صورتین مذاہب نے بیان کی تہین، ان پر قانع نہین رہنا چاہتا سائنس نے شکوک کا کوئی جواب نہین دیتی، کیونکہ اسکا دائرہ مذہب کے دائرہ سے جداگانہ ہے،

وہ صرف یہ بتلا سکتی ہے کہ آفتاب کیون ہے؟ لیکن آفتاب کیا ہے؟ اسکا جواب اسکی دسترس سے باہر ہے، کیونکہ یہ حقیقت اور ماہیت کا سوال ہے جسکے حل کرنے کی طرف سے اُس نے اپنی آنکھین بند کر لی ہین،

اس بنا پر اس عقلی ضلالت کو دور کرنے کے لئے اس سے کسی روشنی کی توقع کرنا فضول ہے، اسکو صرف وہ ضیاے حق دور کر سکتی ہے جو تیرہ سو برس پیشتر آسمانون سے اتاری گئی تھی اور جس نے دفعۃً ریگستان عرب کو بقعۂ نور بنا دیا تھا، لیکن اہل عرب اور موجودہ متشککین کی ضلالت مین فرق ہے، وہ جہالت کی ضلالت تھی اور یہ عقل کی ضلالت ہے، اسکے لئے زیادہ تیز روشنی کی ضرورت ہے، جو دفعۃً آنکھون مین چکاچوندھ ڈالدے، اس بنا پر مصنف نے اسلام کی حقانیت، توحید باری، قرآن کی صداقت، اور نبوت و رسالت وغیرہ مباحث کو اسطرح بیان کیا ہے کہ متشککین مذہب کے قلوب مین اس سے سکینت اور طمانیت پیدا ہوتی ہے اگوہم حافظ صاحب کے پیش کردہ دلائل کو منطقیانہ اور فلسفیانہ نہین کہہ سکتے، تاہم ان سے عقل خردہ گیر کی بیراہہ روی بلکہ عجز و قصور کی تصویر آنکھون کے سامنے پھر جاتی ہے، یہ چیز غالباً اکثر ناظرین کو کھٹکیگی کہ عقل و نقل کی "جنگ عظیم" کی مصالحت کی راہ مین عقل کی بجائے جذبات سے اپیل کرنے کی کوشش کیگئی ہے،

شرعۃ الحق: اس کتاب مین مصنف نے اپنے اصول کو ممہد کیا ہے، اور اسلام کے عام اصولی مسائل عبادات و معاملات کو کتاب اللہ سے ستخرج کیا ہے مصنف کا بیان ہے کہ اسلام ایک صاف اور سادہ مذہب تھا جسمین بحث آرائیون کی مطلق گنجائش نہ تھی، لیکن باین ہمہ مسلمانون مین مذہبی اختلاف پیدا ہوا، اسکا سبب یہ ہے کہ مسلمانون نے احکام مذہبی کے تین ماخذ قرار دے لئے ہین، قرآن، حدیث اور فقہ، سب سے پہلے انکی نظر قرآن پر پڑتی ہے، اگر وہ مسئلہ اسمین وجہ نہین ہوتا تو حدیث تلاش کرتے ہین، اور اسمین بھی ناکامی ہو تو فقہ کا نمبر آتا ہے لیکن حقیقت

قرآن مجید کے علاوہ ہمکو کسی اور ماخذ کی ضرورت نہین ہے، وہ ایک مفصل اور واضح کتاب ہے، اور اسمین ہمارے لئے ہر قسم کی ہدایتین موجود ہین، اسلئے صرف اسی کو ماخذ ہونا چاہیئے، البتہ حدیث و فقہ کے ذریعہ سے اُسکی توضیح و تشریح کیجا سکتی ہے، لیکن جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ حدیث و فقہ ظنی الثبوت اور اختلافات کا اصلی سرچشمہ ہین تو انکی شارحانہ حیثیت تسلیم کرنے مین بھی تامل واقع ہوتا ہے، قرآن کی شرح نہایت قطعی ہونی چاہیئے جسمین کسی قسم کے شک و شبہہ کی گنجائش نہو، ایسی چیز صرف عمل متواتر ہے جو قرآن مجید کے بعد قطعیت اور استناد کا درجہ رکھتا ہے،

عمل متواتر سے مراد وہ اعمال مذہبی ہین جو رسول اللہ صلعم اور صحابۂ کرام کے زمانہ سے لیکر اسوقت تک علی حالہا باقی ہین، اور جنمین امتداد زمانہ کی بدولت کسی قسم کا تغیر و تبدل نہین ہوا ہے، ظاہر ہے کہ قطعیت کے لحاظ سے ان کا درجہ احادیث اور فقہ سے بہت زیادہ بلند ہے، حدیث صحت روایت، صحت راوی، اور درایت کی محتاج ہوتی ہے، اور عمل متواتر صرف بداہت کا، اور بداہت اور غیر بداہت مین جو فرق ہے وہ اہل نظر سے مخفی نہین، نماز، روزہ، حج، زکوۃ وغیرہ کے اصولی مسائل جنکو ہم حدیث سے ماخوذ سمجھتے ہین، مصنف کی تعلیم یہ ہے کہ ہم انکو صحابہ اور انکے بعد سے آج تک مسلمانون کے عمل متواتر سے ماخوذ سمجھین، نماز کا طریقۂ مخصوص، تعداد رکعات اور بہت سی باتین جو قرآن مین بہ تصریح مذکور نہین، گو مصنف نے انکو بھی ڈہونڈھ کر نکالا ہے، تاہم وہ ان کا مبنیٰ اسلام کے عمل متواتر کو قرار دیتے ہین،

یہ خیال مصنف کی کوئی بدعت نہین ہے بلکہ ائمہ اسلام مین امام مالک نے بھی عمل متواتر کو احکام اسلامی کا ماخذ قرار دیا ہے، اور اسی اصول کو پیش نظر رکھکر موطاء مرتب کی ہے جسکی سطر سطر سے اہل مدینہ کا عمل واضح طور پر نمایان ہوتا ہے، البتہ مصنف نے اس اصول کو بطور ایک نظریہ کے پیش کیا ہے، اور متعدد عنوانات کے ذریعہ سے اُسکی توضیح و تشریح کی ہے، ان کے نزدیک اصل ماخذ قرآن مجید ہے

عمل متواترسے اسکی تشریح ہوتی ہے، اور احادیث تشریع یا وضع قانون کا نہیں بلکہ تاریخ مذہب کا درجہ رکھتی ہین، بہرحال ہمکو اعتراف کرنا چاہیے کہ مصنف نے اس راہ مین نہایت جانکاہی کی ہے، اور اس سے آگے کے لئے غور وفکر کا راستہ پیدا ہوتا ہے،

منہاج الحق: عام خیال یہ ہے کہ قرآن مجید ایک دنیاوی قانون ہے جسکو صرف ظاہری احکام سے تعلق ہے، اور تصوف اخروی قانون ہے جو روح پر جاری ہوتا ہے، لیکن اگر یہ دیکھا جائے کہ تصوف کیا چیز ہے؟ اور اسکی غرض وغایت کیا ہے؟ تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ راے نہایت سطحی اور عجلت مین قائم کرلیگئی ہے، شریعت اور حقیقت مرادف الفاظ ہین، لیکن شریعت پر روحانیت کے ساتھ عمل کرنا بغیر تزکیۂ قلب کے نہین ہوسکتا، اور یہی چیز جان تصوف ہے، اس بناپر مصنف نے اس کتاب مین قرآن مجید کی روحانیت یعنی قرآنی تصوف کو پیش کیا ہے، ابتدا مین تصوف کی تاریخ، تعریف، صوفیہ کے طبقات اور اُن کے خصائص، اور عقاید خلاف قرآن کا تذکرہ کیا ہے، پھر تصوف قرآنی کا حصہ شروع ہوا ہے، جسمین اصول اخلاق، ایمان عمل، حقوق، دنیا، واعظین اخلاق، موعظت، طلب، امام ربانی، رشد وارشاد، صفات مرشد، فرائض مرشد، پیری ومریدی، بیعت، امراض باطنی، امراض قلبی، امراض نفسی، استغفار وتوبہ، انابت ومعالجہ، ذکر، ضرب، پاس انفاس، فکر فی الآفاق وفی الانفس، پاس حواس، مراقبہ، لطائف، انشراح صدر، محاسبہ، اعتکاف کشش، گردش، روش، اتقار، مقامات، غرض تمام عنوانات کو قرآن مجید سے تحریر کیا ہے، جس سے یہ خیال بداہۃً غلط ہوجاتا ہے کہ تصوف ایران یا ہندوستان کی پیداوار ہے بلکہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ قرآن وسنت کا دوسرا نام ہے، یہ کتاب اپنے موضوع پر پہلی کتاب ہے، اور نہایت جامع، مبسوط اور مستند ہے، اسکے پڑہنے سے موجودہ تصوف مین جو بدعات شامل ہوگئے ہین اُن کا علم ہوتا ہے اور تصوف تعلیم اپنی اصلی صورت مین نگاہون کے سامنے آجاتا ہے،

تینون کتابون کی قیمتین حسب ذیل ہین، دعوت الحق، معرفۃ الحق، منہاج الحق، پتہ: حافظ محب الحق صاحب، مرادپور، پٹنہ

مطبوعات جدیدہ

قلب ماہیت۔ بمبئی کے شیخ احمد بن محمد شبلی (سکریٹری سلطان مسقط) نے علامہ فرید وجدی کے ایک مضمون کا اردو زبان مین ترجمہ کیا ہے، جسمین مغیرہ بن علقمہ اور فرید وجدی مین خلافت اسلامیہ کی موجودہ حالت اور عرب کی ترقی وزوال پر مکالمہ ہوا ہے، مغیرہ خلافت فاروقی مین عمرو بن عاص کی فوج کے سپاہی تھے، اسلئے انکی زبان سے زمانۂ خلافت کے واقعات کا ادا ہونا، پھران کا تیرہ سو سال کے بعد اصحاب کہف کی طرح زندہ ہوکر موجودہ تنزل کو دیکھنا اور اسکے اسباب بتلانا، ایک ایسی ناطق تاریخ ہے جو ہماری خاموش تاریخون سے بدرجہا زیادہ موثر ثابت ہوسکتی ہے، قیمت ۴؍ پتہ:- یتیم خانہ اسلامیہ کھڑک بمبئی نمبر ۳،

المکتوب: مولانا عبد الماجد صاحب قادری بدایونی کا ایک خط جسمین بہار، کرناٹک، مدراس، بنگلور، میسور، بمبئی، کراچی کے حالات، وہان کے مسلمانون کی کیفیت، سلطان ٹیپو کے مقبرے اور محراب لرزان کی تاریخ، بہار اور بلگام کانفرنس کی تقریرین درج ہین، مولانا کا طرز بیان رسالہ کی مقبول عام ہونے کے لئے کافی ہے، قیمت ۸؍ پتہ: قومی دار الاشاعت محلہ کوٹلہ میرٹھ،

دفع التلبیسات: حضرت مولانا سید محمد علی صاحب رحمانی (سابق ناظم ندوۃ العلما) ہمارے ان بزرگون مین ہین جنکا وجود ہمارے لئے سایۂ رحمت ہے، آج سے پچیس تیس برس پیشتر عیسائی مشنریون کی تبلیغ کا جو زور شور تھا، اس زور شور کو جن اکابر امت کی قلم نے توڑا، ان مین ممدوح کا نام خاص شہرت رکھتا ہے، یہ کتاب انہی کے قلم سے پادری عماد الدین کے رسالۂ تقلیبات کے جواب مین نکلی ہے، جسمین آنحضرت صلعم کی نبوت کو بدلائل ثابت کیا ہے اور انا جیل مروجہ کو مشتبہ

اور غیر الہامی ٹھہرایا ہے، قیمت ۔ پتہ: مطبع رحمانیہ مونگیر،

ترانۂ حجازی: یہ رسالہ نغمۂ طنبوری مصنفہ پادری عماد الدین کے جواب میں مولانائے موصوف نے تحریر فرمایا ہے، اسمین نجات، شفاعت، مقام محمود، عصمت انبیا، جہاد، قران مجید کی تعلیمات اور اسکے تورات و انجیل سے ماخوذ ہونے پر مباحث لکھے ہین، قیمت ۶ر

البیان الکامل: ڈاکٹر محمد عمر صاحب اسسٹنٹ سرجن میڈیکل کالج لکھنؤ نے جو اکسریز کے ماہر ہین، اس کتاب مین دق اور سل کی تحقیق کی ہے، دق کی تاریخ، اسکے اسباب و علامات، اس سے محفوظ رہنے کے طریقے اور اسکا علاج بتلایا ہے، ہماری زبان کے طبی تصنیفات مین یقیناً ایک نیا اضافہ ہے، اور اسلئے قابل قدر ہے، اصطلاحات کے وضع کرنے مین خاص کوشش کیگئی ہے لیکن باین ہمہ متعدد مقامات مین ناکامی ہوئی ہے اور بعض جگہ نہایت بھدے اور ثقیل الفاظ استعمال کردیئے گئے ہین، عربی کے بڑے بڑے الفاظ بھی بولے گئے ہین، جو زبان کی سلاست اور عام اُردو دانون کے فہم مطالب کتاب مین خلل انداز ہوتے ہین، ایک طب کی کتاب مین مسیح موعود کا ذکر بظاہر وہم و قیاس سے بہت برتر چیز ہے، لیکن ڈاکٹر صاحب کے جوش عقیدت نے تبلیغ مذہب کا فرض یہان بھی محسوس کیا ہے، اور اپنے طبیب روحانی کا تذکرہ ہوشیاری کے ساتھ کر گئے ہین، قیمت ۸ر، ڈاکٹر صاحب سے ملیگی،

اپر پرائمری ریڈر: ورناکیولر اور انگریزی اسکولون کی تیسری اور چوتھی جماعتون کے لئے قاضی عبدالرحمٰن صاحب حیرت سکنڈ مودی جارج ہائی اسکول اعظم گڈھ نے یہ کتاب مرتب کی ہے، نظم، اخلاقی قصون، اور لطائف کے ذریعہ سے کتاب کو دلچسپ بنایا گیا ہے، متعدد اسباق نئے لکھے گئے ہین جو قدیم کورس مین موجود نہ تھے، اور مضامین مین جدید طریقۂ تعلیم کی عملی طور پر پابندی کیگئی ہے، قیمت ۸ر مصنف سے ملیگی،

[illegible]: انجمن حمایت اسلام ... رسالہ ...

اسمین عموماً انجمن کا حساب آمد و خرچ، اور بعض اور معمولی مضامین شائع ہوتے [illegible]

سال سے اس رسالہ کو کارآمد بنانے کا خیال پیدا ہوا ہے، چنانچہ جنوری اور فروری نمبر اسوقت ہمارے سامنے ہین جنمین ملاحدۂ عجم، سیاسی انقلابات کا اثر ادبیات ایران پر اچھے مضامین ہین ہکے کارکن حسن سیرت کے ساتھ اگر حسن صورت کی طرف بھی متوجہ ہون تو شاید برا نہو،

مجموعۂ مضامین: انجمن اسلامیہ حیدرآباد دکن نے اپنے ممبرون کے چند مضامین جو سیرت نبوی، ضرورت بعثت، تجرد و ازدواج وغیرہ پر تھے، ایک مجموعہ کی شکل مین طبع کرائے ہین،

قیمت ۸ر پتہ: معتمد انجمن اسلامیہ بیت المعذورین ڈھول پیٹھ حیدرآباد دکن،

ٹیچر: اسم باسمی رسالہ ہے، یعنی یہ انگریزون کے مشرقی زبانون کے پڑھانے والے معلمین جنکو عموماً منشی کہتے ہین کا مرکزی ارگن ہے، اسمین اس جماعت کے مصالح و فوائد پر مضامین ہوتے ہین اور انگریزی سے اردو اور اردو سے انگریزی مین ترجمہ کرنے کی مشق کے ساتھ ساتھ منشی صاحبان کے لئے ان کے پیشہ کے متعلق مفید ہدایات و معلومات بہم پہنچاتا ہے، محمد اکبر خان صاحب حیدری اسکے ایڈیٹر ہین، اور دہلی سے شائع ہوتا ہے، قیمت

نقاش: بدایون سے جناب یوسف عزیز صاحب کی ادارت مین ایک ادبی رسالہ جاری ہوا ہے، لکھائی چھپائی اچھی ہے، مضامین بھی خاصے ہین، غزلیات کا حصہ بھی کافی ہے، قیمت سالانہ چار روپیہ،

قرآن مجید، مولانا کا فارسی زبان مع تفسیر ۱۲ر

رد نامہ منظوم، مثنوی فارسی زبان مین امثال سلیمان کا ترجمہ ۸ر

مولانا سید سلیمان ندوی

ارض القرآن جلد دوم، اقوام قرآن مین سے مدین، اصحاب الایکہ، قوم ایوب، بنو اسمٰعیل، اصحاب الرس، اصحاب الحجر، ذوقیدار، انصار اور قریش کی تاریخ، اور عرب کی تجارت، زبان اور مذہب پر تفصیلی مباحث صفحہ ۲۵۱ ۲ر

سیرۃ عائشہؓ، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے احوال زندگی قرون اولیٰ کی خانہ جنگیون کے اصلی اسباب، اور ام المومنین کے فضائل و مناقب اور انکے اجتہادات و کمالات پر مفصل تبصرہ ضخامت ۴۵۰ صفحے قیمت ۲ر

لغات جدیدہ، چار ہزار جدید عربی الفاظ کی ڈکشنری عہ

دروس الادب، عربی کی پہلی ریڈر طبع سوم مع ترمیم ۲ر

دوسری ریڈر طبع دوم ۴ر

رسالہ اہل سنت والجماعت، فرقہ اہل السنۃ والجماعت کے اصولی عقائد کی تحقیق ۸ر

حیات مالک، امام مالک کی سوانح عمری اور موطاء مالک پر تبصرہ عہ

خلافت اور ہندوستان، آغاز اسلام سے اس عہد تک مسلمانان ہند اور خلفائے اسلام کے تعلقات و سلاطین ہند کے سکون اور کتبون سے اثبات ۸ر

بہادر خواتین اسلام ۲ر

مولانا عبد السلام ندوی

سیرۃ عمر بن عبد العزیزؒ، اموی خلیفہ عمر بن عبد العزیز کی مفصل سوانح عمری اور انکے عہد حکومت کے تمام علمی مذہبی اور سیاسی کارنامون اور انکے مجددانہ اعمال کی تشریح و توضیح صفحے ۴۱۰، قیمت

اسوۂ صحابہ، صحابہ کرام کے عقائد، عبادات، اخلاق اور معاشرت کی صحیح تصویر اور قرن اول کے اسلام کا عملی خاکہ، اسکا مطالعہ ہر مسلمان کا فرض ہے صفحات ۴۵۰ قیمت

مولوی عبد الباری ندوی

برکلے اور اس کا فلسفہ، مشہور فلاسفر برکلے کے حالات زندگی اور اسکے فلسفہ کی تشریح مجلد ۲ر غیر مجلد

مبادی علم انسانی، مادیت کی تردید مین برکلے کی مشہور کتاب پرنسپلس آف ہیومن نالج کا نہایت فصیح اور سنجیدہ ترجمہ جسمین اصل انسانی پر بحث کرکے مادیت کا ابطال کیا ہے مجلد

مذہب و عقلیات، اس مین پرزور دلائل اور مستند یورپین فلاسفر کے بیانات سے ثابت کیا گیا ہے، کہ مذہب و عقل مین تصادم کا امکان ہی نہین، ۶ر

مولوی عبد الماجد بی اے

فلسفۂ اجتماع، جماعت انسانی کا علم النفس

فلسفۂ جذبات، جذبات انسانی کی نفسیاتی تشریح

تاریخ اخلاق یورپ، لیکی کی اول ہسٹری آف یورپین مارلز کا ترجمہ جسمین فلسفۂ اخلاق پر ضمنی مباحث کے علاوہ یورپ کے تدریجی اخلاقی رفتار کی تشریح کی ہے

قیمت جلد اول ، جلد دوم

مکالمات برکلے، برکلے کے ڈائلاگس کا ترجمہ جس مین مکالمہ کی صورت مین برکلے نے مادیت کا ابطال کیا ہے، قیمت با ختلاف کاغذ عہ و عہ

پروفیسر سید نواب علی ایم اے

معارج الدین، جدید علم کلام پر ایک محققانہ تصنیف و فلسفہ جدید اور مذہب کی باہمی تطبیق پر بہترین تبصرہ عہ

تاریخ صحف سماوی، توراۃ انجیل اور قرآن مجید کی جمع و ترتیب کی تاریخ کا باہمی موازنہ اور مخالفین اسلام کے اعتراضات دربارۂ جمع قرآن کا جواب، قسم اول عہ دوم ے

شمع سخن، پروفیسر صاحب ہی کی اخلاقی قومی و فلسفیانہ نظمون کا مجموعہ ۱ر

مولوی محمد یونس فرنگی محلی

روح الاجتماع، سرسیولیبان کی کتاب جو اجتماع انسانی کے اصول نفسیہ کا اردو ترجمہ صفحہ ۲۳۲ عہ

مفتی انوار الحق صاحب ناظم تعلیمات بھوپال

حقائق الاسلام، اسلامی مسائل کی فلسفیانہ عقلی تشریح عہ

تذکرۂ اخلاق، جس مین رسول اللہ صلعم کے اخلاق کا مفصل بیان ہے

منشی محمد مہدی صاحب نائب مہتم تاریخ بھوپال

انسان [illegible] ابتدائی مسائل علم حیوانات [illegible] ۸ر

رموز فطرت، طبیعیات، نباتات، علم ہیئت و جغرافیہ طبعی کے ابتدائی مسائل عام فہم و سلیس عبارت مین عہ

منشی محمد امین صاحب مہتم تاریخ بھوپال

بیگمات بھوپال، مصور و مجلد ے

گیارہ قصے، اخلاقی، معاشرتی و مذہبی ۸ر

نعت ہمیشہ بہار، عربی فارسی و اردو کی چند نعتیہ نظمون کا مجموعہ ۸ر

پروفیسر محمد سجاد مرزا بیگ دہلوی

الاستدلال، جس مین علم منطق کے اصول نہایت خوبی و عمدگی کیساتھ سلیس زبان اور سہل طریقہ سے بیان کیے گئے ہین صفحہ ۲۰۱ ے

الانسان، جس مین انسان کے تمام قوائے نفسانی و جسمانی اور خصوصیات طبعی کی علمی تشریح کی گئی ہے صفحہ ۲۱۳، قیمت عہ

تسہیل البلاغت، اردو زبان مین فن فصاحت و بلاغت اور بدیع پر دلکش اور سہل و آسان کتاب ے

متفرق کتابین

یاد ایام، مولنا عبدالحی صاحب ناظم ندوۃ العلما نے اس کتاب مین گجرات کی اسلامی تاریخ کے مختلف پہلو دکھائے اور وہان کے امرا و وزرا علما اور مشائخ کے حالات اور علوم و فنون کی ترقی نہایت تاریخی تحقیق و تفصیل سے لکھی ہین عہ

سیاحت قسطنطنیہ، مولنا شبلی مرحوم کی فرمایش سے خواجہ سید رشید الدین صاحب نے مشہور پروفیسر میکس مولر کے سفرنامۂ قسطنطنیہ کا اردو مین ترجمہ کیا ہے، قیمت عہ

بدیہہ گوئی، جناب حسن بلگرامی نے اس کتاب مین عربی فارسی و اردو کے شعرا اور ادبا کی بدیہہ گوئی کے دلچسپ واقعات لکھے ہین قیمت عہ

معارف

(۱) معارف کی سالانہ قیمت للعہ ہے اور قیمت فی پرچہ ۸ر (۲) نمونہ کا پرچہ مفت نہین دی پی ہوگا (۳) رسالہ ہر ماہ کے آخر مین شائع ہو جاتا ہے، اس مین تاخیر نہین ہوتی، اگر کسی صاحب کے پاس ۳۰ تاریخ تک نہ پہونچے تو دوسرے مہینے کے پہلے ہفتہ تک اطلاع دین ورنہ بعد کو انکو پرچہ بقیمت بھیجا جائیگا۔ ہندوستان سے باہر کے خریدار دوسرے مہینے کی ۱۰ تاریخ تک اطلاع کرین (۴) خریداران معارف دفتری خط و کتابت مین اپنا نمبر خریداری ضرور تحریر کرین، ورنہ تعمیل مین دقت اور باعث زحمت مجبوری ہوتی ہے (۵) قومی انجمنون اور کتبخانون کی اکثر مفت کی یا تخفیف قیمت کی درخواستین آتی ہین افسوس ہے کہ انکی تعمیل کی قدرت نہین،

منیجر دار المصنفین مسعود علی ندوی

سوراج، مولانا سید نجیب اشرف ندوی نے گاندھی جی کی مشہور کتاب انڈین ہوم رول کا عمدہ اور فصیح ترجمہ کیا ہے، قیمت ۸ر

رجسٹرڈ نمبر اے ۱۸۷

معارف

مجلس دارالمصنفین کا ماہوار علمی رسالہ

مرتبہ

سید سلیمان ندوی

قیمت پانچ روپیہ سالانہ مع محصول

مطبع [illegible] میں چھپ کر

کتبخانہ دار المصنفین اعظم گڑھ

علامہ شبلی نعمانی

سیرۃ النبی صلعم حصہ اول طبع دوم

ایضاً حصہ دوم طبع اول

الفاروق حضرت فاروق اعظم کی لائف اور طرز حکومت

الغزالی امام غزالی کی سوانح عمری اور ان کا فلسفہ

سیرۃ النعمان، امام ابوحنیفہ کی سوانح عمری اور ان کے اجتہادات و مسائل، قیمت

شعر العجم حصہ اول، شاعری کی حقیقت، فارسی شاعری کا آغاز و قدماء کا دور

ایضاً حصہ دوم، شعرائے متوسطین کا دور

ایضاً حصہ سوم، شعرائے متاخرین کا دور

(حصہ چہارم زیر طبع ہے)

ایضاً حصہ پنجم، فلسفیانہ، صوفیانہ اور اخلاقی شاعری پر تبصرہ

الانتقاد علی التمدن الاسلامی، جرجی زیدان کے تمدن اسلامی پر عربی میں ریویو

سفرنامہ مصر و شام، مولانا کا سفرنامہ

موازنہ انیس و دبیر، انیس کی شاعری پر ریویو

المامون، خلیفہ مامون الرشید کے عہد سلطنت کے حالات

سوانح مولانا روم

اورنگ زیب عالمگیر پر ایک نظر

مکاتیب شبلی، مولانا مرحوم کے خطوط کا مجموعہ علمی، قومی، ادبی و اخلاقی مطالب کا خزانہ ہے جلد اول

ایضاً جلد دوم

رسائل شبلی، مولانا کے ۱۲ مختلف علمی مضامین کا مجموعہ، قیمت

قصیدۂ امرتسر، امرتسر کے اجلاس ندوۃ العلماء میں مولانا نے جو فارسی قصیدہ پڑھا تھا طبع رنگین واسطے طلبہ ناجائز

مجموعۂ کلام شبلی اردو

مثنوی صبح امید اردو

دیوان شبلی فارسی

مولانا حمید الدین صاحب بی اے

تفسیر سورۂ تحریم جو بطرز جدید عربی میں قرآن مجید کی تفسیر

تفسیر سورۂ قیامہ

تفسیر سورۂ والشمس

تفسیر [illegible]

تفسیر سورۂ [illegible]

[illegible]

عدد پنجم	ماہ رمضان المبارک ۱۳۴۰ھ مطابق ماہ مئی ۱۹۲۲ء	مجلد نہم

مضامین

شذرات

دار المصنفین کی خوش قسمتیون اور سعادتون مین سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالی نے اُسکے وجود کی ضرورت اور اُسکے کامون کی اہمیت ملک کے سب سے بڑے فرمانروا کے ذہن نشین کردی ہے، ہز اگزالٹڈ ہائنس حضور نظام خلد اللہ تعالی ملکہ کو دار المصنفین کی طرف ایک خاص توجہ ہے وہ دار المصنفین کی اکثر تصنیفات ملاحظہ فرمایا کرتے ہین، وہ جانتے ہین کہ ملک و ملت کی حقیقی زندگی کے لئے اس قسم کی درسگاہون اور کارگاہون کی کتنی ضرورت ہے، دار المصنفین کے آغاز وجود سے اُسکو تین سو ماہوار کا وظیفہ سرکار نظام سے ملتا ہے، درمیان مین مزید قدردانی سے اسکو دو برس کے لئے پانچ سو ماہوار تک پہنچا دیا گیا انقضاے مدت کے بعد مزید رقم بند ہوگئی، اب حضور نے ہماری تحریک کے بغیر از خود دو سو کی یہ مزید رقم دو برس کے لئے اور منظور فرمائی ہے۔

ہماری بزم دوشین کی آخری شمع حیدرآباد دکن مین نواب عماد الملک مولوی سید حسین بلگرامی کے قالب مین روشن ہے، نواب صاحب ممدوح کو باین ہمہ کبرسنی، ضعفِ بصارت اور امراض پیری علم و فن کی خدمتگذاری کا جو شوق و ذوق ہے وہ ابتک جوان سال اور تازہ ہے آپ نے دار المصنفین کی ضرورت کو اُس وقت محسوس کیا جبکہ دار المصنفین کی بنیاد کی ایک اینٹ

ین پر نہین رکھی گئی تھی اور اسوقت سے اتبک برابر مالی اور علمی ہر قسم کی اعانت سے وہ ہماری حوصلہ افزائی فرماتے رہے ہین، اپنے ایک آخری والا نامہ مورخہ ۲۲ رمضان المبارک ۵۹ھ مین ارقام فرماتے ہین،

> آپ کے دار المصنفین کو کسی سند کی ضرورت نہین ..... دار المصنفین ایسا کام انجام دے رہا ہے جو آج تک ہندوستان مین کبھی شروع تک نہین ہوا، خود معارف اس کا بین ثبوت ہے،

طاؤس را بہ نقش و نگارے کہ ہست خلق — تحسین کنند او خجل از پاے زشت خویش

اس سلسلہ مین ہمکو ایک بات اور یاد آگئی، نومبر ۲۱ء کے معارف مین رسایل عماد الملک پر ایک تبصرہ شایع ہوا تہا، اسکے ضمن مین نواب صاحب کے متعلق تمہیداً چند واقعات بھی لکھے گئے تھے، موصوف نے اپنے شرفنامہ مورخہ ۱۵۔ دسمبر ۲۱ء مین انکی تصحیح فرمائی تھی جو افسوس کہ بروقت شایع نہ ہوسکی، آپکا مضمون وضع مصطلحات اردو ۱۸۷۰ء کے لکھنؤ ٹائمس مین بدفعات شایع ہوا تہا اور مکمل ہونے کے بعد اسکو علحدہ رسالہ کی صورت مین چھپوایا گیا، معارف مین تہا کہ "یہ مضمون آج سے ۱۶، ۱۷ برس پہلے لکھا گیا تہا" حالانکہ یہ آج سے پچاس برس پہلے لکھا گیا تہا، اسیطرح معارف مین تہا کہ "اٹھارہ بیس سال مین انٹرنس سے لیکر بی، اے تک تعلیم حاصل کی،" نواب صاحب لکھتے ہین کہ "عربی کے بعد مین نے انگریزی تعلیم چودھوین برس شروع [illegible] کے کل آٹھ سال مین بی، اے تک ختم کردی تھی اور اسطرح ۲۲ سال مین اپنی تعلیم سے فراغت حاصل کرچکا تہا" اب آج ممدوح کی عمر اسّی برس ہے تاہم ذوق علم کا وہی حال ہے، ۳ رمضان ۵۹ھ کے والا نامہ مین کتاب العمدہ فی الجراحات کی طبع سے فرمائش کرتے ہوے بحسرت ارقام [illegible]

"میری حالت بہت زار ہے، آنکھون مین بصارت ضعیف ہے، اور پاؤن سے کمزور ہون کہ اسکے چل پھر نہین سکتا، کتاب جیسی بڑا نے نام رہ گئی ہے، سن کا مقتضا بھی یہی ہے، میرا سن اب اسی برس کا ہے، ع دانم کہ چند رفت و ندانم کہ چند ماند"

وہ لوگ جو اب تک ہر چیز کے جواب مین "آیات محکمات" کی طرح "سرسید کی پالیسی، سرسید کی پالیسی" کہا کرتے رہتے ہین وہ یا تو سرسید کو غلط سمجھتے ہین یا خود اپنے آپکو دھوکا دیتے ہین، یا قوم و ملک کو، ہماری جماعت مین بفضل خدا اب بھی ایک بزرگ ایسا موجود ہے جو سرسید کی تمام جدوجہد مین انکا دست و بازو تھا اور جس سے سرسید کے آراء و افکار کا کوئی راز پوشیدہ نہ تھا، یعنی نواب عماد الملک؛ معارف نے اپنے تبصرہ مین نواب صاحب کے اس طویل خط کا ذکر کیا تھا جو ممدوح نے سرسید کے نام انکی سیاسی روش کی تائید مین لکھا تھا، اس تبصرہ مین موجودہ حیرت انگیز انقلاب کیطرف بھی اشارہ کیا گیا تھا، نواب صاحب اسکے متعلق فرماتے ہین،

"خط موسومہ سرسید مرحوم کے متعلق آپ نے جو کچھ لکھا ہے اسکے متعلق مین صرف یہ کہونگا کہ اگر آج سرسید مرحوم زندہ ہوتے تو آپ خود انکے خیالات مین بھی عبرت انگیز انقلاب پاتے"

فَبِاَیِّ حَدِیۡثٍ بَعۡدَہٗ یُؤۡمِنُوۡنَ،

دار المصنفین نے امام ابو مسلم اصفہانی کی گم شدہ تفسیر کے جو اقتباسات امام رازی کی تفسیر سے یکجا کرائے تھے، اور ایک مدت سے وہ ٹائپ مین زیر طبع تھے، وہ اب چھپکر شائع ہوگئے، ۱۸۰ صفحات مین یہ اقتباسات ختم ہوئے ہین، سورتون کی ترتیب پر انکی ترتیب ہے، اہل علم عربی دان اصحاب اور علما سے امید ہے کہ انکی قدر فرمائین گے، اگر یہ کام یورپ مین

ہوا ہوتا تو اسکی قدر شناسی کا اندازہ ہوسکتا تھا، قیمت ۶؍

افسوس ہے کہ قوم کے کارکن طبقہ نے موالات کی پاداش مین مسلم یونیورسٹی کی طرف سے قطع نظر کرلی ہے، اور اسکو کالعدم تصور کرلیا ہے، لیکن ہمارے تصور سے وہ کالعدم تو ہو نہین سکتی، ہان یہ البتہ ہوا ہے کہ مسلمانون کے چہل سالہ جد وجہد کا حاصل چند قوم و مذہب سے بے نیاز ہاتھون مین ہے، وہ اس سرمایہ کو جسطرح چاہتے ہین تلف کررہے ہین، ہمکو تو یہ نظر آتا ہی کہ تعلیمی حیثیت سے وہ اعلیٰ مسلمان سرکاری عہدہ دارون کے لڑکون کا ایک تفرجگاہ اور انتظامی و مالی حیثیت سے چند مستبد ہستیون کی ذاتی جائداد بنجائیگی، اس نظارہ پر تارکین موالات کے ساتھ موالاتیون کو بھی اشک حسرت بہانا چاہیئے، اس جماعت مین صاحبزادہ آفتاب احمد خان سے ہم بجا توقع رکھتے ہین کہ وہ سرسید و محسن الملک و وقار الملک کی اس متروکہ جائداد کی نہین تو کم از کم وہ اپنی ہی زندگی کے اس بہترین کارنامہ کی بقا و حفاظت کا فرض انجام دین، ہماری مخلصانہ صلاح ہے کہ صاحبزادہ صاحب قوم سے بہت روٹھ چکے، دیس چھوڑکر سالہا سال کے لئے بدیس نکل گئے، اور بن باس رہے، اب انکو دلیس آنا چاہیئے، اور اجودھیا کی اس گدی کو سنبھالنا چاہیئے، آخر یہ راون شاہی کب تک قائم رہیگی؟

ایک صاحب نے شکایت کی کہ تارکین موالات کا یہ گناہ کبھی نہین بخشا جاسکتا کہ انھون نے مسلم یونیورسٹی کو توڑ ڈالا، مین نے کہا کہ مین آپکو وہ جواب دینا چاہتا ہون جو کسی اور نے نہین دیا ہوگا، انھون نے مسلم یونیورسٹی کو توڑنا چاہا، مگر وہ ٹوٹ کیون گئی؟ انھون نے تو ہندو یونیورسٹی کو بھی توڑنا چاہا، مگر وہ ٹوٹ نہ سکی، کیونکہ وہان ایک مالوی موجود تھا، اگر کوئی ایسی آہنی

ہان بھی ہوتا تو وہ نہ ہوتی، افسوس ہے کہ جہان ہم سچے "مومن" نہین، وہان صحیح مشرک بھی نہین، ع یک کرشایستہ زنار نیست، کیا اسوقت ایک بھی ایسا کوئی عہدہ دار اعلیٰ یونیورسٹی مین موجود ہے جسنے قوم کو اپنی گرانبہا خدمات سے زیر بار کیا ہو اور قوم کے اعتبار کو حاصل کیا ہو، طلبہ کے اندر اس نے علمی، اخلاقی، یا کسی اور حیثیت سے اپنا اعتماد اور اثر پیدا کیا ہو، اور جب یہ حال نہین ہے تو موالات ہو یا ترک موالات قوم اور طلبہ کو انکی کسی راے اور تجویز پر اعتبار اور اعتماد کیونکر آے،

گر گلہ ہے ایک کا تو نوحہ ساری قوم کا

امریکہ سے چند دلچسپ خبرین موصول ہوئی ہین، مثلاً یہ کہ سنہ ۲۱ء مین وہان چھہ ناول نویس ایسے موجود تھے، جنکے ہر ناول کی اشاعت ایک ایک لاکھہ سے زاید ہوئی! مس ڈل کا ایک ناول اس سے بھی زاید تعداد مین شایع ہوا، مس ہال کا ایک ناول "دی شیخ" اسقدر مقبول ہوا کہ ایک سال کے اندر ستر بار طبع ہوا، اور ہر مرتبہ ہاتھون ہاتھہ نکل گیا، مسٹر ہچنسن کا ایک ناول تین لاکھہ سے زاید تعداد مین فروخت ہوا!

ہندوستان، خصوصاً ہندوستانی زبان (اردو) کے مصنفین و صاحبان مطابع ان "ہوش ربا" داستانون کی صحت و عدم صحت کی بابت کیا راے رکھتے ہین؟

ماہ گذشتہ کے سنجیدہ ولایتی اخبارات ایک سبق آموز مقدمہ کی روداد سے لبریز ہین جسکا خلاصہ یہ ہے کہ مسٹر جونس، لندن یونیورسٹی کالج مین کیمسٹری کے لکچرر تھے، مارچ سنہ ۲۰ء مین کالج مین جلسۂ رقص ہوا، (اور یہ معلوم ہے کہ انگریزی رقص مین مرد و عورت شریک ہوکر تقریباً نیم برہنگی کی حالت مین ناچتے ہین) جلسہ کے بعد پروفیسر موصوف ایک نوجوان طالبۂ علم مس براؤن کو جنکا سن

اشاعہ سال کا تھا، لیکن ایک تاریک کمرہ میں گئے، اور وہاں ان صاحبزادی صاحبہ کا بوسہ لیا، حکام یونیورسٹی کو جو اسکی اطلاع ہوئی، انھوں نے اس جرم میں پروفیسر صاحب کو ملازمت سے برطرف کر دیا، اسقدر خفیف جرم پر اتنی سنگین سزا کا خیال بھی اس ماہر کیمیا یات کو نہ تھا، انھوں نے عدالت میں لندن یونیورسٹی پر ہرجہ کا دعوی دایر کر دیا کہ انہیں بلا وجہ ملازمت سے ہٹا دیا گیا، دو برس کے بعد عدالت نے فیصلہ صادر فرمایا، مدعی کا دعوی خارج کر دیا، تاہم تجویز مقدمہ میں یہ الفاظ تحریر فرما دیئے ہین، کہ

"یہ امر بہت ہی افسوسناک ہوگا، اگر آیندہ اتنی سی بات پر یونیورسٹی کے نوجوان اساتذہ کو برطرف کیا جانے لگیگا کہ انھوں نے اوقات تعلیم سے خارج کسی نوجوان لڑکی کا جو ان کے مدرسہ کی طالبعلم یا خود انہین کی شاگرد ہو، بوسہ لے لیا ہے"۔

گویا عدالت کے نزدیک اصلاً یہ فعل مطلق قابل اعتراض نہین، جونس صاحب کی برطرفی جو جائز قرار پائی، وہ یونیورسٹی کے مصالح انتظامی کی بنا پر نہ کہ نفس واقعہ کے مذموم ہونے کی بنا پر، ٹائمز ایجوکیشنل سپلیمنٹ نے اس مقدمہ پر ایک مقالہ افتتاحی تحریر کیا ہے، اس نے بھی بعینہ یہی پہلو اختیار کیا ہے، لکھتا ہے کہ نفس جرم تو کچھ بھی نہ تھا۔ مدعی کی نیت بالکل بری نہ تھی البتہ اس نے اپنی افسرانہ حیثیت سے ناجائز فائدہ اٹھانا چاہا جس سے عوام میں یونیورسٹی کی جانب سے بدگمانی پھیلنے کا اندیشہ تھا، اور اسلئے اسکی برطرفی بجا ہوئی"۔ مغرب کی ترقی یافتہ رائے عامہ کا صحیح عکس دیکھنے کے لئے جج صاحب کے فیصلہ اور ٹائمز کے آرٹیکل سے بہتر آئینہ اور کون ہوسکتا ہے،

جسم تمدن کا رئیس الاعضا لندن ہے، جسکے حسن اخلاق کا نظارہ ابھی ناظرین نے دیکھا، اسی

جسم کا ایک دو حصہ لفظ محفوظ رہیں، واشنگٹن (دار السلطنت امریکہ) ہے بہتر ہوگا اسی سلسلہ مین انکی نبض پر ہاتھ رکھتے چلیں، جسم کی صحت کا صحیح اندازہ کرنے کے لئے عموماً اطبا قلب جگر و دونوں کا امتحان کرتے ہین، گہر کا معتبر نائی، واشنگٹن کا اخبار سنٹرل نیوز خبر دیتا ہے کہ کچھ روز ہوئے مسز اسمایتھ نامی ایک معزز خاتون نے ایک رکن حکومت مسٹر پن روز سے ملنے کے لئے فنانس کمیٹی کے ایوان مین قدم رکھا، پہلے انکے سکریٹری مسٹر ٹیلر کے ہان طلبی ہوئی، یہان داخل ہوتے ہی جو کچھ گذری وہ خود مسز اسمایتھ کے الفاظ مین یہ ہے کہ

"مسٹر ٹیلر نے زبردستی اور بہت قوت کے ساتھ مجھے لپٹا لیا گستاخانہ میرے جسم کو بھینچ بھینچ کر دبایا، اور میری مرضی کے خلاف اور میری مزاحمت کے باوجود میرے بوسے لئے،

خاتون موصوفہ کی عزت نفس ان گستاخیون کی تاب نہ لاسکی، انھون نے عدالت سے چارہ جوئی کی ہے، اور ٹیلر صاحب پر بیس ہزار پونڈ (۳۰ لاکھ روپیہ) کے ہرجانہ کا دعوی دایر کردیا ہے، اور بڑے بڑے معززین وارکان حکومت شہادت مین طلب ہوئے ہین،

یہان یہ سوالات پیش کرنا کہ ان بیحیائی کے واقعات کو اخبارات اور عدالتی کاروائیون کے ذریعہ سے منظر عام پر لانا کس حد تک تحفظ اخلاق مین ہے، یا یہ کہ رقوم کثیر گم شدہ عزت کا کفارہ کس طرح پر ہوسکتی ہین، اس قسم کے سوالات پیش کرنا، مشرقی تنگ خیالی، کوتہ نظری و وہم پرستی کا ایک قطعاً ناقابل التفات نمونہ ہوگا۔ البتہ یاد کچھ ایسا پڑتا ہے کہ ایک ایسی کتاب مین جسکے ساتھ خود اہل مغرب صفت مقدس کا اضافہ کرتے ہین، الفاظ ذیل درج فرمائے گئے ہین،

"تم سن چکے ہو کہ کہا گیا تہا کہ زنا نہ کر، لیکن مین تم سے کہتا ہون کہ جس کسی نے کسی بری خواہش سے کسی عورت پر نگاہ کی تو وہ اپنے دل مین اسکے ساتھ زنا کرچکا، پس اگر تیری

وہیں کہ جب مجھے ٹھوکر کھلائے، تو اُسے نکال کر اپنے پاس سے پھینک دے کیونکہ تیرے لئے
یہی بہتر ہے کہ تیرے اعضا میں سے ایک جاتا رہے، اور تیرا سارا بدن جہنم میں نہ ڈالا جائے"۔
خدا معلوم، اس صحیفۂ مقدس کے جو نسخے لندن یونیورسٹی اور واشنگٹن سینیٹ ہاوس کے
کتبخانوں کو زینت دے رہے ہیں، ان میں بھی عبارتِ خط کشیدہ موجود ہے یا نہیں -

---

ریاستہائے متحدہ امریکہ میں، سنہ۲۱ء میں موٹروں کے حوادث سے مرنے والوں کا تخمینہ درمیان بارہ ہزار اور پندرہ ہزار کے کیا گیا ہے! خیال رہے کہ زخمیوں کی تعداد اہمیں شامل نہیں، جو یقیناً مقتولین سے بدرجہا زاید ہوگی، یہ صرف مرنے والوں کی تعداد ہے، اور وہ بھی صرف ایک موٹر کے حوادث سے، اس سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ ریل، جہاز، معدنیات، تار برقی، دخانی کارخانوں، گیس اور مٹی کے تیل کے تالابوں، اور اسی قبیل کے بیسیوں دیگر اسباب سے کشتگان و مجروحین برکات تمدن کی تعداد کسقدر رہوگی، اور پھر ان حوادث سے مالی نقصان جو ملک کو ہوا ہوگا، اسکی میزان کہاں تک پہنچی ہوگی، تمدن جدید کی سب سے بڑی برکت یہی بیان کیجاتی ہے کہ وہ موت وہلاکت کے مقابلہ میں ایک بڑی حد تک سپر کا کام دیتا ہے، اور حیات مادی کے طول تحفظ و ترقی کا سب سے بڑا ضامن ہے لیکن اس دعوی کی حقیقت بھی جیسا کہ ان صفحات پر بار بار ظاہر کیا جا چکا ہے، اس سے زاید کچھ نہیں کہ شمشیر بے پناہ کا نام سپر، زہر قاتل کا نام آب حیات، اور افعی کا نام تریاق پڑ گیا ہے! ہندوستان کے دل میں اگر اسکا ارمان ہے کہ اپنا اخلاق اپنا مذہب، اپنی معاشرت، اپنا تقوی، اپنی صدعافیت، اپنی تعلیم، یہ سب کچھ قیمت میں دیکر نشاط حیات، طول العمری، اور حوادث دہر سے تحفظ خرید کرے، تو بہتر ہے اسکا بھی تجربہ کر دیکھئے، نتیجہ وہی نکلیگا جو تک ہر ملک میں، ہر زمانہ میں، ہر حالت میں نکلتا رہتا ہے۔

غلط ہی اثر آہ و نالہ پر ناظم ۔۔۔ رہے نہ دل میں ہوس کر کے دیکھ بھی لیجئے

مقالات

علماے روس

دعوی تو ہمارا یہ ہے کہ تمام دنیا کے مذاہب مین اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہی جس نے اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ کی زنجیر سے تمام مسلمانون کو باہم وابستہ کردیا ہے، مگر حالت یہ ہی کہ تمام ممالک اسلامیہ کے علما، مین باہم کوئی سلسلۂ تعارف نہین، ٹرکی کی ایک ایک خبر پر ہم جان دیتے ہین اور وہان کے صدہا سپہ سالارون اور وزیرون کے نام ہکو یاد ہین، مگر پوچھا جائے کہ وہان کے علماے کبار مین سے کسی ایک کا نام لیجئے تو سوا سکوت کے کوئی جواب نہوگا، روس وہ ملک ہے جہان تین کرور سے زیادہ مسلمان آباد ہین، مگر وہان کے کسی ایک عالم و مصلح کے نام سے ہم واقف ہین علماے بخارا، علماے ہند سے نا آشنا ہین، اور علماے ہند علماے روم سے ناواقف، اور علماے روم کو مراکش و تونس کے عالمون سے آگاہی نہین،

اس بے تعلقی اور نا آشنائی کا یہ اثر ہے کہ ان ملکون کے عام مسلمانون مین کوئی تعلق اور رشتہ باقی نہین، عیسائیون کو دیکھئے کہ جہان انکی سلطنتین مجلس اقوام کی بنیاد ڈالتی ہین، ان کے علما اور رہبان عالمگیر عیسائی کانفرنس قائم کرتے ہین، انکی مجلس اقوام مین اگر اسلامی ملکون کی سیاسی تقسیم و تجزیہ پر گفتگو ہوتی ہے، تو انکی عالمگیر مذہبی کانفرنس مین ایک ایک اسلامی ملک کو عیسائی بنانے کے لئے مختلف دائرون اور حلقون مین اسکی تقسیم ہوتی ہے،

یورپ کی یہ جنگ عظیم صرف دنیا کی ایک لڑائی نہ تھی بلکہ درحقیقت یہ دنیا کے انقلاب کی

پیدا تھی، یہ مشرق و مغرب کی پستی و بلندی کی حد اخیر تھی، جو لوگ کہ آثار کو دیکھکر موسم کے انقلاب کا پتہ لگا لیتے ہین، وہ اس مشرقی و مغربی انقلاب موسم کا پتہ بھی یقیناً لگا لین گے، اس انقلاب کا ایک عظیم الشان نتیجہ یہ ہے کہ چند سال سے ممالک اسلامی ایک دوسرے سے قریب ہو رہے ہین، ٹوٹے ہوئے رشتے جوڑے جا رہے ہین، تعارف اور تعلق کے وسایل پیدا ہو رہے ہین، ایک دوسرے کی نصرت و اعانت کا خیال ترقی کر رہا ہے، ہر ملک کے جدید تعلیم یافتہ اور مصلحین زمانہ ایک دوسرے سے واقف ہو رہے ہین، اگر کسیقدر تغافل ہے تو وہ علما کے طبقہ مین ہے، اور اسکا سبب یہ ہے کہ عربی اخبارات کے مطالعہ کا انکو شوق نہین اور سیر و سیاحت کی اُن مین استطاعت نہین، تاہم ہمین مایوسی نہین، اور ہماری نگاہون کے سامنے وہ زمانہ ہے جب دنیای اسلام کے علما ایک جمعیت متحدہ مین نشست کرینگے، اور امت مرحومہ کی صلاح و فلاح کے مسائل مین غور و فکر کرینگے۔

آج اسی تقریب سے ہم علماے روس کی روحانی مجلس جما کر بیٹھے ہین کہ ہندوستان کے علما اور عام مسلمان اُنکے ناموں اور حالات سے روشناس ہون،

ملک روس کا کوئی اسلامی شہر ایسا نہین ہے، جہان علما، ائمہ، مدرسین نہون اور اُنکے زیر سایہ مدارس اور مکاتب نہون، ذیل مین ہم روس کے خاص اسلامی ملکون کی آبادیون اور انکے علما، اور مساجد و مدارس کا نقشہ درج کرتے ہین، جس سے ہمارے دعویٰ کی تصدیق ہوگی،

صوبون کے نام	ائمہ اور مدرسین کی تعداد	مساجد کی تعداد	عام مسلمانون کی تعداد
قزان	۲۳۶۰	۱۰۶۹	۷۲۱۲۴۶
وآتکا	۱۹۱	۱۵۸	۱۲۸۵۴۶
اورنبرگ	۹۶۶	۵۲۹	۳۶۳۷۳۱

دونا	۲۲۸۰	۱۵۲۱	۱۰۸۲۵۵۵
صمار	۴۲۰	۳۰۱	۲۳۳۵۸۵
سمبر	۲۴۳	۱۷۷	۱۲۰۱۳۰
سراطاؤ	۱۷۵	۱۵۲	۸۱۸۱۸
پنیزا	۱۱۹	۱۰۵	۵۳۳۸۹
طمبوف	۳۸	۲۸	۱۴۹۳۹۱
اورالسکی	۱۸	۱۴	۱۸۲۹۳
حاجی طرخان	۱۴۶	۱۳۸	۱۰۴۳۷۲
بیرمی	۳۰۳	۲۰۸	۱۳۸۷۷۷
طوپل	۱۳۶	۷۲	۵۸۴۹۵
سیمی پلاط	۱۵	۱۴	۵۱۹۹۹۳
نیژنی نواگراد	۸۵	۶۴	۵۵۹۱۴
طومسکی	۲۹	۲۸	۳۰۲۰۸
رزان	۱۴	۱۰	۶۷۶۶
موسکو	۲	۱	۳۳۲۵
پطربرگ	۴	۳	۲۲۰۰
ابرکوتسکی	۳	۲	۲۴۶۷
آقمولا	۱۴	۱۱	۸۲۷۴
ینسی	۲	۱	۲۷۵۷

کاسترآباد	۱	۱	۲۶۵
یکاتربنسلاف	۱	۱	۳۵۱
راضوف	۲	۱	۲۱۰
اوڈیسہ	۱	۱	معلوم نہین
کرونشتاد	۱	۱	//
وارسا	۱	۱	//
خارکوف	۱	۱	//
میزان	۷۵۸۲	۴۶۱۱	۳۸۸۶۶۲۵

اس نقشہ سے یہ معلوم ہوگا کہ تقریباً چالیس لاکھ مسلمانون کے درمیان ۷۵۸۲ علماء و مدرسین، ۱۱۶۴ مساجد اور تقریباً ۱۰۶۹ مدرسے کم نہین ہین، یہ نقشہ کیقدر پرانا ہے، اور امید ہے کہ اس تعداد مین سال بسال اضافہ ہی ہوا ہوگا،

علماے روس کی سب سے بڑی تعریف جسکے لئے وہ تمام دنیاے اسلام کی طرف سے فخر و شکریہ کے مستحق ہین یہ ہے کہ انھون نے روسی شہزیدوں کے مظالم کو صدہا سال تک نہایت تحمل، استقلال اور ثبات قدمی سے برداشت کیا، اور روسی حکومت کی بربریت اور روسی پادریون کے جوش اشاعت دین کے صدمون سے اسلام کو ہر طرح باقی اور قائم اور محفوظ رکھا، یہانتک کہ ستمگرون اور جفاکارون کو اپنے ناشایستہ افعال سے توبہ کرنا پڑی، ایسی حالت مین جبکہ اس مظلوم ملک مین مسجدون کی تعمیر تک کی اجازت نہ تھی، غیر روسی زبان مین تعلیم نہین ہو سکتی تھی، علماء کے لئے وعظ و پند کی رخصت نہ تھی، جس گاؤن اور آبادی مین شہزیون کا حملہ ہوتا اُسکو بچانے کی اجازت نہ تھی، اس ملک مین اسلام کا قائم رہنا اور اُسکا سرسبز و شاداب ہونا اور ترقی کرنا انہین بزرگون کے فیض و برکات ہین

روسی صوبون مین ہر عالم کو افتا کا حق نہ تہا بلکہ اسکے لئے حکومت کی طرف سے انکو اجازت کی سند حاصل کرنا پڑتی تھی، اور وہی مذہبی مقدمات کو فیصل کرتے تھے، اسکے بعد اوفا مین ایک اسلامی محکمۂ شرعیہ قائم ہوا جسکے ماتحت تمام روسی صوبون کے اسلامی صیغے، اوقاف، مدارس مساجد، اور علما وغیرہ کردیے گئے، زار کے زمانہ مین یہی انتظام تہا، معلوم نہین اب کیا نظام ہے اس محکمہ مین ایک رئیس القضاۃ اور متعدد قاضی مقرر ہوتے تھے، مفتی محمد جان سب سے پہلے رئیس القضاۃ ہین، اسکے دوسرے ممبر قاضی آغا شیخ محمد داغستانی ہین،

روسی مسلمانون کا کعبۂ تعلیم اور قبلۂ مراد بخارا ہے، روس کے بڑے بڑے علما وہی لوگ ہوتے ہین جو بخارا سے تعلیم حاصل کر کے آتے ہین، گویا بخارا کے مدارس، مصر کے جامع ازہر یا افریقہ کے جامع زیتون کی حیثیت رکھتے ہین، بخارا کے بعد انکی قدیم تعلیم کا مرکز کابل ہے، جہان اکثر روس کے علاقہ سے مسلمان طلبہ آتے رہتے ہین، اسکے بعد اگر وہ کسی طرف کا رخ کرتے ہین تو وہ داغستان، مصر اور حرمین ہین، روس کے خال خال طالبعلم ہندوستان بھی آجاتے ہین، لیکن انکی جدید تعلیم کا مرکز قسطنطنیہ ہے، جہان بکثرت روسی مسلمان طالبعلم ہرسال جایا کرتے ہین، خود روسی یونیورسٹیون مین بھی انکی خاصی تعداد شامل رہتی ہے،

تصوف کے سلسلون مین سے مجددیہ سلسلہ بھی علماے روس مین بیحد مقبول ہوا ہے، یہ سلسلہ جیساکہ اہل ہند کو معلوم ہے، حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی کی طرف منسوب ہے یہ جہانگیر و شاہجہان کے زمانہ مین ہندوستان مین تھے، انھون نے اپنے طریقہ کی بنیاد کتاب و سنت پر رکھی ہے، یہ سلسلہ علماے روس مین مختلف ذریعون سے پہنچا ہے، زیادہ تر شیخ نیاز علی ترکمانی بخاری کے ذریعہ سے، دوسرے شیخ فیض خان کابلی کے ذریعہ سے، شیخ فیض خان کے والد کا نام خضر خان تہا، ۱۲۱۸ھ مین انھون نے وفات پائی، خواجہ محسن

کابلی سے فیض پایا تھا، اور وہ خواجہ صبغۃ اللہ کابلی کے مرید تھے، اور خواجہ صبغۃ اللہ خواجہ محمد معصوم خلف الرشید حضرت مجدد الف ثانی کے تربیت یافتہ تھے، تیسرا سلسلہ وہان شاہ عبدالغنی صاحب دہلوی کے ذریعہ سے پہیلا ہے، بعض روسی علماء نے حرمین مین ان سے یہ فیض حاصل کیا، اور واپس جاکر اپنے ملک مین اسکی اشاعت کی، ایک اور سلسلہ یہ ہے کہ خواجہ معصوم کے ایک اور مرید شیخ حبیب اللہ بخاری تھے، جو ایشان والا کے نام سے زیادہ مشہور ہین، بخارا مین اُنکے ذریعہ سے یہ فیض پہیلا،

عقیدۂ سلف اور طریقۂ اہل حدیث کا شیوع بھی روسی مسلمانون مین ہوا، سب سے پہلے عالم جنہون نے اس تبلیغ کا فرض انجام دیا، وہ شیخ ابوالنصر عبدالنصیر بن ابراہیم توصاری ہین، توصار، ولایت قازان مین ایک گاؤن کا نام ہے، یہین وہ ۱۱۹۰ھ مین پیدا ہوئے تھے، بخارا جاکر علم کی تحصیل کی، اور یہین شیخ نیاز علی ترکمانی سے سلسلۂ مجددیہ مین بیعت ہوئے، تکمیل کے بعد جب اپنے وطن واپس آئے تو لوگون نے انکی بڑی عزت وتعظیم کی، اور وہان انکو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی، لیکن باوجود اس عام مقبولیت کے اظہار حق مین کوئی شے آنکو مانع نہ آئی، اور اُنھون نے تقلید جامد کے خلاف اپنا جہاد شروع کردیا، بدعات کی بیخ کنی اور طریقہ سلف کی تبلیغ مین بڑی کوششین کین، جسطرح دنیا مین دوسری تحریکون کا حال ہوتا ہے وہی یہان بھی ہوا، کچھ لوگون نے انکی دعوت کو قبول کیا، دوسرون نے اُنکو بدعقیدہ اور مذہب قرار دیا، شیخ نے ان الزامات کی تردید مین "الارشاد للعباد" تصنیف کی، اسکے علاوہ طریقۂ سلف پر عقاید نسفیہ کی شرح لکھی، اور اہل السنۃ والجماعۃ کے صحیح عقاید کی تشریح اور ثبوت مین کتاب اللوائح نام ایک کتاب لکھی، ۱۲۲۳ھ مین اُنھون نے بخارا کا دوسرا سفر کیا تو دشمنون نے بخارا مین اُنکے خلاف ایک بڑا فتنہ کھڑا کیا، امیر بخارا کے دربار مین الحاد کے جرم مین انکے

... کی سازشین ہوئین، بالآخر معاملہ بخارا سے اُنکے اخراج پر ختم ہوگیا، وہ بخارا سے نکل کر خوارزم اور حاجی طرخان ہوتے ہوئے اور ہر جگہ نشر سنت کا فرض انجام دیتے ہوئے وطن واپس آئے، اور یہان آکر چند درسی کتابین مثلاً شرح مختصر المنار، کتاب النصائح، رسالۃ الصفات وغیرہ لکھین، ۱۲۲۸ھ مین حج کے ارادہ سے قسطنطنیہ آئے تھے، یہین وفات پائی، انکی کتاب ارشاد ۱۳۲۱ھ مین قازان مین طبع ہوئی ہے،

اس عہد کے ایک دوسرے عالم شیخ ابراہیم آفندی بن خوجاش قازانی ہین، ابتدائی تعلیم وطن مین حاصل کرکے علوم کی تکمیل کے لئے داغستان کا سفر کیا، وہان شیخ علی آفندی شروانی کی مجلس درس مین شریک ہوئے، دس برس کے بعد وطن کی طرف مراجعت کی، شیخ موصوف کو اصول فقہ، حدیث و تفسیر وغیرہ سب کا درس دیا کرتے تھے، مگر فن تفسیر مین اُنکو خاص ذوق حاصل تہا، امر بالمعروف ونہی عن المنکر مین نہایت سخت تھے، شیرین بیان اور فصیح اللسان تھے ان ملکون مین شیخ کے پند و نصیحت اور تبلیغ و ارشاد کا بڑا اثر ہوا، بہت سی بدعتون کا قلع و قمع ہوا، طریقۂ معاشرت، اور اکل و شرب و لباس مین اسلام کے خلاف جو باتین رائج تہین، ان مین اصلاح ہوئی، ۱۲۴۱ھ مین قازان مین وفات پائی،

ملا دولت باقی یہ اورنبرگ کے ایک گاؤن کے رہنے والے تھے، پہلے روسی فوج مین سپاہی تھے، پھر خدا جانے کیا توفیق شامل حال ہوئی کہ بخارا چلے گئے، اور وہان جاکر تعلیم حاصل کی، علم ہیئت اور فلکیات کے بڑے ماہر تھے، اور اس فن سے اُنکو کامل ذوق تہا، بہت سے آلات فلکی خود اُنکی ملکیت تھے، سائبیریا کے طوبل نامی ایک ولایت مین امام و مدرس تھے، ۱۲۵۶ھ کے بعد وفات پائی، انکی وفات کے بعد اُنکے تمام آلات فلکیہ طوبل کے عجائب خانہ مین رکھے ہین، ملا دستقل ایک اور بزرگ تھے جو بوغرصلان کے رہنے والے تھے، اُنکو قلمی

مابون کا بہت شوق تھا،

شیخ نعمت اللہ الیستر لی باشی، نقشبندی مجددی، یہ صوبہ اوفا کے گاؤن الیستر لی باشی کے رہنے والے تھے، ظاہری و باطنی دونون علوم مین کامل تھے، بخارا آکر دونون تعلیمین حاصل کی تھین، عقاید مین سلف صالحین کے پیرو تھے، متکلمین اور فلاسفہ سے سخت بیزاری ظاہر کرتے تھے، فراغت اور تکمیل کے بعد اپنے گاؤن الیستر لی باشی واپس آئے، بڑی مقبولیت ہوئی، طلبہ، مستفیدین اور مریدین کا بڑا ہجوم ہوا، بڑے بڑے مدرسے بنوائے اور بہت سے رفاہ عام کے کام انجام دیئے، سنہ ۱۲۶۰ھ مین وفات پائی،

شیخ سید بن نور محمد، یہ قصبہ اورسکی کے ایک گاؤن مین امامت اور درس و تدریس کرتے تھے، ان کے صاحبزادہ ملا عبد اللہ اخوند شاہ مظہر صاحب مرحوم دہلوی کے مرید تھے، شاہ صاحب ترک وطن کرکے مدینہ مین مقیم ہو گئے تھے،

ہر ملک کے علماء مین کوئی نہ کوئی مسئلہ ما بہ النزاع بنجاتا ہی روس کے اسلامی صوبون مین ایک زمانہ مین رات صرف تین چار گھنٹون کی رہ جاتی ہے یعنی ادھر شفق غائب ہوئی اور ادھر سپیدۂ صبح کا ظہور ہوا، ایسی حالت مین ان مقامات مین عشا کی نماز کی فرضیت قائم رہیگی یا ساقط ہو جائیگی، یہ مسئلہ یہان کے علما کے درمیان بڑا معرکۃ الآرا سمجھا جاتا ہے، اور سیکڑون رسائل دونون طرف سے نفی و اثبات مین لکھے گئے ہین،

اب ان چند علماے روس کا تذکرہ جاتا ہے جنھون نے موجودہ ضروریات کو سمجھکر ملک و ملت اور علم و فن مین اصلاح کی کوششین کین اور خدا نے انکی کوششون کو بارآور کیا، ان مین سب سے پہلا نام اخوند خیر اللہ بن عثمان کا لینا ہے، یہ اوفا کے رہنے والے تھے تعلیم روس ہی کے مدارس مین حاصل کی، استر لی طمن اوفا مین ایک مقام ہے، یہین کے مدرسہ مین

ابتدائی تعلیم اُنھوں نے حاصل کی تھی، فراغت کے بعد اسی مدرسہ میں درس تدریس کا سلسلہ جاری کیا، دس برس تک اُنھوں نے اس فرض کو انجام دیا، مدرسہ کا اہتمام وانتظام اس خوبی سے کیا کہ وہ جدید طرز کے مطابق بہترین مدرسہ ہوگیا، جب اُن کے جوہر کھلے تو حکومت اور عام مسلمان دونوں نے انکی قدر کی وہ اوفا کے اخوند[1] (رئیس العلما) مقرر ہوئے، اسکے بعد اُن کے کارناموں نے مزید وسعت حاصل کرنے کا موقع پایا، اوفا کے جدید طرز پر بہت سے مدارس کھلوائے، نصاب تعلیم کی اصلاح کی، جدید ضروریات اور حالات کے مطابق بہت کم کتابیں خود لکھکر داخل درس کین، اور اس باب مین بہت سی کوششین آپنے معرض ظہور مین آئین، اور اُن کے حلقۂ درس سے بہت سے روشنخیال اور کارآمد علما پیدا ہوئے، جن سے علوم عربی ودینی کی تعلیم مین ایک انقلاب ہوگیا، اخوند موصوف ۱۹۰۷ء مین اوفا کی جمیعت اسلامیہ کے رکن منتخب ہوئے، ۱۹۱۰ء مین وفات پائی۔

روسی علما مین سے جوان عمر لیکن پیر دانش موسیٰ جار اللہ ہین، یہ راستوف مین پیدا ہوئے اور تعلیم قازان، بخارا، مصر اور حرمین جا کر حاصل کی، ۱۹۱۵ء مین انکی عمر ۳۵ سال کی تھی اس ملک کے مسلمانون مین مصلحانہ خیالات وتعلیمات کی اشاعت مین اُنھون نے بڑی کوشش کی، ایک مصری مسلمان سیاح رشاد بک نے اپنے سفرنامہ مین لکھا ہے کہ روسی مسلمانون مین اُن کا وہی پایہ ہے جو مصر مین مفتی عبدہ کا ہے، یہ روسی مسلمانون مین مصلح اعظم خیال کئے جاتے ہین اُنکی متعدد گرانقدر تصنیفات ہین،

سب سے آخر مین ہمکو مفتی عالم جان بارودی کا تذکرہ کرنا ہے، مرحوم نے اسی

[1] روسی مسلمانون کے محاورہ مین مثلاً (ملّا) اس جگہ پر استعمال ہوتا ہے، جہان ہندوستان مین "مولوی" کا لفظ بولا جاتا ہے اور آخرالذکر "مولانا" کا قائم مقام سمجھئے یعنی اخوند کا لفظ ملّا سے بڑا ہے۔

سال وفات پائی ہے، ۱۸۵۶ء مین یہ پیدا ہوئے تھے، بخارا مین تعلیم حاصل کی تھی، فراغت کے بعد قازان واپس آکر وہان اُنھون نے جدید طرز پر ایک مدرسہ قائم کیا، اس مدرسہ کا تمام نقشہ، نصاب اور طریق کار خود بنایا تھا، اس مدرسہ نے بہت جلد ترقی کی، یہانتک کہ ۱۸۸۰ء مین وہ قازان کی اسلامی یونیورسٹی کے درجہ کو پہنچگیا، اور قازان کا صوبہ روسی صوبون مین اسلامی علوم، اخلاق و معاشرت اور اصلاحات و ترقیات کا مرکز بنگیا، مرحوم کی اس جدید طرز کی مذہبی درسگاہ نے روسی مسلمانون کے انقلاب و ترقی مین نمایان اثر پیدا کیا، تھوڑے دنون کے بعد اس مذہبی یونیورسٹی کے ساتھ ایک سائنس کالج کا اضافہ کیا، جسمین انھون نے تمام ان جدید تعلیم یافتہ روسی مسلمانون کو دعوت دی، جنھون نے ماسکو، سینٹ پیٹرسبرگ، اور یورپ کی دوسری یونیورسٹیون مین تعلیم حاصل کی تھی، اس جوانمردانہ اور فیاضانہ طرز عمل نے بخارا کے قدیم درسگاہ مدرسۂ کلیۂ عالیہ کے طرفدارون مین ایک ہیجان و اضطراب برپا کردیا، لیکن مرحوم کے خلوص اور حسن نیت نے بہت جلد ان مشکلات کا خاتمہ کردیا، روس، آذربائیجان، ترکستان قازان کے دولتمند سوداگرون نے انکی خاطرخواہ مالی اعانت کی، الغرض مفتی مرحوم کی کوششون اور روسی مسلمانون کی مالی اعانتون نے قازان مین مدارس، زنانہ مکاتب، مطابع اور دیگر علمی وعلمی ترقیون کا مرکز بنادیا، جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک یورپین مدبر نے یہ شہادت دی کہ پادری پرست روسی عیسائیون سے روسی مسلمان زیادہ یورپین ہین،

مفتی مرحوم کی سرکردگی مین قازان کے مسلمانون کے اس علمی و عملی جدوجہد و سرگرمی نے زار کی حکومت کو چونکا دیا، اور اُس نے بغیر کسی ضابطہ اور قانون کے مفتی صاحب کو قید کرکے شمالی روس کے ایک شہر مین بھیجدیا، حکومت کی اس ظالمانہ کارروائی نے روس کے مسلمانون مین غم و غصہ کی لہر پیدا کردی، حکومت روس نے اسکی سخت اور غیر معمولی احتیاط کی کہ اس

واقعہ کی خبر دوسرے اسلامی ملکون مین نہ پہنچنے پائے، مفتی صاحب کے قید سے قازان کی یونیورسٹی اور دوسری تحریکات کو کوئی صدمہ نہین پہنچا، وہ برابر ترقی کرتی رہین، مفتی صاحب کی قید کی خبر جب سلطان عبدالحمید خان کو پہنچی تو انھون نے اس بارہ مین فوری کاروائیان کین جنکا نتیجہ یہ ہوا کہ زار نے انکو ترکی مین منتقل کردیا جہان وہ ۱۹۱۱ء تک مقیم رہے، اور یہین سے بیٹھے بیٹھے انھون نے روسی سلمانون مین اتحاد و اتفاق کی تحریکین جاری کین، اور انکے اختلافات باہمی کو دور کیا، تاکہ ڈوما (روسی پارلیمنٹ) مین روسی سلمانون کے حقوق کی متفقہ کوشش سے حفاظت ہوسکے،

۱۹۱۱ء کے بعد جب وہ روس لوٹ کر آئے تو تعلیمی تحریکون کو چھوڑ کر انھون نے سیاسی تحریکات مین حصہ لینا شروع کیا، اور ایک دیمقراطی فرقہ (ڈیموکریٹک پارٹی) قائم کیا، اور اس فرقہ کی ترقی واشاعت مین بڑی کوششین کین، اور اسی کا اثر یہ ہوا کہ تاتاری سلمانون مین جمہوری خیالات نے مقبولیت حاصل کی، اور آل رشیا مسلم ڈیموکریٹک پارٹی قائم ہوگئی، ۱۹۱۷ء مین جب روس مین انقلاب ہوا اور بالشوزم کا ظہور ہوا تو مفتی صاحب بھی روسی سلمانون کو لیکر آگے بڑھے، اور اس انقلاب کا خیر مقدم کیا، سلمانون نے انکو روسی گورنمنٹ مین مفتی اعظم کے عہدہ کے لئے منتخب کیا، اور حکومت نے اسکو قبول کیا اور اسکے بعد اسلامی روسی مجلس کے وہ صدر قرار پائے، بالآخر انکے روز افزون اثر کو دیکھکر بالشویکون نے انکو قید کردیا، لیکن تھوڑے ہی دنون کے بعد انکو آزاد کردیا، آجکل جبکہ روس کا ملک قحط سے تہ وبالا ہورہا ہے وہ ماسکو اس غرض سے گئے تھے کہ وہ سلمانون کی امداد و اعانت کی تدبیرین اختیار کرین، مگر حقیقت مین وہ سفر آخرت کا پیش خیمہ تھا، چنانچہ اسی سفر مین ماسکو مین انھون نے وفات پائی، تمام روسی سلمانون مین انکی وفات پر ماتم برپا ہے۔

العروۃ الوثقیٰ

از مولوی ابوالحسنات ندوی رفیق دارالمصنفین

گذشتہ پچاس برس سے عالم اسلامی بلکہ تمام شرقی ممالک مین جو ایک حرکت و بیداری سی پائی جاتی ہے اُسکے ابتدائی سلسلون مین سب سے زیادہ اہم شخصیت سید جمال الدین افغانی اسدابادی کی ہے وہ ایران سے اُٹھے اور اُنھون نے افغانستان، ہندوستان، مصر، عرب، قسطنطنیہ غرض اسلامی و مشرقی دنیا کے اکثر اہم مقامات کا دورہ کیا، ہر جگہ کے حالات دیکھے، وہان کے ممتاز و سربرآوردہ لوگون سے ملے اور موقع موقع سے قابل طبیعتون کو اصلاح و بیداری کی طرف مائل کرتے رہے، گو سید جمال الدین مرحوم تین مرتبہ ہندوستان بھی آئے، سب سے پہلی مرتبہ اپنے ایام تعلیم مین پشاور اور لاہور تک مغربی علوم کی تعلیم کی غرض سے، دوسری مرتبہ افغانستان کے سیاسی انقلاب کے بعد جب حج کی غرض سے مکہ معظمہ تشریف لیجانے لگے اور تیسری مرتبہ اس زمانہ مین جبکہ مصر مین انگریزی اثر و نفوذ کے خلاف مصریون نے عرابی پاشا کی زیر قیادت اپنے حفظ آزادی کے ذرائع کو علانیہ کام مین لانا شروع کر دیا تھا، پہلی مرتبہ تو وہ ایسی حالت مین آئے کہ خود اپنی ذات کی اہمیت اور اپنے شاندار مستقبل کی طرف سے بیخبر تھے، دوسری مرتبہ کی آمد سے پہلے گو انکی سیاسی زندگی شروع ہو چکی تھی، لیکن اسکا دائرہ نہایت محدود تھا، یعنی افغانستان کی داخلی سیاست، تاہم ہوشمند برطانوی حکومت نے اسوقت بھی یہان اُنکی کافی نگرانی کی اور کم و بیش ایک مہینہ سے زیادہ ٹھہرنے کا موقع نہ دیا، اور اُنکو کسی ہندوستانی سے برطانوی حاکم کی موجودگی کے بغیر

نکلنے کی اجازت ندی اور تیسری مرتبہ جب وہ ہندوستان لائے گئے، تو ایک برطانوی سیاسی نظربند کی حیثیت سے یہان اُن کا داخلہ ہوا، اور کچھ دنون حیدرآباد اور کلکتہ مین اسی حیثیت سے رکھے گئے، اسی وجہ سے ہندوستان ان سے بہت کم واقف ہوا، گذشتہ سات آٹھ سال سے بے شبہہ کبھی کبھی زبانون پر اُن کا نام آنے لگا ہے، لیکن انکی اہم شخصیت کے لحاظ سے ہم اسکو واقفیت نہین کہہ سکتے، انکی ہمادانہ شخصیت کو دیکھنا ہو تو ہمین ایران، مصر، شام، اور قسطنطنیہ مین دیکھنا چاہئے انکی وفات پر پچیس سال کا طویل عرصہ گذر چکا، ہر ملک کی سیاست مین انقلاب ہو گیا، ہر جگہ کی آب و ہوا بدل گئی، اور اب وہ زمین آسمان نہین رہے، جو آج سے پچیس سال پہلے تھے، تاہم سید جمال الدین افغانی کا نام مذکورہ بالا ممالک مین آج بھی اپنے اندر بجلی کا سا اثر رکھتا ہے،

جب ۱۸۸۲ء مین مصر کا مسئلہ برطانوی شاہنشاہیت کے حسب مراد ختم ہوا، یعنی اُسکے اثر و نفوذ کا طوق مصر نے اپنے گلے مین ڈال لیا، اور عرابی پاشا کی جماعت ناکام رہی، تو سید جمال الدین کو بھی جو ہندوستان مین نظربند تھے، نظربندی سے رہائی ملی، اور ہندوستان کی برطانوی حکومت نے یہ اجازت دیدی کہ اب آپ جہان چاہین جا سکتے ہین، وہ یہان سے براہ راست لندن پہنچے اور وہان چند دنون رہنے کے بعد پیرس روانہ ہو گئے، اور یہین سے رسالہ العروۃ الوثقیٰ عربی زبان مین شائع کرنا شروع کیا، ابھی اُسکے صرف اٹھارہ ہی نمبر شایع ہوئے تھے کہ برطانوی ایوان حکومت مین زلزلہ پڑ گیا، برطانوی حکومت نے یہ محسوس کیا کہ اگر سید جمال الدین برابر اُسکو جاری رکھ سکے تو شرق مین اسکی تمام آرزوئین خاک مین ملجائینگی، اس بنا پر وہ اسکی تباہی کے درپے ہوئی، اور سب سے پہلے ہندوستان، پھر مصر وغیرہ مین اُسکے داخلہ و اشاعت کو ممنوع قرار دیا، ان بندشون کے بعد سید صاحب مرحوم کے لئے العروۃ الوثقیٰ کو جاری رکھنا آسان نہ تھا، اور اگر بالفرض وہ جاری رہتے بھی تو کم از کم وہ مقاصد تو یقیناً حاصل نہوتے، جنکے لئے یہ رسالہ جاری کیا گیا تھا، اِسلئے بالآخر سید صاحب نے

رسالہ کو بند ہی کر دیا، چونکہ رسالہ نہایت پسندیدہ و مقبول تھا، اسلئے بعد کو مصر و شام
اسکے منتخب مضامین کے متعدد مجموعے شایع ہوئے، لیکن ۱۳۲۸ھ مین حسین محی الدین الحبال صاحب
جریدۂ ابابیل نے اُسکو بہ تمام و کمال مطبع توفیق بیروت مین چھپوا کر شایع کیا، اور یہی مجموعہ اسوقت
پیش نظر ہے۔

رسالہ کی ابتدا مین "ناشر" کی طرف سے ایک مختصر سا مقدمہ لکھا گیا ہے، جسمین محررین رسالہ
کے اجمالی تذکرے بھی ہین، سید جمال الدین مرحوم کے تذکرہ مین جو انکی کتاب "الرد علی الدہریئن" کے
مقدمہ سے ماخوذ ہے یہ بتایا گیا ہے کہ "العروۃ الوثقیٰ" نام کوئی انجمن تھی، جسکے ارکان و اعضاء نے
سید صاحب سے انکی آزادی کے بعد یہ خواہش کی تھی کہ وہ عالم اسلامی کو خطرات سے آگاہ کرنے
اور باہم متحد ہونے کی دعوت دینے کے لئے رسالہ جاری کرین، چنانچہ سید صاحب نے ارکان انجمن
کی اسی خواہش کے مطابق العروۃ الوثقیٰ کی بنیاد رکھی، اس کام مین سید صاحب مرحوم کے دو
رفیق و مددگار رہتے، ایک اُن کے شاگرد رشید مفتی محمد عبدہ مصری اور دوسرے مرزا باقر ایرانی
مفتی محمد عبدہ تمامتر سید جمال الدین افغانی کے آغوش پروردہ تھے، خود مفتی صاحب کا بیان ہے کہ
مین نے جبتک سید صاحب سے فیض نہین اُٹھایا، اسوقت تک علم و فن کے صحیح ذوق سے ناآشنا
انکی صحبت مین آکر میری آنکھین کھل گئین" دوسری طرف سید صاحب کو بھی مفتی محمد عبدہ جیسے شاگرد
کے وجود پر ناز تھا، اکثر فرمایا کرتے تھے کہ "محمد عبدہ مصر کے لئے ایک جنگی بیڑہ سے زیادہ قوی اور
ایک لشکر سے بھی زیادہ بھاری ہین" جب سید صاحب مصر سے بحالت نظر بندی ہندوستان
بھیجے گئے ہین، تو سویز مین انھون نے اپنے دوستون سے یہ فرمایا کہ "مین اپنے بعد مصر مین محمد عبدہ کو
چھوڑتا ہون اور وہ مصر کے لئے بحیثیت ایک عالم اور رہنما کے بہت کافی ہین" واقعۂ عرابی پاشا کے
سلسلہ مین سید جمال الدین کی طرح مفتی محمد عبدہ بھی مصر سے جلاوطن کئے گئے تھے وہ شام مین

قیام پذیر تھے کہ سید صاحب مرحوم نے اُنکو پیرس مین اپنے پاس بلالیا،
تحریر کی خدمت اُن کے سپرد کی،

مرزا باقر ایران مین پیدا ہوے وہین تعلیم و تربیت پائی، ہندوستان
اٹلی اور فرانس کا سفر کیا، پھر بغداد اور عراق ہوکر لندن گئے، وہان کچھ دنون
(شام) پہنچے، یہان اُنھون نے شادی کی، اور کم و بیش تین برس کے قیام
سازش مین متہم ہونے کی بنا پر ترکی حکومت کے خوف سے طہران چلے آئے
مرزا باقر فلسفیانہ دل و دماغ رکھنے والے شخص تھے، عملی سیاست سے اُنکو
لیکن دنیا کے جو واقعات اُنکی آنکھون کے سامنے گذر رہے تھے اُنکو اچھی طرح
دوسرے اکابر رجال عالم کی طرح وہ بھی دنیا کی بیچینیون اور مصیبتون کو دور کر
کرتے تھے، لیکن اُنکی راہ سیاست کی راہ نہ تھی، بلکہ ان کے نزدیک دنیا
قیام کے لئے اُسکی ضرورت تھی کہ تمام دنیا کے مذہبی اختلافات مٹادیئے
ایک ایسے مذہب کی طرف دعوت دیجائے جو اُسکی موجودہ ترقی یافتہ حالت
اُسکی تمام معاشرتی و تمدنی ضروریات کا پورا کرنے والا ہو، یہ مقصد بظاہر خوا
معلوم ہوتا ہو، تاہم یہ کہنا بیجا نہوگا کہ موجودہ حالات مین وہ ایک ناممکن الحصو
تو کم از کم یہ ضرور تسلیم کرنا پڑیگا، کہ ابھی اس سبارک زمانہ کی آمد مین جب سا
سادی سطح پر آجائے صدیون کی دیر ہے،

ہم اس موقع پر اُن کے حالات زندگی کے متعلق اپنی طرف سے کچھ
سمجھتے ہین کہ اُن کے شاگرد رشید مشہور مستشرق پروفیسر اڈورڈ براؤن کی اس
اُنھون نے مرزا باقر کے چھوٹے فرزند مرزا محمد ابن باقر مدیر مجلہ المنتقد کو لکھ

مین یہ سن کر بہت خوش ہوا کہ آپ میرے استاذ علامہ فاضل مرزا باقر مرحوم کے فرزند ہین، مین نے آغاز شباب مین جب مشرقی علوم والسنہ کی تحصیل کی طرف توجہ کی تھی تو آپ کے والد محترم میرے سب سے پہلے استاذ تھے، آج پچیس سال کا زمانہ گذر گیا کہ وہ مجھسے الگ ہوکر بیروت کی طرف روانہ ہوئے تھے، لیکن باوجود امتداد زمانہ انکے فضائل وخصائل حسنہ کی یاد ابتک میرے دل مین بالکل تازہ ہے، میری انکی پہلی ملاقات ۱۸۸۲ء یا ۱۸۸۳ء مین ہوئی، میرا بہت زیادہ وقت انکی صحبت مین گذرتا تھا، مین نے ان سے قرآن مجید کا درس لیا اور فارسی زبان مین خود انکی منظوم تفسیر قرآن ان سے پڑھی، انکی ایک اور منظوم تصنیف "شمسیہ لندنیہ" بھی مین نے ان سے سبقاً سبقاً پڑھی، پہلی تصنیف لندن مین چھپکر شایع ہوگئی ہے، دوسری تصنیف ابتک شایع نہو سکی، لیکن جانے سے پہلے انھون نے مجھے اسکا ایک قلمی نسخہ مرحمت فرمایا تھا، اس کتاب کے اشعار نہایت درجہ مشکل اور ناقابل فہم ہین، کوئی شخص جبتک اسکے رموز واشارات سے واقف نہو، ایک شعر کا بھی مطلب نہین سمجھ سکتا، مین اسلئے سمجھتا ہون کہ مین نے مصنف مرحوم سے اسکو سبقاً سبقاً پڑھا تھا، اور اسکے ناقابل فہم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ اسمین ان واقعات وکیفیات کی طرف اشارے کرتے ہین، جو انکو عالم مثال یا عالم خواب مین نظر آئے، نیز اکثر مقامات پر بطریق رمز واشارہ اس زمانہ کے سیاسی حالات کو بھی لکھ جاتے ہین جو اسوقت پیش آرہے تھے، اور اس سلسلہ مین سلطنتون کے وزرا، اور وکلاء کے نام بھی لکھتے جاتے ہین لیکن نام صاف نہین لیتے بلکہ عجیب طریقہ سے ان کا ترجمہ کردیتے ہین، کہ انکی طرف جبتک توجہ نہ دلائی جائے کسیکا ذہن منتقل ہو ہی نہین سکتا، مثلاً ایک شعر ہے،

سنگ محبت ہیچ تا مہ میزند   سنگ محبت چنگ سنگ ور آمد

یہ شعر واقعات سیاسیہ مصر سے متعلق ہے، "سنگ ہیچ" سے ان کا مقصود "گلیڈاسٹون" ہیں جو اس زمانہ مین جب برطانوی حکومت مصر پر اپنا اقتدار قائم کرنے کے لئے ساعی تھی، انگلستان کے وزیر اعظم تھے، دوسرے مصرع مین "شنگ وہیچ" سے مقصود "برائٹ" ہیں، یہ بھی اسوقت وزراے انگلستان مین داخل تھے، "سنگ ہیچ" اور "شنگ وہیچ"، اُن کے نامون کا لفظی ترجمہ ہے، اسی طرح اُنہون نے تمام نامون کے تحت اللفظ ترجمے کئے ہین، اور ہر واقعہ کو رمز بنا کر لکھا ہے جسکا بطور خود سمجھنا نہایت دشوار بلکہ ناممکن ہے،

مرحوم کو علوم دینیہ اور السنۂ قدیمہ وحدیثہ مین خاص درجہ حاصل تھا، وہ متعدد زبانین مثلاً عبرانی، یونانی، انگریزی، عربی، فارسی اور ہندوستانی کے عالم و ماہر تھے، بہت فصیح انگریزی بولتے تھے، اور اسمین ان کا طرز تحریر فلاسفہ وعلماء کا طرز تحریر تھا، گفتگو بہت کرتے تھے، اور بہت تیزی کے ساتھ بولتے تھے، اثنائے گفتگو مین ایک لمحہ کے لئے بھی چپ نہوتے تھے، بسا اوقات کھانا میز پر رکھا رکھا ٹھنڈا ہو جاتا تھا، اور اُنکو گفتگو سے اتنی مہلت نہین ملتی تھی کہ کھانا کھائین، بہت بارعب بلکہ کسی حد تک خوفناک تھے، اُن کے اہل وطن ایرانی عموماً ان سے ڈرتے تھے، اور تو اور خود پرنس ملکم خان جو بیداری ایران کے موسسین مین سے تھے اور اسوقت انگلستان مین ایران کے سفیر تھے وہ بھی اُن سے بیحد مرعوب تھے،

گو یہ ضرور ہے کہ رسالہ ان تینون بزرگون کی سعی محنت سے مرتب ہو کر شائع ہوتا تھا، لیکن یہ واقعہ ہے کہ اسکے اصلی روح روان سید جمال الدین افغانی تھے، رسالہ کے بنیادی خیالات اور سیاسی معتقدات تمامتر وہی ہین جو سید صاحب مرحوم کے تھے، مفتی محمد عبدہ کا کام ان خیالات کو الفاظ کا جامہ پہنا کر تحریری صورت مین لانا تھا، اسی لئے رسالہ کے روح پر سید جمال الدین افغانی کو رسالہ کا

"مدبر سیاست" اور "ترونہ دار سلک" اور مفتی عبدہ کو "محرر اول" لکھا بھی گیا ہے، مرزا باقر مرحوم لندن مین رہتے تھے، اور وہین سے عالم اسلامی کے متعلق ضروری اخبار اور مضامین کا انگریزی سے عربی مین ترجمہ کرکے پیرس دفتر "العروۃ الوثقیٰ" کو بہیجا کرتے تھے،

ان ضروری تصریحات کے بعد اب ہم رسالہ کے سواد ترکیبی اور اسکے اہم مضامین کی طرف متوجہ ہوتے ہین،

رسالہ کا مقصد آج سے پچاس ساٹھ برس پہلے بظاہر اکثر مشرقی ممالک کی یہ حالت نہین تھی جو آج ہے، اسوقت مغربی فتوحات کا سیلاب ایسا طوفان خیز اور ہمہ گیر نہ تہا جیسا کہ آج ہے، اسلئے اسوقت مشرق کی متعدد سلطنتین آج سے بہت زیادہ بہتر حالت مین نظر آتی تہین، گو یہ بالکل سچ ہے کہ اسوقت بھی تمام مشرقی قومین یکسان ضعف اور کمزوری کی حالت مین تہین، اُن کا شیرازۂ تمدن بکھر چکا تہا، اُن کے زبردست اخلاق کا ستون مرکز ثقل سے ہٹ چکا تہا، اور اُنکی قومی سلطنت وحکومت کی بنیادین کہوکہلی ہو چکی تہین، لیکن ان کمزوریون پر گذشتہ طاقت وشوکت اور جاہ وجلال کا ایسا پردہ پڑا ہوا تہا کہ اُنکو کچھ نظر نہ آتا تہا، وہ نشۂ ماضی کی سرمستیون مین اسدرجہ چور تہین کہ خمار حال کی اعضا شکن تکلیفون کا اُنکو احساس تک نہ تہا، سید جمال الدین افغانی کا اصلی کمال یہ ہے کہ انھون نے اسوقت وہ سب کچھ دیکھ لیا تہا جو بہتون کو آج بھی نظر نہین آتا، اُنکو علانیہ یہ نظر آرہا تہا کہ مشرقی قومین غفلت وبیخبری کی حالت مین پڑی ہین، اور چالاک مغربی قومین آہستہ آہستہ انکی دولت وثروت جاہ وحشمت، حکومت وسلطنت پر قبضہ کرتی جاتی ہین، اُنکو اُنکے نظام اخلاق، نظام معاشرت نظام تمدن اور نظام سیاست کی کمزوریون نے ایسی حالت مین کر دیا ہے، کہ وہ ایک دوسرے سے بے نیاز وبےخبر ہین، اُنکی دینی، قومی اور سیاسی روابط بوسیدے ہوگئے ہین، اور حملہ آور دشمن اُنکی اس حالت سے بتدریج فایدہ اُٹھاکر اُنکو اپنا زیردست اور ماتحت بنا لینا چاہتا ہے، چنانچہ

العروة الوثقیٰ کے پہلے نمبر مین جہان رسالہ کی ضرورت اور اسکے اغراض و مقاصد سے بحث کی ہے تحریر فرماتے ہین :—

عام طور پر مشرقی قومون کی بربادی کی اب کوئی حد نہین رہی، اور وہ انتہا درجہ تباہ حال ہو چکی ہین، خصوصاً مسلمان جنین کے بہت سے تاجدار اپنے تاج و تخت اور بہت سے حکومت و ریاست کے حقدار اپنے حقوق سے محروم کردیئے گئے، اُن مین بیشمار صاحب جاہ و عزت تھے جو ذلیل ہوگئے، بیشمار ارباب شوکت و جلال تھے، جو حقیر ہوگئے، اور بیشمار اصحاب دولت و مال تھے جو فقیر ہوگئے، کل تک جو صحیح و تندرست اور توانا تھے، وہ آج سقیم و مریض ہین اور جو شیر تھے وہ بھیڑیے ہین، ان کا کوئی فرقہ، کوئی طبقہ اور کوئی گروہ ایسا نہین جو اس عام تباہی و بربادی سے محفوظ رہ گیا ہو،

اس تمہید کے بعد کچھ اور آگے چل کر لکھتے ہین،

ان آخری ایام مین مشرقی ممالک کے اہم مقامات مین جو یکسان مصیبتین نازل ہوئی ہین، انکی وجہ سے ان کے تمام باشندون مین باہمی ربط و اتحاد کی تجدید ہوگئی ہے، اور اسوقت مشرقی ممالک کے متفرق و مختلف اور دور دراز مقامات کے رہنے والے ایک دوسرے سے بہت زیادہ قریب و متحد ہوگئے ہین، ہر جگہ کے ارباب فہم بیدار ہوچکے ہین، اور وہ موجودہ حالات کے نتائج پر غور کر رہے ہین، وہ ان اسباب کی طرف بھی متوجہ ہوچکے ہین، جنھون نے انکو موجودہ حالت تک پہنچادیا ہے، اور بقدر امکان اُنکے رفع و ازالہ کی فکر بھی انکو دامنگیر ہے، اور وہ اپنے ربط و اتحاد اور سعی و کوشش کی بنا پر اُسکے امیدوار ہین کہ شاید کھوئی ہوئی شوکت و قوت کو ایک دفعہ پھر پالین، اور موجودہ حوادث مین انکو اپنے دین و مذہب، شرف و وقار، اور ننگ و ناموس کی حفاظت و صیانت کا کوئی موقع ہاتھ آئے، وہ موجودہ وقت کو

ایک متنم فرصت سمجھتے ہین، افسوس ہی سے اُنکی امیدین قائم ہین، اون سکے دلون مین ایک لمحہ کے لئے بھی یہ خیال نہین گذر سکتا، کہ بغیر کسی عمدہ نتیجہ کے یہ وقت و موقع نکل جائیگا، لیکن فرض کرو کہ یہ موقع ہاتھہ سے جاتا بھی رہے تو پردۂ غیب سے اس قسم کے بیسیون مواقع آیندہ اور پیدا ہوجائین گے،

اسوقت مختلف ممالک شرقی بالخصوص بلاد ہند اور مصر مین اس مقصد جلیل کے حصول کے لئے متعدد جمعیتین قائم ہوچکی ہین، جو ہر ممکن طریقہ سے وزرایع کامیابی کی تلاش وجستجو مین سرگرم و مصروف ہین، نہ وہ سعی وعمل سے تھکتی ہین، اور نہ اپنی کوششون مین کوئی کمی کرتی ہین، اگرچہ اس راہ مین اُنکو ان تمام انتہائی خطرات سے دوچار ہونا پڑے جو انسانی زندگی کو پیش آسکتے ہین،

اس قسم کی ایک طویل تمہید کے بعد آخر مین مقاصد رسالہ کی تشریح یون کی ہے،

یہ رسالہ بقدر امکان شرقی قومون کے لئے ان ضروری کامون کو صاف صاف بیان کریگا، جنین کسی طرح بھی کمی کرنا اُنکی بربادی، کمزوری اور تباہی کا سبب ہے، اور ان راستون کی طرف علانیہ رہنمائی کریگا، جنپر چلنا تلافی مافات کے لئے ازبس ضروری ہے، نیز آیندہ مشکلات سے عہدہ برا ہونے کی بھی صورتین پیش کرتا رہیگا،

یہ رسالہ شرق کے اعلیٰ طبقہ کی نگاہون پر سے پردہ اٹھانے کی کوشش کریگا، اور ان شبہون اور وہمون کو دور کریگا جنکی وجہ سے ہدایت وکامیابی کا راستہ ان پر مشتبہ ہوگیا ہے، اون سکے ان وسوسون کو دفع کریگا جنکی بنا پر وہ مرض کے علاج وشفا کی طرف سے مایوس ہوچکے ہین، اور عام طور پر یہ سمجھنے لگے ہین کہ مصیبت اپنی انتہا کو پہنچگئی، اور تدارک وتلافی کا زمانہ گذر چکا،

یہ رسالہ یہ سمجہائیگا کہ تمام مشرقی قومون کے لئے تکافو یعنی باہمی امداد و اعانت کا طریقہ نہایت ضروری ہے، اور یہی اُنکے سیاسی روابط اور وطنی تعلقات کا محافظ ہو سکتا ہے اسلئے کہ اسی طریقہ کے فقدان کا یہ نتیجہ ہے کہ آج قوی نے ضعیف کو دبا لیا ہے،

یہ رسالہ اعدا مشرق کی محبت و خیرخواہی کی اس منقش چادر کو جو رنگا رنگ ملاطفت و نرم خوئی سے رنگین ہے، چاک کرکے جو کچھ پس پردہ ہے اُسکو علانیہ دکہا دیگا، اور حریص و طماع مغرب مشرق کی تاریکی غفلت مین آہستہ آہستہ جس مخفی راہ پر چل رہا ہے اسپر کافی روشنی ڈالیگا۔

یہ رسالہ اسکی خاص کوشش کریگا کہ تمام مشرقی قومون پر جو غلط الزامات قائم کئے جاتے ہین، اور خاصکر مسلمانون پر جو جہوٹی تہمتین لگا کر اُنکو بدنام کیا جاتا ہے انکی اچہی طرح پردہ دری کرے اور اصل حقیقت کو سمجہائے، نیز بعض ناواقفون کے اس خیال کی تردید کریگا جو یہ سمجہتے ہین کہ مسلمان کبھی تمدن و ترقی کی برکات سے اسوقت تک مستفید نہین ہو سکتے جبتک وہ انہی اصول پر کاربند رہین گے، جنپر آج سے سیکڑون برس پہلے کاربند ہو کر ان کے اسلاف نے فایدہ اُٹھایا تہا،

یہ رسالہ تمام مشرقی قومون کو سیاسی حوادث عامہ سے باخبر کرنے کی ہر وقت کوشش کریگا، اور ان کے متعلق سیاسی جماعتین جو طرز عمل اختیار کرتی رہین گی انکے انکشاف اور پردہ دری سے غافل نہوگا، اور سب سے بڑھکر یہ کہ تمام مشرقی قومون کے باہمی تعلقات کی تقویت و استحکام اور ان کے افراد مین باہمی محبت و الفت کی تلقین و تکلین کی خاص طور پر رعایت رکہیگا، اور ان کے منافع مشترکہ کی تائید و حفاظت کو اپنا سب سے زیادہ ضروری فرض سمجہیگا۔

ان سادہ اور اجمالی مقاصد کو دیکھکر ہر شخص اندازہ کر سکتا ہے، کہ سید جمال الدین افغانی نے

جن ضروریات کو پیش نظر رکھکر یہ رسالہ جاری کیا وہ کیا تھے ؟ کسی غافل جماعت کو حملہ آور دشمن کے حملہ سے محفوظ رکھنے اور اسکو اپنی آپ حفاظت کر سکنے کے قابل بنانے کی سب سے عمدہ اور بہترین صورت یہ ہے کہ ایک طرف اسکو خواب غفلت سے بیدار کیا جائے اور دوسری طرف یہ بتایا جائے کہ حملہ آور دشمن کسطرف سے ، کسقوت اور کن اسباب وآلات جنگ سے مسلح ہو کر اسکو اپنے قابو مین کر لینا چاہتا ہے ، جیساکہ آیندہ تفصیل سے معلوم ہوگا ، سید صاحب بالکل اسی اصول پر عمل پیرا تھے ، ایک طرف تو وہ بار بار مشرقی قومون کو ان قومی و وطنی فرائض کے ادا کرنے کے لئے آمادہ کرتے تھے جنپر انکی حیات قومی و وطنی کا مدار ہے ، اور دوسری طرف مغربی قومون کے وسائس و مکائد اور طرق فتح وغلبہ کی پردہ دری بھی کرتے جاتے تھے ،

اتحاد امم شرقیہ | لیکن ہم اس موقع پر جس چیز کی طرف ناظرین کو متوجہ کرنا چاہتے ہین وہ یہ ہے کہ سید صاحب مرحوم مشرقی قومون کے باہمی بغض وعداوت کو رفع کرنے اور ان مین ربط واتحاد کو پیدا کرنے کو کسقدر ضروری خیال کرتے تھے ، آج ہندوستان کے رہنماؤن نے مدت کے تجربہ اور ضرورت کی انتہائی حالت پیدا ہو جانے کے بعد یہ محسوس کیا ہے کہ آزادی ملک کی تعمیر کے لئے ملک کی مختلف قومون اور فرقون کا پختہ اتحاد خشت اولین ہے ، جسکے بغیر یہ عمارت قائم ہی نہین کیجا سکتی ، لیکن سید جمال الدین نے آج سے پچاس ساٹھ برس پہلے ہی اسکو محسوس کیا اور بار بار اسکا اعلان کرتے رہے ، مقاصد رسالہ کا ایک ایک حرف وجملہ اسی حقیقت کا اعلان کر رہا ہے ، نیز مختلف مضامین مین سید صاحب نے اسکا خاص طور پر اعادہ کیا ہے ، ایک موقع پر جب مصر کی مجلس وزراء نے مصر مین "العروۃ الوثقیٰ" کے داخلہ و اشاعت کو ممنوع قرار دیا ، تو اس واقعہ پر نوٹ لکھتے ہوئے اس پختہ عقیدہ کی بنا پر اپنے حسن ظن کو جن الفاظ مین ظاہر کیا ہے ان کا خلاصہ یہ ہے :-

"مجلس نے مصر مین العروۃ الوثقیٰ کے داخلہ و اشاعت کو ممنوع قرار دیا ، اور اسی فیصلہ کے

مطابق سرکاری اعلان مین یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ جس شخص کے پاس اس رسالہ کا کوئی نسخہ پایا جائیگا، اُسکو پانچ سے لیکر پچیس گنی مصری تک بطور جرمانہ ادا کرنا ہوگا، ہم ایک لمحہ کے لئے بھی یہ خیال نہین قائم کرسکتے کہ کسی مصری رکن کی بااختیار و آزاد راے نے یہ فیصلہ کیا ہو بلکہ ہم خدیو مصر کی ذات سے بھی ایسی اُمید نہین رکھتے، اور ہمارے وہم مین بھی یہ بات نہین آتی کہ کوئی مصری خواہ وہ مسلمان ہو یا غیر مسلمان بلکہ کوئی شرقی جو مصر مین قیام پذیر ہو، اس حکم مین عدل و انصاف کا شائبہ تک پاتا ہو، اور یہ کسطرح ہوسکتا ہے کیونکہ اس رسالہ نے مصری حقوق کی محافظت و مدافعت کے فرائض ادا کئے ہین، ہر معاملہ مین مصریون کی امداد و اعانت کی ہے، اور مصر کے دشمنون کی اُمیدون کو ناکام کرنے کی سعی و کوشش کی ہے، اس رسالہ کا مشرب زید کی مدح اور عمر کی عیب جوئی نہین ہے، بلکہ اُسکا مقصد نہایت ارفع و اعلیٰ ہے اسکی کوششین اسپر صرف ہوتی ہین کہ شرقی قومون کے سینون مین باہمی بغض و عداوت کے جو شعلے بھڑک رہے ہین اُن پر نصیحت و مصالحت کا پانی ڈال کر اُنکو اخلاص و محبت سے بھردے وہ ابنائے شرق سے یہ التماس کرتا ہے کہ باہمی تنازع و اختلاف کے ہتھیار ڈالدین اور اس عام مصیبت کے مقابلہ مین جو سب کے لئے یکسان تباہ کن ہوگی، اتحاد و اتفاق کے اسلحہ سے مسلح ہوکر صف بستہ ہوجائین، وہ یہ چاہتا ہے کہ گھر کے آیندہ اندرونی انتظامات کی فکر سے پہلے خود گھر کی حفاظت کرنا چاہیئے، ابتداسے "العروۃ الوثقیٰ" کا یہی طرزعمل ہے پھر کیونکر ایک لمحہ کے لئے بھی کوئی عاقل انسان یہ تصور کرسکتا ہے کہ مشرق کا کوئی فرد خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم ایک ایسے مفید رسالہ کو اپنے ملک مین داخل ہونے سے روک دیگا، ہم یقینی طور پر یہ جانتے ہین کہ یہ سب اس قوت کا کرشمہ ہے جو اسوقت مصر پر مسلط ہے اور وزارت مصر نے جو کچھ کیا ہے وہ انگریزی عمال حکومت کے جبر و دباؤ سے کیا ہے،

العروۃ الوثقیٰ کے اجراء کے زمانہ مین مشرق کا اہم سیاسی مسئلہ مصر مین برطانوی مداخلت کا مسئلہ تھا، اور اسپر بحث و تمحیص کے دوران مین لازمی طور پر بار بار ترکون اور مصریون کا نام آتا تھا، اس سے ایک بدگمان شخص کے لئے یہ موقع تھا کہ وہ یہ خیال قائم کرلے کہ "العروۃ الوثقیٰ" خاص مسلمانون کے حقوق و مفاد کی حفاظت و حصول کے لئے جاری کیا گیا ہے سید صاحب کو خود بھی یہ بات کھٹکی تھی، چنانچہ اسکے دفعیہ کے لئے العروۃ الوثقیٰ کے عنوان سے ایک نوٹ مین تحریر فرماتے ہین،

> کسی کو یہ خیال قائم نہ کرنا چاہیئے کہ اس رسالہ مین جو بار بار خاص طور پر مسلمانون کا تذکرہ آتا ہے تو اس سے مقصود صرف انہی کے حقوق کی محافظت اور اُن کے غیر مسلم ہموطنون کے حقوق و مصالح کو جو صدیون سے رشتۂ وطنیت کی بنا پر ان مین باہم مشترک و مخلوط ہین، نظرانداز کر دینا ہے۔ ایسا کرنا ہماری افتادِ طبیعت و رجحان کے بالکل خلاف اور ہماری شان سے بہت بعید ہے، کیونکہ ایسا کرنے کی اجازت نہ تو ہمکو ہمارے دین و مذہب نے دی ہے اور نہ ہماری شریعت اُسکو کسی طرح اور کسی حال مین بھی جائز رکھتی ہے، ہماری غرض عام طور پر مشرقی قومون کو ہوشیار اور بیدار کرنا ہے، لیکن اثنائے تحریر مین جو ادہر بار بار مسلمانون کا نام آتا ہے تو اسکی وجہ صرف یہ ہے کہ اسوقت جن ممالک پر اغیار نے دست درازی کی ہے، اور جن سرزمینون مین دشمن گھس آئے ہین وہان مسلمانون کی غالب تعداد آباد ہے اور وہان اسلامی حکومتین قائم ہین اسلئے خطاب کے موقع پر مسلمانون کا نام آنا بالکل ناگزیر ہے،

اتحاد دول اسلام | "اتحاد دول اسلام یا اتحاد اسلامی" کے اولین داعی اسمین شبہہ نہین کہ سید جمال الدین افغانی تھے، اور انہون نے "العروۃ الوثقیٰ" کے توسط سے اس خیال کو مغرب سے مشرق اور جنوب سے شمال تک پھیلا دیا، اسکے فیصلہ کا یہ موقع نہین کہ یہ وہی دعوت اتحاد اسلامی ہے، جسکے خوف سے یورپ کا جسم لرزجاتا ہے، ہونٹ خشک ہوجاتے ہین، چہرہ زرد پڑجاتا ہے، وہ خواب مین بھی

ترکون کی بے نیام تلوارین چمکتی ہوئی نظر آنے لگتی ہین یا کوئی اور ؟ بلکہ یہان صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ مسلمانون کی مختلف جماعتون کو متحد کرنے اور انکی باقیماندہ حکومتون کو رشتۂ اتحاد مین منسلک کرنے کے لئے یقیناً سید جمال الدین نے اپنی آواز بلند کی تھی، واقعہ یہ ہے کہ سید جمال الدین نے جب مسلمانون کے ضعف وانحطاط اور تباہی وبربادی کے اسباب وعلل پر غور کرنا شروع کیا تو اسکا سب سے پہلا اور اصلی سبب اُنکی راے مین یہ قرار پایا کہ مسلمانون کے وحدۃ کلمہ واتحاد واخوت کا سررشتہ جس سے انکی حیات قومی اور عزت وعظمت وابستہ تھی، شکستہ وپارہ پارہ ہے، اسلئے اُنھون نے سب سے پہلے اسی دھاگے مین گرہین لگانے کی کوشش کی، اس اجمال کی تفصیل غیر کی بجاے خود انکی زبان سے سننا زیادہ بہتر ہے، ایک مضمون مین جسکا عنوان واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا ہے، ابتداءً قرآن مجید اور احادیث وآثار سے اتحاد واخوت کی تعلیم وضرورت کا ثبوت دیکر لکھا ہے کہ جس قوم کی مذہبی تعلیم یہ ہے، اسمین آج یہ انتہا درجہ تفرق وانتشار اور جدائی وعلٰحدگی کیون پائی جاتی ہے ؟ پھر اسکی ایک فلسفیانہ اور واقعی وحقیقی توجیہ کرنے کے بعد جو کچھ لکھا ہے اسکا خلاصہ یہ ہے :-

اس صاف اور ظاہر اصول مین غور وفکر کرنے کے بعد تمکو اسکا سبب معلوم ہوجائیگا کہ مسلمان اتحاد واتفاق کی اس مذہبی تعلیم وتلقین کے باوجود کیون ایک مدت سے اسکی ضرورت محسوس نہین کرتے یا محسوس کرتے ہین تو اُسکی طرف اقدام نہین کرتے، حقیقت یہ ہے کہ ایک مدت سے ان دینی عقائد کے سوا جو عمل مشترک سے بالکل الگ ہین اور کوئی چیز ان کے درمیان "جامعہ" باقی نہین ہے جسکا نتیجہ یہ ہے کہ آج ان مین باہمی تعارف تک نہین ہے اور وہ ایک دوسرے سے بہت بڑی طرح جدا ہین، اورون کا تو کیا ذکر ؛ خاص علماے کرام جنکے فرائض مین عقاید کی حفاظت اور دوسرون کی ہدایت داخل ہے آج ان کا یہ حال ہے کہ اُن مین

کوئی باہمی مواصلت و مراسلت نہین، ترکی عالم، حجازی عالم کے حالات سے بالکل بے خبر، اور ہندی عالم، افغانی عالم سے قطعاً غافل ہے، بلکہ اس سے بڑھکر یہ کہ ایک ملک کے علما باہم کوئی ارتباط و مواصلت نہین رکھتے،

پھر جسطرح یہ بیگانگی و جدائی طبقۂ علما مین ہے، ٹھیک اسی طرح اسلامی سلاطین و امرا مین بھی ہے، کیا یہ تعجب انگیز امر نہین کہ عثمانی حکومت کی سفارت مراکش مین اور مراکشی حکومت کی سفارت عثمانی حکومت مین نہین ہے؟ کیا یہ نادر واقعہ نہین ہے کہ دولت عثمانیہ کا کوئی صحیح رابطہ افغانی امارت کے ساتھ نہین پایا جاتا؟ یہی تفریق و پراگندہ حالی ہے جسکی بنا پر آج یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ مسلمانون کی ایک جماعت کو دوسری جماعت، اور ایک شہر کے باشندون کو دوسرے شہر کے باشندون کے ساتھ کوئی علاقہ و تعلق نہین ہے، آج ان مین ایک ہلکی قسم کا صرف یہ احساس باقی رہ گیا ہے کہ ہان فلان ملک اور فلان شہر مین بھی کچھ لوگ ان کے ہم عقیدہ اور ہم مذہب رہتے ہین،

ملت اسلامیہ ایک صحیح المزاج اور قوی البنیہ جسم کی طرح تھی کہ دفعتہً اس پر مصیبتین نازل ہوئین، اور اسکی قوت ضعف سے، صحت علالت سے اور اتحاد و التیام تفرق و انتشار سے بدل گیا، جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اسکا سارا نظام جسمانی پاش پاش ہوگیا، ملت اسلامیہ کے روابط مین اس ضعف و انحلال کا آغاز اسوقت ہوا جب رتبۂ علمیت و تفقہ فی الدین رتبۂ خلافت سے جدا ہوا، یعنی عباسی خلفاء، خلفاے راشدین کے طریقہ کے خلاف اجتہاد و تفقہ فی الدین اور شرف علم و فضل سے بے بہرہ ہوکر محض نام کی خلافت پر قانع ہوگئے، خلیفۂ وقت کی اس علمی و اجتہادی بے مائگی و کمزوری نے عام مطلق العنانی کے لئے دروازہ کھولدیا، اور کثرت سے مذاہب مختلفہ پیدا ہوگئے، اور تیسری صدی ہجری کے آغاز مین اسلامی فرقون مین اختلاف

وتعصب اپنی انتہائی حد تک پہنچگیا، اسلامی دنیا کے لئے یہ سب سے پہلی مصیبت تھی جس نے اسمین تفرق وانتشار کی راہین پیدا کی تہین کہ دفعۃً اس مصیبت کے بعد ایک اور مصیبت نازل ہوئی جو پہلی سے زیادہ موثر، زیادہ وسیع اور زیادہ تباہ کن تھی اور جس نے پہلی مصیبت کی پیدا کی ہوئی تباہیون کو اور زیادہ عام اور ہمہ گیر کردیا، یعنی یہ کہ اب خود منصب خلافت کی تقسیم وتجزی ہوگئی، اور بغداد کی خلافت عباسی کے علاوہ مصر و مغرب مین فاطمی خلافت اور اندلس اور اطراف اندلس مین اموی خلافت قائم ہوگئی - اس تفرق کلمۂ امت و انشقاق واختلاف امم اسلامیہ نے ایک طرف تو ان کے باہمی تعلقات کو کمزور کردیا، اور دوسری طرف رتبۂ خلافت کے اثر و وقار کو کھودیا، جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ دلون سے منصب خلافت کی عظمت وہیبت نکلگئی، عین اسی زمانہ مین حکومت وسلطنت کے طالب ودعویدار اٹھے اور انھون نے قوت و شوکت کے حصول کے لئے خلافت کی کسی قسم کی رعایت کئے بغیر ہر طرح کی کوششین شروع کردین یہانتک کہ رفتہ رفتہ صحیح معنون مین خلافت مٹگئی اور سلطنتین اور حکومتین قائم ہوگئین،

ابھی دنیاے اسلام کو ان مصیبتون کے بعد دم لینے کی بھی مہلت نہین ملی تھی کہ دفعۃً ایک تیسری مصیبت نازل ہوئی جو سب سے زیادہ برباد کن اور تباہی انگیز تھی یعنی چنگیز خان اور تیمور لنگ نے اُسکی اینٹ سے اینٹ بجادی، اُسکا شیرازہ تمدن بکھیر دیا اور اسکی سلطنت وحکومت، شوکت واقتدار، جاہ وجلال اور عزت وثروت کا ایک ایک ورق اسطرح منتشر کردیا کہ پھر کبھی مجتمع ومنتظم نہو سکا، اس مصیبت نے تمام اسلامی دنیا کو خستہ و باختہ کردیا، اُسکے دامن اتحاد کا تار تار الگ ہوگیا اور اتحاد واتفاق وربط ملی کی ایک ایک گرہ کھل گئی، اور ساتھ ہی وہ تمام عقاید و عوائد بھی بکھر کر دریا فنا ہو گئے جو اُن کو

وحدۃ کلمہ کی دعوت دیتے تھے اور باہمی اتحاد و ارتباط پر اُبھارتے تھے، ان حالات کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ اس وحدۃ کلمہ و اتحاد بین المسلمین کو بالکل فراموش کر گئے، اور اُن کے باحساس سے بااحساس اور بلند ترین سے بلند ترین طبقہ مین بھی اگر اُسکے متعلق کوئی خیال باقی رہ گیا تھا تو وہ ایک صورت ذہنیہ سے زیادہ حیثیت نہین رکھتا تھا جو صرف خزانۂ خیال مین پائی جاتی ہے، اور اُسکو قوت حافظہ صرف اس حالت مین یاد کر سکتی ہے، جب انسان اپنے خزانۂ معلومات کا باضابطہ جائزہ لے۔

مسلمانون کا یہی تفرق و انتشار تھا جسکو ربط و اتحاد سے بدل دینے کی کوشش سید جمال الدین افغانی مرحوم نے کی تھی،

علماء کی طاقت کو حرکت مین لانا

لیکن اس سلسلہ مین سب سے زیادہ اہم اور قابل توجہ بات یہ ہے کہ سید صاحب مرحوم نے علماء کی جماعت کو حرکت مین لانے کی خاص کوشش کی، واقعہ یہ ہے کہ اسلامی سوسائٹی مین اس جماعت کی حیثیت نہایت بلند و ارفع ہے، اور وہ جسد اسلامی کے لئے بمنزلہ روح کے ہے جسکے صلاح و فساد پر تمام نظام جسمانی کے فساد و صلاح کا دارومدار ہے، سید صاحب نے متعدد مضامین مین علماء کی طرف توجہ کی ہے اور اُنکو اُبھارا ہے، لیکن ہم بنظر اختصار ایک ہی کے ترجمہ و اقتباس پر اکتفا کرتے ہین، ایک مضمون کے آخر مین جسکا عنوان وذکّر فان الذکری تنفع المؤمنین ہے تحریر فرماتے ہین،

مسلمان کبھی ان فضائل سے کلیتہً جدا نہین ہو سکتے جنکو اُنھون نے اسلاف سے وراثتہً پایا ہے، اور یہ بھی ایک واقعہ ہے کہ اُنکو کتاب اللہ، سنت نبوی، اور اپنے دین و شریعت کے ساتھ انتہائی حسن اعتقاد ہے، اور یہان وہ خلفائے راشدین، صحابۂ کرام اور سلف صالحین کی سیرتون کو کبھی فراموش نہین کر سکتے، یہ چیزین اُنکے قلوب پر کالنقش فی الحجر

ہو چکی ہین، لیکن موجودہ وقت مین ان چیزون کی طرف سے جو غفلت و بے پروائی ان مین پائی جاتی ہے وہ بالکل سطحی اور عرضی ہے، اس حالت کے لئے بقا و دوام نہین، ادنی درجہ کی توجہ بھی انکو اس خواب غفلت سے بیدار کر سکتی ہے،

جب تم قرآن مجید کی ان آیتون کو غور سے دیکھو گے جنمین بہترین فضائل اخلاق کی تعلیم دیگئی ہے، اور پھر مسلمانون کی اس حرص و دلبستگی پر غور کرو گے جو انکو کتاب اللہ پر عمل، سنت رسول اللہ کی تقلید، اپنے دین و مذہب کے احترام، اور رسول اور اصحاب رسول کی تعظیم و تبجیل کے ساتھ ہے تو تم خود بخود یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہوگے کہ اگر علماے دین اپنے ان وظائف و فرائض کے ادا کرنے پر جو ان پر صاحب شرع کے وارث ہونے کی حیثیت سے عاید ہوتے ہین آمادہ ہوجائین تو کوئی قوت نہین ہے جو امت اسلامیہ کے احیار اور اسکے مجد و فضیلت کے اعادہ کی راہ مین روک بن سکے،

بے شبہہ علماے راسخین فی العلم اور بالغ نظر مسلمان یہ اچھی طرح جانتے ہین کہ اس زمانہ مین جو کچھ مصیبتین مسلمانون پر آئی ہین وہ اللہ کی طرف سے ان بے اعتدالیون کی سزا ہین جو انھون نے پچھلے دنون مین کی ہین، پس ہمین علماے کرام کی ہمت، انکی غیرت دینی اور حمیت ملی سے امید ہے کہ وہ شگاف کے پھیلنے سے پہلے اسکے جوڑنے، اور مرض کے مستحکم ہونے سے پہلے اسکے علاج و مداواة کی طرف کافی توجہ کرینگے، انکو چاہیئے کہ وہ عامۂ مسلمین کو احکام اللہ اور سنت نبوی کی پیروی پر ابھارین، اور اللہ اور اسکے رسول کے حکم کے مطابق اُسکے باہمی رشتۂ اخوت و الفت کو مضبوط و مستحکم کرنیکی کوشش کرین نیز یہ کہ لوگون کے قلب پر جو یاس و ناامیدی چھاگئی ہو اسکے محو و فنا کرنے کے لئے اپنی تمام جد و جہد کام مین لائین اور لوگون کو یہ بتائین کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہونا انسانی قلب کی ایک بیماری اور اسکے عقاید کی کجی ہے جس سے مسلمان یقیناً ہر طرح پاک اور بے عیب ہین۔ باقی

سراج الدین ظفر شاہ اور مرزا غالب

کی

زندگی کا ایک گم شدہ ورق

گذشتہ نمبر مین جس مثنوی کا ذکر کیا گیا تہا وہ حسب ذیل ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ظفر شاہ نے اہل سنت امراء اور اعیان اور عوام مین اپنی بدنامی دیکھکر اُسکو دُور کرنے کے لئے ایک مثنوی فارسی مین لکھوا کر شایع کی جسمین علانیہ اس الزام کی تردید اور مذہب اہلسنت کی مدح و توصیف ہے،

ہلہ ہان اے دقیقہ اندیشان　　　حق پرستان معدلت کیشان
تر زبانان وصف جہد و جہاد　　　راز دانان دین و دانش و داد
شاہئے ما بہ دہر حادث نیست　　　زو بر نخلہ حوادث نیست
یافت ہر کس کہ حسب و عنوانش　　　ہستی تا بہ یافت ادغلانش
زان نشانگاہ تا صفی اللہ　　　بود ہر دیدہ ور بنی اللہ
شد بہ نیروے این دلیل درست　　　کہ نیاگان ما ز روز نخست
یا گرامی پیمبران بودند　　　یا گرانمایہ سروران بودند
زان سپس روزگار ہاے دراز　　　در سرا پردہ ہاے عزت و ناز
بود ہر کس بہ کشور آرائے　　　تا بہ چنگیز خان مسیحا ئے
چون قراچار دم نداز اسلام　　　بنگہ توم یافت ماہ تمام

بعد ازان تا بہ ما کہ بوظفریم ... ہمہ فران دہان دواد گریم
ہیچکس دم ز اعتزال نہ زد ... گام بر مسلکِ جہال نہ زد
دشمن جوہر نگاہ نہ ایم ... منکر رویت الٰہ نہ ایم
رسم ما نیست نا سزا گفتن ... کار ما نیست جز ثنا گفتن
خانہ زاد رسول وآل ویم ... دشمن خصم بدسگال ویم
خانہ زاد نبی و آلِ نبی ... نکتہ با صحابہ بے ادبی
زانکہ اینان امین وداد گرانند ... یا نبی ہمنشین و ہم سفرانند
کیش بیگانگی رہا کردہ ... بر نبی مال وجان فدا کردہ
بہ ولائے نبی و عترت او ... یافتہ ملک و دین بدولت او
بدسگال صحابہ بے دین است ... در خور صد ہزار نفرین است
کار اصحاب بین و بد شمر ... حال ایشان چو حال خود شمر
گر ترا صرفہ نکو کاریست ... حب ایشان طراز دینداریست
فکر نقص صحابہ سودا ایست ... خاطر کفر را سویدا ایست
رفض ماخولیائے خام آرد ... صید دیوانگی بدام آرد
باتو گویم اگر یقین داری ... کاین بزرگان زردی پنداری
خیرخواہِ رسول و آل ویند ... عاشق جلوۂ جمال وے اند
دوستان را شمردۂ دشمن ... در خورِ سرزنش توئی یا من
آنچہ اندیشۂ نہانی تست ... ہمہ از روئے بدگمانی تست
کار دین مشکل است آسان نیست ... بدگمانی طریق ایمان نیست

چیست این اینچنانکه ناگفتیم | حرفے از صد ہزار ناگفتیم
تاج و تیغ و نگین خود از ما بود | دولت و ملک و دین خود از ما بود
آن نیرزد بہ حبہ گر این ماند | ملک گر رفت گو برو دین ماند
اندرین روزگار گر شب و روز | ما نداریم طالع فیروز
حاصل ماست باہمہ خم و پیچ | گوشۂ توشۂ و دیگر ہیچ
بے شکوہے ظلمت الدینے | بست بر من غلط بہ آئینے
کان غلط بسکہ بر زبانہا رفت | تا ابد زان غلط نشانہا رفت
دیدہ باشد کہ شہریار نئیم | کار فرمائے بندہ دار نہ ایم
شاہی من بجز ریاست نیست | بہر من پایۂ سیاست نیست
لاجرم رفت ہر چہ خواست سرود | ناروا گفت خود نہ راست سرود
بر چنین کس ہزار نفرین باد | لعنت از حق ز خلق آمین باد
زین کہ توقیع من نوشت بہ جعل | خاطرم راست اندر آتش نعل
حاشی للہ کہ پنجۂ سیمین | سرد نقش داد و دانش دین
پنجۂ را کہ ساخت خود ستیز | چون تواند شمرد دست آویز
راہ حق را بہ حرف نتوان بست | خود روا گو بہ طرف نتوان بست
آن یکے کہ خدا نداشت خبر | مر نبی را شمرد جادو گر
چون نگردد رہا رسول خدا | من لسان الوری خلیف انا
گرچہ بر من بہ زور نتوان بست | تہمتے را کہ مرد نادان بست

غلط ہٹا نہیں گیا۔

لیک بدنام کرد دادا نیست … کز خون ریختن زیادا نیست

نخورم خون دل ز چشم چرا … که رود برمن این دروغ دمرا

نیست مارا درین گذرگہ تنگ … کہ بگویم من درود سرہنگ[1]

تا زبان از قفا بدون کنندش … چون بمیرد بخاک خون کشندش

یا بگیرند خوار و زار کنند … واژگون برخرش سوار کنند

روسیہ گرد شہر گردانند … گر نگردد بقہر گردانند

ورنہ توگوئی مجال دیارا نیست … حاکمان راست گرچہ یارا نیست

دہر را حاکمان دادگر اند … کز ہرکس بداد بیشتر اند

ہرکہ بدکرد کیفر آن ہست … قتل گرنیست بند زندان ست

لاجرم من کہ بادشاہ استم … پیش داداردادخواہ استم

علت جعل کم گناہے نیست … بہر مجرم گریز گاہے نیست

جعل سازی و فتنہ پردازی … جرم دانی و نشتری بازی

رائے حکام دہر ما چہ بود … این چنین جرم را سزا چہ بود

گر جفا پیشہ را نیازردم … بامینان ملک بسپردم

بوظفر ملک ودین خداداد است … داد خواہیم وکار با داد است

نامہ راختم کن کہ پایان رفت … مدعا صورتے نمایان رفت

علما را زخود دعا بفرست … وین نوواز جا بجا بفرست

اس مثنوی کی شیرینیٔ زبان، فصاحت بیان، طریقۂ ادا، اور اسلوب بدیع گو خود

[1] یہ مصرع پڑھا نہیں گیا۔

اہل ذوق کی نظر مین غالب کی پردہ دری کرتا ہے، تاہم آیندہ کے واقعہ سے معلوم ہوگا کہ لکھنؤ اور دربار لکھنؤ کو اسی زمانہ مین یہ معلوم ہوگیا تھا کہ یہ پُر زور دینی رجز، ظفر شاہ کی ملکیت نہین، بلکہ شاہ اقلیم سخن مرزا اسد اللہ غالب کا مقبوضہ ہے،

مرزا غالب کے ایک قصیدہ کی شان تصنیف

بیا در کربلا تا آن کشمکش کاروان بینی | کہ در روے آدم آل عبا را ساربان بینی

یہ قصیدہ کلیات غالب مین موجود ہے، مگر اسکو بھی مذکورہ بالا واقعات سے ایک گونہ تعلق ہے واجد علی شاہ کو خواب مین جناب سید الشہداء علیہ السلام کی طرف سے بشارت ہوئی کہ ہم خاک شفا تمہارے لئے بھیجتے ہین، نجف اشرف کے مجتہد صاحب کو بشارت ہوئی کہ خاک شفا لکھنؤ بھیجی جائے کربلا سے خاک شفا کی ضریح بڑے اہتمام سے روانہ ہوئی، لکھنؤ مین جو داخلہ کی تاریخ تھی اس روز واجد علی شاہ نے سلطان العلما کو یہ رقعہ لکھا:-

و بمولا حسب اجازت و ایماے مولاے جہان و جہانیان حضرت ابا عبد اللہ الحسین شہید معین مظلومان کہ بمجتہد نجف اشرف شدہ وازا نجا بوساطت سلطان العلما مجتہد العصر والزمان بداعی دولت حضرت صاحب الزمان بسبب عارضۂ خفقان اختیار پیادہ روی نمیدارد ولہذا نور چشم این دودمان برخوردار صاحب عالم و عالمیان مرزا ولیعہد بہادر و برخوردار جرنیل صاحب بہادر و دیگر شاہزادگان این خاندان راحکم دادہ ونیابت باستقبال پردازند وایشان ہم شریک	حال مین جو اجازت حضرت امام حسین علیہ السلام کی مجتہد نجف اشرف کو ہوئی، اور اُن کے یہان سے بذریعہ سلطان العلما کے مجھ تک پہنچی، مین چونکہ بسبب عارضۂ خفقان پیادہ روی کی طاقت نہین رکھتا، اسلئے برخوردار صاحب عالم و عالمیان مرزا ولیعہد بہادر اور دوسرے شاہزادون کو حکم دیا ہے کہ میرے قائم مقام ہوکر استقبال کرین، اور خود یہ وگ بھی شریک استقبال ہوکر گہر تک

استقبال شدہ تا بخانہ رسانند عند اللہ ماجور خواہند شد

پہنچائین اور خدمت سے ثواب حاصل کرین،

بتاریخ ۲۶۔ شعبان ۱۲۶۷ھ یوم پنجشنبہ کہ نیم پاس روز باقیماندہ سیاہ پوش شدہ بہ کربلای دیانت الدولہ بہادر حاضر شوند۔

۲۶۔ شعبان ۱۲۶۷ھ یوم پنجشنبہ کو دو گھڑی دن سے سیاہ پوشش ہوکر دیانت الدولہ بہادر کے کربلا مین حاضر ہون،

اس حکم کے موافق ضریح خاک شفا بڑی دہوم سے لکھنؤ مین آئی، غالب نے یہ قصیدہ لکھکر سلطان العلما کو بھیجا، سلطان العلما نے قصیدہ کو اس سفارش کے ساتھ واجدعلیشاہ کے سامنے پیش کیا،

ازانجا کہ آوازہ وصول بشارت موصول ضریح مبارک خاک شفا از کربلاے معلی براے بندگان اقدس واعلی ازین بیت السلطنت ہمیشہ آباد تا دارالخلافت شاہجہان آباد رسیدہ۔ اسد اللہ خان غالب دہلوی کہ درفن شعر و سخن یکتا و در فصاحت نظم و نثر بے ہمتا و مانند نظیری نظیرے ندارد و اگر کلاشں مقبول بارگاہ خاقانی شود ہمپایہ خاقانی باشد در ہیولا قصیدہ غرا در مدح ضریح بطرز ملیح و بیان فصیح انشا و انشاد نمودہ و جادہ مدحت گری و ثناگستری بندگان سکندرشان بقدم اقدام پیمودہ۔ بمفاد

نملہ جاءت برجل من جراد

تو سلیمانی کن اے عالی نژاد

بطریق ہدیہ محقرہ کہ بعد قبول تحفہ موقرہ می گردد

چونکہ اعلیحضرت کے لیے ضریح مبارک خاک شفا کے پہنچنے کی خوشخبری اس دارالسلطنت سے شاہجہان آباد کو پہنچی، اسلیے اسد اللہ خان غالب نے جو بے مثل شاعر ہے، ایک قصیدہ مدح ضریح مین لکھکر اور اعلیحضرت کی ثناگستری بھی کر کے بطریق ہدیہ محقرہ کے جو بعد قبول کے تحفہ موقرہ ہوجائیگا،

بحضور عالی گزرانیدہ، ہمنا وانمی کہ در معمود میز ساعی می باشد، بہ بارگاہ فلک جاہ ان را ارسال داشتہ۔ گر قبول افتد زہے عز و شرف، و چون متضمن مرثیہ و اشعار مبکیہ است۔ غالب کہ بمؤدائے فقرہ شریفہ کہ در حدیث ثواب بکا و باکی وارد گشتہ عفا اللہ ذنوبہ ولو کانت مثل زبد البحر۔ باعث عفو و غفران لغزش قدم و لرزش قلم کہ در مثنوی سابق لاحق حال شدہ بود گردد، رجائے واثق کہ ہموارہ مادح ممدوح مورد مراحم سلطانیہ و عنایات خاقانیہ از پیشگاہ بارگاہ جمجاہ بودہ باشد۔

حضور عالی میں پیش کیا، اسلیے کہ خاکسار کہ ہمیشہ نیک کاموں میں سعی کرتا ہے، دربار میں اسکو روانہ کیا، گر قبول افتد زہے عز و شرف، چونکہ اسمیں مرثیہ اور رُلانے والے اشعار بھی پائے جاتے ہیں، ظن غالب ہے کہ بمؤدائے اس فقرہ شریفہ کے کہ حدیث ثواب بکا و باکی میں وارد ہوا ہے، (یعنی خدا اسکے گناہ کو گو وہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں معاف کر دیگا) پہلی مثنوی میں اس سے جو لغزش ہو گئی ہے وہ معاف ہو جائیگی، امید ہے کہ مدح گو ہمیشہ مورد مراحم سلطانیہ رہیگا۔

اس عرضداشت سے ظاہر ہے کہ وہ فارسی مثنوی مرزا غالب سے کہوائی تھی، اسکے بعد ذیل کا خط سلطان العلماء نے مرزا غالب کو لکھا۔

مشہود خاطر نور مآثر باد کہ بیشتر در پاسخ نمیقہ انیقہ مشعر بر ایصال معروضہ مع قصیدہ فریدہ بہ پیشگاہ سلطانی نوشتہ ارسال داشتہ ام، منظنہ آنست کہ بنظر شریف رسیدہ باشد۔ دیگر پاسخش ہنوز نرسیدہ، بالفعل امر تازہ کہ قابل اظہار است اینکہ قصیدہ موصوفہ کہ متضمن دستخریہ اپمار دلالی متلالی شاہوار بود خیلے پسند خاطر مبارک بندگان دارا دربان افتاد،

آپ کے خط کے جواب میں ایک معروضہ لکھ چکا ہوں جسمیں یہ اطلاع دی ہے کہ ایک معروضہ مع قصیدہ کے بادشاہ سلامت کی خدمت میں بھیجدیا ہے، یقین ہے کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا ہوگا مگر ابتک اُسکا جواب نہیں آیا۔ اسوقت قابل اظہار بات یہ ہے کہ قصیدہ حضور کو بہت پسند آیا اور خلعت فاخرہ کے عطا کرنے کا حکم صادر ہوا لیکن اس خیال سے کہ آپ چونکہ

وتشریف قبول بہ نہج معمول دست داده بجای
اعطای ارسال خلعت فایق از بارگاه سپہر اشتباه
صادر شده، اما بخیال اینکہ چون آن نامور بوستان
سخندانی با نتیجہ دودمان صاحبقرانی در بیت
اورنگ گورگانی تعلق وتوسلے دارند مبادا ابلاغ
این عطیہ شریفہ مخالف مزاج آن بادشاه جہانجاه و
باعث برہمی وظیفہ مقررہ سامی شود لہذا درین
باب توقف نموده شد، الحال ہرچہ مشوره سامی
گرامی باشد بعمل آید۔

حررہ ۴۔ ذیقعدہ سنہ ۱۲۷۰ھ

خاندان صاحبقرانی سے تعلق رکھتے ہین اسلئے
دیا ہو کہ اس عطیہ کا بھیجنا مخالف مزاج اس
بادشاہ کے ہو، اور آپ کے وظیفہ مقررہ مین
کوئی خلل پیدا ہو، اس معاملہ مین توقف کیا گیا
اب جو آپکی راے ہو اسپر عمل کیا جاے،

۴۔ ذیقعدہ سنہ ۱۲۷۰ھ

غالب کا اُردو کا سلام

اسی مجموعہ مین غالب کا ایک سلام بھی درج ہے،

سلام اُسے کہ اگر بادشا کہین اُسکو — تو پھر کہین کہ کچھ اس سے سوا کہین اُسکو
نہ بادشاہ نہ سلطان یہ کیا ستائش ہے — کہو کہ خامس آل عبا کہین اُسکو
خدا کی راہ مین شاہی و خسروی کیسی — کہو کہ رہبر راہِ خدا کہین اُسکو
خدا کا بندہ، خداوندگار بندون کا — اگر کہین نہ خداوند کیا کہین اُسکو
فروغ جوہر ایمان حسین ابن علی — کہ شمع انجمن کبریا کہین اُسکو
کفیل بخشش اُمت ہے بن نہین پڑتی — اگر نہ شافع روز جزا کہین اُسکو
مسیح جس سے کرے اخذ فیض جان بخشی — ستم ہے کشتۂ تیغ جفا کہین اُسکو

وہ جسکی ہاتہون پہ ہے سلسبیل سبیل   شہید تشنہ لب کربلا کہین اُسکو
عدو کی سمع رضا مین جگہ نپاے وہ بات   کہ جن و انس و ملک سب بجا کہین اسکو
بہت ہے پایۂ گرد رہ حسین بلند   بقدر فہم ہے گر کیمیا کہین اسکو
نظارہ سوز ہی یان تک ہر ایک ذرۂ خاک   کہ لوگ جوہر تیغ قضا کہین اُسکو
ہمارے درد کی یارب کہین دوا نہ ملے   اگر نہ درد کی اپنی دوا کہین اسکو
ہمارا منہ ہے کہ دین اسکے حسن صبر کی داد   مگر نبی و علی مرحبا کہین اسکو
زمام ناقہ کف اسکے مین ہے کہ اہل یقین،   پس از حسین علی پیشوا کہین اسکو
وہ ریگ تفتہ وادی پہ گام فرسا ہے   کہ طالبان خدا رہنما کہین اسکو
امام وقت کی یہ قدر ہے کہ اہل عناد   پیادہ لے چلین اور ناسزا کہین اسکو
یہ اجتہاد عجب ہے کہ ایک دشمن دین   علیؑ سے آکے لڑے اور خطا کہین اسکو
یزید کو تو نہ تہا اجتہاد کا پایہ   بُرا نہ مانئے گر ہم بُرا کہین اسکو
علی کے بعد حسن اور حسن کے بعد حسین   کرے جو اُن سے بُرائی بہلا کہین اسکو
نبی کا ہو نہ جسے اعتقاد کافر ہے   رکہے امام سے جو بغض کیا کہین اُسکو
بھرا ہے غالبؔ دلخستہ کے کلام مین درد   غلط نہین ہے کہ خونی نوا کہین اسکو

تلخیص و تبصرہ

بے توجہی اور طلبہ

عموماً اب تک طلبہ میں سب سے بڑا نقص بے توجہی کو قرار دیا گیا ہے، لیکن بعض محققین حال نے اس عیب کے صواب اور اس نقص کے کمال ہونے کے متعلق فتویٰ صادر کیا ہے، ٹائمز ایجوکیشنل سپلیمنٹ اپنے ایک ایڈیٹوریل مضمون میں لکھتا ہے کہ

"اس جدید نقطۂ نظر نے قدیم خیالات میں بہت کچھ ترمیم کر دی ہے، اسکے قائم ہو جانے سے بچوں کی بہت سی خطائیں اور خامیاں، جدید روشنی میں، انکی خوبیاں اور بھلائیاں نظر آنے لگی ہیں، چنانچہ فرنچ اسکولوں میں اوقات تعلیم کی تحقیقات کے بعد پیرس اکاڈیمی آف مڈیسن، اسی قسم کے ایک نتیجہ پر پہنچی ہے، اکاڈیمی مذکور کے نزدیک اوقات تعلیم اسقدر طویل و ممتد ہوتے ہیں اور قوت توجہ پر اسقدر بار پڑتا ہے کہ طلبہ میں بے توجہی پیدا ہو جانا گویا اُن کے ہاتھ میں تحفظ دماغی کا ایک آلہ ہے۔"

بے توجہی کی ماہیت نفسی کی یہ تشریح کیگئی ہے،

بے توجہی دماغ کو ایک ناقابل برداشت بار سے بچا لیتی ہے، طالبعلم کا جسم بظاہر مشغول کار نظر آتا ہے، لیکن اُسکا ذہن سُستاتا ہوتا ہے، اس طریقہ سے طالبعلم اپنے تئیں سکوت و عدم حرکت جیسی غیر فطری سزاؤں کے عذاب سے محفوظ رکھتا ہے، اور ٹھیک اس خصلت سے جسے اسکے اساتذہ اپنی نیک نیتی سے اُسکا سخت قصور قرار دیتے ہیں،

اپنے دماغ کو آزاد رکھنے مین کامیاب رہتا ہے"

پیرس کے ان محققین فن نے حکم لگایا ہے کہ

"کسی فن کی بھی تعلیم ہو، شب و روز مین آٹھ گھنٹہ کی مدت اسکی انتہا ہونی چاہیئے اور ایک اہم رزولیوشن اسی مضمون کا پاس کیا ہے، جسپر فرانس مین خوب بحث ہو رہی ہے، اس جماعت کے ایک رکن، ڈاکٹر لینوسا تو اس باب مین اسقدر غلو رکھتے ہین کہ اپنے رفقار کو طلبۂ فرانس کی جان بچانے کی دعوت دیتے ہین، اور پر درد طریقہ سے کہتے ہین کہ نادان بچے ہڑتال کر دینے سے معذور ہین"

اس تشخیص مین صرف پیرس ہی کے ڈاکٹر منفرد نہین، برطانیہ کے بھی بعض مشاہیر فن نے ہین اسی قسم کے خیالات کا اظہار کیا ہے، چنانچہ سر فریڈرک سوٹ کئی مہینہ سے اس پر زور دے رہے ہین کہ ذہین و ہونہار بچون سے، جنکا ذہن کسی ایک موضوع پر دیر تک نہین جمتا، زاید درست محنت ہرگز نہ لینا چاہیئے، ٹائمز کا مقالہ نگار آخر مین لکھتا ہے کہ

"بچون کی خطائین عموماً ہمارے ہی طریق عمل کی خطائین اور کوتاہیان ہوتی ہین، ہمین بجائے بچون کو سزا دینے کے اپنی ان کوتاہیون کی اصلاح کرنا چاہیئے، کسی بچہ کو بے توجہی پر سزا دینا ایسا ہی ہے، جیسے اُسے اسپر سزا دیجائے کہ کتے کے کاٹنے پر وہ رویا چلایا کیون بچے جسطرح بلا وجہ خود بخود رونے چلانے نہین، اسی طرح خواہ مخواہ اور شرارۃً بے توجہی بھی نہین کرتے، ان کا چیخ مارنا اور بے توجہی اختیار کرنا یہ دونون چیزین اس امر کی علامات ہین کہ بار اُنکے لئے ناقابل برداشت ہوگیا ہے، ہماری کوشش اس بار کے دور کرنے پر مصروف ہونا چاہیئے"

(ٹائمز ایجوکیشنل سپلیمنٹ)

مسیحی تصوف

ڈین انگ نے، جو ایک زبردست فلسفی ہونے کے ساتھ ہی مسیحیت کے ایک مسلم الثبوت عالم دین بھی ہین، کچھ روز ہوئے لندن کے ایک اخبار مین ایک مضمون تحریر فرمایا ہے، جسمین وہ تحریر فرماتے ہین، کہ

"اب جبکہ مادیت اور طلب دنیا نے یورپ کو مصائب عظیم کے جنجال مین گرفتار کردیا ہے اسکا امکان پیدا ہو چلا ہے کہ اگر مسیح کا پیام لوگون تک معقول صورت مین پہنچا یا جائے تو لوگ اسپر کان دھرین، پیام مسیح سے مراد اس تعلیم سے ہے جو دنیا دعقبیٰ کے متعلق انجیل کے صفحات مین ملتی ہے"

"مسیحیت کا اصلی دشمن دنیا پرستی ہے، یعنی وہ غلط تخیل جسکے نزدیک یہی مادی ومحسوس دنیا، یہی فتنہ وفساد والی دنیا، اصل حقیقت ہے، یہی "علی" مذہب نا قابل عمل ثابت ہو چکا ہے، تمدن کی بربادی کا باعث یہی ہوا ہے، ہم مسیحیون کا عقیدہ ہے کہ اس مرض کا علاج ہمین معلوم ہے، ضرورت صرف اسکی ہے کہ اس علاج سے صحیح اور سادہ طور پر دنیائے زمانہ کو مطلع کردیا جائے"

اس دور تعلیم و روشنخیالی مین ڈین موصوف کے نزدیک، قبول مسیحیت مین سب سے بڑا سنگ راہ یہ امر ہے کہ پرانے زمانہ کے فرسودہ ومتروک سائنٹفک مسائل کو خواہ مخواہ جزو مذہب بنالیا گیا ہے، اور گویا مذہب اور موجودہ سائنس کو ایک دوسرے کا حریف قرار دیدیا گیا ہے

نصف صدی ادہر لوگ علانیہ کہتے تھے کہ یا مسیح کو مانا جا سکتا ہے اور یا ڈارون کو۔ دونوں کو ایک ساتھ ماننے کا امکان نہیں،

آگے چل کر ڈین موصوف لکھتے ہیں:۔

"مین نے تصوف پر بھی بہت کچھ لکھ چکا ہون، تصوف کے معنی ہر فرد کے اس روحانی تعلق کے ہین جو اسے ذات باری سے ہوتا ہے، یہ مسائل سقدر نازک اور مقدس ہین کہ یہان مین ان پر تفصیلی گفتگو کا موقع نہین سمجھتا، صرف اتنا کہدینا چاہتا ہون کہ حقائق اشیار کا کامل ترین علم اسی عالم مین پہنچکر انسان کو حاصل ہونا ممکن ہے، جنلوگون کو اولیار اللہ کہا جاتا ہے وہ اس مرتبہ تک پہنچ چکے ہین، اور اگرچہ جیسا وہ خود کہتے ہین ان کیفیات کا اظہار الفاظ کے ذریعہ سے نہین ہو سکتا، تاہم انکی واقعیت مین شبہہ نہین ہو سکتا۔۔۔ جو لوگ ان مدارج تک نہین پہنچے ہین اور ابھی حرف بندی ہین، وہ تک بھی یہ محسوس کرتے ہین کہ دعا محض انسان کی خود گفتاری کا نام نہین بعض بعض لمحے انکی زندگی مین بھی ایسے آجاتے ہین جبکہ حجاب نظرون سے ہٹ جاتا ہے"

اسکے یہ معنی نہین کہ انسان اپنی عقلی آزادی سے دست بردار ہو جائے، ہر شخص آزاد پیدا ہوا ہے اور آزاد ہی رہنا چاہئے۔

"یہ کوئی نہین کہتا کہ علوم جدیدہ کے یقینیات سے منکر ہو کر ہم قوت عقلی کو پس پشت ڈالدین صداقت کی ہر شاخ ہمارے لئے واجب الاحترام ہے، کارخانۂ فطرت کا ہر جدید انکشاف، خالق کائنات کی صنعت کا انکشاف ہے، صدق، جمال و خیر، یہ تین صفات ہین، جنمین ہمارا رب اپنے تئین ہم پر ظاہر کرتا رہتا ہے، یا بہ الفاظ سینٹ یوحنا، نور، حیات اور عشق وہ سرتاسر نور ہے، تاریکی و ظلمت کا شائبہ تک نہین رکھتا۔"

ذوق علمی کی ایک قابل تقلید مثال

علم دوست اور معارف پرست قومون کا عہد ترقی عجیب وغریب واقعات کا مجموعہ ہوتا ہے، خود مسلمانون کے گذشتہ عشاق علم وفن اسلاف کے کارنامے ہم تاریخون مین پڑھتے ہین تو حیرت ہوجاتی ہے کہ ان بزرگون کی مختصر زندگیون مین یہ برکت کہان سے آگئی، امام بخاری نے اپنی تصنیف جامع صحیح ۲۵ - ۳۰ برس سے کم مین تمام نہین کی، علامہ ابن جوزی کی تصنیفات کے اجزا کا اندازہ اُن کے اوراق زندگی سے بھی زیادہ ہے، امام رازی نے تفسیر کبیر دس برس مین لکھی، یہی حال دوسرے ائمہ اکابر کا ہے،

آج یہی علمی شغف، عشق فن، اور محبت کا ریورپ کے درسگاہون اور علما کے کتبخانون مین نظر آتی ہے، انگریزی مین لغت کی سیکڑون کتابین موجود ہین، مگر ایک جدید مکمل لغت کا خیال چند علماے انگلستان کے تخیل مین تہا، اُسکا مرکز انگلستان کا مشہور مدینۃ العلم آکسفرڈ تہا، چنانچہ اسی بنا پر کہ اس لغت کو زیادہ تعلق آکسفرڈ سے تہا اسکا نام بھی اُسی تعلیم گاہ کے نام پر رکہا گیا پہلے پہل اس سلسلہ مین ایک سوسائٹی نے کچھ کام کرنا شروع کیا تہا، لیکن اصل کام ۱۸۷۹ء مین سر جمیس مرے کے زیرادارت شروع ہوا، سر موصوف نے جسوقت اس کام کو اپنے ہاتھون مین لیا اوسوقت سے اپنی زندگی کے آخری لمحہ تک اُنھون نے اس سے سر اُٹھایا، سر جمیس کی محنت شاقہ کا اندازہ صرف اس سے ہوسکتا ہے کہ گرمی، جاڑا، برسات، غرض یہ کہ ہر موسم مین چھ بجے صبح سے اُٹھکر تمام دن اسی کام مین مصروف رہتے، انگلستان مین چھ بجے اُٹھنا اتنا ہی دشوار ہے جتنا ہندوستان مین

تین بجے شب کو اُٹھنا کیونکہ آفتاب بہت دیر مین طلوع ہوتا ہے، ابتدائی زمانہ مین اُنھون نے ہفتہ مین نوّے گھنٹون تک کام کیا ہے، اور یہ سلسلہ تین تین مہینون تک قائم رہا ہے، مصنف کے علمی تبحر اور تلاش کی ایک ادنیٰ مثال یہ ہے کہ صرف لفظ "ٹو" کی تاریخ مین اس نے دو مہینے صرف کئے، سرجیمس سمجھے تھے کہ اُنکی محنت کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ اپنی زندگی مین اپنے اس عزیز ترین کارنامہ کو پایۂ تکمیل تک پہنچا دینگے، لیکن کارکنان قضا وقدر اس سے بھی زیادہ مصروفیت اور پابندی سے اپنے فرض کو انجام دیتے ہین، دیوان قضا کا فیصلہ تہا کہ اُنکی ساری زندگی یکسر تلاش وجستجو مین بسر ہو، اور اُسکی تکمیل کی عزت کسی اور فرض شناس عالم کے حصہ مین آئے، چنانچہ چھتیس سال کی شب وروز کی محنت کے بعد سرجیمس نے ۱۹۱۵ء مین انتقال کیا۔

یہ صرف ایک اہل قلم مصنف کا حال ہے، جس سے معلوم ہوگا کہ ایک سچے مصنف کی کدوکاوش جدوجہد اور تلاش وجستجو کی کیا کیفیت ہوتی ہے، اصل شے اوراق کی تعداد، تصنیفات کی کثرت اور کمیت نہین ہے، بلکہ صحت خیال، حسن فکر، صواب رائے، قوت استدلال، استقصاے شواہد اور کیفیت ہے، یہی سبب ہے کہ دنیا مین بہت سے ایسے مصنفین گذرے ہین جنھون نے دنیا مین اپنی تصنیفات کا انبار لگا دیا، مگر اُنکو زندگی نصیب نہین ہوئی، اور یہ زندگی کی سعادت اس شخص کی قسمت مین آئی جسکے گرانقدر خیالات چند اوراق سے زیادہ مین نہین پہیلے، دنیا جیسے جیسے پرانی ہوتی جائیگی اُنکی قدر وقیمت بھی ترقی کرتی جائیگی،

بالشویک طرز حکومت

اکثر لوگ اسکو جاننا چاہتے ہین کہ بالشویک طرز حکومت کیا ہے؟ مصر کے رسالہ البیان مین اس عنوان پر ایک مضمون نکلا ہے، جسکی تلخیص حسب ذیل ہے:-

"۱۴ کروڑ روسیون پر ۶ لاکہہ روسی منتخب ارکان شوری حکومت کرتے ہین، یہ ارکان آبادیون کی جانب سے منتخب ہوتے ہین، ہر گاؤن یا آبادی کی ایک مجلس ہے جسکو "سوویٹ" کہتے ہین، ہر سوویٹ اپنے اپنے حلقہ سے ممبر منتخب کرکے اس سوویٹ کانفرنس مین بہیجتا ہے جسکا انعقاد سالانہ ہوتا ہے۔ اس سے ایک مختصر کارکن جماعت اور ہے، جسکو "ملک کے ذمہ دار نمایندون کی مجلس" کہتے ہین یہ گویا بقیہ متمدن یورپ کی حکومتون کی مجلس وزرار کی قائم مقام ہے، لیکن درحقیقت ملک کی عنان حکومت اس سے بھی ایک مختصر تر جماعت کے ہاتہہ مین ہے جسکا نام "مرکزی مجلس" ہے،"

"مرکزی مجلس کے (۳۰) ممبر ہین، جنمین سے (۵) اخبار نویس، (۲) انقلاب پسند، (۲) قانون پیشہ اور (۴) مزدور پیشہ ہین، یہی مرکزی مجلس درحقیقت روس کی حکمران جماعت ہے، یہی تمام ممبرون کو نامزد کرتی ہے، ذمہ دار نمایندون کو منتخب کرتی ہے، آبادیون اور کارخانون مین اپنے ممبر مقرر کرتی ہے"

"کارکن مجلس وزارت (۶) وزیرون سے مرکب ہے، جنکے نام یہ ہین لینن، ٹروتسکی، سپردیلوف، وریکوف، ستالین، اور سوترزیروبا"

مجلس وزارت کا کامل جلسہ (۱۵) وزیروں سے مرکب ہے، جنین (۳) قانون پیشہ ہین،
(۳) طبابت پیشہ (۲) اخبار نویس (۲) انقلاب پسند (۱) معلم (۱) مزدور پیشہ اور (۱) ارستوقراطی
یہ عجیب بات ہے کہ اس وسعت مشرب اور آزادی روش اور حریت خیال کے باوجود
بالشویک آزادی تقریر و تحریر کے اصول کے قائل نہین ہین، دوسری طرف یہ سختی ہے کہ شرابی کا
قتل ان کے اصول مین جائز ہے،

آزادیِ تقریر و تحریر پر احتساب قائم رکھنے کی ضرورت پردہ یہ استدلال کرتے ہین کہ
خیال عمل کی بنیاد ہے، خیالات کا انقلاب تقریر و تحریر کی تحریک سے پیدا ہوتا ہے، جب دنیا کی
تمام سلطنتین اس شخص کو واجب القتل سمجھتی ہین جو اُنکے مقابلہ مین تلوار لیکر کھڑا ہو تو وہ شخص
قابل سزا کیون نہ ہو جو اپنی تقریر و تحریر سے ان تیغ آزما اور شمشیر زن ہستیون کو پیدا کرتا ہے،

دنیا کی خوش قسمتی ہے کہ کم از کم یہ ایک اصول تو ایسا ہے جسپر بالشویک اور اُن کے
سخت ترین دشمن بھی عملاً متفق و متحد ہین گو اصولاً نہون،

اس نظام حکومت کو دیکھکر اندازہ ہوسکتا ہے کہ جمہوریت کے اس سب سے بلند شور و غل
کے ہنگامون مین استبداد اور شخصیت پرستی کسطرح اپنا کام کر رہی ہے، حقیقت یہ ہے کہ نہ صرف بالشویک
طرز حکومت بلکہ فرانس کی جمہوری اور انگلستان کی شاہی دستوری، جس نظام حکومت کو بھی اُٹھاکر
دیکھو عملاً وہی شخصیت اور استبداد پاؤ گے، پہلے یہ شخصیت استبداد و تلوار کے زور اور سپاہیون کی
قوت سے قائم کیجاتی تھی اور اب پارٹی اور پارٹی فنڈ کے زور و قوت سے یہ کام انجام پاتا ہے،
دنیا روپ بدلتی ہے مگر خاصیت نہین، ڈاکٹر اقبال نے سچ کہا ہے،

ہے وہی ساز کہن مغرب کا جمہوری نظام
جس کے پردون مین نہین غیر از نوائے قیصری

ادبیات

خضرِ راہ

از ڈاکٹر شیخ محمد اقبال

ڈاکٹر اقبال نے مدت کے بعد امسال انجمن حمایت اسلام لاہور مین اپنی زبان کھولی، اور ایک نظم موسوم بہ "خضرِ راہ" لوگون کو پڑھکر سنائی[1]، یہ نظم ابھی چھپ کر شائع نہین ہوئی تھی کہ ہمارے لاہور کے ایک دوست غلام جیلانی صاحب نے اپنے وجد و شوق کے عالم مین اس نظم کی ہم سے تقریب کی اور ہمارے سامنے اوس ذوق و اثر کی تصویر کھینچی جو اس نظم کے پڑھتے وقت متکلم اور مخاطب دونون پر طاری تھا،

شاعر نے اس نظم مین خضر کو اپنا پیر و مرشد بنا کر تمام موجودہ واقعات کے متعلق اونسے کشف حقائق کرائے ہین، پہلے خضر نے خود اپنی حیات جاودان کی حقیقت ظاہر کی، پھر "زندگی" کیا ہے؟ اسکی تفسیر کی ہے، "سلطنت و حکومت" کیا چیز ہے؟ اور موجودہ نظامہائے حکومت کی کیا اصلیت ہے؟ اسپر بحث کی ہے، اسکے بعد "سرمایہ اور مزدور" یا بالشوزم پر گفتگو کی ہے آخر مین "دنیائے اسلام" کو مخاطب کیا ہے؟ اور پیش آمدہ واقعات کو آیندہ کامیابیون کا مقدمہ اور تمہید بتایا ہے،

[1] منشی طاہر الدین صاحب انارکلی لاہور نے اس نظم کو چھوٹی تقطیع پر خوشخط چھاپا ہے، قیمت ۴ر رکھی ہے لیکن اسی کے ساتھ وہ یہ چاہتے ہین کہ اس نظم کا ایک اعلیٰ اڈیشن با تصویر شائع کرین، بشرطیکہ پانچہزار درخواستین اسکے لیے اونکے پاس آئین، قیمت دو روپیہ ہوگی، شائقین کو چاہیے کہ اونکی حوصلہ افزائی کرین،

ڈاکٹر اقبال کی یہ نظم گو جوشِ بیان مین اونکی پچھلی نظمون سے کم ہے لیکن ادبی حیثیت سے تعقید اور فارسیت مین بھی کمی ہے، اونکی شاعری کا اصلی جوہر فلسفہ اور تخئیل کی مصالحانہ آمیزش ہے اور اونکی یہ خصوصیت اس نظم مین بھی نمایان ہے،

دیکھنے والون کا بیان ہے کہ ڈاکٹر اقبال نے جب یہ نظم جلسہ مین پڑھنا شروع کی، تو مجلس پر ایک سمان بندھ گیا، اکثر شعرون پر سامعین کی آنکھون مین آنسو بھر آئے، لیکن نظم کے دو مصرعون نے خود شاعر کی آنکھون کو بھی اشکبار کر دیا،

۱ ع، بیچتا ہے ہاشمی، ناموسِ دینِ مصطفےٰ

۲ ع، ہوگیا مانندِ آب ارزان مسلمان کا لہو،

ہمکو اس نظم کے جس شعر نے سب سے زیادہ متاثر کیا وہ یہ تھا،

لے گئے تثلیث کے فرزند میراثِ خلیل

خشتِ بنیادِ کلیسا بن گئی خاکِ حجاز

ڈاکٹر اقبال کی یہ نظم ایسی ہے کہ اسکی شرح لکھنا چاہیے،

ذیل مین ہم اس نظم کے چند منتخب اشعار اور بند نقل کرتے ہین، شائقین کو چاہیے کہ اصل نظم منگوا کر مطالعہ کرین،

اسی تقریب سے ہم ناظرین کو ایک اور خوشخبری سنانا چاہتے ہین، ڈاکٹر اقبال ملک کے ان پرشور ایام مین خاموش نہین رہے ہین، جرمنی کے ایک شاعر گوئٹے نے اپنے جس مجموعۂ اشعار کا نام "مشرقی دیوان" رکھا ہے، مغرب کا مشرق پر اب تک قرض چلا آتا تھا، ہمارا "مشرقی شاعر" اب اس قرض کے بار سے مشرق کو سبکدوش کرنا چاہتا ہے چنانچہ جیسا ڈاکٹر صاحب کے والانامہ موسومۂ اڈیٹر معارف سے معلوم ہوا اونھون نے

گو ئٹے کے جواب مین فارسی اشعار کا ایک مجموعہ لکھا ہے جو عنقریب شائع ہو گا اسکے دیباچہ مین ڈاکٹر اقبال یہ دکھائینگے کہ فارسی لٹریچر نے جرمن لٹریچر پر کیا اثر ڈالا ہے ابھی گذشتہ، مشرقی کانفرنس کلکتہ مین ڈاکٹر جیون جی جمشید جی نے تقریبًا اسی موضوع پر ایک مضمون پڑھا تھا، امید ہے کہ ڈاکٹر اقبال کا قلم اون سے زیادہ سیراب کن ہو گا

اس منثور تمہید کے ظلمات کو طے کر کے اب ناظرین خضر راہ کی طرف توجہ کرین،

زندگی

برتر از اندیشۂ سود و زیان ہے زندگی
ہے کبھی جان، اور کبھی تسلیم جان ہے زندگی

تو اسے پیمانۂ امروز و فردا سے نہ ناپ
جاودان، پیہم دوان، ہر دم جوان ہے زندگی

اپنی دنیا آپ پیدا کر اگر زندون مین ہے
سر آدم ہے، ضمیر کن فکان، ہے زندگی

زندگانی کی حقیقت کوہکن کے دل سے پوچھ
جوئے شیر و تیشہ و سنگ گران ہے زندگی

بندگی مین گھٹ کے رہ جاتی ہے اک جوئے کم آب
اور آزادی مین بحر بیکران ہے زندگی

آشکارا ہے یہ اپنی قوت تسخیر سے
گرچہ اک مٹی کے پیکر مین نہان ہے زندگی

قلزم ہستی سے تو ابھرا ہے مانند حباب
اس زیان خانے مین تیرا امتحان ہے زندگی

خام ہے جبتک تو ہے مٹی کا اک انبار تو
پختہ ہو جائے تو ہے شمشیر بے زنہار تو

ہو صداقت کے لیے جس دل مین مرنے کی تڑپ
پہلے اپنے پیکر خاکی مین جان پیدا کرے

پھونک ڈالے یہ زمین و آسمان مستعار
اور خاکستر سے آپ اپنا جہان پیدا کرے

زندگی کی قوتِ پنہان کو کردے آشکار　　　تا یہ چنگاری فروغِ جاودان پیدا کرے

خاکِ مشرق پر چمک جائے مثالِ آفتاب　　　تا بدخشان پھر وہی لعلِ گران پیدا کرے

سوئے گردون نالۂ شبگیر کا بھیجے سفیر　　　رات کے تارون مین اپنے رازدان پیدا کرے

یہ گھڑی محشر کی ہے تو عرصۂ محشر مین ہے

پیش کر غافل عمل کوئی اگر دفتر مین ہے

سلطنت

آ بتاؤن تجھ کو رمز آیۂ اِنَّ الْمُلُوکَ[1]　　　سلطنت اقوامِ غالب کی ہے اک جادوگری

خواب سے بیدار ہوتا ہے ذرا محکوم اگر　　　پھر سُلا دیتی ہے اُس کو حکمران کی ساحری

جادوئے محمود کی تاثیر سے چشمِ ایاز　　　دیکھتی ہے حلقۂ گردن مین سازِ دلبری

خونِ اسرائیل آجاتا ہے آخر جوش مین　　　توڑ دیتا ہے کوئی موسےٰ طلسمِ سامری

سروری زیبا فقط اُس ذاتِ بیہمتا کو ہے　　　حکمران ہے اک وہی باقی بتانِ آذری

از غلامی فطرتِ آزاد را رُسوا مکُن　　　تا تراشی خواجۂ از برہمن کافر تری

ہے وہی سازِ کُہن مغرب کا جمہوری نظام　　　جس کے پردون مین نہین غیر از نوائے قیصری

دیوِ استبداد جمہوری قبا مین پاے کوب　　　تو سمجھتا ہے یہ آزادی کی ہے نیلم پری

مجلسِ آئین و اصلاح و رعایات و حقوق　　　طبِّ مغرب مین مزے میٹھے اثر خواب آوری

گرمیِ گفتارِ اعضائے مجالس، الامان!　　　یہ بھی اک سرمایہ دارون کی ہے جنگِ زرگری

اِس سرابِ رنگ و بُو کو گلستان سمجھا ہے تو

آہ اے نادان قفس کو آشیان سمجھا ہے تو

[1] سارے فسادات اشارہ آیہ اِنَّ الْمُلُوکَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْیَۃً کی طرف ہے یعنی بادشاہ جب کسی ملک مین داخل ہوتے ہین تو اسکو برباد و نظام و شان کے معززین کو ذلیل کر دیتے ہین،

دنیائے اسلام

کیا سناتا ہے مجھے ترک و عرب کی داستان
مجھ سے کچھ پنہان نہین اسلامیون کا سوز و ساز

لے گئے تثلیث کے فرزند میراثِ خلیلؑ
خشتِ بنیادِ کلیسا بن گئی خاکِ حجاز

ہو گئی رسوا زمانے مین کلاہِ لالہ رنگ
جو سراپا ناز تھے ہین آج مجبورِ نیاز

لے رہا ہے مے فروشانِ فرنگستان سے پارس
وہ مئے سرکش حرارت جس کی ہے مینا گداز

حکمتِ مغرب سے ملت کی یہ کیفیت ہوئی
ٹکڑے ٹکڑے جس طرح سونے کو کر دیتا ہے گاز

ہو گیا مانندِ آب ارزان مسلمان کا لہو
مضطرب ہے تو کہ تیرا دل نہین دانائے راز

گفت رومی ہر بنائے کہنہ کآبادان کنند
می ندانی اوّل آن بنیاد را ویران کنند

ملک ہاتھون سے گیا ملت کی آنکھین کھل گئین
حق ترا چشمے عطا کردست غافل درنگر

مومیائی کی گدائی سے تو بہتر ہے شکست
مورِ بے پر! حاجتے پیشِ سلیمانے مبر

ربط و ضبطِ ملتِ بیضا ہے مشرق کی نجات
ایشیا والے ہین اس نکتے سے اب تک بیخبر

پھر سیاست چھوڑ کر داخل حصارِ دین مین ہو
ملک و دولت ہے فقط حفظِ حرم کا اِک ثمر

ایک ہون مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لیکر تا بخاکِ کاشغر

جو کرے گا امتیازِ رنگ و خون مٹ جائیگا
ترک خرگاہی ہو یا اعرابیِ والا گہر

نسل اگر مسلم کی مذہب پر مقدم ہو گئی
اُڑ گیا دنیا سے تو مانندِ خاکِ رہگذر

تا خلافت کی بنا دنیا مین ہو پھر استوار
لا کہین سے ڈھونڈھ کر اسلاف کا قلب و جگر

اے کہ نشناسی خفی را از جلی ہشیار باش
اے گرفتارِ ابوبکرؓ و علیؓ ہشیار باش

عشق کو فریاد لازم تھی سو وہ بھی ہو چکی — اب ذرا دل تھام کر فریاد کی تاثیر دیکھ
تو نے دیکھا سطوتِ رفتارِ دریا کا عروج — موجِ مضطر کس طرح بنتی ہے اب زنجیر دیکھ
عام حریت کا جو دیکھا تھا خواب اسلام نے — اے مسلماں آج تو اس خواب کی تعبیر دیکھ
اپنی خاکستر سمندر کو ہے سامانِ وجود — مر کے پھر ہوتا ہے پیدا یہ جہانِ پیر دیکھ
کھول کر آنکھیں مرے آئینۂ گفتار میں — آنیوالے دور کی دھندلی سی اک تصویر دیکھ
آزمودہ فتنہ ہے اک اور بھی گردوں کے پاس — سامنے تقدیر کے رسوائی تدبیر دیکھ

مسلم استی سینہ را از آرزو آباد دار
ہر زمان پیشِ نظر لایخلف المیعاد دار

اقبال

محسوساتِ جوش

جناب جوش کی اس نظم کے ایک دو اشعار پہلے شائع ہو چکے ہیں اب چند اور نئے اشعار کا اس میں اونھوں نے اضافہ کیا ہے

عشق سے مست ہوں مجھے ساغرِ ہوش سے غرض — ترکِ سیاہ چشم کو سرمہ فروش سے غرض
اپنے کو دیکھتا ہو جو، اسکو نظر وہ آئین کیا — برقِ جمالِ یار کو دیدۂ ہوش سے غرض
سینہ ہی گلستاں ہے جیب سیرِ چمن سے واسطہ — غرق ہے خیال ہوں بادہ [illegible] سے غرض
دل کے جو راکھ ہو چکا شکوۂ سوز کیا کرے — کشتۂ رازِ عشق کو جوش و خروش سے غرض
[illegible] کو حسن خیرہ [illegible] — آپ جنون سے بے خبر آپکو جوش سے غرض

اخبار علمیہ

دفتر ٹائمس (لندن) سے ایک مصور و مفصل کتاب اقوام عالم (پیپلس آف آل نیشنس) کے عنوان سے ۴۸ جلدون مین شائع ہونا شروع ہوئی ہے، جسمین تمام دنیا کے باشندون کے خط و خال لباس و سکان، شعائر و خصائل کو تصاویر کے ذریعہ سے بیان کیا گیا ہے، ہر حصہ کی اشاعت پندرہ روزہ ہوگی، یعنی مہینہ مین دو بار شائع ہوتا رہیگا، اس حساب سے کل کتاب دو برس مین شائع ہوچکیگی، کتاب کی تالیف و ترتیب مین ستر اہل قلم شریک ہین، جنمین بعض حضرات سر ویلنٹائن شرول، سر پری سائکس، سر ہیری جانسٹن، سر آرتھر کیتھ وغیرہ کے مرتبہ و شہرت کے ہین، کتاب کا تاریخی حصہ انہین حضرات کے قلم سے نکلا ہی دو حصے اسوقت تک نکل چکے ہین، ہر حصہ کی قیمت ا شلنگ ۳ پنس ہے۔

(ڈیلی میل)

لاسلکی تار اور ٹیلیفون کی قوت کا ایک حیرت انگیز تجربہ حال مین بمقام کنٹ، مسٹر فلپس نے یہ کیا کہ ایک لکچر کی آواز کو لاسلکی کی مدد سے بجنسہ ڈیڑھ میل کے فاصلہ تک منتقل کردیا، نتیجہ ہر طرح کامیاب رہا، اور اسقدر فاصلہ سے سامعین لکچر کو بخوبی سنتے رہے۔ (ایضاً)

۲- اپریل سے "ہوائی مشرقی اکسپرس" کے نام سے ایک ہوائی ٹرین کا سلسلہ لندن و ترکی کے درمیان کھل گیا ہے، راستہ کی منزلین پیرس، اسٹراسبرگ، پراگ، وائنا و بخارسٹ ہین، آخری سرے لندن اور قسطنطنیہ ہین، شرح رفتار سو میل فی گھنٹہ رکھی گئی ہے، خشکی کی معمولی ٹرین سے یہ

دو ہزار میل کا فاصلہ چار دن سے زاید مین طے ہوتا ہے، اس ہوائی ٹرین سے یہ فاصلہ ۳۰ گھنٹے مین طے ہوجائیگا، اور اس مدت مین خواب، طعام، وغیرہ کے کل وقفے بھی شامل ہونگے، حالت سفر مین صرف ۲۲½ گھنٹے صرف ہونگے۔ ریل کا کرایہ ابتک لندن وٹر کی کے درمیان تقریباً ۹۰ پونڈ تھا اب اس ہوائی ٹرین سے ۴۸ پونڈ ہوگا، (ایضاً)

اسی کے ساتھ انگلستان سے ہندوستان کے لئے بھی ایک ہوائی ڈاک گاڑی کے قریبی اجرا کی تیاریان ہورہی ہین، لندن سے بمبئی کا بحری راستہ عموماً ۱۹ دن کا ہے، لیکن یہ ہوائی راستہ صرف ۵۲ گھنٹے کا ہوگا، اسکی شرح رفتار بری ڈاک گاڑیون کی شرح سے دوگنی ہوگی، اسکا راستہ قاہرہ و بغداد ہوکر اس حساب سے ہوگا،

لندن تا قاہرہ	۲۲۰۰ میل	۲۲ گھنٹہ
قاہرہ تا بغداد	۹۰۰ "	۹ "
بغداد تا بمبئی	۲۱۰۰ "	۲۱ "

سنہ ۱۹۲۱ء مین امریکہ کے کل مطبوعات کی تعداد ۸۳۲۹ رہی، ان مین ۵۴۳۸ جدید مطبوعات تھین، ۱۰۰۰ قدیم کتابون کے جدید ایڈیشن تھے، اور ۱۸۹۳ رسالے یا پمفلٹ تھے، ۶۷۲۶ کتابین خود امریکی مصنفین کی تھین، اور ۱۶۰۳ بیرونی ارباب قلم کی تھین،

(ٹائمز لٹریری سپلیمنٹ)

ایک شاہزادہ سالڈر کا ملک ہالینڈ سے ایک جہاز مین سوار ہوکر امریکہ جارہا تھا، جہاز جسوقت

خلیج انگلستان سے گذر رہا تھا، ایک تیز طوفان کے باعث تہ وبالا ہونے لگا، ڈاک گوکہ ان کی سمندر کا یہ پہلا اتفاق تھا، اسقدر خائف ہوا کہ سارے جسم سے لرزنے لگا، خوف و دہشت کے بڑھتے بڑھتے یہ نوبت ہوئی کہ آنکھیں جاتی رہیں، فرط دہشت سے نابینا ہوجانے کی یہ مثال ڈاکٹروں کے تجربہ میں نئی آئی ہے، پورٹسموتھ کے اسپتال میں علاج کیا گیا جس سے بصارت ایک حد تک عود کر آئی ہے

سنہ ۲۱ء میں امریکہ میں موٹروں کے حوادث سے جسقدر موتیں واقع ہوئیں اُن کا تخمینہ درمیان بارہ ہزار اور پندرہ ہزار کے کیا گیا ہے، مختلف مقامات میں ان حوادث سے تعداد اموات حسب ذیل پائی گئیں :۔

	سنہ ۲۰ء	سنہ ۲۱ء
شہر نیویارک	۷۵۵	۸۳۴
صوبہ نیویارک	۱۵۲۹	۱۹۸۱
شکاگو	۵۴۰	۶۶۰

پارلیمنٹ کے ایک رکن مسٹر لیمبرٹ نے حال میں دارالعوام میں بیان کیا کہ سنہ ۱۷ء سے لیکر اب تک، حکومت روس کے زیر احکام مختلف طبقوں اور پیشوں کے افراد کو تعداد ذیل میں سزا موت مل چکی ہے :۔

بڑے پادری	۲۸
خدام کلیسا	۱۲۱۵
اساتذہ و معلمین	۶۷۷۵
اطبا و معالجین	۸۸۰۰

حکام و افسران	۵۴۲۵۰
سپاہی	۲۶۰۰۰۰
افسران پولیس	۱۰۵۰۰
پولیس کے سپاہی	۴۸۵۰۰
زمیندار	۱۲۹۵۰
علما و اہل قلم	۳۵۵۲۵۰
دستکار و اہل حرفہ	۱۹۴۳۵۰
کاشتکار	۸۱۵۰۰۰
میزان	۱۶۶۶۱۱۸

اٹلی کے صوبہ سسلی کے مختلف مقامات مین ریل پر چوریون کی واردات، عرصہ سے ہو رہی تہین خصوصاً شکر کی بوریان، شکر کی پوری پوری بوریان بھری ہوئی غائب ہوجاتی تہین، یہانتک کہ بعض بعض شہرون مین شکر کا قحط پڑ پڑجاتا تہا، بالآخر پولیس نے عرصۂ دراز کی تلاش و تفتیش کے بعد ایک بہت بڑی سازش کا پتہ لگایا، جسمین علاوہ دوسرے اشخاص کے پانچ اسٹیشن ماسٹر بھی ماخوذ ہوئے ہین، کل ملزمین کی تعداد ۲۹۰ ہے، جو سب کے سب زیر حراست ہین، انکی جانب سے ستر (۷۰) وکلا ہوئے ہین، اور گواہون کا شمار ۹۰۰ تک پہنچ چکا ہے، اتنے بڑے مجمع کی گنجائش عدالت کے کسی کمرہ مین نکلنا ناممکن تھی، چنانچہ اس مقدمہ کے لئے ایک تہیٹر گھر کو کرایہ پر لیلیا گیا ہے جسمین پانچ ہزار نشستون کی گنجائش ہے، وکلا کی تقریرین کم ازکم ایک ماہ تک جاری رہین گی،

مسٹر ایوانس نامی ایک شخص نے ایک ہوائی بائسکل ایجاد کی ہے، موجد کا دعویٰ ہے کہ بائسکل ہر بلندی پر اڑ سکیگی، اور وزن مین ہلکی اور چلنے مین سبک ہے، ہوا کے علاوہ خشکی پر بھی باسانی چل سکیگی، ہوا مین اُسکی شرح رفتار ۲۵ میل فی گھنٹہ تک ہو سکیگی،

پادری سِجر اسکاٹ لکھتے ہین کہ نکاح، طلاق، و تعدد ازدواج کے متعلق جو اعداد شائع ہوچکے ہین، اُن سے نتیجہ یہ مترتب ہوتا ہے کہ مختلف پیشہ کے افراد، فرائض شوہری کی خوش اسلوبی کے ساتھ ادائی مین ایک خاص ترتیب رکھتے ہین، جسے نقشۂ ذیل سے ظاہر کیا جا سکتا ہے، نمبر (اول) سب سے بہتر ثابت ہوئے ہین، اور نمبر (۵) سب سے بدتر:-

(۱) خدام و عہدہ داران کلیسا،

(۲) افسران فوج بری و بحری، اساتذہ و معلمین،

(۳) تجارت پیشہ اور کاروباری اشخاص،

(۴) مصنفین و اہل صحافت

(۵) اہل فنون لطیفہ،

جزائر برطانیہ مین سنہ ۱۹۲۱ء مین بارش بہت ہی قلیل مقدار مین ہوئی، یعنی کل ۵۰، ۱۲۶ اِنچ، حالانکہ سنہ ۱۸۱۶ء سے لیکر سنہ ۱۹۱۵ء تک پوری ایک صدی کا سالانہ اوسط بارش اسکا تقریباً دوگنا یعنی ۴۹، ۴۲ تھا۔ (پاپولر سائنس)

اجرام فلکی مین کرۂ ارض سے بعید ترین فاصلہ پر ایک مجمع ثوابت ہے، جسکا اصطلاحی نام

ان، بی، سی، ۹۰ ۔ ۔ ۷ ہے، ڈاکٹر شیپلی اور مس بیسری نے حال مین انکا فاصلہ بقدر ۲۱۷۰۰ سالہائے نور کے اندازہ کیا ہے، بظاہر یہ فاصلہ کچھ ایسا غیر معمولی نہین معلوم ہوتا، لیکن اسکے بعید رحساب ہونے کا اندازہ اسوقت ہوگا، جب سال نور کا مفہوم ذہن نشین کرلیا جائے، ایک سال نور سال بھر کی رفتار نور کے مساوی ہوتا ہے، ۱۸۶۰۰۰ × ۶۰ × ۶۰ × ۲۴ × ۳۶۵ میل سکے! اس سارے مضروب کو ۲۱۷۰۰ سے ضرب دیا جائے تو حاصل ضرب وہ فاصلہ ہوگا جو درمیان زمین اور مجمع ثوابت کے ہے! (ایضاً)

سپیرے جطرح ہندوستان مین ہین، انگلستان مین بھی سرکسون مین اپنے کرتب دکھاتے رہتے ہین، اور حاضرین انکے حیرت انگیز کرتبون کو دیکھہ دیکھکر دنگ رہا کرتے ہین، ایک محقق نے حال مین انکی توجیہ یہ کی ہے کہ اول تو یہ سانپ عموماً زہریلے نہین ہوتے، دوسرے یہ کہ سپیرے پہلے انہین خوب ٹھونس ٹھونس کھلاکر ان پر غنودگی طاری کردیتے ہین، یا نشیلی چیزین کھلا پلاکر انہین ست و بیہوش کردیتے ہین، دونون صورتون مین سانپ مضمحل و نیم مردہ ہوجاتا ہے، ایسی حالت مین اسے تماشائیون کے سامنے لاتے ہین، اور اسوقت اسکی گرفت ایسے مقامات پر کرتے ہین جن سے ان کا سر بالکل قابو مین آجاتا ہے، اور اسے جسطرف چاہین پھرا سکتے ہین، خاص ان مقامات کی شناخت ہونا، اور پھر انکی گرفت پر ہمیشہ قادر ہوجانا بہت دشوار امر ہے، لیکن دنیا کی تمام دشواریون کی طرح یہ دشواری بھی کثرت مشق سے آسان ہوجاتی ہے۔

یکسالہ بچہ کے سر کی پیمائش	۱۶ انچ سے ۱۸ انچ تک ہوتی ہے
عام انسانون " " "	۲۱½ " ۲۲ " "

ممتاز عالی دماغ اشخاص کے سر کی پیائش ۲۳ انچ سے ساڑھے ۲۴ انچ تک ہوتی ہے
احمقون " " ۱۸ " " کم رہتی ہے،

بیرن فرسٹن، اسوقت روس کا ایک نامور ماہر سائنس اور ٹالسٹائے کا چچازاد بھائی ہے اس نے حال مین ایک اخبار کے نامہ نگار سے بیان کیا کہ فضا مین قوت کے ذرات ہر وقت حرکت کرتے رہتے ہین، انسان کا کام یہ ہونا چاہیئے کہ ان ذرات کو اپنے اندر جذب کرتا رہے، اسکا خاص ذریعہ انسان کے بال ہوتے ہین، چنانچہ دنیا کے مشاہیر، ٹالسٹائے، برنرڈ شا وغیرہ اپنے بالون کے ذریعہ سے ان ذخائر قوت کو اپنے مین جذب کرتے رہتے ہین، اس عمل کے لئے بالون کا طویل ہونا ضروری نہین، تعداد مین زاید ہونا البتہ ضروری ہے۔

افریقہ کا شمالی شرقی علاقہ جو ملک حبش سے موسوم ہے، اسکے شمال مین مصر ہے اور مشرق مین بحر احمر، حال مین ایک محقق اثریات پروفیسر جارج ریسنر جو مصری سوڈان مین اثری تحقیق و تفتیش کا کام کر رہے تھے، انہین جبل برخال کے مقام مین صحرا کے درمیان، چھوٹے مخروطی میناروں کی ایک تعداد دکھائی دی، انھون نے جاکران مقابر کو کھولا، تو ۸۶۰ ق، م سے لیکر ۳۵۰ ق، م تک چار سو برس کی مدت کے حبش کے سلاطین، بیگمات اور شہزادیون کے مقابر ثابت ہوئے، کتبات قبور سے معلوم ہوا کہ یہ گویا ایک پورے تمدن کا گورستان ہے، یہ بھی دریافت ہوا کہ مقام کا نام نباتہ ہے جو ایک حبشی مملکت سبا کا دار السلطنت تہا، یہ وہی ملک سبا ہے جسکا اور جسکی ملکہ بلقیس کا ذکر توراۃ اور قدیم لٹریچر مین بہ کثرت آتا ہے، اس گورستان مین ان سلاطین کی بھی قبور برآمد ہوئی ہین، جنکا عہد حکومت حضرت سلیمان سے دو سو سال قبل تہا، علمائے اثریات

اس نتیجہ پر بھی پہنچے ہین کہ ملکہ بلقیس، باوجود حسن وجمال و رعنائی و نزاکت رنگ کے لحاظ سے سرخ وسفید نہ تھی بلکہ سیہ فام تھی۔

(ایضاً)

محقق اثریات کو ایشیاے کوچک مین نواح کوپیانا یک مین ایک شہر جو برنس کے نام سے موسوم ہے، حال مین دریافت ہوا ہے، جسے بابل قدیم کے کنڈرون مین شمار کرنا چاہیئے، اور جو سنہ مسیحی سے دو ہزار سال قبل موجود تہا، اس شہر پر مردون اور عورتون کی مشترک حکومت رہتی تھی،

(ایضاً)

باب التقریظ والانتقاد

مشرق وسطیٰ کے سیاسی حالات

پر

ایک نظر

جناب ڈاکٹر عبد الغنی صاحب کا نام اس حیثیت سے محتاج تعارف نہین کہ قیام کابل کے سلسلہ سے ان کا ذکر اخبارات مین اکثر آچکا ہے، وہ امیر عبدالرحمن کے زمانہ مین کابل گئے تھے، اور اور اسوقت سے اپنی قید کے پہلے تک حکومت افغانستان مین متعدد اعلیٰ عہدون پر سرافراز رہے، وہ کابل کے محکمۂ حفظان صحت مین اعلیٰ طبی افسر رہے، امیر عبدالرحمن خان اور امیر حبیب اللہ خان کے پرائیوٹ انگلش سکریٹری مقرر ہوئے، محکمۂ تعلیمات افغانستان مین ڈائرکٹر بھی وہ رہ چکے ہین، قید سے رہائی پانے کے بعد امیر امان اللہ خان کے زمانہ مین وہ شاہی کونسل اور مجلس واضعان قانون کے ممبر کی حیثیت سے بھی کام کر چکے ہین، پھر اسی زمانہ مین بالشویک مشن جب کابل آیا تو اسکے ساتھ بھی مل کر انھون نے سرکاری حیثیت سے کام کیا ہے،

امیر حبیب اللہ خان کے زمانہ مین ڈاکٹر صاحب غالباً آزادی و دستوریت وغیرہ کے جرم مین گرفتار کرکے قید کئے گئے، اور اسوقت تک قید رہے جبتک امیر مرحوم کا مرغ روح قفس عنصری مین محبوس رہا، امیر حال نے اپنی تخت نشینی کے بعد انکو آزاد کیا اور اپنے اسٹاف مین داخل کیا۔ ڈاکٹر صاحب مدت کی غریب الوطنی اور مسافرت کے بعد اب اپنے وطن مین واپس آئے ہین لیکن

ے کتاب انگریزی زبان مین ہے قیمت عہ، پتہ عزیز منزل، نولکھا، لاہور،

اتے دن کے بعد اہل وطن کے لئے اپنے ساتھ کوئی تحفہ نہ لاتے،

دشت سے جاتا ہون گہر کو کچھ تو تحفہ چاہیئے
خاک تہوڑی سی گرہ مین باندہون چہانی ہوئی

ہمارے ڈاکٹر صاحب وہ "چہانی ہوئی خاک" باندھکر اپنے ساتھ اہل وطن کے لئے تحفہ لائے ہین، یعنی انگریزی زبان مین A review of the political situation in central Asia کے نام سے اپنے تجربات و معلومات کا ایک مجموعہ مرتب کر کے شایع کیا ہے جو اسوقت ہمارے سامنے ہے،

ڈاکٹر صاحب سے زیادہ واقفکار ہمارے ملک مین افغانستان کے معاملات کا کون ہو سکتا ہے، وہ درحقیقت ہندوستان مین افغانستان کے موضوع پر سند (اتہارٹی) ہین، اسلئے انکی یہ کتاب استناد اور صحت کے لحاظ سے قابل قدر سرچشمہ ہے، کتاب مین جا بجا امراء و عہدہ داران افغانستان کے نہایت عمدہ فوٹو ہین،

یہ کتاب ایک دیباچہ، بارہ بابون اور دو ضمیمون پر منقسم ہے،

(۱) افغانستان الف، عام حالت،
(۲) " ب امیر عبدالرحمن خان
(۳) " ج امیر حبیب اللہ خان
(۴) " د امیر امان اللہ خان
(۵) روسیون کی وسط ایشیا مین پیشقدمی
(۶) بالشوزم کی ابتداء
(۷) بالشوزم کی خصوصیت و آئین،
(۸) بالشوزم پر تنقید و تبصرہ،

۹ ایضاً

(۱۰) ہندوستان اور دنیا کی کشمکش عام

(۱۱) روس وافغانستان کا امکانی مستقبل،

(۱۲) ہمکو کیا کرنا چاہیئے

ضمیمہ نمبر۱، امیر امان اللہ خان کے جنگی کے متعلق نئے احکامات

ضمیمہ نمبر۲، مرثیہ،

ڈاکٹر صاحب نے واقعات کی کڑی ملانے کیلئے اپنا سلسلہ بیان امیر عبدالرحمن خان سے شروع کیا ہے، اور یہ دکہانے کی کوشش کی ہے کہ کسطرح افغانستان بام عروج وترقی پر پہنچنے کے لئے تدریجاً اسکی سیڑھیون کو طے کر رہا ہے، اور اگر موجودہ رفتار قائم رہی اور ملک دشمنون کی نگاہ حسد سے محفوظ رہا تو انشاء اللہ بہت جلد ایک مہذب ومتمدن، آزاد ومضبوط اسلامی حکومت ثابت ہوگا۔

ہر ملک کی ترقی کا اولین زینہ اس ملک کے خطون، صوبون، قومون اور قبیلون کا ارتباط، اتفاق اور اتحاد ہے، اگر ملک مختلف چھوٹی چھوٹی ریاستون مین منقسم ہو یا قوم متعدد ٹولیون مین بٹی ہوئی ہو، اور ہر خطہ اور ہر قبیلہ ایک دوسرے سے برسرپیکار ہو، تو وہ قوم کبھی ترقی نہین کرسکتی اور ہلاکت اور تباہی اسکے لئے لازمی ہے، امیر عبدالرحمن خان کی دور بین وحقیقت شناس نظرون نے اسے دیکھا اور انھون نے اپنی عمر کا بہترین حصہ اسکے لئے صرف کیا، اور جسوقت اُن کا انتقال ہوا، تمام افغانستان ایک متحدہ ملک تہا، اور تمام قبائل ایک مستقل قوم، اور درحقیقت یہی وہ سنگ بنیاد ہے جسپر افغانی قوم اور افغانی قومیت کی عمارت کھڑی کرنے کی کوشش کیجارہی ہے اور اس بات کی سعی ہورہی ہے کہ تمام پشتو بولنے والے ایک ہی قومیت کے شیرازہ مین باندھ دئے جائین، اس خیال نے بہت ترقی کرلی ہے، اور ابھی اسکے مستحکم ہونے کی کافی وجوہ ہین، اس مقصد کو حاصل

کرنے کے لئے امیر عبدالرحمن خان نے یہ پالیسی اختیار کی تھی، کہ جب کبھی کوئی صوبہ اُنکے قبضہ میں آتا تو وہان کے باشندون کی ایک جماعت کو دوسرے صوبون مین منتقل کردیتے، اور دوسرے صوبون کے آدمی وہان آباد ہوتے، اسطرح پراونشلیزم کا تخیل بھی پیدا نہ ہونے پایا، اور تمام افغانستان متحد ہوکر ایک قوم و ایک ملک ہوگیا،

قومی فلاح و بہبود کے لئے تعلیم اشد ضروری چیز ہے، اور افغانستان مین اسکی سخت کمی تھی، چونکہ یہان کی زندگی کا تمامتر مدار خانہ جنگیون، غارتگریون، اور قزاقیون پر تھا، اسلئے والدین کتابی تعلیم کے بجائے جنگی تعلیم دیتے تھے اور کتب کی جگہ میدان جنگ مین جانا ہوتا تھا وہان اگر تعلیم تھی تو صرف اسقدر کہ چند ملاّ مسجدون مین مذہبی تعلیم دیتے تھے، حالانکہ زمانہ کے دوش بدوش قائم رہنے کے لئے ضروری ہے کہ اس زمانہ کے تمام علوم و فنون، تمام ایجادات، مصنوعات اور دیگر ضروریات سے ایک قوم کماحقہ واقفیت رکھے، اور یہان یہ حال تھا کہ دفتری کامون کے لئے جو نوجوان تیار کئے جاتے تھے، ان کے پاس بھی موجودہ زمانہ کے موافق کتابین نہ تھین، اسکو عبدالرحمن خان نے جنکو موجودہ افغانی حکومت کا حقیقی بانی کہنا چاہئے محسوس کیا اور سب سے پہلے ایک دفتر ترجمہ و تالیف قائم کیا لیکن افسوس کہ وہ زیادہ زمانہ تک قائم نہ رہ سکا، اور شاید انکی ترجمہ و مولفہ کتابون کے چھپنے کی بھی کبھی نوبت نہین آئی، صنعتی تعلیم کے لئے امیر مرحوم نے ایک کارخانہ اسلحہ سازی قائم کیا تھا اور اسکے ساتھ ہی ساتھ چمڑے اور شیشہ کی فیکٹری کی بھی بنا ڈالی تھی،

امیر حبیب اللہ خان نے اپنے والد مرحوم کے ناتمام کام کے تکمیل کی طرف توجہ کی، اور اکثر صاحب اور آپ کے برادر اکبر سے خواہش کی کہ وہ موجودہ جدید طرز کی تعلیم کا انتظام کرین، ڈاکٹر صاحب نے ہندوستان سے [illegible] ایک درجن اساتذہ بلائے، اور تین سو لڑکون کے ساتھ

ایک کالج قائم کیا جسکا نام امیر وقت کے نام پر حبیبیہ کالج رکھا گیا، اسکے بعد ۱۸۹۲ء میں ڈاکٹر صاحب رخصت پر لاہور آئے، اور یہان انجمن حمایت اسلام کے اسلامیہ کالج مین پرنسپل ہوگئے، اس اثنا مین وہان کا انتظام بہت خراب ہوگیا، یہ حال دیکھکر امیر موصوف نے ڈاکٹر صاحب کو خط لکھکر واپس کابل بلالیا، وہان تین سو لڑکون مین صرف پچاس رہ گئے تھے اور موجودہ طرز تعلیم کو عام لوگ کفر سمجھتے تھے، بہر حال ڈاکٹر صاحب موصوف نے ہمت وجرأت سے کام لیکر ایک اسکیم مرتب کر کے پیش کی وہ منظور ہوگئی، اور کام فوراً شروع کردیا گیا، تقریباً پانچ ہزار لایق تعلیم لڑکے جمع کئے گئے، اور مسجدون مین پہلے کی طرح اُن کا سلسلۂ تعلیم جاری رکھا گیا، البتہ یہ کیا گیا کہ جو مدرسین پہلے پڑھاتے تھے انکی تنخواہون مین نصف کا اضافہ کردیا گیا، حبیبیہ کالج مین پھر ۴۰۰ طلبہ آگئے، اور تعلیم باقاعدہ شروع ہوگئی، مدارس کی دیکھ بھال اور انکی نگرانی و ہدایت کے لئے انسپکٹر مقرر کئے گئے، اور کام نہایت خوش اسلوبی سے چلنے لگا،

ڈاکٹر صاحب موصوف نے سررشتۂ تالیف و ترجمہ کو بھی از سر نو مرتب کیا، اور اساتذہ کی تعلیم کے لئے بھی ٹریننگ اسکول قائم کئے، اسکے بعد عام تعلیم کی ترویج کا خیال پیدا ہوا اور امیر صاحب نے کچھ لیت و لعل کے بعد اسکی اجازت دیدی کہ کابل کی طرح دوسرے تیرہ شہرون مین بھی مدارس عالیہ قائم کئے جائین۔

امیر حبیب اللہ خان اپنے والد کے زمانہ مین اسلحہ سازی کے کارخانہ کے نگران تھے اور اس سے انکو خاص دلچسپی تھی، چنانچہ تخت حکومت پر جلوہ افروز ہونے کے بعد انھون نے اسکی طرف کافی توجہ مبذول کی، اور اُن کے عہد حکومت مین سب سے زیادہ اسی محکمہ نے ترقی کی، اسی سلسلہ مین انھون نے ایک ترکی افسر کی نگرانی مین ایک مدرسہ حربیہ قائم کیا، اُسکے تعلیم یافتہ افسر فوج کے انتظام و ترتیب مین بہت کچھ کار آمد و مفید ثابت ہوئے ہین،

تعلیمی محکمہ کی اس روز افزون ترقی نے بہت سے حکام کے دلون مین حسد کی آگ مشتعل کردی، اور جب ڈاکٹر صاحب نے موجودہ منزل سے گذر کر ایک یونیورسٹی کی اسکیم پیش کی، توان لوگون نے امیر صاحب کو یہ کہکر بدظن کردیا کہ وہ دستوری حکومت قائم کرکے خود اسکے صدر بننا چاہتے ہین، شاہی حکومت مین اسکے جو نتائج ہوتے ہین، وہ اظہر من الشمس ہین، ڈاکٹر صاحب اور آپ کے دو بھائی اسکول کے ہڈماسٹر اور تقریباً ۷۰ آدمی نظر بند کردیئے گئے، اور امیر امان اللہ خان کے زمانہ تک مقید رہے، اور عجیب معجزانہ ترکیب سے زندہ بچکر آزاد ہوئے، ڈاکٹر صاحب اور اُنکے رفقاء کی نظر بندی کے بعد تمام تعلیمی شیرازہ بکھر گیا، اور ہر چیز رو بہ زوال نظر آنے لگی اور آخر مین سیکڑون مدارس مین صرف آٹھ زندہ رہ سکے،

امیر موصوف نے عام لوگون کی واقفیت اور صحیح خبرون کے حصول کے لئے ڈاکٹر صاحب سے ایک اخبار نکالنے کی فرمائش کی، ڈاکٹر صاحب نے اسکا ایک نمونہ پیش کیا اور وہ منظور بھی ہوگیا، لیکن اسکے عالم وجود مین آنے سے پہلے ہی ڈاکٹر صاحب عالم عمل سے علٰحدہ کردئے گئے، بعد مین امیر مرحوم نے سردار محمود بیگ طرزی سے اسکی خواہش کی، وہ اس قسم کے موقع کی تلاش ہی مین تھے، اور انھون نے سراج الاخبار نکالنا شروع کیا،

واقعات کا یہ سلسلہ تہا کہ ۱۹۱۹ء مین امیر حبیب اللہ خان شہید کردیئے گئے، اور چند خانگی اختلافات کے بعد امیر امان اللہ خان امیر ہوئے، اس زندہ دل وبیدار مغز فرمانروا نے فوراً ہی تعلیم کی طرف توجہ کی اور سردار محمد سلیمان خان کو وزیر معارف کرکے یہ کام انکے سپرد کردیا، سردار صاحب موصوف ہمہ تن تعلیم کی ترویج وعمومیت مین کوشان ہین، اور امید ہے کہ افغانستان تعلیمی حیثیت سے بہت جلد معتدبہ ترقی کریگا۔

حکومتون کی بنا وحیات کے لئے مالی حالت کی درستگی بہا ضروری ہے جبوقت امیر عبدالرحمٰن خان

تخت کابل پر بیٹھے تو خزانہ بالکل خالی تھا، حکومت دیوالیہ ہو رہی تھی، اور سیکڑوں مشکلون کا سامنا تھا وہ جانتے تھے کہ جبتک حکومت کی مالی حالت درست ہنو جائے کوئی کام نہین ہوسکتا، اور اُسکی اصلاح کے لئے ذرایع کی طرف توجہ ضروری تھی، اور اُنھون نے اس جانب توجہ کی،

حکومت افغانستان کے ذرایع آمدنی صرف دو تھے، یعنی لگان اور چنگی، لگان کی آمدنی تقریباً .... ۳۰ ملین، اور چنگی کی ...... ۵ ملین کابلی روپئے تھی، چونکہ لگان زر اور جنس دونون شکلون مین وصول ہوتا تھا، اور جنگی قیمت کے مطابق گھٹتی اور بڑہتی رہتی تھی، اسلئے پورا اور صحیح اندازہ نہین کیا جاسکتا، البتہ یہ صحیح ہے کہ سالانہ آمدنی ۳۰ اور ۴۰ ملین کے درمیان مین ہی امیر عبدالرحمن نے ایک طرف تو موجودہ لگانون مین اضافہ کردیا، اور دوسری طرف نئے محصول بڑھا دیئے اور ارادہ کرلیا جس صورت سے بھی ممکن ہوگا سالانہ ایک کرور ضرور بچایا جائیگا لیکن یہ امید کبھی بھی بر نہ آئی تاہم اُنکے مرنے کے وقت خزانہ مین ۷۰ ملین کابلی روپئے اور ۳۰ ملین کا سونا، نوٹ قیمتی پتھر اور جواہرات موجود تھے۔

مالی حیثیت سے امیر حبیب اللہ خان کا دور حکومت تاریک ہے، نہ صرف یہ کہ انھون نے اپنے والد مرحوم کے جمع کردہ خزانہ مین ایک پائی کا بھی اضافہ نہین کیا، بلکہ اسکو اسقدر بے دردی سے صرف کیا کہ انکی موت کے وقت خزانہ مین چند ملینون سے زیادہ نہ تھا، امیر امان اللہ خان نے مالی حالت کی بحالی کے لئے شروع سے کوشش شروع کی اور اسمین نہ صرف شاہی خزانہ کی حالت درست کرنے کی کوشش تھی بلکہ اُسکے دوش بدوش یہ خیال بھی تھا کہ رعایا آسودہ حال رہے، کیونکہ حکومت کی امارت وغربت، رعایا کی دولت وافلاس پر موقوف ہے، رعایا کی آسانی کے لئے اس نے ان تمام سامانون پر جو ضروریات زندگی مین داخل ہین، برائے نام چنگی رکھی اور اسباب عیش پر بہت کچھ بڑھا دیا تاکہ لوگ سادگی پسند رہین، اور فضول خرچ نہ ہو جائین، رہا سلطنت کی آمدنی کے اضافہ

کے لئے اس نے دونون ذرایع مین کافی اصلاحات کین، اسوقت تک افغانستان کی پیمائش ہی ہوئی تھی، اور نہ لگان ہی مقرر ہوا تہا، اور اس قسم کی تمام آمدنی صرف تحصیلدارون کے رحم پر موقوف تھی، جو حکومت سے زیادہ ذاتی منفعت کا خیال رکھتے تھے، امیر امان اللہ خان ان تمام خامیون سے واقف تہا، اُس نے سب سے پہلے ضلع کابل پر اُسکا تجربہ کیا، اور غلہ کی جگہ بھی روپیہ لینے کا حکم دیا، اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ گذشتہ سال سے ایک لاکھہ زیادہ آمدنی ہوئی اور رعایا کے ذمہ بھی کچھ باقی نرہا،

تجارت کے متعلق بھی بہت کچھ سہولتین مہیا کرکے درآمد و برآمد مین بہت کچھ اضافہ کردیا، اور شاہی ذرایع رسل و رسائل کے لاتعداد جانورون مین کمی کرکے اور دوسری اصلاحات کے ذریعہ بھی شاہی اخراجات مین معتدبہ کمی کیگئی ہے، اور ہمکو امید کامل ہے کہ اگر یہی لیل و نہار رہے تو مالیات مین بہت جلد اچھا پوزیشن حاصل کرلیگا۔

اس سلسلہ مین اگر ہم دو تین باتین واقفیت عامہ کے لئے لکھدین تو شاید خالی از دلچسپی نہونگی، مثلاً آج تک افغانستان کی آبادی کی صحیح تعداد نہ معلوم ہوسکی تھی، اب ڈاکٹر صاحب نے نہایت وثوق کے ساتھ اسے ہمارے سامنے رکھدیا ہے، ان کا قول ہے کہ یہان کی آبادی پندرہ ملین سے کسی طرح کم نہین ہے، اسی طرح آجتک یہ مسئلہ بھی زیر بحث ہے کہ افغانی کس نسل سے تعلق رکھتے ہین، بعض اُنکو قبطی کہتے ہین، بعض یہودی، بعض جارجین، بعض مُغل اور بعض ارمنی لیکن ڈاکٹر صاحب کا خیال ہے کہ اُنکی صورتون کی بناوٹ اور حسب ذیل کو دیکھتے ہوئے یہودی النسل کہنا زیادہ مناسب ہے،

امیر حبیب اللہ خان کے قتل کے اب تک مختلف اسباب بتائے جاتے ہین اور اسکی مختلف تاویلین کیجاتی ہین، لیکن ڈاکٹر صاحب نے مفصل اور مسلسل واقعات لکھکر اس پردہ کو بھی اُٹھادیا ہے،

واقعہ یہ ہے کہ امیر مرحوم ابتدا سے مغربیت کے دلدادہ تھے، چنانچہ مشہور ہے کہ امیر عبدالرحمٰن خان مرحوم نے انکی افتاد طبع کو دیکھکر کہا تہا کہ ان کا افغانون کے ہاتھون سے شہید ہونا کوئی بعید از قیاس شے نہین ہے
ڈاکٹر صاحب نے انکے قتل کے آٹھ محرکات بتائے ہین:-

(۱) وہ اپنے لباس، وضع و قطع، طرز معاشرت غرضکہ ہر ہر ادا مین یورپین ہو گئے تھے اور لوگون کو اس سے سخت نفرت تھی،

(۲) انکے درباری اصول کی وجہ سے اکثر شرفا، و روسا جو اُن کے ساتھ کہانا کہاتے تھے، ہٹا دیئے گئے، اور ایشیائی نقطۂ نظر سے امیر کا یہ فعل بہت مذموم سمجہا جاتا تہا،

(۳) بہت غصہ ور اور زود رنج تھے اور معمولی معمولی غلطیون پر آپے سے باہر ہو جاتے تھے،

(۴) وہ اپنے پیش رو امیرون کی طرح خود مقدمات کی ساعت نہ کرتے تھے اور لوگ انکو مغرور سمجھتے تھے

(۵) حکومت کے کامون کی طرف عدم توجہی تھی جسکی وجہ سے رعایا بہت پریشان حال ہو رہی تھی،

(۶) ترکی جرمن وفد کی ناکامیابی، جو بہ الفاظ دیگر سلطان کے احکام کی صاف نافرمانی تھی، اور لوگون کا خیال تہا کہ ترکون کو صرف امیر حبیب اللہ خان کی وجہ سے شکست ہوئی کیونکہ ترکون کے مقابلہ مین جو فوجین استعمال کی گئین وہ تمامتر ہندوستانی فوجین تہین، اور اگر امیر اسوقت ہندوستان پر حملہ کر دیتے تو انگریزون کو مجبوراً ترکی محاذ سے فوجین ہٹا کر سرحد پر لانی پڑتین اور خلیفہ کو شکست کا منہ نہ دیکہنا پڑتا -

(۷) یورپین ملازمون کی طرف خاص نظر عنایت رکہنی،

(۸) حرمون کے لباسون اور دیگر سامان عیش پر فضول خرچی،

اسکے بعد ڈاکٹر صاحب بالشوزم کی ابتدا، اسکی تاریخ، افغانستان اور وسط ایشیا سے اُسکا تعلق، اور ہندوستان مین اسکے اثر پر کئی باب لکھے ہین، جو معلومات کے لحاظ سے نہایت وقیع، اہم، اور دلچسپ ہین، ہمارے ناظرین مین جو صاحب انگریزی جانتے ہون وہ ضرور اسکو ملاحظہ فرمائین -

مطبوعات جدیدہ

جانورستان، شمس العلما مولوی محمد حسین آزاد مرحوم جنکی اُردو انشا پردازی نے تمام ملک سے خراج تحسین وصول کرلیا تہا، اور جنکے قلم کی مخلوقات ہماری دنیاے ادب کی زندۂ جاوید یادگارین ہین، اکثر ناظرین کو معلوم ہوگا کہ مرحوم کو آخر زمانہ مین کثرت مطالعہ، اور شدت فکر اور انتہاے انہماک علمی کے باعث جنون ہوگیا تہا، لیکن اس عالم جنون مین اُن کا خامۂ فکر اپنی صنعت کاری اور نقشبندی سے باز نہین آتا تہا، اس عالم مین اُن کے دماغ و قلم نے جو کچھ لکہا ہے اسکا ایک نمونہ سپاک ناک چھپکر شایع ہوچکا ہے، جو پارسی مذہب کے آلہیات کا غیر مربوط فلسفہ ہے، اب مرحوم کے پوتے آغا محمد طاہر نے اسی عالم کا ایک دوسرا نمونہ چہاپکر شایع کیا ہے، اسکا نام **جانورستان** ہے، آزاد مرحوم کی بولی گو وہ ہوش و خرد سے دُور ہوتا ہم اگر اسکا ایک فقرہ بھی ٹہکانے پر آگیا ہے تو شایقان ادب کی تسلی کے لئے کافی ہے، مرحوم نے اسکول کی درسی کتابون کے لئے جانورون کے اسی قسم کے حالات اور قصے اپنی میٹھی زبان مین بچون کے لئے لکھے تھے، وہ تو ہوش کا عالم تہا، یہ اُسی کا نقش ثانی ہے مگر عالم جنون کا آفریدہ، کہین فقرے مربوط ہین، کہین بے ربط، کہین انسانون کی بولی ہے، اور کہین فرشتگانِ الٰہی کے حکم کی تعمیل ہے، مرحوم کے خیالات پر پارسی مذہب کے الٰہیات کا بڑا اثر تہا، اُسیکا نتیجہ ہے کہ اس عالم مین بھی وہی خیالات نقش باندھتے ہین، اس تصنیف مین آزاد مرحوم نے ایک ایک جانور کو لیکر الفاظ مین اسکی تصویر کہینچی ہے، کہین قلم ٹہیک چلا ہے تو تصویر اپنی قدرتی بہار دیتی ہے، اور کہین بہک گیا ہے تو وہ بھی ایک عالم رکھتا ہے، بہرحال قدردانان آزاد کے کتبخانہ مین اس یادگار کا رہنا ضروری ہے، قیمت ۱۰ر، صفحات ۷۲، تقطیع خورد، پتہ: آزاد بک ڈپو اکبری منڈی لاہور

مولنا کا فارسی دیوان مع تصویر ۱۲ر
دوم، خصائص فارسی زبان مین امثال
سلیمان کا ترجمہ ۸ر

...نا سید سلیمان ندوی

...ن جلد دوم، اقوام قرآن مین کے مدین
...ب بنو اسمٰعیل، اصحاب الرس اصحاب الحجر
...ور قریش کی تاریخ، اور عرب کی تجارت
...ب پر تفصیلی مباحث صفحہ ۴۵۱ عہ ۱؎ر
...ہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ
...عنہا کے احوال زندگی قرون اولی کی
...ے اصلی اسباب اور ام المؤمنین کے
...ب اور انکے اجتہادات وکمالات پر
...ضخامت ۴۰۰ صفحے قیمت عہ ۲؎ر
...ر ۵ چار ہزار جدید عربی الفاظ کی ڈکشنری عہ
...یا عربی کی پہلی ریڈر طبع سوم مع ترمیم ۲ر
دوسری ریڈر طبع دوم ۴ر
...ت والجماعت فرقہ اہل السنۃ والجماعت کے
اصولی عقائد کی تحقیق ۸ر
...ے امام مالک کی سوانح عمری اور موطا
عہ ر
...ر ہندوستان، آغاز اسلام سے اس
...ان ہند اور خلفائے اسلام کے تعلقات
...کے سکون اور کتبون سے انکا ثبوت، ۸ر
...کا اسلام، ۲ر

مولنا عبد السلام ندوی

سیرۃ عمر بن عبد العزیز، یعنی اموی خلیفہ عمر بن عبد العزیز کی مفصل سوانح عمری اور انکے عہد حکومت کے تمام علمی مذہبی اور سیاسی کارنامون اور اونکے مجددانہ اعمال کی تشریح وتوضیح صفحے ۴۱۰ قیمت عہ ر

اسوۂ صحابہ، صحابہ کرام کے عقائد، عبادات، اخلاق اور معاشرت کی صحیح تصویر او قرون اولی کے اسلام کا عملی خاکہ اسکا مطالعہ ہر مسلمان کا فرض ہے صفحات ۳۵۰ قیمت سے ر

مولوی عبد الباری ندوی

برکلے اور اس کا فلسفہ، مشہور فلاسفر برکلے کے حالات زندگی اور اسکے فلسفہ کی تشریح مجلد عہ غیر مجلد عہ

مبادی علم انسانی، مادیت کی تردید مین برکلے کی مشہور کتاب پرنسپلس آف ہیومن نالج کا نہایت فصیح اور سلیس ترجمہ جسمین علم انسانی پر بحث کرکے مادیت کا ابطال کیا گیا ہے مجلد عہ

مذہب وعقلیات، اسمین پرزور دلائل اور مستند یورپین فلاسفر کے بیانات سے ثابت کیا گیا ہے، کہ مذہب وعقل مین تصادم کا امکان ہی نہیں، ۶ر

مولوی عبد الماجد بی اے

فلسفۂ اجتماع، جماعات انسانی کا علم النفس عہ ر
فلسفۂ جذبات، جذبات انسانی کی نفسیاتی تشریح، عہ ر
تاریخ اخلاق یورپ، لیکی کی ہسٹری آف یورپین مارلز کا ترجمہ جسمین فلسفۂ اخلاق پر ضمنی مباحث کے علاوہ یورپ کے تدریجی اخلاقی رفتار کی تشریح کی ہے،

مکالمات برکلے، برکلے کے ڈائلاگس کا ترجمہ جس مین
مکالمہ کی صورت مین برکلے نے مادیت کا ابطال کیا
ہے، قیمت باختلاف کاغذ ۱۲ و ۱۴

پروفیسر سید نواب علی ایم اے

معارج الدین، جدید علم کلام پر ایک محققانہ تصنیف اور
فلسفہ جدید اور مذہب کی باہمی تطبیق پر بہترین تبصرہ ۱۲
تاریخ صحف سماوی، تورات انجیل اور قرآن مجید کی
جمع و ترتیب کی تاریخ کا باہمی موازنہ اور مخالفین اسلام کے
اعتراضات دربارۂ جمع قرآن کا جواب قسم اول ۱۲ دوم ۱۰
شمع سخن، پروفیسر نواب علی کی اخلاقی قومی و فلسفیانہ نظمون کا مجموعہ ۱۰

مولوی محمد یونس فرنگی محلی

روح الاجتماع، موسیو لیبان کی کتاب علم اجتماع انسانی کے اصول نفسیہ کا
اردو ترجمہ صفحہ ۳۳۳، عہ

مفتی انوار الحق صاحب ناظم تعلیمات بھوپال

حقائق اسلام، اسلامی مسائل کی فلسفیانہ و عقلی تشریح عہ
تذکرۃ الحبیب، یعنی رسول اللہ صلعم کے اخلاق کا مفصل بیان عہ

منشی محمد مہدی صاحب نائب مہتمم تاریخ بھوپال

انسان، علم خواص الاعضا کے ابتدائی مسائل سلیس و عام فہم زبان مین ۸
رموز فطرت، طبیعیات طبقات الارض ہیئت و جغرافیہ طبعی کے
ابتدائی مسائل عام فہم اور سلیس عبارت مین ۱۲

منشی محمد امین صاحب مہتمم تاریخ بھوپال

بیگمات بھوپال، مصور و مجلد ۸
گیارہ قصے، اخلاقی، معاشرتی و مذہبی ۲
نعت پیمبر، عربی فارسی و اردو کی چند نعتیہ نظمون کا مجموعہ ۸

پروفیسر محمد سجاد مرزا بیگ دہلوی

الاستدلال، اس مین علم منطق کے اصول نہایت خوبی و عمدگی کے ساتھ
سلیس زبان اور سہل طریقہ سے بیان کیے گئے ہین صفحہ ۲۰۱ عہ
الانسان، اس مین انسان کے تمام قوائے نفسانی و جسمانی اور خصوصیات
طبعی کی علمی تشریح کی گئی ہے صفحہ ۲۱۳، قیمت عہ
تسہیل البلاغت، اردو زبان مین فن فصاحت و بلاغت
اور بدیع پر دلکش اور سہل و آسان کتاب ۶

متفرق کتابین

یاد ایام، مولانا عبد الحی صاحب ناظم ندوۃ العلما نے اس کتاب مین گجرات
کی اسلامی تاریخ کے مختلف پہلو دکھائے اور وہان کے امرا و وزرا و علما و مشائخ
کے حالات و علوم و فنون کی ترقی نہایت تاریخی تحقیق و تفصیل سے لکھی ہین عہ
سیاحت قسطنطنیہ، مولانا شبلی مرحوم کی فرمائش سے خواجہ
سید رشید الدین صاحب نے مشہور پروفیسر میکس مولر کے سفرنامہ
قسطنطنیہ کا اردو مین ترجمہ کیا ہے قیمت عہ
بدیہہ گوئی، جناب حشمت بلگرامی نے اس کتاب مین عربی فارسی اور اردو کے
شعرا اور ادیبون کی بدیہہ گوئی کے دلچسپ واقعات جمع کیے ہین قیمت عہ

معارف

(۱) معارف کی سالانہ قیمت ۵ روپیہ اور قیمت فی پرچہ ۸ (۲) نمونہ کا پرچہ ۸ مین وی پی ہوگا، (۳) رسالہ ہر ماہ کے آخر مین شائع ہو جاتا ہے
جس مین عموماً تاخیر نہین ہوتی، اگر کسی صاحب کے پاس ۳۰ تاریخ تک نہ پہونچے تو دوسرے مہینے کے پہلے ہفتہ تک اطلاع دین ورنہ بعد کو
ان کو پرچہ بقیمت بھیجا جائیگا، ہندوستان سے باہر کے خریدار دوسرے مہینے کی آخیر تاریخ تک مطلع کرین (۴) تمام خط و کتابت معارف خریداری
کی خط و کتابت مین نمبر خریداری ضرور تحریر کرین، تعمیل مین دقت اور بسا اوقات مجبوری ہوتی ہے (۵) قومی انجمنون اور کتب خانون کی اکثر
تخفیف قیمت کی درخواستین آتی ہین افسوس ہے کہ انکی تعمیل کی قدرت نہین،

منیجر دار المصنفین مسعود علی ندوی

رجسٹرڈ نمبر اے ۱۸۷

معارف

مجلس دار المصنفین کا ماہوار علمی رسالہ

مرتبہ

سید سلیمان ندوی

قیمت پانچ روپیہ سالانہ مع محصول

مطبع معارف میں چھپکر
دفتر دار المصنفین اعظم گدہ سے شائع ہوا

کتبخانۂ دار المصنفین اعظم گڈھ

علامہ شبلی نعمانی

سیرۃ النبی صلعم حصہ اول طبع دوم ـــــے للعہ
ایضاً حصہ دوم طبع اول عہ معہ للعہ
الفاروق حضرت فاروق اعظم کی لائف اور طرز حکومت ـــــے
الغزالی امام غزالی کی سوانح عمری اور انکا فلسفہ عہ
سیرۃ النعمان، امام ابو حنیفہ کی سوانح عمری اور انکے
اجتہادات و مسائل قیمت عہ
شعر العجم حصہ اول، شاعری کی حقیقت فارسی شاعری کا
آغاز و قدما کا دور ـــــے
ایضاً حصہ دوم، شعراے متوسطین کا دور
ایضاً حصہ سوم، شعراے متاخرین کا دور عہ
(حصہ چہارم زیر طبع ہے)
ایضاً حصہ پنجم فلسفیانہ، صوفیانہ اور اخلاقی شاعری
پر تبصرہ عہ
الانتقاد علی التمدن الاسلامی، جرجی زیدان کے تمدن
اسلامی پر عربی مین ریویو ۴
سفرنامہ مصر و شام، مولنا کا سفرنامہ عہ
موازنہ انیس و دبیر میرانیس کی شاعری پر ریویو ـــــے
المامون، خلیفہ مامون الرشید کے عہد سلطنت کے
حالات عہ
مضامین عالمگیر، شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر پر اعتراضات
اور انکے جوابات، عہ عہ ۱۲

مکاتیب شبلی، مولنا مرحوم کے خطوط کا مجموعہ جو
علمی، قومی، ادبی، اخلاقی معلومات کا
خزانہ ہے جلد اول ۱۲
ایضاً، جلد دوم ۱۲
رسائل شبلی، مولنا کے ۱۲ مختلف علمی مضامین کا
مجموعہ قیمت عہ
قصیدۂ امرتسر، امرتسر کے اجلاس ندوۃ العلما مین
مولنا نے جو فارسی قصیدہ پڑھا تھا
طبع رنگین واعلے طبع نامی کا نپو ۲
مجموعۂ کلام شبلی، اردو ۱۲
مثنوی صبح امید، اردو ۴
دیوان شبلی، فارسی عہ

مولنا حمید الدین صاحب بی اے

تفسیر سورۂ تحریم جدید طرز پر عربی مین قرآن مجید کی تفسیر ۴
تفسیر سورۂ قیامہ 〃 〃 ۴
تفسیر سورۂ والشمس 〃 〃 ۴
تفسیر سورۂ والکفرون 〃 〃 ۴
تفسیر سورۂ والعصر 〃 〃 ۴
الرأی الصحیح فی من ہو الذبیح، عربی مین حضرت اسمعیل
کے ذبیح ہونے پر ایک مدلل
اور پر زور رسالہ ۱۰
اسباق النحو، سہل طرز پر عربی گرامر، اردو ۵

مجلد نہم | ماہ شوال ۱۳۴۰ھ مطابق ماہ جون ۱۹۲۲ء | عدد ششم

مضامین

شذرات

جرمنی مین ابھی ایک عجیب قاتل گرفتار ہوا ہے، اوسپر الزام یہ ہے کہ اوسنے یکے بعد دیگرے تیس لڑکیون سے شادی کی اور ہر ایک کو قتل کر ڈالا، گرفتاری کے بعد حوالات مین اوسنے اپنا بیان ایک تصنیف کی صورت مین قلبند کیا ہے، جسمین اوسنے اپنے جرم کی نفسیات پر بحث کی ہے لکھا ہے کہ میرا یہ فعل درحقیقت سوسائٹی اور ہیئت اجتماعی پر ایک عظیم الشان احسان ہے، عورتون کی اسقدر کثرت ہوگئی ہے کہ وہ مردون کی ضرورتون سے بدرجہا زیادہ ہوگئی ہین، ایسی حالت مین اونکا وجود سوسائٹی کے لیے ایک مہلک اخلاقی وبا ہے، جس سے اوسکو محفوظ رکھنا ہر صاحب احساس کا فرض ہے، دانایانِ فرنگ کی برابری کا کون دعوی کرسکتا ہے؟ لیکن کیا اس بیماری کا علاج تعدد ازدواج سے نہین ہوسکتا؟ اور کیا یہ جرم معصوم روحون کے قتل سے زیادہ سنگین ہے؟

اسی کے ساتھ یہ خبر سننی کے ساتھ سنی جائیگی کہ بالشویک روس نے اپنے موجودہ قحط کے عذاب الیم کا علاج یہ تجویز کیا ہے کہ اوسنے (۱۲۰) قحط زدہ لڑکون کو گولی سے اڑا دیا، اسکا سبب یہ تھا کہ اونھون نے بھوک کے مارے گھوڑے کا گوشت کھایا تھا، جس سے گھوڑون کی بیماری اون مین پیدا ہوگئی تھی، آہ! انسان کسدرجہ خدا کو بھولا ہوا ہے، وہ اوسکی قدرتون سے جنگ کرتا ہے اوسکے نظام فطرت سے لڑنا چاہتا ہے، اور اس اعلان جنگ مین خود بخود وہ اپنے اسباب ہلاکت وبربادی کو ترقی کی دعوت دیتا ہے، اور اسطرح گویا اپنے ہاتھ سے اپنا گلا آپ کاٹتا ہے، مجرم قومون کی

تباہی اور پاداش جرم کی یہ بھی ایک صورت ہے، کیا اس روشن زمانہ مین ان معصومون کا قتل، تاریک عہد کے قتل بنات کے جرم سے مختلف ہے، ایک دن آئیگا جب یہ معصوم زبانین گویا ہونگی اور انکا مالک اون سے پوچھے گا، بِاَیِّ ذَنۡبٍ قُتِلَتۡ، تمکو کس جرم مین قتل کیا گیا،

علیگڈھ مسلم یونیورسٹی کی تباہی پر ہم نے افسوس وحسرت کے جو چند قطرے بہائے تھے وہ بے اثر نہ رہے، لوگ بیمار کے مزید احوال دریافت کرتے ہین، لیکن اسکے جواب مین ہم صرف اسیقدر کہہ سکتے ہین کہ بیماری جب مہلک حد تک پہونچ جائے تو مزاج پرسی کی ساعتین ختم ہو جاتی ہین، اور ہر دردمند کا فرض ہو جاتا ہے کہ وہ اسکے علاج ومعالجہ کے لیے دوڑ دھوپ کرے، ایک طرف تو طلبہ کی تعداد بہت کم ہوگئی ہے دوسری طرف اخراجات کی فراوانی اور کثرت کا یہ عالم ہے کہ ہمین روایت پہنچی ہے کہ اصل سرمایہ مین اب ہاتھ لگ گیا ہے اور اگر کوئی فکر نہ کی گئی تو آیندہ سال شاید یونیورسٹی دیوالیہ ہوجائے، پروفیسرون اور معلمون کی تنخواہون پر تنخواہین بڑہائی جارہی ہین، بعض حکام کالج کی صرف سال مین دو تین بار آمد کے لئے کئی ہزار سالانہ کا سفرخرچ منظور ہوا ہے، بعضون کے لیے دو دو سو ماہوار کی کوٹھیان اور عملہ اسلیے مقرر کیا گیا ہے کہ شاید وہ سال مین ایک دو دفعہ اس سرزمین پر نزول فرمائین تو اونہین تکلیف نہ اُٹھانا پڑے، حاشا کہ ان حالات کے اعلان سے اصلاح کے سوا کچھ اور مقصود نہین، کیا ہمارے قومی اخبارات حاضرالوقت ضروری مسائل سے کچھ سطرین بچا کر اس بے اہم اور معمولی مسئلہ کی نذر کر سکینگے؟

یاد ہوگا، دو ڈہائی سال ہوئے آکسفرڈ وکیمبرج یونیورسٹیون کے معاملات سے متعلق ایک شاہی کمیشن مسٹر ایسکوئیتھ، سابق وزیر اعظم کی زیرصدارت مقرر ہوا تھا، اسکی رپورٹ حال مین شائع

...نظر اور تجاویز کے ایک تجویز یہ بھی کی ہے، کہ دونون یونیورسٹیون مین سے ہر ایک کو ...سرکار کی سے رقوم ذیل کی سالانہ امداد دی جایا کرے۔

بمد اعانت عام	۱۰۰۰۰ پونڈ (۱۵۰۰۰۰ روپیہ)
بمد اعانت کتبخانہ	۹۰۰۰ پونڈ (۱۳۵۰۰۰ روپیہ)

گویا کل ۲۲۰۰۰ پونڈ (۳۳۰۰۰۰ روپیہ) کی سالانہ سرکاری اعانت کی تجویز ہوئی ہے، جو غالباً منظور ہو جائے۔ اِسوقت تک دونون یونیورسٹیون کو ۳۰ ہزار پونڈ (۴½ لاکھ روپیہ) سالانہ کی مدد ملتی رہی ہے،

سنہ ۲۳ کی بابت انگلستان کے محکمہ تعلیم کا جو تخمینہ بنا ہے، اسکے لحاظ سے امسال مصارف کی تعداد ۴۰۹۲،۰۶۱،۳۰۰ پونڈ (کچھ کم ستر کرور روپیہ) ہو گی، یہ بجٹ غیر معمولی کوشش کفایت کا نتیجہ ہے اور سال گذشتہ کی میزان اس سے بقدر ۵ لاکھ پونڈ کے زیادہ تھی، چند برطانوی یونیورسٹیون کی سالانہ آمدنی کے اعداد حسب ذیل ہین (بابت سنہ ۲۱-۲۲ء)۔

برمنگھم یونیورسٹی	۱۱۹۲۶۴ پونڈ
مانچسٹر "	۱۴۷۶۸۷ "
لیورپول "	۱۴۱۶۶۶ "
شفیلڈ "	۱۰۱۲۰۱ "
اڈنبرا "	۲۰۴۲۴۶ "
گلاسگو "	۱۶۳۰۰۰ "

یہ چند بطا نوی یونیورسٹیون کے نام بطور نمونہ کے لکھ دیے گئے ہندوستان و امریکہ کی تقریباً تمام یونیورسٹیان کم وبیش ایسی ہی شاہانہ آمدنیون کی مالک ہین لیکن یہ عظیم الشان مداخل بھی روز افزون مصارف کے لئے کافی نہین ہوتے، ہر چہار طرف سے ایک عام پُر زور مطالبہ ہو رہا ہے، کہ طلبہ کی فیس یا سرکاری اعانت کی رقم مین اضافہ کرکے بہرحال جس طریق پر بھی ممکن ہو، ضروریات تعلیم کے متناسب آمدنی حاصل کرنا چاہیے، اور ضروریات تعلیم ہین، کہ کلمات الٰہی کی طرح غیر محدود و لا انتہا ہین۔ علم ریاضی انکے شمار و استقصار سے قاصر ہے، ایک حاجت ابھی تکمیل کو پہنچنے نہین پاتی ہے، کہ دوسری حاجت اس سے اہم تر رونما ہو جاتی ہے، اساتذہ کے بیش قرار مشاہرہ، درسگاہون کی سر بفلک عمارتین قیمتی سامان نشست و آسائش و آرایش، نازک و بیش بہا سائنٹفک آلات، روز ایک نئی مد مصارف کی نکلی آتی ہے تا آنکہ خدایان تعلیم گھبرا اٹھے ہین، اور غریب و مفلس ہندوستان کی کلکتہ یونیورسٹی سے لیکر شاہ خرچ امریکہ و زر افشان انگلستان تک کی یونیورسٹیان تشویش و اضطراب مین مبتلا رہنے لگی ہین، جولائی ۲۱ء مین جو کانگرس آف یونیورسٹیز لندن مین منعقد ہوئی تھی اسکے ایک صدر مجلس سر آرتھر بالفر نے صاف صاف فرما دیا تھا کہ،

"یونیورسٹی تعلیم کی ضروریات روز افزون ہین، اور آمدنی مین انکے متناسب اضافہ کی کوئی توقع نہین، ہندوستان اور نو آبادیون کا حال معلوم نہین، لیکن کم از کم برطانیۂ عظمیٰ مین تو روپیہ سے زیادہ تعلیمی مقاصد کے لیے کوئی شے اسوقت اہم تر اور کوئی شے زیادہ عسیر الحصول نہین۔"

یہ تصویر کا ایک رُخ تھا، اب دوسرا رُخ بھی ملاحظہ ہو، تعلیم کا ایک مفہوم یہ ہے کہ شاندار گہوارہ ہون جن پر قصر و ایوان شاہی کا دھوکا ہوتا ہو، سر بفلک سلسلۂ عمارات ہو، ذخیرۂ کتب

۔ فراہمی مین دولت قارون درکار ہو، اساتذہ کے مشاہرہ پر بیدریغ زرپاشی ہوتی ہو، لاکھون روپیہ سالانہ فرنیچر اور ظاہری سازوسامان کی مدین صرف ہوتا ہو، تجربہ گاہون اور آلات کے لیے بیشمار دولت وقف ہو، غرض تعلیم اس مفہوم کے لحاظ سے تمامتر ایک کرشمۂ زر ہے، جسکا مبدءٔ و منتہیٰ، مرکز و محیط، جو کچھ ہے، سب ظاہریت دمادیت ہے، لیکن اس دنیا مین تعلیم کا ایک دوسرا مفہوم بھی موجود رہا ہے، اور اب بھی ہے، جسکے لحاظ سے یہ ظاہری شان وشوکت، جاہ وامارت، زرپاشی و دولت ریزی، زیبائش وآرایش، سب بےمعنی ہے، اس نظام تعلیم مین زرودولت اور سامان دنیوی ہی کو سرے سے بےحقیقت تسلیم کیا گیا ہے، اور اگر حقیقت مانی بھی گئی ہے، تو ایسی جیسے کسی دھوکے کی ٹٹی، یا کھیل کود کی چیز کی ہوتی ہے، اعلموا انما الحیوٰة الدنیا لعب ولهو وزینة وتفاخر بینکم وتکاثر فی الاموال والاولاد .... وما الحیوٰة الدنیا الا متاع الغرور (حدید رکوع ۳) جان لو کہ یہ دنیا کی زندگی صرف بازیچہ اور ظاہری آرایش، اور مال و دولت اور آل و اولاد کی مفاخرت اور مسابقت ہے، ... یہ دنیاوی زندگی صرف دھوکے کا سامان ہے،

اِس علم کے لیے یونیورسٹی کی شاندار عمارتون، بےاندازہ دولت، اور سامان آسایش وآرایش مین سے کسی شے کی ضرورت نہین، اسکے لیے صرف صدق وصفا، قلب وضمیر، تزکیہ وتقویٰ کی ضرورت ہے۔ ادہر تقویٰ حاصل ہوا اُدہر عالم الغیب والشہادہ کی ازلی یونیورسٹی سے براہ راست استفادہ ہونے لگا، وعدۂ صریح ہے، وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ واللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْم (بقر۔ ۳۹) یہ علم کتابی معلومات سے حاصل نہین ہوتا، بڑے بڑے مُہذب وآراستہ کتب خانہ اس علم کی تحصیل کے لیئے قطعًا لاحاصل ہین۔ کتابون کا انبار انسانی دماغ کی طرح بعض چوپایون کی پشت پر بھی بار کیا جاسکتا ہے، لیکن نتیجہ؟ مَثَلُ الذین حملوا التوریة ثم لم یحملوها کمثل الحمار یحمل اسفارًا۔ (جمعہ۔۱) اس علم لدنی

کا سب سے بڑا عالم، سب سے بڑا فاضل، سب سے بڑا محقق، اُمی محض تھا، اور اسکی یہ اُمیت اسکی یہ حرف ناشناسی اسکے لیے باعث فخر تھی، بار بار تصریح کے ساتھ ارشاد ہوتا ہے فَآمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ (اعراف-۲۰) الذین یتبعون الرسول النبی الامی (اعراف-۱۹) ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم (جمعہ-۱)

اس تعلیم کا مقصد یہ نہین ہوتا، کہ بڑے بڑے عہدے اور مناصب حاصل ہون، یا صنعت و حرفت تجارت و سیاست کے ہفتخوان سر کیے جائین، یا پھر حب وطن کی آڑ پکڑ کر ہمسایہ اقوام کے گلے پر چھری چلائی جائے، یہ تعلیم دنیا پرستی و نفس پرستی کی ان تمام شعبوں کی قاطع ہے، اس علم کا مقصد معرفتِ نفس ہوتا ہے، نہ کہ گرد و پیش کے نقوش فانی مین غلو و انہماک

علم آن باشد کہ بستاند ترا | بے نیاز از نقش گردانند ترا
علم آن نبود کہ کور و کر کند | مرترا بر نقش عاشق تر کند (مولانائے روم)

زر و مال کا معاوضہ طلب کرنا ان علما و معلّمین کے لیے حرام ہوتا ہے، انکی تعلیم ہے۔

چون دگران را شوی آموزگار | کم طلب آن را عوض از روزگار
علم بود جوہر و باقی سفال | آن چون حقیقت دگران چون خیال
بیع جواہر بہ سفالے کہ چہ | بذل حقائق بہ خیالے کہ چہ (جامی)

اس علم کی منزل مقصود کیا ہوتی ہے؟ اور اسکی تحصیل کے کیا شرائط ہین؟ انکا جواب اس درگاہ مین آکر یہ ملتا ہے،

علم سوے در الہ برد | نہ سوے نفس و مال و جاہ برد
علم باید نخست پس علمت | بر فور از علم خواندہ با حلمت
علم بے حلم خاک کوے بود | علم با حلم آبروے بود
جاہل از علم جاہ جوید سود | مزد آجل بہ عاجل آرد زود
علم از حلم نیک پے گردد | سنگ بے سنگ لعل کے گردد (سنائی)

کاش مُدعیانِ علم و دانش کو علّم الانسان مالم یعلم کی درگاہ حقیقت سے علم و جہل کے امتیاز صحیح کی توفیق عطا ہو!

خلافت عثمانیہ

اور

اسلامی ومسیحی دنیا کا اعتراف

۲

مسئلۂ خلافت پر معارف کے مضامین اسقدر پھیلے کہ مولنا رومی کی طرح یہ کہنا پڑا کہ ع گفتہ گفتہ من شدم بسیار گو، مگر آج اس سلسلہ کا یہ آخری نمبر ہے، امید ہے کہ آیندہ ناظرین کو اس کی تکلیف نہ دیجائے،

یہ مسئلہ یورپین پالٹیکس کا مرکز بننے سے پیشتر، مسیحی دنیا کی تمام قومون مین ایک مسلّم واقعہ کی طرح تسلیم شدہ تھا، تحریری شہادتون مین مسیحی دنیا کے اعتراف کی سب سے پہلی مثال، جدید یورپ کی سب سے پہلی ترقی یافتہ قوم پرتگیزون کے ایک سفیر متعین ہندوستان کی زبان سے ملتی ہے، ترکی امیر البحر سید علی جب احمد آباد گجرات مین عماد الملک وزیر کے دولت کدہ مین داخل ہوتا ہے تو اوسکی اتفاقی ملاقات پرتگال کے سفیر سے ہوتی ہے، سفیر مذکور کہتا ہے،

ہمین سلطان روم کی بہت ضرورت رہتی ہے، ہمارے ملک کے جہاز اونکی سلطنت کے بندرگاہون مین بے روک ٹوک جاتے ہین، اگر ہمین انکی اجازت نہو تو ہمارا بہت برا حال ہو، علاوہ اسکے سلطان روم، اسلامی دنیا کے بادشاہ ہین[1]،

---

[1] سفرنامہ سید علی امیر البحر ترجمہ اردو صفحہ ۳۳،

یہ سلطان سلیمان اعظم کا زمانہ تھا اسی زمانہ مین سلطنت عثمانیہ اور فرانس کے درمیان سب سے پہلا رعایتی عہدنامہ مرتب ہوا جو اب "کیپی چولیشن" کے خوفناک نام سے مشہور ہے، اور جو ٹرکی کے گلے کا پھندا بن گیا ہے، اس عہدنامہ مین بھی سلطان کی حیثیت خلیفہ کی نظر آتی ہے،

یورپ مین علوم و مسائل کے سب سے بڑے بحر زخار اور دریاے ناپیدا کنار کا نام انسائیکلوپیڈیا ہے، انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کا نام لینا استناد و اعتبار کے لیے شاید کافی ہو، سلطان سلیم کے تذکرہ مین یورپ کا یہ مستند ترین ذخیرۂ علمی حسب ذیل شہادت بہم پہنچاتا ہے،

"اسکے بعد شام اور مصر اوسکے (سلطان سلیم کے) قبضہ مین آگئے، وہ تمام اسلامی مقامات مقدسہ کا مالک ہوگیا، اور سب سے زیادہ اہم یہ کہ اوسنے آخری خلیفۂ عباسیہ سے کہا کہ وہ خطاب خلافت اور اوسکے ظاہری لوازم مثلاً علم مقدس، اور شمشیر و زرہ نبوی اوسکے حوالہ کردے، اسکی وجہ سے سلاطین عثمانیہ نے جو عظمت حاصل کی وہ یہ تھی کہ وہ تمام عالم اسلامی مین معزز ترین ہوگئے، اور آج بھی وہ وہی اہمیت رکھتے ہین، اور جسنے خلافت کی اس شرط کو کہ خلیفہ قریشی ہو نسیاً منسیاً کردیا ہے[1]،

یورپ مین فن تاریخ کا سب سے بڑا اور معتبر ذخیرہ "مورخین کی تاریخ عالم" ہے جسکا ذکر اس سلسلۂ مضمون مین کئی دفعہ آچکا ہے، اس کتاب کے مصنفین نے متعدد مقامات پر اس واقعہ کا ذکر کیا ہے،

سلیم اب فی الواقع "محافظ مقامات مقدسہ" بن گیا، اوسنے قاہرہ مین ایک بیچارہ بیوقوف شخص کا پتہ پایا جو مستنصر باللہ (؟) کے نام سے پکارا جاتا تھا، جسکا وصف امتیازی صرف اسقدر تھا کہ وہ عباسی خلفا کی دوسری شاخ کا اٹھارھوان خلیفہ تھا، سلیم نے اوسپر ہاتھ ڈالا اور اوسکو اوسوقت تک آزادی نہ دی جب تک اسنے خلافت کے تمام حقوق سے

[1] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا، طبع یازدہم، جلد ۲۴ صفحہ ۶۰۰،

دست برداری ولکھدی،، اسکے معاوضہ مین سلیم نے اوسکو کچھ زرنقد اور ماہوار وظیفہ مقرر کردیا،

سلیم نے تب اپنے القاب مین اس لقب (خلافت) کا بھی اضافہ کرلیا، مگر اب خلیفہ ایک بوڑھا

مسکین شیخ نہین رہا تھا، بلکہ اب وہ ایک بہت بڑی طاقتور فوج کا مالک تھا، جو اسلام نے اپنے

قبضہ مین کبھی رکھی تھی، اوس دن سے اسلام اپنا صرف سردار رکھتا ہے جسکے اقتدار کے ماتحت

تمام سیاسی اور مذہبی امور ہین، یہ سردار قسطنطنیہ کا سلطان [1] ہے،

دوسری جگہ اس کتاب مین ہے،

مصر کے الحاق کے بعد سلیم نے خلیفہ کا لقب اختیار کیا، جسکو اب تک مصر کے بادشاہ اختیار

کئے ہوئے [2] تھے،

پروفیسر میکس مولر مشرقیات کے بہت بڑے ماہر سمجھے جاتے ہین،، اونھون نے اور اونکی بیوی نے آج سے ربع صدی پیشتر ٹرکی کا سفر کیا تھا، اور ان دونون نے ملکر "سیاحت قسطنطنیہ" کے نام سے ایک سفرنامہ ترتیب دیا ہے، اس سفرنامہ [3] مین دو مقام پر خلافت عثمانیہ کا تذکرہ ہے، حرم وخزانہ کی سیر کے تذکرہ مین ہے،

"خزانہ سے باہر نکلنے پر ایک متصل چھوٹی مسجد کی طرف اشارہ کیا گیا، کہ اسمین پیغمبر اسلام کی

عبا، علم، عصا، تیغ اور کمان محفوظ ہین، سلطان جلوس کے ساتھ سال مین ایک دفعہ رمضان

مین اس کی زیارت کرتے ہین، سلطان کو عبائے نبوی پہنائی جاتی ہے، اگر یہ علم نکالا جائے

تو اوسکے نیچے دنیا کے تمام مسلمانون کا جمع ہونا فرض سمجھا جاتا ہے، صرف سلطان بحیثیت خلیفہ

اور بادشاہ ہونے کے اسکو کھول سکتے [4] ہین"،

---

[1] ہسٹورینس ہسٹری آف دی ورلڈ جلد ۲۴ صفحہ ۳۴۵ و ۳۴۶، [2] کتاب مذکور ج ۲۴ صفحہ ۳۴۰، [3] اسکا اردو ترجمہ دار المصنفین مین ملے گا، [4] سیاحت قسطنطنیہ ترجمہ اردو صفحہ ۳۶

رسم سلاملق کا سماں کھینچتے ہوئے یہ منظر اونکو نظر آتا ہے،

علماء مشائخ اور مفتی سب کی نگاہیں سلطان کی طرف لگی ہوئی تھین، جن کی وہ بحیثیت خلیفہ یا جانشین نبی عزت کرتے ہین[1]،

۱۸۸۱ء مین یعنی آج سے چالیس برس پیشتر مسٹر ولفرڈ بلنٹ نے سب سے پہلے سلاطین عثمانیہ کی خلافت کی اہمیت کے مسئلہ پر توجہ مبذول کی، اور اونھون نے عربون کے دوست بنکر اون مین عرب قومیت کا احساس و جذبہ پیدا کیا اور اونکو بتایا کہ خلافت اونکا قومی حق ہے اور اس حق کو وہ ترکون سے چھین لے سکتے ہین، مسٹر بلنٹ کی مشہور کتاب فیوچر آف اسلام ہے، جسکا ترجمہ سید اکبر حسین صاحب الہ آبادی نے ۱۸۸۲ء مین مستقبل اسلام کے نام سے کیا ہے، یہ پوری کتاب مسئلہ خلافت پر یورپین نقطۂ نظر کی کا حقہ تفسیر اور توضیح ہے، بلنٹ صاحب ترکون کی مخالفت اور عداوت کے باوجود اس حقیقت سے انکار نہ کر سکے کہ خلافت عثمانیہ آج دنیاے اسلام کا ایک مسلم واقعہ ہے، اون کے اقتباسات ہمارے مطلب کے اس کثرت سے ہین کہ اونکو یہان نقل کرنا دشواری سے خالی نہین، یہان پر صرف ایک دو حوالے نقل کیے جاتے ہین،

> غیر ممالک کے اجنبی مسلمانون سے بھی سلطان کی تقریر ابتدا ہی سے بہ نسبت دنیاوی بادشاہ کے زیادہ تر بطور حاکم مذہبی کے رہی، اور سفیران یورپ کے ساتھ سلطان نے اپنی یہ حالت (یعنی حکومت مذہبی) برابر اور مستقل طور پر اور نہایت اثر کے ساتھ قائم رکھی (صفحہ ۹۱)

> "ٹیونس کو بالخصوص اس بات پر ناز تھا کہ ہم تخت ترکی کی حکومت سے آزاد ہین، اور سواحل افریقہ کے حنفی فرمانرواؤن کے علاوہ اور سب لوگ ترکون کی طرف سے لڑنے کو ننگ سمجھتے تھے، لیکن اب خود مالکی لوگ جو قیروان مین مقدس ہین سلطان عبدالحمید کے اشارہ پر

[1] سیاحت قسطنطنیہ، ترجمۂ اردو صفحہ ۹۴،

حرکت کرتے ہین، یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مصر مین بھی سلطان کیقدر کامیابی کے ساتھ تحریک کر رہے ہین اور ہندوستان کے مسلمان تو علانیہ مساجد مین انکے لیے دعا مانگتے ہین، ہر جگہ وہ فریق جو اسلام کی دوبارہ ترقی چاہتا ہے سر اٹھا کھڑا ہے اور اس ارمنی خلیفہ کو جو انکی مرضی کے موافق کام کر رہا ہے اور یورپ کو حقیر جانتا ہے اور بشرط ضرورت اسپر تیار معلوم ہوتا ہے کہ کسی دن اون لوگون کے ساتھ اون لوگون کا پیشوا بنکر علم جہاد بلند کرے جو اونکو اپنا پیشوا تسلیم کر چکا ہے (۶۳)

"یہ حالات جو مین نے بیان کیے علما مین اس درجہ تسلیم کر لیے گئے ہین کہ سال گذشتہ مین نے قریب قریب بلا اختلاف جمہور کی یہ رائے پائی کہ سلطان عبدالحمید خان خاندان عثمانیہ کے آخری خلیفہ ہین (۶۷)

روسی مسلمانون کی حالت اور کیفیت اور اون مین اسلام کی زندگی کی بقا و فنا کا فیصلہ کرتے ہوئے مسٹر بلنٹ لکھتے ہین،

"ترکستان، سائبریا ...... اور اون ملکون مین جو پہلے سلطنت عثمانیہ مین شامل تھے اور اب روس کے ماتحت ہو گئے ہین جس چیز نے مسلمانان اہل سنت و جماعت کو اپنے مذہب پر قائم کر رکھا ہے وہ اونکا یہ علم و خیال ہے کہ ہنوز روسیون کی سرحد پر خود ہمارے ہم مذہب لوگون کی ایک بڑی جنگ آور جماعت موجود ہے اور خود اونکا مسلمہ روحانی اور مذہبی پیشوا اونیز حکمران ہے، اونکے مذہبی فخر کا مرکز قسطنطنیہ ہے جہان سلطان اور خلیفہ باسفورس کے کنارہ تخت سلطنت پر بیٹھا ہوا یورپ اور ایشیا دو دنیاؤن پر حکمران ہے، (صفحہ ۱۳۳)

مشرق اور خصوصاً اسلامی مشرق کی حالت سے ذاتی واقفیت علمائے یورپ مین بہ وفیسر

دیسپری سے زیادہ دلکسی اور کی نہوگی، پروفیسر موصوف اپنی کتاب مستقبل اسلام مین ایکجگہ لکھتے ہین

سلاملک کے دن قسطنطنیہ مین زائرین دنیا، سلطان کے لیے جو اظہار ارادت وعقیدت

کرتے ہین اوسکا سبب یہی ہے کہ وہ خلیفۂ اسلام مانے جاتے ہین، (ترجمۂ اردو صفحہ ۱۴۴)

یہ سچ ہے کہ وسط ایشیا اور افغانستان کے امیر ہمیشہ اپنی مساجد کے دروازون پر سلطان

کے مطلقًا فرمان آویزان رکھتے ہین جو اس بات کی دلیل ہے کہ اونکو تاز پڑھانے کا اختیار

خلیفۃ المسلمین کی جانب سے حاصل ہے،، اور وسط ایشیا کے بعض خان سلطانی خطابات

اور خلعتون کو نہایت شکر گذاری کے ساتھ قبول کرتے ہین (صفحہ ۱۴۶)

مارکوئیس آف ولیسلی گورنر جنرل و ویسرائے ہند اور سلطان میسور کے درمیان سلطان

ٹرکی کے فرمان کی نسبت خط وکتابت کا تذکرہ اس سلسلۂ مضامین مین کئی دفعہ آچکا ہے، آج پھر

ایک دفعہ اوسکے چند فقرون کو دُہرانا ہے، مارکوئیس آف ولیسلی اپنے خط مین فرمان سلطان کا

حوالہ دیکر سلطان میسور کو فرانسیسیون سے قطع تعلق اور انگریزون سے موالات کی جانب ان

لفاظ مین متوجہ کرتے ہین،

"وہ (سلطان ٹیپو) تمام مذاہب کے دشمن اور خلیفۂ اسلام پر حملہ آور ہونے والے

فرانسیسیون سے ہر قسم کے تعلق کو منقطع کرکے اپنا جوش اسلامی دکھائے اور مین امید کرتا

ہون کہ جب وہ (سلطان ٹرکی کے) اس خط کو پڑھے گا تو بلا شبہہ اس نتیجہ پر پہونچے گا

کہ فرانسیسیون نے مسلمانون کے مسلم خلیفہ کی توہین کی ہے،

سابق سفیر برطانیہ مسٹر لیرڈ متعین قسطنطنیہ نے اپنے مراسلۂ سرکاری مورخہ ۹ ا جولائی

۱۸۷۸ء مین انگلستان کی وزارت خارجیہ کو حسب ذیل الفاظ مین متنبہ کیا تھا،

سلطان کیونکر خود ایشیا کے پانچوین درجہ کے حکمران کی حیثیت کا کیون نہ رہ جاے گر

پھر بھی وہ خلیفۂ اسلام برابر باقی رہے گا، اور یہ بہت ممکن ہے کہ اسلامی دنیا اپنے وجود کو قائم رکھنے کی آخری جنگ مین انگلستان کو ان خطرات اور مصائب کا جو اوسکو چارون طرف سے گھیرے ہوے ہین اصلی محرک اور باعث سمجھ کر انگلستان ہی پر پل پڑے،

جنگ ٹرکی و اٹلی جسکا مشہور نام جنگ طرابلس ہے، مسٹر بارکلے نے انگریزی مین اوس کی تاریخ لکھی جو ابھی حال مین شائع ہوئی ہے، کتاب مذکور مین صلح کے وہ دفعات اور شرائط بھی شروع مین لکھدیے ہین، جن پر ٹرکی اور اٹلی نے دستخط کیے ہین، منجملہ دیگر دفعات کے ایک دفعہ یہ بھی ہے،

طرابلس کے مسلمان مذہبی حیثیت سے سلطان کے تابع، اور وہ خلافت عثمانیہ کے ماتحت رہینگے، اور جمعہ اور عیدین مین وہان کی مسجدون مین سلطان کا نام لیا جائیگا،

سر اڈورڈ کریسی، ایک انگریز نے ترکان عثمانیہ کی ایک تاریخ لکھی ہے، جسکا نام "ہسٹری آف اوٹومن ٹرکش" ہے، اوسمین سلیم کے واقعۂ خلافت کا ان الفاظ مین ذکر کیا ہے،

"جب سلیم نے مصر فتح کیا تو وہان عباسی نسل کا خلیفہ فرمانروا تھا، سلیم نے اوسکو اسپر آمادہ کیا کہ وہ خلافت کو باضابطہ سلیم اور اوسکی نسل کی جانب منتقل کردے، ساتھ ہی سلیم نے خلافت کے آثار ظاہری بھی جنکے حامل عباسیہ چلے آتے تھے، اپنے قبضہ مین کرلیے یعنی علم مقدس، و شمشیر و ردائے پیمبر"

سر تھیوڈر مارلیسن (سابق پرنسپل مدرسۃ العلوم علیگڈھ) اون اہل علم انگریزون مین ہین جو مسلمانان ہند کے خیالات و حالات سے کماحقہ واقف ہین، اونھون نے ہندوستان کے اکابر اسلام کی صحبت اٹھائی ہے، وہ ہندوستان کے عظیم الشان دور مین مصلحین اسلام کی انجمن کے ایک اعزازی رکن تھے، وہ مسئلۂ خلافت عثمانیہ پر ٹائمز مین حسب ذیل خیالات ظاہر کرتے ہین،

"اہل یورپ کو سب سے پہلی بات یہ ملحوظ رکھنا چاہیے کہ مسلمانانِ عالم کو ترکی کے ساتھ دلی محبت ہے، اور سلطان ترکی کے دنیاوی اقتدار کے خاتمہ کا خیال ہی اونھین برہم کر دیتا ہے اس موقع پر ہمارا یہ کہنا اون سے بالکل عبث ہے کہ اونھین سلطان کو خلیفہ نہ تسلیم کرنا چاہیے، چاہیے یا نہ چاہیے، بہرحال واقعہ یہ ہے کہ وہ تسلیم کرتے ہین، وہ خوب جانتے ہین کہ خلافت، عباسیہ کے ہاتھ سے نکلکر آلِ عثمان تک کیونکر پہنچی ہے، لیکن اس راز کے محرم ہونے کے بعد بھی وہ اپنے اس خیال مین بالکل پختہ وغیر متزلزل ہین.... بے شبہ ہم اپر تاسف کر سکتے ہین کہ مسلمانون کے یہ عقائد کیون ہین، مگر اس واقعہ سے انکار نہین ہو سکتا کہ ہین یہی عقائد،

نامور مستشرق پروفیسر براؤن جن سے بڑا مشرق و مشرقیات اور تاریخ اسلام کا عالم آج انگلستان بھر مین کوئی نہین، اونھون نے اس بحث پر ٹائمز مین جو مضمون لکھا تھا، اون کے بعض اقتباسات یہ ہین،

"مجھے ہمیشہ اس امر پر سخت حیرت رہی ہے کہ جو لوگ محمدؐ کی رسالت کے منکر ہین وہ کیون اس بحث مین اپنا اسقدر وقت اور دماغ صرف کرتے رہتے ہین کہ خلافت یا نیابت کا حقدار کون ہے؟ یہ بالکل ایسی ہی مہمل بات ہے کہ جیسے مسلمان اس فیصلہ کے درپے ہو جائین کہ مسیحیون کے پوپ یا "حامیِ ملت" کے لقب کا حق کسکو ہے......

سلاطین آل عثمان منصب خلافت کے کچھ آج مدعی نہین ہوے ہین بلکہ اگر سلطان سلیم نہین تو اوسکے فرزند سلطان سلیمان اعظم کے زمانہ سے تو اونکا یہ دعویٰ بہرحال چلا آتا ہے چنانچہ سلیمان کی وفات پر مفتی ابوالسعود نے عربی زبان مین جو مرثیہ کہا تھا اوسمین تصریحاً اوسے خلیفۃ اللہ کے لقب سے یاد کیا گیا ہے.... مزید شہادت

فریدون بے کے مرتب کردہ سرکاری کاغذات سے بہم پہنچ سکتی ہے،

انگلستان مین ایک بزرگ ایسے ہین جنکو اس حقیقت سے انکار ہے، اور وہ مشہور متعصب اسلام پروفیسر مارگولیتھ ہین، او فد خلافت اور پروفیسر موصوف کے درمیان اس مسئلہ پر لندن کے اخبار اوبزرور مین مناظرہ چھڑ گیا تھا، اسمین بطور ثالث کے ایک فاضل آرتھر اسیج ریڈنگ جو بعض ممالک اسلامیہ مین مدتون تک جج رہ چکے ہین، ایک مضمون اوسی اخبار مین بتاریخ ۲ مارچ ۱۹۲۰ء، شائع کرایا تھا جسمین وہ لکھتے ہین،

"مین بمشکل اسکے لیے آمادہ نہین ہون کہ پروفیسر مارگولیتھ جیسے فاضل مستشرق سے اختلاف آرا کرون، مگر بحیثیت ایک قدیم عہدہ دار کے جسنے اپنی زندگی کے بہترین بیس برس اسلامی ملکون مین گذارے ہین اور ایک جج کی حیثیت سے جسنے قانون اسلامی کا نظم ونفاذ کیا ہو، یعنے فقہ شافعی، مین سلطان کے دعواے خلافت کو تمامتر منصفانہ نہین سمجھتا سلطان کا یہ دعوی کہ وہ پیغمبر اسلام کے جانشین ہین اور پوپ کا یہ دعوی کہ وہ سینٹ پیٹر کا جانشین ہے برابر درجہ کا بحث طلب ہے، اگرچہ کچھ لوگ اسکے موید بھی ہین مگر بہت سے اسکے خلاف بھی ہونگے، مثلاً مین کہہ سکتا ہون کہ شیعہ حضرت علی اور اونکے خاندان کے سوا تمام خلفا کے منکر ہین، اور مراکش کے مالکی اپنا خود ایک اور قریشی خلیفہ رکھتے ہین، اور ظاہر ہے مثلاً نجد کے وہابیہ اور شمالی افریقہ کے سنوسیہ اور عمان و زنجبار کے خوارج ہر مقامی اسلامی حکومت کے خود مختار فرمانروا کو امام تسلیم کرتے ہین، لیکن یہ (یعنی خلافت عثمانیہ) تمام عثمانی ترکون مین، تمام سنی حنفی عربون مین، اور اکثر شافعی، مالکی اور حنبلی عربون مین، ٹرکی کے قدیم دائرہ سلطنت مین، اور روس کے سنی مسلمانون مین

؎ ہر سہ پچھلے اقتباسات کے لیے دیکھو معارف اگست ۱۹۱۹ء،

چین اور تاتارستان میں اور ایشیاے وسطی کے خانون مین، جہان سے مغل فاتح، حنفی فقہ کو اپنے ساتھ ہندوستان لے گئے وہان بھی اسی طرح جاوا مین اور جنوبی افریقی ملایا مین لوگ اسکو تسلیم کرتے ہین، اگرچہ آخری نقطہ کے متعلق میرا علم تیقن نہین ہے۔...

ان اعترافات کے علاوہ یورپ کے عام اخبارات و رسائل کے اقتباسات کا بڑا ذخیرہ ابھی موجود ہے، لیکن صرف اسلیے اونکو قلم انداز کیا جاتا ہے کہ مستند فضلاے مشرقیات مین اونکا شمار نہین،

غیر اسلامی خطہ ہاے عالم مین چین کی اہمیت بھی کچھ کم نہین ہے جہان تین کرور مسلمان آباد ہین، اونکے موجودہ عقیدہ کی نسبت ابھی مسٹر ریڈنگ کا بیان تم سن چکے، مگر تم کو یہ معلوم کرکے تعجب ہوگا کہ یہ آج کی پیداوار نہین بلکہ آج سے سینکڑون برس پہلے سلطان سلیمان اعظم ہی کے عہد مین خلافت عثمانیہ کا دائرۂ عقیدت مشرق اقصی کی مسافت کو طے کرچکا تھا، سید علی امیر البحر ہمایون کے دربار مین چینی مسافرون کی زبانی روایت کرتا ہے،

"عجب ترک (مسلمان) سوداگرون نے چین مین عید کے روز سلطان کا نام خطبہ مین پڑھوانا چاہا تو اونھون نے خاقان چین سے کہا کہ ہمارا سلطان، مکہ معظمہ، مدینہ منورہ اور قبلہ کا بادشاہ ہے، لہذا اوسکا نام عید کی نماز مین شامل کرنے کی اجازت دی جائے، گو خاقان چین ایک غیر مذہب کا آدمی ہے تاہم اوسنے مسلمانون کی درخواست کو جائز سمجھکر قبول کیا، بلکہ یہان تک کیا کہ خطیب کو خلعت فاخرہ پہنا کر اور ہاتھی پر سوار کرکے شہر سے گذارا، اوسوقت سے سلطان کا نام عید کی نمازون مین برابر چلا آتا ہے، (صفحہ ۴۶)

ان تاریخی تصریحات اور اعترافات کے بعد بھی اگر کسی کو اس مسئلہ مین شک رہ جائے فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَہٗ یُؤْمِنُوْنَ، •

شانتی نیکیتان

کے

چشم دید حالات

از مولوی ابو النصر سید احمد بھوپالی

گذشتہ سال جب عاجز کلکتہ گیا تو منجملہ دیگر ارادون اور تمناؤن کے اپنے ساتھ ایک آرزو و تمنا ہندوستان کے مشہور شاعر ٹیگور کے مدرسہ شانتی نیکیتان کے دیکھنے کی بھی رکھتا تھا۔ اگرچہ مدرسہ مذکور کے مجمل حالات امریکہ کے بعض علمی انگریزی اور مصر کے عربی رسائل مین نظر سے گذرے تھے لیکن آنکھین بطور خود اُن کے تفصیلی مشاہدہ کے لیے مشتاق تھین، ولیس الخبر کالعیان،

کلکتہ مین ایک عرصہ کے قیام و انتظار کے بعد یہ تمنا گذشتہ ۲ فروری کو پوری ہوئی جبکہ عاجز مع اپنے ایک رفیق کے بولپور جانے کے لیے ہوڑہ اسٹیشن پہونچا۔ اگرچہ ہم دونکو گاڑی کے وقت اور پلیٹ فارم کی خبر نہ تھی، مگر حسن اتفاق کہ جب ہم لوگ ٹکٹ لینے کو گئے تو خود شانتی نیکیتان کے ایک طالب علم سے ملاقات ہوگئی جسنے نہایت خلق و مہربانی سے ہماری رہنمائی کی۔ ابتداءً ہم طالب علم مذکور کو اُسکی وضع و قطع سے جیسا کہ بدقسمتی سے اکثر بنگالی مسلمانون کی رہتی ہے ہندو سمجھتے رہے لیکن جب ریل مین بیٹھکر اطمینان سے

گفتگو ہوئی تو یہ معلوم کرکے کہ وہ مسلمان ہین ہماری مسرت وخوشی کی کوئی انتہا نہین رہی خصوصًا اسلیے کہ فی زمانناً اس قسم کے علمی میدانون مین بدقسمتی سے مسلمانون کی پست ہمتی وپسپائی کا جو حال ہے وہ معلوم،

بہرحال ہم تینون تقریبًا ساڑھے دس بجے اسٹیشن بولپور پہونچے۔ یہان سے مدرسہ شانتی نیکیتان دو تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے، چونکہ رات زیادہ ہوگئی تھی اسوجہ سے یہ خیال کرکے کہ اسوقت مدرسہ مین جانا اُسکے منتظمین کے لیے باعث تکلیف ہوگا ہمنے ہرچند چاہا کہ رات اسٹیشن پر گذار دین اور صبح اطمینان سے جائین مگر سید مجتبےٰ علی (طالب علم مذکور) کے غیر معمولی اخلاق نے ہمین اُسیوقت جانے پر مجبور کیا۔ جون جون ہم بولپور کی آبادی سے دور اور مدرسہ سے قریب ہوتے جاتے تھے ہمین یہ محسوس ہوتا تھا کہ ہم دنیا کے شور وشر سے مہجور ہورہے ہین اور ایک سنسان دلفریب خلوت کیطرف قدم بڑھا رہے ہین۔ قدم قدم پر ہمارے دونکا اشتیاق مقام مقصود تک پہنچنے کے لیے بڑھتا جاتا تھا۔ بالآخر ہم مدرسہ کی حدود کے اندر داخل ہوئے اور قدم رکھتے ہی ہمنے اُسے اسم بامسمّیٰ پایا،[1]

وہان پہنچکر سید مجتبےٰ علی نے بعض منتظمین کو بیدار کیا اور وہ لوگ ہمین ایک خاص عمارت مین لے گئے جو مہمانون کے قیام کے لیے مخصوص تھی۔ یہ عمارت دو منزلی وپختہ بنی ہوئی ہے نیچے کی منزل کے وسط مین ایک بڑا حال ہے جسمین تقریبًا اُسی کے برابر ایک تخت بنگالی طرز کا بچھا ہوا ہے جس کے چارون طرف جنگلہ ہے۔ اُسپر سفید فرش بچھا ہوا تھا، ہمین فورًا دو بستر لا دیے گئے اور پانی اور لالٹین وغیرہ ضروری سامان بھی مہیا کر دیا گیا اور

[1] مدرسہ کا نام "شانتی نیکیتان" ہے اور بنگلہ زبان مین اسکے معنی ہین "بیت الامن" چنانچہ مدرسہ کے مقام کا نام دیگر شور وغوغا سے یکسوئی اور وہان کی خموشی وسکون بھی اپنے اس نام پر پوری طرح دلالت کرتا ہے،

تعلیمین ہین اُس تخت پر آرام کرنے کو کہکر رخصت ہوئے،

دوسرے روز علی الصباح جب ہماری آنکھ کھلی تو ہمنے گھنٹی کی آواز سنی جو طلبا کو بیدار کرنے کے لیے صبح چار بجے تین مرتبہ دی گئی اور تھوڑی دیر کے بعد ہمین نہایت دل آویز موسیقی آوازمین خدا کی حمد وستایش کے ترانے بنگلہ زبان مین سنائی دینے لگے جنکو طلبا کی مختلف ٹولیان مدرسہ کے احاطہ مین گشت لگاتی ہوئی گا رہی تھین،

جب ہم نماز وغیرہ سے فارغ ہوئے تو صبح سات بجے ہمارے لیے دودھ اور چاولون سے مرکب ناشتہ لایا گیا، تھوڑی دیر کے بعد سید مجتبیٰ علی آئے اُنھون نے ہمارے قیام کے کمرہ مین جو اشتہار لٹک رہا تھا وہ پڑھکر سنایا اُسمین لکھا ہوا تھا کہ،

(۱) یہان پر صرف ایک خدا کی پرستش کیجاتی ہے،

(۲) یہان پر کسی اوتار، دیو، دیبی، رشی یا مہاتما کی پرستش نہین کیجاتی،

(۳) یہان پر مذہبی معاملات مین گفتگو کرنا یا مباحثہ کرنا سخت ممنوع ہے،

(۴) یہان پر کسی ذی روح کا گوشت کھانا یا اُسے مارنا سخت ممنوع ہے،

(۵) کھانے مین یہان پر صرف بقولات وترکاری وغیرہ استعمال کیجا سکتی ہین،

(۶) یہان پر آپس مین لڑنے جھگڑنے کی ضرورت نہین بلکہ آپسمین محبت و دوستی رکھنا چاہیے

(۷) یہان پر ہر قسم کی منشی اشیا پینا ممنوع ہے،

اس بڑے ہال کے دونون جانب دو کمرے اور تھے جنمین سے ایک مین ڈاکٹر بے مقیم تھے جن کی پیدایش روس جرمنی کی سرحد کی ہے، یہ برلن یونیورسٹی کے پی ایچ ڈی اور کئی زبانون کے ماہر ہین ڈاکٹر ٹیگور انہین اپنے مدرسہ مین کیمسٹری کی تعلیم کے لیے یورپ سے اپنے ہمراہ لائے ہین، انکی بالکل ہی سادہ وضع اور سادہ زندگی

نہایت حیرت انگیز اور ہلوگون کو تعجب مین ڈالنے والی تھی کیونکہ ہم نے کبھی کسی باشندۂ یورپ کو اس سادہ وضع قطع مین نہین دیکھا، انکو مطالعہ و تحریر سے عشق تھا۔ غالبًا یہ کسی کتاب کی تصنیف و تدوین مین اُسوقت مشغول تھے، دوسرے کمرے مین ایک ماسکو کی لیڈی مقیم تھین جو بطور وزیٹر (مہمان) کے ٹھہری ہوئی تھین اور کئی روز سے روسی زبان کے لٹریچر پر لیکچر دے رہی تھین، انکے ایک لیکچر مین ہم بھی شامل ہوے تھے لیکچر کا طریقہ یہ تھا کہ ایک کمرہ مین فرش بچھا ہوا تھا اُسپر تمام سامعین ادنی طالب علم سے لیکر اعلے استاذ برابر بیٹھے ہوئے تھے انہین مین ڈاکٹر ٹیگور کی ہمشیر اور دیگر مستورات بھی تھین، لیڈی صاحبہ ایک دیسی مونڈھے پر بیٹھکر لیکچر دے رہی تھین جو انگریزی زبان مین اور روسی لٹریچر کے متعلق وسیع معلومات سے پُر تھا،

دار الاقامہ اور طلبار کی طرز معاشرت

ساڑھے سات بجے کے قریب ہم سید مجتبےٰ علی کے ہمراہ بورڈنگ دیکھنے کو گئے جو چھوٹے چھوٹے قطعات مین علٰحدہ علٰحدہ ہوادار بنا ہوا ہے۔ ایک ایک کمرے مین کم سے کم دو طالب علمون کے رہنے کی جگہ ہے جسمین اُنکے سونے کے لیے دو تخت بچھے ہوے ہین ہر تخت کے نزدیک کتابین رکھنے کو ایک ایک میز رکھی ہے، اسکے سوا اور کسی قسم کا فرنیچر یا فرش نہین ہے، اور نہ طلبا کے نزدیک کوئی ایسا ساز و سامان۔ حتی کہ بعضونکے نزدیک تو کپڑون کے لیے صندوق بھی نہین،

عمومًا تمام طلبار و اساتذہ نہایت سادہ لباس مین ملبوس رہتے ہین جسے وہ زیادہ تر اپنے ہی ہاتھ سے سیتے ہین۔ تمام اساتذہ و طلبار برہنہ سر اور برہنہ پا پھرتے ہین الا اُسوقت جبکہ بیماری کی حالت مین طبیب تجویز کردے، سب ایک ہی قسم کا کھانا جو چاول اور

سبز ترکاریوں پر مشتمل ہوتا ہے ایک جگہ اور ایک ساتھ بیٹھکر کھاتے ہین ایک دوسرے سے چھوت یا نفرت بالکل نہین رکھتے، تمام طلبا عموماً صبح چار بجے اٹھتے ہین اللہ تعالی کی حمد وثنا ش کے ترانے گاتے ہین۔ بعد ازان کنوئین پر جاکر سب غسل کرتے ہین اور سفید کپڑے پہن کر نماز مین ذکر جو نام ہے تامل و تفکر، سوچ بچار، اور مراقبہ کا) مشغول ہوجاتے ہین، بعدہ ناشتہ کرتے ہین ساڑھے سات بجے درس و تدریس مین مشغول ہوجاتے ہین۔ تقریباً تین گھنٹہ متواتر تعلیم کے بعد ساڑھے دس بجے اساتذہ اور طلبا منتشر ہوجاتے ہین اور غسل وغیرہ سے فارغ ہوکر کھانا کھاتے ہین، کھانا کھانے کے بعد اساتذہ آرام کرتے ہین اور طلبا جسطرح چاہتے ہین اپنا یہ وقت صرف کرتے ہین،

دو بجے کے بعد دوبارہ درس و تدریس شروع ہوتی ہے اور چار بجے تک جاری رہتی ہے، چار بجے کے بعد کا وقت عموماً ناشتہ کے بعد طلبا، ریاضیات بدنیہ مین صرف کرتے ہین بعض کرکٹ و فٹ بال وغیرہ کھیل کھیلتے ہین بعض پیدل دس دس میل تک نکلجاتے ہین اور قرب وجوار کے دیہات وگاؤن مین پہنچکر وہان ہندوؤن کی اصلاح وہدایت مین مشغول ہوجاتے ہین۔ چنانچہ بہت سے قریب کے دیہات مین انھون نے رات کا مدرسہ قائم کرکے باقاعدہ ہدایت واصلاح کی درس و تدریس شروع کردی،

ان تمام کھیلون اور ورزشون سے فراغت کے بعد طلبا غسل کرتے ہین اور پھر تقریباً آدھ گھنٹہ نماز مین صرف کرتے ہین اور بعد ازان کھانا کھاکر نو بجے سوجاتے ہین، سونے کے لیے طلبا کی ایک جماعت مدرسہ کے تمام احاطہ مین گشت لگاتی ہے اور نہایت دلکش آواز مین بنگلہ گیت گاتی جاتی ہے،

اسکے علاوہ طلبا سے زعامت وقیادت اور ذاتی حکم ورائے کی مشق بھی کرائی

جاتی ہے اور اسکا طریقہ یہ ہے کہ مدرسہ کا اندرونی انتظام طلبا کے لیے چھوڑ دیا جاتا ہے
پس ہر سہ شنبہ کو طلبا ہفتہ بھر کے لیے اپنا ایک قائد و لیڈر منتخب کرتے ہین جو تمام مدرسہ کا
رئیس سمجھا جاتا ہے، پھر اسکے تحت مین ہر ایک جماعت اپنا اپنا لیڈر علٰحدہ منتخب کرتی ہے
یہ تمام لیڈر طلبا کے معاملات کی جماعت کے اندر اور جماعت سے باہر نگرانی کرتے ہین، اگر
کوئی خطا کسی طالب علم سے صادر ہوتی ہے تو اسکا محاکمہ ان لیڈرون کے سامنے کیا جاتا ہے
خطا کار مجرم اپنے جرم و خطا کی مدافعت خود کرتا ہے یا کسی دوسرے طالب علم سے کراتا ہے
جب باوجود مدافعت کے جرم ثابت ہو جاتا ہے تو لیڈرون کا محکمہ مجرم پر سزا کا حکم صادر
کرتا ہے، اور سزا یہ ہوتی ہے کہ مجرم چند یوم کے لیے کھیل سے یا باغ مین کام کرنے سے
محروم کر دیا جاتا ہے۔ لیکن محکمہ کے لیے یا رئیس مدرسہ کے لیے یا اساتذہ کے لیے بھی
بدگوئی کرنے اور خلاف تہذیب کلمات استعمال کرنے کی اجازت نہین ہے،

علاوہ ازین طلبا اپنے تصور کو قوی کرنے کے لیے اپنی قوت متخیلہ کو مذہبی راہ مین
صرف کرنے کے علاوہ دیگر اشیار پر بھی صرف کرتے ہین مثلاً وہ ابتداے ظہور سے لیکر آخر
موت تک حشرات درخت اور پھولون کے نشو و نما کا بذات خود مشاہدہ کرتے رہتے ہین
اور اس امر مین ڈاکٹر ٹیگور بھی اُنھین وقتاً فوقتاً مدد پہنچاتے رہتے ہین،

غرضکہ ایک ایسے وزیٹر کے لیے جو سچا علمی ذوق رکھتا ہو ان طلبا کی مفید طرز معاشرت
نہایت مسرت بخش و امید افزا ہے، اس لیے کہ وہ انکو جب کبھی دیکھتا ہے تو سواے اس کے
نہین پاتا کہ اگر انکی ایک جماعت شعر و علوم کے مذاکرہ مین مشغول ہے تو دوسری حشرات
یا حیوانات کے مشاہدہ و تبصرہ مین، اگر ایک جماعت پرندون کو دانہ کھلا رہی ہے تو دوسری
نباتات کی تربیت اور دیکھ بھال کر رہی ہے،

طریق تعلیم | طریق تعلیم موجودہ زمانہ کے کالجون اور اسکولون کے مروجہ نمایشی طرز تعلیم سے بالکل جداگانہ و جداگانہ ہے، نہ وہان اسکول یا کالج کی کوئی عمارت ہے، اور نہ مختلف جماعتون کے لیے علٰحدہ علٰحدہ کمرے، نہ کوئی لیکچر ہال ہے اور نہ طلبا و اساتذہ کے بیٹھنے کے لیے کسی قسم کا فرنیچر، طلبا کے لیے نہ تو وہان کسی قسم کی قیود باعث تحریص و تحصیل ہین اور نہ خوف اساتذہ، تعلیم کے لیے نہ تو آجکل کی یونیورسٹیون کی طرح مقرر و محدود نصاب ہے اور نہ مروجہ سالانہ و ششماہی امتحانون کی گرما گرمی- بلکہ وہان کے اسکول و کالج کی عمارات قدرت کی وہ فضا ہے جسکی سطح زمین کے خاکی فرش سے مزین اور جسکی چھت آسمان کے نیلگون گنبد سے مسقف ہے، اُنکی جماعتون کے کمرے جابجا اُگے ہوئے وہ قدرتی درخت ہین جو اپنے تر و تازہ میوون اور سرسبز پتون کے ساتھ غفلت پرست انسان کو اپنے سایۂ آغوش مین ہر وقت درس معرفت دینے کے لیے طیار ہین، اُن کا لیکچر ہال فضا کی وہ وسعت ہے جسکی سطح الوان و اقسام کے عجائبات سے آراستہ اور چھت انواع و اقسام کے اجرام فلکیہ سے مرصع بجاے خود ایک درس عبرت اور خطبۂ موعظت ہے، سطح ارضی کی ہی رنگ برنگ کی خاک وہان کے اساتذہ و طلبا کا قابل فخر فرش و فرنیچر ہے- طلبا کے لیے باعث تحریص و تحصیل، قیود، خوف، نصاب، یا امتحانات کی سندون و ڈگریون کی بجاے اُنکا ذاتی و حقیقی شوق و ذوق اور اُنکے اساتذہ کی سچی محبت و شفقت ہے،

حقیقت یہ ہے کہ جب یورپ و امریکہ کی وہ گرانمایہ و فاضل ہستیان جنھون نے پرورش ہی آرام کرسیون، ریشمی گدون، قالینون او فاخرہ لباسون مین پائی ہے طوعًا و کرہًا نہین بلکہ بطیب خاطر شوق و ذوق سے سادہ لباسون مین ملبوس، خاک پر درختون کے نیچے جابجا بیٹھی ہوئی درس دیتی ہوئی نظر آتی ہین تو مدرسہ کی اس کامیابی پر تعجب

ہوتا ہے کہ کس طرح سے یہ پیدائشی و سیاہی کے امتیازات، اور علمی و مذہبی تعصبات کے
ہین کہ جو اہل یورپ کی پیدائشی خصوصیت و سرشت ہے کامیاب ہوگیا ہے،

طریق تعلیم وہی "املا" (یعنی لیکچرس) کا ہے جو قدیم زمانہ مین مسلمانون مین رائج تھا اور اوقات تعلیم بھی زمانۂ قدیم کی طرح جیسا کہ ہمنے ابھی بتلایا دُو حصون مین منقسم ہے اول ساڑھے سات بجے سے ساڑھے دس تک دوسرا دو بجے کے بعد سے چار تک، اور یہی اس ملک کے لیے موزون بھی ہے اسلیے کہ ہر ملک و قوم کی ترقی موقوف ہے اُسکے افراد کی علمی و ذہنی ترقی پر، اور علمی و ذہنی قابلیتون کے نشو و ارتقار کو اپنے پیدائشی ملک کی آب و ہوا سے بہت گہرا تعلق ہے، پس اگر کسی ملک کے افراد کی تربیت و تعلیم اور اُنکی ذہنی استعداد کی پرورش اُنکے ملک کی آب و ہوا کے لحاظ سے نہین کی گئی تو ظاہر ہے کہ نتیجہ بجاے اسکے کہ امید افزا اور کامیاب ثابت ہو، ملک مذکور کی ساری دماغی قابلیتون اور ذہنی ترقیون کے لیے مہلک ہوگا۔ آج منجملہ اُن دیگر مسائل کے کہ جو یورپ کے مدعیان تہذیب و تمدن کیجانب سے ہندوستان کی دماغی ترقیون اور ذہنی قابلیتون کے حقیقی نشو و ارتقار مین سد راہ ہوئے ہین ایک مسئلہ "اوقات تعلیم" بھی ہے،

قواعد وضوابط | تطویل کے خوف سے ہم اسکول کے قواعد وضوابط کو نظر انداز کرتے ہین اور صرف کالج کے قواعد وضوابط اور حالات کے بیان کرنے پر اکتفا کرتے ہین۔ ناظرین کرام اسکول کا بھی اسی سے اندازہ کرسکتے ہین کیونکہ اسکول و کالج کے قواعد وضوابط مین کوئی بین فرق نہین ہے۔

کالج کا نام "وسوا بھارتی" Visva-bharati ہے، اسمین ایک خاص رعایت جو سید مجتبےٰ علی کی زبانی معلوم ہوئی اور قواعد وضوابط مین درج نہین ہے یہ ہے کہ

اور کوئی نادار طالب علم ہو اور وہ صحیح ذوق علمی اور طلب صادق رکھتا ہو لیکن مدرسہ کی فیس نہ دے سکتا ہو تو اُسکو بصورت ضمانت بطریق قرض تعلیم دیجاتی ہے یعنی منتظمین کی رائے کے اتفاق سے ضمانت پر اُس سے ایک اقرارنامہ لکھوا لیا جاتا ہے کہ وہ بعد فراغت کالج کا روپیہ ادا کردیگا اور پھر کالج اُسکے اخراجات کا کفیل ہو جاتا ہے۔ قواعد و ضوابط حسب ذیل ہین،

۱- وسوا بھارتی صرف اعلے تعلیم کے لیے ہے اور صرف اُن ہی لوگون کی شمولیت کی اُسین امید کیجا سکتی ہے جو طلب علم کے لیے اپنے کو وقف کر سکین،

۲- وسوا بھارتی مین جو امتحانات وغیرہ ہوتے ہین اُنکو کوئی خاص اہمیت نہین ہے اور نہ اُسین کسی قسم کی سندین یا ڈگریان دی جاتین،

۳- طلبار کو زیادہ تر اپنی ہی کوششون پر بھروسہ کرنا ہو گا مگر وہ پروفیسرون سے ہمیشہ فوری مدد و ہدایت حاصل کر سکتے ہین،

۴- طلبار کو بعض معین کورس کے مطالعہ کی ترغیب دیجاتی ہے لیکن ساتھ ہی اُس کے اُنہین اجازت ہے کہ وہ دو یا دو سے زیادہ مضامین بھی اپنی استطاعت کے مطابق لے سکتے ہین،

۵- "واسطۂ تعلیم" بنگلہ زبان ہے سوائے یوروپین زبانون کے کہ وہ انگریزی زبان کے ذریعہ سے سکھائی جاتی ہین۔ اس قاعدہ سے بعض اوقات اساتذہ اور طلبا کی سہولت و آسایش کی موزونیت کے لیے انحراف بھی کیا جا سکتا ہے، ایک بنگلہ اور انگریزی جاننے والا طالب علم عموماً تمام اسباق اور لیکچرس مین شرکت کے قابل ہے،

۶- ادنیٰ سے ادنیٰ استعداد جو داخلہ کے لیے درکار ہے وہ کسی یونیورسٹی کا میٹریکولیشن

امتحان سے ہے لیکن یہ قاعدہ اُن اُمیدواروں کے لیے نظرانداز کیا جاسکتا ہے جو اپنی استعداد ثابت کر سکتے ہون،

۷- سردست تعلیم پانچ صیغون مین منقسم ہے،

(۱) زبان وادب

(۲) فلسفہ

(۳) تاریخ

(۴) آرٹس (فنون)

(۵) علم موسیقی

۸- صیغہ ادب و زبان مین اسوقت مندرجہ ذیل زبانون کی تعلیم کا انتظام ہے،

(۱) سنسکرت	(۸) میتھیلی Maithili
(۲) پالی	(۹) سنہالی Sinhalese.
(۳) پراکریت Prakrit	(۱۰) فرنچ
(۴) بنگالی	(۱۱) جرمنی
(۵) ہندی	(۱۲) گریک
(۶) گجراتی	(۱۳) لاطینی
(۷) مرہٹی	(۱۴) تبتی

۹- ہرایک کورس (نصاب) چھ سال کا ہے اور دو درجون مین منقسم ہے (۱) عمومی، (۲) خصوصی، جنمین سے ہرایک درجہ کی مدت تین سال کی ہے،

۱۰- جو طلبا ذیل کے مضامین مین تحقیقاتی کام کرنا چاہین اُنکے لیے خاص خاص آسانیان

بھم پہنچائی جاتی ہین،

(۱) سنسکرت (۴) ہندوستان کی تاریخ قدیم اعلیٰ ارتقاء

(۲) پالی (۵) فلسفہ بدھ مذہب،

(۳) پراکریت

۱۱- طلبار ایک عمدہ فراہم شدہ کتب خانہ سے مستفید ہو سکتے ہین جو سب کے لیے کھلا ہوا ہے کتب خانہ مین اب انڈالوجی (آثار ہندیہ) کے متعلق فرنچ زبان مین ایک پورا ذخیرہ موجود ہے،

۱۲- داخلہ سال مین صرف ایک مرتبہ جنوری مین ہوگا،

۱۳- دونون طبقہ کے طلبا (یعنی طبقۂ اناث اور طبقۂ ذکور کے) تمام ذاتون، برادریون اور عقیدون سے تعلق رکھنے والے داخل کیے جاتے ہین۔ طالبات کے لیے رہنے کا انتظام علحدہ ہے۔

۱۴- داخلہ کی فیس ۵ روپیہ اور ماہواری فیس ۲۵ روپیہ ہے جسمین بورڈنگ ٹیوشن وغیرہ کی فیس شامل ہے،

۱۵- طلباء کی ایک قلیل تعداد کے لیے ایک ماہر معلم کے زیر نگرانی عملی زراعتی تعلیم کا اہتمام بھی کر دیا گیا ہے،

۱۶- پروفیسر سلوین لیوی ایک فرنچ عالم نے ذیل کے مضامین پر لیکچر دینا شروع کر دیا ہے،

(ا) قدیم ہندوستان کے تعلقات اپنے قرب وجوار کے ممالک سے۔ ہر ہفتہ کے دن،

(ب) بدھ مذہب کا اثر قدیم دنیا پر۔ ہر یکشنبہ کے دن۔

اسلیے پروفیسر مذکور کے تحت مین جو طلبا تحقیقاتی کام کرنا چاہتے ہون، ان سے

در خواستین فوراً مطلوب ہین

۷- ہر قسم کی خط و کتابت بنام پرنسپل وسوا بھارتی - سانتی نیکیتان (بنگال) ہونا چاہیے،

علمیا اشاف کالج کا علمیا اشاف مندرجہ ذیل پروفیسرون اور منتظمون سے مرکب ہے،

(۱) مسٹر بدھو شنکر شاستری - ایم اے - یہ کالج کے پرنسپل ہین ژندی زبان کے ماہر ہین اور سنسکرت زبان کے پنڈت ہین،

(۲) ڈاکٹر رابندرو ناتھ ٹیگور، بنگالی اور انگریزی زبان کے ادب کی تعلیم دیتے ہین،

(۳) شادر مہاگیش رگرو مہلا بیر، انکی عمر ساٹھ سال کی ہے پالی زبان کے ماہر ہین، انکی پیدایش سیلون کی ہے بادشاہ سیام کے اُستاذ ہین،

(۴) پروفیسر سلوین لیوی Sylvain Levy یہ فرانس کے ایک مستشرق ہین جرمنی کی اسٹراسبرگ یونیورسٹی Strassburg کے پی ایچ ڈی ہین، جرمنی، فرنچ، انگریزی، اطالوی، گریک، لاطینی، چینی، جاپانی، تبتی، اور سنسکرت زبانون کے ماہر ہین - علم تاریخ مین انہین یدطولی ہے، ڈاکٹر ٹیگور انہین اپنے مدرسہ کے لیے گذشتہ سفر یورپ مین فرانس سے اپنے ساتھ لائے ہین - ڈاکٹر ٹیگور سے یہ آجکل بنگلہ زبان پڑھتے تھے،

(۵) مامی لیوی Mame Levy یہ فرنچ زبان کے پروفیسر ہین،

(۶) سی ایف اینڈریوز C. F. Andrews ایم اے - اخباری دنیا انسے بخوبی واقف ہے یہ ڈاکٹر ٹیگور کے شاگرد رشید ہین مدرسہ مین انگریزی کی تعلیم دیتے ہین بنی نوع انسان کی ہمدردی مین عموماً اور ہندوستان کی ہمدردی مین خصوصاً انکے کثرت سے معرکۃ الآرا مضامین اخبارون مین نکل چکے ہین جو غالباً ناظرین کی نظر سے

مقرر ہوگئے،

(۷) ڈبلوڈبلو پرسن (W. W. Pearson) ایم اے (کینٹب) یہ انگریز ہین اور انگریزی کی تعلیم دیتے ہین، ہم نے انہین نہایت سادہ لباس مین ایک درخت کے نیچے خاک پر بیٹھا ہوا طلبا کو پڑہاتے ہوئے دیکھا ہے جو ہمارے لیے ایک نہایت موثر منظر تھا،

(۸) ڈاکٹر بے (D. Bay) پی ۔ ایچ ڈی ۔ (برلن) انکی پیدایش جرمنی اور روس کی سرحد کی ہے ۔ برلن یونیورسٹی کے پی ۔ ایچ ڈی ہین ۔ مدرسہ مین یہ کیمسٹری کے پروفیسر ہوکر آئے ہین، فرنچ، جرمن، انگریزی ۔ جیکوسلافی، اور روسی زبانون کے ماہر ہین،

(۹) ڈاکٹر مس کرامش (Drs. Kramish.) یہ ایک لیڈی ہین ۔ کریٹک آرٹ (Critic art) کی ماہر ہین اور مدرسہ مین اسی کی معلمہ ہین؛

(۱۰) مسٹر مارس (Mr. Morris) ۔ بی ۔ اے ۔ یہ بمبئی یونیورسٹی کے بی ۔ اے اور پارسی ہین فرنچ اور انگلش جانتے ہین ۔ مدرسہ مذکور مین معلم ہین،

(۱۱) اے ۔ لکشمن راؤ (A. Luckshaman Rao) بی ۔ اے یہ بھی انگریزی کے معلمین مین سے ایک ہین،

(۱۲) فنندرا ناتھ بوس (F. N. Bose) یہ کلکتہ یونیورسٹی کے ایم اے ہین اور مدرسہ مذکور مین تاریخ کے پروفیسر ہین،

(۱۳) بھم راؤ شاستری (Bhim Rao. S.) یہ ریاست میسور کے ہین اور ہندی علم موسیقی کے معلم ہین،

(۱۴) دیوندر ا ناتھ ٹیگور (Devendra. N. Tagore) یہ ڈاکٹر ٹیگور کے عزیز ہین اور مدرسہ مین بنگالی علم موسیقی کے پروفیسر ہین،

(۱۵) نندلال باسو (N. L. Basu) } یہ دونون صاحبان نڈین آرٹ کے ماہر ہین،
(۱۶) است کمار ہلدر (A. K. Haldar) } تصویرکشی ونقاشی وغیرہ مین اسلے دستگاہ رکھتے ہین اور اسی کے مدرسہ مین پروفیسر ہین،

(۱۷) مسراجی (Misraji) یہ سنسکرت زبان کے پنڈت ہین اور سنسکرت کی تعلیم دیتے ہین،

(۱۸) نرسنگ جی بیٹھل بھائی، یہ گجراتی زبان کے پروفیسر ہین،

(۱۹) کیتی موہن سین۔ یہ بنگلہ اور سنسکرت زبان کے معلم ہین،

(۲۰) ڈاکٹر ایلمہرسٹ (Dr. Elmherst) بی۔ ایس سی۔ یہ امریکہ کے بی۔ ایس سی ہین اور علم زراعت کے ماہر ہین، مدرسہ مذکور مین طلبا کو زراعت کی عملی تعلیم دیتے ہین،

عمارات

مدرسہ مین علاوہ یورپین اساتذہ کے خاص خاص بنگلون اور بورڈنگ کے مندرجہ ذیل عمارات قابل ذکر ہین،

کتب خانہ یہ ایک مختصر سی عمارت ہے جسین دنیا کی مختلف زبانون کے لٹریچر، فلسفہ، اور ہندوستان کی قدیم تاریخ کے متعلق اچھا مواد جمع ہے، لٹریچر مین زیادہ تر انگریزی، سنسکرت اور بنگلہ زبانون کے متعلق کتابین زیادہ ہین۔ افسوس کہ فارسی وعربی ادب کے متعلق کہ جس سے تعلق رکھنے والے سات کرور انسان ٹیگور کی ہمسائگی مین بستے ہین اور

کے متعلق بار بار موجودہ عہد اتفاق و اتحاد کی تقریرون اور تحریرون مین دہرایا جاتا ہے کردہ
ہندوستان کا دوسرا ہاتھ ہین ایک بھی کتاب نہین۔ جب عاجز نے اسکے متعلق منتظمین سے دریافت
لیا تو صرف دو تین فارسی کی تاریخی ایشیاٹک سوسائٹی کی شائع کردہ کتابین اور دو ایک
شعراء تذکرے جنہین ڈاکٹر براؤن نے شائع کیے ہین سامنے لاکر رکھدیے گئے اور عربی کی ایک
بھی کتاب نہ تھی۔ مدرسہ مین جو علمی رسائل انگریزی، فرنچ اور جرمن زبان کے امریکہ اور
یورپ سے آتے ہین وہ بھی اسی کتب خانہ کے ریڈنگ روم مین طلبار وغیرہ کے مطالعہ
کے لیے موجود رہتے ہین۔ اسی سے ملحق ایک چھوٹا سا کتب خانہ اور ہے جو طلبار کی ایک
انجمن سے تعلق رکھتا ہے، اسمین زیادہ تر انگریزی لٹریچر کی کتابین ہین۔ منتظمین کی زبانی یہ
بھی معلوم ہوا تھا کہ سلطنت جرمنی سے تین ہزار کتابین اور فرانس سے ڈہائی ہزار کتابین
کہ جو ہر دو حکومتون نے ڈاکٹر ٹیگور کو اُنکے گذشتہ سفر یورپ مین ہدیۃً پیش کی تھین کتب خانہ
مین آنے والی ہین،

آرٹ گیلری | یہ بھی ایک مختصر سی دو منزلی عمارت ہے جسمین اوپر کی منزل پر ہاتھ کی بنائی ہوئی
نہایت اعلیٰ رنگ دار تصاویر، مناظر و نقشے وغیرہ موجود ہین۔ ڈاکٹر ٹیگور کے ہاتھ کی بھی
اسمین عمدہ عمدہ تصاویر ہین۔ اس آرٹ گیلری کا مقصد زیادہ تر قدیم ہندوستانی آرٹ کو
زندہ کرنا ہے، چنانچہ ریاست گوالیار سے اعلےٰ اعلےٰ نمونے نقاشی کے کہ جو وہان کے غارون
مین پتھرون پر کندہ تھے نقل کرکے یہان پر لائے ہین، غرضیکہ ذخیرہ نہایت عمدہ اور بلند
پایہ ہے اور اب یورپ کے ارباب فنون کو اپنی جانب کھینچنے لگا ہے۔ اس عمارت کے نیچے
کی منزل مین مسٹر اینڈریوز (C. F. Andrews) رہتے ہین،

عبادت گاہ | عمارات مین سب سے زیادہ اہم جو ایک اجنبی کے لیے جالب نظر و توجہ

ہوسکتی ہے وہ وہان کی عبادتگاہ ویامندر ہے جو اپنی طرز مین بالکل جدید ہے۔ یہ عمارت صرف ایک کمرہ اور ایک برج پر مشتمل ہے جو سطح زمین سے تقریبًا چار فیٹ کی کرسی پر تمام دیگر عمارتون سے بالکل علحدہ ایک احاطہ کے اندر بنی ہوئی ہے، اس کمرہ اور برج کے اوپر اور ہر چہار طرف رنگ برنگ کے شیشے لگے ہوئے ہین تاکہ روشنی کافی مقدار مین اندر پہنچ سکے، ہر دوشنبہ کو اسمین علی الصباح عبادت ہوتی ہے، تمام طلبا اور اساتذہ لزومًا اس مین شامل ہوتے ہین۔ عبادت کا طریقہ یہ ہے کہ علے الصباح گھنٹہ بجادیا جاتا ہے اور تمام اساتذہ و طلبا اُسکو سنکر سفید چادرین اوڑھے ہوئے اُسمین جمع ہوجاتے ہین۔ سب سے پہلے اللہ تعالی کی حمد کے گیت بنگلہ زبان مین گائے جاتے ہین اس کے بعد سب خاموشی کے ساتھ کچھ عرصہ کے لیے مراقبہ، تفکر و تصور مین مشغول ہوتے ہین پھر اُسکے بعد ایک اُستاذ اللہ کی تعریف مین اور اُسکے احسان و انعام، اُسکی مخلوقات اور صنائع و بدائع عالم مین غور و فکر کرنے کے متعلق وعظ کہتا ہے اور سب خاموشی کے ساتھ اوسے سُنتے ہین، اسکے بعد جلسہ برخاست ہوجاتا ہے،

اسی عبادت گاہ سے کچھ فاصلہ پر ایک درخت ہے۔ اس درخت کے نیچے ٹیگور کے والد مراقبہ کیا کرتے تھے۔ اب اسکے نیچے ٹیگور نے ایک خوشنما چبوترہ بنا دیا ہے،

ٹیگور کا مکان ان ہی عمارتون مین ٹیگور کا مکان ہے جو دومنزلہ بنا ہوا ہے۔ اس مکان کے گرد اقسام و انواع کے درخت و پھلواری لگی ہوئی ہے اسمین ہندوستان کی وہ ہستی رہتی ہے کہ جسنے اپنی شاعرانہ قابلیت سے تمام دنیا کو مسخر کرلیا ہے۔ افسوس کہ جس زمانہ مین ہم وہان پہونچے اوسوقت ٹیگور کہین باہر گئے ہوئے تھے،

ٹیگور جسوقت یہان موجود رہتے ہین تو وہ بھی طلبا کے ساتھ علی الصباح اُٹھتے ہین،

بسا اوقات اُن سے بھی پہلے اور غسل وغیرہ کرکے مراقبہ کرتے ہین کھانا تمام طلبا کے ساتھ کھاتے ہین۔ اُنھین چہل قدمی اور کھیتی کا بہت شوق ہے۔ طلبا اور اساتذہ کو ہفتہ مین ایک مرتبہ اپنے وعظ سے مستفید فرماتے ہین۔ بچون سے بے انتہا انس و محبت رکھتے ہین، چنانچہ ایک قصہ مشہور ہے کہ ایک چھ برس کا بچہ اُنکے زانون پر بیٹھا ہوا اُنکی داڑھی سے کھیل رہا تھا اُسنے یکایک اُنسے کہا کہ "آپ تو کثرت سے شعر کہتے ہین، مجھے کیون نہین سکھلاتے کہ مین بھی آپ کی طرح کہنے لگون" اسپر ڈاکٹر ٹیگور نے نہایت ہی محبت و تلطف کے ساتھ اُس سے کہا کہ "بٹیا! اس بوجھ کا اُٹھانا بہت مشکل ہے بلکہ بارہا مین نے اسکو محسوس کیا ہے کہ مین خود بھی اُس کا مستحق نہین ہون پس مین نہین چاہتا کہ یہ بار تجھ پر ڈالون خصوصاً جبکہ تو بہت کمسن ہے،" اسپر اُس بچہ نے نہایت حاضر جوابی سے جواب دیا کہ "تب مین خود تنہا شعر کہنے کی کوشش کرونگا" اور اُس کے بعد سے وہ شعر کہنے لگا جو وقتاً فوقتاً شانتی نیکیتان کے بنگلہ رسالہ[1] مین نکلتے رہے ہین،

ٹیگور کو مطالعہ کا بے انتہا شوق ہے کتابون، علمی رسالون وغیرہ کا مطالعہ کثرت سے کرتے رہتے ہین، اور ہر مہینہ مین علم ادب، فلسفہ، اقتصادیات، سیاسیات، اجتماعیات اور تاریخ کی بہترین و مفید کتابین خریدتے ہین اور اُنکا مطالعہ کرنے کے بعد شانتی نیکیتان کے کتب خانہ مین دیدیتے ہین جہان اساتذہ اور طلبا اُنکا مطالعہ کرتے ہین،

---

[1] پہلے مدرسہ مذکور سے "شانتی نیکیتان" نامی ایک ماہوار رسالہ بھی بنگلہ زبان مین نکلتا تھا جس مین ڈاکٹر ٹیگور، دیگر اساتذہ اور طلبا کے علمی و ادبی مضامین نکلتے رہتے تھے مگر اب یہ بعض مالی مشکلات کیوجہ سے سردست بند ہوگیا ہے،

خاتمہ

یہ تو مدرسہ "شانتی نیکیتان" کے وہ حالات تھے جنہین ہم نے وہان پر پہونچکر دیکھ
اور سنا اب ہم آیندہ اسکے نتائج پر تاریخی اور مذہبی پہلو سے نظر ڈالینگے، مدرسہ مذکور
اسوقت علاوہ اسکول کے طلبار کے تقریبًا سو سوا سو طلبا ہین جن مین دنیا کے بعض
دور دراز گوشون کے طلبا بھی شامل ہین، زیادہ وغالب عنصر بنگالی طلبا کا ہے۔ صو
بنگال مین مسلمانون کی آبادی باوجود زیادہ ہونے کے صرف دو طالب علم یہا
مسلمان ہین۔ ایک اسکول مین ہے اور ایک سید مجتبےٰ علی کالج مین،

مترجمات

کتبخانۂ اسکندریہ

مترجمہ جناب عبدالمجید صاحب صدیقی متعلم جامعہ عثمانیہ حیدرآباد

مسٹر بٹلر ایک انگریز مصنف نے "عرب فتح مصر" (The Arab Conquest of Egypt) کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے اور اسمین کتبخانۂ اسکندریہ کے جلانے کی نسبت مسلمانون کی طرف جو کیجاتی ہے اسکی نہایت سختی سے تردید کی ہے، آج سے دس بارہ برس پہلے الندوہ کے صفحات مین ایڈیٹر معارف کے قلم سے مسٹر بٹلر کے دلائل کی تلخیص شایع ہوئی تھی جسمین ابن ندیم کی کتاب الفہرست کو مسٹر بٹلر کی تائید مین پیش کیا گیا تھا لیکن اب تک مسٹر بٹلر کے خیالات کا بعینہ ترجمہ اردو مین شایع نہین ہوا تھا، خیال مین تھا کہ کسی فرصت کے موقع پر اسکو اُردو کا جامہ پہنایا جائے ہم صدیقی صاحب کے ممنون ہین کہ انھون نے اس ضروری کام کو خوش اسلوبی سے انجام دیدیا، اسی کے ساتھ جامعہ عثمانیہ کو بھی مبارکباد دینا چاہتے ہین جو اپنے فرزندون مین علم کی خدمتگذاری کا یہ شوق و ذوق پیدا کر رہی ہے، غالباً یہ جامعہ کی علمی خدمت کی پہلی قسط ہے جو معارف کے ذریعہ سے جمہور کی خدمت مین پہنچ رہی ہے، (معارف)

مدت سے یہ سوال متنازع فیہ ہے اور جسپر بڑی شد و مد سے بحثین ہوئی ہین کہ آیا عربون نے اسکندریہ پر قبضہ کرنے کے بعد کتب خانہ کو جلایا یا نہین، لیکن اسقدر بحث مباحثہ کے بعد بھی یہ

بحث اسی طرح تشنہ ہے، اور علما مین اسکے متعلق اب بھی وہی اختلاف آراہے جو پہلے تھا چونکہ ہمارا مقصد یہ ہے کہ اس شہر کی فتح کے متعلق بحث کرین، اسلئے اس بحث پر بھی غور کرنا ضروری ہے کتب خانۂ اسکندریہ کے متعلق جو حکایت مشہور ہے اور جو ابوالفرج سے منسوب کیجاتی ہے وہ حسب ذیل ہے:-

کہا جاتا ہے کہ اس زمانہ مین ایک شخص تھا جس نے مسلمانون مین بڑی شہرت پائی تھی اور جسکا نام جان دی گرامیرین (یحیی النحوی) تھا، یہ اسکندریہ کا باشندہ تھا، اور پہلے بظاہر قبطیون کا مذہبی مقتدا تھا مگر بعد مین بابل (مصر) کے پادریون کی ایک مجلس نے اسپر کفر کا فتوی لگایا اور اسکے عہدہ سے اُسے معزول کردیا، یہ شخص اس زمانہ تک زندہ رہا جبکہ عربون نے اسکندریہ فتح کرلیا، اور حضرت عمروؓ بن العاص فاتح مصر سے ملا، چونکہ عمروؓ خود نہایت عجیب دل ودماغ کے آدمی تھے جان کی ذہانت اور معلومات کے معترف ہوگئے، عمروؓ کی ان مراعات سے جرات پاکر ایک روز جان نے عرض کیا کہ تم نے تمام شہر کی چھان بین کرلی اور ہر قیمتی چیز پر اپنی مہر لگادی، مین کوئی چیز ایسی تم سے طلب نہین کرتا جو تمہارے لئے مفید ہو، مگر جو چیزین تمہارے لئے بیکار

سلہ (Ed Po Cock صفحہ ۱۱۲ Yeet صفحہ (۱۸۰) رناڈٹ (Renadot) کا خیال ہے کہ یہ حکایت بالکل بے بنیاد ہے، گبن نے اسپر اختصاراً بحث کی اور ماننے سے انکار کردیا، پوکوک صرف ابوالفرج کے عربی اقتباس کا ترجمہ کرتا ہے، رسالہ نائینٹینتھ سنچری Nineteenth Century کے اکتوبر ۱۸۹۴ء کے نمبر مین ایک مضمون ہے جسمین ویسودیوا (Vesudeoa) نے اس مسئلہ پر بحث کی ہے، صفحہ ۵۶۰ پر وہ کہتا ہے کہ وہ حکایت اصلی شامی زبان مین نہین ہے بلکہ بعد کی گھڑت ہے تاہم اقتباس تو ابوالفرج ہی کا لکھا ہوا ہے، گھڑت نہین ہے، اس مضمون کی بنیاد تحقیقات پر مبنی نہین ہے بلکہ ایک رائے ہے، اسلئے کوئی قابل وقعت نہین ہے،

مین جو تحکم ہے کہ میرے لئے کارآمد ثابت ہون" عمرؓو نے جواب دیا کہ کس چیز کے متعلق تمہارا یہ خیال ہے؟ جان نے کہا "وہ علمی کتابین جو شاہی خزانہ مین محفوظ ہین"، اسکا عمروؓ نے یہ جواب دیا کہ یہ ایسی بات ہے جسکے متعلق مین بغیر خلیفہ کے حکم کے کچھ نہین کہہ سکتا" حضرت عمروؓ بن العاص نے ایک خط خلیفہ کی خدمت مین روانہ کیا اور اسکے متعلق حکم طلب کیا جسکا جواب یہ آیا کہ جن کتابون کے متعلق تم نے ذکر کیا ہے اگر وہ کتاب اللہ کے موافق ہین تو پھر انکی کوئی ضرورت نہین ہے اور اگر مخالف ہین تو لغو ہین، اسلئے انکو تباہ کر دو، اس فرمان کے وصول ہونے کے بعد عمروؓ نے ان کتابون کو اسکندریہ کے حماموں مین تقسیم کرنے کا حکم دیا تاکہ وہ پانی گرم کرنے کے لئے بطور ایندھن کام مین لائی جائین چھ مہینون مین یہ کتابین ختم ہوئین"، قصہ کے اخیر مین مصنف صاحب فرماتے ہین کہ ناظرین اسکو پڑھکر حیرت کرینگے۔

یہی حکایت ہے جو عربی زبان مین ہمارے سامنے پیش ہوتی ہے، ابوالفرج نے اپنی کتاب تیرہوین صدی کے نصف ثانی مین لکھی ہے مگر اس حکایت کے متعلق یہ نہین بتلایا کہ اسکا ماخذ کیا ہے، لیکن چودہوین صدی کے شروع مین ابوالفدا اور آخر مین مقریزی[1] نے اس حکایت کو اپنے یہان نقل کیا ہے، یہ سچ ہے کہ عبداللطیف نے جو بارہوین صدی مین گذرا ہے، ضمناً کتبخانہ کی افسردگی کے متعلق تذکرہ کیا ہے کہ حضرت عمرؓ کے حکم سے عمل مین آئی، مگر اسکی کوئی تفصیل نہین کی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے اس قصہ کو مسلمہ سمجھ لیا تھا، عبداللطیف کے اس

---

[1] عبداللطیف کے مانند یہ مصنف بھی تلمیح کے طور پر حکایت کو پیش کرتا ہے، اسکا خیال ہے کہ وہ بات مسلمہ ہے، سیرابیم کا ذکر کرتے ہوے وہ کہتا ہے کہ بعض لوگ یہ خیال کرتے ہین کہ ان ستونون پر ارسطو کے پورچ (Porch) کی عمارت تھی جہان فلسفہ پڑھایا کرتا تھا، یہ ایک درسگاہ تھی، اسمین کتب خانہ تھا، اسکو خلیفہ حضرت عمرؓ کے حکم سے عمروؓ بن العاص نے جلا دیا (قطعات جلد (۱)، صفحہ (۱۵۹))

اشارہ سے پتہ چلتا ہے کہ اسکے زمانہ مین یہ روایت مشہور تھی کہ اسکندریہ کی فتح کے چار سے پانسو سال کے بعد تک اس حکایت کا کوئی تحریری وثیقہ نہین پایا جاتا اور اسکے علاوہ جان آف نیکیو ([illegible]) سے ابو صالح تک جتنے مصنف گذرے ہین اُنکی خاموشی اس قصہ کے راز کو فاش کئے دیتی ہے،

اسمین کوئی شک نہین کہ یہان یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ قصہ بطور روایات کے کئی سو سال تک سینہ بسینہ رہا ہوگا، اور یہ بات اسکی اچھی طرح تائید کرتی ہے کہ آج کے دن تک یہ روایت قبطیون مین جاری ہے صرف اسقدر اختلاف ہے کہ وہ چھ مہینہ کے بجائے جلنے کے ستر دن بتاتے ہین، تاہم یہ کہنے کے لئے کوئی گنجائش نہین ہے کہ یہ روایت ابو الفرج سے پرانی ہے، یا یون کہا جائے کہ اگرچہ یہ حکایت عوام مین مشہور تھی لیکن یہ ممکن ہے کہ اسے زمانۂ وسطی کے مصنفین نے اخذ کیا ہو، اسکو نہ کوئی ثابت کر سکتا ہے اور نہ اس سے انکار ہی کر سکتا ہی مگر اسمین اسقدر اعتراضات پیدا ہوتے ہین کہ وہ بالکل خلاف واقعہ معلوم ہوتا ہے،

ہمکو چاہیئے کہ اس قصہ کو اصلی صورت مین رکھکر اسپر غور کرین، اس سے انکار نہین ہو سکتا کہ یہ قصہ دلچسپ ہے، اور حضرت خلیفہ عمرؓ کے جواب مین ٹھیک مشرقی رنگ پایا جاتا ہی یہی جواب حقیقت مین اس قصہ کا زبردست ترین نکتہ ہے اگر بد قسمتی سے یہی جواب حضرت عمرؓ کا ایران کی کتابون کی تباہی[1] کے ساتھ بھی وابستہ کیا جاتا ہے، جسطرح مسلمان مورخین نے دوسرے

[1] پروفیسر بری کا مؤلفہ گبن کا اڈیشن دیکھو جلد ۵ صفحہ ۴۵۴ جسمین حاجی خلیفہ ابن خلدون کو بطور سند کے پیش کرتا ہے، مین یہ بھی کہہ سکتا ہون کہ بت پرست ایرانیون کی کتابون کے ساتھ مسلمانون کے جذبات وہ نہین ہو سکتے جو عیسائیون کی کتابون کے ساتھ تھے کم سے کم ابتدائی زمانہ مین مسلمانون کو یہ بات گوارا نہین تھی کہ خدا کے تحریری نام کو ملیا میٹ کرین،

مین دیجاسکی دو نون سے متعلق تھے، محاصرہ اسکندریہ پر چسپان کیا ہے، جیسے عمروکا قید ہونا اور
وہان پر انکی شخصیت کا اظہار اور بروقت جرأت کی وجہ سے موت سے بچ رہنا بیان کیا جاتا ہے
ممکن ہے کہ اسی طرح یہ حکایت بھی کتبخانۂ اسکندریہ کے متعلق اختیار کیگئی ہو، یہ ہوسکتا ہو کہ کوئی
غیر متعلق بنیاد ہو جسپر یہ قصہ گھڑ لیا گیا ہو، چنانچہ حضرت عمرؓ کا شوخ اور بدنما جواب اسکی دلیل
ہوسکتا ہے، لیکن اس قصہ مین دو اور ایسے اجزا ہین جو تنقید کے سامنے کافور ہوجاتے ہین،
اگر ہم ایک لمحہ کے لئے یہ تسلیم کرلین کہ کتبخانہ کی تباہی جسطرح بیان کیجاتی ہے درست ہے تو ہمکو
یہ ماننا پڑتا ہے کہ ان کتابون کو اسی اونچے مقام مین رکھکر تماشہ خیز آگ پیدا کرنے کے بجاے
وہ ٹوکرون مین رکھکر شہر مین بڑی مشقت سے بھیجی گئین، اور پھر اس جانفشانی سے بیشمار حامون
مین تقسیم کی گئین، اور چھ مہینہ تک وہ بجاے ایندھن کے کام مین آئین، یہ تمام لغویات کا ایک سلسلہ ہے
اگر واقعی کتابون کو جلا دینا منظور رہتا تو اسی جگہ جلا دیجاتین۔

اگر عمروؓ نے اپنے دوست فلاجونس کو دینے سے انکار کر دیا تو اسکی کیا وجہ تھی کہ اس نے
انہین جلانے کی خاطر شہر کے حامون کے منتظمین کے حوالہ کر دیا، اگر یہ بھی تسلیم کرلین کہ وہ حامون مین
تقسیم کی گئین تو اس چھ مہینہ کے عرصہ مین جو ان کتابون کے جلنے کی مدت بیان کی جاتی ہے،
وہان فلاپونس یا کوئی اور شخص معمولی دام دیکر بہت سی کتابین بچا سکتا تھا، اسکے علاوہ ایک اور
قابل اعتراض یہ ہے کہ ساتوین صدی مین مصر مین متعدد کتابین بھیڑ کے چمڑے پر[1] لکھی جاتی تھین

[1] ڈاکٹر گرینفیل اور ڈاکٹر ہنٹ اس مشہور راے کے خلاف یہ کہتے ہین کہ گو قبطی لوگ بھیڑ کا چمڑا استعمال
کرتے تھے، مگر جس زمانہ تک مصر مین یونانی زبان مین تحریر ہوتی تھی کتاب کی شکلون مین کاغذ کا استعمال
ہوتا تھا دیکھو (Oxyrhynchus papyri) جلد ۲ صفحہ ۲، ۳ - اسلئے بہ ظاہر اس کتبخانہ مین
بہت سی قدیم کتابین بھیڑ کے چمڑے پر ہونگی۔

بھلا یہ کسطرح ممکن ہے کہ چیز کا چمڑا ایندھن کی طرح جل سکے، ایک خلیفہ تو کیا تمام خلیفون کے اکٹھے احکام بھی اسکو اسطرح نہین جلا سکتے، اسلئے سوال یہ ہے کہ ان قلمی کتابون کا آخر کیا حشر ہوا اور ان چمڑے پر لکھی ہوئی کتابون کو منہا کرنے کے بعد کسطرح ہم اس نتیجہ پر پہنچ سکتے ہین کہ باقی کتابین اسکندریہ کے ۴۰۰۰ حمامون کو ۱۸۰ دن کے لئے گرم رکھ سکتی ہین، اسلئے یہ قصہ مطبوعہ مصنف کے قول کے مطابق بیشک ناظرین اُسکو پڑھین گے اور حیرت کرینگے۔

لیکن یہ اعتراض ہونا ممکن ہے کہ اس واقعہ کے بے بنیاد ہونے مین ان جزئیات پر غیر معمولی زور دیا جاتا ہے اور یہ کہ تفصیلات کو بیکار ثابت کرنے کے بعد بھی آتش زدگی کے اصلی واقعہ کو کالعدم نہین کیا جا سکتا، اسلئے صرف اندرونی تنقید پر اکتفا کرنا فضول ہے اور ہمکو چاہیئے کہ آگے بڑھکر بیرونی دلائل کی ٹوہ لگائین کہ کہانتک وہ اس واقعہ کی تائید یا مخالفت کرتے ہین، اس حکایت مین دو باتین نہایت اہم ہین یعنی اسکندریہ کی فتح کے وقت کتبخانہ اور جان فلاپونس (یحیی نحوی) موجود تھے یا نہین، جان (یحیی) کے متعلق تو یہ بات بالکل ثابت ہے کہ وہ ۶۴۲ء مین زندہ نہین تھا، اس امر کی تصدیق کے لئے تمام ثبوت کا یہان بیان کرنا ضروری معلوم نہین ہوتا، جان کی تصانیف سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یا تو اس نے جسٹینین کی تخت نشینی یعنی ۵۲۷ء سے پہلے یا اگر نہین تو ۵۴۰ء مین[۲] اپنی کتابین لکھی ہین، اور اگرچہ یہ

[۱] مین نے پہلی ہی صفحہ ۳۴۰ پر بتلایا ہے کہ یہ تعداد جسکو مسلمان مورخین نے لکھا ہے مبالغہ آمیز ہے تعداد بہت کم ہوگی، ابوالفرج کا بیان ہے کہ معمولی علم حساب کی آزمائش کے مقابلہ مین بھی نہین ٹھہر سکتا،

[۲] اس سلسلہ مین مین نے پہلے ناک کی طرف اشارہ کیا ہے لیکن واقعات Diot cheat Bog مین وضاحت کے ساتھ بیان کئے گئے ہین، اس سے اس بات کا ثبوت گو قطعی نہین مگر ایک حد تک ملتا ہے کہ جان چھٹی صدی مین تھا، اگرچہ اسکے خلاف بہت سوادہ ہے چنانچہ فرنٹیس کا (بقیہ برصفحہ آیندہ)

ممکن ہے کہ وہ ساتوین صدی کے اوائل تک زندہ رہا ہو، لیکن اگر وہ ۶۴۲ء مین زندہ تھا
تو اسوقت اسکی عمر ۱۲۰ سال سے کم نہین ہوسکتی، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عمروؓ کے اسکندریہ
داخل ہونے کے ۳۰ یا ۴۰ سال پہلے ہی جان کا انتقال ہوگیا تھا،

خود کتبخانہ اسوقت موجود تھا یا نہین، ایک ایسا سوال ہے جو بجاے خود بہت دلچسپ ہے
اور اسکا حل کرنا اشکال سے خالی نہین جیساکہ اچھی طرح محقق ہے، مشہور ترین اور قدیم ترین کتبخانہ
شہر اسکندریہ کے حصہ بروکئان مین واقع تھا، اگر بطلیموس سوٹر ہی وہ شخص ہے جسکے دل مین
دنیا کی ادبیات کے وسیع مجموعہ کو جمع کرنے کا خیال پیدا ہوا، اور اس نے واقعی کسی کتبخانہ
کی بنیاد رکھی ہے تو اسکی باقاعدہ تکمیل اور تنظیم اسکے جانشین فلادلفس کے ہاتھ سے ہوئی، جس

(بسلسلہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اقتباس گبن نے نقل کیا ہے، جو ۶۱۸ء کا ہے اور اسکے علاوہ وہ بیان نائیس فورس
(Nicephorus) کی طرف منسوب ہے، جس سے وہ جان جارج آف پیسیڈا (Pisida)
کا معاصر بتایا جاتا ہے جو ہرا قل کے زمانہ مین تھا، یہ نیس فورس صاحب کیالسٹس Callistus مین جنکی
تصنیف چودہوین صدی کی ہے اور یہ کوئی مستند شخص نہین ہین، مگر مین کہونگا کہ اسکا غلط اقتباس دیا جاتا ہے
مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمام نظریہ کے خلاف کہ جان فلاپونس ۶۴۲ء مین زندہ تھا وہ اپنی شہادت پیش کرتا ہے
کیونکہ جان کو ڈیاکورس گیس اور انطاکیہ کے سیورس سے ملاقات تھی، جس عبارت سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے
اسکی سیاق و سباق سے معلوم ہوتا ہے کہ جان جارج آف پیسیڈا کا معاصر نہین تھا، جب مین نے پڑھا تو
معلوم ہوا کہ لینٹس مونکس کا معاصر ہے اور یہ شخص ساتوین
صدی کی ابتدا مین مرگیا، اسکندریہ کے اسقفون کی اس نے جو فہرست دی ہے، وہ پولوجیس ۶۰۷ء پر
ختم ہوتی ہے، لینٹس مونکس کے الفاظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب اس نے اپنی تصنیف لکھی ہے
اسوقت جان مرچکا تھا۔

مکان مین یہ کتابین تہین وہان عالیشان عمارات کے مجموعہ کا ایک حصہ معلوم ہوتا ہے، جسکو موزیم یعنی نمائش[۵۱] گاہ کہتے تھے، اسٹریبو کا بیان ہے کہ نمائش گاہ شاہی محل سے متصل تھی اور یہ اسقدر وسیع تھی کہ تمام شہر کے رقبہ کا ایک چوتہائی حصہ اسمین آگیا تہا، اسمین ایک مرکزی ہال اور اسکے گرد ایک غلام گردش اور کمرے تھے، یہان طبی مدرسہ اور علم الابدان، جراحی، ریاضیات، علم ہیئت، قانون اور فلسفہ وغیرہ کے مدارس کی عمارتون مین بھی راستہ جاتا تہا، اسکے ساتھ ایک باغ بھی ملحق تہا، جسمین نباتی تجربات کے لئے ایک باغچہ اور ایک رصدگاہ[۵۲] بھی اور وہ تمام چیزین بھی تہین جو ایک یونیورسٹی کے لئے ضروری ہین، نمائش گاہ کی ساخت کی نوعیت اور کتبخانہ کا ٹہیک محل وقوع بتانا مشکل ہے، سچ تو یہ ہے کہ ابتک نمائش گاہ کے موقع و محل کے متعلق بھی کوئی اتفاق آرا نہین ہے، اسٹریبو کتبخانہ کے متعلق بالکل خاموش ہے، حالانکہ اسکی شہادت اس امر کے متعلق کہ بعض مورخین کا خیال ہے کہ سنہ ۴۸ ق م مین اسٹریبو کے آنے سے چند سال پہلے یہ کتب خانہ آگ کے نذر ہوگیا بیش بہا ثابت ہوئی، اسوقت مصریون نے اکلاس کے زیر کمان حصہ بروکئیان مین قیصر کو محصور کردیا تہا اگر اس نے جہاز پر چڑہکر چلتے ہوے بندرگاہ کو آگ لگادی کہا جاتا ہے کہ اس آگ نے پہیل کر کتبخانہ کو برباد کردیا تہا، اگر فی الواقع قیصر نے یہ حالات قلم بند[۵۳]

---

۵۱ پروفیسر مہافی نے اس مسئلہ پر بحث کی ہے گو اسکا قصہ کچھ ہی کیون نہو،

۵۲ M. Maurice Roy نے دین بے کا دلچسپ رسالہ موسوم La Bibliotheque des Ptolemies دیکھو جو خاص بات اس کتاب کے متعلق ہے وہ صفحہ ۸ پر ہے، اسکے علاوہ اور بھی ایسے مقامات ہین جن سے مجھے بہت فائدہ پہنچا،

۵۳ اگر حال کے مصرین کے خیال کے مطابق قیصر نے کتاب (De Bello Alexandrino) حالات جنگ سکندریہ پر لکہی ہے تو بات سمجھ مین آسکتی ہو کہ کیون قیصر نے اس واقعہ کے متعلق خاموشی اختیار کی،

سکے مین تو ضروری تہا کہ اسمین اس واقعہ کے متعلق بھی اشارہ کرتا، مگر اس مین کوئی اشارہ نہین پایا جاتا، برخلاف اسکے اسکندریہ کی کیفیت بیان کرتا ہو کہ یہ شہر آگ سے بالکل محفوظ ہے کیونکہ یہان کے معمار لکڑی کا استعمال نہین کرتے بلکہ عمارتون کو گنبدنما خانون پر قائم کرتے ہین، اور پتھر یا کنکریٹ[1] سے بناتے ہین، اگر مصنف کا یہ منشا ہو کہ کتب خانہ کی آتش زدگی کا واقعہ جو جناب ہی کا کارنامہ ہے اور جناب ہی کا چشم دیدہ ہے پردۂ اخفا مین رہے تو شہر کے متعلق جو بیان کیا گیا ہے وہ بالکل فریب دہ اور غلط ہے قیصر کو الزام سے متہم اور بری کرنا دونون مشکل ہے پلوٹارک کو اس واقعہ کے متعلق کوئی شبہ نہین معلوم ہوتا وہ کہتا ہے کہ "جب قیصر کا بیڑا دشمن کے پنجہ مین گرفتار ہونے کو تہا تو اس نے مجبوراً اسکو آگ لگا دی تاکہ اس خطرہ سے جانبر ہو سکے، یہ آگ بندرگاہ سے آگے پہیلی اور کتب خانہ کو جلا کر خاک کر دیا[2]، سینکا کو اس واقعہ کا یقین کامل ہے، وہ کہتا ہے کہ اسکندریہ مین چار لاکھ کتابین

---

[1] (De Bello Civile) جب مصریون نے بحری شکست کہائی تو بیان کیا جاتا ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد انھون نے پرانے جہازون کی مرمت کی اور ان جہازون سے دریائے نیل کو محفوظ کیا، ان جہازون کے چلانے کے لئے چپتون کی ضرورت تہی، اس غرض کے لئے مصریون نے لوگون کے مکانات کی چہتین نکال لین اس بیان کی دورنگی غور طلب ہے، جان آف نیکو کہتا ہے کہ ڈاملکن نے شہر کو جلایا کتاب (Hyvernat Actes des martyrs) سے ظاہر ہے کہ قسطنطین نے انطاکیہ کے شہید مارکس کے بہائی کو ایک فوج کے ساتھ اسکندریہ بہیجا، اسنے اسکندریہ کے تمام مندرون کو جلایا برباد کیا اور انپر قبضہ کر لیا، ان تمام مثالون سے ظاہر ہوتا ہے کہ قیصر کا بیان غلط ہے یا مبالغہ آمیز ہے۔

[2] پلوٹارک سیزر (۴۹) (Plutarch Caesar)

جل گیلین ڈیو کیاشس کے الفاظ تو بہت تعجب خیز ہین کہتا ہے کہ "آتش زنی کی بہت دور تک پہیل گئی بندر اور اسکے آس پاس کے مقامات کے علاوہ اناج کے گودام اور کتابونکے گودام (ذخائر) تباہ ہوگئے" کہتے ہین کہ یہ کتابین تعداد مین بہت زیادہ اور معلومات کی حیثیت سے بہت گرانقدر تہین، لیکن جو روایت کہ چوتھی صدی مین زبان زد تہی اسکے متعلق کوئی شبہ نہین ہوسکتا، امیانس مرسیلنس کا بیان[۳] یہ ہے "وہ کہتا ہو کہ اسکندریہ کا بیش بہا

---

[۱] پروفیسر مہافی سینکا کا بیان نقل کرتے ہین جو اس نے لیوی کے خلاف طنزاً لکہا ہے پروفیسر موصوف اسکی رائے کے ماننے پر مائل معلوم ہوتے ہین کہ یہ کتابین بجائے اسکے کہ ترقی معلومات مین مدد دین کمرونکی زیب و زینت سمجھی جاتی ہین اور اسلئے انکی قدر کیجاتی تہی، کتاب (Empire of Ptolemies) صفحہ ۹۱

[۲] گودام کا لفظ اناج و غلہ کے ساتھ تو سمجھ مین آسکتا ہے مگر کتابونکے ساتھ تو بے معنی ہوگا، تاہم یہ بات کسی کی سمجھ مین نہین آسکتی کہ گران بہا کتابونکا ایک وسیع مجموعہ برآمد کے لئے کوٹھے مین رکہا گیا ہو، یا بندرگاہ کے معمولی تجارتی مال مین کتابونکا کوٹہا بھی شریک ہو، یونانی مین گو فرق نہین ہو مگر انگریزی مین کتابونکی کوٹھی اور کتبخانہ مین بہت فرق ہو۔

[۳] آلس جیلیس بھی کتابونکی وہی تعداد بتاتا ہو لیکن تخمینونمین بہت اختلاف پایا جاتا ہو، ابی فانیس جسکی تصنیف بھی چوتھی صدی کی ہو (۵۴۸۰۰) کی تعداد بتلاتا ہو دیکھو (Alexandrinische Museum) واقعہ یہ ہے کہ وہان ایک کتب خانہ نہین تہا بلکہ متعدد کتب خانہ تھے، امیانس ان گنت کتابین کہتا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ تخمینون مین کوئی یکسانی نہین ہے۔

سیوس جی ال مزانہ کیلی ناکس مین بیرونی کتب خانہ مین (۴۲۸۰۰) کتابین بتاتا ہے جو غلطی سے سیرا پیم کتب خانہ سمجھا ہوگا۔

برخلاف اسکے شاہی کتبخانہ مین ۴ لاکھ کتابین بتاتا ہو، اس کے علاوہ (۹۰۰۰۰) مسادی جلدین بتاتا ہے، سیوس جی ال کا عام انتظامات کے متعلق جو بیان ہے وہ دلچسپ ہو صفحہ (۳۴۲)

تب۔ جنکے متعلق قدیم مورخین کا اتفاق ہو کہ اس مین سات لاکہ کتابین تہین اور جو بطلیموسی خاندان کی مسلسل کوششون سے جمع ہوئی تہین جنگ اسکندریہ مین اسوقت آگ کے نذر ہوگیا جسوقت قیصر نے شہر کو تباہ کردیا" اروسیس کو اس بیان مین ہر مو خلاف نہین ہے چنانچہ وہ کہتا ہے کہ "جنگ کے دوران مین جو شاہی بیڑا کنارہ پر چڑہ آیا تھا اسکو آگ لگانے کا حکم دیا گیا، اس آگ نے شہر کے ایک حصہ کو گہیر لیا اور چار لاکہ کتابین جلادین جو بدقسمتی سے ایسے مکان مین جمع تہین جو اس آگ کے قریب تھا، ہمارے اسلاف جنہون نے علم و فضل کی تصانیف کا شاندار ذخیرہ[1] جمع کیا تہا، انکے علمی جد و جہد کا عظیم الشان کارنامہ اس بری طرح مٹی مین مل گیا" بہ حیثیت مجموعی یہ مناسب اور موجہہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس بات پر یقین کرلین کہ کتب خانہ قیصر کی آتش زدگی مین فنا ہوا اور اسکے علاوہ کوئی اور صورت نہین ہے، لیکن قیصر کی اس مہم کے سات یا آٹھ سال کے بعد مارک انٹنی نے شاہ گمس کا کتب خانہ اسکندریہ[2]

سلہ (31 - 15 VI [illegible]) ایسا معلوم ہوتا ہو اروسیس کی تحریر لیوی یا سینیکا کے اقتباس پر مبنی ہے، کیونکہ اسکے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسمین بھی وہی عجیب نظریہ تسلیم کیا گیا ہے جسکو دوسرے مبصرین تسلیم کرتے ہین کہ کتابین ساحل کے قریب ایک کوٹھے مین تہین، اس انتظام کا ناممکن ہونا خود اس نظریہ کو توڑنے کیلئے کافی ہو، اسکے الفاظ سے یہ بھی پتہ نہین چلتا کہ آیا اسطرح کوئی عارضی انتظام کیا گیا تہا، ساتھ ہی یہ بہی معلوم ہوتا ہے کہ اروسیس اور کیشیس دونون ایک ہی خیال کی پیروی کرتے ہین۔

سلہ پلوٹارک اپنی انٹنی کی سوانح عمری مین لکھتا ہو کہ انٹنی نے کلوپٹرا کو پرگمیس کے کتب خانے دیدئے جنمین ۲ لاکہ کتابین تہین۔

مین بھیجدیا، اب بھی یہ سوال مورخین کیلئے غور طلب ہو کہ آیا خود نمائش گاہ ہنوز اس قابل تھی کہ یہ مجموعہ اسمین سما سکے یا ان کتابون کے لیے ایک علیحدہ بنیاد قائم کی گئی جسکا نام سیرابیم کتب خانہ[1] ہوا، میرے خیال مین یہ دونون پہلو بے بنیاد ہین ہم پہلے دیکھ چکے ہین کہ کلوپٹرا نے جولیس سیزر کے اعزاز مین اسکندریہ کے بڑے مندر کی بنیاد رکھی تھی، اور آگسٹس نے اسکو اختتام کو پہنچایا تہا، اور یہانکے کتب خانے اس عمارت کے عظیم الشان اسباب آرائش مین شمار ہوتے تھے، اسلئے یہ فرض کرنا قرین قیاس ہے کہ جب کتب خانۂ نمائش گاہ تباہ ہوگیا تو پرگمیس کی کتابون کا ایک حصّہ اس مندر مین رکہا گیا اور باقی کتابین سیرابیم بھیجی گئین، اسکے قطع نظر دو باتین بہر حال پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہین، ایک تو یہ کہ نمائش گاہ کی چند عمارتین کیرکلا کے عہدتک استعمال مین تہین، یہ کیرکلا وہ ہے جس نے شہر کو خون سے رنگ دیا تہیٹرون کو بند کر دیا اور ۲۱۶ء مین نمائش گاہ کے ایوان کو مسدود کر دیا، دوسرے یہ کہ انہین دنون مین سنہ عیسوی کے شروع مین ہی چونکہ نمائش گاہ کا کتب خانہ فنا ہو گیا تہا اس لئے سیرابیم کی شہر پناہ پر دوسرے بڑے کتب خانون کی بنیاد رکھی گئی، بیان کیا جاتا ہے کہ اورلین نے نمائش گاہ کی عمارتین ۲۷۳ء مین کے برابر کر دی تہین[3]، یہ

---

[1] سیوس ی ل کا خیال ہے کہ پرگمیس کی کتابون کا مجموعہ غالباً اتہین پولیاس کے مندر مین رکہا گیا، مگر یہ نہین معلوم کہ یہ مندر کہان ہے۔

[2] دیکہو سیپرا صفحہ (۲۲۳) (Supra) تصنیف فلوجودیاس (Philo Judaeus

[3] اسی مین برکتان کی بربادی کلاڈین کیطرف منسوب کرتا ہے، ممکن ہے کہ وہ مسیحی ہو کتاب (Ammianus Marcellinus) کی جلد دوم صفحہ (۲۱۵) دیکہو۔

سوقت ہوا جبکہ اُسنے اسکندریہ کے باشندونکو اس جرم مین کہ وہ فرس کی بغاوت کے مرتکب ہوئے تھے سزا دینے کی غرض سے حصہ برکثان کو برباد کردیا، نمائش گاہ کے ارکین یا تو سمندر کے پار بھاگ گئے یا انہون نے سیرا بیم مین پناہ لی، سیرا بیم کے کتب خانہ کو چھوٹا کتب خانہ کہتے تھے، مگر یہ ناممکن ہے کہ ہم ایسی ٹھیک تاریخ بتا سکین، جسمین بڑے کتب خانہ کا خاتمہ ہوا، یا چھوٹے کتب خانہ کی ابتدا ہوئی، اگرچہ یہ معلوم ہے کہ موخر الذکر کتب خانہ کی بنیاد بطلیموس فلاڈلفس نے رکھی ہے، اس سوال سے ہمکو کوئی تعلق بھی نہین ہے ہمکو یہ معلوم ہے کہ قدیم کتب خانہ چوتھی صدی مین فنا ہوگیا اور اسکے بعد یہ چھوٹا کتب خانہ قائم ہوا، یہان سیرا بیم مین پھر علوم قدیم کی روایات محفوظ کی گئین، ایک یونیورسٹی مع بیشمار کتابونکے قائم کی گئی جسطرح نمائش گاہ مین ابتدا ہی سے اسکندریہ کی درس وتدریس کے ساتھ ارسطو کا نام وابستہ رہا تھا اسیطرح سیرا بیم مین جاری رہا، بہ الفاظ دیگر فلسفہ اور حکمیات کی تعلیم وتعلم کے مشاغل جنکی وجہ سے اسکندریہ دنیا کی ذہنی تربیت کا مرکز تہا اب بھی جاری تھے صرف اسقدر تغیر ہوا تہا کہ ان علوم کا مرکز نمائش گاہ سے سیرا بیم منتقل ہوگیا تہا۔ (باقی)

---

[1] کلاڈیم ایک قسم کا تاریخ کا اسکول تہا اسکو کلاڈیس نے قائم کیا تہا نمائش گاہ سے متصل تہا مگر یہ کچھ کامیاب نہین رہا، ڈاکٹر بوئی چھوٹے کتب خانہ کی بنیاد ڈراجی ہیڈرین سے بتاتے ہین، پروفیسر مہانی کی ایمپیر آف ٹولیمس دیکھو صفحہ (۱۶۷)

[2] اسکی وجہ یہ ہے کہ مسلمان مورخین سیرا بیم کی عمارت کے ساتھ ارسطو کا نام وابستہ سمجھتے ہین مگر یہ خیال غلط ہے کہ یہ وابستگی پہلے پہل بنجامن آف ٹوڈیلو مین مندرج لیگئی اگر واقعہ یہ ہے کہ یہ قبطیون اور عربون دونو کی روایات کا مرکز تہا مسٹر کزم کے رسالہ مین جو اسکندریہ کی تعلیم اور ارسطو کے اسکول کا تذکرہ ہے وہ صفحہ (۱۲) پر ہے یہ بہت ممکن ہے کہ لفظ اسکول جو شعبہ علم کے مفہوم مین رائج ہوگا درسگاہ کے مفہوم مین بدل دیا گیا ہو ارسطو کے سسٹم کا مطالعہ جو روایتاً مشہور تہا اسی سے یہ غلط فہمی ہوئی کہ ارسطو خود نمائش گاہ اور سیرا بیم مین درس دیتا تہا۔

تلخیص و تبصرے

جامعۂ مصریہ

اسلامی ملکون مین ہندوستان سب سے پہلا ملک ہے جسنے ایک قومی یونیورسٹی کا پہلے خواب دیکھا، مگر مصر پہلا ملک ہے جسنے اس خواب کی تعبیر کو حقیقت کے لباس مین دیکھا، مصر کی قومی یونیورسٹی کا نام جامعۂ مصریہ ہے، یہ خالص قومی یونیورسٹی ہے، اپنے معاملات مین حکومت وقت سے اوسکو کوئی تعلق نہین، یہ یونیورسٹی آج سے پندرہ سولہ برس پہلے قاہرہ مین قائم ہوئی، تعلیم کی زبان عربی ہے، انتہا یہ ہے کہ جو یورپین علماء اسین مختلف علوم پر لکچر دیتے ہین وہ بھی عربی مین دیتے ہین، البتہ یورپین علم ادب کی تعلیم اوسی زبان مین ہوتی ہے، مثلاً انگریزی اور فرنچ ادبیات پر جو لکچر یونیورسٹی مین اپنے دیے گئے ہین وہ انگریزی اور فرنچ مین ہین،

اساتذہ اور پروفیسر جو علمی و ادبی لکچر اس جامعہ مین دیتے ہین وہ عموماً علحدہ کتابون کی صورت مین شائع ہوجاتے ہین، اسوقت تک اس سلسلہ مین خضری بک کی تاریخ اسلام، ذکی پاشا کی تاریخ تمدن اسلامی، کمال بک کا قدیم مصری تمدن، موسیو گویدی کا عربون کا جغرافیہ و تاریخ، حفنی بک کا عربون کا فلسفۂ اخلاق، سلطان بک کی تاریخ زبان عربی وغیرہ متعدد لکچر کتابون کی صورت مین شائع ہوچکے ہین،

ابھی حال مین جامعہ کی روداد بابت ۱۹۲۱ء شائع ہوئی ہے، اس سے ذیل کے

معلومات بہم پہنچتے ہین،

ارکان جامعہ | جامعہ کے اعلیٰ ارکان انتظامی مین ملک کے سربرآوردہ اصحاب داخل ہین جن مین سے بعض وزارت کے عہدون تک پہنچ چکے ہین، بالفعل اس فہرست مین حسب ذیل نام ہین،

حسین رشدی پاشا	رئیس (چانسلر)
عبدالخالق پاشا ثروت	وکیل (وائس چانسلر)
سعد زغلول پاشا	نگران عام
اسماعیل مدنی پاشا	
اسماعیل حسنین پاشا	
حسن سعید پاشا	نگران حسابات
مرقص بک حنا (قبطی)	خزانچی
علی بک بہجت	ناظم
موسیو واکر	ارکان
عبدالعزیز بک فہمی	
محمود پاشا فہمی	
محمد پاشا محمود	
محمد بک حلمی عیسیٰ	

طلبہ | گذشتہ سال طلبہ کی تعداد ۱۶۱ تھی، جن مین سے (۲۱) نے تحصیل ادبیات (لٹریچر) اور (۲۷) نے قوانین فوجداری اور (۴۴) نے رات کے درس قانون اور (۶۹) نے دن کے درس

قانون مین شرکت کی، وہ لوگ جو غیر مشروط طریقہ پر دوران سال مین جامعہ کے درس مین شریک ہوئے اونکی تعداد (۹۲) تھی، اور یہ سب ادبیات کے درجون مین داخل تھے،

اصناف علوم جامعہ مین بالفعل تین اصناف کے علوم سکھائے جاتے ہین، ادبیات، قوانین فوجداری اور قوانین دیوانی، ادبیات مین حسب ذیل شعبے ہین،

ادبیات زبان عربی، قدیم ایشیا کی تاریخ، اقوام اسلامیہ کی تاریخ، فلسفۂ عام اور تاریخ فلسفہ، عربی فلسفہ اور علم الاخلاق، علم جغرافیہ اور علم الاقوام، انگریزی ادبیات، فرنچ ادبیات، سامی ادبیات والسنہ کا باہمی مقابلہ،

قوانین فوجداری کے حسب ذیل شعبے ہین، قانون سزا، تحقیق جرائم، جرائم کی عملی تحقیق، علم اجتماع مجرمانہ، طب قانونی، علم امراض نفس،

قوانین دیوانی کے شعبون کی تفصیل، روداد مین مندرج نہین، نئے سال سے جامعہ اقتصادیات (اکانمی) کے تینون شعبے سیاسی۔ مالی اور تجارتی قائم کرنا چاہتا ہے،

طلبہ کو یورپ بھیجنا اس کے علاوہ جامعہ مستعد اور لائق طلبہ کو ہمیشہ یورپ کی درسگاہون مین بھی تکمیل تعلیم کی غرض سے بھیجتا رہتا ہے، کیونکہ ابھی تک علوم عالیہ کی تعلیم کا سامان اس جامعہ مین مکمل نہین ہو سکا ہے، مصری طلبہ زیادہ تر اٹلی کی درسگاہون مین جاتے ہین جو یورپ کے ملکون مین مصر سے سب سے زیادہ قریب ہے اور جہان اخراجات بھی نسبتہً کم ہین، اسکے بعد اونکا دوسرا مرکز، فرانس اور جرمنی ہے، اوکسفرڈ اور کیمبرج مین بھی مصر کے طالب العلم جاتے ہین مگر بہت کم، اڈنبرا کی طبی تعلیم گاہ مین البتہ بیس، بائیس طالب العلم ہین،

سلسلۂ خطبات علمیہ ملک مین اشاعت تعلیم کا تیسرا طریقہ جامعہ نے یہ اختیار کیا ہے، کہ وہ مختلف اوقات مین عام اشخاص کے اضافۂ معلومات کے لیے ماہر اور کامل الفن اساتذہ سے

مختلف علوم پر لکچر دلواتا ہے، ان لکچرون کے لیے اہل ذوق اصحاب الگ چندہ دیتے ہین،

جامعہ کی مالیہ | جامعہ کے مالی سال ۱۹۲۱ء؁ ۱۹۲۲ء؁ سے معلوم ہوتا ہے، کہ سال گذشتہ مین اوسکی کل آمدنی (۴۴۴۴) پونڈ یعنی (۲۱۶۶۶۰) روپیہ ہوئی، اور کل خرچ (۴۴۴۹) پونڈ یعنی (۱۴۷۶۶۰) روپیہ ہوا، اور باقی (۵۶۰۰) پونڈ مستقل مدین جمع رہا،

آمدنی کی تفصیل حسب ذیل ہے

(۲۰۰۰) پونڈ	اعانت از سررشتۂ تعلیمات
(۱۸۰۰) پونڈ	اعانت از صیغۂ اوقاف
(۸۳۹۹) پونڈ	آمدنی از جائداد جامعہ

بقیہ رقم چندون سے اور فیس سے پوری ہوتی ہے،

کتبخانہ | جامعہ کے پاس ایک اپنا کتب خانہ بھی ہے، جسمین کتابون کی تعداد ۱۹۱۲ء؁ مین تقریباً بارہ ہزار تھی، یہ تمام کتابین عربی اور یورپین زبانون مین ہین، اور یہ تمامتر لوگون نے ہدیۃً جامعہ کو نذر کی ہین، بہت سی کتابین یورپ کی مختلف انجمنون نے تحفۃً بھیجی ہین، کتبخانہ کے ناظر عبدالعزیز فہمی بے نے کتبخانہ کو جدید ترین طریقہ پر مرتب کیا ہے، شفیق بے منصور اور یحیی پاشا منصور یکن نے بھی اپنے اپنے کتب خانے جامعہ مین منتقل کر دیے ہین، کتابونکی تفصیل حسب ذیل ہے،

جلدون کی تعداد	طریقۂ حصول
۸۶۶۰	یورپین زبانون کی کتابین جو جامعہ کو ہدیۃً ملین
۱۲۷۰	عربی کتابین ہدیۃً ملین
۱۵۰۰	شفیق بے منصور کا یورپین زبانون کا کتبخانہ
۲۵۰	شفیق کی عربی کتابین
۲۵۰	یحیی پاشا منصور کی کتابین
۱۱۹۳۰	

بخارا کا نظام حکومت

آج کل ملکون کی تاریخ اسقدر جلد جلد بدل رہی ہے کہ لکھنے والے کے قلم کی سیاہی خشک نہین ہوتی ہے کہ اوسکو اوس ملک کی تاریخ کا نیا باب لکھنا پڑتا ہے، ابھی کل تک بخارا روس ایک باجگذار صوبہ تھا، انقلاب روس کے بعد وہ ایک مستقل ریاست بن گیا جسپر ایک خود مختار امیر حکمران تھا، اس انقلاب پر کچھ ہی عرصہ گذرا تھا کہ جدید بخاری تعلیم یافتہ جماعت نے اس قدیم طرز حکومت کے خلاف علم بغاوت بلند کیا، بخارا مین جدید تعلیم یافتہ اصحاب کو "جدیدی" کہتے ہین۔ جدیدیون نے بالشویک روس سے امداد طلب کی اور اونکی مدد سے، ایک جمہوری نظام حکومت ملک مین قائم کیا، اس جمہوری انقلاب کے اعوان وارکان زیادہ تر نوجوان طلبہ تھے اور انکا سرعسکر فیض اللہ خواجہ ایک سوداگر زادہ تھا،

اب آج کے اخبارات مین آپ پڑھینگے کہ بخارا کے ترکمانون نے انور پاشا کے زیر قیادت بالشویکون سے کامیاب جنگ کی، اور ملک کو بالکل خارجی اطاعت سے بھی بے نیاز کردیا، عثمان خواجہ بخارا چھوڑ کر باہر چلا گیا ہے،

بخارا مشرق وسطی کا سب سے اہم نقطہ ہے، قدیم اور جدید دونون تاریخون مین اوسکو ایشیائے وسطی کے دل و دماغ ہونے کی حیثیت حاصل ہے، اسکا رقبۂ حکومت مختلف زمانون مین مختلف رہا ہے اسوقت یہ ملک جسقدر رقبہ پر محیط ہے، وہ (۲۰۵۰۰۰) کیلومیٹر مربع تھا اور وہان کے باشندون کی تعداد بیس لاکھ کے قریب ہے، جنمین ترکمان، تاجیک، ترک، قرغیز، افغان، تاتار اور ایرانی مختلف قومون کے افراد داخل ہین، یہ تمام تر مسلمان ہین کچھ

یہودی بھی وہان آباد ہین، پایۂ تخت بخارا کی آبادی ایک لاکھ ہے۔
یہان کا موسم گرمی مین نہایت گرم اور سردی مین نہایت سرد ہوتا ہے، ملک مین سرسبز وشاداب قطعات بکثرت ہین، پیداوار مین گیہون، جوار، روئی، تنباکو اور مختلف قسم کے میوے یہان ہوتے ہین، جانورون مین اونٹ، گائے بیل اور گھوڑے یہان پائے جاتے ہین، اپنے جغرافی جاے وقوع کے لحاظ سے اسکی تجارتی اہمیت مسلم ہے، یہ ایشیا کے قلب مین چین، افغانستان ایران اور روس کے بیچ مین تجارتی کاروانون اور قافلون کا رہگذر ہے، ملک مین ۲۰۰ کیلومیٹر تک ریلوے لائن بھی ہوئی ہے، جسکے ذریعہ سے یورپ بحر قزوین (کیسپین سی) اور قرنمانہ سے ملجاتا ہے، یہان کی خام تجارتی پیداوار کا بڑا حصہ روئی اور ریشم ہے،
تیموری فتح کے بعد ۱۴۹۰ء مین ازبگی قبیلہ نے اسپر حملہ کیا اور اسکو فتح کرکے یہان ایک خودمختار امارت قائم کی، ۱۸۶۶ء مین روس نے اسپر پہلا حملہ کیا، اور سمرقند اور زرافشان کے دو صوبے اوس سے چھین لیے، ۱۸۶۸ء مین یہ پوری ریاست روسی شہنشاہی مین داخل ہوگئی، اور اوسوقت سے لیکر گذشتہ روسی بالشویک انقلاب تک وہ روس کی ایک باجگذار ریاست تھی جسپر ایک امیر برائے نام نسلاً بعد نسل حکومت کرتا تھا لیکن اصل حکومت روسی ریزیڈنٹ مقیم بخارا کے ہاتھ مین تھی،
۱۹۱۸ء کے روسی بالشویک انقلاب مین جسطرح روس کے دیگر مقبوضات آزاد ہوگئے ترکستان کی یہ ریاست بھی آزاد ہوگئی، اور پہلا امیر بخارا کی حکومت قائم ہوئی اور جیسا کہ لکھا جاچکا ہے، اوسکے بعد ایک جمہوری حکومت کی صورت مین وہ منتقل ہوئی، جدید تعلیم یافتہ بخاریون کی سیاسی جمعیت اصل مین اب حکمران ہے، اس کے ارکان کا اہل ملک انتخاب کرتے ہین، اس جمعیت کے ماتحت دو مجلسین ہین ایک کا نام "مجلس مرکزی تنفیذی" اور دوسری کا

نام "مجلس قومی" ہے مجلس قومی کے ارکان جب منتخب ہو جاتے ہین تو وہ مجلس مرکزی کے ارکین کا انتخاب کرتے ہین، مجلس مرکزی کے کل ممبرون کی تعداد (۵۰) ہوتی ہے، مجلس مرکزی سات ممبرونکی ایک اور مجلس منتخب کرتی ہے، جسکا نام "مجلس ریاست جمہوریہ" رکھنا زیادہ موزون ہے، یہ ساتون ممبر ملکر آپس مین ایک کو رئیس (پریسیڈنٹ) مقرر کر لیتے ہین، یہ رئیس اوسوقت تک اپنے عہدہ سے معزول نہین ہو سکتا جب تک مجلس مرکزی شکست نہو جائے، رئیس کی مدد کے لیے دو نائب، دو مشیر، دو سکریٹری منتخب ہوتے ہین، تمام معاملات کی زمام اصل مین اسی مجلس کے ہاتھ مین ہے، صیغون کی نگرانی، اور معاملات کا انتظام سب یہی انجام دیتی ہے،

مجلس مرکزی کے ماتحت دس وزارتین قائم ہین،

وزارت عظمیٰ، امور خارجیہ، امور داخلیہ، وزارت عدل، وزارت علوم وفنون، وزارت مال، وزارت زراعت، وزارت جنگ، وزارت حفظان صحت، وزارت نگرانی عام، یہ آخری عہدہ بالکل نیا ہے اسکا مقصد تمام صیغون کی عملی نگرانی ہے، موجودہ رئیس کا نام عثمان خواجہ ہے، جو بخارا کے مشہور علمار مین سے ہین،

تسہیل البلاغت

فن فصاحت وبلاغت وبدیع پر اردو زبان مین ایک محققانہ اور دلچسپ کتاب، اردو زبان مین اسوقت تک اس سے بہتر کتاب اس موضوع پر موجود نہین، مصنفہ پروفیسر مرزا محمد سجاد بیگ دہلوی، صفحات ۲۳۲، قیمت ۱۲/

منیجر

اخبار علمیہ

لارڈ نارتھ کلف، مشہور مالک اخبارات نے اپنے اخباری عملہ کے سامنے حال مین بیان کیا کہ "مین نے دوران سیاحت مین امریکہ، چین، جاپان، کناڈا، نیوزیلینڈ، آسٹریلیا، اور ہندوستان کے مشہور اخبارات کے دفاتر کا معائنہ کیا، میرے علم مین تمام دنیا مین سب سے زیادہ قابل اعتماد اخبارات انگلستان اور اسکی نوآبادیون کے ہین، البتہ اخبار بینی کے شوق مین امریکہ اور کناڈا والون کا نمبر انگلستان والون سے بڑھا ہوا ہے، وہان اوسطاً ہر شخص بمقابلہ انگلستان کے کئی کئی اخبارات زائد دیکھتا ہے،

شوق اخبار بینی کے لحاظ سے سب سے بڑھا ہوا نمبر نیوزیلینڈ کا ہے، جس کی کل آبادی اتنی بھی نہین، جتنی شہر و مضافات مانچسٹر کی ہے، بااینہمہ یہان اسوقت ۶۲ روزنامہ شائع ہورہے ہین جن مین بعض بہترین اقسام کے ہین"۔　　(ڈیلی میل)

فارن زوب، جو یورپ مین اسوقت سکہ جات نادرہ کے جمع و فراہمی مین خاص شہرت رکھتے ہین، انکے پاس سب سے بڑی جسامت کا سکہ موجود ہے، یہ تانبے کی ایک پلیٹ ہے، جسکی جسامت ۱۰ انچ مربع، اور جسکا وزن ½۶ پونڈ ہے! یہ سکہ ملک سویڈن کا ہے، اور اس پر ۱۶۳۰ء کی مہر ہے، یہ سکہ چار ڈیلر (ڈیلر بھی ایک قدیم سکہ کا نام ہے) کا چلتا تھا،　　(ماڈرن ریویو)

ملک پیرو (جنوبی امریکہ) کے ایک انجنیر جان کرینڈل کو ایک قدیم امریکی سردار کی نعش محفوظ دستیاب ہوئی ہے، جو مصر کی محفوظ نعشون سے بھی بہتر حالت مین ہے، یہ نعش چار سو برس کے زمانہ کی ہے، اور قد مین صرف ۲۵ انچ ہے! ظاہر ہے کہ یہ مردہ کی اصلی جسامت نہین، بلکہ ایک خاص ترکیب سے یہ لوگ لاشون کو سکیڑ لیتے تھے،

سنہ۲۰ء مین، ممالک عالم مین جدید کتابین حسب ذیل تعداد مین شائع ہوئین، ان اعداد مین مطبوعات قدیم کے جدید ایڈیشن شامل نہین۔

جرمنی	۳۲۳۴۵
برطانیہ	۱۱۰۰۴
امریکہ	۸۵۰۹۴
فرانس	۶۳۱۵
اٹلی	۶۲۳۰

جاپان مین سالانہ مطبوعات (جن مین قدیم وجدید دونون شامل ہین) کا اوسط ۲۵۰۰۰ رہتا ہے،

(ر)

چند سال ہوے اسپین مین چند غار ایسے دریافت ہوئے جنھون نے علماء اثریات کے حلقہ مین ایک ہلچل سی ڈال دی۔ غارون کا یہ سلسلہ خدا معلوم کب سے بند چلا آتا تھا، اتفاق سے انکا منھ کھل گیا، اندر جا کر دیکھنے سے معلوم ہوا کہ ایک طرح کا عجائب خانہ ہے جس مین صدہا ہزارہا جانورون کی تصویرین موجود ہین، ان حیوانات کی بعض انواع مفقود

ہو چکی ہین، اور بعض ابتک موجود ہین، بعض حیوانات کے اعضاء رئیسہ، قلب، شش، جگر، وغیرہ کی تصویرین الگ کرکے بھی دی ہین، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان نقشون کے بنانے والے فن تشریح سے بھی واقف تھے، ماہرین فن کا خیال ہے، کہ ان نقوش و تصاویر کی تیاری کا زمانہ، ۲۰۰۰۰ و ۲۵۰۰۰ سال قبل مسیح کے درمیان کا زمانہ ہے،

مسٹر الزڈ برڈ، جو ایک خاص دوا، "بروس کسٹرڈ پوڈر" کے کارخانہ کے مالک تھے، چند ماہ ہوئے انہون نے وفات پائی، تو معلوم ہوا، انہون نے محض اشتہارات کے بل پر جو دولت کمائی، اسکی آمدنی سے ۶۵۳۶۵۶ پونڈ کی قیمت کی مستقل جائداد چھوڑ گئے ہین! چند اور مشہور مشتہرین کی دولت کے اعداد ذیل سے، مغرب مین اشتہار کی قوت زرخیزی کا اندازہ ہوگا:-

لارڈ برٹن (تاجر شراب)	۰۰۰۰۰، پونڈ
سر فریڈرک وِلس (تاجر تمباکو)	۲۹۱۸۱۱۴ ″
مسٹر پیٹر رابنسن (مالک کارخانۂ خیاطی)	۱۱۱۹۶۶۱ ″
مسٹر ولیم وائیلی (مالک بساط خانہ)	۱۴۵۲۸۲۵ ″
سر ہنری ٹیٹ (تاجر شکر)	۱۲۶۳۵۶۵ ″
مسٹر جی ظلفرڈ (مالک دوا خانہ)	۱۳۱۱۰۰۰ ″
مسٹر لینڈلی میپل (مالک کارخانہ فرنیچر)	۲۱۵۸۲۹۲ ″
مسٹر چارلس لی (چینی فروش)	۱۰۷۰۱۳۷ ″
مسٹر سی بوٹ (دوا فروش)	۴۲۹۴۴۲۳ ″

مسٹر اینورا مالک کارخانۂ تمباکو (انگلستان) ... ۹۰۷،۱۱،۱۲۱ پونڈ

مسٹر ہینز (چٹنی و اچار فروش) ... ۱۱،۲۲۰۰۰ ڈالر
(ڈیلی میل)

طویل العمری مین تاہل کی زندگی معین ہوتی ہے یا تجرد کی؟ اس سوال کے جواب مین کارنل یونیورسٹی (امریکہ) کے پروفیسر ولکاکس نے کنوارون اور شادی شدہ اشخاص کی شرح اموات کے متعلق اعداد ذیل شائع کیے ہین،

سن و سال	شرح اموات — متاہل اشخاص	شرح اموات — مجرد اشخاص
۲۰ و ۳۰ سال کے درمیان	۴،۲	۹،۶
۳۰ و ۴۰ 〃	۶	۱۳
۴۰ و ۵۰ 〃	۹،۵	۱۹،۵
۵۰ و ۶۰ 〃	مجرد اشخاص کی شرح اموات بمقابلہ متاہل کے بقدر ۱۱ فیصدی کے زائد ہوتی ہے، اور	
۶۰ و ۷۰ 〃	بقدر ۱۹ فی صدی کے،	

خودکشی کرنے والون کی تعداد مین پورا ⅔ حصہ مجرد اشخاص کا ہوتا ہے،

(امریکن جرنل آف مڈیکل اسوسی ایشن)

ایک فرنچ مخترع، مسیو یوجین رودیر نے ایک خاص قسم کی روشنی ایجاد کی ہے، جسکا شعلہ پانی کے اندر ۱۳۰ فٹ کی گہرائی تک روشن رہیگا، اور جس کی مدد سے پندرہ انچ فی

نث کے حساب سے، اوسے کی دبیز چادرون کے آرپار نظر کی جاسکے گی، سائینٹفک حلقون مین اس ایجاد کو ایک معجزہ سے تعبیر کیا جارہا ہے،

بوڈاپیسٹ یونیورسٹی (ہنگری) کے پروفیسر کولمین ڈی ٹیلسنزبیکی نے ایک ایسا عرق تیار کیا ہے، جسکے جسم مین داخل کردینے سے لاش اپنی حالت پر قائم رہ جاتی ہے، اور بہ قول پروفیسر موصوف کے سیکڑون ہزارون برس تک اسی طرح محفوظ رہ سکتی ہے، کچھ روز ہوے ایک شخص کے جسم مین اسکی وفات کے دس روز بعد، یہ عرق بذریعہ پچکاری کے داخل کیا گیا، اور نعش مثل پتھر کے سخت ہوگئی، یہی عرق ۱۹۰۸ء مین ایک نوجوان لڑکی کے جسم مین داخل کیا گیا تھا، اُسوقت سے ابتک اسکی لاش اپنی بالکل اصلی وطبعی صورت مین محفوظ ہے، پاؤن تک مین سرِمو فرق نہین آیا ہے، پروفیسر صاحب کی خواہش ہے کہ یہ طریقہ زیادہ عام نہ ہونے پائے، بلکہ ہر ملک کے صرف مشاہیر کے ساتھ مخصوص رہے، تاکہ آیندہ نسلین ہمیشہ انکی صورتون کی زیارت کرسکتی رہین، پیرس کے ڈاکٹر بارتھا نے اس طریقہ مین کچھ اور اصلاح و اضافہ کیا ہے، ان کا دعویٰ ہے، کہ اس طور پر نعش کی تازگی دس ہزار سال کی مدت تک قائم رہ سکے گی،

جرمنی کے ڈاکٹر الفرڈ ویگنر نے اپنی ایک تازہ تصنیف مین دعویٰ کیا ہے، کہ ممالک براعظم برابر مغرب کی جانب حرکت کرتے جاتے، اور رفتہ رفتہ اپنی موجودہ جگہین چھوڑتے جاتے ہین، جن کے بجاے سمندر، اور بحر اعظم پیدا ہوتے جاتے ہین، چنانچہ آج جو سمندر بحر ہند کہلاتا ہے، یہان کسی زمانہ مین ہندوستان آباد تھا، اور اسکی آبادی افریقہ و آسٹریلیا سے پیوستہ تھی

علی ہذا آسٹریلیا کسی زمانہ مین نیوزیلینڈ سے منسلک تھا، حالانکہ اب دونون مین بُعد عظیم ہوگیا ہے، وقیس علے ہذا،

نیچر

ایک عالم نفسیات مسٹر آرتھر لنچ لکھتے ہین، کہ پیرس کے ایک نامور طبیب و فلسفی ڈاکٹر ریشے نے حال مین اپنا خیال ظاہر کیا ہے، کہ ایک سکنڈ کی مدت مین انسانی دماغ ۳ ۔ ۱۲ تصورات یا خیالات سے مشغول رہ سکتا ہے، لیکن مین اپنے ذاتی تجربہ کی بنا پر کہتا ہون کہ یہ تحقیق صحیح نہین۔ مین نے ایک بار متعدد شاعرون کے کلام سے اقتباسات کئے، اور مختلف علوم، عضویات، فلکیات وغیرہ کی کتابون کی بعض عبارات لین، نیز چند دشوار قواعد ریاضی کا انتخاب کیا، اور ان سب کو ازبر کرکے دل ہی دل مین دُہرانا شروع کیا، ابتدائً اس مین سخت زحمت ہوئی، اور بہت زیادہ وقت صرف ہوا، لیکن کچھ روز مین طبیعت اسقدر خوگر ہو گئی، کہ آدھ گھنٹہ کے اندر مین بہ آسانی ان تمام معلومات کو ذہن کے سامنے لے آتا تھا۔ اس سے معلوم ہوا، کہ رفتار خیالات کسی متعین شرح کی پابند نہین، اسکا دارو مدار مشق و مزاولت پر ہے، اور سعی و کوشش سے اس مین بہت کچھ ترقی کرتے رہنا ممکن ہے، پھر یہ بھی صحیح نہین، کہ وقت واحد مین ذہن کے ساتھ متعدد خیالات یا تصورات آسکتے ہین۔ دراصل ذہن کے سامنے ایک وقت مین صرف ایک ہی خیال یا تصور آسکتا ہے، یہ اور بات ہے کہ وہ تصور، بہت سے تصورات کا مُرکب اور انپر حاوی و جامع ہو،

موجودہ سائینٹفک تجربات سے ثابت ہوگیا ہے، کہ شوروغل کا اثر صحت انسانی کے حق مین نہایت مُضر واقع ہوتا ہے، فوج کے بگل، پولس کی سیٹی، انجنون کی آواز،

اور اس قسم کے صدہا دیگر شور جو شہری اور تمدنی زندگی مین ناگزیر ہوگئے ہین، ان سب کے برداشت کرنے مین جس قدر ذخیرۂ قوت کا صرف ہوتا ہے، اسکی پیمایش کے لیے حال مین ایک آلہ بھی ایجاد ہوگیا ہے، (پاپولر سائنس)

وائنا (دار الحکومت آسٹریا) سے خبر آئی ہے کہ ایک نابینا شخص کے حلقۂ چشم مین ایک دوسرے شخص کی آنکھ رکھ دی گئی، اور اس سے نابینا شخص کی بصارت از سر نو عود کر آئی ڈاکٹر بیلو کہتے ہین، کہ اس خبر مین کچھ بھی استبعاد نہین، جنگ کے قبل آنکھ کو بہت ہی نازک عضو خیال کیا جاتا تھا، لیکن دوران جنگ کے تجربات نے ثابت کر دیا کہ مثل دیگر اعضاء انسانی کے آنکھ مین بھی ہر قسم کے اعمال جرّاحی کیئے جاسکتے ہین، اور نہ صرف ایک انسان کی آنکھ نکال کر دوسرے کے حلقۂ چشم مین رکھ دی جاسکتی ہے، بلکہ اکثر حیوانات کی آنکھون سے بھی یہ کام لیا جاسکتا ہے۔ جنگ سے قبل اس قسم کے دعوی کو معجزہ قرار دیا جاسکتا تھا، لیکن آج یہ ایک طبعی واقعہ بن گیا ہے، (〃)

ثوابت فلکی مین روشن ترین ستارہ کا اصطلاحی نام سیرکس ہے، تازہ تحقیقات سے معلوم ہوا ہے، کہ یہ ستارہ جو اب تک ساکن و غیر متحرک تسلیم کیا جاتا تھا، ایک انچ فی صد سال کی شرح سے حرکت کرتا رہتا ہے، کرۂ ارض سے اسکا جو عظیم الشان فاصلہ ہے اسکے لحاظ سے یہ اندازہ کیا گیا ہے، کہ یہ روزانہ ۱۰ لاکھ میل کی شرح رفتار سے حرکت کرتا ہے، (〃)

ادبیات

خلوتیانِ راز کا خاص اک پیام ہی　　حسنِ وصالِ دوست بھی منزلِ ناتمام ہی
کسکے فروغِ حسن کا آج یہ فیضِ عام ہے　　شام نثارِ صبح ہی صبح نثارِ شام ہی
اسکی نگاہ مین کہان طور کا احترام ہی　　جسکو نصیب یار کا جلوہٴ زیرِ بام ہی
چشمِ نظر پرست مین جسکا جہان نام ہی　　حسنِ تمام یار کا جلوہٴ ناتمام ہی
عشق کی کامیابیان اک فقط اہتمام ہی　　شوق جو ناتمام تھا دید بھی ناتمام ہی
ایک ادائے پرسکوت، لاکھ نوای پرخروش　　وہ روشِ خواص تھی، یہ روشِ عوام ہی
حسن کی بارگاہ مین رکھئے قدم سنبھالکر　　یہ وہ مقام ہی جہان خواہشِ دل حرام ہی
شیفتہٴ صفات کو کوئی سکون ہو تو ہو　　عاشقِ ذات کو کہان ایک جگہ قیام ہی
گرمیٴ سوزِ عشق سے دل کو جلا تو بوالہوس　　صبح کو جو نہ بجھ سکے، یہ وہ چراغِ شام ہی
بندگیٴ جنون ادا، بیخودیِ ادب سرشت　　حسن کی اصطلاح مین عشق اسی کا نام ہی
اسکی نظر پھرے تو پھر کون رہی جہان مین　　جسکی نظر سے منضبط سلسلہٴ نظام ہی
ایک بلا کی بیخودی، ایک غضب کی بیحسی　　دورِ حیات سے کہتے ہین جسکو وہ دورِ جام ہی
شوق کی انتہا کہو یا کہ فریبِ عاشقی　　غرورِ ونا الحبیب کا خاصہٴ مقام ہی
نجد کے ذرہ ذرہ سے آجتک آتی ہی صدا　　جو ہے شہیدِ تیغِ عشق موت اُسے حرام ہی

اتو خدا کے واسطے، جینے کا دو جگر ثبوت
خواب گران ہی ہی اور وقت قریبِ شام ہی

اوراق پارینہ

موید الاسلام

از مولوی عبد الماجد صاحب بی اے

اُردو کا ذخیرۂ ادب جیسا کہ اس سے پیشتر بھی کہا جا چکا ہے، واقعۃً اسقدر قلیل نہین، جتنا سرسری نظر مین معلوم ہوتا ہے، اس ظاہری افلاس کا ایک بہت بڑا باعث یہ ہے کہ اُردو مین کتابون کی نشر و اشاعت کا کوئی معقول انتظام نہین، بیسیون اعلیٰ مطبوعات ہر سال نکلتی رہتی ہین مگر بجز ایک محدود جماعت کے کسی کو ان کے وجود کی کانون کان خبر نہین ہوتی، ان سے بھی زیادہ افسوسناک حالت مطبوعات قدیم کی ہے، پچھلے سو برس کے اندر تصنیف، تالیف و ترجمہ کے ذریعہ سے اُردو کے خزانہ مین صدہا جواہر کا اضافہ ہو چکا ہے، اور یہ فہرست افسانہ، شاعری، سائنس، فلسفہ، تاریخ، کلام، تصوف، لغت، ادبیات وغیرہ جملہ عنوانات پر مشتمل ہے، لیکن آج یہ کتابین قعر گمنامی و بے نشانی مین پڑی ہوئی ہین، اور کسی کو انکے وجود کی خبر تک نہین، اوراق پارینہ کے نام سے جو جدید عنوان معارف کے اس نمبر سے قائم ہوتا ہے، اسکے ذیل مین انہین فراموش شدہ مطبوعات قدیم کا ذکر ہوتا رہیگا، اُمید ہے ناظرین کرام بھی اس باب مین کارکنان معارف کی اعانت کرنا اپنا فرض سمجھین گے۔

انیسوین صدی کے وسط مین انگلستان مین ایک ممتاز اہل قلم جان ڈیون پورٹ تھے متعدد تصانیف و مضامین انکی یادگار رہین، تصانیف مین ان کا رسالہ متعلق صوبہ اودھ اور تاریخ خصوبہ کورگ و راجگان کورگ قابل ذکر ہین، انہین اسلام سے خاص محبت ہو گئی تھی، اگرچہ اُسکی کوئی

شہادت موجود نہین کہ وہ مسلمان ہو بھی گئے تھے، اُنھون نے دیکھا کہ خود انکے ہموطن ہمقوم ارباب قلم اسلام و پیمبر اسلام پر اتہامات و غلط الزامات کی یورش کررکھی ہے، یہ دیکھکر اُنھون نے ان افترا پردازیون کی تردید مین ایک رسالہ "اپالوجی فار محمد اینڈ قرآن" کے نام سے شایع کیا جسکا صحیح ترجمہ "محمد و قرآن کی بریت" ہو سکتا ہے،

کتاب چار ابواب پر منقسم ہے، باب دوم و چہارم مین اُنھون نے قرآن کی خوبیان بیان کی ہین، اور مغربی معترضین کے جوابات دیئے ہین، باب اول و سوم سیرت نبوی سے متعلق ہین سادہ و غیر متعصبانہ بیان واقعات زندگی کے علاوہ ان حصون مین جہاد، معراج، تعدد ازدواج وغیرہ کی حقیقت بیان کی ہے اور الزامات کی تردید کی ہے، اسلامی حلقون مین کتاب کو خاصہ حسن قبول حاصل ہوا، اور پچھلی صدی کے متکلمین اسلام نے اس سے کافی استناد کیا، سرسید "خطبات احمدیہ" مین جا بجا اُسکے حوالہ دیتے ہین، مولوی چراغ علی، سید امیر علی، سب کے ہان ڈیون پورٹ کے اقتباسات ملتے ہین، البتہ اب یہ کتاب گویا معدوم ہوگئی ہے، جن پرانے کتبخانون مین ہے، وہین ہے، کتب فروشون کے ہان دستیاب نہین ہوتی،

"موید الاسلام" اسی کتاب کے اُردو ترجمہ کا نام ہے، مولوی محمد عنایت الرحمن خان صاحب دہلوی نے حسب فرمائش خواجہ مرزا قمر الدین خان اُسکا ترجمہ کیا، اور خواجہ صاحب کے مطبع بدر الدجی (چاندنی چوک، دہلی) سے اسکی اشاعت ہوئی، سال طبع ۱۲۸۷ھ ہے، اس حساب سے اسے طبع ہوئے ۶۵ سال قمری اور ۶۲ سال شمسی اسوقت تک ہو چکے ہین، ۲۰ × ۲۶ کی تقطیع پر دو سو صفحہ کی ضخامت ہے، خط صاف و روشن ہے، کتابت کی غلطیان نسبتہً کم ہین، مترجم نے جا بجا اپنی طرف سے حواشی کا اضافہ کیا ہے،

دیباچہ، مرزا غالب کے شاگرد رشید میر مہدی مجروح کا لکھا ہوا ہے، اور ماشی لمنہ کے

عام دستور کے مطابق حمد، نعمت، وسبب تالیف پرشتمل ہے، حمد کا رنگ یہ ہے :-

"سزاوار پرستش اس وحدہ لاشریک کی ذات ہے، جسکے ایک لفظ کن کی یہ ساری کائنات ہے، اُسکے دربار کمال مین آسمان سے ہزارون حباب، اسکے پرتو نور اجلال کے مہرداماسے لاکھون کواکب ضیایاب، قطرۂ آب اسکے فیض عمیم سے دُرِ نایاب بنجاتا ہے، پتھر اسکی عنایت عمیم سے یاقوت ناب ہوجاتا ہے، وہ دانۂ خشک سے سبزۂ تر نکالتا ہے، اسکے حکم سے خاک سے آب پاک جاری ہوجاتا ہے، کبھی شام ہے کبھی صبح ہے، کبھی دن ہے کبھی شب ہے، غرض اس صانع مطلق کا جوکار ہے عجب ہے،

نعت کا نمونہ یہ ہے :-

" وہ جسکے سبب جہان کی نمائش وآدم کی پیدائش ہوئی .... وہ جسکی نعلین تاج سرعرش برین وہ جسکے ادنیٰ خدمتگارون مین رُوح الامین، وہ جسکے خاک آستان پر سر عجز آسمان، وہ جسکا محکوم زمین وزمان .... وہ لباس بشر مین نور خدا تھا واللہ اعلم کیا ماجرا تھا، بندہ ہوکر خدا کا حبیب ہو، یہ رتبہ کسکو نصیب ہو، غالب

تمنائے دیرینۂ کردگار	بوے ایزد از خویش اُمیدوار
ز رازِ نہان پردۂ برزدہ	ز ذات خدا معجزہ سرزدہ

سبب تالیف کتاب ان الفاظ مین درج ہے :-

" حجت حق اسے کہتے ہین، اور اثبات دعویٰ راستی کے بھی معنی ہین، حضرت کی علویت مرتبہ کو منکران نبوت بھی مان جاتے ہین، اور اہل استخفاف کی زبان سے بھی کلمات حق نکل جاتے ہین، چنانچہ فی زماننا دار السلطنت لندن مین صاحبان انگلشیہ مین سے ایک صاحب کہ جنکا نام نامی جون ڈیون پورٹ صاحب ہے، اور نہایت اپنے علم مین ذی استعداد

دو مورخ بے بدل وانصاف دوست و راستی آشنا ہین، اُنھون نے کچھ ہمارے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وقایع عمری تحریر کیا ہے، اور بعض بعض الزامات کا جو غیر مذہبون نے بسبب تعصب مذہبی کے انحضرت کی نسبت لگائے ہین، ان کا جواب لکھکر اُنکو دفع کیا ہے، جب وہ کتاب چھپ کر ہندوستان مین آئی تو اُسکے پڑھنے کو ہر ایک دستدار نبوی کی طبیعت لہرائی، چونکہ انگریزی زبان ہر ایک نہین جانتا، اسواسطے شفقی خواجہ قمر الدین صاحب عرف خواجہ مرزا صاحب خلف الصدق خواجہ بدر الدین جان صاحب عرف خواجہ امان صاحب مترجم بوستان خیال کہ جوان سنجیدہ وفہمیدہ ہین، انھون نے یہ چاہا یہ کتاب زبان انگریزی سے اردو مین ترجمہ ہوجائے، تا ہر ایک شائق اُسکے پڑھنے سے حظ اٹھا دے اور اس کار خیر کے انصرام مین ثواب بھی عاید حال ہوجائے، یہ خیال کرکے خواجہ صاحب موصوف نے اسکی درستی مین کر ہمت چست باندہی اور محمد عنایت الرحمن خانصاحب سے کہ وہ فن ترجمہ نگاری مین دستگاہ تام رکھتے ہین، کتاب مذکور کا ترجمہ کروایا، جب ترجمہ ہوچکا تو موید الاسلام نام رکھا، اور قصد انطباع کیا، اور اس خاکسار ہیچمدان مہدی مجروح سے دیباچہ لکھنے کو فرمایا، بندہ خواجہ صاحب کا حکم بسر وچشم بجالایا کہ واسطے کہ رضا جوئی احباب کار ثواب ہے، اب آگے اصل مطلب کتاب ہے، فقط"

اسکے بعد اصل کتاب کا آغاز وقایع عمری آنحضرت سے ہوتا ہے، اقتباسات ذیل سے مصنف کے طرز خیال اور مترجم کی طرز ادا دونون کا اندازہ ہوسکیگا، ابتدائے سخن یون ہوتی ہے:۔

اسمین کچھ شبہہ نہین کہ تمام مقنن اور فتح کرنے والون مین ایک کا بھی نام اسطرح نہین لیا جاسکتا، جسکی وقایع عمری آنحضرت کی وقایع عمری سے زیادہ تر مفصل اور صداقت سے لکھی گئی ہون، فی الحقیقت اگر ہم آپکی سوانح عمری کو اُن معجزات اور تعجبات سے بترا کردین

جو ایشیائی مورخوں نے آپکی طرف منسوب کئے ہین تو باتقی اچھی طرح سے یقین ہوسکتا ہے۔
آپ کے ولادت کے زمانہ مین اکثر عرب کے حصے غیر قومون کے زیر حکومت تھے، کوہستانی عرب کے تمام شمالی حصے اور ملک شام وفلسطین و مصر بادشاہان قسطنطنیہ کی عملداری مین تھے اور خلیج فارس کے کنارے اور وہ ملک جسین دریاے دجلہ وفرات بہتے ہین، اور ملک جزیرہ نماے عرب کے جنوبی حصے خسروان فارس کے قلمرو مین شامل تھے، بحر قلزم کے ساحل کا ایک حصہ مکہ معظمہ کے جنوب تک عیسائی بادشاہان ابی سینیا کا ماتحت تھا....
اہل عرب کو نہ عقبیٰ کا اور نہ دنیا کے مخلوق ہونے کا یقین تھا، وہ عالم کی خلقت کو زمانہ کی گردش سے اور آیندہ کے معدوم ہونے کو انجام وقت سے منسوب کرتے تھے، عیاشی اور قزاقی کا ہر جا زور رہتا اور چونکہ موت کو ہستی کا انجام محض خیال کرتے تھے، لہذا نہ نیکی کی جزا مانتے تھے نہ بدی کی سزا۔"

قرآن سے متعلق ایک یورپ نژاد مسیحی کے خیالات ذیل دلچسپی سے پڑھے جائینگے:۔

بملہ محاسن اور خوبیون قرآن شریف کے جسپر اہل اسلام کو ناز کرنا بجا ہے، دو باتین نہایت عمدہ ہین، اول قرآن شریف کی وہ خوش بیانی جسین خدا تعالی کا ذکر ہے، اور جسکے سننے سے آدمی کے دل پر ایک طرح کا اثر پیدا ہوتا ہے، اور خوف آتا ہے، اور جس عبارت مین خدا تعالی کی نسبت ان جذبون کا مغلوب ہونا نہین منسوب کیا گیا ہے، جو انسان کے واسطے مختص ہین، دوسرے تمام قرآن شریف ان خیالات اور الفاظ اور قصص سے مبرا ہے جو خلاف تہذیب خیال کئے جاسکتے ہین، مگر افسوس یہ عیب یہودیون کی مقدس کتابون مین اکثر واقع ہین، حقیقت مین قرآن شریف ان عیوب سے ایسا مبرا ہے کہ ہمین ذراسی بھی حرف گیری ناممکن ہے، اور اگر ہم اسے اول سے آخر تک پڑھین تو ہمین ایسی

بات نہ واقع ہوگی کہ جس سے ہنسی آجائے "

مسیحی مورخین علی العموم مسلمانون کو کتبخانہ اسکندریہ کے جلانے کا مجرم قرار دیتے ہین،

ڈیون پورٹ صاحب اس الزام کی پُرجوش تردید کرتے ہین:-

عیسائی کہتے ہین کہ حضرت عمر نے سنہ ۶۴۱ء عمرو کو حکم دیا کہ وہ اسکندریہ کے کتبخانے جلادے، اور اسکی تمام کتابون کو ساجد کے حمامون مین صرف کرے، یہ الزام بالکل جھوٹا ہے کیونکہ یہ بات مشہور ہے کہ ٹولمیز کے کتبخانہ کی چار لاکھ یا سات لاکھ کتابین جولیس قیصر کی لڑائی مین جل گئی تہین، یہ الزام جسے اکثر مورخ علی التواتر لکھتے ہین، بالکل بے بنیاد ہے، اور اسکا کذب مندرجہ ذیل دلائل سے ظاہر ہے، دلیل (۱) انحضرت کا حکم ہے کہ یہودی اور عیسائیون کی مذہبی کتابین جو فتح مین مسلمانون کے ہاتھ آئین اُنہین برباد نہ کرنا چاہیئے، اور کتب عروض و فلسفہ و تاریخ وغیرہ بھی جو مسلمانون کے قبضہ مین آئین اُن سے فائدہ اُٹھانا چاہیئے، پس ایسا کیونکر ہوسکتا ہے، اہل اسلام انحضرت کی عدول حکمی کرتے اور اس کتبخانہ کو جلادیتے، دلیل (۲) ابوالفرج کہ جسکے خاندان نے اس کتبخانہ کے جلنے کی روایت بیان کی وہ اس زمانہ سے چھ سو برس پیشتر[له] ہوا ہے، جس زمانہ مین کہ اس واقعہ کا ہونا بیان کیا گیا ہے، علاوہ اسکے اور مورخان قدیم خواہ عیسائی ہون یا مصری کسی نے اس حادثہ کا ذکر نہین لکھا - دلیل (۳) سینٹ کرای جس نے کہ اسکندریہ کے کتبخانون کی تحقیق مین بہت سی کتابین لکھی ہین، لکھتا ہے کہ یہ حکایت بالکل جھوٹی ہے، کیونکہ اسکندریہ مین بڑے بڑے اور قدیم کتبخانے چوتھی صدی سے پہلے تھے، تعجب کی بات ہے کہ زمانہ حال کے مورخ اس حکایت کو بیان کرتے ہین، حالانکہ گبن صاحب مورخ یہ بیان کرتے ہین کہ یہ حکایت مشکوک ہے کیونکہ نہ تو مسلمانون کی شان سے ایسی حرکت صادر ہوتی معلوم ہوتی ہے

له معارف [illegible]

اور نہ کسی عیسائی یا مسلمان مورخ نے اسکا ذکر کیا ہے "

ان اقتباسات سے ناظرین کو مترجم کی زبان اور مصنف کے خیالات کا اندازہ ہو گیا ہوگا، مترجم کی زبان اپنے زمانہ کو دیکھتے ہوئے خاصی سلیس ہے، اور ترجمہ عموماً صحیح ہے، مصنف نے الزامات کی تردید میں تحقیقی جوابات کے ساتھ ساتھ الزامی جوابات بھی دیئے ہیں اور تقریباً تمام اہم مسایل مثلاً معراج، جہاد، سیرۃ نبوی، تعدد ازدواج وغیرہ سے اعتراضات کو رفع کیا ہے، ایک مقام پر سلطان ترکی کا طویل خط، سفیر انگلستان کے نام نقل کیا ہے، جو اسقدر تیز اور تند لہجہ میں ہے کہ آج بڑے سے بڑے آتش زبان اخبارات بھی اس سے آگے نہیں بڑھ سکتے، خود مصنف نے اپنے ہم قوم وہموطن انگریزوں پر تصریح کے ساتھ متعدد مقامات پر "بدمعاملگی" "خیانت" "طماعی" اور "بے ایمانی" کے الزامات لگائے ہیں، اور اپنے دعوی کے شواہد بھی پیش کئے ہیں، یہ اس زمانہ کا ذکر ہے جب سادہ دل مسلمانان ہند کے نزدیک انگریزی قوم، خوش معاملگی، دیانت وصداقت کی اوتار تھی، ان اجزاء کا مطالعہ موجودہ سیاسی فضا میں خاص طور پر دلچسپ ہے۔

معارف: ہمارے فاضل دوست نے "اوراق پارینہ" کے زیر عنوان جس کتاب کا تذکرہ کیا ہے حقیقت میں وہ ابھی اسقدر پارینہ اور از یاد رفتہ نہیں ہوئی ہے کہ اسکے یاد دلانے کی ضرورت پڑے، جان ڈیون پورٹ صاحب کی کتاب "اپالوجی فار محمد اینڈ دی قرآن" کے اردو میں دو ترجمے ہوئے ہیں ایک تو وہ جسکا ہمارے دوست نے ذکر کیا ہے، دوسرا ترجمہ بھی اسی زمانہ میں مولوی ابو الحسن صاحب نے کیا تھا اس دوسرے ترجمہ کا نام "تائید محمد والقرآن" ہے، اور جو لاہور کے کتب فروشوں کے ہاں ابتک ملتی ہے، البتہ پہلا ترجمہ جسکا نام "موید الاسلام" ہے اور جسکو مولوی عنایت الرحمن دہلوی نے کیا تہا، کم رواج پذیر ہوا، شاید اسلئے کہ اسکی طرز عبارت میں کسیقدر قدامت اور کہنگی کا رنگ جہلکتا تہا۔

جان ڈیون پورٹ صاحب کے متعلق حضرت الاستاذ علامہ شبلی مرحوم فرماتے تھے کہ یہ صاحب، سید محمود مرحوم کے پڑھانے کے لئے ولایت مین خانگی معلم اور اتالیق کی حیثیت سے تھے لیکن نہایت لائق اور اسی کے ساتھ نہایت رحمدل اور نیکوکار تھے، مولانا حکایت کرتے تھے جسکو اعفون نے شاید سرسید کی زبان سے سنا ہوگا کہ ڈیون پورٹ صاحب معلمی و اتالیقی و مضمون نویسی پر گذر کرتے تھے، اپنی ذات پر بہت کم خرچ کرتے تھے، جب مرنے لگے تو ان کے پاس اچھا خاصہ سرمایہ نکلا، اُنھون نے وصیت کی کہ یہ تمام سرمایہ ان کے محلہ کے یتیم خانہ کے نام منتقل کر دیا جائے،

۱۸۶۹ء مین جب سرسید، سید حامد اور سید محمود اپنے دونون بیٹون کو لیکر انگلستان گئے تو انکی ملاقات جان ڈیون پورٹ صاحب سے ہوئی، یہ نہین معلوم کہ وہ سرسید سے ملنے سے پہلے اپنی کتاب لکھہ چکے تھے، یا ملنے کے بعد اُنھون نے لکھی، بہرحال یہ کتاب لکھی گئی، لیکن وہان کوئی صاحب مطبع اُسکے چھاپنے کی ہامی نہین بھرتا تھا، اور نہ خود مصنف مین اُسکے چھپوانے کی استطاعت تھی، سرسید کو جب اس کتاب کا حال معلوم ہوا تو اُنھون نے اپنی طرف سے اُسکو چھپوا کر انگلستان مین شایع کیا، اور اسکی سو جلدین ہندوستان بھیجین، اور اسی زمانہ مین اُسکے دونون ترجمے شایع ہوئے،

اسوۂ صحابہ

از مولنا عبد السّلام ندوی

سیر الصحابہ کی ایک جلد جسمین صحابۂ کرام کے عقائد، عبادات، اخلاق اور طرز معاشرت کے تفصیلی حالات مین چھپکر تیار ہوگئی ہے، یہ کتاب اسلام کی علمی زندگی کا مرقع ہے، اور ہر مسلمان کیلئے اسکا مطالعہ ضروری ہے، لکھائی چھپائی کاغذ اعلیٰ، صفحات ۳۵۰، قیمت ؎

مینجر دار المصنفین

باب التقریظ والانتقاد

سلسلۂ منتخبات نظم اُردو

عربی شاعری کا بہترین انتخاب حماسہ ہے، اسکا جامع ابوتمام خود ایک بلند پایہ شاعر تھا لیکن "حماسہ" کے مشہور شارح تبریزی نے اپنی شرح کے دیباچہ مین لوگون کا یہ قول نقل کیا ہے کہ "ابوتمام اپنے کلام سے زیادہ اپنے انتخاب مین بڑا شاعر نظر آتا ہے"، اسمین شبہہ نہین کہ سخن فہمی مرتبہ سخن وری سے کسی طرح کم نہین، استاذ مرحوم (علامہ شبلی) نے "شعرالعجم" اور "موازنۂ انیس و دبیر" لکھکر ایران و ہندوستان کی شاعری پر جو احسان کیا ہے، کون کہہ سکتا ہے کہ اس کا درجہ خود انکی اُردو، فارسی شاعری سے کم ہے، لیکن یہ جامعیت بہت کم لوگون کے حصہ مین آتی ہے -

اُردو مین جس کثرت سے لوگ شاعر بننے کی کوشش کر رہے ہین، اُن مین سے فیصدی اگر ایک شخص بھی سخن سنجی کا صحیح مذاق اپنے اندر پیدا کر سکتا، تو اسکا وجود زبان و ادب کیلئے یقیناً ان اشخاص سے کہین بڑھکر مفید ہوتا، جو محض "موزون و مقفی کلام" کے مجلدات مین اضافہ کرتے رہتے ہین، گو اُردو شاعری بعض اصناف سخن کے لحاظ سے ابھی بہت ہی کم مایہ، بلکہ کیسر تہی دامن ہے، تاہم قدیم و جدید اساتذہ کے یہان ایسے جواہر ریزون کی کمی نہین جنکو اگر خس و خاشاک سے پاک کرکے یکجا کر دیا جائے، تو ہماری شاعری محض گل و بلبل اور خط و خال کی داستان یا صنائع و بدائع اور ضلع جگت کی طبع آزمائی نہین کہی جا سکتی -

اس ضرورت کا احساس اگرچہ ادب لطیف ہی کے شیدائیون کو ہونا چاہیئے تھا لیکن

ان کا ذوق لطافت پسندی شاید اپنے ذوق کی خدمت مین بھی کسی تلاش و کاوش کا متحمل نہین، اسلئے انکے فرض کا بار بھی ایک کاوش طلب علم ہی کے خدمتگذار نے اٹھایا ہے، پروفیسر محمد الیاس برنی (جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن) نے اپنے مخصوص فن معاشیات (اکنامکس) مین اردو زبان کی جو گرانقدر خدمت انجام دی ہے اور دے رہے ہین، اسکی اہمیت ارباب نظر سے مخفی نہین، لیکن کبھی کبھی اس خشک شغلہ سے گھبرا کر انکی زبان قلم تری ڈھونڈھنے لگتی ہے، جسکی ایک قسط (اسرار حق) کا پچھلے سال انہی صفحات (معارف - جولائی ۲۱ء) مین ذکر آچکا ہے، منتخبات نظم اردو کا سلسلہ بھی پروفیسر موصوف ہی کے قلم کا تحفہ ہے،

یون تو اردو شاعری کے کچھ نہ کچھ انتخابات پہلے سے بھی موجود ہین، لیکن یہ زیادہ تر یا تو صرف کسی ایک شاعر سے تعلق رکھتے ہین، یا کسی ایک مضمون پر چند شعرا کے کلام کا مجموعہ ہین، سلسلہ منتخبات نظم اردو" مین شعرا اور مضامین شاعری دونون لحاظ سے استقصا اور جامعیت کا اہتمام کیا گیا ہے، قدیم و جدید گذشتہ و موجودہ تمام اساتذۂ سخن ولی و میر، غالب و انیس سے لیکر اقبال و حسرت تک ایک ہی مرقع مین جلوہ گر ہین -

مضامین شاعری کے لحاظ سے اس سلسلہ کو تین موٹے عنوانات پر تقسیم کیا گیا ہے، (۱) جذبات فطرت، (۲) معارف ملت (۳) اور مناظر قدرت - جنمین سے ہر ایک عنوان الگ الگ ایک مستقل کتاب کی صورت مین شایع ہوا ہے، یعنی پورا سلسلہ تین حصون پر مشتمل ہے، اب تک اس سلسلہ کے تین سٹ (جلد) نکل چکے ہین، پہلا غالباً ۱۹ء مین نکلا تھا، جسکا ذکر فروری ۲۰ء کے معارف مین بذیل "مطبوعات جدیدہ" آچکا ہے، اسکے بعد جلد دوم کے تینون حصے نکلے، مقبولیت نے مولف کی ہمت بڑھائی اور اسوقت جلد سوم ہمارے سامنے ہی جسکا چھپنا مین مولف نے اس سلسلہ کو بھی اجباری رکھنے کی امید دلائی ہے،

ہر حصہ بجائے خود جس صنف کلام کو محیط ہے، اسکا اندازہ فہرست مضامین سے ہوگا جسکے کچھ اقتباسات درج ذیل ہیں[1]:-

جذبات فطرت : یاد رفتگان، نیرنگی عالم، وداع بلبل، پرندے کی فریاد، پھول کی فریاد، سیل زندگی، دم واپسین، جنازۂ پسر، نوحۂ برادر، بن مان کی بچی، قبر ابتدائے الفت، دل سے دو دو باتین، سیتاجی کی منت وزاری، حب وطن، ترانۂ ہند، نوحۂ دہلی، نیا شوالہ، شب وشاعر، نگاہ الفت، موسیقی، یاد ایام، انقلاب، عبرت، کاسۂ سر، طالبعلم کی امید، روز عید، ہجواکول (لبیار خور)

معارفِ ملت : معرفت، حمد، مناجات، شوق مدینہ، نام کے مشائخ، قحط علماء، قحط اہل اللہ، کوشش، راہ ترقی، استقلال، پیام عمل، صلائے عوام، رہبران قوم، احرار قوم، کانفرنس، مسلم لیگ، مسلم یونیورسٹی، وقت ملازمت، علم کی قوت، برق کلیسا، اگلے شرفا، نئے جنٹلمین، پردہ، ممبری کونسل، مقصد زندگی، قدر فرصت، محنت، ایک وقت مین ایک کام، آداب محفل، رموز وحدت، نزول وحی، طلسم حقیقت، حقیقت عالم، ترانۂ حیات، شاہ اسلام، سپاسنامۂ اردو، وصف سخاوت، مذمت تکبر، جہل مرکب، مہذب بیوی، عاشق رسول،

مناظرِ قدرت : ظہور صبح، پل پر شام تنہائی، چاندنی اور تالاب، سمندر کی رات، پچھلی رات، برسات، جھولا، شہر کی برسات، گرمی کا موسم، دہرہ دون کی سیر، صبح بنارس، دہان کے کھیت، آندہی، جاڑے کی بارش، گلاب کا پھول، آمون کی بہار، جونپوری خربزہ، احباب، سکون، مقبرۂ نورجہان، مرغابی، تتلیان، جگنو، ایک حسین لڑکی، عروس، ماما، نوشہ کا حمام، شیو شنکر جی کی برات، دلہن کی رخصت، میلے کی سیر، مراجعت وطن، تاج محل،

[1] یہ اقتباسات زیادہ تر جلد دوم وسوم سے ماخوذ ہین، ہر سٹ کا ہر حصہ کم وبیش سو عنوانات پر مشتمل ہے۔

ریل گاڑی، پن چکی، دودھ وغیرہ، تصویر غازی انور پاشا، چھیلا، پیری، پتنگ بازی، مرغ بازی، دیوالی، ہولی، سوانگ، بڈھا بوالہوس، قدیم سواری، چور چکار،

کیا اس مجموعہ کے پیش نظر ہونے کے بعد بھی اردو شاعری کے دامن پر یہ داغ رہجاتا ہے کہ وہ محض وصل و ہجر کی حکایات کا طومار ہے، اسمین کلام نہین کہ مذکورہ بالا مضامین مین قدیم اساتذہ کا حصہ کم ہے، لیکن یہ وقت کی بات تھی جس سے نفس اردو کی لسانی صلاحیت پر کوئی حرف نہین آتا، اردو کی زمین ہر رنگ و بو کے پھول کہلا سکتی تھی، صرف موسم کے آنے اور ہوا کے بدلنے کا انتظار تھا، کہ چمن کی ہر روش گلزار ہو گئی۔ پھر بھی تمکو یہ معلوم کرکے حیرت ہوگی کہ بکری، بلی، بلاؤ، چھیلا، ہولی، شادی کی دھوم، بارش اور شکار وغیرہ پر خالص وصف نگاری کی نظمین میر تک کے ہان موجود ہین،

مولف نے یہ بالکل سچ لکھا ہے کہ،

"ایسے وسیع انتخابات مین سب نظمون کا ہم پلہ ہونا نہ ممکن ہے نہ مطلوب بعض نظمین جو ادبی لحاظ سے شاید ادنی خیال کیجاتی ہین، اسلئے خاص طور پر قابل قدر ہین کہ وہ پہلے پہل نئے نئے مضامین کے خاکے ہین . . . . . اگر کچھ نظمین بعض حضرات کے لطیف ادبی مذاق پر بار ہون تو امید ہے کہ وہ معذرت قبول فرمائین گے، (دیباچہ صفحہ ۶-۷)

بااین ہمہ ان انتخابات پر ایک سرسری نظر ڈالتے ہی صاحب انتخاب کی کاوش و سخن سنجی کی بے ساختہ داد دینے کا جی چاہتا ہے، البتہ ترتیب کے متعلق چند باتین محتاج توجہ ہین،

(۱) چونکہ ہر قسم کے مضامین شعری کو تین عنوانات کی تحت مین لانے کی کوشش کیگئی ہے اسلئے قدرۃً بعض مضامین عنوان کتاب کے ساتھ میل نہین کہاتے، مثلاً دلی دربار، جوگی، میدان جنگ، تلوار، تاج محل، ریل گاڑی، تصویر غازی انور پاشا وغیرہ کے مضامین جو

مصنف نگاری سے تعلق رکھتے ہین، اُنکو مناظرِ قدرت کی تحت مین داخل کرنا نہایت ہی ناموزون معلوم ہوتا ہے، اسی طرح "شہزادہ کے گم ہونے پر ماتم" کی صحیح جگہ "مناظر قدرت کے بجاے جذبات فطرت مین تھی، دوشیزہ، چیونٹی، جگنو، ہاتھی، وغیرہ کو بھی مناظر قدرت (نیچرل سینری) کہنا برا معلوم ہوتا ہے، اس حصہ کا نام "کائنات قدرت" (یعنی نیچر) زیادہ مناسب ہوتا، وسعت بھی پیدا ہوجاتی،

جذبات فطرت اور معارف ملّت مین بھی اس قسم کی بعض ناہمواریان موجود ہین، آخرالذکر عنوان اخلاقی، قومی شاعری کے ساتھ فلسفہ و تصوف کے اسرار و حِکم کو بھی محیط ہی لیکن ان سب کو ایک ہی رشتہ مین گوندھنے کے لئے معارف ملّت سے بہتر کوئی عنوان نظر نہین آتا،

(۲) ایک ہی مضمون کا کلام، جو بعض صورتون مین ایک ہی شاعر کا بھی ہے، شلاً "برسات" کی نظمین تم کو تینون جلدون کے حصہ "مناظر قدرت" مین ملین گی، "نمود صبح" اور "ظہور صبح" ایک مضمون اور ایک ہی شاعر (انیس) کی دو مختلف نظمین، دو مختلف حصون مین درج ہین، اسکی وجہ غالباً یہ ہے کہ جب ایک جلد کا ذخیرہ جمع ہوجاتا ہے، تو وہ شائع کردیا جاتا ہے، پھر اگر اسی مضمون یا اسی شاعر کا کلام کچھ اور دستیاب ہوتا ہے تو آیندہ جلد کے حصہ مین آتا ہے۔ گو اس سے ترتیب مین ذرا پراگندگی محسوس ہوتی ہے، تاہم ہر جلد تقریباً ہر قسم کی نظمون پر مشتمل ہونے سے مختلف الالوان دسترخوان کا لطف ضرور رکھتی ہے،

(۳) ہر حصہ مین اگرچہ بجائے خود اس حسن ترتیب کا پورا لحاظ رکھا گیا ہے کہ ایک صنف کے مضامین ایک ہی سلسلہ مین درج ہون مگر کہین کہین اسمین بھی خلل نظر آتا ہے، مثلاً "مدینہ کی جوگن" "شوق مدینہ" اور "امداد نبی" "شفاعت نبی" کے بیچ مین "سفر آخرت" کی نظم، "یا تھیلی" اور "دیوالی" کے بیچ مین "صراف" کی نظم آجاتی ہے،

حسن ترتیب کے ساتھ حسن انتخاب کا حق بھی ابھی مزید توجہ چاہتا ہے اختلاً دوم کی اس ابتداے الفت" (جذبات فطرت" جلد دوم) کے ساتھ کہ،

ہم انہیں دیکھا کئے اور وہ ہمیں دیکھا کئے　　　ہاے وہ پہلی نگاہیں اجنبیت کے مزے

آنکھیں قدرتہً حسرت کے اس آغاز الفت کو ڈھونڈھتی ہیں کہ

یاد ہیں سارے وہ عیش با فراغت کے مزے　　　دل ابھی بھولا نہیں آغاز الفت کے مزے

حسن سے اپنے وہ غافل تھا میں اپنے عشق سے　　　اب کہاں سے لاؤں وہ ناواقفیت کے مزے

اس غزل کا ہر شعر پرکیف ہے۔

اسی طرح میر کی اس حقیقت عالم" (معارف ملت جلد سوم) کے پہلو میں کہ

کچھ نہیں اور دیکھیں ہیں کیا کیا　　　خواب کا سا ہے یاں کا بھی عالم

ہستی اپنی حباب کی سی ہے　　　یہ نمائش سراب کی سی ہے

جبتک غالب کے حقیقت نگار قلم کے یہ نقوش سامنے نہوں مرقع قطعاً ناقص رہیگا۔

ہستی کے مت فریب میں آجائیو اسد　　　عالم تمام حلقۂ دام خیال ہے

ہاں کھائیو مت فریب ہستی　　　ہر چند کہیں کہ ہے نہیں ہے

ہے غیب غیب جسکو سمجھتے ہیں ہم شہود　　　ہیں خواب میں ہنوز جو جاگے ہیں خواب میں

مولف کے اہتمام جامعیت سے امید ہے کہ آیندہ جلد میں تصویر کے باقی خط وخال بھی نمایاں ہوجائیں گے۔

جلد سوم میں ایک دلچسپ جدت کیگئی ہے، یعنی ایک ہی مضمون پر ایک ہی شاعر کے متفرق اشعار چن کر یکجا کئے ہیں مثلاً "شکایت الفت" "کیفیت عشق" "قاصد" وغیرہ عنوانات کے تحت میں میر کے بہت سے ہم مضمون اشعار ایک ہی سلک میں منسلک ہیں۔

لیکن ان چیزون مین ابھی بہت زیادہ اضافہ کی گنجائش ہے۔

بعض عنوانات کے نحوی مسامحات بھی آیندہ اڈیشن مین ترمیم طلب ہین، مثلاً "دوپہر مرا" "سہ پہر سرا" "کارخانۂ بلاؤ" ممبری کونسل، وغیرہ کی اضافت۔

ان خفیف جزئی فروگذاشتون کے باوجود "سلسلۂ منتخبات نظم اردو" اردو شاعری کا "سلسلۃ الذہب" ہے، اور بلاپس وپیش کہا جا سکتا ہے کہ اس سے بہتر وجامع تر کوئی انتخاب موجود نہین،

لکھائی چھپائی اور جلدبندی کا اہتمام بغایت دیدہ زیب ہے، ہر حصہ جسکی ضخامت ڈیڑھ سو صفحے سے زیادہ نہین ہے، ۲۰×۳۰ کی چھوٹی تقطیع کا ایک نہایت ہی خوبصورت مجلد ہے تینون سٹ جنکو چھوٹی چھوٹی کتابون کا ایک مختصر کتبخانہ کہنا چاہیے، تحائف وانعامات کے لئے خاص طور پر موزون ہین،

ہر حصہ کی قیمت عہ رہے، اور ملنے کا پتہ،

(۱) "محمد مقتدی خان شروانی علی گڈھ"

(۲) "محمد الیاس برنی، جام باغ، حیدرآباد (دکن)"

(۳) "شیخ مبارک علی، لہاری دروازہ، لاہور"،

مطبوعات جدیدہ

تفسیر سورۂ فاتحہ، سورۂ فاتحہ کا نام ام الکتاب ہے، یعنی وہ قرآن مجید کی اصل اور قرآن مجید کے تمام حقائق و اسرار کو جامع اور محیط ہے، اس بنا پر علما نے خاص سورۂ فاتحہ کی تفسیر اس نہج پر لکھی ہے کہ تمام قرآن مجید کی روح اور عطر اس ایک سورہ کے اندر آجائے اردو مین ابتک اس سورۂ مبارکہ کی ایسی کوئی تفسیر نہین لکھی گئی تھی، جناب مولوی محی الدین احمد صاحب بی، اے قصوری، سابق مدیر اقدام (کلکتہ) و ناظم جمعیت دعوت و تبلیغ اسلام (پونہ) نے جو مدت تک مولانا ابو الکلام صاحب کے درس قرآن مین شریک رہ چکے ہین، اس سورہ کی اردو مین ایک مبسوط و مفصل تفسیر لکھکر شائع کی ہے، طرز بیان موثر، طریقہ ادا سہل و آسان اور قرآن مجید ہی کی آیتون کی مدد سے مطالب کی تشریح کی ہے، جا بجا حالات موجودہ کی طرف بھی اسمین اشارات پائے جاتے ہین، قومون کے انحطاط اور جماعتون کے فساد اخلاق کے اصول و قوانین اور قرآن مجید سے ان کے طرق علاج و تدبیر کی تفصیل کی ہے، مسلمانون کے لئے اسکا مطالعہ نہایت مفید ہے۔

لکھائی چھپائی کاغذ عمدہ، تقطیع چھوٹی، خط باریک، صفحات ۳۰۸، قیمت عہ، پتہ:
الہلال بک ایجنسی، شیرانوالہ دروازہ، لاہور،

کلیات شیفتہ و حسرتی، نواب عظیم الدولہ محمد مصطفےٰ خان المتخلص بہ شیفتہ و حسرتی دلی کی اس آخری بزم کے رکن تھے جو ۱۸۵۷ء کے غدر کے بعد بھی شاہجہان کے دار السلطنت قائم تھی، شیفتہ کا اُردو اور فارسی کلام اساتذہ کے رنگ کا ہے، نواب حاجی محمد اسحاق خان صاحب مرحوم خلف الصدق نواب شیفتہ مرحوم نے شیفتہ کے اُردو اور فارسی کلام کے مجموعہ کو یکجا کر کے

تا کا فارسی دیوان مع تصویر ۱۲ر

مخاص فارسی زبان مین امثال

سلیمان کا ترجمہ ۸ر

سید سلیمان ندوی

جلد دوم ، اقوام قرآن مین اصحاب مدین

، جعلین ، اصحاب الرس اصحاب الحجر

قریش کی تاریخ ، اور عرب کی تجارت

پر تفصیلی مباحث صفحہ ۲۵۱ ۲۱ر

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ

کے احوال زندگی قرون اولی کی

اسباب اور ام المومنین کے

اور انکے اجتہادات وکمالات پر

حات ۔ ۳۵۰ صفحے قیمت ع

۵ ، چار ہزار جدید عربی الفاظ کی ڈکشنری عیہ

عربی کی پہلی ریڈر طبع سوم مع ترمیم ۲ر

دوسری ریڈر طبع دوم ۳ر

ت والجماعت فرقہ اہل السنۃ والجماعت کے

اصولی عقائد کی تحقیق ۸ر

امام مالک کی سوانح عمری اور موطا

عہ

ہندوستان ، آغاز اسلام سے

ن ہند اور خلفائے اسلام کے تعلقات

کلوں اور کیتون سے انکا ثبوت ، ۸ر

اسلام ۸ر

مولانا عبد السلام ندوی

سیرۃ عمر بن عبد العزیز یعنی اموی خلیفہ عمر بن عبد العزیز کی مفصل سوانح عمری اور انکے عہد حکومت کے تمام علمی مذہبی اور سیاسی کارناموں اور انکے مجددانہ اعمال کی تشریح و توضیح صفحے ۱۹۰ ، قیمت عہ

اسوۂ صحابہ ، صحابہ کرام کے عقائد ، عبادات ، اخلاق اور معاشرت کی صحیح تصویر اور قرون اولی کے اسلام کا عملی خاکہ ، اسکا مطالعہ ہر مسلمان کا فرض ہے صفحات ۳۵۰

قیمت ۱۲ر

مولوی عبد الباری ندوی

برکلے اور اس کا فلسفہ ، مشہور فلاسفر برکلے کے حالات زندگی اور اسکے فلسفہ کی تشریح مجلد ۱۲ ، غیر مجلد عہ

مبادی علم انسانی ، مادیت کی تردید مین برکلے کی مشہور کتاب پرنسپلس آف ہیومن نالج کا نہایت فصیح اور سلیس ترجمہ جسمین علم انسانی پر بحث کرکے مادیت کا ابطال کیا ہے مجلد ۱۲

مذہب و عقلیات ، آئین پر زور دلائل و مستند یورپین فلاسفر کے بیانات سے ثابت کیا گیا ہے کہ مذہب و عقل مین تصادم کا امکان ہی نہین ، ۹ر

مولوی عبد الماجد بی اے

فلسفۂ اجتماع ، جماعات انسانی کا علم النفس عہ

فلسفۂ جذبات ، جذبات انسانی کی نفسیاتی تشریح ، ۱۲ر

تاریخ اخلاق یورپ ، لیکی کی اصل ہسٹری آف یورپین مارلز کا ترجمہ جسمین فلسفۂ اخلاق پر ضمنی مباحث کے علاوہ یورپ کے تمدنی و اخلاقی رفتار کی تشریح کی ہے ،

قیمت جلد اول ع ، جلد دوم ع

مکالمات برکلے، برکلے کے تین مکالمون کا ترجمہ جن میں مکالمہ کی صورت مین برکلے نے مادیت کا ابطال کیا ہے، قیمت باختلاف کاغذ عہ و عمہ

پروفیسر سید نواب علی ایم اے

معارج الدین، جدید علم کلام پر ایک مستقل تصنیف، فلسفہ جدید اور مذہب کی باہمی تطبیق پر بہترین تبصرہ عہ
تاریخ صحف سماوی، توراۃ انجیل اور قرآن مجید کی جمع و ترتیب کی تاریخ کا باہمی موازنہ اور مخالفین اسلام کے اعتراضات دربارہ جمع قرآن کا جواب قسم اول عہ، دوم عہ
شمع سخن، پروفیسر نواب علی کی اخلاقی قومی و فلسفیانہ نظمون کا مجموعہ ۱۰ر

مولوی محمد یونس فرنگی محلی

روح الاجتماع، موسیو لیبان کی کتاب جس میں اجتماع انسانی کے اصول نفسیہ کا اردو ترجمہ، صفحہ ۲۳۳، عمر

مفتی انوار الحق صاحب ناظم تعلیمات بھوپال

حقائق اسلام، اسلامی مسائل کی فلسفیانہ عقلی تشریح عمر
تذکرۃ الحبیب، یعنی رسول اللہ صلعم کے اخلاق کا مفصل بیان عہ

منشی محمد مہدی صاحب نائب مہتمم تاریخ بھوپال

انسان، علم تشریح الاعضا کے ابتدائی مسائل سلیس عام فہم زبان مین عہ
رموز فطرت، طبیعیات، طبقات الارض، ہیئت و جغرافیہ طبعی کے ابتدائی مسائل عام فہم اور سلیس عبارت مین عہ

منشی محمد امین صاحب مہتمم تاریخ بھوپال

بیگمات بھوپال، مصور و مجلد ستے
گیارہ قصے، اخلاقی، معاشرتی و مذہبی ۸ر
نعت پیمبر، عربی فارسی و اردو کی چند نعتیہ نظمون کا مجموعہ ۸ر

پروفیسر محمد سجاد مرزا بیگ دہلوی

الاستدلال، یعنی علم منطق کے اصول نہایت خوبی و عمدگی کیساتھ سلیس زبان اور سہل طریقہ سے بیان کیے گئے ہیں صفحہ ۱۰۴ ستے
الانسان، یعنی انسان کے تمام قوائے نفسانی و جسمانی و خصوصیات طبعی کی علمی تشریح کی گئی ہے صفحہ ۲۱۲، قیمت عمر
تسہیل البلاغت، اردو زبان میں فن فصاحت و بلاغت اور بدیع پر دلکش اور سہل و آسان کتاب ستے

متفرق کتابیں

یاد ایام، مولنا عبد الحی صاحب ناظم ندوۃ العلما نے اس کتاب میں گجرات کی اسلامی تاریخ کے مختلف پہلو دکھائے اور وہاں کے امرا و وزرا، علما اور مشائخ کے حالات و علوم و فنون کی ترقی نہایت تاریخی تحقیق و تفصیل سے لکھے ہیں عہ
سیاحت قسطنطنیہ، مولنا شبلی مرحوم کی فرمائش سے خواجہ سید رشید الدین صاحب نے مشہور پروفیسر ہیکس ہوم کے سفرنامہ قسطنطنیہ کا اردو میں ترجمہ کیا ہے، قیمت عمر
پیشگوئی، جناب شبلی بگرامی نے اس کتاب میں عربی فارسی اور اردو کے شعرا اور ادبا کی پیشگوئی کے عجیب واقعات لکھے ہیں، قیمت عہ

معارف

(۱) معارف کی سالانہ قیمت للعہ ہے اور قیمت فی پرچہ ۶ر (۲) نمونہ کا پرچہ مفت نہیں دیا جائیگا (۳) رسالہ ہر ماہ کے آخر میں شائع ہو جاتا ہے، لیکن عموماً تاخیر نہیں ہوتی، اگر کسی صاحب کے پاس ۳۰ تاریخ تک نہ پہونچے تو دوسرے مہینے کے پہلے ہفتہ تک اطلاع دیں ورنہ بعد کو پرچہ بقیمت بھیجا جائیگا، ہندوستان سے باہر کے خریدار دوسرے مہینے کی ۱۵ تاریخ تک اطلاع کریں (۴) خریداران معارف خط و کتابت میں اپنا نمبر خریداری ضرور تحریر کریں، تعمیل میں دقت ہوتی ہے (۵) بعض اوقات مجبوری ہوتی ہے کہ ایک ہی تحریر میں بعض کا جواب اگر تخفیف قیمت کی درخواستیں آتی ہیں، افسوس ہے کہ ہم انکی تعمیل کی قدرت نہیں،

رجسٹرڈ نمبر اے ۱۸۲

معارف

مجلس دارالمصنفین کا ماہوار علمی رسالہ

مرتبہ

سید سلیمان ندوی

قیمت پانچ روپیہ سالانہ مع محصول

مطبع معارف میں چھپکر

دفتر دارالمصنفین اعظم گڑھ سے شائع ہوا

کتبخانۂ دار المصنفین اعظم گڈھ

علامہ شبلی نعمانی

سیرۃ النبی صلعم حصۂ اول طبع دوم سے، للعہ،

ایضاً حصۂ دوم طبع اول عہ، للعہ،

الفاروق حضرت فاروق اعظم کی لائف اور طرز حکومت ہے،

الغزالی امام غزالی کی سوانح عمری اور انکا فلسفہ عہ

سیرۃ النعمان، امام ابو حنیفہ کی سوانح عمری اور اُکے

اجتہادات و مسائل قیمت عہ

شعر العجم حصۂ اول، شاعری کی حقیقت فارسی شاعری کا

آغاز و قدما کا دور ے،

ایضاً حصہ دوم، شعرائے متوسطین کا دور

ایضاً حصہ سوم، شعرائے متاخرین کا دور عہ

(حصہ چہارم زیر طبع ہے)

ایضاً حصہ پنجم فلسفیانہ صوفیانہ اور اخلاقی شاعری

پر تبصرہ عہ

الانتقاد علی التمدن الاسلامی، جرجی زیدان کے تمدن

اسلامی پر عربی میں ریویو

سفرنامہ مصر و شام مطبوعہ معارف پریس عہ،

موازنۂ انیس و دبیر انیس کی شاعری پر ریویو ہے

المامون، خلیفہ ہارون الرشید کے عہد سلطنت کے

حالات عہ

مضامین عالمگیر، شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر پر اعتراضات

اور انکے جوابات عہ صہ ۱۲ر

مکاتیب شبلی، مولانا مرحوم کے خطوط کا مجموعہ جو

علمی، قومی، ادبی، اخلاقی معلومات کا

خزانہ ہے جلد اول عہ

ایضاً، جلد دوم عہ

رسائل شبلی، مولانا کے ۱۲ مختلف علمی مضامین کا

مجموعہ قیمت عہ

قصیدۂ امرتسر، امرتسر کے اجلاس ندوۃ العلماء میں

مولانا نے جو فارسی قصیدہ پڑھا تھا

طبع رنگین والے مطبع نامی کا نپور ۲ر

مجموعۂ کلام شبلی، اردو ۱۲ر

مثنوی صبح امید، اردو ۳ر

دیوان شبلی، فارسی عہ

مولانا حمید الدین صاحب بی اے

تفسیر سورۂ تحریم جدید طرز پر عربی میں قرآن مجید کی تفسیر ۴ر

تفسیر سورۂ قیامہ " " ۴ر

تفسیر سورۂ والشمس " " ۴ر

تفسیر سورۂ والکوثر " " ۴ر

تفسیر سورۂ والعصر " " ۴ر

الرای الصحیح فی من ہو الذبیح، عربی میں حضرت اسمٰعیل

کے ذبیح ہونے پر ایک مدلل

اور پر زور رسالہ ۱۰ر

اسباق النحو سہل طرز پر عربی گرامر، اردو ۴ر

جلد دہم | ماہ ذیقعدہ ۱۳۴۰ھ مطابق ماہ جولائی ۱۹۲۲ء | عدد اول

مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شذرات

اسوۂ صحابہ کی دوسری جلد جسمین صحابۂ کرام کے سیاسی، مذہبی اور علمی کارنامے درج ہین عنقریب چھپکر شائع ہوجائیگی، رقعات عالمگیر کی تدوین وترتیب کا کام جاری ہے تمام مواد جمع ہوگیا ہے، صرف شاہجہان کے نام کے خطوط تقریبًا دوسو صفحون مین ہونگے، سیرت نبوی جلد سوم کی کتابت شروع ہوگئی ہے، یہ جلد تمامتر معجزات اور کیفیات نبوی پر ہے،

گذشتہ ماہ جون مین مشہور ہندو یونیورسٹی کے بانی اور ہندی کو ہندوستان کی عالمگیر زبان بنانے کے پرزور محرک جناب پنڈت مدن موہن مالویہ صاحب نے دار المصنفین کو مشرف فرمایا، دیر تک وہ کتبخانہ کو، دفتر کو، پریس کو، رفقا کے رہنے کے کمرون کو دیکھتے رہے اور زبان کے مسئلہ پر بعض ارکان دار المصنفین سے گفتگو کرتے رہے ہمکو اس سے خوشی ہوئی کہ موصوف نے دار المصنفین کو رشک کی نظرون سے دیکھا اور پھر بھی پسند کیا،

جناب شاہ منیر عالم صاحب منصف ورئیس غازیپور جو شہر مذکور کے ایک ممتاز خاندان سے ہین ایک خط مین لکھتے ہین کہ اونکے پاس دیوان حافظ کا ایک عجیب وغریب نسخہ ہے، یہ نسخہ دربار اکبری کے شاعر فیضی کے دست خاص کا لکھا ہوا بیان کیا جاتا ہے، اسکے دیباچہ مین مذکور ہے کہ ملا آقا ایک بزرگ بادشاہ کی طرف سے متعین کئے گئے تھے کہ وہ حافظ کا ایک صحیح نسخہ مرتب کرین. ملا صاحب نے خود حافظ کے وطن شیراز جاکر دس برس قیام کیا اور وہان سے ایک صحیح نسخہ مرتب کرکے بادشاہ کے لیے ہندوستان لائے شاہ صاحب فرماتے ہین کہ جن جن اصحاب نے اس نسخہ کو دیکھا ہے سب کی یہی راے ہے کہ اس

یح نسخہ دوسرا انور محمد الری ... تھا جنگے شعرا کے لغات اور بعض اشعار کے مختلف نسخوں کے ...
مین اس سے بہترین مدد مل سکتی ہے،

اس لٹنے پر بھی ہندوستان مین کیا کیا انمول جواہر مدفون ہین، بدایون مین مولوی علی بخش صاحب مرحوم کا خاندان مشہور ہے، اس خاندان کی علمی یادگار ہمارے دوست مولوی یعقوب بخش صاحب راغب بدایونی ہین، اس خاندان کا کتب خانہ ہندوستان کے نوادر مین تھا، بہت سی چیزین وہان کی ضائع ہوگئین کچھ دوسرے کتبخانون مین منتقل ہوگئین، اب بھی جو قلمی کتابین موجود ہین اونمین سے حسب ذیل کتابین کسی نہ کسی حیثیت سے قابل ذکر ہین،

لباب التاویل خازن کا ایک عتیق نسخہ، لباب التفاسیر مکتوبۂ تیمی صوفی بشہر کرمان ۸۳۶ھ المتفق والمفترق (اسما الرجال) موضوعات ابن طاہر صاحب مجمع البحار مصنف کے زمانہ کی (تاریخ کتابت ۹۵۹ھ تاریخ وفات ۹۸۶ھ) موضوعات ابن جوزی، غایۃ الوصول شرح مختصر ابن حاجب از قطب الدین شیرازی، شمائل ترمذی از کتبخانۂ شاہ قلی خان محرم (یکے از امرائے اکبری) سیرت نبوی مین ایک نہایت نادر کتاب سبل الہدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد للحافظ یوسف الشامی،

دنیائے اسلام کا ایک گوشہ اب دوسرے گوشہ سے جس طرح مل رہا ہے اوسکی ایک تازہ نظیر یہ ہے کہ مصر کی ظاہری آزادی کی خوشی مین تونس کے سب سے قدیم جامعۂ زیتون کے طلبہ نے، مصر کے قدیم ترین جامعہ ازہر کے طلبہ کو اور تونس کے شاہی کالج مدرسۂ صادقیہ کے طلبہ نے مصر کے جامعۂ مصریہ کے طلبہ کو مبارکباد کے تار بھیجے ہین اور تمنا ظاہر کی ہے کہ اوسکی یہ آزادی عربی علوم و فنون کی حیات تازہ کے لیے بھی خدا کرے کہ باعث ثابت ہو،

ماہ گزشتہ مین برطانیہ کی ممتاز یونیورسٹی سینٹ اینڈریوز نے "ڈاکٹر آف لاز (ال، ال، ڈی) کی اعزازی ڈگریاں جن مشاہیر فن کو تقسیم فرمائین، ان مین ایک ذات مس ایلن ٹیری کی بھی تھی، جنکا طرۂ امتیاز یہ ہے کہ وہ اسوقت انگلستان کی سب سے نامور ایکٹرس ہین! ،

بے شبہہ، ہندوستان مین بھی "رنگیلے" محمد شاہ (دہلی) اور "جان عالم" واجد علی شاہ (لکھنو) نے اپنے اپنے زمانہ مین ارباب نشاط کی دل کھولکر سرپرستی و حوصلہ افزائی فرمائی تھی، لیکن جوہر شناسی کا یہ شرف بیسوین صدی کے ایک برطانوی دار العلم کے لیے محفوظ رہا تھا، کہ ایک ایکٹرس کو ایک اہم علمی خطاب سے سرافراز کرے! پچھلی ششماہی مین ہماری علیگڈھ مسلم یونیورسٹی نے ملک کے بعض رنگین طبع اُمرا، کو علمی خطابات سے مفتخر کرنے کی جو تجویز فرمائی تھی، اُسکے لیے سینٹ اینڈریوز یونیورسٹی کے اِس طرز عمل سے زیادہ واضح و مستند سند جواز اور کہان سے ہاتھ آسکتی ہے،

برطانیہ کی علمی تاریخ مین گوہر شناسی کا تنہا یہی ایک درخشان واقعہ نہین۔ موجودہ صدی کے آغاز مین جب یورپ کے نامور فلسفی ہربرٹ اسپنسر کی وفات ہوئی، اور اسکے احباب و تلامذہ نے اُسے ویسٹ منسٹر ایبے مین دفن کرانا چاہا، جو برطانیہ کے مشاہیر فن کے لیے مخصوص و محفوظ گورستان ہے، تو "مقتدر و ذی علم" مُتولیان گورستان کی بیشگاہ سے کسی طرح اسکی تدفین کی اجازت نہ ملی، لیکن اسکے کچھ ہی عرصہ کے بعد جب ایک مشہور ایکٹر ہنری اِرونگ کی وفات ہوئی، تو انہین حکام گورستان نے اسکے حدود کے اندر اسکی نعش کو کمال تزک و احتشام دفن ہونے کی اجازت عطا فرمائی۔

ہندوستان کے ارباب نشاط و تماشا کو مژدہ ہو، کہ بعض نکتہ سنجان یورپ کی نظر دقیقہ رس مین ایکٹرون اور ایکٹرسون کی قدر و قیمت خادمان علم و فلسفہ سے کہین زائد ہے۔ اور اگر یہ ملک ابھی انکی کافی قدر نہین کرتا، تو ذرا اور صبر و انتظار سے کام لین، تا آنکہ ہندوستان تمدن و تہذیب، تعلیم و شائستگی مین یورپ کے

ہم سطح ہوے،

---

۵ مئی کو لندن مین بہ مقام پیلیس تھیٹر قوانین امتناع مے نوشی دے فروشی کی مخالفت مین منعقد ہوا، دلدادگان دخت رز کا مجمع عظیم تھا۔ صدر جلسہ مسٹر ہنری آرتھر جونس نے طویل وعریض خطبۂ صدارت مین بیان فرمایا کہ

"مین چالیس سال سے ہر روز بلا ناغہ شراب پیتا رہا ہون، اور آجتک کبھی بدمست نہین ہوا ......

میرا عقیدہ ہے، کہ بہ قول ہٹلر کے انسان کو حیوانات پر جو تفوق و امتیاز حاصل ہے، وہ الکحل ہی کے باعث ہے۔ ہمارے مشاہیر فن شیکسپیر، ڈکنس، رابیلا، فیلڈنگ وغیرہ کے دماغ مین روشنی اور قلم مین روانی اسی آتش سیال کے طفیل پیدا ہوئی ہے"

اسی طرح دوسرے مقررون نے بھی شراب کے مناقب و فضائل بیان کیے، مے خواری کی خوبیون پر دلائل قائم کیے، اور اسکے طبی، اخلاقی، و ذہنی فوائد کو ایک ایک کرکے شمار کیا۔ ایک راوی معتبر کا بیان ہے، کہ جس وقت وہ اخبار مین اس مے پرست جلسہ کی کارروائی پڑھ رہے تھے، پڑوس کی مسجد سے ایک خوش آواز حافظ کی یہ صدا انکے کانون مین آنے لگی۔ إِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ زَيَّنَّا لَهُمْ أَعْمَالَهُمْ فَهُمْ يَعْمَهُونَ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَهُمْ سُوءُ الْعَذَابِ وَهُمْ فِي الْآخِرَةِ هُمُ الْأَخْسَرُونَ۔ (نمل۔۱) (جولوگ آخرت پر ایمان نہین رکھتے، انکی نظرون مین ہم انہین کے اعمال و اشغال کو اچھا کر دکھاتے ہین، اور وہ انہین مین لگے لپٹے رہتے ہین۔ یہی لوگ ہین جنہین عذاب شدید پیش آنا ہے، اور جنہین آخرت مین زیان کار رہنا ہے)

اُردو زبان کے تمام ہمدرد و ہواخواہ اس خبر کو دلی مسرت کے ساتھ سُنینگے، کہ چند ماہ سے آکسفرڈ مین ہندوستان کی مشترک زبان کی خدمات کے لیے ایک انجمن بزم اُردو کے نام سے قائم ہوئی ہے جسکے صدر ایک ہندو نوجوان ہین، جو بنارس ہندو یونیورسٹی کی جانب سے وظیفہ حاصل کرکے وہان تحقیقات علمی مین

مصروف ہین۔ کیمبرج مین ایک انجمن انہین مقاصد کے ساتھ اس سے پیشتر قائم ہو چکی ہے، بلکہ اسکا الحاق بھی غالبًا ہماری انجمن ترقی اردو (اورنگ آباد) سے ہو چکا ہے۔ اسکے صدر فرنگی محل لکھنؤ کے ایک ہونہار فرزند ہین۔ دعا ہے، کہ دونون مجلسون کو خلوص و صداقت کے ساتھ خدمت زبان وقوم کی توفیق عطا ہوتی رہے،

تازہ ولایتی ڈاک سے خبر آئی ہے کہ سلطنت برطانیہ کے دار الحکومت شہر لندن مین ایک عظیم الشان و حیرت انگیز ناچ گھر تعمیر ہو رہا ہے، جو اپنے حُسن و زیبائش اور سامان تنعم و آرایش کے لحاظ سے چشم فلک کو بھی خیرہ کر دیگا، درمیانی ہال ۱۶۰ فٹ طویل، ۱۰۰ فٹ عریض، اور ۴۰ فٹ بلند ہوگا، کل وسعت اتنی ہوگی، کہ ۸۰۰ جوڑین بیک وقت سرگرم رقص ہو سکینگی، اور تماشائیون کی تعداد ۳۰۰۰ تک پہنچ سکے گی۔ ستون بسنگ مرمر کے ہونگے۔ رنگ و روغن، نقش و نگار مین صناعی کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا جائیگا۔ برقی لیمپون کی تیز جگمگاہٹ سے رات پر دن کا دھوکا ہوگا۔ ایک چھت شیشہ کی ہوگی، اس پر سُرخ، سبز، و نیلگون روشنیون کا عکس پڑتا رہے گا، چالیس ماہرین فن اور آٹھ ماہرات فن کی جماعت تعلیم دینے کے لیے ہر وقت حاضر رہے گی، نازنین و نوعمر ناچنے والیان، حسن و جمال، رعنائی، نزاکت، دلبری و دلربائی مین مرتبۂ کمال رکھتی ہونگی، مصارف تعمیر کا اندازہ ۱۰۵۰۰۰ پونڈ (۱۵ لاکھ ۷۵ ہزار روپیہ) کا ہے۔ ۱۹ ستمبر کو یہ عمارت مکمل ہو جائے گی،

راویان صداقت شعار و ناقلان حقیقت آثار (انگریزی اخبارات کے نامہ نگارون) کا بیان ہے کہ تیاری پر لندن کا یہ ایوان رقص، اپنی وسعت و زیبائش کے اعتبار سے، روے زمین پر یکتا و بے نظیر ہوگا، بیشک ہوگا، سُنتے ہین کہ عصر قدیم مین بھی ایک متمدن سلطنت کے فرمانروا نے ایک "جنت ارضی" بنا کرائی تھی، اور جسکے تذکرے "باغ ارم" و "بہشت شداد" کے نامون سے آج تک ادبیات مشرقی کے دفاتر

پارہ مین محفوظ چلے آتے ہین، کاش، اگلون کے انجام سے پچھلون کو عبرت حاصل ہوتی رہتی! یہ داستان
غیر تاریخی سہی، لیکن ایسی قومون کے وجود سے تو بہرحال انکار نہین ہوسکتا، جو چپہ چپہ پر اپنی یادگارین

أتبنون بكل ريع آية تعبثون و — پُرعظمت عمارتون کی شکل مین تیار کرتی تھین اور

تتخذون مصانع لعلكم تخلدون — جنہین اپنی زندگی کے دوام کے ساتھ یہ بھی اعتماد تھا

(۱۱-۷) — کہ انکے یہ قصر و ایوان ہمیشہ انکا ساتھ دیتے رہینگے

یہ قومین اپنی کثرت تعداد پر، اپنے مویشیون پر، اپنی تفریح گاہون اور پارکون پر، اپنے

الذي أمدكم بما تعلمون أمدكم — جاری کئے ہوئے فوارون، چشمون، اور

بانعام وبنين وجنت وعيون (ایضاً) — نہرون پر، فخر و ناز کرتی رہتی تھین، لیکن

نتیجہ جو کچھ ہوا، وہ اوراق لیل و نہار پر درج ہے، جسے چشم بصیرت ہر وقت پڑھ سکتی ہے، ہل تحس

منهم من احد او تسمع لهم ركزا۔

سال مین دو مرتبہ انگریزی حکومت کی جانب سے ہندوستان مین "خطابات" کی تقسیم ہوتی ہے، سالہا سال سے ہم پر جو غیرت شکن و غلامی آفرین نظام تعلیم و تربیت مُسلط ہے، اس نے قدرتی طور پر ان خطابات کو ہماری ایک جماعت کثیر کی نگاہون مین محبوب اور تمغاے افتخار بنادیا ہے، مدتون پیشتر سے حصول خطاب کے لیے قلوب مضطر رہتے ہین، سیکڑون راتین اضطراب اور بےچینی کی کروٹون کے ساتھ گزرتی ہین، صدہا بار آستان حکومت پر ناصیہ فرسائی کیجاتی ہے۔ ضیافتون، رشوتون، غمازیون، وطن فروشیون، اور خدا معلوم کن کن ناقابل ذکر شکلون مین نیازمندیان جلوہ گر ہوتی ہین، معابد مین دعائین مانگی جاتی ہین، مزارات پر منتین مانی جاتی ہین، ذی اثر احباب سے جلسون اور ضیافتون کے وعدے کئے جاتے ہین، اور ایک والہانہ ذوق و شوق اور عاشقانہ اشتیاق و انتظار کے ساتھ سرکاری گزٹ

اس پر اپنے تمام کے طلوع ہونیکی توقع کیجاتی ہو، اور خیر ہندستان تو ہندوستان آجکل تو دنیا کی سب سے بڑی مہذب پارلیمنٹوں میں اسکے لیے ممبر دست وگریبان ہیں، اور وزراء ہیں بچیں،

لیکن اسلام میں عزت وتکریم، سروری وسرداری، تعظیم واحترام کی اصلی مستحق صرف ایک ذات ہے، وہ ذات یکتا وبے ہمتا جسکی عظمت واجلال، بزرگی وکبریائی پر زمین وآسمان سب شہادت دے رہے ہیں، وله الكبرياء في السموات والارض (جاثیہ ۴) عزت حقیقی ساری کی ساری صرف اسی کی ہے، اِنَّ العِزَّةَ لِلّٰهِ جميعًا (یونس)، اس آفتاب کبریائی کا پرتو جب ذرات بشری پر پڑتا ہے، تو انہیں بھی منور کر دیتا ہے۔ یہ ذرات نورانی سب سے پہلے انبیاء کرام اور اسکے بعد صالحین امت ہیں، جنکے قلوب نور ایمان سے لبریز ہوتے ہیں، ولله العزة ولرسوله وللمومنين ولكن المنفقين لا يعلمون (منافقون ۱)

اسلام سے قبل تمام دنیا اس گمراہی میں مبتلا تھی، کہ عزت کا معیار خوش نسبی وبلند نسلی ہے، اسلام نے آتے ہی اس بت کو توڑا، اور اعلان عام کر دیا، کہ بندوں کی عزت ومرتبت کا اصلی معیار صرف تقرب الی اللہ یعنی تقوی وحسن عمل ہے يا ايها الناس انا خلقنكم من ذكر وانثى وجعلنكم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اكرمكم عند الله اتقكم (حجرات ۲) باقی نسل وقوم، حسب ونسب، رنگ وجنس وغیرہ کے امتیازات تو محض مصالح معاشری کی غرض سے ہیں اصل اسکی واحد ہے اسی منشور ازل میں اسکی منادی کر دی گئی، کہ اگر حصول عزت کی خواہش ہے، تو یاد رہے، کہ عزت تو صرف کبریائی من كان يريد العزة فلله العزة جميعا، اليه يصعد الكلم الطيب والعمل الصالح يرفعه (فاطر ۲) مطلق کی ہے، اس تک بندوں کی اچھی باتیں ہی پہنچتی ہیں، اور عمل صالح ہی بلند کرتا ہے جس خاک کے پتلے کو اس آستانہ سے عزت نصیب نہیں ہوئی، اسے دنیا کا کوئی اعزاز، کوئی خطاب ومن يهن الله فما له من مكرم (حج ۲) قیامت تک سربلند نہیں کر سکتا،

جو حرمان نصیب بندہ اس سرچشمۂ عظمت وکبریائی کو چھوڑ کر اغیار کے آستانوں پر ناصیہ سائی کرتے، اور انکے طالب عزت رہتے ہیں، انہیں بشر المنفقين بان لهم عذابا اليما الذين يتخذون الكفرين اولياء من دون المومنين ايبتغون عندهم العزة فان العزة لله جميعا (نساء ۲۰) منافقین قرار دیا گیا ہے، اور انکے حق میں شدید عذاب الہی کی وعید وارد ہوئی ہے،

خدا ہر کلمہ گو کو عذاب منافقت سے محفوظ رکھے، اور عزت کا مفہوم صحیح سمجھنے کی توفیق نصیب کرے،

ہندوستان میں "بیکاری" کا مرض جس کثرت کے ساتھ پھیلا ہوا ہے، اور ملازمت کی حرص جس شدت سے پائی جاتی ہے، اسکا تجربہ ہر شخص کو اپنی جگہ پر ہے، مولٰنا حالی نے بھی مدت ہوئی یہی واقعہ کو ایک شعر میں نظم کیا تھا

ہوتی مشرق میں ہے گر ایک اسامی خالی ❊ قافلے ہوتے ہیں مغرب سے اسی دم راہی

فاقہ و نیم جاہل ہندوستان کا یہ "ندیدہ پن" ہمیشہ قابل مضحکہ خیال کیا گیا، لیکن کم لوگوں کو معلوم ہوگا، کہ یہ وبا بھی تمدن جدید ہی کے طفیل ہندوستان میں پھیلی ہے، اور اسکی مولد بھی وہی سرزمین ہے، جو تہذیب و شائستگی کی مولد ہے۔ ابھی چند روز کا ذکر ہے، کہ مرکز تمدن و تعلیم شہر لندن میں ایک "دھوبی خانہ" کے مالک نے "ٹائمس" میں اپنے کارخانہ کے لیے ایک ٹیلیفون ماسٹر (ہندوستان کی اصطلاح میں تار بابو) کی بابت، ڈہائی سو پونڈ سالانہ کے مشاہرہ کے ساتھ اشتہار دیا، جو انگلستان کے معیار سے بہت ہی معمولی درجہ کی رقم ہے۔ اشتہار دیتے ہی درخواستوں کا انبار لگنا شروع ہوگیا، جنکی تعداد بالآخر آٹھ سو تک پہنچ گئی۔ جگہ صرف ایک تھی، اور خواستگار آٹھ سو کی تعداد میں تھے! اور ان میں ہر قسم کی اعلیٰ قابلیتوں کے افراد (ذکور و اناث) شامل تھے! مالک کارخانہ نے اس انبوہ عظیم سے آٹھ گریجویٹ امیدواروں کا انتخاب کیا، اور ان میں امتحان مقابلہ کے بعد، بالآخر دو گریجویٹ خاتونوں کو دونوں نمبر ملازم کرلیا۔ ان میں سے ایک صاحبہ لیورپول یونیورسٹی کی گریجویٹ ہیں، دوسری مانچسٹر یونیورسٹی کی! ہندوستان کے گریجویٹ، بفضل خدا ابھی تک "گھر" اور "گھاٹ" دونوں سے ناآشنا نہیں ہوئے ہیں!

سُنتے ہیں، مسلمانوں کو بھی اپنے اسراف کا احساس ہو چلا ہے، اور علیگڈھ مسلم یونیورسٹی کے مصارف کی تنقید کرنے، اور ان میں کفایت پیدا کرنے کی غرض سے ایک کمیٹی مقرر کی گئی ہے! خدا معلوم اس روایت کی کہاں تک اصلیت ہے، کہ کمیٹی کے اکثر ارکان انداز انکسار شعر وردزبان رکھتے ہیں کہ

ہے آرزو کہ ابروئے پُرخم کو دیکھئے ❊ اس حوصلہ کو دیکھئے اور ہم کو دیکھئے

مقالات

فلسفۂ جدیدہ
کا
نقطۂ آغاز

از پروفیسر عبد الباری ندوی

انسان کے پاس اظہار مدعا اور افہام و تفہیم کا واحد آلہ زبان ہے، لیکن دنیا مین آرار و خیالات کا جو عظیم الشان اختلاف پیدا ہے، اس کا ایک بڑا سبب تعبیر مطلب کا یہی واحد آلہ ہے آدمی بعض اوقات مخاطب کو روزمرہ کی معمولی باتین تک سمجھانے مین اپنے کو قاصر پاتا ہے اور الفاظ سے دلی مدعا کا حق نہین ادا ہوتا۔ پھر جہان یہ الفاظ ایک زبان سے دوسری اور تیسری تک پہنچے، اور ایک کے ضمیر کی تعبیر دوسرے نے کی، تو مشکل ہی کبھی اصل متکلم کا مافی الضمیر صحت کے ساتھ ادا ہو پاتا ہے،

زبان و لغت کا یہ نقص سب سے زیادہ برہنگی کے ساتھ فلسفہ و الٰہیات مین نظر آتا ہے جہان کبھی کبھی یہ بدگمانی ہونے لگتی ہے، کہ فلسفیانہ مسائل تمامتر لفظون کا گورکھ دہندا ہین بات یہ ہے، کہ فلسفہ کے مباحث اپنی غایت نزاکت و تجرید کی وجہ سے بہ مقابلہ عامیانہ خیالات کے الفاظ کا تحمل اور بھی کم کر سکتے ہین، اسلیے کسی فلسفی کے افکار و نظریات کی تعبیر مین جسقدر کم اُس کے الفاظ سے ہٹنا پڑے، اتنا ہی زیادہ بہتر ہوگا،

اس بنا پر جی یہ چاہتا تھا، کہ اُردو مین فلاسفۂ مغرب کی اگر برکلے کی طرح پہلے تالیفات بلفظہ ترجمانی ہو جاتی، تو پھر آئندہ انکی تفسیر مین "بما لا یرضیٰ بہ قائلہ" کا اندیشہ نسبتہً

کم رہ جاتا، برگلے کے بعد ہیوم کے متعلق اس خدمت سے عہدہ برا ہونے کی کوشش کی گئی ہے، جو امید ہے، کہ کسی قریب ہی مستقبل مین لباس طباعت کے ساتھ پیش ہوسکے۔ مگر ظاہر ہے کہ تمام فلاسفہ کے ساتھ اس اعتنا و اہتمام کا قائم رکھنا کسی شخص واحد کے ان کی بات نہین۔ کسی اور طرف سے کوئی صدائے بازگشت اٹھتی نظر نہین آتی ہے خصوصاً موجودہ حالات مین مسلمانون کو اُردو وغیرہ کی طرف توجہ کی کہان فرصت! بعض زاویون مین جو کچھ ہو رہا ہے، وہی ہوتا رہے، تو غنیمت ہے۔

بہرکیف اپنی "سعی لاحاصل" کی لذت کو قائم رکھنے کا ایک راستہ یہ نظر آیا ہے، کہ اگر کلیتہً نہین ممکن تو کم از کم جزئیتہً ہی سہی اساطین فلاسفہ کا ایک اجمالی مرقع سامنے آجائے ذیل کے صفحات کو اسی سلسلہ کی پہلی قسط سمجھئے،

اس سلسلہ مین بھی یہ اہتمام پوری طرح نظر ہے کہ صرف شارحین و مورخین فلسفہ کی شرح و تعبیر پر اعتماد کرنے کی جگہ فلاسفہ کی اصل کتابون کو پڑھکر مغز سخن نکال لیا جائے، اور جہان تک ہوسکے خیالات کے ساتھ ان کے اسلوب بیان و طرز استدلال کو بھی اصلی حالت مین محفوظ رکھا جائے،

اور چونکہ اس سلسلہ کی غرض اختصار کے ساتھ فلاسفہ کے صرف اصولی افکار و خیالات کی نمائندگی ہے، اسلیے ان کی تنقید و تصحیح سے بالکل تعرض نہین کیا گیا ہے، کہ اولاً تو اس سے ذہن منتشر ہوکر اصل خیالات پر پوری طرح متوجہ نہین رہسکتا، ثانیاً چونکہ بعد مین آنیوالے فلاسفہ کے افکار بڑی حد تک اپنے متقدمین کی تصحیح و تنقید ہی پر مبنی ہوتے ہین لہذا متاخرین کی ترجمانی سے متقدمین کی تنقید از خود ہوتی جائیگی،

یہ روزمرہ کا ایک محسوس و مشاہد واقعہ ہے، کہ آفتاب مشرق سے حرکت کرکے مغرب مین

ڈوب جاتا ہے، لیکن تحقیق سے پتہ چلا، کہ حقیقت حال اس کے بالکل برعکس ہے۔ در اصل آفتاب نہین، بلکہ وہ زمین حرکت کر رہی ہے، جس کو ہم ساکن محسوس کرتے ہین۔ اور آفتاب کی حرکت محض ایک فریب حواس ہے۔ اسی طرح بظاہر نفس و روح یا ذہن و ذات کے مقابلہ مین جسم و مادہ یا خارج و ماسوی الذات کا وجود زیادہ مستقل زیادہ حقیقی اور زیادہ یقینی معلوم ہوتا ہے، حتیٰ کہ فلسفہ بھی کم و بیش ڈھائی ہزار سال تک، زیادہ تر، ماسوی الذات ہی کے اندر حقیقت جوئی کیلیے سرگردانی کرتا رہا،

لیکن بالآخر دنیائے فلسفہ نے بھی ایک کوپرنیکس[1] پیدا کیا، جس نے مرکز فلسفہ کو اسی طرح بدل دیا، جس طرح کوپرنیکس نے مرکز عالم کو بدل دیا تھا، فلسفہ کے اس کوپرنیکس کا نام ڈیکارٹ (۱۵۹۶ء تا ۱۶۵۰ء) ہے، جس کے وطن ہونے کا فخر فرانس کو حاصل ہے، ڈیکارٹ ہی نے پہلے پہل وضاحت و تعین کے ساتھ اس حقیقت کو رونما کیا، کہ سب سے زیادہ قطعی و غیر مشتبہ وجود کائنات خارجی کا نہین، بلکہ ذہن و ذات یا نفس و "انا" (مین) کا ہے،

ڈیکارٹ کے بعد سے فلسفہ کی سطح پر جتنے خطوط کھینچے گئے ہین، اُن سب کا "نقطہ آغاز" یہی "انا" ہے، علیات (ایپسٹما لوجی) جسکو صحیح معنے مین "فلسفۂ جدیدہ" کا لقب دیا جاسکتا ہے، اُسکے مباحث کا محور بھی انا یا نفس اور ذہن ہی ہے۔ یعنی اب محسوسات و معلومات کے بجائے اصلی بحث خود حس و شعور اور علم و فہم کی ہے،

———— (۱) ————

ڈیکارٹ نے جو راہ تحقیق اختیار کی، وہ اُس کے اصل فلسفہ سے بھی زیادہ فلسفیانہ تھی۔ حکماء فلاسفہ کے باہمی اختلاف آرا کا یہ حال ہے، کہ "کوئی عجیب سے عجیب اور انوکھی سے انوکھی شے بھی ایسی نہین تصور کیجا سکتی، جس کا کوئی نہ کوئی فلسفی قائل نہ ملتا ہو"۔ ان اختلافات نے طالب علمی ہی کے

[1] جس نے قدیم نظام بطلیموسی کے خلاف ثابت کیا، کہ مرکز عالم زمین نہین بلکہ آفتاب ہے،

...ں نے ڈیکارٹ کو اس درجہ بدگمان کر رکھا تھا، کہ اپنی رہنمائی کے لیے اُس نے جو چار اصول قرار دیے ہیں، اُن میں سب سے پہلا اور سب سے اہم اصول یہ ہے کہ[1]

(۱) کسی چیز کو اُس وقت تک ہرگز نہ قبول کرونگا جبتک وہ میرے ذہن کے لیے اسقدر واضح وغیر مشتبہ نہو کہ اُس میں شک کرنا قطعاً ناممکن ہو،

باقی تین اصول یہ ہیں، کہ (۲) زیر تحقیق مسئلہ کے متعلق ہر اشکال کو تحلیل کرکے اُس کے جتنے اجزا ممکن ہوں، اُن میں تقسیم کردینا چاہیے (۳) بسیط سے بسیط شے سے شروع کرکے بتدریج مرکب و پیچیدہ شے کی طرف جانا چاہیے (۴) ہر مسئلہ میں ایسے احصاء تام سے کام لینا چاہیے، کہ اس امر کا کامل یقین ہو سکے کہ کوئی بات نظر انداز نہیں ہوئی ہے،

اصول اول کی رعایت میں ڈیکارٹ نے اپنے شک کو صرف فلسفیانہ مسائل تک محدود نہیں رکھا بلکہ اس میں اس درجہ مبالغہ کیا کہ محسوسات سے گذر کر براہین ریاضیہ تک کو اشتباہ کے قابل قرار دیا۔ بقول شوپنہار کے کہ "وہ تمام مسلمات کو شکوک سمجھکر" شروع سے شروع کرنا چاہتا ہے"

"جن چیزوں کو میں آج تک اعلیٰ سے اعلیٰ صداقت و یقین پر مبنی سمجھتا رہا ہوں، وہ یا تو براہ راست خود حواس سے یا ان کی وساطت سے ماخوذ ہیں، لیکن حواس بعض اوقات دھوکا دیتے ہیں، اسلیے عقلمندی یہ ہے کہ جس شے سے ہم ایک مرتبہ دھوکا اٹھا چکے ہیں، اُس پر ہم کو کامل اعتماد نہ کرنا چاہیے"

اقلیدس یا ہندسہ تک کی معمولی معمولی باتوں میں بعض لوگ ٹھوکریں کھاتے اور غلط

[1] دیکھو DISCOURSEONMETHDAMETAPHYSIEALMEDILATIONS (منہج و افکار) صفحہ ۲۲ (مطبوعہ "اسکاٹ لائبریری") یہی کتاب، جو دراصل "مبحث منہج" و "افکار الٰہیات" کی دو کتابوں کا مجموعہ ہے، ڈیکارٹ کے نظام فلسفہ کا صحیفہ ہے، آگے زیادہ تر اسی کے حوالے آئینگے۔

قیاسات قائم کر جاتے ہین۔ مین خود بھی اسی طرح غلطی کر سکتا ہون، جس طرح دوسرے کرتے ہین، لہذا مین نے تمام اُن دلائل کو غلط سمجھکر رد کر دیا، جنکو پہلے براہین خیال کر کے قبول کیا تھا۔

سب سے آخری شبہہ یہ ہوتا ہے، کہ جو خیالات ہمارے ذہن مین بیداری کی حالت مین پیدا ہوتے ہین، بعینہ وہی خواب کی حالت مین بھی پیدا ہو سکتے ہین، بے اس کے کہ ان مین سے کوئی بھی صحیح ہو۔ اسلیے مین نے فرض کر لیا، کہ میرے ذہن کے تمام خیالات محض خواب کی باتین ہو سکتی ہین" (صفحہ ۳)

لیکن ڈیکارٹ کا یہ ہمہ گیر شک پیرہو[2] کی طرح محض شک و ریب کی خاطر نہ تھا، بلکہ وہ اس شک سے یقین کے ایک ایسے ناقابل شک نقطہ اور ایسی اٹل چٹان تک پہنچنا چاہتا تھا، جو علم و استدلال کی عمارت کے لیے مستحکم بنیاد بن سکے (صفحہ ۳۴)

تم زمین و آسمان کے تمام محسوسات و مشاہدات کو شک کی نگاہ سے دیکھ سکتے ہو، تم خود اپنے جسم کے وجود مین شبہہ کر سکتے ہو، تم اپنے تمام حسی و ذہنی خیالات کو محض اپنا ایک طویل خواب قرار دیسکتے ہو، لیکن نفس ان خیالات اور خیال کرنے والی ذات مین شک کرنا ناممکن ہے۔ مین یہ خیال کر سکتا ہون کہ جس قلم سے بیٹھا ہوا لکھ رہا ہون، اُس کا اور اس سے لکھنے والے ہاتھ کا خارج مین کوئی وجود نہین، لیکن یہ کیسے خیال کر سکتا ہون، کہ مین خیال نہین کر رہا ہون۔ اس مین شک کرنا ہی کہ مین خیال کر رہا ہون یا نہین ایک شک یا خیال کرنے والی ذات کو مستلزم ہے۔

اسی کو ڈیکارٹ نے اپنے تاریخی فقرہ مین یون ادا کیا ہے، کہ "مین سوچتا ہون اسلیے مین ہون"، یعنی سوچنے والی ذات یا "مین" (انا) کا وجود قطعاً ناقابل شک و انکار ہے۔

تمام چیزین غلط ہو سکتی ہین، لیکن یہ صداقت کہ "مین سوچتا ہون، اسلیے مین ہون"، اس قدر قطعی او واثق ہے، کہ مشککین کے مبالغہ آمیز سے مبالغہ آمیز مفروضات بھی اس کو متزلزل نہین کر سکتے۔

[2] یہ قدیم زمانہ کا یونانی فلسفی اور فلسفۂ تشکیک و ارتیابیت کا بانی ہے جس کو خود شک مین بھی شک تھا۔

لہذا اسی کو مین نے اپنے فلسفہ کا وہ اولی و اساسی اصول قرار دیا، جس کی جستجو تھی؛؛

ڈیکارٹ نے اس اصول کی قطعیت کو متعدد پیرایوں مین بار بار دہرایا ہے۔ اور یہ اصول چونکہ نہ صرف ڈیکارٹ کے فلسفہ کا اساس ہے، بلکہ، جیسا کہ تم کو اوپر معلوم ہوچکا ہے، جدید فلسفہ کی ساری عمارت اسی ''مین'' یا ''انا'' پر قائم ہے، اسلیے ذرا توجہ سے پھر ایکبار ہوسس اول کے الفاظ سن لو۔

انسان کا علم تمام تر حواس سے ماخوذ و مستنبط ہے، جو کبھی کبھی دھوکا دیتے ہین، اسلیے ''مین فرض کیے لیتا ہون کہ خدا نہین بلکہ کوئی خبیث روح یا شیطان ہے، جو انتہائی حد تک قادر ہونے کے ساتھ اعلیٰ درجہ کا مکار بھی ہے، وہ اپنی تمام کارستانیون سے مجکو دھوکا دے رہا ہے۔ مین مانے لیتا ہون، کہ زمین، آسمان، ہوا، رنگ، اصوات و اشکال تمام خارجی چیزین محض اضغاث و احلام ہین، جن کا جال اس شیطان نے مجکو فریب دینے کے لیے بچھا رکھا ہے مجکو تسلیم ہے، کہ جو کچھ میری آنکھین دیکھتی ہین، وہ سب غلط ہے، مین باور کیے لیتا ہون کہ میرا حافظہ جن چیزون کی یاد دلاتا ہے، اُن کا کبھی کوئی وجود نہ تھا، مجکو قبول ہے، کہ میرے آلات حس کا کوئی وجود نہین، اور جسم امتداد، شکل و صورت وغیرہ تمام چیزین من گڑھت اور میرے ذہن کی اختراعات ہین۔ ان تمام مفروضات کے بعد بھی دیکھو کہ کیا باقی رہجاتا ہے؟ ''مین'' یعنی وہ ذات، جو اس فریب مین مبتلا ہے، کیا وہ کوئی چیز نہین ہے؟ کیا خود میرے التباسات میرے وجود کو مستلزم نہین ہین؟ کیا مین یہ نہین کہہ سکتا، کہ ''چونکہ مین فریب کھا رہا ہون اسلیے مین موجود ہون''؟ خبیث روح اور جس قسم کا دھوکا مجکو دیسکتی ہو، دینے دو، لیکن وہ اس کا کبھی یقین نہین دلاسکتی، کہ مین کچھ نہین ہون، لہذا اس قدر بہرحال بالکل بدیہی و قطعی ہے، کہ ''مین ہون'' ''مین موجود ہون''! مین کیا ہون یہ مین نہین جانتا، البتہ اتنا یقینی ہے کہ مین ہون''

لیکن در اصل میرا وجود ہی میری حقیقت پر سے بھی پردہ اٹھا دیتا ہے، اور "مین ہون" سے از خود "مین کیا ہون" کا عقدہ کھل جاتا ہے۔ اسلیے کہ "مین ہون" کے معنے صرف اس قدر ثابت ہوئے ہین، کہ ایک "سوچنے والی" ذات ہے۔ اس ذات سے مکین ومکان، جسم وجسمانیات کے تمام صفات کی نفی کی جا سکتی ہے، مگر سوچ یا خیال کو اس سے کسی طرح نہین منفک کیا جا سکتا جہان "سوچنے والی" کی صفت کو اس ذات سے الگ کیا، کہ اصل ذات ہی کا وجود غائب ہو جاتا ہے، مین اُسی وقت تک ہون، جب تک کہ سوچتا ہون اور اگر مین سوچتا نہین ہون، تو پھر چاہے ساری دنیا موجود ہو، لیکن مین نہین ہون۔ میرا وجود صرف میرے سوچنے تک ہے۔" لہذا معلوم ہوا، کہ مین ایک ایسا جوہر ہون، جس کی حقیقت یا ماہیت تمام تر صرف سوچنا ہے[1]"

بہ الفاظ دیگر یون کہو کہ ذہن، نفس، عقل یا روح نام ہے ایک جوہر ذی فکر (سوچنے والا جوہر) کا۔

(۳)

"مین سوچتا ہون، اسلیے مین ہون"۔ جب یہ اساسی اصول مستحکم ہو چکا، اور انا یا ذات کے وجود وحقیقت کی بنیاد پوری طرح استوار ہو گئی، تو اب یہ دیکھنا رہجاتا ہے، کہ غیری یا ماسوی الذات کی عمارت کس حد تک اس بنیاد پر کھڑی کیجا سکتی ہے۔ لیکن دیوارون کو اونچا کرنے سے پہلے یہ معلوم کر لینا ضروری ہے، کہ وہ کیا مصالحہ ہے، جس نے بنیاد کو اس قدر اٹل اور اسقدر یقینی بنا دیا ہے، تاکہ ساری عمارت مین اسی مصالحہ کو استعمال کر کے یکسان استواری واستحکام پیدا کیا جا سکے، وہ کیا شے ہے، جس نے اس اصول کو قطعی وناقابل انکار بنا دیا، کہ "مین سوچتا ہون، اسلیے مین ہون"۔ ظاہر ہے، کہ اسکی قطعیت ویقین کا مدار تمامتر صرف اس تصور وادراک کی غایت وضاحت پر ہے، کہ یہ ناممکن ہے، کہ کوئی شخص سوچے اور نہ ہو، یہ کیسے ہو سکتا ہے، کہ مین سوچون، درانحالیکہ

[1] سوچ، فکر، یا خیال کو ڈیکارٹ نے "شعور" (CONSCIOUSNESS) کے معنی مین استعمال کیا ہے جسمین جذبات اور ارادہ و احساس وغیرہ سب داخل ہین (ص ۴۲)

ین موجود نہین ہون،

"جو شے مجکو اس امر کی صداقت کا یقین دلا رہی ہے، کہ مین سوچتا ہون، اسلیے مین ہون" وہ اس کے سوا کچھ نہین کہ مین یہ نہایت ہی واضح و جلی طور پر تصور کر رہا ہون، کہ سوچنے کیلیے (سوچنے والے کا) موجود ہونا ضروری ہے۔ لہذا مین نے اس کو ایک قاعدہ کلیہ قرار دیا کہ جن چیزون کا ہم غایت وضاحت و صفائی کے ساتھ تصور کرین وہ صحیح ہوتی ہین۔ (ص ۳۹)

علوم مین یقین و قطعیت کے لحاظ سے، سب سے اونچا درجہ ریاضیات کا ہے۔ اس قطعیت کا مدار بھی براہین ریاضیہ کی غایت وضاحت ہی ہے۔ ڈیکارٹ کو اسی خصوصیت کی بنا پر ریاضی سے انتہائی شغف تھا، بلکہ بعضون[۱] کے نزدیک تو اُس کی اصلی حیثیت فلسفی سے بڑھکر نیوٹن یا پاسکل و فاؔل وغیرہ کے ہم سر ریاضی دان کی ہے اور اُس کا فلسفہ ریاضی ہی کی ایک تعمیم ہے۔ وہ خود بھی اپنا اصلی ذوق و شغف ریاضیات ہی کے ساتھ بتلاتا ہے، کہ "سب سے زیادہ دلچسپی مجکو ریاضیات مین تھی، جسکی وجہ براہین ریاضیہ کی قطعیت و بداہت ہے" لیکن اُس کو حیرت تھی، کہ اِس قطعیت سے لوگون نے صرف میکانکی فنون مین فائدہ اُٹھایا ہے، اور ایسی محکم و استوار بنیاد پر اب تک کوئی بلند تر عمارت نہین کھڑی کیجا سکی ہے۔

بالآخر اس ادھیڑبن سے ڈیکارٹ جس نتیجہ پر پہنچا وہ یہ تھا، کہ علم انسانی کے ہر شعبہ مین ریاضیات سے کام لیا جا سکتا ہے۔ اگر آدمی اس امر کی احتیاط رکھے کہ کاذب کو صادق نہ سمجھے، اور ایک صداقت دوسری سے مستنبط کرنے مین ضروری ترتیب کو ہشیاری کے ساتھ ملحوظ رکھے، تو جس طرح اقلیدس کے صاف و سادہ سلسلۂ استدلال مین ایک نتیجہ بداہتہً دوسرے سے مستنبط ہوتا چلا جاتا ہے، اور ایک کڑی

---

۱ دیکھو الفرڈ ویبر کی "تاریخ فلسفہ" ص ۲۰۶، ۲ پاسکل اور فاؔل دونون فرانس کے مشہور ائمہ ریاضیات ہین،

۳ "مبحث منہج" ص ۹،

دوسری سے لزوماً وابستہ ہوتی ہے، اسی طرح ذہن انسانی کے تمام معلومات میں ایک کو دوسرے سے مستنبط و وابستہ کیا جا سکتا ہے[1]

حتیٰ کہ مابعد الطبیعیات، جو شاید اُسی قدر ظنی علم ہے، جس قدر کہ ریاضیات کو قطعی خیال کیا جاتا ہے، مگر ڈیکارٹ نے اس کو بھی ہندسی استنباطات ہی کی زنجیر میں جکڑنا چاہا ہے۔ اس میں کلام نہیں کہ اُسنے فلسفۂ مابعد الطبیعیات کے لیے جو نقطۂ آغاز (انا) تلاش کیا ہے، اُس کا وجود ہندسہ یا اقلیدس کے مفروضی نقطہ سے کہیں زیادہ قطعی و یقینی ہے، البتہ دیکھنا یہ ہے اس نقطۂ "انا" و "ذات" سے "غیری" و "ما سوی الذات" کی شکل کو مکمل کرنے کیلیے جو خطوط کھینچے یا جو نتائج مستنبط کیے گئے ہیں، کیا وہ بھی اتنے ہی قطعی ہیں، جتنا کہ کسی مثلث کے تین زاویوں کا دو قائموں کے مساوی ہونا قطعی ہے؟

(۴)

ما ورا ذات تمام چیزوں کو مشکوک قرار دیکر ڈیکارٹ نے اپنے کو خود اپنی انفرادی ذات یا انا کے اندر مقید کر لیا ہے جس سے باہر نکلنے کے لیئے اگر کوئی راستہ رہجاتا ہے، تو وہ خود اسی انا کے افکار و تصورات کا راستہ ہے،

ان تصورات کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض تو خود ذہن کے آفریدہ ہیں (مثلاً شاعرانہ تخیلات)، بعض خارج سے ماخوذ نظر آتے ہیں (محسوسات) اور بعض ایسے ہیں، جو نہ ذہن و ذات کے آفریدہ ہیں، اور نہ خارج سے ماخوذ و مستفاد کہے جا سکتے ہیں، بلکہ اُن کو ہم خود اپنی فطرت و جبلت کے ساتھ لیکر پیدا ہوئے ہیں، مثلاً خود اپنی ذات یا انا کو لو کہ اس کا تصور یا شعور نہ کوئی خارجی احساس ہے اور نہ ذہنی تخیل، بلکہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کا راسخ ترین یقین و اذعان ہماری اصل فطرت میں داخل ہے

اسی تیسری صنف میں ڈیکارٹ نے اُس تصور کو بھی داخل کیا ہے، جس کی تعبیر خدا کے نام سے کیجاتی ہے۔ "خدا کے نام سے میری مراد ایک لا متناہی، قدیم، ناممکن التغیر، بے نیاز، قادر مطلق، ہمہ دان

---

[1] "مبحث نصیح"، ص ۲۳ ؛ "افکار" ص ۱۴۰

ذات (جوہر) ہے، جو میرے اور میرے علاوہ تمام چیزون (البشر طیکہ اور کوئی چیز ہو) کی خالق ہے؟"

اب سوال یہ ہے، کہ ایسی بہمہ وجوہ کامل ہستی کا تصور ہمارے ذہن مین کہان سے آیا ؟

ظاہر ہے کہ یہ تصور سردی وگرمی، رنگ وبو کی طرح کوئی حسی شے نہین ہے، جسکو محسوسات مین داخل کیا جائے، خود ہمارا ذہن بھی اسکو نہین خلق کر سکتا، اسلیے کہ خالق یا علت مین کم ازکم اتنی حقیقت تو پائی جانی چاہیے، جتنی کہ معلول مین موجود ہے، کیونکہ معلول کی حقیقت بجز علت کے اور کہان سے ماخوذ ہو سکتی ہے؟" جس سے لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے، کہ جو شے زیادہ کامل ہے (یعنی جو اپنے اندر زیادہ حقیقت رکھتی ہے)، وہ اپنے سے کم کامل شے کی معلول ومحتاج نہین ہو سکتی"! اور یہ معلوم ہے، کہ خدا کی نامحدود ہمہ دان وقادر مطلق ہستی کا تصور ہمارے محدود، ناقص العلم وقاصر القدرت ذہن سے بدرجہا زائد حقیقی وکامل تر ہے۔ لہذا یہ تصور جس طرح محسوسات مین نہین داخل ہے، اسی طرح ذہن کا آفریدہ بھی نہین ہو سکتا،

لامحالہ اب صرف تیسری ہی شق باقی رہجاتی ہے، یعنی یہ تصور جبلی وفطری ہے، اور کم ازکم اپنی ہی حقیقت کے مساوی، ایک کامل ہستی کا آفریدہ ہے" جس نے بوقت آفرینش اس تصور کو میری فطرت کے اندر اسی طرح پیدا کر دیا ہے جس طرح کہ خود میری ذات کے تصور کو"" اور یہ کوئی تعجب کی بات نہین ہے، کہ خدا نے مجکو خلق کرتے وقت بطور اپنی نشانی کے یہ تصور میرے اندر قائم کر دیا ہو، جیسا کہ کوئی صناع اپنی صنعت پر علامت قائم کر دیتا ہے،"

مختصر یہ کہ" انا" کے اندر خدا کا جو تصور پایا جاتا ہے، وہ صرف خدا ہی کا آفریدہ ہو سکتا ہے، اسلیے خدا موجود ہے،

یہ تو وجود خدا کا استنباطی ثبوت تھا، جسمین معلول (خدا کے تصور) سے علت (خدا کے وجود) کا استنباط کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ ڈیکارٹ نے ایک اور تحلیلی ثبوت بھی پیش کیا ہے، جس کا ماحصل یہ ہے

لہ "افکار" ص ۱۵۱

تحلیل کرنے سے خدا کا نفس تصور ہی وجود خدا کو مستلزم ثابت ہوتا ہے، ڈیکارٹ نے اس ثبوت کو ہندسی ثبوت سے تعبیر کیا ہے،

اوپر تم کو معلوم ہو چکا ہے، کہ خدا سے مراد ایک نامحدود، ہمہ دان، قادر مطلق و بے نیاز ذات ہے یا بالفاظ دیگر یوں کہو کہ ایک ایسی ذات جو بہمہ وجوہ کامل ہے۔ اب ظاہر ہے، کہ ایسی ذات کے تصور سے جو تمام اوصاف کمالیہ کی جامع ہو، وجود کو جو خود ایک صفت کمال ہے کیسے منفک کیا جا سکتا ہے۔ اس سے بڑھکر کسی شے کا کیا نقص یا عدم کمالی ہو سکتا ہے، کہ وہ تمام صفات کمالیہ تو متصف ہو، لیکن وجود سے معریٰ ہو۔ لہذا "بہمہ وجوہ کامل ہستی" کا اس وقت تک تصور ہی نہیں ہو سکتا، جبتک وہ صفت وجود کو شامل نہو، جس کے معنی یہ ہیں، کہ خدا کا نفس تصور ہی وجود خدا کو مستلزم ہے، اور

"وجود خدا کو ماہیت خدا سے منفک کرنا، اس سے زیادہ ممکن نہیں ہے، جتنا کہ مثلث کی ماہیت سے اس امر کو منفک کرنا، کہ اس کے تین زاویے دو قائموں کے برابر ہوتے ہیں، یا پہاڑ کے تصور سے وادی کے تصور کو منفک کرنا۔ ایسے خدا (یعنی بہمہ وجوہ کامل ہستی) کا تصور کرنا جو وجود (یعنی ایک کمال) سے معریٰ ہو، اس سے کم درجہ کا تناقض نہیں ہے، جتنا کہ ایسے پہاڑ کا تصور کرنا، جو وادی نہ رکھتا ہو"

لہذا کوئی شے بھی اس خیال سے زیادہ بجائے خود واضح و بین نہیں ہو سکتی، کہ خدا یعنی ایک ایسی اعلیٰ و کامل ہستی کا وجود ہے جس کا نفس تصور ہی اس کے ازلی یا واجب الوجود ہونے کو مستلزم ہے اور اسلیے وہ موجود ہے[1]

(۵)

وجود خدا کا اثبات ڈیکارٹ کے فلسفہ کا نہایت اہم جزء ہے۔ اس کے بغیر انسان کا علم نقطۂ "انا" سے آگے نہیں جا سکتا اور "غیر ذی" کے علم پر ہمیشہ کے ریب و شک کا پردہ پڑ جاتا ہے، کیونکہ خدا کو مانے بغیر یہ کہا جا سکتا ہے، کہ ممکن ہے، کہ زندگی تمام تر ایک طویل خواب ہو، ممکن ہے کہ محسوسات کا سارا عالم محض ذہن و اہمہ کا آفریدہ ہو، ممکن ہے کہ کسی خبیث شیطانی قوت نے فریب و التباس کا طلسم قائم کر رکھا ہو،

---

[1] وجود خدا کے یہ دونوں ثبوت بتفصیل "انکار" ۲ و ۵ میں علی الترتیب مذکور ہیں،

لیکن علم و قدرت، دانائی و حکمت ہر لحاظ سے ایک نامحدود بہمہ وجوہ کامل ہستی کا وجود ثابت ہو چکنے کے بعد یہ فرض کرنا صریح تناقض ہوگا، کہ عالم محسوسات، جس کو شب و روز عملی زندگی میں ہم موجود فی الخارج یقین کرنے پر فطرةً مجبور رہین اور جو صاف و علانیہ طور پر ذہن سے باہر نظر آتا ہے، وہ سراپا ایک طلسم و سراب ہے جسکا واہمہ سے الگ کہین کوئی وجود نہین، اور خدانے ہمکو محض دھوکے مین مبتلا کر رکھا ہے۔ دھوکا دینا خدا جیسی کامل ہستی کے اوصاف کاملہ کے قطعاً منافی ہے، بے شک وہ اپنی قدرت کاملہ سے یہ کرسکتا تھا کہ مادہ وجسمانیات کا واسطہ اختیار کیئے بغیر براہ راست ہمارے اندر وہ تصورات پیدا کردیتا، جنکو ہم کائنات مادی سے ماخوذ سمجھتے ہین۔ یا کوئی اور صورت اختیار کرسکتا تھا،

"مگر خدا چونکہ دھوکا نہین دے سکتا، اسلیے یہ بالکل ظاہر ہے اکہ وہ ان تصورات کو نہ براہ راست پیدا کرتا ہے اور نہ کسی ایسی شے کا واسطہ اختیار کیا ہے جو ان تصورات پر صورةً نہین بلکہ صرف معنیً مشتمل ہے، کیونکہ خدا نے کوئی ایسی قوت ہمکو نہین عطا کی ہے جس سے ہم جان سکین، کہ وہ ایسا کرتا ہے (حالانکہ اگر ایسا کرتا تو ہم کو فریب و شبہہ مین رکھنے کی کیا ضرورت تھی، ساتھ ہی وہ ایسی قوت بھی عطا کرسکتا تھا، جس سے ہم بلا التباس جان سکتے کہ خدا خود براہ راست ان تصورات کا خالق ہے[1]) بلکہ بخلاف اسکے اُسنے ایک نہایت ہی شدید رجحان ہمارے اندر اس بات کا پیدا کردیا ہے، کہ یہ تصورات خارجی چیزون سے ماخوذ ہین، لہذا اگر یہ تصورات کہین اور سے آتے ہین یا مادی چیزون کے سوا، دیگر اسباب سے پیدا ہوتے ہین، تو مین نہین سمجھتا کہ ہم خدا کو فریب دہی سے کیسے منزہ کرسکتے ہین۔ اسلیے لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے، کہ مادی چیزین موجود ہین، تاہم یہ تمام تر ویسی ہی نہین ہوتین جیسا کہ ہم انکو محسوس کرتے ہین۔ کیونکہ بہت سے ایسے اسباب موجود ہین جو ادراک حواس کو نہایت ہی مبہم و مشتبہ بنا دیتے ہین۔ پھر بھی اتنا ماننا پڑیگا کہ جس شے کا ان مادی چیزون مین ہم واضح و جلی طور پر ادراک کرسکین (یعنی بحیثیت مجموعی جس شے کا تعلق نظری ہندسہ سے ہو) وہ حقیقةً ان مین پائی جاتی ہے[2]"

[1] قوسین کی عبارت مین نے بڑہائی ہے، [2] "فکر" ۶،

غرض جب خدا کی صفات کما لیہ کے یہ قطعًا منافی تھا، کہ وہ ہمارے اندر کسی خلاف واقع امر کا رجحان پیدا کرکے ہمکو فریب اور التباس مین مبتلا رکھے، اور یہ معلوم ہے، کہ ہمارے اندر عالم محسوسات یا کائنات خارجی کے قبول اذعان کا نہایت ہی قوی رجحان موجود ہے، تو لازمی نتیجہ یہی نکلتا ہے، کہ یہ عالم واقعًا خارج مین موجود ہے۔ جس کے بعد یہ دیکھنا رہجاتا ہے، کہ اس عالم خارجی یا مبدء محسوسات (مادہ) کی اصل و حقیقت کیا ہے؛

(۴)

جسطرح یہ معلوم ہے، کہ عالم محسوسات کے خارجی وجود کے لیے خدا نے ہمارے اندر نہایت قوی رجحان پیدا کیا ہے، اسی طرح یہ بھی معلوم ہے، کہ کھرے کھوٹے کی تمیز کے لیے اُس نے ہمکو عقل عطا کی ہے، اور ہم ہر چمکیلی چیز کو سونا نہین سمجھتے، ہم اسی عقل و استدلال کی بنا پر جانتے ہین، کہ ادراکات حواس نہایت ہی مبہم و مشتبہ اور دور از حقیقت ہوتے ہین، ان احساسی غلطیون کی تصحیح و تنقیح عقلی استدلالات ہی سے ہوتی ہے حواس کی وساطت سے آفتاب ہم کو صرف بالشت دو بالشت کا ایک چھوٹا سا مدور جسم نظر آتا ہے، لیکن استدلال واضح و غیر مشتبہ طور پر بتلاتا ہے، کہ اس مدور جسم کا قطر ۸۶۲۳۰۰ میل ہے، اور اسکی جسامت زمین سے بقدر ۵۰۰ ۳۴۳ کے زائد ہے الحاصل علم و یقین کا حقیقی معیار عقل و فہم ہے، نہ کہ احساس و تخیل۔

لہذا کسی شے کی حقیقت و ماہیت کے جاننے کے لیے تنہا حواسی علم کافی نہین بلکہ اس علم کی تصحیح و تنقیح عقل سے ہونی چاہیے۔ اور اس تصحیح و تنقیح کے بعد جو علم واضح و غیر مشتبہ طور پر حاصل ہو وہ بلاشک حقیقی و واقعی ہے یہی معنی ڈیکارٹ کے اس قول[1] کے ہین، کہ

"ہر وہ چیز جسکا مین واضح و جلی طور پر تعقل کرتا ہون، اُس کا حقیقی ہونا قطعی ہے .... کوئی ایسی دلیل نہین پیش کیجا سکتی، جو اس واضح و جلی تعقل کو میری نظر مین مشکوک بنا سکے، اور مجکو اسکا حقیقی و یقینی علم حاصل ہو جاتا ہے"

اب دیکھو اس معیار تحقیق و صداقت کی بنا پر مادہ یا مبدء محسوسات کی کیا حقیقت ٹھہرتی ہے۔ بظاہر ایسا

[1] "فکر" ۵۔

معلوم ہوتا ہے، کہ رنگ و بو صورت و شکل سردی و گرمی وغیرہ تمام اعراض و محسوسات خارج مین موجود اور مادہ یا اجسام کے ساتھ قائم ہین یعنی "جو جسم گرم ہے، اُس مین کوئی نہ کوئی ایسی شے پائی جاتی ہے، جو گرمی کے اُس تصور کے مماثل ہے، جو میرے اندر پایا جاتا ہے، سیاہ یا سفید جسم مین وہی سیاہی یا سفیدی موجود ہے، جس کا مجکو احساس ہوتا ہے، تلخ یا شیرین جسم مین وہی ذائقہ ہے، جو مین محسوس کرتا ہون، ستارون اور مینارون وغیرہ اجسام بعیدہ کا جو قد و قامت ہمارے آنکھون کو دور سے نظر آتا ہے واقعاً بھی وہ اسی قد و قامت کے ہین " (صفحہ ۲۱۵)

لیکن بتدریج تجربہ حواس پر سے اس اعتماد کو اٹھا دیتا ہے "کیونکہ مین نے بارہا دیکھا، کہ جو مینار دور سے گول دکھائی دیتے تھے، وہ قریب سے مربع نظر آئے، ان مینارون کی چوٹی پر جو دیو ہیکل بت نصب تھے، وہ نیچے سے نہایت چھوٹے نظر آتے تھے، اسی طرح کے بے شمار تجربات ہین جنسے علم حواس کی تغلیط ہوتی ہے" (صفحہ ۲۰) اور بالآخر اس نتیجہ پر پہنچنا پڑتا ہے، کہ آگ کے پاس بیٹھنے سے جو گرمی محسوس ہوتی ہے اُسکا وجود خود اس آگ کے اندر اس سے زیادہ نہین، جتنا کہ اُس درد یا تکلیف کا جو آگ سے جل جانے مین محسوس ہوتی ہے " اور گو آگ کے قریب جانے سے مین گرمی محسوس کرتا ہون، اور اگر ذرا زیادہ قریب جاؤن تو گرمی کے ساتھ تکلیف بھی محسوس کرونگا، باانیہمہ میرے پاس کوئی ایسی دلیل نہین ہے، جو یہ منوا سکے، کہ آگ کے اندر گرمی کے مماثل کسی شے کا وجود اُس سے زیادہ ہے، جتنا کہ درد یا تکلیف کے مماثل کسی شے کا ہوسکتا ہے البتہ مین صرف اتنا جان سکتا ہون کہ آگ کے اندر ایسی کوئی نہ کوئی شے ضرور ہے جو ہمارے اندر گرمی یا تکلیف کے احساس کو پیدا کرتی ہے"

خلاصہ یہ کہ ہمارے تمام محسوسات، جو بظاہر اجسام خارجی کے ساتھ قائم معلوم ہوتے ہین، در اصل اُنکا وجود صرف محسوس کرنیوالے ذہن کے اندر ہوتا ہے۔ اور اسلیے وہ کسی خارجی شے کے اولی یا جوہری صفات نہین ہین، نہ ان سے اجسام خارجی کی حقیقت و ماہیت کو کوئی تعلق ہے،

حواس خدا نے اسلیے عنایت کیے ہین، کہ جو چیزین موجب الم ہوتی ہین اُن سے ہم بچین اور جو

باعث نفت عقلی ہین اُنکی طرف مائل ہون، نہ یہ کہ ادراکات حواس سے ۔ اشیائے خارجی کی حقیقت و
۲۱۶ ماہیت پر ہم کوئی حکم لگائین، حقائق اشیاء پر حکم لگانے کا کام میرے نزدیک حواس نہین بلکہ صرف ذہن و فہم کا ہے
یعنی تحقیق و تنقیح کے بعد ذہن کو جس شے کا واضح وجلی تعقل حاصل ہو، وہ حقیقی ہے،

نفس و روح کے متعلق سب سے زیادہ جلی و غیر مشتبہ تصور خیال، فکر یا سوچ کا تھا، یعنی سوچنے کی صفت سے جدا کرکے نفس کا تعقل نہین کیا جا سکتا، اسی لیے نفس کی حقیقت "سوچنے والا جوہر" قرار پائی، اسی طرح مادہ وجسم کے بھی ہمکو وہی شے تلاش کرنی ہے، جس کا علم و تصور نہایت جلی و غیر مشتبہ ہو، اور جسکے بغیر اُسکا تعقل ناممکن ہو،

مثال کیلیے کسی جزئی جسم کو، مثلاً تازہ موم، جو ابھی مکھیون کے چھتے سے نکالا گیا ہے، اسمین ابھی تک شہد کی نرمی اور پھولونکی بوباس ایک حد تک موجود ہے، یہ ایک خاص رنگ اور خاص شکل و صورت رکھتا ہے، اسپر ضرب لگانے سے ایک خاص آواز پیدا ہوتی ہے، غرض بظاہر جن چیزونکو علامات جسم خیال کیا جاتا ہے، وہ سب اسمین موجود ہین۔ اب ذرا اس موم کو آگ پر رکھدو، اسکی بوباس زائل ہو جاتی ہے۔ رنگ بدل جاتا ہے، شکل فنا ہو جاتی ہے، رقیق ہوکر زیادہ پھیل جاتا ہے، سرد سے گرم ہو جاتا ہے، پہلے سختی کی بنا پر ضرب لگانے سے، جو آواز نکلتی تھی اب نہین نکلتی۔ (ص ۱۳۵)

لیکن ان تمام تبدیلیونکے باوجود جسم وہی جسم ہے جو پہلے تھا، نفس جسمیت پر ان تغیرات کا کوئی اثر نہین پڑا لہذا رنگ و بو وغیرہ "صفات ثانیہ" مدار جسمیت نہین ہوسکتین، اب غور سے دیکھو کہ ان چیزونکے حذف کردینے کے بعد کیا شے باقی رہجاتی ہے؟ یہ شے پھیلاؤ یا امتداد یعنی طول، عرض اور عمق ہے۔ تم تمام چیزونکو جسم سے زائل یا جدا کرسکتے ہو، لیکن امتداد کا منفک کرنا ناممکن ہے، امتداد کے بغیر تم جسم کا کسی طرح تعقل ہی نہین کرسکتے، جسم کی تمام دیگر صفات فانی اور آنی جانی ہین، لیکن نفس امتداد ہر حال مین قائم و باقی رہتا ہے، ہمکو اس امر مین اشتباہ ہوسکتا ہے، کہ دور سے جو مینار گول معلوم ہو رہا ہے، وہ قریب جاکر چوپہل نظر آسکتا ہے لیکن اس مینار کے ممتد ہونے کا دور و نزدیک دونون جگہ سے ہمکو یکسان یقین حاصل ہے، اور نہایت ہی

جلی وغیر مشتبہ طور پر ہم جانتے ہین، کہ کچھ ہو یا نہو، لیکن لمبائی، چوڑائی اور گہرائی اس پیمانہ مین قطعاً موجود ہے چھوٹے سے چھوٹے جسم کا تعقل بھی امتداد کے بغیر نہین کیا جاسکتا۔ گو ڈیکارٹ کے فلسفہ مین سالمات یا اجزاء دیمقراطیسی کا کوئی وجود نہین اور گوان سالمات کو رنگ وبو وغیرہ کے صفات سے خالی مانا جاتا ہے تاہم نفس امتداد سے معری کرکے سالمات کا تعقل بھی نہین ہوسکتا۔ یہ ممکن ہے، کہ واقعاً سالمات کی تجزی وتقسیم نہوسکتی ہو لیکن عقلاً وہ ضرور ممتد و منقسم ہوتے ہین، لہذا امتداد ہی ایک ایسی صفت رہجاتی ہے، جس سے کبھی اور کسی حالت مین بھی جسم کو منفصل نہین تصور کیا جاسکتا، اور جس کا تعقل جسم کے تمام احوال مین جلی و واضح طور پر حاصل رہتا ہے اسلیے جسم کی حقیقی و جوہری صفت صرف امتداد ہی ہوسکتی ہے یعنی جسم یا مادہ نام ہے "جوہر ممتد" کا۔

"مادہ یا جسم کی ماہیت اسکا سخت وزنی رنگین یا کسی اور ایسی شے سے متصف ہونا نہین ہے جو ہمارے حواس کو متاثر کرتی ہے، بلکہ اسکی حقیقت و ماہیت صرف طویل، عریض وعمیق یعنی جوہر ممتد ہوتا ہے"

(۷)

بس اس جوہر ممتد کے اثبات پر ڈیکارٹ کا اصلی نظام فلسفہ مکمل ہوجاتا ہے جسکا ماحصل تین مقدمات ہین،

(۱) تمام چیزون کے متعلق شک وانکار کے باوجود شک کرنے والی ذات یا "انا" کا انکار ناممکن ہے۔ اس "انا" کی حقیقت "جوہر ذی فکر" ہے یعنی سوچنے یا شعور کرنے والی ذات۔

(۲) "انا" کے اندر جو مختلف خیالات و تصورات پائے جاتے ہین، اُن مین ایک تصور "ہمہ وجوہ کامل ہستی" کا بھی ملتا ہے۔ اس تصور کی خالق یا علت کوئی ایسی ہی ہستی ہوسکتی ہے جو کم از کم اپنے معلول کے مساوی کامل ہو۔ اسی علت کا نام خدا ہے لہذا خدا موجود ہے جو "انا" اور ماوراء انا تمام چیزونکا خالق ہے،

(۳) "انا" کے اندر ایک خارجی عالم اجسام یا "غیری" کے قبول واذعان کا نہایت ہی قوی رجحان موجود ہے۔ اگر یہ عالم واقعاً خارج مین موجود نہین ہے، تو خدا نے ایک خلاف واقع شے کا رجحان ہمارے اندر پیدا کرکے ہمکو فریب والتباس مین مبتلا کیا جو خدا کی صفات کمالیہ کے قطعاً منافی ہے لہذا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ عالم اجسام موجود ہے۔

جسم کی تمام صفات مین حقیقی و جوہری صفت صرف امتداد ہے، بالفاظ دیگر یون کہو کہ جسم یا مادہ کی حقیقت جوہر ذی امتداد ہے، باقی کائنات خارجی کی تمام بوقلمونیان اسی حقیقت امتدادی کے انواع و الوان ہین

اس ماحصل کا اگر اور ماحصل صرف تین لفظون مین نکالنا چاہو تو یہ ہوگا، کہ خدا، روح اور مادہ بس یہی تین چیزین ڈیکارٹ کے فلسفہ کی "اقانیم ثلثہ" ہین۔

ان تین اصول کے ساتھ تین فروع کو پیش نظر رکھنا چاہیے،

(۱) جوہر کی تعریف یہ کی گئی ہے، کہ "جو اپنے وجود و قیام کے لیے اپنی ذات سے ماورا رکسی شے کا محتاج نہو" ظاہر ہے، کہ اس تعریف کی بنا پر حقیقی جوہر صرف خدا ہی کی نامحدود و واجب الوجود ذات ہو سکتی ہے۔ باقی روح اور مادہ کی جوہریت ڈیکارٹ کے نزدیک محض اضافی ہے یعنی یہ دونون چیزین اپنے وجود و قیام مین براہ راست صرف خدا کی محتاج ہین، اسلیے گویا انکو ایک دوسرے درجہ کی جوہریت حاصل ہے بخلاف اعراض کے مثلاً رنگ و بو، کہ وہ اپنے وجود مین ان اضافی جواہر نیز اور بہت سے خارجی حالات کے محتاج ہوتے ہین،

(۲) جواہر و اعراض کے مابین صفات کا درجہ ہے۔ صفت سے مراد "جوہر کا وہ اصلی و حقیقی وصف ہوتا ہے جس سے ہم جوہر کو بغیر خود اس جوہر کے فنا کیے ،منفک نہین کر سکتے"، بلکہ اس جوہر کا تصور ہی بے اس صفت کے ناممکن ہوتا ہے، روح کی یہ صفت جوہری فکر ہے، اور مادہ کی امتداد۔

(۳) اجسام یا مادہ کی حقیقت چونکہ امتداد اور صرف امتداد ٹھہرتی ہے، اور چونکہ یہ حقیقت مکان (صرف وہی مکان نہین جو جسم سے مشغول ہو، بلکہ وہ بھی جسکو خلا کہا جاتا ہے) کے تصور مین بھی داخل ہے" لہذا اجسام اور "مکان" جس کو یہ اجسام شاغل ہین دونون ایک شے ہین۔ بالفاظ دیگر یون کہو کہ "مکان" بمعنے "خلا" کا جو کسی جوہر سے مشغول نہو کوئی وجود نہین۔

(۵)
اوپر فلسفۂ جدیدہ کے نقطۂ آغاز اور اصول و فروع کا جو خاکہ پیش کیا گیا ہے، اُسکی حیثیت قرارداد

بالا کے مطابق صرف ایک مختصر و جامع متن کی ہے اشرح و تنقید سے عمداً پرہیز کیا گیا ہے۔ البتہ ذیل مین بعض اُن پہلوؤن کی جانب اشارہ کردینا مناسب معلوم ہوتا ہے، جو آگے چل کر فلسفہ کی تاریخ مین نفیًا یا اثباتًا موضوع بحث و تنقید قرار پائے،

ڈیکارٹ کے فلسفیانہ نظام پر ایک جملہ مین جو تنقید کیجا سکتی ہے، وہ یہ ہے، کہ بنیاد جسقدر مستحکم تھی بالائی عمارت اُسی قدر متزلزل ہے۔ بانی فلسفۂ جدیدہ کی حیثیت سے ڈیکارٹ کی اصلی مزیت یہ ہے کہ جو نقطۂ آغاز (انا) یا جو بنیاد اُس نے قائم کی تھی، اُسکی بعض ناہموار اینٹون کو تو بعد کے لوگ اِدھر اُدھر کر سکے ہین، لیکن اصل اساس کو کوئی ہاتھ اپنی جگہ سے نہ ہلا سکا۔ زیادہ ترمیم و تنسیخ صرف بالائی عمارت مین ہوئی ہے، اور یہان بھی بڑی حد تک وہی مسائل نفیًا یا اثباتًا زیر بحث رہے ہین، جنکو خود ڈیکارٹ نے چھیڑا تھا۔ لاک و ہیوم سے لیکر کینٹ و ہیگل تک فلسفۂ جدیدہ کی دُو صد سالہ تاریخ مین جتنے مباحث پیدا ہوئے قریب قریب سب کا سررشتہ ڈیکارٹ ہی کے چھیڑے ہوئے مسائل مین ملجاتا ہے۔ اسلیے انکی جانب اشارہ نہ صرف مناسب بلکہ ضروری ہے،

(۱) سب سے پہلی شے، جو خالص فلسفیانہ حیثیت سے معرض بحث مین آسکتی تھی، وہ ڈیکارٹ کی ثنویت ہے اُس نے روح و مادہ، نفس و جسم، ذات و ماسوی الذات، انا و غیری دونون کو اپنی حقیقت کے لحاظ سے بالکل ایک دوسرے کا ضد و بلکہ نقیض قرار دیا۔ ایک کی حقیقت فکر ہے، دوسرے کی امتداد۔ فکر مین کوئی شے نہین جو امتداد ہو، اور نہ امتداد مین کوئی شے ہے جو فکر ہو ایک کی عین ماہیت ارادہ و شعور ہے، دوسرا سراپا بے شعور و بے ارادہ جسم کے چھوٹے سے چھوٹے ذرہ کی بھی تقسیم و تجزی ممکن ہے، اور نفس کی کوئی مقداری یا کمی تجزی قطعاً ناممکن بلکہ ناقابل تصور ہے،

"مین اپنی ذات (انا) مین ممتاز اجزا نہین نکال سکتا بلکہ مین اپنے کو نہایت واضح طور پر ایک وحدت مطلقہ تصور کرتا ہون، اور گو بظاہر سارا نفس سارے جسم کے ساتھ متحد نظر آتا ہے، تاہم جب ہاتھ پاؤن یا کوئی اور عضو جسم سے جدا ہو جاتا ہے

تو مین علانیہ اسی بات کو جانتا ہون، کہ اسکے ساتھ میرے نفس کا کوئی جزو جدا نہین ہوا ہے۔۔۔ لیکن جسمی یا ممتد اشیا کا حال اسکے بالکل خلاف ہے۔ کوئی چھوٹا سے چھوٹا جسم بھی مین ایسا نہین تصور کر سکتا، جس کی کم از کم خیالی تقسیم نہ کر سکتا ہون، یا جسکو میرا ذہن آسانی کے ساتھ مختلف اجزا مین منقسم نہ کر سکتا ہو۔ جو اس امر کے ثابت کرنے کے لیے کافی ہے، کہ روح یا نفس جسم سے قطعاً مختلف شے ہے"! (ص ۲۲)

جب نفس وجسم دونون مین اس درجہ کا بیر اور منافات ہے، تو قدرتی سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ انین باہم تعامل وتفاعل یا تاثیر وتاثر کا رشتہ کیسے قائم ہو سکتا ہے؟ حالانکہ ہم صراحۃً دیکھتے ہین، کہ ایک کا دوسرے پر عمل ہے، مثلاً نفس کے ارادہ سے جسمی اعضا وجوارح مین حرکت پیدا ہوتی ہے، اسی طرح جسمی احوال وآفات کا اثر نفس پر پڑتا ہے،

ڈیکارٹ کے پاس اس سوال کا جواب صرف یہی ہو سکتا تھا، کہ نفس وجسم مین جو علاقہ نظر آتا ہے، یہ در اصل علاقہ علت ومعلول یا رشتہ تاثیر وتاثر نہین ہے، بلکہ ایک مین تغیر کے وقت خدا دوسرے مین اسکے مقابل کا تغیر پیدا کر دیتا ہے[1]۔ لیکن سچ یہ ہے، کہ فلسفہ اس دوئی بلکہ تثلیث (خدا، روح اور مادہ) پر قرار نہین رہ سکتا تھا، اور ڈیکارٹ کے بعد سے فلسفہ کی جد وجہد کا بڑا حصہ دوئی کے اس خلیج کو پاٹنے مین صرف ہوا ہے، جو اُس نے نفس وجسم کے مابین حائل کر دی تھی۔ اسکی دو ہی صورتین تھین یعنی حقیقی وجود یا تو صرف مادہ کا مانا جائے یا صرف روح کا۔ لازماً ایک گروہ نے مادیت کی راہ اختیار کی اور دوسرے نے روحانیت یا تصوریت کی۔ مگر فلسفہ کی زمین پر مادیت کا سر سبز ہونا ایک تو پہلے ہی سے دشوار تھا، دوسرے ڈیکارٹ نے فلسفۂ جدیدہ کے نشوونما کے لیے "انا" کی سرزمین کو اس قدر صلح وہموار کر دیا تھا، کہ اب اس پر مادیت کی روئیدگی اتفاقی خس وخاشاک سے زیادہ ممکن نہ تھی، اور فلسفہ کی جدید تاریخ کو در اصل صرف تصوریت ہی کی تاریخ کہنا چاہیے

[1] نفسیات کی اصطلاح مین اسی نظریہ کا نام متوازیت ہے۔ یعنی انسان کو اس سے زیادہ کا علم نہین، کہ نفس وجسم کے افعال ایک دوسرے کے "متوازی" واقع ہوتے ہین،

(۲) نفس وجسم کے مابین تضاد ماہیت کی جو خلیج ہے، اس کی دشواریون سے قطع نظر کرکے جوہر کی اوپر جو تعریف ڈیکارٹ نے کی ہے، وہ بجائے خود وحدت کو مستلزم، اور تعدد وثنویت کے منافی ہے۔ ایسی ذات، جو اپنے وجود وتعقل مین کسی طرح مطلقاً کسی دوسری ذات کی محتاج وپابند نہو، وہ لازمًا نامحدود ہوگی، یعنی کوئی دوسرا وجود اُسکی تحدید نہین کرسکتا جسکے معنی یہ ہین، کہ عالم مین صرف وہی ہوسکتی ہے۔ اُسکے علاوہ حقیقی وجود کسی دوسری شے کو نہین حاصل ہوسکتا۔

چنانچہ ڈیکارٹ کے پہلے ہی جانشین اسپنوزا نے جوہر کی اس تعریف ہی سے فائدہ اُٹھاکر ثنویت کا ابطال اور وحدۃ الوجود کا اثبات کیا ہے،

(۳) ڈیکارٹ نے تصورات کی جو تین قسمین کی ہین، (دیکھو اوپر صـ۱) اُن مین سے ایک وہ ہین جنکو ہم اپنی فطرت وجبلت کے ساتھ لیکر پیدا ہوتے ہین، یعنی جن کو حواس وتجربہ سے نہین حاصل کیا جاتا بلکہ جو یوم پیدائش سے ہمارے ذہن مین حاضر وموجود ہوتے ہین۔ ان پیدائشی تصورات یا علم حضوری کا مسئلہ آگے چلکر علیات (اپسٹمالوجی) ونفسیات دونون کے لیے معرکہ آرائی کا باعث رہا ہے،

یہان صرف اتنی بات یاد رکھنی چاہیے، کہ بعد کو کچھ سوچ کر خود ڈیکارٹ نے یہ کہدیا تھا، کہ جبلی یا خلقی تصورات سے اُسکی مراد صرف خلقی صلاحیت واستعداد ہے" بالکل اسی طرح، جس طرح ہم یہ کہتے ہین، کہ بعض بیماریان بعض خاندانون مین خلقی ہوتی ہین، جس سے ہمارا منشار صرف یہ ہوتا ہے، کہ ان خاندانون کے لڑکے ان بیماریون مین مبتلا ہونے کی صلاحیت اپنی خلقت کے ساتھ لاتے ہین[1]"

(۴) ایک اور بحث طلب جزء ڈیکارٹ کے فلسفہ کا "صفات اولیہ" اور "صفات ثانویہ" (جنکو اوپر اعراض سے تعبیر کیا گیا ہے،) کی تفریق تھی۔ اعراض یا صفات ثانویہ کو محض موجودات ذہنی قرار دینے کے بعد (جیسا کہ ڈیکارٹ نے کیا ہے۔ دیکھو اوپر صـ۲۲) برکلے کے لیے یہ نہایت آسان تھا، کہ وہ صفات اولیہ

---

[1] "تاریخ فلسفہ" مصنفہ ولیم ٹرنر صـ۴۵۴،

بھی تمامتر ذہنی ہی ثابت کر دکھائے،

(۵) سب سے آخری لیکن سب سے اہم شے، جسکو ڈیکارٹ کے سارے نظام کی جان اور روح رواں کہنا چاہیے، یہ ہے، کہ اس نے وجود واقعی وخارجی کا معیار وجود ذہنی کو قرار دیا ہے۔ جس شے کا ہم ذہن مین واضح تعقل وتصور رکھتے ہین، وہ واقع اور خارج مین بھی لازمًا پائی جانی چاہیے۔ خدا اسلیے واقعًا موجود ہے، کہ ہم اپنے ذہن مین ایک "بہمہ وجوہ کامل ہستی" کا واضح تعقل رکھتے ہین۔ امتداد حقیقۃً جسم ومادہ مین اسلیے پایا جاتا ہے، کہ اس کے بغیر ذہن مادہ کا تصور ہی نہین کر سکتا۔ نفس یا روح کی حقیقت فکر وخیال اسلیے ہے کہ اس سے منفک کرکے روح کا تعقل ناممکن ہے۔ ذہن وخارج علم ومعلوم یا عقل ومعقول کی یہی وحدت وعینیت جرمنی کے کہنا چاہیے کہ خاتم الفلاسفہ ہیگل کے نظام افکار کی رہنما ہے۔

عام ناظرین معارف نے اگر اس مضمون کے پڑھنے کی ہمت کی ہوگی تو ان کو ضرور دسری کی شکایت یقینًا ہوگی، لیکن کچھ نہ کچھ لوگ ان خشک وبے مزہ چیزون کا بھی ذوق رکھتے ہین، اور ان صفحات پر انکا بھی کبھی نہ کبھی حق ہے، اسلیے اگر وہ کسی طرح کی اس سے تھوڑی بہت دلچسپی حاصل کر سکے، تو اس کی اشاعت کا جو جرم ہمارے سید الظلم (اڈیٹر) پر عائد ہوتا ہے وہ کم از کم ہلکا ضرور ہو جائیگا،

شانتی نیکیتان

کے

چشمدید حالات

(۲)

اسباب قیام | اگر دنیا کی اُن تمام عظیم الشان ہستیون کی تقسیم کیجائے جنکے غیر معمولی دماغون نے انسانی سوسائٹی کے افکار مین، آرار مین، اوضاع مین، اطوار مین، اخلاق مین، آداب مین اور طرز معاشرت مین انقلاب پیدا کیا تو ہمین پانچ قسمین ملتی ہین۔

(۱) مذہبی

(۲) سیاسی

(۳) فلسفی

(۴) ادبی

(۵) اختراعی

(۱) اعاظم رجال عالم کی یہ صنف سب سے زیادہ اہم ہے اسلیے کہ انسانی سوسائٹی کی ساخت اور طرز معاشرت مین کسی قسم کو اتنا دخل نہین جتنا اسکو یہی وہ صنف ہے جسنے انسان کی بڑی بڑی متمرد جماعتون کو ایک آن مین زیر کر لیا اور اُنکے مختلف طرق زندگی کے اندر ایک لمحہ مین

انقلاب پیدا کردیا۔ اسمین دنیا کے تمام وہ انبیاء کرام، مجددین عظام اور بانیان مذاہب شامل ہین جنھون نے بنی نوع انسان کو راہ سعادت وہدایت دکھلائی،

(۲) اگرچہ اس صنف کو وہ درجہ حاصل نہین جو اول کو ہے مگر تاہم ان تمام اقسام مین اسکو دوسرا درجہ حاصل ہے اسلیے کہ مذہبی رہنماؤن کے بعد اگر دنیا مین کسی جماعت نے بنی نوع انسان کی زندگیون مین انقلاب پیدا کیا ہے تو وہ یہی سیاسی زعمار ہین۔ اسمین دنیا کے تمام زبردست سیاسیین وفاتحین مثلاً اسکندر اعظم، نپولین، پرنس بسمارک اور قیصر ولیم وغیرہ شامل ہین،

(۳) یہ قسم اُن لوگون کی ہے جنھون نے انسانی افکار وآرار مین انقلاب پیدا کیا، انسانی عقول کو معقولیت کی راہ دکھائی اور کائنات عالم مین تفکر وتدبر کا طریقہ بتلایا، اس صنف مین دنیا کے بڑے بڑے حکما، مثلاً ارسطو، افلاطون، اور سقراط وغیرہ شامل ہین،

(۴) یہ قسم اُن لوگون پر مشتمل ہے جنھون نے اپنی غیر معمولی ادبی قابلیت سے انسانی جذبات آرار وافکار مین ہیجان وانقلاب پیدا کیا اسمین دنیا کے بڑے بڑے ادیب وشعرار مثلاً ہومر، دانتی، میزینی اور سید جمال الدین افغانی وغیرہ شامل ستھے،

(۵) یہ وہ لوگ ہین جنھون نے اپنے ذہنون کی غیر معمولی رسائی وجولانی سے اختراعات کین، ایسے ایسے نوامیس فطرت کا انکشاف کیا جو انسانی نظرون سے بالکل اوجھل تھے اور جنکی وجہ سے انسانی سوسائٹی کی طرز معاشرت، آرار وافکار مین انقلاب عظیم پیدا ہوگیا۔ اس صنف مین دنیا کے بڑے بڑے مکتشفین، مخترعین مثلاً ٹامس ایڈیسن، میڈم کوری، گلیلو، سینور مارکونی وغیرہ شامل ہین،

موجودہ تمدن ان ہی پانچون اقسام کی عقول کی رسائی اور غیر معمولی ذہانت کا نتیجہ ہے اور انمین سے ہر ایک کی دماغی کوششون اور کامیابیون کے لیے بجا طور پر مشکور، فطرت انسانی

بھی اپنی دنیوی واخروی سعادت کے لیے انکی رہنمائی کی بہت کچھ مرہون ہے،

آج جس ہستی کی وصف حال مین ہمارا قلم متحرک ہے وہ ہماری ان قائم کردہ صفوف مین سے چوتھی صف مین شامل ہے۔ اسلیے کہ مدرسۂ "شانتی نیکیتان" کے قیام کے منجلہ دیگر اسباب دوجوہ کے ایک بڑی وجہ ہمارے ادیب وشاعر کا یہ طبعی خاصہ بھی ہے،

اسکے علاوہ دوسرا اہم سبب جسکی وجہ سے مدرسۂ مذکور ظہور مین آیا اُن اصولون کی ترویج ہے جنکو ٹیگور کے والد نے "جو بہت بڑے رشی گذرے ہین" سعادت انسانی کے لیے اپنی برسون کی محنت شاقہ، سوچ بچار، اور مراقبہ وفکر کے بعد دریافت کیے تھے۔ اور وہ محبت، مساوات، سادگی، اور ذی روح اشیاء کو ایذا نہ پہنچانے پر مشتمل ہین جیسا کہ مدرسہ مذکور کی طرز معاشرت اور اصولون وغیرہ سے ہویدا ہے،

تیسرا اہم سبب وہ ناقص مغربی طرز تعلیم ہے جسکا نفاذ مغربیون نے آکر ہندوستان مین بعض اپنی خاص ذاتی اغراض ومقاصد کو پیش نظر رکھکر کیا۔ اور ڈیڑھ سو برس کے تجربہ کے بعد اب ہندوستان کا ہر ذی شعور دماغ اُسکے نقص کو محسوس کرنے لگا ہے چنانچہ خود ٹیگور اسکے متعلق لکھتے ہین،

اسمین کوئی شبہہ نہین کہ موجودہ طریقہ جو ہماری نئی نسل کو مبادیات وعلوم کی تعلیم دیتا ہے اُنکی معصوم عقلون کے لیے ایک بارگران اور عذاب الیم ہے۔ پس ہمارے لیے یہ ضروری ہے کہ ہم تہذیب وتعلیم کے اسلوبون کو ایسا نہ بنائین کہ وہ غایت علم کے برعکس نتائج پیدا کرین بلکہ ہمپر لازم ہے کہ ہم اُنکو حتی الامکان سادہ اور فطری بنائین[۱]"

ایک جگہ اور اس طرز تعلیم کے طلبا کا حال لکھتے ہوئے اسکے نقائص کو زیادہ تفصیل سے

[۱] (The American magazine)

بیان کرتے ہین،

""ذہن کو جب اسکی قدرتی غذا صداقت عرصہ تک نہین ملتی نیز آزادی نمو سے اُسے محروم رکھا جاتا ہے، تو اسمین کامیابی کی غیر قدرتی ہوس پیدا ہو جاتی ہے، چنانچہ ہمارے طلبہ اسی کامیابی امتحان کے خبط کے شکار ہو گئے ہین، اس کامیابی کے معنے یہ ہین کہ کم سے کم علم پر زائد سے زائد نمبر مل جائین، یہ نفس کو حق و صداقت سے بالقصد غداری اور ذہنی بددیانتی اور اس حماقت کی تعلیم دیتا ہے کہ نفس خود اپنا قزاق بن جائے۔ ساتھ ہی چونکہ ذہن و نفس کے وجود ہی سے ہم غافل کر دیے جاتے ہین، اسلیے ہم اس نتیجہ پر پہنچکر نہایت مسرور رہتے ہین کہ ہم امتحانات پاس کرتے چلے جاتے ہین، خوشی خوشی وکیل، کلرک، پولیس انسپکٹر بنتے چلے جاتے ہین اور نوعمری مین مرتے چلے جاتے ہین[1]،

مقاصد قیام مقاصد کا اکثر حصہ تو اسباب کے بیان مین ضمناً بیان ہو چکا ہے جنکا خلاصہ یہ ہے کہ ایک ایسے اسلوب پر طلبا کو تعلیم دیجائے کہ اُنکے اندر آزادی، راستبازی، صداقت شعاری اور صحیح علمی ذوق پیدا ہو سکے لیکن ساتھ ہی اسکے غیر مناسب نہو گا اگر ہم خود ٹیگور کے اُس اعلان کو یہان پر نقل کر دین جو اُنھون نے مدرسہ مذکور کی صرف چار طالب علمون سے ابتدا کرتے وقت اخبارات و رسائل مین اپنے اس مدرسہ کی غرض بنا کے اظہار کے لیے شائع کیا تھا،

"ملک مین قدیم تہذیب کو زندہ کرنے کے لیے مین نے ایک مدرسہ قائم کرنے کا ارادہ کر لیا ہے جس مین طلبا یہ جان لین کہ وہان علوم و فنون مین فوقیت حاصل کرنے سے بھی زیادہ اعلے و برتر کوئی چیز ہے اور وہ ہمارا اپنے آپ کو اچھی طرح پہچان لینا ہے اُس دُنیا کے لیے جسمین ہم رہتے ہین۔ میری مراد اس سے تمام اُن لذات و ترفہ کے وسائل کی نفی

[1] معارف نمبر ۵ جلد ۹ صفحہ ۲۷۳

ہے جو موجودہ مدارس مین موجود و رائج ہین اور طلبا رکو ایک صحیح و سادہ زندگی پر پرورش کرتا ہے پس اسلیے میرے مدرسہ مین بنچین (تپائیان) نہین ملین گی جن پر طلبا بیٹھین بلکہ درختون کے نیچے خاکی فرش تاکہ اُسین وہ نہایت سادہ زندگی بسر کرسکین۔

نیز ایک بڑے اور وسیع میدان مین اس مدرسہ کے قائم کرنیسے میری اصل غرض موجودہ تمدن کی مہلک زندگی سے یکسوئی و عزلت ہے تاکہ مین بچون کو نباتات و اشجار مین اسطرح پرورش ہوتے دیکھون جیسا کہ اُنکی زندہ و آزاد طبیعت مستحق ہے بجاے اسکے کہ وہ شہرون کے اندر چار دیوارونکے حصار مین پرورش پائین۔ لیکن اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ مین اپنے اس مدرسہ کے لیے ہمیشہ زیادہ فہیم و ذہین بچون کو ہی قبول کرونگا نہین بلکہ کثرت سے میرے پاس وہ بچے بھیجے جاسکتے ہین جو بلید الفہم ہون اور جنکی تربیت و تعلیم سے اُنکے والدین عاجز آگئے ہون [1]"

شانتی نیکیتان اور اخلاق کسی طرز تعلیم کے کامیاب ہونے کے یہ معنے ہین کہ اُسکے طلبہ کے اندر علاوہ صحیح ذوق علمی ثبات و استقلال اور اُولوالعزمی کے اخلاق حمیدہ پیدا ہو جائین۔ اور یہی تعلیم کا اصلی مقصد ہے۔ دنیا کے تمام بڑے بڑے ادیان و مذاہب کی تعلیم کی اہم ترین غرض و غایت بھی اسی کی تکمیل اور اسی کی تحسین و اصلاح رہی ہے لیکن افسوس کہ ہمارے موجودہ مروجہ طرز تعلیم مین اسیکا فقدان ہے، دنیا مین جسقدر بھی تعلقات مظہر اخلاق ہوسکتے ہین وہ تین قسم کے ہین:۔

(۱) کنبہ یا خاندان کے تعلقات

(۲) دوست و احباب کے تعلقات

(۳) سوسائٹی کے تعلقات

[1] The American magazine

لیکن اگر آج دیکھا جائے تو ہمارے اُن نوجوانون کے غیظ وغضب، بدمزاجی وبداخلاقی کا منظر جو موجودہ یونیورسٹیون سے بڑی بڑی ڈگریان لیکر نکلتے ہین ایسی تینون تعلقات پائے جاتے ہین الا ماشاء اللہ اور دوران تعلیم مین تو دوسری مخالف ارلے جماعتون و فرقون کے ساتھ جس طرح آپسمین بغض وعناد رکھا جاتا ہے وہ محتاج بیان نہین بلکہ صرف انہی پر موقوف نہین ہمنے تو ہندوستان کے بڑے بڑے مشہور کالجون اور دارالعلومون کے اساتذہ تک کو اسی مرض مین مبتلا پایا،

اسمین کوئی شبہہ نہین کہ اس لحاظ سے شانتی نیکیتان کی کامیابی جسقدر بھی مستحق تحسین وآفرین سمجھی جاے وہ کم ہے اسلیے کہ ہم نے وہان پہنچکر ایک ادنی بچے سے لیکر اعلے سے اعلے اُستاذ تک کو اخلاق حمیدہ کا ایک پیکر اور محبت وخلوص کا ایک مجسمہ پایا اور دنیا مین انسانی زندگی وسعادت کے لیے یہی سب سے بڑی کامیابی ہے،

شانتی نیکیتان اور مذہب یہ تو ہمنے مقاصد کے بیان مین تبلایا ہے کہ مدرسہ کے قیام کا ایک بڑا مقصد ایک نئے مذہب کی ترویج واشاعت ہے جو زیادہ تر بدھ مذہب سے ماخوذ ہے اور جسکو ٹیگور کے والد نے ایک عرصہ کے مجاہدہ وریاضت اور مراقبہ کے بعد دریافت کیا تھا۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ مدرسہ کے ہر طالب علم کے لیے خواہ وہ کسی مذہب وعقیدہ سے تعلق رکھتا ہو ایسے اُصول کی پابندی مثلاً دینی معاملات مین گفتگو نہ کرنا، مدرسہ کی مقرر کردہ عبادت مین لزوماً حصہ لینا، یا ذی روح اشیاء کو نہ کھانا اور نہ ستانا ضروری قرار دیگئی ہے،

اگرچہ اس جدید مذہب کی عبادت وغیرہ کے عام اُصول نہایت مستحسن اور بظاہر کسی مذہب وعقیدہ کے خلاف نہین ہین مگر اسمین کوئی شبہہ نہین کہ یہ دیگر مذاہب کے عقیدونکو محو کر دینے والے اور اُنکے پیرؤون کو اپنے مین جذب کر لینے والے ہین جیسا کہ ہمکو بعض مختلف مذاہب کے طلباء کے خیالات وحالات دریافت کرنے سے معلوم ہوا،

اگر اس مدرسہ کو خاطر خواہ کامیابی ہوگئی اور جیسا کہ ٹیگور نے بیس سال سے منصوبہ باندھا ہے یہ مدرسہ بحیثیت ایک بین الاقوامی جامعہ (انٹرنیشنل یونیورسٹی) کے دنیا مین مقبول ہوگیا تو یقیناً کچھ عرصہ کے بعد یہ دنیا مین ایک عظیم الشان انقلاب پیدا کردیگا اور عجب نہین کہ گوتم بدھ کی تعلیم کی روح دنیا مین دوبارہ اسکے ذریعہ سے جنم لے۔ اس مدرسہ کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اسکے طلبا کے اندر جو عزت وعظمت ٹیگور کی شخصیت کی پیدا ہوتی ہے وہ دنیا کی کسی دوسری گرانقدر ہستی کے لیے نہین پیدا ہوئی اور مذہبی حمایت وعصبیت جو باعتدال ہر مذہب کے بقا، وحیات کے لیے لابدی وضروری ہے فنا ہوجاتی ہے جیسا کہ اپنے ایک رفیق کو ہمنے اسکا بے طرح شکار ہوتے دیکھا۔ اسلیے ضرورت اس امر کی ہے کہ جو طالب علم اس مدرسہ مین داخل ہون وہ پہلے سے اپنے عقیدہ و مذہب مین پختہ ومستحکم ہون، ہمارے نزدیک مسلمانون مین اگر ندوہ کی فارغ التحصیل جماعت اسطرف متوجہ ہو تو وہ اسکی پوری طرح سے اہل ہے اور اس سے کماحقہ مستفید ہوسکتی ہے خصوصًا اسلیے اور بھی کہ ندوہ کے نصاب مین انگریزی کی تعلیم بھی ایک حدتک داخل ہے اور انگریزی یا بنگالی زبان سے واقفیت اس مدرسہ سے استفادہ حاصل کرنے کے لیے لازمی ہے۔ پس کیا ہمارے برادران ندوہ اسکی طرف متوجہ ہونگے؟

شانتی نکیتان اور سیاست آج جو ہم مین سیاسی بیداری کی روح مفقود ہے اور ہم اپنے لیڈرونکے بار بار جگانے پر بھی نہین جاگتے اسکا اصلی سبب علاوہ طریقۂ حکومت کے ہمارے موجودہ نظام تعلیم کا وہ نقص ہے جو ہمین اپنے ملکی پولٹکل معاملات مین حصہ لینا تو درکنار اُسکے متعلق گفتگو بھی نہین کرنے دیتا۔ ہمارے موجودہ اسکولون اور کالجون کے اندر دوران تعلیم مین ہمین اسکے متعلق قواعد وضوابط، زجر وتوبیخ اور طریق تعلیم سے لاتقربا ھذہ الشجرۃ کی تعلیم دیجاتی ہے اور فتکونا من الظالمین کی خاسر ونا کام عاقبت کا خوف بچپن سے ہمارے دلنشین کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ سے

کہ باوجود علوم کے خلعت فاخرہ پہن لینے اور بڑی بڑی قانونی اسناد حاصل کر لینے کے بھی ہمارے اندر سیاسی احساس وشعور نہین ہوتا جو در اصل مغلوب ومحکوم شعوب وقبائل کے لیے نور ہدایت ہی اور جسقدر اُسکی روشنی اُنکے اندر پھیلی ہوئی ہوتی ہے اُسیقدر وہ اپنے حقوق سے آگاہ اور اپنے مصالح کی حفاظت وکفالت کے طریقون سے واقف ہوتے ہین چنانچہ یہی وجہ ہے کہ جب ہم دنیا کی سب سے زیادہ آزاد اور حقیقی معنون مین جمہوری حکومت ممالک متحدہ امریکہ کے نظام تعلیم پر نظر ڈالتے ہین تو سیاسیات کی تعلیم کو داخل نصاب پاتے ہین،

یہ جو کچھ عرصہ سے ہمارے موجودہ تعلیم یافتہ نوجوانون مین تھوڑا بہت سیاسی احساس وشعور پایا جانے لگاہے اور وہ ہمین میدان عمل مین متحرک نظر آنے لگے ہین تو یہ اُنکی تربیت وتعلیم کا نتیجہ نہین ہے بلکہ ہمارے سیاسی لیڈرون اور سیاسی انجمنون کی ان تھک کوششون کا نتیجہ ہے یا نہین تو پھر اُنکے ذاتی شوق وشغف، اور صحافت (جرنلزم) کی کوششون کا۔ اگرچہ ہندوستان کی صحافت حقیقی معنون مین صحافت نہین اسلیے کہ اسکا سنگ بنیاد تقلید یورپ ہے ورنہ موجودہ تمدن کے اس اہم ترین وعظیم الشان فن کی نہ تو ہندوستان مین کسی جگہ باقاعدہ تعلیم دیجاتی اور نہ ہی باوجود یونیورسٹیون کی اس کثرت کے اسکی کہین درسگاہ ہے، برخلاف ممالک متحدہ امریکہ کے کہ وہان تقریبًا ہر یونیورسٹی سے ملحق اسکی تعلیم کے لیے ایک درسگاہ ضرور ہوتی ہے جسکا نصاب چار سال کا ہے، اوّل دو سال مین زیادہ تر عمرانی واجتماعی علوم کی تعلیم اس ترتیب سے دیجاتی ہے کہ وہ طالبعلم کو موجودہ اجتماعی اور اقتصادی شرائط سے آگاہ کر دے اور اُسکو مافی الضمیر کے اظہار مین مدد پہنچائے اور بقیہ دو سال کا کورس زیادہ تر فن اشاعت، تنقید، مقالات افتتاحیہ، خصائص نویسی[1]، اور بین المللی تحریرات کی مشق وتعلیم سے متعلق ہے اور اسوقت اس فن کی امریکہ مین سب سے بہترین درسگاہ

---

[1] Feature writing

کولمبیا یونیورسٹی (Columbia University) مین ہے[1]،

خوشی کی بات ہے کہ شانتی نیکیتان مین سیاسیات کو نظر انداز نہین کیا گیا ہے بلکہ وہان جیسا کہ ہمنے گذشتہ صحبت مین کہا تھا کہ طلبہ کے آرار و افکار کو باقاعدہ مگر آزادانہ ارتقا کا پورا موقع دیا جاتا ہے، اُنسے زعامت و قیادت کی مشق کرائی جاتی، اور سیاسی مضامین بھی لکھوائے جاتے ہین، البتہ جس سیاست کی تعلیم دیجاتی ہے وہ وہی ہے جو ٹیگور کی ہے،

ڈاکٹر ٹیگور کی شخصیت ایک جامع شخصیت ہے اور اُنھون نے ایک ہمہ گیر طبیعت و استعداد پائی ہے ایک ہی وقت مین اُنھین شاعری سے بھی ذوق ہے اور ادب سے بھی، سیاست سے بھی اور فلسفہ سے بھی اسلیے وہ ہندوستان کی سیاسیات کے متعلق بھی خاص سیاسی آرار و افکار رکھتے ہین جو ہندوستان کے موجودہ سیاسی اصول سے مختلف ہین۔ اُنھین ہندوستان کی موجودہ اہم سیاسی تحریک "ترک موالات" سے اختلاف ہے یہی وجہ ہے کہ ہم اُنھین یا اُنکے متبعین کو موجودہ سیاسی میدان مین نقل و حرکت کرتے ہوے نہین دیکھتے دوران قیام مین ہم سے اور ایک بنگالی بابو سے ملاقات ہوئی تھی جو شانتی نیکیتان مین زیر تعلیم رہ چکے تھے اور ٹیگور کے معتقدین مین سے تھے اور اُسی کمرے مین جسمین کہ ہم ٹھہرائے گئے تھے قیام پذیر تھے اُن سے ٹیگور کے وجوہ اختلاف کے متعلق ہمسے انگریزی مین مفصل گفتگو ہوئی تھی۔ چنانچہ ہم بغرض افادہ اپنی اُس گفتگو کو آیندہ ہدیۂ ناظرین کرینگے،

---

[1] A Guide book of the Institute of International Education

صفحہ ۴ (مطبوعہ نیویارک)

مترجمات

کتبخانۂ اسکندریہ

مترجمہ جناب عبدالمجید صاحب صدیقی متعلم جامعہ عثمانیہ

(۲)

لیکن چوتھی صدی کے اختتام کے قریب تھیوفلس کے زیر کمان عیسائیوں کے ہاتھوں سیراپیم کی قسمت میں بربادی لکھی تھی، ہم پہلے پڑھ چکے ہیں کہ سنہ ۳۶۶ء کے مذہبی مناقشہ میں مندر برباد ہوا اور لوٹا گیا۔ اس ہنگامہ میں مندر کے کتب خانہ کا فنا ہونا ضروری اور موجہ ہے، جیسے جیسے عیسائیت کو زور ہوتا گیا بت پرستون سے اسکی لڑائیان زیادہ تیز و تند ہوتی گئین، اسوقت قدرتی طور پر سیراپیم نے کافرونکے لیے قلعے اور جائے پناہ کا کام دیا، اور تھوڑی دیر کے لیے جب موقع انکے ہاتھ آیا تو اپنی جائے وقوع سے فائدہ اٹھا کر انھون نے شہر کو تاراج کیا۔ اور سخت متعصب عیسائیونکو تہ تیغ کیا۔ شہر پناہ کا محاصرہ کر لیا گیا۔ لیکن قبل اسکے کہ معاملات کی صورت نازک ہو جائے اور تلوار کے ذریعہ ہی انکا فیصلہ ہو، اس بات پر تصفیہ ہوا کہ قیصر کے فیصلہ کا انتظار کیا جائے،

تھوڈوسیس کا جو فرمان آیا اسمین عیسائیون کی سراسر حمایت تھی۔ سیراپیم کے صحن مین دونون مخالف فریق کی موجودگی مین وہ فرمان با آواز بلند پڑھا گیا۔ قدیم مصری بت پرست فوراً بھاگ کھڑے ہوئے۔ عیسائیون نے اپنے پادری تھوفلس کے زیر رہبری سیراپس کے بڑے مندر کو منہدم کر دیا۔ یہ واقعہ سنہ ۳۹۱ء کا ہے اور اسمین نہ تو کسی بحث کی ضرورت ہے اور نہ کوئی شبہ ہے،

اسوقت صورت حال بالکل بدل جاتی ہے جب یہ سوال درپیش ہوتا ہے کہ آیا اس بربادی مین کتبخانہ بھی تباہ ہوا؟ اس سوال کا کوئی تشفی بخش جواب نہین دیا جا سکتا۔[1] بلکہ بہت کچھ بحث مباحثہ کا محتاج ہے۔ ایک غور کرنے والا، ثبوت کے صرف چند اجزا کی تنقید کر سکتا ہے۔ اس امید مین کہ وہ اس مطلوب نتیجہ کے ثابت کرنے کے لیے کافی ہے۔ اسمین تو مطلق شبہہ نہین ہے کہ مندر ۳۹۱ء مین بالکل برباد ہو گیا جسطرح یونپیس بیان کرتا ہے کہ وہ زمین کے برابر کر دیا گیا اور ایک یا زیادہ عیسائی کلیسا وہان بنا دیے گئے۔ ممکن ہے کہ اسمین کچھ مبالغہ بھی ہو تاہم اسوجہ سے کہ کوئی قابل اطمینان ثبوت اس بارے مین نہین ملتا کہ مندر کی بربادی کے ساتھ کتب خانہ بھی برباد ہوا لازمی طور سے ذیل کی دو شقون مین سے ایک شق کو ثابت کرنا اس بات کے لیے ضروری ہو گا کہ کتب خانہ بھی اسمین برباد ہوا۔ (۱) یا تو وہ کتب خانہ مندر مین رکھا گیا تھا (۲) یا تمام عمارتین جو شہر پناہ مین واقع تھین انکو عیسائیون نے تھوفلس کے زیر ہدایت تباہ کر دیا۔[2] ان شقون مین سے دوسری

[1] بعض مصنفین نے تشفی بخش جواب دینے کی کوشش کی ہے۔ چنانچہ لورین بے کتاب La Bibliothèque d'Alexandrie [illegible] صفحہ ۱۱ پر کہتا ہے کہ "جب عیسائی فوج نے سیراپیم پر قبضہ کیا (اسکا سنہ ۳۹۰ء بتاتے ہین) کتبخانہ نہایت قاعدہ سے لوٹا گیا اور کتابین روم اور قسطنطنیہ بھیجی گئین یہان تھیوڈوسیس کتابون کا بڑا ذخیرہ جمع کر رہا تھا، مین یہ نہین کہہ سکتا کہ اس بیان کی دلیل کیا ہے۔ پروفیسر بیرے نے گبن کے اپنے اڈیشن مین جلد ۳ صفحہ (۴۹۵) ضمیمہ مین جو اپنا خیال ظاہر کیا ہے وہ بالکل نہا[ی]ت صاف ہے، کہتا ہے "مین اس نتیجہ پر پہنچا ہون کہ اس بات کا کوئی ثبوت نہین ہے کہ مسلمانون کے حملہ تک سیراپیم کا کتبخانہ باقی نہین رہا۔ اسمین کوئی شک نہین کہ گبن خود اس بات کو یقین کرتا ہے کہ کتب خانہ کو عربون نے عمرو کے زیر کمان تباہ نہین کیا بلکہ عیسائیون نے فلس کے زیر کمان تباہ کیا۔ ڈاکٹر لوٹی نورسین بے سے نرد اس بات مین متفق ہین کہ ۳۹۱ء سے قبل کتبخانہ منتقل کیا گیا۔

[2] بٹر بالکل ٹھیک کہتا ہے کہ "بربادی حد کو پہنچ گئی۔ نہ صرف سیراپیم کے رہنے والونکی خانقاہ بلکہ اسکے بہت سے متعلقات سکونت کے، صحن، پیشگاہ اور کتبخانہ جو چھ صدیونکے پہلے کے قائم شدہ تھے، برباد کر دیے گئے (Book of Alexandria)

صفحہ ۲۲۳، دیکھو اسکا خیال ہے کہ ان عمارتونکی تباہی بہت خفیف تھی اور بہت جلد انکی مرمت ہو گئی اور وہ یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ جیسے جیسے قدیم سیرا پیم کی یاد دھندلی ہوتی گئی سیراپیم یا اسکے معابد و روایات و رواقوں کی قائم مقام ہوتی گئی۔ اور اس نئی بنیاد مین بتعلق وجہ کہ عرب کی فتح کیوقت اسمین اچھا خاصا کتب خانہ تھا۔

مترجمات

کتبخانہ اسکندریہ

مترجمہ جناب عبدالمجید صاحب صدیقی متعلم جامعۂ عثمانیہ

(۲)

لیکن چوتھی صدی کے اختتام کے قریب تھیوفلس کے زیر کمان عیسائیونکے ہاتھون سیرا پیم کی قسمت مین بربادی لکھی تھی، ہم پہلے پڑھ چکے ہین کہ ۳۶۶ءکے مذہبی مناقشہ مین مندر برباد ہو اور لوٹا گیا۔ اس ہنگامہ مین مندر کے کتب خانہ کا فنا ہونا ضروری اور موجہ ہے، جیسے جیسے عیسائیت کو زور ہوتا گیا بت پرستون سے اسکی لڑائیان زیادہ تیز و تند ہوتی گئین، اسوقت قدرتی طور پر سیرا پیم نے کافرونکے لیے قلعے اور جائے پناہ کا کام دیا، اور تھوڑی دیر کے لیے جب موقع انکے ہاتھ آیا تو اپنی جائے وقوع سے فائدہ اٹھا کر انہون نے شہر کو تاراج کیا۔ اور سخت متعصب عیسائیونکو تہ تیغ کیا۔ شہر پناہ کا محاصرہ کر لیا گیا لیکن قبل اسکے کہ معاملات کی صورت نازک ہو جائے اور تلوار کے ذریعہ ہی اسمین فیصلہ ہو، اس بات پر تصفیہ ہوا کہ قیصر کے فیصلہ کا انتظار کیا جائے،

تھیوڈوسیس کا جو فرمان آیا اسمین عیسائیون کی سراسر حمایت تھی۔ سیرا پیم کے صحن مین دونون مخالف فریق کی موجودگی مین وہ فرمان با آواز بلند پڑھا گیا۔ قدیم مصری بت پرست فوراً بھاگ کھڑے ہوئے۔ عیسائیون نے اپنے پادری تھیوفلس کے زیر رہبری سیراپس کے بڑے مندر کو منہدم کر دیا۔ یہ واقعہ ۳۹۱ءکا ہے اور اسمین نہ تو کسی بحث کی ضرورت ہے اور نہ کوئی شبہہ ہے،

اسوقت صورت حال بالکل بدل جاتی ہے جب یہ سوال درپیش ہوتا ہے کہ آیا اس بربادی مین کتبخانہ بھی تباہ ہوا؟ اس سوال کا کوئی تشفی بخش جواب نہین دیا جاسکتا[1]۔ بلکہ بہت کچھ بحث مباحثہ کا محتاج ہے۔ ایک غور کرنے والا، ثبوت کے صرف چند اجزا کی تنقید کرسکتا ہے۔ اس امید مین کہ وہ اس مطلوب نتیجہ کے ثابت کرنے کے لیے کافی ہے۔ اسمین تو مطلق شبہہ نہین ہے کہ مندر ۳۹۱ء مین بالکل برباد ہوگیا جسطرح یونیپس بیان کرتا ہے کہ وہ زمین کے برابر کردیا گیا اور ایک یا زیادہ عیسائی کلیسا وہان بنا دیے گئے۔ ممکن ہے کہ اسمین کچھ مبالغہ بھی ہو تاہم اسوجہ سے کہ کوئی قابل اطمینان ثبوت اس بارے مین نہین ملتا کہ مندر کی بربادی کے ساتھ کتب خانہ بھی برباد ہوا لازمی طور سے ذیل کی دو شقون مین سے ایک شق کو ثابت کرنا اس بات کے لیے ضروری ہوگا کہ کتب خانہ بھی اسمین برباد ہوا۔ (۱) یا تو وہ کتب خانہ مندر مین رکھا گیا تھا (۲) یا تمام عمارتین جو شہر نیا مین واقع تھین انکو عیسائیون نے تھوفلس کے زیر ہدایت تباہ کردیا[2]۔ ان شقون مین سے دوسری

---

[1] بعض مصنفین نے تشفی بخش جواب دینے کی کوشش کی ہے۔ چنانچہ لورین بے کتاب [illegible] صفحہ ۲ پر کہتا ہے کہ "جب عیسائی فوج نے سیراپیم پر قبضہ کیا (اسکا سنہ ۳۹۰ بتاتے ہین) کتبخانہ نہایت قاعدہ سے لوٹا گیا اور کتابین روم اور قسطنطنیہ بھیجی گئین یہان تھیوڈوسیس کتابونکا بڑا ذخیرہ جمع کررہا تھا، مین یہ نہین کہہ سکتا کہ اس بیان کی دلیل کیا ہے۔ پروفیسر بری نے گبن کے اپنے اڈیشن مین جلد ۳ صفحہ (۴۹۵) ضمیمہ مین جو اپنا خیال ظاہر کیا ہے وہ بالکل نہایت ہے، کہتا ہے "مین اس نتیجہ پر پہنچا ہون کہ اس بات کا کوئی ثبوت نہین ہے کہ مسلمانون کے حملہ تک سیراپیم کا کتبخانہ باقی نہین رہا۔ اسمین کوئی شک نہین کہ گبن خود اس بات کو یقین کرتا ہے کہ کتب خانہ کو عمر بن نے عمروؓ کے زیر کمان تباہ نہین کیا بلکہ عیسائیون نے فلس کے زیر کمان تباہ کیا۔ ڈاکٹر لوٹی زورسین بے سے ضرور اس بات مین متفق ہین کہ ۳۹۱ء سے قبل کتبخانہ منتقل کیا گیا۔

[2] بٹلر بالکل ٹھیک کہتا ہے کہ "بربادی حد کو پہنچ گئی۔ نہ صرف سیراپیم کے رہنے والونکی خانقاہ بلکہ اسکے بہت سے متعلقات سکونت کے صحن پیشگاہ اور کتبخانہ جو چوتھی صدی کے پہلے کے قائم شدہ تھے، برباد کردیے گئے (Book of Alexandria) صفحہ ۲۲۱، دیکھو اسکا خیال ہے کہ ان عمارتونکی تباہی بہت خفیف تھی اور بہت جلد انکی مرمت ہوگئی اور وہ یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ جیسے جیسے قدیم سیرنیم کی یاد [illegible] ہوتی گئی سیراپیم [illegible] واقعہ اسکی قائم مقام ہوتی گئی اور اس نئی بنیاد مین اسطرح جوکہ [illegible] کیوقت اسمین [illegible] کتب خانہ تھا۔

جن الفاظ سے وہ مطلب نکالا جاتا ہے وہ خلاف واقعہ ہے[1] کیونکہ اوس نے سیرایم کا کوئی تذکرہ نہین کیا جو اصلی نمائشگاہ کا کتب خانہ تھا۔ اسکے متعلق وہ ذکر کرتا ہے کہ اسکی کتابین آگ سے تباہ ہوئین اور وہ سطحی طور پر اسطرح بیان کرتا ہے کہ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ بعض مندرون مین ابتک کتابون کی الماریان خالی نظر آتی ہین اور نیز یہ تسلیم کر لیا جائے کہ یہ ہمارے زمانہ مین جبر و تشدد سے خالی کی گئین تو یہ واقعات ثابت کرتے ہین کہ کتب خانے موجودہ زمانہ مین موجود تھے مگر یہ ثابت نہین کرتے کہ یہ کتب خانہ باقی رہ گیا جو قدیم نمائشگاہ کے کتب خانہ کا ایک جزء ہے چونکہ وہ ایک علحدہ مکان مین تھا، اسلیے وہ آگ سے بچ گیا بلکہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دوسری کتابین قدیم کتب خانہ کی تقلید مین آتشزدگی کے بعد کسی اور وقت جمع کی گئین۔ یہ تھی اردیس کی بحث[2] اس سے یہ جتلانا مقصود ہے کہ بطلیموسی بیرونی کتب خانہ کا کوئی حصہ آگ سے نہین بچا۔ میٹر اور دوسرون کے اعتراض کے موافق اسمین سیرایم کی طرف کوئی ایما نہین ہے، یہ بالکل ٹھیک ہے

[1] (۱۷۱ تمہ دنار کر) مین صفحہ (۱۵) اور (۱۳) پر اردیس نے سیزر کی آتشزدگی سے کتبخانہ کی بربادی کا تذکرہ کر کے بہت کچھ لکھا ہے۔ عبارت صاف نہین ہے مگر حسب ذیل مطلب نکلتا ہے۔ تاہم اس موقع پر یہ کہنا صحیح ہے کہ موجودہ زمانہ مین چند مندرون مین خالی الماریان ہین مین نے خود اپنی آنکھون سے دیکھا ہے۔ اور یہ واقعہ ہے کہ ہمارے زمانہ مین ہمارے لوگون نے انکو خالی کیا اور برباد کیا۔ اسکے علاوہ قابل اعتماد راے یہ ہے کہ آتشزدگی کے بعد دوسرے ذخیرے جمع کیے گئے تاکہ علم کے قدیم ذوق کو تازہ رکھین یہ بات غلط ہے کہ کوئی اور کتب خانہ ابتدا ہی سے قائم تھا اور چار لاکھ کتابون سے علحدہ تھا اور اسی علحدگی کی وجہ سے محفوظ تھا،

[2] میٹر نے جو اس مسئلہ پر بحث کی ہے وہ ناقابل اعتماد ہے جان فلوفونس کی تحریر کا اقتباس پیش کرتا ہے کہ علم تقسیم کی چالیس کتابین موجود تھین میٹر اس سے یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ کتابون کا ایک نیا ذخیرہ موجود تھا۔ لیکن جب وہ امیانس کا اقتباس پیش کرتا ہے کہ علم تقسیم کی چالیس کتابین اور مقولونکی دو کتابین موجود تھین تو یہ ثابت کرتا ہے اور بجا ثابت کرتا ہے کہ پانچوین صدی تک نمائشگاہ کے کتب خانہ کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ مگر یہ نہین کہ کوئی دوسرا کتب خانہ بھی موجود تھا۔

بلکہ اس سے اور مزید روشنی پڑتی ہے کیونکہ ادروسیس کی عبارت سے جو صریح نتیجہ نکلتا ہے وہ یہ ہے
کہ اس زمانہ مین جبکہ اسنے اپنی کتاب لکھی ہے اسکندریہ مین کوئی بڑا اور قدیم کتب خانہ موجود نہین
تھا۔ اگر ۴۱۶ء مین کوئی کتب خانہ سیرابیم مین موجود ہوتا تو بھلا یہ بات سمجھ مین آسکتی ہے کہ
ادروسیس اپنے سلسلۂ خیالات کے قلم بند کرنے مین جسکو مین نے بیان کیا ہے اسکو خاموشی سے چھوڑ
جائے، ادروسیس کا بیان اس بات کی قوی شہادت ہے کہ ۴۱۶ء مین کوئی کتب خانہ موجود نہین تھا
نہ اسکی شہادت کہ ۳۹۱ء مین سیرابیم کتبخانہ کی بربادی ہوئی تاہم یہ زیر بحث نکتہ کہ ساتوین صدی
مین کتب خانہ موجود نہین تھا ابھی پایۂ تکمیل کو نہین پہونچا۔ بیشک یہ بات کسی کے سمجھ مین نہین آتی
کہ اسکندریہ کی تمام کتابین فنا ہو گئین۔ کیونکہ بڑی بڑی لڑائیون مین بھی جنکا رخ کتابون کی
طرف تھا بہت سی کتابین باقی رہ گئین، ان لڑائیون مین ایک تو وہ لڑائی ہے جو ڈیا کلیشن
نے عیسائیون کے ساتھ کی، دوسری تھیوفلس کی ہے جسنے کافرون کی کتابونکی بربادی کا بیڑا اٹھایا
تھا، ان بڑے عام کتب خانون کے تباہ ہو جانے کے بعد بھی چند جلدین خانگی ذخیرون مین اور
بہت ساری دور دراز خانقاہون کے کتب خانون مین باقی رہنا چاہیے تھین۔ یہ واقعہ کہ اسکندریہ
کی تعلیم و تعلم کا مشغلہ ہنوز برقرار تھا خود بتلاتا ہے کہ ضرور کتابین استعمال مین ہونگی۔ لیکن اگر
سیرابیم کا بڑا کتب خانہ ساتوین صدی مین موجود تھا تو بھلا یہ کسطرح ممکن ہے کہ پانچوین یا چھٹی
صدی کا کوئی بھی مورخ ایسا پیش نہین کیا جاسکتا ہے جسنے وضح طور پر اسکے متعلق کچھ لکھا ہو۔ ایک
خاص مثال تو مین پہلے بتا چکا ہون کہ جان ہاکس اور اسکا دوست سوفرونیس عربون کے
اسکندریہ فتح کرنے کے چند سال پہلے مصر آئے تھے، اور یہ بھی بتا چکا ہون کہ ان دونون علما
مین کسقدر علمی ذوق تھا یہانتک کہ جو چیز کتاب کی شکل مین انکے سامنے آتی تھی بغیر مطالعہ کے
نہین رہتی تھی۔ اسمین کوئی شک نہین کہ انکی بہت تصنیفات ہین اور مصر مین انھون نے بہت

کے بھی یہی الفاظ ہین۔ وہ عیسائیون کے متعلق بیان کرتا ہے کہ ان لوگون نے سیرا پیم کے معابد کو فتح سے لیکر تھیوفلس کے زمانہ تک مسلسل سیرا پیم مین بود و باش کی۔ یہ واضح رہے کہ یہ سب مصنفین چوتھی صدی کے اوائل مین گذرے ہین، یہ سب ایک دوسرے کے معاصر ہین۔ اس بات کا افسوس ہے کہ انھون نے واضح طور سے یہ نہین بیان کیا کہ کتب خانہ کا کیا حشر ہوا، اور نہ دیگر عمارتون کا جو شہر پناہ پر قائم تھے کسی نے ذکر کیا۔ مگر روفینس نے اس مضمون پر روشنی ڈالی ہے کیونکہ اسنے ان بیرونی عمارات کے سلسلہ کا ذکر کیا ہے جو سطح مرتفع کے کنارے تھے اور صدمہ سے محفوظ تھے گو وہ پہلے کے کافر باشندون سے خالی تھے۔ لیکن وہ اسبات کو صاف طور سے بیان کرتا ہے کہ جب یہ بیرونی قطار مع اپنے درس اور سکونت کے کمرون کے باقی رہی تو ضروری ہوا کہ صرف مندر ہی نہین بلکہ متعدد ستون والا پیش دالان جو اسکے متصل تھا زمین کے برابر کر دیا گیا[1]

اس بحث کا حسب ذیل نتیجہ نکلتا ہے، یعنے یہ ثابت ہوا کہ کتب خانہ ایسے کمرون مین رکھا گیا تھا جو قدیم مصری دیوتاؤن کے مندرون کیطرح مندر کی عمارات کا ایک حصہ تھے اور نیز یہ ثابت ہوا کہ مندر کی عمارت بالکل تباہ و برباد ہو گئی اسلیے کتب خانہ کا بھی وہی حشر ہونا لازمی تھا[2]۔

یہان یہ اعتراض پیش ہو سکتا ہے کہ کمرون کے جلنے سے یہ لازم نہین آتا کہ کتابین بھی

---

[1] ابتدائی نوٹ اور مستزاد دیکھو (صفحہ ۳۰۵)

[2] روفینس کے فقرے مین نے پہلے ہی نقل کیے ہین Serapeum صفحہ ۳۰۱ چونکہ ڈاکٹر بوٹی کے پاس اصلی لاطینی نسخہ نہین تھا وہ لافینس کا صحیح ترجمہ شہادت مین پیش کرتے ہین وہ بالکل ٹھیک کہتا ہے کہ چونکہ مندر کی تباہی روفینس کی چشم دید ہے تو اسکی تحریر مین جو زمانہ ماضی آئے تو سمجھنا چاہیے کہ وہ اس چیز کے متعلق ہے جو اسکی تصنیف کے وقت موجود نہین تھی اور زمانہ حال آئے تو سمجھنا چاہیے کہ وہ تحریر کے وقت موجود تھی۔ [3] یہان مین یہ کہہ سکتا ہون کہ جان فلاؤنس نے ابوالفرج کے بادے یہ لکھا ہے کہ کتابین شاہی خزانہ مین موجود نہین۔ یہ بیان بالکل غلط ہے سیرا پیم کے کتب خانہ کو شاہی کہنا بالکل غلط ہے۔

جل گئی ہون - واقع مین یہ بیان کیا جاتا ہے کہ کیوڈیشا کے جارج نے اس سے تقریباً تیس سال پہلے جبکہ تھیوفلس کے ماتحت عیسائیون نے سیرایم کو فتح کیا تھا بذات خود کتابین منتقل کرلی تھین اور یہ بھی تحقیق سے بیان کیا جاتا ہے کہ فتح کے بعد کتابین گٹھریون مین قسطنطنیہ بھیجی گئین[1] مگر اس بات مین شک ہے کہ آیا وہ شورہ پشت جماعت جس نے سیرابیس کے مجسمے کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا اور اسکے ٹکڑون کو اسی مقام پر جلا دیا[2] یہان تک کہ وہ مہتم بالشان مندر جو دنیا بھر مین لاجواب تھا اسکا ایک پتھر بھی باقی نہین رکھا اس قابل تھی کہ ان علمی خزانون کا لحاظ کرتی - کیونکہ یہ تمام کتابین کافر و نکی تھین اور ایک بڑے بت کی حفاظت مین تھین - چونکہ ان ہمعصر مصنفین کا سکوت کتب خانہ کے متعلق قابل تعجب ہے اسلیے ہم بلا تامل اس بات پر یقین کرسکتے ہین کہ کتابین اس آگ کی نذر ہوکر فنا ہوگئین[3] جسمین سیرابیس کا بت جل گیا - برخلاف اسکے یہ خیال کرنا مہمل ہے کہ وہ کتابین آگ سے بچائی گئین اور دربار شاہی مین روانہ کردی گئین - اسمین کوئی شک نہین کہ اردسیس کے بیان کا اقتباس بطور دلیل کے پیش کیا جاتا ہے کہ اسنے سیرابیس کی خالی الماریون اور کتابدانون کو دیکھا تھا - اگر یہ اقتباس درست ہے تو اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ۴۱۶ء تک جبکہ اردسیس نے اپنی تصنیف لکھی ہے کتابین غائب ہوگئی تھین اور کتب خانہ کی عمارت باقی تھی مگر یہ صحیح نہین ہے

---

[1] دیکھو (... Semazda) صفحہ (۳۱۳)

[2] کتاب (...) مین صفحہ ۲۲ پر تھیوڈوریٹ صاف کہتا ہے کہ وہ بت جو صرف لکڑی کا بنا ہوا تھا وہ اسطرح بدسلوکی کا شکار رہا کہ اسکا سر شہر کے اطراف گھسیٹا گیا - مائیکل کی عبارت سے بھی یہی واضح ہوتا ہے ،

[3] ڈاکٹر بوٹی اس خیال کی طرف مائل معلوم ہوتے ہین کہ اسکندریہ مین جو کتب خانہ جلا وہ بڑا جیم کا تھا جسکے متعلق سوئیٹ اس نے بیان کیا ہے کہ اسکو جولین نے جلا دیا - حالانکہ سیاق وسباق سے واضح ہو کہ وہ واقعہ انطاکیہ سے متعلق ہے -

شق آسانی سے مسترد کیجا سکتی ہے۔ مین بتا چکا ہون کہ بارھوین صدی کی طویل مدت تک اس عمارت کے چند شاندار آثار قائم تھے۔ ان آثار کی ٹھیک جگہ اسی طرح نامعلوم ہے جس طرح ان کی غرض وغایت[1] اور اسکے ساتھ ان آثار سے جو بات ثابت ہوتی ہے وہ صرف اسقدر ہے کہ اگر کتبخانہ ان مکانات مین تھا تو انکے ساتھ اسکو بھی باقی رہنا چاہیے تھا۔ تاہم کسیقدر صاف اور بیّن ثبوت ہمکو ملتا ہے جس سے کتب خانہ کی ٹھیک جگہ معلوم ہوتی ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ عیسائیون نے کسقدر بربادی ڈھائی، کیونکہ ایک طرف تو ہمارے پاس افطونیس کی شہادت موجود ہے جو چوتھی صدی مین بربادی سے چند سال پہلے سیراپیم مین آیا تھا[2]۔ دوسری طرف روفینس کا ثبوت موجود ہے جو

[1] بنجامن آف ٹوڈیلا کی تحریر نقل کرکے مسٹر جو نتیجہ نکالتا ہے اسکا مین سختی سے مخالف ہون۔ بنجامن کے الفاظ یہ ہین "شہر کے باہر ارسطو کا اسکول ہے جو سکندر کا اتالیق تھا۔ وہ ایک بڑی اور خوشنما عمارت ہے جسکے ہر مدرسہ مین سنگ مرمر کے آراستہ ستون ہین۔ یہان ایسے تقریبًا بیس مدرسے ہین جہان ارسطو کے معلومات سے مستفید ہونے کے لیے دنیا کے ہر حصہ سے لوگ آتے ہین" اس تحریر سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بارھوین صدی مین باقیماندہ خوشنما عمارات مین چند دالان یا کمرے تھے جو ایک سلسلۂ ستون سے وابستہ تھے۔ مگر اس سے یہ ثابت نہین ہوتا کہ یہ کمرے فلسفہ کے طالبعلمونکے استعمال مین تھے۔ روایۃً ارسطو کا نام سیراپیم کی عمارت کے ساتھ وابستہ ہوگیا تھا۔ ایسے باقیماندہ عمارت کے ساتھ بھی اسوقت وابستہ تھا جبکہ بنجامن نے اپنی تاریخ لکھی ہے مگر کسیطرح ثابت نہین ہوسکتا کہ باقیماندہ عمارتون مین کوئی خاص عمارت مطالعہ کے لیے وقف تھی اسکا ثابت کرنا قطعی ناممکن ہے کہ انہین کتبخانہ رکھا گیا تھا۔ اسکے علاوہ مین کہہ سکتا ہون کہ بنجامن کا بیان اسکے سابق مصنف سے کوئی تطابق نہین رکھتا۔ وہ مصنف کہتا ہے کہ "سیراپیم ایک کھنڈر تھا سوائے دیوارون اور ستونون کے اسمین کچھ باقی نہین رہا" اب اصلیت بالکل ظاہر ہوگئی کہ چوتھی صدی مین مندر کا مرکزی حصہ بالکل ملیامیٹ ہوگیا تھا اور یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ بارھوین صدی مین صرف چند ستون کھڑے تھے اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ جن ستونونکی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ فصیل کی بیرونی قطار سے متعلق ہین مندر کے متعلق نہین ہین

[2] مسٹر ابن ہاتکی کوشش کرتا ہے کہ افطونیس کے شہر مین آنے کو ۳۹۱ء مین ثابت کرے مگر خود افطونیس کی تحریر سے جو مشکل آپڑتی ہے اوس سے بچنا مشکل ہے کیونکہ وہ شامی مصنف کہتا ہے کہ "مندر کے متعلقات ستونونکے سلسلہ کے ساتھ اندر واقع ہین جنمین کتبخانہ اور طالبعلمون کے استعمال مین ہین اور دوسرا حصہ قدیم دیوتاؤن کی عبادت کیلیے وقف ہے" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ افطونیس نے یا تو کافرونکے مندر کی بربادی کے بعد کیفیت لکھی ہے یا عیسائیون نے سیراپیس کی خانقاہونکو برباد کرنیکے بعد کافرونکی خانقاہونسے چشم پوشی کی مسٹر آخری پہلو اختیار کرنے پر مجبور ہوتا ہے مگر اسکو صداقت پسند لوگ نہین مان سکتے اور اسمین تائیدی ثبوت ہے، ہنودمن کہتا ہے کہ جب سیراپیم پر قبضہ ہوا اسوقت مصنف کے وقت تک سیراپیم عیسائیونکے قبضہ مین رہا

بربادی کیوقت وہان موجود تھا اور اسکے بعد اسنے اس واقعہ کو قلم بند کیا ہے، یہ دونون بیانات ایک دوسرے کی تائید کرتے ہین۔ مگر یہ قابل تعجب ہے کہ افطونیس مندر کے متعلق بالکل خاموش ہے اور روفینس کو کتب خانہ کے متعلق بالکل سکوت ہے، لیکن یہ بات تو بالکل ظاہر ہے کہ افطونیس برخلاف دوسرے مقامات کے جو شہر پناہ پر قائم تھے کتب خانہ کو مندر کے ساتھ وابستہ تبلاتا ہے اور جسوقت وہ وہان آیا تھا کتب خانہ موجود تھا، اور ناظرین مطالعہ کرنے کے لیے آیا کرتے تھے لیکن اگر کتب خانہ مندر کی عمارت کا ایک حصہ تھا تو جسوقت مندر بالکل تباہ ہوگیا تو یہ کہنے کیلیے کہان گنجائش ہے کہ اسکے ساتھ کتب خانہ فنا نہین ہوا مندر پوری طرح سے تباہ ہوگیا، یہانتک کہ بنیادون تک تمام حصہ منہدم ہوگیا۔ یونیس کہتا ہے کہ "عیسائیون نے سیرابیم مین تباہی ڈالی اور اسکے مجسمون پر جنگ کی چونکہ بڑی بڑی چٹانون کا حرکت دینا مشکل تھا اسلیے اسکی بنیادین ویسی ہی چھوڑ دی گئین"۔

اس واقعہ کی طرف اشارہ کرکے تھیوڈوریٹ کہتا ہے کہ "بتخانے جڑ سے اکھیڑ دیے گئے" سقراط کہتا ہے کہ شہنشاہ کا حکم تھا کہ اسکندریہ مین کافرون کے جسقدر مندر ہین انکو منہدم کردیا جائے اور تھیوفلس نے سیراپس کے مندر کو منہدم کردیا اور پھر کہتا ہے کہ مندر تو منہدم کردیے گئے مگر برنجی مجسمے خانگی ظروف بنانے کے لیے پگھلا دیے گئے۔ یہی مصنف ان پتھرون کے دریافت ہونے کا واقعہ بیان کرتا ہے جنپر مصری حروف کندہ تھے اور جو سیراپس کے مندر کے انہدام کے اثنا مین برآمد ہوے۔ سوزومن

لہ (Sozomen) صفحہ (۳۰۱)

سلہ متھریم ایک مندر تھا جہان ایرانی وحشیانہ مراسم ادا ہوتے تھے۔ مگر یہ بات ثابت کرنے کے لیے کوئی مواد نہین ہے کہ وہ قلعہ پر تھا شہنشاہ نے اس جگہ کو خاص وقعت دی تھی اور اسکو کلیسا بنادیا تھا چنانچہ سوزومن ڈیائی سس کے مندر کے متعلق کہتا ہے کہ وہ گرجا کی شکل مین بنایا گیا تھا۔

سیاحت کی اور مدت تک وہان رہے۔ انکی کتابون مین خانگی کتب خانون کا کچھ تذکرہ تو ہے
مگر ان بڑے کتب خانون کے متعلق انمین کسی بات کی تلاش کرنا بیکار ہے۔ دو صدیان اسیطرح
گذر گئین اور کسی مورخ نے انکے متعلق کچھ نہین لکھا۔ یہانتک کہ یہ مدت جان مالکس اور سوفرونس
پر ختم ہوگئی۔ انھون نے بھی کوئی تذکرہ نہین کیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب عرب اسکندریہ مین
داخل ہوئے ہین اسوقت وہان کوئی بڑا پبلک کتب خانہ موجود نہین تھا،

ایک یا دو امور اور غور طلب باقی ہین۔ تھوڑی دیر کے لیے یہ فرض کرو کہ تذکرہ بالا
بحث سیرابیم کے کتب خانہ کے نظریہ کو نہین توڑ سکتی اور یہ بھی فرض کرو کہ عرب جب اسکندریہ
مین داخل ہوئے ہین اسوقت کتب خانہ جون کا تون قائم تھا۔ باوجود اسکے مین ثابت کرسکتا ہون
کہ عربون سے اسکا تباہ ہونا قطعی ناممکن ہے۔ اسکی دلیل یہ ہے کہ چونکہ عرب اسکندریہ فتح ہونے
کے گیارہ مہینے بعد شہر مین داخل ہوئے اور اطاعت کے عہدنامہ مین واضح طور پر اس امر کا تصفیہ
مندرج کیا گیا کہ اس وقفہ مین رومی نہ صرف شہر چھوڑ کر چلے جاسکتے ہین بلکہ اپنی منقولہ جائداد
اور قیمتی چیزونکو بھی اپنے ساتھ لیجاسکتے ہین۔ اس عرصہ مین سمندر مین کوئی روک ٹوک نہین تھی،
قسطنطنیہ اور دیگر بندرگاہون کے راستہ مین کوئی رکاوٹ نہ تھی اگر اسوقت سیرابیم کا کتب خانہ
موجود ہوتا تو کتابونکی صرف بازاری قیمت بھی بے انتہا ہوتی۔ بیسیون آدمی جنہین علم کا ذوق ہوتا
انکی بیحد قدر کرتے اور یہ علم دوست لوگ کیون ان کتابونکو ریگستانی سپاہیون کی جہالت کے
نذر کرتے جنکے حوالے شہر ہو رہا تھا۔ بلکہ وہ ان بیش بہا خزانونکو اپنے یہان لیجاتے، اور اُسکے
لیے انکے پاس خاصہ موقع تھا۔ اور اسطرح وہ جان فلاپونس کی علمی ذوق کی بے بنیاد شہرت
پہلے ہی سے خود حاصل کرلیتے۔

اخیر مین یہ کہنا باقی ہے کہ پانچوین یا چھٹی صدی کے مصنفین نے کتب خانہ کے متعلق جو

سکوت اختیار کیا ہے وہ فتح کے بعد بھی اسیطرح باقی رہتا ہے۔ ساتوین یا آٹھوین صدی مین مصر مین کوئی عرب مورخ نہین گذرا۔ یہ اعتراض ہونا ممکن ہے کہ بعد کے مورخین نے کتب خانہ کی آتشزدگی کو چھپانے کی کوشش کی ہو لیکن یہ قیطی پادری جان آف نیکیو کے متعلق نہین کہا جاسکتا، کیونکہ وہ ایک عالم شخص تھا اور اسکی تصنیف ساتوین صدی کے اختتام کے پہلے کی ہے اسکی تصنیف کی ضخامت اور شرح وبسط ثابت کرتی ہے کہ فتح اسکندریہ کے پچاس سال بعد کے جتنے ماخذ تھے وہ ان سب سے واقف تھا ابوالفرج خود جسنے یہ الزام لگایا ہے ثابت کرتا ہے کہ ۶۰۰ء مین اسکندریہ طالب علمون کا مسکن تھا کیونکہ جیمس آف اڈلیسہ کے متعلق وہ لکھتا ہے کہ وُہ یونانی زبان کی مکمل تعلیم حاصل کرنے اور شام کی خانقاہ مین انجیل کا مطالعہ کرنے کے بعد اس غرض سے اسکندریہ آیا تھا کہ اپنے علم کی تکمیل کرے"۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ چند خانگی اور خانقاہونکے کتب خانے جسطرح فتح کے پہلے تھے اسیطرح بعد بھی قائم رہے اگر فتح اسکندریہ سے پہلے کوئی بڑا پبلک کتبخانہ رہتا اور عرب اسکو اثناے فتح مین جلائے ہوتے تو یہ ممکن نہین ہے کہ جان آف نیکو جو تقریبًا اسی زمانہ کا مصنف تھا اور اسکندریہ کے قبضہ کے متعلق ذری ذری بات بھی نہین چھوڑتا ایسے واقعہ کو فراموش کر جاتا جس سے نہ صرف اسکی تاریخ بہترین مواد سے محروم رہتی بلکہ علمی دنیا ہمیشہ کے لیے ایسے عظیم الشان ذخیرہ اور قیمتی خزانہ سے جدا ہوگئی

اب اس تمام بحث کو اختصار کے طور پر دہرانا نامناسب نہ ہوگا جس قصہ کی بنا پر عرب کتب خانۂ اسکندریہ کی آتشزدگی کے ملزم ٹھہرائے جاتے ہین اسکی سچائی اور جھوٹ کے چہرہ سے پردہ اُٹھانا مقصود تھا۔ اس مسئلہ پر مین نے حسب ذیل مدات مین بحث کی ہے،

(۱) جس واقعہ کے متعلق وہ قصہ ہے اسکے ظہور پذیر ہونے کے پانسو سال سے بھی بہت

بعد لکھا گیا ہے،

(۲) جب اس قصہ کی تفصیل کی جہان بین کیجاتی ہے تو محض بغویات کا مجموعہ معلوم ہوتا ہے،

(۳) اس قصہ مین جو شخص سب سے پہلے اہم حصہ لیتا ہے وہ جان فلا فونس ہے (یحیی النحوی) جو مسلمانوں کے مصر پر حملہ آور ہونے سے بہت پہلے مرچکا تھا،

(۴) ان دو بڑے کتب خانون مین سے جنکی طرف قصہ کا روئے سخن ہے ایک نمائش گاہ کا کتب خانہ ہے جو جولیس سیزر کی آتشزدگی کے نذر ہوا یا اگر اسوقت نہین تو ایسے وقت جلا ہوگا جو عربون کی فتح سے چار سو سال سے قبل ہونا ضروری ہے۔ دوسرا سیریپم کا کتب خانہ ہے جو یا تو ۳۹۱ء سے پہلے ہی منتقل کر دیا گیا یا اسوقت منتشر کر دیا گیا یا برباد کر دیا گیا۔ اسلیے وہ کتب خانہ ہر حالت مین عربون کی فتح سے ڈہائی صدی پہلے ہی سے غائب تھا،

(۵) پانچوین چھٹی صدی اور اوائل ساتوین صدی کی تاریخون مین کسی کتب خانہ کے وجود کا تذکرہ نہین پایا جاتا،

(۶) اگر اسوقت جبکہ سیرس نے اطاعت اسکندریہ کے متعلق سر تسلیم خم کیا تھا کوئی کتب خانہ موجود رہتا تو کتابونکا منتقل ہونا ضروری تھا۔ کیونکہ اس عہدنامہ پر اس امر کی اجازت تھی کہ لوگ اپنے ساتھ قیمتی چیزین لیجا سکتے ہین اور عہدنامہ پر دستخط ہوئے اور عربونکے عملی طور سے شہر مین داخل ہونے کے درمیان گیارہ مہینہ کا وقفہ عارضی صلح کا گذرا ہے

(۷) اور اگر وہ کتب خانہ منتقل کر دیا جاتا یا برباد کر دیا جاتا تو اس وقت کے مورخ خصوصًا جان آف نیکیو جیسا عالم کبھی اسکے غائب ہونے کو اس سکوت کے عالم مین نہین چھوڑ جاتا اس تمام بحث سے جو نتیجہ نکلتا ہے اب اسمین مزید شبہہ کی گنجائش

نهین ہے۔ ریناڈٹ کا شبہہ اور گبن کا انکار کلی بلا وجہ نهین ہو سکتا۔ ہر شخص بہ آواز بلند یہ کہہ سکتا ہے کہ ابوالفرج کی حکایت بالکل جھوٹی ہے جو کسی تاریخی بنیاد پر نهین قائم کی گئی۔[1]

---

[1] اس بحث سے میرا مقصود عربون کی حمایت نهین ہے بلکہ اصلیت کا اظہار رہے۔ حمایت کی کوئی ضرورت نهین معلوم ہوتی۔ اگر اسکی ضرورت ہے تو یہ کام معذرت کے پیرایہ مین بخوبی انجام دیا جا سکتا تھا۔ کیونکہ عربون نے بعد مین یونانی اور رومی کتابون کا جو انہین دستیاب ہوئین ایک خاصہ ذخیرہ جمع کیا تھا۔ اور انہین قدردانی سے رکھا اور اکثرون کا ترجمہ کر ڈالا حقیقت مین اسطرح انھون نے ایک مثال قائم کی ہے جسکی موجودہ فاتحون کو تقلید کرنی چاہیئے سیڈیو اپنی فرانسیسی کتاب مین بیان کرتا ہے کہ جب " فرانسیسون نے افریقہ مین شہر کانسٹنٹین کو فتح کیا تمام کتابونکو جو انہین ہاتھ لگین جلا دیا جب انگریزون نے میگڈالا فتح کیا وہان انہین حبشی کتابون کا ایک بڑا کتب خانہ ملا جسکو وے لے گئے لیکن بہت بڑا حصہ اسکا وہین راستہ کے ایک جانب گرجا مین چھوڑ گئے۔ کیونکہ انکی نقل و حرکت دشوار تھی اور ساتھ لیجانے کے لیے جن کتابون کا انتخاب ہوا وہ بالکل اٹکل پچو ہوا۔ مگر باقی ماندہ کتابونکی اہمیت سے ان تمام علمی کتابونکا اندازہ ہو سکتا ہے جو چھوڑ دی گئین اور جن سے علمی دنیا محروم ہو گئی۔ اور انگریزی نمائش گاہ جان آف نیکو کے ان علمی خزانون مین سے صرف ایک خزانہ ہے جو اس افراتفری کے عالم مین بچا لیا گیا،

تلخیص و تبصرہ

حکمائے اسلام

ایک فرنچ مستشرق نے پانچ ضخیم جلدون مین تاریخ حکما، اسلام مرتب کرنے کا قصد ظاہر کیا ہے جسکی دو جلدین حال مین شائع بھی ہوگئی ہین۔ بمبئی کے پارسی فاضل جی کے نریان نے کرانیکل (بمبئی) کے صفحات مین انپر اپنا تبصرہ شائع کیا ہے، جسکا ملخص ترجمہ یہان درج کیا جاتا ہے

فرانس نے حال مین اسلام و نظامات اسلام سے اپنی مناسبت و دلچسپی کے چند نمایان ثبوت دیے ہین۔ چنانچہ پیرس مین جو مسجد تعمیر ہوئی ہے، اور اسکے اردگرد جو تعلیمی عمارتین تیار ہورہی ہین، ممکن ہے کہ عمق تعلیم و تحقیق کے لحاظ سے انکا نمبر قاہرہ کی نہایت قدیم جامع ازہر سے کہین آگے بڑھجائے اختتام جنگ کے بعد سے فرانس و جرمنی کے درمیان، ٹرکی اور اسکی تہذیب کی تفہیم کی بابت مقابلہ و مسابقہ تیزی سے جاری ہے،

علما، فرانس مین بیرن کارا ڈی دو نے پانچ جلدون مین تاریخ حکما، اسلام تحریر کرنیکا تہیہ کیا ہے۔ بیرن موصوف اس سے پیشتر غزالی و ابن سینا پر تصانیف شائع کرچکے ہین، نیز بعض تالیفات مسعودی کا ترجمہ۔ "حکما، اسلام" کی ابتدائی دو جلدین اسوقت پیش نظر ہین، پہلی جلد کی تیاری مین مصنف کی قوت انتخاب و استقصار پر انتہائی بار پڑا ہوگا۔ اس جلد کے موضوع سے متعلق معلومات کا انبار عظیم موجود تھا، اس دفتر بیکران سے چار سو صفحات سے کم ضخامت کی دلچسپ و پُر لطف

کتاب تیار کرنا ایک فاضل اجل ہی کا کام ہوسکتا ہے، اس مین پہلے جن شاہان اسلام کا مختصر تذکرہ آیا ہے، انکی فہرست مین خلفاء عظام شلاً منصور، ہارون، مامون، صلاح الدین وغیرہ شامل ہین، نیز ہلاکو، قاطع خلافت عباسیہ اسکے بعد متاخرین شاہان اسلام کا تذکرہ ہے، شلاً محمد ثانی، وسلطان سلیمان، تیمور و معاصر سلاطین ہند، محمود غزنوی، بابر (صاحب تزک بابری) اکبر اعظم، جہانگیر (صاحب تزک جہانگیری) شاہ عباس اعظم، نادر جنگ ایرانی - تاریخ عرب، ایران، ٹرکی نیز عام سیاسیات اسلامیہ کے متعلق ابواب، جن بیش بہا ذخائر تاریخی سے پُر ہین، انکے مطالعہ کے بعد یقین نہین آتا، کہ کوئی انسان تن تنہا، آیندہ مجلدات مین اس بلند سطح کو قائم رکھ سکیگا،

ان اوراق مین اہل عرب و ایران کا مشترک بیان ہے، آگے چلکر ترکون کا بھی بیان شامل ہوگیا ہے، وہ ترک جو ذرا الگ تھلگ سے اور زیادہ مغرور المزاج ہین، اسی تمدن کے وارث لیکن مغرب کی ہمسائگی سے کافی متاثر- قدیم تاریخون مین طبری کے لیے صرف چند صفحات نکل سکے، اور اتنے مین ظاہر ہے کہ اسکے تذکرہ کا حق کیونکر ادا ہوسکتا تھا- بیرن موصوف نے طبری کے تذکرہ نوشیروان زرتشین شاہ ایران پر خاص توجہ دلائی ہے، جو مسلمانون کی نظر مین سلطان عادل کا مجسمہ ہے، مسعودی اسوقت اپنے معاصرین سے زیادہ معروف ہوچکا ہے، سب سے زیادہ خوش آیند جدید معلومات مسکویہ سے متعلق مندرج ہین، جو نسباً پارسی اور مذہباً مسلمان تھا، اس نے عقلیت مین اتنی ترقی کرلی تھی، کہ معجزات رسول مین تاریخی حیثیت سے شک کرنے لگا تھا، اسکی زبان تصنیف عربی تھی لیکن اسکی عربی، فارسی کی گنگی اصطلاحات سے ویسی محفوظ و ممتزج نہین، جیسے موجودہ ہند کے انگریزی مورخ کو مجبوراً ان ہندوستانی مصطلحات سے کام لینا پڑتا ہے، جو انگریزی مین جذب ہوگئی ہین- مسکویہ صاحب فکر و صاحب عمل دونون تھا، اس کی تاریخ کے صفحات مین بغداد قدیم زندہ و قائم معلوم ہوتا ہے، دوسرے عرب مورخین مین ابن اثیر

ابن الفقیہ، مقریزی مصری، اور مقری مورخ اندلس سے پورا تعارف کرایا گیا ہے،

آخری باب مین جو افسانہ و قصص سے متعلق ہے، الف لیلہ پر ایک محققانہ تبصرہ ہے مصنف ان لوگون کا ہم خیال نہین، جو اس قصہ کو ہندی الاصل بتاتے ہین، بعض مورخین اسکا ماخذ فارسی زبان کو بتاتے ہین۔ ایک اور جماعت جس مین لیڈن کے پروفیسر ڈی گوبی جیسے محقق شامل ہین، خاتون شہرزاد کو انجیل کی خاتون اسطر کے مرادف قرار دیتی ہے، طبری کے نزدیک یہ خاتون شاہ فارس بہمن بن اسفندیار کی والدہ تھی۔ ایک اور مورخ کے خیال مین اسکا اصلی فارسی نام دنیازاد تھا، ہمارے مصنف کی تحقیق ان سب سے جدا گانہ ہے، اسکے خیال مین الف لیلہ مین افسانہ جس نوعیت کے ہین، ان سے جو اخلاقی نتائج پیدا کیے گئے ہین، ان مین جس قسم کی تعلیمات دی گئی ہین، ان سب کے لحاظ سے یہ نتیجہ نکلتا ہے، کہ اسکا اصلی مولد سرزمین یونان ہے، اور وہان سے یہ قصہ ساسانی ایران کی وساطت سے عرب مین منتقل ہو کر آیا ہے، مصنف نے، جن دلائل کی بنا پر عام مستشرقین کے اس خیال سے کہ کلیلہ دمنہ کا ماخذ سنسکرت کا پانچ تنتر ہے، اختلاف کیا ہے، قابل دید ہین،

مصنف ساری کتاب مین جا بجا اسی قسم کے مجتہدانہ خیالات ظاہر کرتا ہے، اور اپنے نظریات مین منفرد معلوم ہوتا ہے، لیکن انکی بنیاد ہمیشہ دلائل قوی پر اور بیشتر ادن معلومات نادرہ پر رکھی ہے، جو اول بار منظر عام پر لائے گئے ہین، مشہور و نامور ادیب جاحظ بصری اور اسکے بعض خطبات کی مصنف نے جس انداز سے داد دی ہے، اسے دیکھ کر بہت ممکن ہے کہ ہندوستان کے شائقین علم کم از کم ان خطبات کے انگریزی تراجم کے نادیدہ مشتاق بنجائین، جاحظ کے سلسلہ مین اسکی یہ خصوصیت بھی قابل ذکر ہے، کہ اس نے اپنی زندگی مین اکثر اپنی تصنیفات عالیہ کو بجائے اپنے، کسی قدیم و مسلّم الثبوت فاضل کے نام کر دیا تھا، تاکہ جو لوگ حکمت

وادب، فضل وکمال کو صرف قدر نا روا اساتذہ مسلّم کے ساتھ مخصوص سمجھتے ہیں، ان میں انہیں مقبولیت حاصل ہو سکے،

کتاب، زمانہ وسطی کے تمدن کے مطالعہ کے لیے ناگزیر سی ہے، اور بعد تکمیل یقیناً نکلی دیکی کی تصانیف کے ہم پلہ رکھی جاسکے گی، جنہوں نے تقریباً اسی زمانہ کے مسیحی تمدن کی تاریخیں مُرتب کی ہین،

دار الفنون مشرقیہ (لندن) کے پنجسالہ کارنامے

لندن کے دار الفنون مشرقیہ (اسکول آف اورنیٹل اسٹڈیز) مین خواندگی کا کام اگرچہ نومبر سنہ۱۶ء ہی سے شروع ہو گیا تھا، تاہم اسکا باضابطہ افتتاح ملک معظم کے ہاتھ سے ۲۳- فروری ۱۷ء کو ہوا، مشرقی زبانون کی تحصیل کو انگلستان مین جو کچھ بھی مقبولیت ہو رہی ہے، وہ اسی مدرسہ کے باعث ہے، لندن یونیورسٹی مین عربی وفارسی زبانین نصاب درس مین سالہا سال سے داخل ہین، لیکن طلبہ کی توجہ انکی جانب شاذ ونادر ہی رہی ہے، برخلاف اسکے اس جدید دار الفنون مین بکثرت طلبہ یہ زبانین سیکھنے لگے ہین،

اب تک ۱۵۰۰ طلبہ اس اسکول سے فارغ ہو کر نکل چکے ہین، سنہ۲۰ء مین ۵۳۹ طلبہ زیر تعلیم تھا اس جماعت مین ہر طبقہ، ہر مذاق، اور ہر پیشہ کے افراد شامل ہین، افسران فوج، عہدہ داران بحری، حکّام ملکی، اہل تجارت، گریجویٹ طلبہ، وقس علی ہذا، شروع شروع اسکا نصاب زیادہ تر عملی منفعت یعنی گفتگو مین سہولت پیدا کرانے سے متعلق رہا، لیکن اب رفتہ رفتہ اسے علم وفن کا بھی مرکز بنایا جارہا ہے، اور کوشش یہ ہے کہ کچھ عرصہ مین اسکا مشرقی کتب خانہ یورپ بھر مین بہترین ہو جائے،

تعلیم کا طریقہ عموماً یہ ہے، کہ ہر مشرقی زبان کے لیے دو اساتذہ ہوتے ہین ایک یوروپین اور ایک ایسا شخص جس کی وہ مادری زبان ہے، یوروپین استاد مغربی طلبہ کی مشکلات کو پوری طرح

سمجھ سکتا ہے، اور وہی انہین اس زبان کی سرشت، ترکیب، و اصولی قواعد سمجھاتا ہے، اور دوسری زبانون سے اسکا موازنہ کراتا رہتا ہے۔ دوسرا استاد تلفظ اور زبان کے روزمرہ کی تعلیم دیتا ہے،

نصاب مین صرف زبانین ہی داخل نہین، بلکہ مختلف اقوام عالم کی تاریخ ادب، مذہب معاشرت وغیرہ سے متعلق معلومات بھی شامل ہین۔ چنانچہ اب تک متعدد لکچر اسلام، ہندو مذہب و بودھ مذہب پر، نیز مختلف قبائل کی تاریخ و معاشرت وغیرہ پر دیے جا چکے ہین،

نصاب السنہ و علوم بلا کر اِسوقت، ۵ مضامین کی تعلیم ہوئی ہے، جن مین سے قابل الذکر عنوانات یہ ہین،

۱- عربی، عبرانی، آرمینی، آسامی، بنگالی، پنجابی، گجراتی، مرہٹی، فارسی، اردو، ہندی، تامل، ٹیلیگو، کناڑی، تبتی، گورکھی، سنسکرت، سنگھالی، پالی، دڑاوڑی، جاپانی، چینی، ملائی، ترکی، وکشمیری زبانین،

۲- تاریخ۔

۳- قانون ہند۔

۴- اصول لسانیات و تلفظ،

اتبک پبلک لکچر جسقدر اس مدرسہ کے زیر اہتمام ہو چکے ہین، انکی تعداد صدہا تک پہنچ چکی ہے، ذیل مین ایک مختصر اقتباس بعض عنوانات کا مع لیکچر دینے والے علما کے اسما کے درج کیا جاتا ہے، جس سے دار الفنون کے وسیع دایرۂ نظر کا اندازہ ہوسکیگا،

(الف) شعبۂ متفرق،

(۱) مذاہب ہند و چین، دونون کا موازنہ — ڈاکٹر ڈیوڈس

(۲) مرتبۂ بودھ تک پہنچنے کا طریقہ — پروفیسر یوسن

(۳) ہندوستان کا ہندو تمدن	ڈاکٹر بارنٹ
(۴) عراق عرب	مسٹر کیمبل ٹامسن
(۵) ایشیا کے فنون لطیفہ	مسٹر لارنس بنیون
(ب) شعبۂ ہند	
(۱) ہندوستان قدیم	ڈاکٹر بارنٹ
(۲) شیکسپیر کے ڈرامے ہندوستانی اسٹیج پر	مسٹر عبداللہ یوسف علی
(۳) ہندوستانی زبان کی اہمیت	〃
(۴) بنگالی زبان کے ناول	ڈاکٹر اینڈرسن
(۵) راماین	مسٹر اس۔جی۔کانیر
(۶) گجرات عہد اکبری میں	مسٹر ڈینیسن راس
(ج) شعبۂ مشرق بعیدہ	
(۱) ملایا	مسٹر بلیجن
(۲) کوریا کے بدھ معابد	مس ہلڈا باوسر
(۳) چینی ناول	ڈاکٹر ریس
(۴) چینی فلسفہ	مسٹر جیم
(۵) جاپانی شاخ بدھ ازم کے اصول فلسفیانہ	مسٹر میک گورن
(۶) کوریا کی فراموش شدہ سلطنت	مسٹر لوتر
(د) شعبۂ مشرق قریبہ	
(۱) عربی زبان کی تحصیل	پروفیسر سر ڈبلو آرنلڈ

(۲) عربی اور مذہبی زبان کے	خواجہ کمال الدین
(۳) ترکی لٹریچر	ڈاکٹر ایڈورڈس
(۴) مساجد قاہرہ	شیخ عبدالرزاق
(۵) اسلام اور اخلاق بین الاقوامی	مسٹر سیفی
(۶) مذہبِ بہائی	مسٹر احمد صفوت

(۵) شعبہ متعلق بہ افریقہ

(۱) جغرافیہ و تاریخ افریقہ مشرقی	پروفیسر الایس ورنر
(۲) افریقہ قبل ۱۵۰۰ء کے	〃
(۳) معراج پیمبر کے متعلق ایک سواحلی نظم	〃
(۴) مشرقی افریقہ مین اسلامی ادب و روایات	〃
(۵) ساحل سواحلی	〃
(۶) جانتو زبانین	〃

دارالفنون کے افسر اعلی سر ڈینیسن راس ہین، جو دس سال کی مدت تک مدرسۂ عالیہ کلکتہ کے صدر رہ چکے ہین، اور دارالفنون کو ابتک جتنی کامیابیان ہوئی ہین، ان مین ایک بڑی حد تک انہین کی سرگرمیون کو دخل ہے،

(ایشیاٹک ریویو)

اخبار علمیہ

جاپان مین ایک روزنامہ کی اشاعت ۶ لاکھ روزانہ کی ہے، چین کے کسی اخبار کی ۱۰ہزار سے زائد نہین، ہندوستان کے بھی سب سے زیادہ کثیر الاشاعت پرچون کی، خواہ وہ انگریزون کے ہاتھ مین ہون یا ہندوستان، خریدارون کی تعداد ۵۰ ہزار کے اندر رہی ہے، (ماڈرن ریویو)

جاپان مین بچون کے مخصوص ماہوار رسائل کی تعداد چھ اور عورتون کے مخصوص ماہوار رسائل کی تعداد گیارہ ہے، اور یہ سب کے سب کثیر الاشاعت ہین، (ایضاً)

ماہ جون مین رائل ایشیاٹک سوسائٹی آف گریٹ برٹن کا جو سالانہ جلسہ منعقد ہوا، اس مین لارڈ رے متوفی کی جگہ پر لارڈ شامرز کا انتخاب عہدۂ صدارت پر عمل مین آیا، اور پیرس کی سوسائٹی ایشیاٹک کی جو صد سالہ سالگرہ ماہ جولائی کے دوسرے ہفتہ مین منائی گئی ہوگی، اس مین شرکت کے لیے چھ نایندون کا انتخاب ہوا، لندن کی رائل ایشیاٹک سوسائٹی کی عمر اپنے فریق معاصر سے صرف ایک سال کم ہے، اسلیے آیندہ سال اسکی بھی صد سالہ سالگرہ منائی جائیگی، ایک کمیٹی کے زیر ادارت جسکے صدر پروفیسر مارگولیس ہین، دو سو صفحہ کی ایک مختصر کتاب اسوقت مرتب ہو رہی ہے، جسمین سوسائٹی مذکور کی اجمالی تاریخ کے علاوہ ابتک جتنے مضامین و مقالات اسکے جرائد و رسائل مین شائع ہوتے رہے ہین، انکے عنوانات اور مضمون نگارون کی فہرست درج ہوگی، اِس وقت سوسائٹی کی جانب سے مفصلۂ ذیل تین کتابون کے مترجم ایڈیشن مع اضافہ حواشی، مقدمہ وغیرہ کے

عنقریب شائع ہونے والے ہین، —

الاساطیر	ڈاکٹر گاسٹر
بشت بہشت	پروفیسر مارگولیس
نشور المحاضرہ	"

(ٹائمس لٹریری سپلیمنٹ)

سین فرانسکو (امریکہ) کے ایک ڈاکٹر ابرٹ ابریمس نے دعوی کیا ہے، کہ انھون نے ایک طریقہ ایسا دریافت کیا ہے، جس سے وہ کسی شخص کا محض خط دیکھ کر بتا سکتے ہین کہ وہ مرد ہے یا عورت نیز یہ کہ اسکا سن کیا ہے، اور اسے مرض کیا ہے، لیورپول (انگلستان) کے مشہور ماہر فن سر جیمس بار نے بھی رسالہ برٹش مڈیکل جرنل مین ایک مراسلہ کے ذریعہ سے، اپنے ذاتی تجربات کی بنا رپر اس دعوی کی تائید کی ہے، (ڈیلی میل)

مسٹر آرتھر ننج، جنکے مضامین مسائلِ نفسیات پر اکثر شائع ہوتے رہتے ہین، ایک تازہ مضمون مین تحریر کرتے ہین، کہ خواب دیکھنے مین عموماً بہت ہی قلیل وقت لگتا ہے، اور اتنی مدت مین آدمی بہت کچھ دیکھ ڈالتا ہے، یہان تک کہ ایسے واقعات بھی جنکا ارتکاب اگر بہ حالت بیداری کیا جائے، تو سالہا سال کی مدت درکار ہوگی۔ مین ایک بار سو رہا تھا کہ گھڑی مین نو بجنا شروع ہوئے پہلی آواز سے مین جاگا، مگر معاً سو گیا، اور ایک بڑا طویل خواب دیکھا، مگر جونہی یہ خواب ختم ہوا، نو بجنے کی آخری آواز گھڑی سے آرہی تھی، ایک فرنچ فلسفی نے، جو خوابون کے متعلق تجربات کرتا رہتا تھا، ایک بار یہ خواب دیکھا، کہ پیرس مین اس نے ایک قتل کیا، بھاگ کر لندن پہونچا، پھر

جہاز پر سوار ہوا، طویل بحری مسافت طے کرکے نیویارک (امریکہ) پہنچا، پولیس کو دیکھ کر بھاگا، شہر شکاگو میں جاکر چھپا، پولیس نے یہان بھی سراغ لگا لیا، یہان سے بھاگ کر سین فرانسکو مین دم لیا، پھر اسباب مین چھپ کر جاپان پہنچا، یہان گرفتار ہوا، شہر ٹوکیو مین مقدمہ ہوا، سزاے موت کا حکم سنا، تب آنکھ کھلی، اور اس ساری مدت مین صرف چند سکنڈ صرف ہوئے۔ (ڈیلی میل)

ماہ گذشتہ مین علماے فلکیات، سیارۂ مریخ کے مشاہدہ و مطالعہ مین خاص طور پر مصروف رہے، اسلیے کہ اس طرف کچھ عرصہ سے یہ سیارہ کرۂ ارض کی طرف نہایت سرعت سے یعنی کوئی دس لاکھ میل فی یوم کی شرح رفتار سے بڑھتا آرہا تھا، اور ۱۰ جون کو بہت ہی قریب آگیا تھا، اگرچہ اُسوقت بھی اسکا فاصلہ ہم سے بہ قدر چار کروڑ ڈہائی لاکھ میل کے باقی رہ گیا تھا، اسکا رنگ ہمیشہ سے سُرخ و آتشین رہا ہے، اِسوقت اسکی سُرخی و آتش رنگی اور بڑھی ہوئی ہے، یورپ اور امریکہ کے رصدخانون مین بیسیون علماء فن نے اسکے مشاہدہ و معائنہ سے متعلق خاص اہتمامات کیے تھے، اُمید ہے کہ اسکی سطح پر حیات حیوانی کے وجود کا مسئلہ، نفیاً یا اثباتاً کسی نہ کسی پہلو سے اِسوقت ضرور طے ہوگیا ہوگا (ایضاً)

مریخ و ارض کی درمیانی مسافت، جو کبھی بھی اقل ترین مقدار تک پہنچ سکتی ہے اس کی تاریخ وقوع ۲۲۔ اگست ۱۹۲۴ء ہوگی۔ اُسوقت مریخ کرۂ ارض سے اسقدر قریب ہوجائیگا، کہ اس سے زیادہ قربت کا کبھی بھی امکان نہین، باایںہمہ اِسوقت بھی یہ فاصلہ ۳ کرور ۴½ لاکھ میل کا رہیگا۔

ہاتھی کا اوسط عمر سو سال سے زائد ہے۔ اپنے پورے شباب پر چالیس برس کے بعد پہنچتا ہے باوجود اسقدر جسیم اور بھاری بھرکم ہونے کے اسکی شرح رفتار ۱۵ میل فی گھنٹہ ہوسکتی ہے، اور

دس میل فی گھنٹہ کی شرح سے تو دور تک دوڑ سکتا ہے، ڈاردن نے تخمینہ کیا تھا، کہ اگر سلسلہ توالد وتناسل مین کوئی خارجی مداخلت نہ کی گئی، تو ساڑھے سات سو برس کے عرصہ مین صرف ایک جوڑے سے سطح زمین پر ایک کرور نوے لاکھ ہاتھی موجود ہو سکینگے،

امریکن فلوسافیکل سوسائٹی کے تازہ اجلاس کے سامنے زمین کی عمر کا مسئلہ پوری وضاحت کے ساتھ پیش ہوا، اور مختلف علماء کی جانب سے سرگرم مباحثہ رہا۔ کسی ایک نتیجہ پر سب کا اتفاق نہ ہوسکا، تاہم جو نتایج قابل وقعت سمجھے گئے، اُنکے لحاظ سے زمین کی مدت عمر درمیان ...۰۰۰۰۰۰ سال اور ...۰۰۰۰۰۰۰ دا سال کی ہے،

یونیورسٹی آف کالیفورنیا (امریکہ) کے صیغۂ تعلیمات کے ایک افسر نے حال مین ایک عجیب آلہ "بوسہ پیما" کے نام سے ایجاد کیا ہے، جسکے ذریعہ سے بوسہ کی پیمایش ہوسکے گی، یعنی جس جوش، شوق، وگرمجوشی کے ساتھ بوسہ لیا گیا ہے، اُسکی کمیت ومقدار کا اندازہ ہوسکیگا،

کوہ ایورسٹ کی پیمایش وتحقیقات متعلقہ کے لیے جو سائنٹفک وفد آیا ہوا ہے، اُسکے کام کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ ہندوستان کے باہر دنیا کا جو بلند ترین قلۂ کوہ ہے، اُسکی بلندی بھی ۲۳۰۰۰ فٹ سے زائد نہین۔ برخلاف اسکے سلسلۂ کوہستان ہمالہ مین اسّی سے زائد چوٹیان ایسی ہین، جنکی بلندی ۲۴۰۰۰ فٹ سے اوپر ہے، بیسؔ ایسی ہین، جو ۲۶۰۰۰ فٹ سے اوپر ہین، چھ ایسی ہین جو ۲۷۰۰۰ فٹ سے اوپر ہین، اور خود ایورسٹ کی بلندی ۲۹۱۴۱ فٹ کی ہے،

ایک فرنچ محقق مسیو بیلن نے ایک آلہ ایسا ایجاد کیا ہے، جس سے فوٹو گرافون کو بذریعہ تار، ٹیلیفون، اور لاسلکی کے بھیجدینا ممکن ہوگا، جرائم پیشہ حلقون مین ایک دہشت پھیل گئی ہے، کہ اب چھپنا دشوار ہو جائیگا،

برلن (جرمنی) مین چند روز ہوئے پروشین اسٹیٹ لائبریری کے زیر اہتمام آوازون کا عجائب خانہ قائم ہوا ہے، جس مین ہر ملک و قوم کے مشاہیر زمانہ کی آوازین گراموفون کے ریکارڈون مین بھرکر محفوظ رکھی جاینگی، اسکے ڈائرکٹر پروفیسر ولیم ڈوگر کا دعوی ہے کہ حال مین بعض ایسے کیمیاوی مرکبات تیار ہوگئے ہین، جو ان ریکارڈون کو کم از کم دس ہزار سال تک محفوظ رکھینگے، اس عجائب خانہ کا دروازہ اگرچہ تمام ممالک و اقوام کے مشاہیر کے لیے کھلا ہوا ہے، لیکن عملاً ابتک صرف ایک ہی غیر جرمن کی آواز اس خزانہ مین داخل کی گئی ہے، اور وہ ہمارا ہی ہموطن رابندرناتھ ٹیگور ہے،

مسٹر والٹر ایوانس، جو انگلستان کے ایک کہنہ مشق صحافی تھے، ۲۰ برس کی مستقل مشغولیت کے بعد حال مین پبلک زندگی سے سبکدوش ہو کر پنشن پر چلے گئے ہین، روزنامۂ ایوننگ نیوز کے مدتون وہ چیف ایڈیٹر رہے، اور ایسوشی ایٹڈ نیوز پیپرس کمپنی کے ڈائرکٹر رہے، جسکی ملکیت مین ڈیلی میل، ایوننگ نیوز، ویکلی ڈسپیچ، وغیرہ نکلتے ہین۔ انکی الوداعی ضیافت کے موقع پر ان تمام اخبارات کے انتظامی و ادارتی صیغون کے اعلیٰ عہدہ دارون نے شرکت کی، اور لارڈ نارتھ کلف، جلسہ کے صدر قرار پائے، لارڈ موصوف نے اپنی طرف سے ایک طلائی گھڑی کا تحفہ دیا، مرایڈورڈ گیرڈ نے اخبار ایوننگ نیوز کی جانب سے ۱ ہزار پونڈ (۱ لاکھ روپیہ) کی معقول رقم

مقرر کی، اور کمپنی کے ڈائرکٹرون نے دس سال کے لیے ڈہائی ہزار پونڈ سالانہ پنشن کی منظوری دی۔ اور اسکے بعد بھی انکی زندگی تک ایک ہزار پونڈ سالانہ کی پنشن ملتی رہے گی،

اُلّو عام طور پر بہت حلیم و بے ضرر پرندہ سمجھا جاتا ہے، جس سے بجز منحوسیت کے، اور کسی قسم کا خطرہ نہین، لیکن کچھ روز ہوے، جب برطانیہ کے شہر گلوسٹر مین ایک کاشتکار نے درخت پر چڑھکر اُسکے انڈے نکالنا چاہے، تو اُلّو اور اُلّن (نر و مادہ) نے ملکر اسپر اس سختی سے حملہ کیا، کہ بیچارے کی ایک آنکھ باہر نکل پڑی، اور دوسری بھی پھوٹتے پھوٹتے بچ گئی،

مفصل و ضخیم تاریخ ہند، جو کیمبرج ہسٹری آف انڈیا کے نام سے کیمبرج یونیورسٹی کی جانب سے شائع ہونے والی تھی، اور جسکا ذکر معارف مین پیشتر آچکا ہے، اسکی جلد اول ماہ گزشتہ مین شائع ہوگئی۔ کتاب ۲۳۔ ابواب پر مشتمل ہے، اور اسکی تحریر مین متعدد انگریزی و امریکی ماہرین فن شریک ہین، ترتیب و ادارت کے عام فرائض پروفیسر ریپسن نے انجام دیے ہین، نقشہ بکثرت دیے گئے ہین۔ اور مختلف سکّون کے عکس خاص طور پر قابل قدر ہین۔ یہ سکہ یونان، باختر، وغیرہ کے اُن قدیم فرمانرواؤن کے ہین، جو شروع شروع ہندوستان پر حاکم رہے تھے، اس جلد کا اصلی مبحث تہذیب ہند پر قدیم بیرونی اثرات (یونانی، ایرانی، وغیرہ) کے حدود کو دکھانا ہے، بودھ مذہب پر بھی ایک عالمانہ و مبسوط مضمون موجود ہے، اس تاریخ ہند کی یہ خصوصیت بھی قابل ذکر ہے کہ اہل ہند کے قلم کی ایک سطر بھی اس مین شامل نہین،

ادبیات

سابرمتی جیل کے قیدی کی زبان سے

جنون نے دل سے وہ حس بھی مٹا دی | کرے جو امتیازِ رنج و شادی
نیا جب اوسنے کوئی شر اُٹھایا | مری ایذا پسندی نے دعا دی
شبِ معراجِ مردانِ خدا ہے | بقولِ شیخ، "دردِ نامرادی"
مجازی عشق بھی اک شئے ہے لیکن | ہم اس نعمت کے منکر ہیں نہ عادی

کمی تھی جان نثاری کی جو حسرت

وہ بارے کر کے بھی ہم نے دکھا دی

ایک گوشہ نشین صوفی شاعر مولوی قربان احمد صدیقی کے رمز حقایق

یہ اضطراب ہے اک ذاتِ بے نشان کیلیے | چلا ہے دل میرا تسخیرِ لامکان کے لیے
زمین بھی پست ہوئی آسمان بھی چکرایا | یہ مشت خاک ہی موزون تھا امتحان کے لیے
نہ انتہا مری قدرت کی ہے نہ عجز کی حد | عجیب نکتۂ لاحل ہون نکتہ دان کے لیے
نہو جو دردِ درون، بے اثر ہے قولِ فصیح | دل آشنا ہو تو جوہر بنے زبان کے لیے
وجود ہی نہو جس کا پھر اُس کا چرچا کیا | عدم کا خوف ہی اک خبط انس و جان کے لیے
نظر فریب سہی انتظامِ کون و فساد | ہے بند و بست کسی مقصدِ نہان کے لیے

نہین جو اہلِ یقین، ہے اسیرِ شک قربان

سکون کا لطف کہان قلبِ بدگمان کے لیے

باب التقریظ والانتقاد

دیوان فانی

از

مولانا عبدالسلام ندوی

چند روز سے ہمارے اخبارات کا یہ عام شعار ہوگیا ہے کہ وہ شعر و سخن سے اپنے کالمونکی ابتدا کرتے ہین، اور رسائل کے اخیر مین ایک باب ادبیات، یا نقد سخن وغیرہ کے عنوان سے قائم کیا جاتا ہے، جس کے تحت مین متعدد شعراء کی غزلین درج کیجاتی ہین، اب یہ طریقہ نہایت عام ہوگیا ہے، اور اس ذریعہ سے متعدد شعرا نے جھوٹی سچی شہرت بھی حاصل کرلی ہے، لیکن ان لوگون مین مولوی شوکت علی خان فانی کو جو غیر فانی شہرت حاصل ہوئی ہے، وہ ایک خاص صداقت آمیز امتیاز رکھتی ہے،

اخبارات و رسائل کی اس موجودہ روش نے بہت سے لوگون کو شاعر بنادیا ہے اور یہ نہایت خوشی کی بات ہے کہ شاعری کا جو چراغ سرسید اور اونکے ہمصفیرون کے دم آتشین سے بجھ چلا تھا سیاسیات کے ان تیز و تند جھونکون مین اور بھی روشن ہوتا جاتا ہے، لیکن مولوی شوکت علی صاحب فانی ابر بہار کے ان چھینٹون کی پیداوار نہین ہین، بلکہ اونھون نے اپنی تعلیم و تربیت کے ابتدائی زمانہ سے لوح اوستاد کے ساتھ صحیفۂ شاعری کو بھی سامنے رکھا، اور بجاے کسی اوستاد کے خود اونکی طبع خداداد ہی اس میدان مین اونکی رہبری کرتی رہی، چنانچہ اُنھون نے

۱۸۹۰ء مین سب سے پہلی غزل موزون کی، اور ۱۸۹۹ء تک پہلا دیوان مکمل کر لیا، اور ۱۹۰۱ء اور ۱۹۰۲ء مین شکسپیر اور ملٹن کے بعض ڈرامون کو ہندوستانی لباس پہنایا، لیکن ان سب کا حشر وہی ہوا جو اکثر مشہور شعرا، یا ناگوارنہ ہو تو کم از کم لاابالی مزاج شاعرون کے کلام کا ہوا کرتا ہے، یعنی یہ دیوان اور یہ ڈرامے ضائع گئے، اور مولنا فانی کو اسکا اسقدر قلق ہوا کہ وہ ایک مدت دراز کے لیے خاموش ہو گئے، شاید اس رنج وغم کی حالت مین اونکو عرفی کا یہ شعر یاد نہ تھا، جسکو اوس نے اسی موقع پر کہا تھا،

گفتہ گر شد ز کفم شکر کہ ناگفتہ بجا است از دو صد گنج یکے مشتِ گہر باختہ ام

لیکن با اینہمہ پرانا چسکارہ رہ کر طبع موزون مین چٹکیان لیتا تھا اور تخیلات کا ہیجان کبھی کبھی پھوٹ نکلنے پر آمادہ ہوتا رہتا تھا، جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اونھون نے ۱۹۱۱ء سے از سرِ نو ترنم ریزی کی اور یہی نغمہ سرائی ہے جس نے اسوقت دنیاے شاعری مین اونکو بہت کچھ شہرت دی ہے،

اس جدید مشق کے یہی نتائج فکر، یا عربی انشاپردازون کی زبان مین جناب فانی کی یہی "بنت الافکار" یا "بنت الشفہ"، ہین جنکو دفتر رسالہ نقیب نے ایک جبری اصرار کے ساتھ شائع کر دیا ہے، اور ترقی فکر کے منازل و مدارج کے دکھانے کے لیے ساتھ ساتھ

قدیم غزلین — چند قدیم غزلون کا انتخاب بھی اس احتیاط کے ساتھ درج کر دیا ہے کہ مجموعۂ قدیم مین سے پانچ فیصدی سے زائد اشعار نہین آنے پائے ہین، لیکن اگر وہ یہ احتیاط نہ برتتا تو منازل سلوک کے تمام صوی و معالم اور بھی زیادہ روشن ہو جاتے اور ہم زاہدان خشک کے ہاتھ مین پورا سبحۂ صد دانہ نظر آتا، ورنہ غزلیات قدیم کا جو انتخاب پیش کیا گیا ہے، اون مین بعض غزلین جدید غزلون سے کچھ بہت زیادہ مختلف نظر نہین آتین، مثلاً،

نہین منظور تپِ ہجر کا رسوا ہونا — تیرے بیمار کا اچھا نہین اچھا ہونا

ناصحا وسعتِ کاشانہ جنون خیز نہین — ورنہ کیا فرض ہے آوارۂ صحرا ہونا

نگہِ ناز کو آسان دمِ خنجر بننا — لبِ جان بخش کو دشوار مسیحا ہونا

ہائے باتون مین تری لغزشِ مستانۂ ناز — ہائے آنکھون مین تری نشۂ صہبا ہونا

ہمہ تن داغِ غمِ عشقِ بتان ہون فانی — دل سے بھاتا ہے مجھے نقشِ سویدا ہونا

باایںہمہ قدیم و جدید کلام مین ایک نمایان مابہ الامتیاز قائم ہے، یعنی قدیم غزلون کے بہت سے اشعار خالص لکھنو کے رنگ مین ہین، مثلاً

لاے پہ جھک پڑی ہے گلِ یاسمین کی شاخ — یا دستِ نازنین مین ہے ساغر شراب کا

زمانِ رخصتِ طفلی ہے نوشباب آیا — سوا پہر رخِ روشن کا آفتاب آیا

وہ آئے گورِ غریبان مین جی اوٹھے مردے — جلو مین فتنۂ محشر بھی ہمرکاب آیا

بہت سی پرانی ترکیبین بھی بطور یادگار کے اونکے قدیم کلام مین محفوظ رہ گئی ہین، مثلاً

جلوۂ رخ آفتابِ حشر سے کچھ کم نہین — شورِ محشر ہے تری اوٹھتی جوانی کا جواب

مین تم سے کیا کہون نہ سنائے خدا تمھین — ہے ناشنیدنی مری جان ماجرائے عشق

نگہِ ناز کو گھونگھٹ ہی کے اندر رکھیے — گھر مین رہتے نہین جب پاؤن نکل جاتے ہین

لیکن جب ہم اس "حال" کو چھوڑ کر "مقام" تک اور اس "عالم تلوین" سے نکل کر "عالم تمکین" تک پہونچتے ہین تو ہم پر اونکے جدید کلام کی خصوصیات کا فیضان ہوتا ہے، جو اگر الفاظ و عبارت مین آسکتی ہین تو حسب ذیل ہین،

جدید ترکیبین | جو لوگ جدید رنگ میں کہتے ہیں اون کے کلام میں لازمی طور پر فارسی زبان کی بہت سی جدید ترکیبین پائی جاتی ہین، جو صرف اسلیے جدید کہی جا سکتی ہین کہ اہل لکھنو نے ہمیشہ اردو کی پیروی مین ان کو ترک کر دیا تھا، ورنہ درحقیقت ان کے موجد اہل دہلی ہین، اور اہل دہلی مین بھی یہ ترکیبین مومن اور غالب ہی تک محدود نہین ہین، بلکہ قدما، مثلاً میر، سودا، اور قائم وغیرہ کے کلام مین بھی بہ کثرت پائی جاتی ہین، البتہ غالب و مومن نے ان مین اور بھی جدت طرازیان کی ہین، اسی لیے جو لوگ ان ترکیبون کو استعمال کرتے ہین، وہ اپنے آپ کو غالب و مومن کا پیرو سمجھتے ہین، موجودہ زمانے مین، حسرت، وحشت، اور عزیز لکھنوی نے ان کو نہایت کثرت سے استعمال کیا ہے، اور عزیز نے تو موجودہ رسائل و اخبارات تک کی بہت سی ترکیبون کے استعمال کرنے سے بھی دریغ نہین کیا ہے، مثلاً جذبات، سوانح عمری، اور سیاح وغیرہ، فانی کے کلام مین بھی یہ ترکیبین معتدل مقدار مین موجود ہین، مثلاً

بے اجل کام نہ اپنا کسی عنوان نکلا | دم تو نکلا مگر آزردۂ احسان نکلا

شوق بیتاب کا انجام تحیر پایا | دل سمجھتے تھے جسے دیدۂ حیران نکلا

گریہ آتشین کی داد دے شب غم تو کون دے | خود سر شام کیا بجھی شمع نے دل بجھا دیا

گذر گیا انتظار حد سے یہ وعدۂ ناتمام کب تک | نہ مرنے دیگی مجھے ستمگر تری تمنائے خام کب تک

وہ جام کفر پرور بھر دے کہ مست کر دے | مستون کے دل مین ساقی ایمان رہ نہ جائے

مائل پرواز ہے مقتل مین خون گرم دل | آتش سیال تھا اب شعلۂ بالیدہ ہے

پھر تصور جلوۂ صورت کا کفر انگیز ہے | خاک دل اللہ اکبر کیا ہی کافر خیز ہے

ہوش کا سرمایہ وحشت کے سوا ممکن نہین | عالم اک مجموعۂ ذرات صحرا بیز ہے

اشک اک اک کر کے سب آوارہ گرد ہو چلے | رفتہ رفتہ مٹ گیا نام و نشان اضطراب

فانی کی ان ترکیبون مین اگرچہ تصنع و تکلف نہین معلوم ہوتا یعنی یہ محسوس نہین ہوتا کہ اونھون نے صرف جدید رنگ مین کہنے کے لیے زبردستی سے ان ترکیبون کو استعمال کیا ہے، تاہم کہین کہین غلط ترکیبین بھی استعمال کرگئے ہین، مثلاً

جلوہ کیا دیکھے کوئی قدرت سہی فرصت کہان
یان نقابِ جلوہ خود حسنِ تماشا ریز ہے

"تماشا ریختن" فارسی کا محاورہ نہین ہے، اسلیے "تماشا ریز" کا اشتقاق صحیح نہین ہے، البتہ یہ ایک عمدہ استعارہ ہوسکتا ہے، لیکن ذیل کے شعر مین۔

روح کا آنسوؤن بھری آنکھوں مین پا تر آب ہے
آکہ حیاتِ مستعار نقش بروے آب ہے

"پا تر آب" کی ترکیب نہایت بدنما ہے اور اسکی کوئی تاویل نہین کی جاسکتی،

جدید استعارے اسی سلسلے مین فانی کے جدید استعارات و تشبیہات بھی خاص طور پر قابل لحاظ ہین، مثلاً

نہ آ قریب کہ پروردۂ فنا ہون مین
بنا ہے برق کے تنکون سے آشیان اپنا

بس ایک جہان سوز کے اثر تک ہین،
یہ خارِ برق، قفس، دام، آسمان، صیاد

ہون، مگر کیا؟ یہ کچھ نہین معلوم
میری ہستی ہے غیب کی آواز

دہیان تیرا بہشتِ شوق سہی
دل عاشق سے ایک دوزخِ راز

میری نگاہ شوق نے پایا ہے یہ لقب
دربانِ آستانۂ دولت سرائے عشق

اللہ رے کثرتِ گل و ریحان کہ اندنون
فردوس ایک پھول ہے دستِ بہار مین

بعض استعارے بظاہر استعارہ نہین معلوم ہوتے، لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو اون مین استعارات کی مخصوص جدت پائی جاتی ہے، مثلاً،

اب آنکھ اوٹھتی ہے وہ جنبش ہوئی ہلکی سی مژگان کو
وہ چھیڑا چاہتے ہین نوکِ نشتر سے رگِ جان کو

"الٹی سی نشتر گان" ایک نہایت ہی جدید ترکیب، اور ایک نہایت ہی جدید استعارہ ہے، اور اسکا مشبہ بہ ہر لطیف ممتد چیز ہو سکتی ہے، لیکن فانی نے مناسبت کلام سے "نوک نشتر" کو مشبہ بہ قرار دیا ہے،

تصوف و فلسفہ | شعرائے قدیم کی ایک یادگار صوفیانہ اور فلسفیانہ مضامین تھے جسکو اہل لکھنو کی معاملہ بندی نے تو سرے سے مٹا ہی دیا، لیکن شعرائے دلی مین بھی صرف معدودے چند یعنے غالب اور شیفتہ نے زندہ رکھا، باقی مومن کا کلام اس کیف سے بالکل خالی نظر آتا ہے، اور ذوق کو تو دلی کا شاعر کہہ ہی نہین سکتے، موجودہ دور کے ممتاز شعرا نے اگرچہ غالب کو اپنا امام بنایا ہے، تاہم اونکے یہان بھی صوفیانہ اور فلسفیانہ مضامین بہت کم پائے جاتے ہین، البتہ فانی کے کلام مین تصوف اور فلسفہ کی چاشنی نسبتہً زیادہ پائی جاتی ہے، مثلاً

اوسکی ہستی سے جدا میرا وجود اللہ رے وہم | بلبلا ہے عین دریا پھر بھی دامن چیدہ ہے
مایۂ ادراک ہستی ہون تکلف بر طرف | زندگی میری دروغِ مصلحت آمیز ہے
بشر مین عکسِ موجوداتِ عالم ہم نے دیکھا ہے | وہ دریا ہے یہ قطرہ لیکن اس قطرے مین دریا ہے
یہ جستجو ہے کہ ہے عالمِ مجاز کہان | تلاشِ چشمِ حقیقت نگر نہین ہے مجھے
بیابان کو یہان لے آئے تھی کچھ خاک کے ذرے | یہی ذرے اوڑا لیجائینگے اِک دن بیابان کو
آپ ہی اپنے آڑ مین تو ہے | تو حقیقت ہے اور تو ہی مجاز
نشان مہر ہے ہر ذرہ ظرف مہر نہین | خدا کہان نہ ملا اور کہین خدا نہ ملا

منتخب اشعار | ان خصوصیات کے علاوہ فانی کے کلام مین تمام شاعرانہ محاسن یعنے سلاست، روانی، سادگی، صفائی، برجستگی، لطیف الخیالی، اور پختگی وغیرہ موجود ہین، لیکن انکا علحدہ علحدہ نمایان کرنا طوالت سے خالی نہین، اسلیے ہم اونکے چند منتخب اشعار اس موقع پر

درج کرتے ہین جن سے مجموعی طور پر ان تمام خوبیون کا اندازہ ہوسکے گا۔

دبی زبان سے مرا حال چارہ ساز نہ کہہ — بس اب تو زہر ہی دے زہر مین دوا نہ ملا
مری حیات ہے محروم مدعاے حیات — وہ رہگذر ہون جسے کوئی نقش پا نہ ملا
دسے ترا حسن تغافل جسے جو چاہے فریب — ورنہ تو اور جفاؤن پہ پشیمان ہونا
سبکسری ہے ترے عشق سے سبکدوشی — بلائے جان ہے وہ دل جو بلاے جان نہوا
اجل کے زیر اثر ہو وہ نقش ہستی کیا — ہوا کہ برق کے سائے مین آشیان نہوا
جب ترا ذکر آگیا ہم دفعۃً چپ ہوگئے — وہ چھپایا رازِ دل ہم نے کہ افشا کردیا
کب کہہ گیا تھا آنے کو کیا وقت ہوگیا — اللہ نامہ بر بھی گیا وقت ہوگیا
دل کچھ نہ تھا تمھاری نظر نے بنا دیا — دنیاے درد، عالمِ حسرت، جہانِ داغ
دیکھتے ہین تمھین جاتے ہوے اور جیتے ہین — تم بھی قابو مین نہین، موت بھی قابو مین نہین
زمینِ گور غریبان پہ اک جگہ نہ ٹھہر — یہین کہین نگہ شرمسار ہم بھی ہین
گو ایک ہی فتنہ ہے قامت بھی قیامت بھی — کم ہو تو قیامت ہے بڑھ جائے تو قامت ہے
چلے بھی آؤ کہ دنیا سے جا رہا ہے کوئی — سنو کہ پھر نہ سنو گے تم التجا میری
خدا نے زہر کی تاثیر بخشدی فانی — ترس گئی تھی اثر کو بہت دوا میری
یاد آجاتے ہین جب وہ اگلی صحبت کے مزے — لوٹتا ہے دل مرا دوزخ مین جنت کے مزے
صبح ہوتے ہی بھلا دے کوی یارب کسطرح — رات بھر باہم وہ شکوون کے شکایت کے مزے
ایک غم، سو راحتین، اک عشق سو کیفیتین — یاس کی لذت جدا، کچھ اور حسرت کے مزے
ربط حسن و عشق سے واقف نہ تھے تو چین تھا — واقفیت مین کہان نا واقفیت کے مزے
ان سے رسم و راہ کیا جاتی رہی جاتے رہے — خط کتابت کے مزے، صاحب سلامت کے مزے

ہلاکِ تھی تاثیرِ شکوہ ہوں فانی
شکایت گلہ بے اثر نہین ہے مجھے

آمادۂ فریاد رسی ہے وہ ستمگر
فریاد کہ اب طاقتِ فریاد نہین ہے

تعمیرِ آشیان کی ہوس کا ہے نام برق
جب ہم نے کے شاخ چنی شاخ جل گئی

اب جفا ہے نہ وفا، یادِ وفا باقی ہے
تھی جہان شمع وہان خاک ہے پروانون کی

نہین ضرور کہ مرجائین جان نثار ترے
یہی ہے موت کہ جینا حرام ہو جائے

کیا ہے خلق مجھے با وجود علم گناہ
یہ ابتدا ہے کرم کی تو انتہا کیا ہے

اغلاط و مساحات اغلاط اور مساحات کے معاملے مین، مین تشدد نہین ہون، اگر کوئی شخص متحرک لفظ کو ساکن اور ساکن کو متحرک کر کے استعمال کرتا ہے تو مین اوسپر کوئی مواخذہ نہین کرتا، اگر کوئی شخص مکسور کو مفتوح اور مفتوح کو مکسور بنا دیتا ہے تو مین اسپر بھی گرفت نہین کرتا بلکہ اگر کوئی شخص مذکر کو مونث اور مونث کو مذکر کر دیتا ہے تو مین اسکو بھی کوئی اہم چیز نہین قرار دیتا، لیکن اگر کوئی شخص کسی ایسی غلطی کا مرتکب ہوتا ہے جس سے محاسن شاعری پر حرف آتا ہے، جس سے محاورہ کی خلاف ورزی ہوتی ہے، اور جس سے شعر کا توازن و تناسب قائم نہین رہتا تو مین اسپر شدت کے ساتھ نکتہ چینی کرتا ہون، اور افسوس ہے کہ فانی کے کلام مین مجھ کو متعدد جگہ اس قسم کی خامیان نظر آتی ہین، مثالین ملاحظہ ہون،

لوحِ دل کو غمِ الفت کو قلم کہتے ہین
کن ہے انداز رقم حسن کے افسانے کا

"غمِ الفت کا قلم" نہ حقیقۃً صحیح ہے، نہ مجازاً اور استعارۃً،

ہے شانِ عبودیت مصروفِ دعا ہونا
منظورِ مشیت تھا ہر نالہ رسا ہونا

"ہر نالہ کا رسا ہونا" چاہیے،

چار زنجیر عناصر پہ ہے زندان موقوف
وحشتِ عشق ذرا سلسلۂ جنبان ہونا

عناصر کے لیے زنجیر کا استعارہ بحث طلب ہے، با ایں ہمہ کوئی واضح وجہ شبہ نہیں ہے،

یون نہ کسی طرح کٹی جب مری زندگی کی رات　　چھیڑ کے داستانِ غم دل نے مجھے سلا دیا

زندگی کے دن کاٹنا" محاورہ ہے، "زندگی کی رات کاٹنا" محاورہ نہین،

آیا کہ دل گیا کوئی پوچھے تو کیا کہون　　یہ جانتا ہون دل ادھر آیا اودھر گیا

دوسرے مصرع مین دل کا لفظ حشو اور زائد ہے،

صیاد یون پرون مین گرہ باندھتے ہین کیا　　بے دردبند بند کسی کا جکڑ گیا

پر باندھنا صحیح ہے، لیکن پرون مین گرہ باندھنا صحیح نہین، خود گرہ باندھنا محاورہ بھی نہین ہے

گرہ دینا محاورہ ہے، پرون مین گرہ دینے سے جسم کے بند بند نہین جکڑ سکتے اور خود پرون کو

بند نہین کہہ سکتے، کسی کا لفظ بھی اس جگہ ناموزون ہے،

تہ مین جا سطح سے تو قطع نظر کر کر دیکھ　　قطرے قطرے مین سمندر ہے نظر پیدا کر

قطع نظر کر کر صحیح نہین، قطع نظر کر کے صحیح ہے، اور اگر صحیح بھی ہو تو نہایت بدنما ترکیب ہے

وقتِ عرضِ حالِ دل اس فکر نے مارا مجھے　　کیجیے آغاز کیون کر داستانِ اضطراب

"داستان کا آغاز کرنا" صحیح ہے "داستان آغاز کرنا" صحیح نہین، یہ نہین کہتے کہ فلان داستان

آغاز کی البتہ یون کہتے ہین کہ فلان داستان شروع کی،

وہ تیری بزم تھی نہ ملی جہین چپ کی داد　　یہ حشر ہے یہان تو کھلے گی زبانِ داغ

"زبانِ داغ" نہ حقیقۃً صحیح ہے نہ استعارۃً

پھاڑ کر فانی گریبانِ لحد　　ہم چلے دامانِ محشر کی طرف

گریبانِ لحد کا استعارہ بحث طلب ہے، اور دامانِ محشر کی طرف چلنا بھی مناسب نہین

معلوم ہوتا، میدانِ محشر کی طرف چلنا چاہیے،

رو رہے تے ہین یہان اے آخری دم		وفا کر ہو سکے تجھ سے جہان تک

"آخری دم یا نفس واپسین"؟

گم شدگان رہ عشق کی مثال		قیس ہے اک آبلہ پا اور ہم،

توازن کے لحاظ سے "اور ایک ہم" ہونا چاہیے،

ایک تم ہو کہ تمھارے ہین پرائے دل بھی		ایک مین ہون کہ مرا دل مرے قابو مین نہین

"توازن کے لحاظ سے دوسرے مصرع مین "مرا دل بھی" ہونا چاہیے،

حسن یکتا وہ کسی نے جسکو دیکھا ہی نہین		عشق صادق وہ کہ دل سے لب تک آئے کیا مجال

عشق صادق کا دل سے لب تک آنا بالکل بے معنی ہے، البتہ راز عشق صادق ہوتا تو صحیح ہوتا، پھر حسن یکتا کے لیے یہ ضرور نہین کہ اوسکو کوئی دیکھ ہی نہ سکے، البتہ اوسکا مثل ورا اوسکا نظیر نہین دیکھا جا سکتا، بااینہمہ یہ دونون مصرعے قابل تاویل ہین گو واضح البیان نہین ہین،

چراغ کشتہ آرامگاہ بے نشانی ہون		مین رویاے پریشان تھا ہون یعنی فانی ہون

"رویای پریشان" کے لیے فارسی زبان کی سند متواتر درکار ہے،

شکوۂ ہجر پہ سر کاٹ کے فرماتے ہین		پھر کروگے کبھی اس منھ سے شکایت میری

"شکوہ کو زبان سے تعلق ہے، سر سے نہین، نواب مرزا داغ کسقدر صحیح کہتے ہین"

سر سے پہلے وہ زبان کاٹ لیا کرتے ہین		کہ کرے جا کے خدا سے نہ شکایت میری

یہ کہنا کہ سر کے کاٹنے سے زبان بالکل بیکار ہو جاتی ہے، منطقیانہ استدلال ہے، جو فن شاعری مین کارآمد نہین ہو سکتا،

چھانتا ازل مین ایک تڑپتا ہوا جگر		کیا بات ہے تری نگہ انتخاب کی

"تڑپتا ہوا جگر" یا "تڑپتا ہوا کلیجہ" کے لیے اردو زبان کی سند متواتر درکار ہے،

اسیرِ غم وہ رُخِ بے حجاب کرکے مجھے ۔ کدھر گیا ہمہ تن اضطراب کرکے مجھے

رُخِ بیحجاب کے لیے یہ کہنا کہ "کدھر گیا" بالکل غلط ہے، اسی زمین مین صحیح طور پر یہ ترکیب اس طرح مستعمل ہوئی ہے،

اسیرِ پنجۂ عہدِ شباب کرکے مجھے ۔ کہان گیا مرا بچپن خراب کرکے مجھے

رُخِ بیحجاب کے لیے یون کہنا چاہیے کہ کہان چھپ گیا، کس چیز مین چھپ گیا،

اے اجل گھبرائیگا تنہائی تربت سے دل ۔ یہ ابھی بھولا نہین ہے جوشِ وحشت کے مزے

وحشی تنہائی سے نہین گھبراتا بلکہ تنہائی کو اور پسند کرتا ہے، تنگی تربت ہوتا تو صحیح ہوتا کیونکہ دیوانے کے لیے وسعتِ صحرا درکار ہے،

کاش مین واقف نہ ہوتا رسم و راہِ عشق سے ۔ کاش تم سمجھو کہ عشقِ فتنہ گر کیا چیز ہے

اگر دوسرے مصرع مین "سمجھو" کے بجاے "سمجھتے" ہوتا، تو پہلے مصرع مین "ہوتا" کا جو لفظ ہے، اوسکے ساتھ توازن و تناسب قائم ہو جاتا،

اب یادگارِ فانیٔ بسمل ہے اسقدر ۔ گلگون ہے خاک کوچۂ قاتل جگہ جگہ

دونون مصرعے متناقض ہین، پہلے مصرع سے ثابت ہوتا ہے کہ اب یادگارِ فانی کے نشانات خفیف سی باقی رہ گئے ہین لیکن دوسرے مصرع سے ظاہر ہوتا ہے کہ قدم قدم پر اس یادگار کا نشان مل سکتا ہے، کیونکہ ردیف سے بہرحال کثرت ہی کا اظہار ہوتا ہے،

عزیزِ خاطرِ فطرت ہر جانِ عبرت ہے ۔ ہر ایک ذرہ جو اس عالمِ غبار مین ہے

عالمِ غبار کے لیے فارسی زبان سے سند متواتر درکار ہے،

گریہ کے آداب کے حواس ہین کسکو ۔ ہائے کہ اب تاب احتیاط نہین ہے

اس جگہ صرف حواس کا لفظ صحیح نہین، ہوش حواس محاورہ ہے،

غزلیات کے علاوہ چند تضمینین، چند رباعیان، بعض اخلاقی نظمین، اور بعض قصائد بھی شامل دیوان ہین، لیکن ہمارے نزدیک فانی کا اصلی کارنامہ صرف غزل ہے، اسلیے ہم ان جزئیات کو نظر انداز کرتے ہین،

دیوان کی قیمت ایک روپیہ ہے، اور نقیب پریس بدایون سے مل سکتا ہے، لکھائی چھپائی عمدہ، کاغذ متوسط درجہ کا، اور ضخامت ۹۰ صفحے کی ہے،

سفرنامۂ روم ومصر وشام

مولنا شبلی مرحوم نے ۱۸۹۳ء مین ان ممالک کی سیاحت کی تھی، زمانۂ حال کے مسلمانون مین ممالک اسلامیہ کا یہ پہلا سفر تھا اور علما، کی صف مین دیکھا جائے تو یہ اب بھی پہلا سفر ہے، مولنا نے خالص علمی اور تعلیمی نقطۂ نظر سے یہ سفر کیا تھا، اور اس نگاہ سے اونکو جو کچھ نظر آیا اونہون نے اپنے سفرنامہ کے آئینۂ جہان نما مین اوسکو تمام وکمال دوسرون کو دکھایا، اس واقعہ پر آج تیس سال گذر گئے ہین، اس اثنا مین اور لوگون نے بھی ان ممالک کے سفر کیے اور اپنے اپنے سفرنامے شائع کیے مگر مواد کے لحاظ سے اب تک اس سفرنامہ کی اوّلیت مین کوئی فرق نہین آیا ہے، اسکے بیسیون اڈیشن بازاری مطبعون سے شائع ہو چکے ہین، مگر جس مسخ صورت مین وہ کتابون کو شائع کرتے ہین اوس سے اہل ذوق کی دلبستگی نہین ہوتی، اسلیے دار الاشاعۃ دار المصنفین نے اپنے مطبع معارف مین اسکا ایک اچھا اڈیشن چھاپ کر تیار کیا ہے، جن پسندیدہ مذاق اصحاب کو ضرورت ہو وہ طلب فرمائین تاجرونکو ۲۵ فیصدی کمیشن، قیمت عہ/

منیجر

مطبوعات جدید

حکایات شرلاک ہومز، سر آرتھر کانن ڈائل اسوقت انگلستان مین ایک خاص قسم کی جاسوسانہ فسانہ نویسی کے بانی اور مخترع ہین، وہ جاسوسی اور سراغ رسانی کو محض بخت و اتفاق کے نتیجہ کے سپرد کرنا نہین چاہتے، بلکہ وہ استنباط، استقرار، علم قیافہ، علم آثار قدم، اور عام فہم انسانی کے استعمال اور چھوٹے چھوٹے معمولی واقعات کی کڑیان ملاکر اوس سے اہم نتائج کے اخذ کی حیرت انگیز مثالین پیش کرتے ہین، مصنف نے اپنی خیال آرائی اور جولان طبعی کے لیے شرلاک ہومز نام ایک غیر معمولی ذہانت کے فرضی جاسوس کو اپنا مستقل ہیرو قرار دیا ہے، جس کے کارنامے ڈاکٹر واٹسن نام اوسکے ایک دوست کی زبانی، معرض تحریر مین لائے گئے ہین،

پروفیسر فیروز الدین مراد، اب تک ہماری زبان مین بحیثیت ایک عالم حکمیات و سائنٹسٹ کے مشہور تھے، اون کے انتساب سے جب ان حکایات کا ترجمہ ہماری نظر سے گذرا تو فطرةً تعجب ہوا کہ ایک شیدائے واقعیت حکیم کو ایک خیال آرا فسانہ نویس سے کیا مناسبت ہے؟ مگر کتاب کے پڑھنے کے بعد معلوم ہوا کہ پروفیسر مراد نے اپنے دائرہ سے کچھ زیادہ دور قدم نہین رکھا ہے، پروفیسر مراد نے اس کتاب مین شرلاک ہومز کے ۲۵ مختلف کارنامے انتخاب کئے ہین، ہر کارنامہ ایک چھوٹا سا مستقل افسانہ ہے، ہر افسانہ درحقیقت نہایت دلچسپ ہے، اور مخصوص طریقۂ جاسوسی کی بہترین مثال ہے، پروفیسر مراد کے ہم مشکور ہین کہ اونھون نے ہماری زبان کے افسانہ نویسون کے سامنے ایک نیا راستہ کھولدیا ہے، ترجمہ اکثر بامحاورہ اور سلیس ہے، پڑھنے والے کے ذہن پر

ترجمہ کا بار محسوس نہیں ہوتا ہے، مگر کہین کہین یہ کمی رہ گئی ہے کہ مترجم نے انگریزی محاورن کا بعینہ اُردو ترجمہ کر دیا ہے، مثلاً متعدد مقامات پر آپ یہ پڑھینگے "وہ آرام کرسی مین بیٹھ گیا"، اردو مین کرسی پر بیٹھنا بولتے ہین، اسی قسم کی اور بھی ایک دو باتین آپکو ملین گی، تاہم عام طور سے ترجمہ صاف اور دلنشین ہے، صفحات ۳۰۲، لکھائی چھپائی متوسط، کاغذ معمولی، قیمت ع۸/، پتہ مسرز کینز اینڈ کو علی گڈھ،

خونابۂ عشق یہ بھی اوسی مشہور فسانہ نویس کی تصنیف اسکارلیٹ اسٹین کا ترجمہ ہے اور یہ ترجمہ بھی پروفیسر ممدوح ہی کے قلم کا ممنون احسان ہے، اسمین شرلاک ہومز کے ایک کسیقدر طویل کارنامہ کو قید تحریر مین لایا گیا ہے، حسب معمول نہایت دلچسپ اور بدیع الاسلوب ہے، ترجمہ کی خوبی قابل تعریف ہے، مگر زبان کے متعلق کہین کہین ہمکو شکایت ہے، انگریزی خوان اصحاب کا عربی املا ذرا غلط ہوتا ہے، اسی کتاب مین (صفحہ ۲۳) "منزہ" کو "منزا" لکھا گیا ہے، "سبابہ" کو "شبابہ" (۵۰) "مصر اللیالی" کو "سحر اللیالی" (۶۹) منطق کی اصطلاح استدلال "اِنّی" کو "عنّی" لکھا گیا ہے، اردو مین "تار" مذکر ہے مگر مترجم نے "تار دی" مونث استعمال کیا ہے، یہ چند فروگذاشتین کتاب کی دلچسپی اور ترجمہ کی خوبی مین حارج نہین، جو لوگ بدیع الاسلوب فسانون کی قدر کرتے ہین اونکو یہ ضرور پڑھنا چاہیے، صفحات ۱۶۰، قیمت عہ، لکھائی چھپائی متوسط، کاغذ معمولی، پتہ دار الاشاعت پنجاب ۱۹۵ ریلوے روڈ۔ لاہور،

محمد علی، محترم محمد علی صاحب کے جسقدر مجموعہ ہاے حالات اُردو مین شائع ہوئے ہین یہ مجموعہ اون سب مین سب سے زیادہ مبسوط اور جامع ہے، اسمین جناب شوکت علی صاحب علیگ نے محمد علی صاحب کے بچپن، تعلیم، سفر ولائت، نوکری، اخبارات کا اجرا، تعلیمی و سیاسی خدمات سفر وفد خلافت، اور یورپ مین اونکے کارنامے اور آخر کراچی جیل تک کے تمام واقعات

تفصیل سے لکھے ہین، تقطیع چھوٹی، صفحات ۱۱۵، لکھائی چھپائی کاغذ متوسط، قیمت ۱۲ر، پتہ

مقبول دار الاشاعہ لاہور،

دہلی کی جانکنی، ۵۷ء کے غدر دہلی کے واقعات اور افسانے جو ہمیشہ اہل دل کے لیے عبرت و

بصیرت کے اسباق ہین، ضرورت تھی کہ ان اسباق کو کسی کتاب کی صورت مین جمع کر دیا جائے

جناب خواجہ حسن نظامی نے اس کتاب مین غدر کی انگریزی تاریخون اور دلی کی معتبر زبانی روایات

کو فراہم کیا ہے، کتاب کا ہر صفحہ اپنے ناظرین سے آنسوؤن کے چند قطرون کا طالب ہے لکھائی

چھپائی بہتر، کاغذ متوسط، قیمت عہ، خواجہ بک ڈپو، دہلی،

اسلام کی برکتین، یہ مولوی ظفر علی خان صاحب ایڈیٹر زمیندار کا ایک مضمون ہے جو رسالہ کی

صورت مین شائع ہوا ہے مصنف نے اسمین اسلام کی علمی برکات گنائے ہین، مگر بیان مین تاریخیت

سے زیادہ ادبیت نمایان ہے، قیمت ۳ر، پتہ مشرقی کتب خانہ لاہور،

سبعہ سیارہ، حافظ محمد یعقوب صاحب آوج گیاوی کی سات مذہبی نظمون کا مجموعہ ہے، اور

آج کل کے احساسات و مذاق کے مطابق ہے، مگر شاید صحیح لفظ "سبع سیارہ" ہو، قیمت ۳ر پتہ

ممتاز بکڈپو حلقہ نمبر ۲۱ لاہور،

آئینۂ جمہوریت، اٹلی کے مشہور محب وطن جوزف میزینی، سیاسی ہونے کے ساتھ ایک ممتاز اہل

قلم بھی تھا، اوسنے اپنے قلمی خیالات سے اٹلی کو متحرک کر دیا تھا، اور اوسکے متفرق اجزا کو یکجا کرکے

اومین جمہوریت کی روح پیدا کی، آج جب ہندوستان اسی دور سے گذر رہا ہے، جناب احمد منصور

صاحب تسلیم کی یہ کوشش شکریہ کی مستحق ہے کہ اونھون نے میزینی کی ایک تحریر کا اردو مین ترجمہ

کرکے شائع کیا ہے، اس تحریر مین میزینی نے جمہوریت، حقوق، تعلیم، مقصد زندگی وغیرہ اہم اصلاحی

مسائل پر باختصار اپنے خیالات ظاہر کیے ہین، قیمت ۴ر پتہ مشرقی کتبخانہ لاہور،

دیوان تمید، مولانا کا فارسی دیوان مع تصویر ۱۲ر

خرد نامہ منظوم خلاص فارسی زبان میں امثال سلیمان کا ترجمہ ۴ر

مولانا سید سلیمان ندوی

ارض القرآن جلد دوم، اقوام قرآن میں سے مدین اصحاب الایکہ قوم ایوب بنو اسمٰعیل، اصحاب الرس اصحاب الحجر بنو قیدار، انصار اور قریش کی تاریخ، اور عرب کی تجارت زبان اور مذہب پر تفصیلی مباحث صفحہ ۲۵۱ ۲ر

سیرۃ عائشہؓ، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے احوال زندگی قرون اولیٰ کی خانہ جنگیوں کے اصلی اسباب اور ام المومنین کے فضائل و مناقب اور ان کے اجتہادات و کمالات پر مفصل تبصرہ ضخامت ۳۵۰ صفحے قیمت ۲ر

لغات جدیدہ، چار ہزار جدید عربی الفاظ کی ڈکشنری ۱ر

دروس الادب عربی کی پہلی ریڈر طبع سوم مع ترمیم ۲ر

دوسری ریڈر طبع دوم ۴ر

رسالہ اہل سنت والجماعت فرقہ اہل السنۃ والجماعت کے اصول عقائد کی تحقیق ۱ر

حیات مالک، امام مالک کی سوانح عمری اور موطائے مالک پر تبصرہ عہ

خلافت اور ہندوستان، آغاز اسلام سے اس عہد تک مسلمانان ہند اور خلفائے اسلام کے تعلقات اور سلاطین ہند کے سکوں اور کتبوں سے ان کا ثبوت ۱ر

عرب اور مرقد آئین اسلام ۲ر

مولانا عبدالسلام ندوی

سیرۃ عمر بن عبدالعزیز، یعنی اموی خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کی مفصل سوانح عمری اور ان کے عہد حکومت کے تمام علمی مذہبی اور سیاسی کارناموں اور ان کے مجددانہ اعمال کی تشریح و توضیح صفحے ۱۹۰ قیمت ۱ر

اسوۂ صحابہ، صحابہ کرام کے عقائد، عبادات، اخلاق اور معاشرت کی صحیح تصویر اور قرن اول کے اسلام کا خاکہ، اسکا مطالعہ ہر مسلمان کا فرض ہے صفحات ۳۵۰ قیمت ۲ر

مولوی عبدالباری ندوی

برکلے اور اس کا فلسفہ، مشہور فلاسفر برکلے کے حالات زندگی اور اسکے فلسفہ کی تشریح مجلد ۲ر، غیر مجلد ۱ر

مبادی علم انسانی، مادیت کی تردید میں برکلے کی مشہور کتاب پرنسپلز آف ہیومن نالج کا نہایت مفید و سلیس ترجمہ جس میں علم انسانی پر بحث کر کے مادیت کا ابطال کیا ہے مجلد ۲ر

مذہب و عقلیات، جس میں دلائل و مستند یورپین فلاسفر کے بیانات سے ثابت کیا گیا ہے کہ مذہب و عقل میں تصادم کا امکان ہی نہیں ۲ر

مولوی عبدالماجد بی اے

فلسفۂ اجتماع، جماعات انسانی کا علم النفس ۱ر

فلسفۂ جذبات، جذبات انسانی کی نفسیاتی تشریح ۱ر

تاریخ اخلاق یورپ، لیکی کی ہسٹری آف یوروپین مارلز کا ترجمہ جس میں فلسفۂ اخلاق پر ضمنی مباحث کے علاوہ یورپ کے تدریجی اخلاقی رفتار کی تشریح کی ہے، قیمت جلد اول ۱ر، جلد دوم ۲ر

مکالمات برکلے برکلے کے ڈائیلاگس کا ترجمہ جس میں مکالمہ کی صورت میں برکلے نے مادیت کا ابطال کیا ہے، قیمت باختلاف کاغذ عہ و ۱۲ر

پروفیسر سید نواب علی ایم اے

معارج الدین جدید علم کلام پر ایک معتقدانہ تصنیف اور فلسفہ جدید اور مذہب کی باہمی تطبیق پر بہترین تبصرہ ۱۲ر

تاریخ صحف سماوی، توراۃ انجیل اور قرآن مجید کی جمع و ترتیب کی تاریخ کا باہمی موازنہ اور مخالفین اسلام کے اعتراضات درباره جمع قرآن کا جواب قسم اول ہے دوم ۲ر

نسخ سخن پروفیسر نواب علی کی اخلاقی قومی و فلسفیانہ نظموں کا مجموعہ ۱ر

مولوی محمد یونس فرنگی محلی

سوانح الاقتباع سید سلیمان کی کتاب تحقیقات انسانی کے اصول نفسیہ کا اردو ترجمہ صفحہ ۲۲۳، عار

مفتی انوار الحق صاحب ناظم تعلیمات بھوپال

حقائق اسلام اسلامی مسائل کی فلسفیانہ و عقلی تشریح عاء

تذکرۃ الحبیب یعنی رسول اللہ صلعم کے اخلاق کا مفصل بیان عہ

منشی محمد مہدی صاحب نائب مہتمم تاریخ بھوپال

نسان العصر فی اصول الاعضاء کے ابتدائی مسائل سلیس عام فہم زبان میں ۸ر

زلزلہ طبیعات طبقات الارض ہیئت و جغرافیہ طبعی کے ابتدائی مسائل عام فہم اور سلیس عبارت میں ۱۲ر

منشی محمد امین صاحب مہتمم تاریخ بھوپال

بیگمات بھوپال، مصور و مجلد سے،

گیارہ قصے، اخلاقی، معاشرتی و مذہبی ۸ر

نعت پیمبر عربی فارسی و اردو کی چند نعتیہ نظموں کا مجموعہ ۸ر

پروفیسر محمد سجاد مرزا بیگ دہلوی

الاستدلال یعنی علم منطق کے اصول نہایت خوبی و عمدگی کے ساتھ سلیس زبان اور سہل طریقہ سے بیان کیے گئے ہیں صفحے ۲۰۱ سے

الانسان یعنی انسان کے تمام قوائے نفسانی و جسمانی اور خصوصیات طبعی کی علمی تشریح کی گئی ہے صفحہ ۲۱۳، قیمت عاء

تسہیل البلاغت اردو زبان میں فن فصاحت و بلاغت اور بدیع پر دلکش اور سہل و آسان کتاب سے،

متفرق کتابیں

یاد ایام مولانا عبدالحی صاحب ناظم ندوۃ العلما نے اس کتاب میں گجرات کی اسلامی تاریخ کے مختلف پہلو دکھائے اور وہاں کے امراء و رؤسا علماء اور مشائخ کے حالات اور علوم و فنون کی ترقی نہایت تاریخی تحقیق و تفصیل سے لکھی ہیں عہ

سیاحت قسطنطنیہ، مولانا شبلی مرحوم کی فرمائش سے خواجہ سید رشید الدین صاحب نے مشہور پروفیسر میکس مولر کے سفرنامہ قسطنطنیہ کا اردو میں ترجمہ کیا ہے قیمت عاء

پیشگوئی جناب جمیل مگراوی نے اس کتاب میں عربی فارسی اور اردو کے شعراء اور ادیبوں کی پیشگوئی کے دلچسپ واقعات جمع کیے ہیں قیمت عہ

معارف

معارف کی سالانہ قیمت للعہ ہے اور قیمت فی پرچہ ۵ر (۲) نمونہ کا پرچہ ۵ر میں وی پی ہوگا (۳) رسالہ ہر ماہ کے آخر میں شائع ہو جاتا ہے اس میں عموماً تاخیر نہیں ہوتی، اگر کسی صاحب کے پاس ۳۰ تاریخ تک نہ پہونچے تو دوسرے مہینے کے پہلے ہفتہ تک اطلاع دیں ورنہ بعد کو پرچہ بقیمت بھیجا جائیگا، ہندوستان سے باہر کے خریدار دوسرے مہینے کی آخر تاریخ تک مطلع کریں (۴) خطوط میں معارف نمبر خریداری ضرور تحریر کریں ورنہ تعمیل میں دقت اور بسا اوقات مجبوری ہوتی ہے (۵) قیمت کی کمی یا بیشی اکثر مختلف قیمتوں کی درخواستیں آتی ہیں افسوس ہے کہ ہم کو ان کی تعمیل کی قدرت نہیں،

محمد یحیٰی ... مسعود علی ندوی

رجسٹرڈ نمبر اے ۱۸۷

معارف

مجلس دار المصنفین کا ماہوار علمی رسالہ

مرتبہ

سید سلیمان ندوی

قیمت پانچ روپیہ سالانہ مع محصول

مطبع معارف میں چھپکر

دفتر دار المصنفین اعظم گڈھ سے شائع ہوا

کتبخانہ دار المصنفین اعظم گڈھ

علامہ شبلی نعمانی

سیرۃ النبی صلعم حصہ اول طبع دوم ۔۔۔ للعہ

ایضاً حصہ دوم طبع اول ۔۔۔ للعہ

الفاروق حضرت فاروق اعظم کی لائف اور طرز حکومت ۔۔۔

الغزالی امام غزالی کی سوانح عمری اور ان کا فلسفہ ۔۔۔

سیرۃ النعمان، امام ابو حنیفہ کی سوانح عمری اور انکے
اجتہادات و مسائل قیمت ۔۔۔

شعر العجم حصہ اول، شاعری کی حقیقت، فارسی شاعری کا
آغاز و قدما کا دور ۔۔۔

ایضاً حصہ دوم، شعرائے متوسطین کا دور

ایضاً حصہ سوم، شعرائے متاخرین کا دور ۔۔۔

(حصہ چہارم زیر طبع ہے)

ایضاً حصہ پنجم فلسفیانہ، صوفیانہ اور اخلاقی شاعری
پر تبصرہ ۔۔۔

الانتقاد علی التمدن الاسلامی، جرجی زیدان کے تمدن
اسلامی پر عربی میں ریویو ۔۔۔

سفرنامہ مصر و شام، مطبوعہ معارف پریس ۔۔۔

موازنہ انیس و دبیر، انیس کی شاعری پر ریویو ۔۔۔

المامون، خلیفہ مامون الرشید کے عہد سلطنت کے
حالات ۔۔۔

مضامین عالمگیر، شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر پر اعتراضات
اور انکے جوابات ۔۔۔

مکاتیب شبلی، مولانائے مرحوم کے خطوط کا مجموعہ جو
علمی، قومی، ادبی، اخلاقی معلومات کا
خزانہ ہے جلد اول ۔۔۔

ایضاً، جلد دوم ۔۔۔

رسائل شبلی، مولانا کے ۱۲ مختلف علمی مضامین کا
مجموعہ قیمت ۔۔۔

قصیدہ امرتسر، امرتسر کے اجلاس ندوۃ العلماء میں
مولانا نے جو فارسی قصیدہ پڑھا تھا
طبع رنگین و اعلےٰ مطبع نامی کانپور ۲ر

مجموعۂ کلام شبلی، اردو ۱۲ر

مثنوی صبح امید، اردو ۴ر

دیوان شبلی، فارسی ۔۔۔

مولانا حمید الدین صاحب بی اے

تفسیر سورۂ تحریم جدید طرز پر عربی میں قرآن مجید کی تفسیر ۲ر

تفسیر سورۂ قیامہ " " ۲ر

تفسیر سورۂ والشمس " " ۴ر

تفسیر سورۂ والکافرون " " ۴ر

تفسیر سورۂ والعصر " " ۲ر

الرأی الصحیح فی من هو الذبیح، عربی میں حضرت اسمٰعیل
کے ذبیح ہونے پر ایک مدلل
اور مختصر رسالہ ۱۰ر

اسباق النحو، سہل طرز پر عربی گرامر، اردو ۵ر

مجلد دہم	ماہ ذی الحجہ سنہ ۱۳۴۰ھ مطابق ماہ اگست سنہ ۱۹۲۲ء	عدد دوم

مضامین

شذرات

ورم اور تازگی و فربہی مین کیا فرق ہے؟ یہ ہے کہ ورم جسم کے کسی ایک عضو مین مادی اضافہ کا نام ہے، اور تازگی و فربہی جسم کے تمام اعضا مین ایک تناسب کے ساتھ ترقی کو کہتے ہین، پہلی شے مرض اور بیماری ہے تو دوسری سرتاپا صحت اور کمالِ جسمانی! اسی طرح اگر کسی قوم کے جسم کے تمام اعضا یعنی اوسکے تمام ضروری شعبے ایک تناسب خاص کے ساتھ باہم ترقی کر رہے ہین تو وہ قوم صحیح اور تندرست ہے، لیکن اگر اوسکا یہ حال ہے کہ ایک عضو تو بڑھ اور پھول رہا ہے مگر دوسرے اعضا ضعیف اور کمزور ہو رہے ہین تو اوسکو صحیح و تندرست کون کہے گا،

صحت کے اس معیار پر اگر مسلمانون کے قومی جسم کا امتحان کیا جائے تو وہ پھولن اور ورم ثابت ہوگا یا تازگی و فربہی! ہمارا یہ حال ہے کہ اگر ہم ایک عضو کے غور و پرداخت پر توجہ کرتے ہین تو دوسرے اعضا کی پرورش سے کامل بے توجہی برتتے ہین، جب ہماری ایجوکیشنل کانفرنس کی بہار تھی تو ہمارے سیاسی خیالات پر خزان چھائی تھی، اور اب جب ہماری سیاسی مجلسین ہمارے قہقہون اور چہچہون سے پرشور ہین تو ہماری علمی اور تعلیمی محفلین سونی ہین، گذشتہ سالون کے عین سیاسی بحران کے دنون مین ہندی پرچارنی سبھا کے جلسے بھی ہوتے رہے، بھنڈارکر کی مشرقی بزم بھی نورافروز رہی، سکھ ایجوکیشنل کانفرنس بھی منعقد ہوئی، مگر ہماری کانفرنسون اور انجمنون نے کیا کیا یا ہم نے اونھین کیا کرنے دیا؟

ذرا ٹھہر جائیے! اور ایک لمحہ غور کیجیے! یہ غلط روی سرِ منزل نہین، بلکہ سرِ راہ واقع ہوئی، فتنۂ غدر کے بعد جب ہم نے آنکھین کھولین تو ایک ایسے رہنما کو اپنے قافلہ کا رہبر پایا جو مذہب تعلیم اور سیاست تینون راستون کی قافلہ سالاری کے فرائض خود تنہا انجام دے رہا تھا، منزل ترقی کے یہ تینون راستے مختلف الجہات تھے، اس لیے ایسے قافلہ سالار کے لیے تصادمِ مصالح ناگزیر تھا، چنانچہ اسی کی وجہ سے گذشتہ چالیس برس مین جو کچھ پیش آیا اور آج بھی پیش آرہا ہے وہ سب کے سامنے ہے، جب قوم نے سیاسی قدم بڑھایا تو تعلیمی مصالح کے نگران کارون نے اونکو پیچھے گھسیٹا، اس تصادم سے دوسری قومون کی تعلیم گاہین پاک ہین، اونکو نفیاً یا اثباتاً سیاسی الجھنون سے کوئی تعلق نہین، مگر ہماری تعلیم گاہ کو اگر اثباتاً نہین تو نفیاً ان الجھنون سے فطری لگاؤ ہے بلکہ انہین پر اوسکی بنیاد ہے، ایسی حالت مین قوم درحقیقت تنہا گنہگار نہین ہے، وہ مجبور ہے کہ یا تعلیمی رہبر کی پیروی مین پیچھے رہے اور یا ترقی طلب مقتضیات زمانہ کا ساتھ دے، کیا اب بھی ہمارے رہنما اپنے الگ الگ راستے بناکر قوم کو تصادم اور تزاحم سے بچائینگے؟

کہتے ہین کہ مسلمانون کے کسی زمانہ کا نام "قرونِ اولیٰ" تھا، اور وہ اونکی تاریخ کا عہدِ زرین ہے، صحابہؓ کا عہد تھا، عبداللہؓ بن عباس، عبداللہؓ بن عمرؓ، عبداللہؓ بن مسعود، ابوہریرہ، انسؓ بن مالک، یہ اوس عہد کے ائمہ درس تھے، مگر صفوف جنگ اور ایوان مشورتِ ملکی مین اونکو تلاش نہ کرو، خالدؓ بن ولید، عبیدہؓ بن جراح، زبیرؓ بن عوام، عمروؓ بن العاص، سعدؓ بن وقاص فوجون کے جنرل اور ملکون کے فاتح تھے، لیکن جامع مسجد دن مین انکا حلقۂ درس نہ تھا، ابوبکرؓ صدیق اور عمرؓ فاروق رسالت پناہ کے مشیران باتدبیر اور جماعت مسلمین کے شیرازہ بند تھے، مگر وہ فوجون کے سرعسکر اور دائرہ تدریس کے محور نہ تھے، کیا ہم اس سے تقسیم کار کا اصول سیکھ سکتے ہین؟ یقیناً بعض ایسے

مقدس ہستیان بھی تھین جو جامع اوصاف تھین، مگر سنن فطرت مین اونکا درجہ خارق عادت کا

یورپ کے دوسرے ملکون کی طرح جرمنی مین بھی ایک مشرقی انجمن قائم ہے، جسکا مقصد ایشیا اور مشرق کے علوم و فنون، تمدن و معاشرت، اور اجتماعیات و اقتصادیات کا مطالعہ ہے، امسال یہ کانفرنس ۴-۵-۶-اکتوبر کو خاص برلن مین منعقد ہوگی، آیندہ جلسون کے انعقاد کے لیے بڑے اہتمام سے تیاریان ہو رہی ہین، گذشتہ سال یہ انجمن لیپزگ مین منعقد ہوئی تھی، یہ شہر نادر عربی مطبوعات کی اشاعت کا مرکز ہے، اب تک اس انجمن کے قیام پر ۵۰ سال گذر چکے ہین، جرمنی کے مشہور علماے مشرقیات اس کے نگران کار و مہتمم ہین، مثلاً مشہور عربی دان پروفیسر سخاؤ، ایشیاے وسطی کے محقق دان لے کاک، سنسکرت کے عالم لوڈرس، یونانی کے ماہر میئر، عالم انسانیات دان لوشان، برلن یونیورسٹی کے پروفیسر رکٹر نرنسٹ، وغیرہ، اس کے موجودہ صدر ڈاکٹر بیکر ہین، جو اسوقت جرمنی کے معتمد تعلیمات ہین،

گذشتہ ہولناک ایام جنگ مین مرکز جنگ سے ہزارون میل دور جو ممالک تھے وہ بھی مالی صدمون سے محفوظ نہین رہے اور جرمنی کا اقتصادی حیثیت سے جو حال ہوا ہے وہ تو سب کے سامنے ہے، جرمن سکہ (مارک) کی قیمت بازار مین کوڑیون کے مول ہوگئی تاہم آپ کو یہ سنکر حیرت ہوگی کہ جرمن مشرقی کانفرنس کی دولت اور تمول کا یہ حال ہے کہ اگر اب سے اوسکو کوئی نیا چندہ نہ بھی ملے تو وہ کئی نسلون تک فراغ خاطر کے ساتھ اپنے فرائض علمی، انجام دے سکتی ہے، کیا ہماری قوم کے علمی و تعلیمی قدر دان اصحاب اس خبر کو سن رہے ہین؟

تاہم کارکنانِ انجمن نے یہ مناسب سمجھا ہے کہ وہ نہ صرف جرمنی بلکہ دنیا کے تمام علمی قدردانون کے سامنے اپنی مالی اعانت کی عرضداشت پیش کرین اور طے کیا ہے کہ جو شخص بکمشت چار سو مارک، یعنی تین انگریزی پونڈ چندہ دیگا وہ انجمن کا رکن دائمی قرار دیا جائیگا اس سلسلہ مین ہمارے ایک ہموطن بینی کمار سرکار مقیم جرمنی نے ہندوستان کو بھی شرکت کی دعوت دی ہے، لیکن سوچ لینا چاہیے، کہ علم پرستی کی یہ نمایش، اداے فرض کے لیے زرکشی کا کوئی عملی چال تو نہین ہے؟

مولنا حبیب الرحمان خان شروانی صدر الصدور دولت آصفیہ حیدرآباد دکن کے کتب خانہ مین سودا کے دیوان کا ایک نادر نسخہ بہم پہنچا ہے، علاوہ خوشخطی، اور دیگر اوصاف ندرت کے ایک خاص بات اسمین یہ ہے کہ یہ نسخہ عین اوسوقت پایۂ تکمیل کو پہنچ رہا تھا جب نادر شاہ اپنی قہار فوجین لیے ہوے دلی کے دروازہ پر کھڑا تھا، کاتب نے کتاب کے آخر مین لکھا ہے کہ یہ سطرین جسوقت لکھی جا رہی ہین نادر شاہ کی فوجین شہر مین داخل ہو رہی ہین، کیا یہ علمی یکسوئی کی عجیب و غریب مثال نہین ہے کہ جب شہر اضطراب اور بے چینی کی کروٹین لے رہا تھا ایک سودا زدۂ علم، دیوانِ سودا کی کتابت مین مصروف تھا، یہ ذوقِ فن ہر بوالہوس کو کہان نصیب!

افسردہ را نصیب نباشد دلِ کباب
آن یا بد این نوالہ کہ مہمانِ آتش است

ریاست حیدرآباد کے تمام علمی کارنامون مین سب سے بڑا کارنامہ یقیناً اُردو جامعۂ عثمانیہ کا قیام ہے، ہمکو معلوم ہوا ہے کہ علوم و فنون کی اُردو مین تعلیم کی تجویز خاطر خواہ بارآور

ہو رہی ہے اور مادری زبان مین تعلیم کے طریقہ کی کامیابی کا بالعیان مشاہدہ ہو رہا ہے، اسوقت جامعہ کے صرف ایف اے کلاس مین ڈیڑھ سو طالب العلم ہین، جامعہ کے ایک کامیاب طالب العلم کے ذاتی امتحان لینے کے بعد انگلستان کی شیفیلڈ یونیورسٹی نے جامعۂ عثمانیہ کو مبارکباد دی ہے، اور اوس کی سندون کو اپنے ہان کے لیے باقاعدہ تسلیم کرلیا ہے، اس کامیابی پر ارکان جامعہ یقیناً مبارکباد کے مستحق ہین، اگر آج سے چالیس سال پہلے اس تجویز پر عمل ہوا ہوتا تو آج ہندوستان کی تعلیمی سطح کتنی بلند ہوتی ہے، افسوس کہ آج سرسید ہین اور نہ حالی کہ وہ دیکھتے کہ شبلی کے خیال کی صداقت ردّ و قدح اور اعتراض و جواب سے بری ہوکر روزِ روشن کی طرح نمایان ہے، (مولنا شبلی مرحوم، نے اپنے مضمون "گذشتہ تعلیم" مین مادری زبان کی تعلیم پر زور دیا تھا، اسپر سرسید بہت چراغ پا ہوئے تھے، اور مولنا حالی نے حیات جاوید مین مولنا کی تردید لکھی)

ابو تمام عرب کا وہ شاعر ہے جس کی سخن سنجی سے زیادہ اوسکی سخن فہمی ایک ہزار برس گذرنے کے بعد بھی دنیا سے اپنے حسن انتخاب کی داد طلب ہے، آج کل جو قومیت پرستی کی نئی نئی ہوائین ملک عرب مین چل رہی ہین، اوس سے وہان کا علمی طبقہ بھی مستثنیٰ نہین، چنانچہ ابھی پچھلے مہینہ شام کے ادبا اور شعراء نے ابو تمام کی قبر پر جمع ہوکر اوس کی تربت پر پھول چڑھائے شعراء نے اوس کی یادگار مین قصائد پڑھے اور اوسکی لوح تربت پر چند شعر لکھکر کندہ کئے، اے ابو تمام کے ماتم گسارو! ابو تمام کی بزرگی اور عظمت کی یادگار تمھارے اجتماعات، تمھارے قصائد اور تمھارے نقش لوح سے نہین ہے، اوسکی عظمت کی زندگی کا راز اوسکا کام ہے، کہ دنیائے ادب مین جب تک حماسہ کا وجود باقی ہے ابو تمام کی عظمت کا آفتاب غروب نہین ہوسکتا!

لوگ کہتے ہین کہ جدید تمدن، مذہب اور ادائے ارکان مذہبی کا دشمن نہین، لیکن واقعہ یہ ہے کہ جس طرح قومین ہندو، مسلمان، مشرک، مومن، ملحد، عیسائی، یہودی، پارسی ہوتی ہین، اسی طرح تمدن بھی، ہندو، مسلمان، مشرک، مومن، ملحد، عیسائی، یہودی، پارسی ہوتا ہے، دنیا کا غالب تمدن وہی ہوتا ہے جو اوس زمانہ کی غالب قوم کا ہوتا ہے، غالب قوم اپنے لیے تمدن کا جو قالب تیار کرتی ہے وہ وہی ہوتا ہے، جس مین خاص اوسکی زندگی کے تمام ضروری اجزا، مناسب طور سے اپنی اپنی جگہ پر لگ جاتے ہین، جب اوس کے تمدن کو دوسری قومین اختیار کرتی ہین تو بلا تغیر و تبدل، زیادت و نقص، ترمیم و اصلاح وہ وسکو اوڑھ لیتی ہین، یہ خلعت اونکی ضروریاتِ زندگی کے جسم پر راست نہین آتا، مگر با این ہمہ، وہ اوس مین کسیطرح تغیر نہین کرنا چاہتین کہ اس سے قوم غالب کی مماثلت کی عزت باقی نہین رہے گی، اس لیے لاچار وہ خود اپنی ضروریات و طرائق زندگی مین تغیر و تبدل کرنے پر مجبور ہوتی ہین، اسطرح اونکو اپنے تمام مذہبی و ملکی و قومی رسوم و عادات اور طریقے بدل ڈالنا پڑتے ہین،

ہمہ وقت پتلون کے استعمال کے ساتھ طہارت شرعی مشکل ہے، نکٹائی، کالر، کف، پاتابے بوٹ کے ساتھ وضو مین سستی اور کاہلی راہ پاتی ہے، تمدن جدید کے مطابق کوٹھی شہر سے اتنے فاصلہ پر ہونا چاہیے کہ عام باشندون کی سانس کی ہوا وہان نہ پہونچ سکے، اس لیے مساجد مین شرکت بھی نہین ہو سکتی، گھر کا کمرہ کمرہ، میز و کرسی و الماری وغیرہ فرنیچر سے اس طرح آراستہ ہو کہ کہین برآمدہ کے گوشون کے علاوہ نمازی کو کھڑے ہونے اور سجدہ کرنے کی جگہ نہ ملے، مکان کی تمام دیوارین تصاویر سے اس طرح پٹی ہون کہ قبلہ کی طرف رخ کرنا مشکل ہو، غور کرو ان حالات کے ساتھ ایک اسلامی زندگی کا قائم رکھنا کسقدر مشکل اور عملاً محال ہے،

ہم جہان ترکون کی اور بہت سی عمدہ خوبیون کے معترف ہین اون مین سے ایک یہ بھی ہے کہ اونھون نے یورپ کے عیسائی تمدن کو مسلمان بنا لیا ہے۔ (اس سے وہ چند نوجوان یورپیانزڈ ترک مستثنٰی ہین جو یورپین ہونا ہی اپنا سب سے بڑا شرف جانتے ہین) عام ترکون نے یورپ کے تمدن معاشرت، لباس سب کو اختیار کرلیا ہے مگر پہلے اوسکو اپنے قومی و ملکی و مذہبی ضروریات کے مطابق کرلیا، پارک بنائے تو ایک گوشہ مین مسجد، وضوخانہ، طہارت خانہ بھی بنا دیا، پتلون کو کسیقدر ڈھیلا پہنا، بوٹ مین نیچے کے تلے مین کھٹکا لگا دیا کہ بروقت ذرا سے جھٹکے مین نکل جائے، ریلین جاری کین تو اون مین نماز و وضو کا بندوبست کیا، اسٹیشنون کا رُخ قبلہ رکھا، عورتونکو گھر سے باہر نکالا تو برقع کے اندر!

ابھی ہمنے ایک رسالہ مین پڑھا کہ اناطولیہ مین امریکہ کو کارخانہ دارون نے جو ٹھیکے لیے ہین، وہ اپنے ترک مزدورون اور کاریگرون کے لیے اقامتگاہ بین اور بارکین بنوا رہے ہین، حکومت انگورہ نے اونکے پاس مکانات اور بارکون کا نقشہ خود بھیجا ہے کہ اسطرح کے مکان زنانے اور مردانے یون الگ ہون، ہر چند مکانات کے بیچ مین ایسے طہارت خانے ہون، ہر سو پچاس مکانون کے بعد ایک مسجد ہو، اوسمین وضوخانہ ہو، غرض ایک عیسائی یا لامذہب تمدن کو وہ اختیار کرتے ہین تو اوس کو مسلمان بناکر، ہمارے ہندی نژاد "کوٹھی باش، سوٹ پوش" مسلمان کیا اس نکتہ پر کان دھر سکتے ہین؟

مادری زبان کی تعلیم کے مسئلہ مین ہمارے صوبہ کی کونسل تو صرف شور و شر کرکے رہ گئی لیکن بنگال کے سپوتون نے ایک قدم اور آگے بڑھایا ہے، یعنی کلکتہ یونیورسٹی نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ تعلیم کی زبان بنگالی کر دی جائے، جو صوبہ کی مادری زبان ہے، اس پر بعض بنگالی مسلمان تعلیم یافتہ چیخ رہے ہین کہ اُردو ہونی چاہیے، اگر "فضلِ حق" الست یہ فیصلہ ہو جائے تو کیا کہنا ورنہ اس کوشش سے تو

ہرگز ہاتھ نہ اُٹھانا چاہیے اور صوبہ کی مخصوص زبان کے ساتھ ساتھ ملک کی عام زبان "اُردو" یا ہندوستانی" کی تعلیم بھی لازمی قرار دیجائے ورنہ یاد رہے کہ اگر اسی طرح ہر صوبہ صرف اپنے صوبہ کی مخصوص زبان کو ذریعۂ تعلیم قرار دے لے اور ملک کی کسی عمومی زبان کا خیال نہ رکھا جائے تو حالات آج سے بدتر ہوجائین گے، آج ایک انگریزی زبان تعلیم یافتہ اصحاب کی مشترک زبان کا کام دے رہی ہے، اب اگر یہ "بدیسی زبان" چھین لی جائے اور صرف صوبہ وار زبانین رہ جائین تو مشترک اور باہمی افہام و تفہیم، بول چال، جلسے، مجالس، اخبارات اور تصنیفات کے لیے کوئی مشترک سطح باقی نہین رہے گی، اور اس طرح ہندوستان کی قومیتِ متحدہ کا خواب پریشان تر ہوجائیگا،

بورڈ آف ایجوکیشن لندن کے ایک جلسہ مین ایک ممبر کی درخواست پر یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ لندن یونیورسٹی کے یونیورسٹی کالج مین برٹش امپائر کے تمام مشرقی ممالک کی زبانون کی تعلیم دیجاتی ہے، ان مین سے ہندوستان کی سیکڑون زبانون مین سے صرف دو زبانون کو یہ شرف حاصل ہوا ہے کہ وہ اس درسگاہ کے نصاب السنہ مین داخل ہون، ایک اُردو اور دوسری بنگالی، اس واقعہ سے جہان ہم اور نتائج نکال سکتے ہین ایک نتیجہ یہ بھی نکال سکتے ہین، کہ بنگال کے علاوہ ہندوستان کے دوسرے صوبون مین انگریزون کو اُردو جاننے کے بعد زبان کی مشکلات پیش نہین آتے ہین، اور دوسرے صوبون مین کام چلانے کے لیے محض اردو کافی ہے، ہماری بعض ہندوستانی یونیورسٹیون کے لیے ایک تاسف انگیز نتیجہ اس خبر سے یہ نکلتا ہے کہ لندن یونیورسٹی مین تو اُردو کو یہ اہمیت حاصل ہے مگر اس یوسف کو خود اپنے وطن کنعان مین کوئی پوچھتا بھی نہین،

آج کل کلکتہ یونیورسٹی کی کثرت مصارف اور قلتِ آمدنی کے ضمن مین بنگال کے خصلاء

ارباب کمال کے درمیان ایک گرما گرم مناظرہ برپا ہے، جدوناتھ سرکار مشہور مورخ اور اساتذۂ یونیورسٹی مین قلمی معرکہ آرائی ہے کلکتہ ریویو اساتذۂ یونیورسٹی کا مظہر خیال ہے اور ماڈرن ریویو مین سرکار کے مضامین نکلتے ہین، اسی سلسلہ مین معاملہ نے یہان تک طول کھینچا ہے کہ رسائل مین ایک دوسرے کے علمی خدمات کی دھجیان بکھیری جارہی ہین، اور چن چن کر غلطیان منظر عام پر لائی جارہی ہین، کیا ہماری قدیم درسگاہون کا طرز مناظرہ، بڑے دعوون کے جدید کالجون مین بھی داخل ہوگیا، فضلائے بنگال! ذرا کان لگا کر سننا کوئی یہ شعر تو نہین پڑھ رہا ہے!

بیا بیکدۂ و چہرۂ ارغوانی کن
مرو "بدرسہ" کانجا گناہ گارانند

ابھی لندن مین وہان کے صنعتی مدارس کے استادونکی ایک کانفرنس تھی، مسٹر جے پاے یورک اسکے صدر تھے، مسٹر موصوف نے اپنی صدارتی تقریر کے ضمن مین "عمدہ تعلیم" کے اثرات پر بھی گوہرافشانی فرمائی ہے اونھون نے کہا،

"اب زمانہ آگیا ہے کہ اس سوال کا کہ عمدہ تعلیم کے اثرات کیا ہین، نہایت احتیاط سے جواب دیا جاے، "عمدہ تعلیم" سے میرا مقصود یہ ہے کہ ایسی تعلیم اور ایسی لیاقت ہو جو لڑکے کے دماغ کو ترقی دے، اور اوسمین مطالعہ کا ذوق، اور استدلال، تجسس اور اوس شے کے فہم کی قابلیت پیدا کرے جسکا فہم مین آنا ممکن ہو، اور تربیت ایسی ہو جو اوسکی جسمانی قوت کو ترقی دے اور جسمانی و دماغی دونون قوتون کو باہم ایک ساتھ زیادہ مضبوطی کے ساتھ متحد کرسکے، اور جو اوسکے تخیل، ہمت، اور اوس نادر عطیۂ الٰہی کو ترقی دے سکے جو فطرت کے عجائبات سے دلچسپی اور زندگی کے محاسن سے لطف اندوزی کے قابل بناتا ہے"،

یہ تعلیم کا کامل مغربی نقطۂ نگاہ ہے، مشرق کے نزدیک علم یہ ہے کہ ہم "ممکن" سے "واجب" کو سمجھین اپنی قوت حقیقی اندازہ کر "استدلال و تجسس" کی راہ چھوڑ کر "کشف و ذوق" کی صراط مستقیم پر چلین "فطرت کے عجائبات" سے عبرت پذیر ہون "زندگی" کی اصلی محاسن کی حقیقت شناسی حاصل کرین،

مقالات

فلسفیانہ

وحدۃ الوجود

از پروفیسر عبد الباری

بظاہر عالم سراپا کثرت وتعین اور یکسر فنا دتغیر کا تماشہ گاہ ہے۔ کرۂ ارضی سے لیکر مرکز آفتاب تک ساری کائنات رنگا رنگ کے ان گنت موجودات سے معمور نظر آتی ہے۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ ان رنگینیون کی تہ مین کہین کوئی بے رنگی اور اس ظاہری کثرت وفنا کے نقاب مین کوئی حقیقی وحدت وبقا تو روپوش نہین ہے؟ انسان کے گستاخ ہاتھ نے دیدیار کے ذوق وشوق مین بارہا اس نقاب کو الٹ دینا چاہاہے، مگر سچ یہ ہے، کہ

کس ندانست کہ منزل گہ آن یار کجاست　　این قدر ہست کہ بانگ جرسے می آید

البتہ اس "بانگ جرس" کو جسقدر زیادہ کان لگا کر سنو، اسی قدر زیادہ صاف سنائی دیتی ہے، اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ ساز ہستی کے ہر پردہ سے ایک ہی صورت سرمدی ترنم ریز ہے، باقی ہنگامۂ کثرت تمام تر التباس حواس وفریب نظر ہے۔

کمہار ایک ہی مٹی سے سو سو طرح کے برتن اور کھلونے بناتا ہے۔ تمھارے سامنے گلاب کا ایک پودا لگا ہے، جو دیکھنے مین سر سے پاؤن تک کثرت ہی کثرت ہے، اس مین جڑ ہے، شاخین ہین، کانٹے ہین، پتیان ہین، پھول ہین، پھول مین پنکھڑیان ہین، پنکھڑیون مین رنگ ہے، بو ہے، لیکن کیا پھر بھی تم یہ سمجھنے پر مجبور نہین ہو، کہ یہ سارے کرشمے اسی ایک بیج

شے کے ہین، جس کو تم گلاب کا ایک پودا، کہتے ہین؟ دور جانے کی ضرورت نہین، خود اپنی ذات کو لو، کہ مہد سے لحد تک ہر روز، ہر گھڑی، بلکہ ہر آن تم پر اتنے تغیرات طاری ہوتے رہتے ہین، جنکا شمار ناممکن ہے۔ حالت جنین سے لیکر بچپن، جوانی اور بڑھاپے تک کی منازل طے کرنے مین تمھارا جسم سیکڑون ہزارون صورتین بدلتا ہے۔ ان تغیرات کا سب سے نمایان مظہر تمھارا نفس ہے جس کے جذبات وخیالات کو ایک لمحہ بھی ایک حال پر قرار نہین۔ با اینہمہ جسم ونفس کے یہ سارے تغیرات، اُسی ایک وجود سے وابستہ ہین، جس کو تم یا مین اپنا جسم اور اپنا نفس کہتا ہون،

غرض اس طرح ادنی تامل سے یہ بات نظر آنے لگتی ہے، کہ ہر کثرت کے پردہ مین کوئی نہ کوئی وحدت پنہان ہے، بلاشبہہ یہ وحدت بھی اسی طرح اضافی واعتباری ہوتی ہے، جس طرح کہ اس کی کثرت سہے، گلاب کا ایک درخت یا انسان کا ایک جسم اپنے تمام شئون واحوال کی تہ مین اگرچہ ایک وحدت ویکتائی رکھتا ہے، تاہم اس قسم کے درخت اور افراد انسانی یا انکے علاوہ اور انواع واقسام کے اس قدر نامتناہی اجسام کائنات مین موجود ہین جن سے ان کی ساری یکتائی باطل ہوجاتی ہے، اور بزم کثرت کی رونق مین کوئی فرق نہین محسوس ہوتا،

لیکن یہ بھی کوتاہ نظری ہے۔ زاویۂ نگاہ کو ذرا اور وسعت دو تو معلوم ہوگا کہ شجر وحجر، انسان وحیوان، آگ اور پانی، مٹی اور ہوا تمام ارضی وسماوی موجودات بالآخر مختلف قسم کے اجسام یعنی ایک ہی حقیقت جسمیہ کے مختلف صور واشکال ہین۔ البتہ اس حقیقت جسمیہ کے مقابل مین ایک اور شے ملتی ہے، جس کو نفس، روح یا ذہن سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ نفس اپنے افعال وخواص کے لحاظ سے جسم سے اس درجہ متغائر ومتضاد ہے کہ یہ سمجھ مین آنا مشکل ہے کہ ان دو کی حقیقت بھی ایک ہو سکتی ہے جسم ممتد ومنقسم ہے، بلکہ بلا انقسام وامتداد کے اس کا تصور ہی نہین ہو سکتا، بخلاف اس کے نفس جس کا مابہ الامتیاز فعل فکر وشعور، فہم وادراک ہے، اُس کو ممتد یعنی طویل عریض وعمیق تصور کرنا ناممکن ہے

اسی بناپر ڈیکارٹ نے دوئی کا مسلک اختیار کیا، کہ جسم و نفس دو بالکل متبائن اور قائم بالذات جواہر ہیں جن میں سے ایک کی حقیقت کو دوسری سے مطلق کوئی واسطہ نہیں لیکن فلسفہ کی برائی کو اس دوئی یا "ثنویت" سے بھی اتنا ہی بعد ہے، جتنا کہ ظاہری تعدد و کثرت سے تھا چنانچہ ڈیکارٹ کے بعد سے کہنا چاہیے کہ فلسفہ کی ساری تاریخ اسی دوئی کا نقش مٹانے میں مصروف ہے جس کے لیے دو ہی راہیں ممکن تھیں، یا تو نفس و جسم میں سے کسی ایک کو دوسرے میں مدغم کر دیا جائے جیسا کہ مادیت اور تصوریت نے کیا، یا پھر دوسری صورت یہ تھی، کہ ان دونوں کو کسی تیسری حقیقت میں فنا کر دیا جائے،

فلسفہ جدیدہ میں ڈیکارٹ کے سب سے پہلے جانشین اسپنوزا[1] نے یہی آخری راستہ اختیار کیا اور صفحات ذیل میں اسی کی تعبیر ہے،

کوئی شخص وحدۃ الوجود کا قائل ہو یا نہ ہو، لیکن اتنا بہر حال ہر عامی و فلسفی کا ذہن کسی نہ کسی معنی میں سمجھنے پر مضطر ہے کہ اس عالم ظاہری کے فنا و تجدد، حوادث، و تغیرات کے پیچھے کوئی نہ کوئی قائم و باقی قدیم و غیر متغیر ذات ضرور ہے، اور ہمارے تمام فانی محسوسات یا ظواہر چاہے وہ نفسی ہوں یا جسمی، اسی ذات کے ساتھ کسی نہ کسی طرح وابستہ ہیں۔ خواہ یہ ذات واحد ہو یا متعدد، خواہ یہ روح ہو یا مادہ یا خدا یا تینوں۔ حکما و فلاسفہ کی قدیم اصطلاح میں اسی قائم و موجود بالذات شے کا نام جوہر ہے،

جدید فلسفہ کے بانی اول ڈیکارٹ نے بھی جوہر کے اسی خیال کو قائم رکھا، اور ڈیکارٹ ہی کی تعریف جوہر کو اسپنوزا نے اپنے فلسفۂ وحدۃ الوجود کا ان الفاظ میں سنگ بنیاد قرار دیا، کہ جوہر

[1] ہالینڈ کا نامور یہودی فلسفی۔ متوفی ۱۶۷۷ء

سے میری مراد وہ شے ہے، جو بالذات موجود و مستقل ہو، یعنے جو اپنے تعقل مین کسی دوسری شے کے تعقل کی محتاج نہو"

بارہا ایسا ہوتا ہے، کہ آدمی جو کچھ کہتا ہے، خود اُس کو نہین سمجھتا، ایک شے کو مانتا ہے لیکن اس کے لازمی نتائج کا انکار کرتا ہے، یا سرے سے اِن کی طرف اس کا ذہن نہین جاتا۔ ڈیکارٹ کا قائل ہوکر بھی اس سے غافل رہا، کہ جو شے اپنے وجود و تعقل مین کسی غیر کی محتاج نہو، اس کے لاز نتائج کیا ہونگے، اور خدا کو جوہر کہنے کے بعد غیر خدا (مادہ و روح) کی جوہریت کا دعویٰ، خواہ اُسکو مخلوق ہی کیون نہ قرار دیا جائے، دراصل خدا کی جوہریت کا انکار ہے،

اسپنوزا نے مفہوم جوہریت کے انہی نتائج لازمہ کی تشریح کی ہے جن مین زیادہ اہم جوہر کا واحد، قدیم، نامحدود، اور واجب الوجود ہونا ہے یہی جوہر اسکی اصطلاح مین خدا کا دوسرا نام ہے اور جس کی وحدت اس کے سارے نظام فلسفہ کی جان ہے۔

لیکن حقیقت جوہری کے ان لوازم و نتائج کو خود اسپنوزا کی زبان سے سننے کے لیے پہلے اس کے طریق استدلال کا جان لینا ضروری ہے،

تم کو یاد ہوگا کہ ڈیکارٹ کے فلسفہ کی بنیاد تمام تر شعور پر تھی، جس چیز کا واضح و جلی شعور یا تصور حاصل ہو، اس کا وجود یقینی و قطعی ہے۔ بہ الفاظ دیگر یون کہو، کہ علم و یقین کا اصلی معیار ریاضیات کا طریق استدلال ہے۔ اور یہ طریق استدلال ڈیکارٹ کے نزدیک ریاضیات کی طرح مابعد الطبیعات مین بھی استعمال ہوسکتا تھا۔ لیکن ڈیکارٹ نے صرف کہا تھا، اور اسپنوزا نے کر دکھایا۔

یعنی اس نے اقلیدس یا ہندسہ کی طرح اپنے تمام نتائج و دعاوی کی بنیاد چند حدود (تعریفات) اور علوم متعارفہ پر رکھی ہے۔ جس طرح ہندسہ مین یہ کیا جاتا ہے، کہ پہلے نقطہ و خط وغیرہ کی تعریف کیجاتی ہے، پھر کچھ علوم متعارفہ یا اصول بدیہیہ بیان کیے جاتے ہین، مثلاً یہ کہ جو چیزین

کسی ایک چیز کے برابر ہون، وہ آپس مین بھی برابر ہونگی۔ اس کے بعد اصل مسائل ہندسیہ کے احکام اور دعاوی بیان ہوتے ہین جن کا ثبوت انہی تعریفات اور علوم متعارفہ سے ماخوذ ہوتا ہے، یا جو دعویٰ ان سے ثابت ہو چکا ہے، اس پر مبنی ہوتا ہے۔ بعینہ یہی طریقہ اسپنوزا نے مسائل فلسفیہ کے اثبات مین اختیار کیا ہے۔ اس کا اندازہ ذیل کے چند اقتباسات سے ہوگا جو اس کی کتاب "اخلاقیات" کے حصۂ اول سے نقل کیے جاتے ہین، جس مین وجود خدا پر بحث ہے۔ اور جو اس کے فلسفہ کا سب سے اہم حصہ ہی[1]

حدود

۱۔ کسی شے کے آپ اپنی علت ہونے سے میری مراد یہ ہے، کہ اس کی حقیقت خود اپنے وجود کو مستلزم ہو، یا یون کہو، کہ جس کی ماہیت کا تعقل صرف "موجود" ہی ہونے کی حیثیت سے ہو سکتا ہو۔

۲۔ محدود (بنوع خود) سے مراد وہ شے ہے، جو اپنی ہی نوعیت کی کسی دوسری شے سے محدود ہو۔ مثلاً کسی جسم کو اس لیے محدود کہا جاتا ہے، کہ ہم ہمیشہ اس سے بڑے جسم کا تعقل کر سکتے ہین، اسی طرح ایک خیال بھی دوسرے خیال سے محدود ہوتا ہے۔ لیکن کوئی جسم کسی خیال سے یا کوئی خیال کسی جسم سے محدود نہین ہوتا،

۳۔ "جوہر" سے میری مراد وہ شے ہے، جو بالذات موجود و متعقل ہو، بالفاظ دیگر، جو اپنے تعقل مین کسی غیر کی محتاج نہو،

۴۔ "صفت" سے میری مراد وہ شے ہے، جس کو ذہن کسی جوہر کی حقیقت یا ماہیت خیال

---

[1] یہ کتاب کل پانچ حصص یا مباحث پر مشتمل ہے، وجود خدا، حقیقت نفس، حقیقت جذبات، قوت جذبات، مسئلہ جبر و قدر، یہی کتاب اسپنوزا کے نظام فلسفہ کا اصلی سفینہ ہے اصل کتاب لاطینی زبان مین ہے ہمارے سامنے اینچ ام ایوٹس کا انگریزی ترجمہ ہے،

کرتا ہے،

۵۔عرض سے میری مراد جوہر کے احوال و شئون ہیں، یا وہ چیز جو کسی دوسری چیز میں ہو کر پائی جاتی ہے اور اپنے تعقل میں اس کی محتاج ہوتی ہے،

۶۔خدا ، سے میری مراد ایک علی الاطلاق نامحدود ہستی یعنی وہ جوہر ہے جو نامحدود صفات پر مشتمل ہو، جن میں سے ہر صفت ایک ازلی و نامحدود حقیقت کو ظاہر کرتی ہے،

تشریح! میں نے نامحدود بنوع خود نہیں، بلکہ علی الاطلاق نامحدود اسلیے کہا ہے، کہ جو شے صرف اپنی نوع کے لحاظ سے نامحدود ہو، اس کے لیے نامحدود صفات کا انکار کیا جا سکتا ہے۔ لیکن جو ذات علی الاطلاق نامحدود ہے، اس کی ماہیت لامحالہ ہر اس شے کو مشتمل ہو گی، جو کسی حقیقت کو ظاہر کرتی ہے، اور کسی سلب یا نفی کو مستلزم نہیں ہے،

۷۔آزاد یا مختار وہ شے کہی جاتی ہے، جس کا وجود خود اس کی حقیقت کی بنا پر لازم و واجب ہو، (یعنی جو واجب الوجود ہو۔م) اور جس کا فعل صرف اسی کی ذات کا پابند ہو۔ بخلاف اس کے مجبور وہ شے ہے، جس کے وجود اور فعل کو اس کی ذات سے باہر کسی شے نے ایک خاص متعین صورت میں حصر کر دیا ہو،

۸۔ ازلیت، سے میری مراد خود وہ وجود ہے، جس کا تعقل تمام تر کسی ازلی شے کی نفس تعریف کے تابع ہوتا ہے،

تشریح ۔ چونکہ اس قسم کے وجود کا تعقل ماہیت شے کی طرح بہ حیثیت ایک ازلی صداقت کے ہوتا ہے، اسلیے اس کی تشریح مرور یا زمان سے نہیں ہو سکتی، خواہ اس مرور کو ابتدا و انتہا کے بغیر ہی کیوں نہ تصور کیا جائے،

علوم متعارفہ

۱- جو چیز موجود ہے، وہ یا تو بالذات موجود ہوگی یا بالغیر،

۲- جس شے کا تعقل کسی دوسری شے کے ذریعہ سے نہین ہو سکتا، اس کو لازمًا متعقل بالذات ہونا چاہیے

۳- متعین علت وجوبًا اپنے معلول کو مستلزم ہوتی ہے، اور بالعکس اگر کوئی متعین علت نہو تو معلول کا وجود ناممکن ہے،

۴- معلول کا علم علت پر موقوف اور اس کو مستلزم ہوتا ہے،

۵- جن چیزون مین کوئی مابہ الاشتراک نہین ہوتا، وہ ایک دوسری کے ذریعہ سے نہین جانی جا سکتین۔ اور ایک کا تعقل دوسری کے تعقل کو مستلزم نہین ہوتا،

۶- سچا تصور ہمیشہ اپنی اصل یا شے کے مطابق ہوتا ہے،

۷- جس شے کو ناموجود تصور کیا جا سکتا ہے، اس کی حقیقت' وجود کو مستلزم نہین ہوتی،

احکام

دعویٰ ۱- جوہر اپنے اعراض پر بالطبع مقدم ہوتا ہے،

ثبوت:- یہ حد ۳ و ۵ سے ظاہر ہے،

دعویٰ:- دو مختلف الصفات جواہر مین کوئی شے مابہ الاشتراک نہین ہوتی،

ثبوت:- یہ بھی حد سوم سے ظاہر ہے، کیونکہ ہر جوہر کو موجود و متعقل بالذات ہونا چاہیے، بہ الفاظ دیگر یون کہو، کہ ایک کا تعقل دوسرے کے تعقل کو مستلزم نہین ہے،

دعویٰ:- جن چیزون مین کوئی مابہ الاشتراک نہین ہوتا، وہ ایک دوسری کی علت نہین ہو سکتین،

ثبوت:- اس لیے کہ اگر ان مین کوئی مابہ الاشتراک نہو، تو ایک کو دوسری کے ذریعہ سے نہین جانا جا سکتا (علوم متعارفہ ۵) اور اسی لیے ایک دوسری کی علت نہین ہو سکتی (ع ۲)

دعویٰ :- دو یا زیادہ ممتاز چیزون مین ایک کا دوسری سے منشار امتیاز یا تو ان کا اختلاف صفات ہوتا ہے یا اختلاف اعراض،

ثبوت :- کیونکہ جو چیز موجود ہے، وہ یا موجود بالذات ہوگی یا موجود بالغیر (ع-۱) یعنی (حد ۳ و ۵) فہم کے ماسوا بجز جوہر اور اسکے اعراض کے کوئی شے موجود نہین ہے۔ لہذا علاوہ فہم کے بجز جواہر یا بالفاظ دیگر اُن کے صفات و اعراض (ع - ۴) کے اور کوئی ایسی شے نہین ہے جس کی بنا پر مختلف چیزین ایک دوسری سے ممتاز ہوسکین،

دعویٰ ۵ :- ایک ہی حقیقت یا صفت کے دو یا دو سے زائد جواہر کا وجود ناممکن ہے،

ثبوت :- اس لیے کہ اگر متعدد و ممتاز جواہر مانے جائین، تو ان مین ایک کا دوسرے سے امتیاز یا تو اختلاف صفات پر مبنی ہوگا یا اختلاف اعراض پر (دعویٰ) اگر صرف اختلاف صفات پر مبنی ہے، تو ماننا پڑیگا، کہ ایک صفت کا بہرحال صرف ایک ہی جوہر ہے، اور اگر یہ امتیاز اعراض پر مبنی ہے، تو چونکہ جوہر بالطبع اپنے اعراض پر (زمانًا) مقدم ہوتا ہے، (دعویٰ) اس لیے لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے، کہ ان اعراض سے قطع نظر کرکے بالذات جوہر کو، کہ وہی حقیقی جوہر ہے (حد ۳ و ۶) ایک کو دوسرے سے مختلف نہین تصور کیا جا سکتا۔ یعنی (دعویٰ) متعدد جواہر نہین مانے جاسکتے، بلکہ جوہر ایک اور صرف ایک ہے،

دعویٰ :- ایک جوہر دوسرے جوہر کا مخلوق نہین ہوسکتا،

ثبوت :- کیونکہ عالم مین دو جوہر ہم صفت، یعنی ایسے نہین پائے جاسکتے، کہ جن مین باہم کوئی شے مشترک ہو (دعویٰ) اور اس لیے (دعویٰ) نہ ایک جوہر دوسرے کی علت ہوسکتا ہے اور نہ ایک جوہر دوسرے کا مخلوق ہوسکتا ہے،

تفریع :- اسی سے لازمی نتیجہ یہ بھی نکلتا ہے، کہ جوہر اپنی ذات سے خارج کسی شے کا مخلوق نہین ہوسکتا،

کیونکہ عالم مین بجز جواہر اور ان کے اعراض کے اور کچھ نہین ہے (جیسا کہ ع ۱، اور حد ۳ و ۵ سے ظاہر ہے) لیکن یہ ابھی (دعویٰ) ثابت ہو چکا ہے، کہ ایک جوہر دوسرے جوہر کا مخلوق نہین ہو سکتا، لہذا یہ اپنی ذات سے خارج کسی شے کا مخلوق نہین ہو سکتا۔ قطع نظر اسکے یہ نتیجہ ایک تناقض کی بنا پر اور زیادہ آسانی سے ثابت ہو جاتا ہے کیونکہ جوہر اگر کسی خارجی علت کا مخلوق ہو، تو لازمًا اس کا تعقل علت کے تعقل پر موقوف ہو گا (ع۔ ۴) جس کے معنیٰ (حد، ۵۔ کے مطابق) یہ ہین، کہ یہ سرے سے جوہر ہی نہ رہے گا،

دعویٰ ۔ وجود، جوہر کی ذات مین داخل ہے۔ (یعنی جوہر واجب الوجود ہے)

ثبوت ۔ چونکہ جوہر کسی خارجی شے کا مخلوق نہین ہو سکتا (تفریع، دعوٰی) اس لیے لازمًا اس کو آپ اپنی علت ہونا چاہیے یعنی اس کی ماہیت بالضرورت اس کے وجود کو مستلزم ہے، یا اسی کو یون کہو کہ وجود اس کی ذات مین داخل ہے،

دعویٰ ۔ ہر جوہر بالضرورت نامحدود ہے،

ثبوت ۔ چونکہ ایک صفت کا ایک ہی جوہر ہو سکتا ہے، اور چونکہ وجود جوہر کی ذات مین داخل ہے (دعویٰ) اسلیے دو ہی صورتین ہین، یا تو یہ محدود ہو کر موجود ہو گا یا نامحدود ہو کر، لیکن محدود ہو کر اس لیے نہین موجود ہو سکتا، کہ اس صورت مین (مطابق حد ۲) اس نوعیت کے دوسرے جوہر سے اس کا محدود ہونا لازم آئیگا، یعنی دو جوہر ایک ہی صفت کے پائے جائینگے، جو محال ہے (دعوی ۵) لہذا یہی صورت رہجاتی ہے کہ جوہر بالضرورت نامحدود ہو،

یہی نامحدود، واجب الوجود، غیر مخلوق، اور واحد ذات یا جوہر، اسپنوزا کی فلسفیانہ

---

[1] قوسین کی عبارت راقم ہذا کا اضافہ ہے،

اصطلاح مین خدا ہے۔ جب اس جوہر یا خدا کے علاوہ کوئی دوسرا جوہر یعنی کوئی دوسری موجود و قائم بالذات شے نہین موجود ہے، تو ظاہر ہے، کہ "عالم مین جو کچھ بھی ہے، وہ خدا ہی کے اندر ہے اور خدا کے بغیر نہ کوئی شے موجود ہو سکتی ہے، اور نہ متعقل" (دعویٰ ۱۵) عالم مین دو ہی چیزین پائی جا سکتی ہین، جواہر و اعراض۔ (ع-۱) لیکن جوہر حقیقی معنی مین چونکہ صرف ایک ہی ہو سکتا ہے، اس لیے باقی جو کچھ ہے، وہ سب عرض ہی عرض ہے، اور عرض کا وجود و تعقل بذات خود نہین ہوتا لہذا خدا کے بغیر نہ کسی شے کا وجود ممکن ہے، اور نہ تعقل۔ خدا ہی تمام چیزون کی علت ہے۔ لیکن یہ علت ان چیزون سے خارج نہین، بلکہ انہی کے اندر ہے (دعویٰ ۱) اسلیے، کہ جب تمام چیزین خدا ہی کی ذات کے ساتھ قائم ہین، اور کسی چیز کا وجود یا تعقل بغیر خدا کے نہین ہو سکتا، تو خدا کسی چیز سے خارج و ماورا کیسے ہو سکتا ہے۔ نہ کوئی شے خدا سے باہر ہے، اور نہ خدا کسی شے سے باہر ہے،

"خدا عالم کی اُسی طرح علت ہے، جس طرح کہ سیب اپنی سرخی کی، جس طرح دودھ اپنی سفیدی، شیرینی یا مائیت کی؛ نہ کہ جس طرح باپ اپنی اولاد کی، یا آفتاب اپنی حرارت کی، کیونکہ باپ اپنی اولاد کی علت خارجہ ہے، یعنی اولاد سے علٰحدہ و منفصل اپنا ایک وجود رکھتا ہے، علیٰ ہذا آفتاب کی حرارت گو آفتاب سے وابستہ ہے، تاہم یہ اپنے پیدا کرنے والے ستارہ (آفتاب) سے ایک جداگانہ و خارجی وجود رکھتی ہے"۔[1] اسپنوزا کے ہندسی طرز تعبیر مین یون کہنا زیادہ موزون ہوگا، کہ خدا عالم کی اسی طرح علت ہے، جس طرح کہ مثلث اس بات کی کہ اُس کے تین زاویے دو قائمون کے برابر ہوتے ہین۔ یعنی جس طرح مثلث کی نفس ذات یا حقیقت مثلثی کا یہ لازمہ ہے، کہ اس کے تین زاویے دو قائمون کے برابر ہون، اسی طرح ساری کائنات یا اعراض و ظواہر حقیقتہ الٰہیہ کے لازمی نتائج یا شیون و احوال ہین،

---

[1] "تاریخ فلسفہ" از ویبر صفحہ ۳۲۸

اور جس طرح زوایائے مثلث کا دو قائمون کے برابر ہونا واجب و ناگزیر ہے، جس کے خلاف ہونا ممکن ہی نہین، اسی طرح خدا کے تمام معلولات بھی واجب و ناگزیر ہین۔ یعنی کائنات یا مخلوقات الٰہی کی جو موجودہ صورت ہے، وہی ممکن تھی، اور اس کے خلاف کسی اور نوعیت کے عالم یا کائنات کا ظہور ذات باری سے ناممکن تھا۔ (دعویٰ) کیونکہ عالم کی تمام چیزون کا منشا و مبدا صرف ذات باری ہے، جو اپنی حقیقت کے لحاظ سے غیر متغیر ہے، لہذا اگر کائنات کی موجودہ صورت و ترتیب کے علاوہ کوئی اور ترتیب و نوعیت ہوتی تو خدا کا اپنی ذات و حقیقت سے تخلف لازم آتا، اور یہ متخلف حقیقت بھی بالضرورت موجود ہوتی، بالفاظ دیگر یون کہو، کہ دو یا دو سے زائد خدا موجود ہوتے، اور یہ محال ہے، اس لیے لازمی نتیجہ یہی نکلتا ہے، کہ موجودہ نظام کائنات سے مختلف کسی نظام کا ظہور ذات باری سے ناممکن تھا۔ بے شک خدا فاعل مختار ہے، لیکن اختیار کے معنیٰ یہ ہین، کہ اس کے افعال اُسکی ذات و حقیقت سے خارج کسی شے کے پابند نہین ہین وہ جو کچھ کرتا ہے، خود اُسی کی ذات کا اقتضا ہوتا ہے۔ اور مجبوری یا عدم اختیار نام ہے اپنی ذات سے ماورا کسی شے کے محتاج یا پابند ہونے کا،

ماحصل یہ کہ خدا واجب الوجود ہے، واحد ہے، نامحدود ہے، غیر متعین ہے، وہ تمام چیزون کا فاعل مختار ہے، یعنی اُس کے تمام افعال خود اُسی کی ذات و ماہیت کے ساتھ وجوباً وابستہ ہین، وہ جو کچھ کرتا ہے اُس مین اپنی حقیقت سے اور کسی شے کا قطعاً محتاج و پابند نہین، تمام چیزین خود اسی مین ہین اور اسی کی ہستی پر تمام تر موقوف ہین، جس کے بغیر نہ اُنکا وجود ممکن ہے، اور نہ تعقل،

جب صرف خدا ہی خدا موجود ہے، جس مین نہ تغیر ہے، نہ تعین، نہ کثرت ہے، نہ تنوع، تو پھر عالم مین جو نیرنگیان ہم کو نظر آتی ہین، اِن کی کیا توجیہ ہے، اور یہ ظاہری کثرت اس حقیقی

وحدت سے کیونکر ماخوذ و مستفاد ہے؟

ڈیکارٹ کے نزدیک خدا یا حقیقی جوہر کے علاوہ "فکر" و "امتداد" دو مخلوق یا ثانوی جواہر کا بھی وجود تھا، باقی تمام نفسی و جسمی حوادث و تغیرات، انہی دو جوہرون کے مختلف احوال واشکال ہین نفس و جسم، ذہن و خارج، ذات و ماسوی الذات یا فکر و امتداد کے کم از کم محسوس اختلاف کا اقرار ناگزیر ہے، لیکن اسپنوزا کے نزدیک چونکہ تعدد جواہر قطعاً ناممکن تھا اور خالق سے جداگانہ مخلوق کا کوئی وجود نہین ہوسکتا تھا، اس لیے اُس نے فکر و امتداد کو مخلوقات خدا کے بجائے صفات خدا سے تعبیر کیا ہے، کہ صفت کا وجود اپنے موصوف سے منفصل نہین ہوتا۔ روح اور مادہ کی ساری محسوس کائنات، انہی دو صفات کے احوال و شئون ہین،

لیکن جہان کوئی شے کسی صفت سے متصف ہوئی، اُس کا تعین و تشخص لازم آجاتا ہے، حالانکہ خدا یا جوہر کو فی حد ذاتہ تمام تعینات و تشخصات سے مجرد و منزہ مانا جا چکا ہے بلکہ اسپنوزا کے مشہور اصول کے مطابق "تعین نفی وجود ہے" اس تناقض کو شارحین نے عام طور پر صفت کی اس تعریف سے رفع کیا ہے، کہ "صفت سے میری مراد وہ شے ہے، جس کو ذہن کسی جوہر کی حقیقت یا ماہیت خیال کرتا ہو" (صد-۴) اس تعریف کی بنا پر صفت کے یہ معنی نہین رہتے کہ جو کسی ذات یا موصوف کے ساتھ قائم ہو، بلکہ اس سے مقصود انسانی فہم یا ذہن کی وہ صورت ہے، جس مین وہ خدا کو دیکھتا ہے۔ جس طرح دودھ کو شیرین کہنے کا یہ مطلب نہین ہوتا کہ شیرینی کی وہ صفت جس سے ہمارا ذائقہ لذت اندوز ہوتا ہے، خود دودھ مین موجود ہے، بلکہ اس ذائقہ و لذت کا وجود تمام تر ہمارے ذہن کی ایک کیفیت احساس ہے، جس کے ساتھ یہ ذہن دودھ کو محسوس کرتا ہے۔ اسی طرح فکر و امتداد خدا کے ساتھ نہین قائم ہین بلکہ صرف ہمارے ذہن کی وہ مختلف صورتین ہین، جن کے ساتھ ہم خدا کا تصور کرتے ہین۔ گویا ذہن ایک رنگین عینک ہے، جس کو لگا کر بے رنگ چیزین بھی

رنگین نظر آنے لگتی ہین،

خدا بذات خود کوئی رنگ یا صفت نہین رکھتا، البتہ ہم جب اس کا تصور کرتے ہین، تو کسی نہ کسی صفت یا صورت ذہنیہ کے ساتھ متصف و مصور ہی کرکے کرسکتے ہین۔ زیادہ صحیح طور پر یون کہو کہ خدا کے صفات خود اُس کی حقیقت کا آئینہ نہین ہوتے، بلکہ یہ عبارت ہین اس نسبت سے، جو خدا کی ذات اور اس کے خیال کرنے والے ذہن کے مابین قائم ہوتی ہے، اور جو اپنے وجود مین نسبت کے دونون اطراف کی کچھ نہ کچھ جھلک رکھتی ہین۔ یا یہ کہو، کہ صفت سے مراد خود خدا کی صفت نہین ہے، بلکہ وہ صفت جس کے ساتھ ذہن خدا کو موصوف کرتا ہے یا متصف سمجھتا ہے،

ان صفات کو مین نے ذات اور ذہن کی مابینی نسبت سے اس لیے تعبیر کیا کہ اگر زبردستی کی کھینچ تان سے کام نہ لیا جائے، تو یہ کہنا صحیح نہین، کہ اسپنوزا جن چیزون کو صفات باری قرار دیتا ہے، وہ اس کے نزدیک تمام تر صرف انسان کے ذہنی تصورات ہین جن کا خود ذات باری مین قطعًا کوئی وجود نہین، بلکہ "اخلاقیات" کے حصۂ دوم مین پہلا اور دوسرا صریح دعویٰ یہ موجود ہے، کہ "فکر خدا کی صفت ہے، یعنی خدا ایک ذی فکر یا خیال کرنے والی شے ہے"، اسی طرح یہ کہ "امتداد خدا کی صفت ہے، یعنی خدا ممتد شے ہے" لیکن ساتھ ہی اسپنوزا جا بجا یہ بھی کہتا جاتا ہے، کہ گو ان دونون صفات کا فی الواقع علیحدہ علیحدہ تعقل ہوتا ہے، تاہم ان کو دو مختلف حقائق ہرگز نہ خیال کرنا چاہیے" دراصل یہ دونون ایک ہی حقیقت یا روشنی کے مختلف انعکاسات ہین، اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ دونون ایک شے کے صرف دو نام ہین، بالکل اُسی طرح، جس طرح، کہ ایک ہی شخص کا نام اسرائیل بھی تھا اور یعقوب (حضرت یوسف کے والد) بھی[1]

لہذا ان دونون بظاہر متناقض باتون مین تطبیق کی ممکن صورت یہی نظر آتی ہے

[1] اگزنڈر کی "تاریخ فلسفہ"، ص ۲۱۹،

لہ صفات کو خدا کی ذات اور اس کے خیال کرنے والے ذہن کی مابینی نسبت قرار دیا جائے جس مین نسبت کے دونون اطراف کی کچھ نہ کچھ جھلک موجود ہونا ضروری ہے، یعنی نہ فکر و امتداد تمام تر ذہنی اختراع و تصور ہین، اور نہ جس فکر و امتداد کا ہم بہ حیثیت صفات خدا کے تصور کرتے ہین بعینہٖ ہی خدا کی ذات مین موجود ہین، بلکہ خدا کی ذات کسی نہ کسی نامعلوم طریقہ سے ان صفات کا صرف منشاء ہے،

اسپنوزا نے ایک اور اصول یہ قائم کیا ہے، کہ "جو شے جس قدر زیادہ حقیقت یا وجود پر مشتمل ہوتی ہے، اسی قدر زیادہ تعداد مین اس کے صفات بھی ہوتے ہین" (دعویٰ ۹ حصہ اول)

ظاہر ہے، کہ ہر صفت اپنے موصوف کی کسی نہ کسی حقیقت پر دلالت کرتی ہے، یعنی ہر ذات کا تعقل کسی نہ کسی صفت ہی کے واسطہ سے ہو سکتا ہے، اور اس ذات کا وجود یا اس کی حقیقت، اپنی تعداد صفات کے متناسب ہوتی ہے۔ لہذا نہایت بین نتیجہ یہ نکلتا ہے، کہ ایک علی الاطلاق نامحدود ذات کو لازماً نامحدود صفات پر مشتمل ہونا چاہیے، جن مین ہر صفت ایک خاص ازلی و نامحدود حقیقت کی مظہر ہوگی"، (تشریح، دعویٰ ۱۰)۔ اسی بنا پر خدا کی تعریف یہ کی گئی ہے، کہ "وہ علی الاطلاق نامحدود یعنی ایک نامحدود الصفات ہستی یا جوہر ہے،،

لیکن انسان ان نامحدود صفات مین سے صرف فکر و امتداد دو ہی صفات کا علم رکھتا ہے۔ انسان کے ذہن کی جو ساخت ہے، اس سے مختلف ساخت کے اگر اور اذہان موجود ہوتے یا ہون تو ان کو دیگر صفات کا بھی ادراک ہو گا، یعنی جتنے مختلف الاقسام اذہان ہون اتنے ہی مختلف الاقسام عوالم موجود ہو سکتے ہین۔ اگر کوئی ذہن امتداد یا مادہ کا تعقل نہ رکھتا ہو، تو اس کا عالم تمام تر روحانیات و مجردات کا عالم ہو گا، غرض جتنے بے شمار انواع ذہن تصور کیے جا سکتے ہین

لہ اسپنوزا کا مفہوم کچھ بھی ہو، لیکن جہانتک مین سمجھتا ہون، وحدۃ الوجود کی صورت مین صفات و شئون کی ایسی توجیہ جو انسان کے لیے کچھ قابل فہم ہوہی ہو سکتی ہے، کہ صفات باری کو ذات باری اور ہمارے ذہن کی ایک مابینی نسبت قرار دیا جائے

اتنے ہی بے شمار خدا کے صفات ہین،

انسان خود دو صفات باری یعنی جسم (امتداد) و روح (فکر) کا مظہر ہے، اُس کو صرف انہی دو کا علم ہوسکتا ہے۔ اور گو یہ صفات بظاہر مختلف بلکہ ایک دوسرے سے متضاد معلوم ہوتے ہین لیکن چونکہ فی الواقع یہ ایک ہی ذات کے مختلف و متوازی صفات ہین اس لیے ان دونون کا عمل بھی باوجود اختلاف کے متوازی ہوتا ہے۔ بالفاظ دیگر ایک ہی حقیقت جسم و نفس کے دو متوازی افعال کی صورت مین ظاہر ہوتی رہتی ہے، جسم کا فعل نفس کے فعل کا مبنیٰ ہوتا ہے اور نفس کا فعل جسم کے فعل کا،

اس طرح نفس و جسم کے مابین تضاد کی جو ناقابل عبور خلیج ڈیکارٹ نے حائل کر دی تھی؛ وہ ان دونون کو ایک تیسری حقیقت کے صفات مان لینے سے پایاب ہو جاتی ہے۔ اور اجسام کے نفوس یا نفوس کے اجسام پر عمل کی ایک قابل فہم توجیہ ہات آجاتی ہے،

"گشت راز دگر آن راز کہ افشا می کرد،، مانا کہ اسپنوزا نے نفس و جسم کی بیگانگی کا پردہ اُٹھادیا اور فکر و امتداد کے تاثیر و تاثر یا باہمی تعامل کی گرہ کھل گئی۔ لیکن ساتھ ہی ان کے تحدید و تعیین کی ایک نئی گتھی پڑ جاتی ہے۔ فکر یا امتداد کسی ایک خاص حالت و صورت کے اندر محدود نہین؛ بلکہ ان مین سے ہر ایک کے بے شمار تعینات ہین۔ امتداد کہین میز کی صورت رکھتا ہے کہین کتاب کی، کہین وہ شجر ہے، کہین حجر، کہین انسان ہے، کہین حیوان، کہین گل ہے، کہین خار، اسی طرح فکر (نفس)، کبھی احساس کے لباس مین ظاہر ہوتی ہے، کبھی جذبہ کے، کبھی وہ عقل ہے، کبھی ارادہ۔ ان تعینات سے بھی آگے ایک درجہ تشخصات کا ہے۔ اس وقت میری فکر کا تعلق اس زیر تحریر مضمون سے ہے، لیکن اس سے پہلے وہ ایک خاص خانگی تردد یا کسی سیاسی مسئلہ مین اُلجھی ہوئی تھی۔ وہ امتداد جو جسم انسانی کی صورت مین رونما ہے، اُس کا تشخص ایک مین ہون

ایک تم ایک زید، ایک عمر، ایک بکر، در اصل عالم نام ہی ہے، جسم ونفس کے نامحدود تعینات وتشخصات
لیکن خدا کی ذات تعین وتشخص سے بری ہے، اُس کے صفات، فکر وامتداد بھی نامحدود ونامتعین ہیں
جب خدا کی ذات وصفات، بلکہ صرف ایک ذات واحد ونامحدود کے سوا کچھ نہین موجود ہے تو پھر یہ ہنگامۂ
کثرت وتحدید کہان سے آیا؟

"جبکہ تجھ بن نہین کوئی موجود پھر یہ ہنگامہ یہ خدا کیا ہے؟"

ظاہر ہے، کہ اسپنوزا کے پاس اس ہنگامہ کی اس کے سوا اور کیا تاویل وتوجیہ ہوسکتی تھی، کہ تمام تعینات ایک ہی بحرِ ہستی کی مختلف امواج ہین، انہی امواج کا نام اسنے احوال وشئون (موڈس) یا اعراض رکھا ہے، "عرض سے میری مراد جوہر کے احوال وشئون یا وہ چیزین ہین، جو کسی دوسری چیز مین ہوکر پائی جاتی ہین، اور اپنے تعقل مین اس کی محتاج ہوتی ہین،" جوہر ایک ہی ہے باقی سارے تعینات صرف عرضی یا اعتباری وجود رکھتے ہین، جو نفی وعدم کے برابر ہین۔ یہی معنے ہین اُس کے اس مشہور مقولہ کے کہ "تعین نفی ہے،" دریا کے ہر حصہ مین گوناگون لہرین اُٹھتی رہتی ہین، اور پھر اسی مین فنا ہوجاتی ہین۔ خدا وجود وہستی کا ایک بحر بیکران ہے، جس کے اندر لازمًا بیحد و بے شمار موجین اُٹھتی اور فنا ہوتی رہتی ہین۔ بذات خود ان موجون کا کوئی وجود نہین، لیکن اپنے محل ومبدء کے اعتبار سے یہ اسی طرح ازلی وابدی، نامحدود ونامتناہی ہین، جس طرح خود وہ بحرِ ہستی، جو ان کا مبدء ومحل ہے،

یہی معنے ہوسکتے ہین، جس کی بنا پر اسپنوزا، احوال وشئون کو باوجود ان کے تعین و تحدید کے، جابجا نامحدود بھی کہتا جاتا ہے۔ اس لیے کہ جو چیز کسی نہ کسی حد تک اور کسی نہ کسی حیثیت سے ایک ازلی ونامحدود ہستی مین موجود یا اُس کے ازلی ونامحدود صفات کا ظہور ہے، وہ لازمًا خود بھی ازلی ونامحدود ہوگی۔ (دیکھو۔ دعویٰ)

سچ پوچھو تو وحدۃ الوجود کے مسئلہ مین سب سے زیادہ نازک وعسیر الفہم مقام کارخانۂ فطرت کے حوادث و تعینات یعنی احوال وشئون (موڈس) ہی کا ہے، کہ ان کو متعین بھی ماننا پڑتا ہے اور نامتعین بھی، محدود بھی اور نامحدود بھی، حادث بھی اور قدیم بھی، فانی بھی اور باقی بھی، موجود بھی اور معدوم بھی۔ اس اجتماع نقیضین کا سمجھنا عام انسانی منطق کے لیے ظاہر ہے، کہ نہایت ہی دشوار ہے۔ اور ذہن بالآخر تعینات کو تعینات، یعنی متعین ومحدود ہی سمجھنے پر مضطر ہے۔ اسی بنا پر کہا گیا ہے، کہ اسپنوزا کا جوہر مشہور حکایت کے شیر کا ماند ہے، جس مین جانے والے آثار قدم تو بہت دکھائی دیتے ہین، لیکن لوٹنے والا نقش قدم کوئی نہین نظر آتا۔ مقصود یہ ہے، کہ اس جوہر مین تمام تعینات کی ہستی گم تو ہو جاتی ہے، لیکن ان تعینات کو تعینات ہی سمجھ کر اس جوہر سے اخذ و استنباط کا کوئی راستہ نہین ملتا۔

اصل یہ ہے، کہ یہ مقام عام انسانی منطق سے ہے بھی ماورا، جہان کی باتین زمان و مکان والی منطق سے نہین سمجھ مین آسکتین۔ کیونکہ یہ تعینات و حوادث جس غیر متعین و غیر حادث ذات کے شئون واحوال ہین، وہ خود زمان و مکان سے ماورا ہے۔ پھر اس حقیقت مطلقہ اور وجود بحث کے احوال کو الفاظ کے ذریعہ سے صحیح طور پر ادا کر سکنا تو اور بھی ناممکن ہے۔ خود اسپنوزا نے بھی علم کے تین مراتب قرار دیے ہین[1]، اور لکھا ہے، کہ حقیقت اشیار یا ذات باری کا اصلی و صحیح علم حواس اور عقل و استدلال (جو علم کے ابتدائی دو مراتب ہین) سے نہین بلکہ وجدان یا بصیرت (Intuition) سے حاصل ہوتا ہے،

بصیرت سے مراد وہ علم ہے، جو حواس یا عقل و استدلال کی وساطت کے بغیر از خود براہ راست و بلا واسطہ وجدانی طور پر دفعۃً حاصل ہو جاتا ہے صوفیہ کی اصطلاح مین اس کو مکاشفہ یا معرفت کے

[1] "اخلاقیات" حصۂ دوم۔ دعویٰ تعلیق،

نام سے تعبیر کرسکتے ہو۔یہی معرفت یا وجدانی علم اسپنوزا کے نزدیک سب سے زیادہ حقیقی واعلیٰ ترین مرتبۂ علم ہے۔اسی سے انسان کو ممکن ترین طمانیت وتشفی حاصل ہوسکتی ہے۔یہی علم انسانی سعادت کا سرچشمہ ہے۔اور اسی علم سے "حقیقت الہیہ" کی نسبت یہ جاننا، کہ وہی اور صرف وہی تمام کائنات کا مبدء ومنشا ہے،جس کے ماورا کچھ نہین، اور جس کے بغیر کچھ نہین ہوسکتا، اخلاق کی غایت قصویٰ اور راس الفضائل ہے،

اگرچہ فلسفہ کی دنیا مین اسپنوزا کے فلسفیانہ وحدۃ الوجود کو جو اہمیت حاصل ہے وہ زیادہ اس کے مابعد الطبعیاتی نقطۂ نظر پر مبنی ہے، اور صفحات بالا کی اصل غرض اسی نقطۂ نظر کو پیش کرنا تھا۔لیکن خود اسپنوزا کی اصلی غرض مابعد الطبعیات سے زیادہ اخلاقیات کا ایک نظریہ قائم کرنا تھی جیسا کہ اس کی کتاب کے نام "اخلاقیات" سے ظاہر ہوتا ہے۔لہذا چند سطرون مین اس فلسفۂ وحدۃ الوجود کے اخلاقی نتائج پر سرسری نظر ضروری ہے،

اخلاقیات کی غایت راس الفضائل یا معیار خیر وشر کا معلوم کرنا ہے۔اسپنوزا کے فلسفہ کی رو سے یہ راس الفضائل ذات باری کا صحیح علم وتصور ہے۔یہی علم خیر وشر کا معیار ہے، جو شے اس کے حصول مین معین ہو، وہ خیر ہے، جو مزاحم ہو وہ شر ہے،

جب انسان نے صحیح علم کے ساتھ یہ جان لیا، کہ کوئی شے، کوئی فعل، کوئی واقعہ خدا کی ذات سے الگ نہین ہے، نہ وہ کسی شے سے الگ ہے۔جو کچھ ہے یا ہوتا ہے، سب کچھ اسی کی عین ذات وحقیقت کا اقتضا ولازمہ ہے، جس طرح دائرہ کی غرض وغایت یہ نہین ہوتی کہ مرکز سے جتنے مستقیم خطوط کھینچے جائین، سب آپس مین برابر ہون، بلکہ ایسا ہونا خود اس کی حقیقت مین داخل ہے، اسی طرح واقعات عالم بھی کسی غرض وغایت پر مبنی نہین ہین، بلکہ تمام تر ذات باری کے وجوبی مقتضیات

اور اٹل احوال وشئون ہین، جن کے خلاف کچھ ہونا ناممکن محض ہے۔ تو پھر کسی واقعہ پر رنج وغم خوشی ومسرت، غیظ وغضب، نفرت وحقارت کے کیا معنی ہوسکتے ہین،

جس طرح یہ واقعہ کہ دائرہ کے تمام قطر مساوی ہوتے ہین، نہ غم کی شے ہے، نہ خوشی کی نہ محبت کی نہ نفرت کی، اسی طرح کائنات کے ہر واقعہ کو حقیقت خداوندی کا لازمی نتیجہ جان لینے کے بعد جذبات کی غلامی سے رہائی ملجاتی ہے اور نفس کو رضا بہ قضا کی ایک مستقل طمانیت حاصل ہوجاتی ہے، رضائے الٰہی یا قوانین قدرت کے سامنے اس طرح سر تسلیم خم کردینے کو اسپنوزا خدا کے ساتھ عقلی محبت کہتا ہے۔ یہی محبت ابدی سعادت یا اخلاقی کمال ہے،

انسان اپنے کو فاعل مختار اس لیے خیال کرتا ہے، کہ اپنے افعال کی علت سے ناواقف ہوتا ہے۔ لیکن جو شخص اس علت سے آگاہ ہے، اور جانتا ہے، کہ اس کے نفسی وجسمی تمام افعال وحالات ذات باری کے وجوبی شئون واحوال ہین، اس کے لیے نہ کوئی شے نفرت وحقارت کا باعث ہوسکتی ہے، نہ غم والم کا۔ اسی بنا پر اس کے نزدیک نہ صرف غیظ وغضب، بغض وحسد وغیرہ اخلاقی رذائل مین داخل ہین، بلکہ امید وبیم رحم وندامت وغیرہ بھی کمال اخلاق سے فروتر جذبات ہین،

انسان کی آزادی ونجات صرف اس مین ہے، کہ وہ ہر قسم کے جذبات سے، جن کی بنیاد حواس کے غلط علم پر ہے آزاد ہوجائے، اور علم کے اُس تیسرے یا اعلیٰ ترین مرتبہ تک پہونچ جائے جہان کامل اذعان ویقین کے ساتھ ہر شے خدا کے اندر نظر آتی ہے۔ یعنی اخلاقی زندگی کا کمال یا معراج سعادت یہ ہے، کہ ہر چیز کا مبدء، خدا کو جانکر خدا سے محبت کرو اور ہر حال مین مطمئن رہو[1]،

[1] اسپنوزا کے نظریہ اخلاق کا یہ نہایت ناتمام خلاصہ ہے، زیادہ تفصیل ضمنی بحث کی گنجائش سے باہر ہے، صحیح طور پر اُسکے نظریۂ اخلاق کو سمجھنے کے لیے خصوصیت کے ساتھ "اخلاقیات" کے آخری حصص اور ایک دوسری کتاب "رسالۂ سیاستہ" کیطرف رجوع کرنا چاہیے،

مباحث بالا سے اسپنوزا کے مابعد الطبیعیات و اخلاقیات کا ماحصل یہ نکلا، کہ

(۱) انسان کا ذہن موجود و متعقل بالذات ہستی ایک ہی مان سکتا ہے۔ اور وہ خدا ہے،

(۲) باقی جوان گنت موجودات نظر آتے ہین، اُنکا بذات خود مستقلاً کوئی وجود نہین، بلکہ اُسی ایک ہستی کے صفات و شئون ہین،

(۳) اس واحد و نامحدود ہستی کے صفات بھی قدرۃً نامحدود ہین۔ لیکن انسان کے محدود ذہن کو ان مین سے صرف دو صفات یعنی فکر و امتداد کا علم حاصل ہے۔ اور انسان کی دنیا انہی دُو صفات کے احوال و شئون سے عبارت ہے،

(۴) اجسام صفتِ امتداد کے احوال و شئون ہین اور نفوس، صفتِ فکر کے،

(۵) ذات باری یا وحدۃ مطلقہ کے یہ تمام صفات و شئون، اسی طرح اُس کی حقیقت کا عین اقتضا ہین، جس طرح ہندسی اشکال و نتائج خطوط و سطوح وغیرہ کی ماہیت کے وجوبی نتائج ہوتے ہین۔ جن کے خلاف ہونا ناممکن ہوتا ہے۔ یعنی عالم امکان کا کوئی وجود نہین سب کچھ وجوب ہی وجوب ہے،

(۶) ظاہر ہے کہ ایسی صورت مین اخلاقی تعلیم اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے، کہ اس جوب کے سامنے رضا و تسلیم کا سر جھکا دیا جائے۔ کہ اسی سے انسانی سعادت و نجات ممکن ہے،

اسپنوزا کے اس فلسفۂ مابعد الطبیعیات پر یون تو بہت سے اعتراضات کیے جاتے ہین لیکن اصولی اعتراض سچ پوچھو تو صرف ایک ہی پڑتا ہے۔ یعنی اس نے انسانی ذہن و تعقل کو حقیقت و واقعیت کا معیار قرار دے لیا ہے۔ جس شے کا ہم واضح طور پر تعقل کرتے ہین وہ حقیقت و واقع مین بھی اسی طرح موجود ہے۔ یہ اصول ڈیکارٹ نے پیش کیا تھا، اسپنوزا نے اسی کو ہندسہ کے قالب مین ڈھال کر زیادہ محکم و استوار بنا دیا، اور ابتدا سے انتہا تک کہین اس سر رشتہ کو ہاتھ سے جانے نہین دیا

کہ ذہنی تصورات کی ترتیب و نوعیت بعینہ وہی ہوتی ہے، جو واقعی چیزوں کی شے ہے" (حصہ دوم دعویٰ) ذہن واقعیت کا آئینہ ہے۔ یہی معنے اُس کے اِس دعویٰ کے بھی ہیں، کہ کسی شے کی صحیح تعریف اسی شے کی واقعی حقیقت ہوتی ہے،

لیکن یہ اعتراض تنہا اسپنوزا پر نہیں وارد ہوتا، بلکہ جو شخص بھی ما بعد الطبعیاتی علم کو ممکن سمجھتا ہے، وہ اس اعتراض سے کسی طرح نہیں بچ سکتا۔ حواس سے صرف آثار وظواہر کا علم حاصل ہوتا ہے اور ما بعد الطبعیات نام ہے آثار وظواہر سے ماوراء ذوات واعیان یا حقیقت مطلقہ کے علم کا جس کے لیے بجز ذہنی تعقل کے کوئی دوسرا ممکن معیار رہی نہیں جاتا، بہ الفاظ دیگر یہ کہو کہ اگر اس اصول یا معیار کو نہ تسلیم کیا جائے، تو فلسفۂ ما بعد الطبعیات قطعاً ناممکن ہو جاتا ہے،

چنانچہ اسپنوزا کے بعد ہی لاک نے جس فلسفہ کی بنیاد رکھی، اور جس کی تکمیل کینٹ نے کی اسکا ماحصل یہی ہے، کہ انسان کا علم اضافی ظواہر و آثار سے آگے نہیں جا سکتا، اور حقیقت مطلقہ کی جستجو ایک ناممکن وعبث کوشش ہے،

باقی اگر ما بعد الطبعیات کو ممکن علم خیال کیا جائے، تو پھر بقول لیوس کے تم اسپنوزا کی منطق سے کسی صورت سے گریز نہیں کر سکتے، اور اُس نے جو نتائج اخذ کیے ہیں، اُن میں تم اِس سے زیادہ شک نہیں کر سکتے، جتنا کہ اقلیدس میں کر سکتے ہو، اسپنوزا کی فلسفیانہ مزیت یہی ہے، کہ امکان ما بعد الطبعیات کی تہ میں جو اصول مخفی تھا، اس کو ایک مستقل نظام کی صورت دے کر منظر عام پر کر دیا،

---

[1] یہی اصول آگے چل کر ہیگل کا سارا فلسفہ بنگیا۔ [2] دیکھو لیوس کی "سوانحی تاریخ فلسفہ" (بایوگرافیکل ہسٹری آف فلاسفی) صفحہ ۴۳۳ تا صفحہ ۴۳۵،

فاتح صقلیہ (سسلی)

یعنی

موجودہ اٹلی کا وہ صوبہ، جس پر مسلمانون نے دوسو برس تک حکومت کی

از مولوی جمیل الرحمن صاحب ایم اے، پروفیسر تاریخ اسلام جامعہ عثمانیہ

ایک روایت ہے کہ حضرت عمرؓ سے جب ہندوستان پر حملہ کرنے کی اجازت مانگی گئی تو آپ نے اس بنا پر اجازت دینے سے انکار کر دیا کہ آپ یہ نہین چاہتے تھے کہ عرب اور مسلمانون کے درمیان سمندر حائل ہو جائے۔ اس سے بالعموم یہ سمجھا جاتا ہے کہ آپ سمندر سے خائف تھے، اور چاہتے تھے کہ مسلمان بحری مقامات پر قبضہ نہ کرین، اور بحری قوت کی طرف اپنی توجہ کو منعطف نہ کرین، اس روایت کی صحت یا عدم صحت سے یہان بحث نہین۔ لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کا ایسا خیال ہو بھی تاہم اسلامی فتوحات کے بڑھتے ہوئے سیلاب کے دوران مین اس اصول پر عمل پیرا ہونا ناممکن تھا، خود حضرت عمرؓ ہی کے عہد خلافت مین مسلمانون نے شام فتح کر لیا تھا مگر اس پر قبضہ رکھنا اس وقت تک مشکل بلکہ ناممکن تھا جب تک کہ ساحل شام کیلئے ضروری سامان حفاظت، اور اس زمانہ کی سب سے بڑی بحری طاقت یعنی قسطنطنیہ کے جواب مین مسلمان اپنا بیڑا تیار نہ کر لین نیز یہ کہ گرد و نواح کے ان جزائر پر قابض نہ ہو جائین جن سے سواحل شام پر زد پڑنے کا احتمال ہو، شائد انہی وجوہ سے حضرت عثمان غنیؓ نے آخر حضرت امیر معاویہؓ والئی شام کو سائپرس پر حملہ کرنیکی

اجازت دی اور انھون نے اس جزیرہ کو فتح کرلیا۔ مگر باوجود اس کامیابی کے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانون نے اسوقت تک فن جہازرانی مین زیادہ ترقی نہین کی تھی،

فتح مصر کے بعد جون جون مسلمان افریقہ کی طرف بڑھتے گئے۔ اسی طرح ان کے لیے بحری معاملات کی طرف توجہ ضروری ہوتی گئی حضرت عقبہ بن نافع نے افریقہ کے علاقے پر مستقل قبضہ کرلیا اور اسکے کچھ عرصہ بعد موسیٰ بن نصیر نے افریقہ اور مغرب کے تمام ساحلی مقامات کو مسلمانون کے زیر تصرف کردیا نہ صرف یہ بلکہ انھون نے اندلس پر قبضہ کرکے بحیرۂ روم کے تمام جنوبی سواحل پر مسلمانون کا سیاسی اقتدار مستقلاً قائم کردیا، مگران مقامات پر بالاستقلال قابض رہنا اس وقت تک ممکن نہ تھا جب تک مسلمانون مین اتنی طاقت نہ ہوکہ یورپ کی بحری قوتون کا مقابلہ بخوبی کرسکین عربون مین اچھے جہازران مفقود تھے۔ اس کے برخلاف افریقہ کے باشندے اس فن سے بخوبی واقف تھے، چنانچہ مسلمانون نے ان ہی لوگون کی مدد حاصل کی اور جہازون کا ایک بیڑا تیار کرلیا، آخر رفتہ رفتہ وہ خود اس کام مین اسقدر مشاق ہوگئے کہ افریقہ کے باشندونکی مدد سے بالکل مستغنی ہوکر انھون نے یہ کام مکمل طور پر اپنے ہاتھ مین لے لیا، موسیٰ ابن نصیر کے زمانہ مین تونس افریقہ کا بحری مرکز قرار پایا اور یہین پر انھون نے اپنا "دارالصناعۃ" قائم کیا، موسیٰ ابن نصیر کے زمانہ مین مسلمانون نے بحری معاملات مین اسقدر جرأت و استقلال کا اظہار کیا کہ کہنہ مشق ملاح حیران رہ گئے

افریقہ مین بحری طاقت کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ ان کی سلطنت مین بحری محکمہ بالکل ایک الگ حیثیت رکھتا تھا، اور اس کا افسر اعلےٰ "قائد الاساطیل" کہلاتا تھا،

اب ۹۲ھ کے بعد صورت حالات یہ تھی کہ مسلمان شام سے لے کر سبتہ تک تمام سواحل سمندر پر قابض تھے، اندلس پر قابض ہوجانے کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ بحر اوقیانوس کی

تاکہ بندی ہوگئی تھی، دوسری طرف روڈس اور سائپرس پر قبضہ ہو جانے سے بحیرۂ روم کا مغربی ساحل بالکل محفوظ تھا، اندلس اور افریقہ کے اسلامی بیڑے بحیرۂ روم مین منڈلاتے پھرتے تھے۔ اور یہ سمندر بہ ہئیت مجموعی عربون کی ملکیت مین آگیا تھا، مگر قسطنطنیہ کی رومی سلطنت اب تک اس قدر ہیچ اور ناکارہ نہین ہوئی تھی کہ مسلمانون کی بڑھتی ہوئی بحری طاقت کو دیکھتی اور اپنی حفاظت اور مسلمانون کی بیخ کنی کی کوشش نہ کرتی، تمام بحیرۂ روم مین جزیرۂ صقلیہ ہی اب ایک ایسا مقام تھا جو مسلمانون سے کسی حد تک محفوظ تھا، اور اس پر قبضہ رکھنا رومیون کے لیے ازبس ضروری تھا، لیکن دوسری طرف اگر مسلمان بحیرۂ روم مین اپنی بحری طاقت محفوظ رکھنا اور جنوبی یورپ اور بالخصوص اٹلی مین اپنا اقتدار قائم کرنا چاہتے تھے تو ان کے لیے بھی اس جزیرہ پر قابض ہونا اسیقدر ضروری تھا، چنانچہ یہی جزیرہ آخر ان دو بحری طاقتون کی زور آزمائی کا میدان قرار پایا،

سیاسی اور تجارتی اغراض کے لیے صقلیہ ایک سرسبز وشاداب جزیرہ ہونے کے علاوہ بحیرۂ روم کے بالکل وسط مین واقع ہے۔ اور اس لیے کوئی ایسی سلطنت جو بحیرۂ روم مین اپنا اقتدار قائم رکھنا چاہے اس جزیرہ کو نظر انداز نہین کرسکتی تھی، مزید بران افریقہ کی سلطنت کے لیے اس پر قبضہ کرنے کے یہ معنی تھے کہ اٹلی اور گرد و نواح کے ممالک کا دروازہ ان کے لیے کھل جاتا تھا مسلمان صقلیہ کی اس اہمیت سے پوری طرح واقف تھے۔ چنانچہ ۳۲ھ ہی سے مسلمانون نے اس پر حملہ کرنے شروع کردیے تھے۔ مگر یہ تمام حملے محض چھاپے ہی چھاپے تھے، اور مسلمانون نے اس پر مستقل قبضہ کرنے کی جد و جہد اسوقت تک نہین کی تھی، ۱۳۵ھ اور بقول بعض ۱۳۰ھ مین عبدالرحمن ابن حبیب والیٔ افریقہ نے صقلیہ پر فوج کشی کی اور کچھ فتوحات بھی حاصل کین، مگر اس کے بعد ہی

والیان افریقہ خود اپنے ملک کے فتنہ و فساد مین اس طرح منہمک ہو گئے کہ اُس طرف بالکل توجہ نہ کرسکے۔ اور اس التوا سے فائدہ اٹھاکر رومیون نے اپنی طاقت کو مجتمع و مستحکم کرلیا، سنہ ۱۹۰ھ مین ابراہیم ابن الاغلب والئی افریقہ نے دس سال کے لیے رومیون سے صلح کرلی، اور اسکے بعد ہی خاندان ادریس کی وجہ سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ صقلیہ کے برخلاف مسلمانون کا اجتماع ناممکن ہے سنہ ۲۰۹ھ مین ابو العباس بن ابراہیم نے پھر حاکم صقلیہ سے دس سال کے لیے ایک نیا معاہدہ کیا جس مین تاجرون کی حفاظت کا خاص خیال رکھا گیا تھا، اس معاہدہ کی مدت ختم ہوجانے کے بعد بنو اغلب کو صقلیہ کی فتح کا مستقل خیال پیدا ہوا، اور خود جزیرہ کے لوگون نے مسلمانون کو حملہ کرنے کی دعوت دی،

واقعہ یہ تھا کہ سنہ ۲۱۱ھ مین یوفیموس نے جس کو عرب فیمی لکھتے ہین صقلیہ مین بغاوت کی، اس سے قبل وہ غالبًا بحری جنگ وجدال مین نام پیدا کرچکا تھا، اور اس وقت صقلیہ مین ایک ممتاز عہدہ پر مامور تھا، یہین اس نے ایک راہبہ کو اپنے ساتھ شادی کرنے پر مجبور کیا اور جب اس کے بھائیون نے دربار مین شکایت کی تو وہان سے حکم ہوا کہ فیمی کو گرفتار کرکے اس کی ناک کاٹ لی جائے، جب یہ حکم صقلیہ پہنچا تو اس وقت فیمی ایک بیڑا لے کر افریقہ کے ساحل پر چھاپہ مارنے کے لیے روانہ ہوچکا تھا، واپس آنے کے بعد اُسے اطلاع ہوئی کہ اسکی گرفتاری کا حکم نافذ ہوچکا ہے، یہ سن کر اسنے بغاوت کی اور چند روز مین صقلیہ کا مالک بنگیا مگر اب خود اسکا ایک دوست اسکا مخالف ہوگیا، اور آخر فیمی کو صقلیہ چھوڑکر بنو اغلب کے کے دربار مین پناہ لینی پڑی، وہ زیادۃ اللہ سے مدد کا طلبگار ہوا، اور وعدہ کیا کہ صقلیہ پر قابض ہوجانے کی صورت مین وہ بنو اغلب کا باج گذار ہوجائیگا، قیروان کی مجلس شوریٰ مین فقہا و اکابر سلطنت کے سامنے یہ مسئلہ پیش ہوا اور مختلف مشورے دیے گئے،

سحنون ابن قادم نے سخت مخالفت کی اور کہا صقلیہ قسطنطنیہ سے اس قدر قریب اور افریقہ سے اس قدر دور ہے کہ اگر مین پرندہ بھی ہون تب بھی اس پر سے نہ اڑون، مگر قاضی اسد ابن فرات کے زور دینے پر جنگ کا فیصلہ کیا گیا۔ اور فیمی کو حکم ہوا کہ سوسہ مین جا کر مقیم ہوا در وہین بیڑے اور فوج کا انتظام کرے، زیادۃ اللہ نے فوج اور بیڑہ تیار کیا اور قاضی اسد ابن فرات ہی کو اس پر حاکم مقرر کر دیا،

ابو عبد اللہ اسد بن فرات بن سنان مولی بنو سلیم فاتح صقلیہ ابو العرب کے بیان کے مطابق خراسان کے رہنے والے تھے، ابو سلیمان کہتے ہین کہ وہ ۱۴۲ھ مین حران کے مقام پر پیدا ہوئے اور رجب ۱۴۴ھ مین خلیفہ منصور عباسی نے محمد ابن الاشعث کو فرقہ صفریہ کی سرکوبی کے لیے افریقہ روانہ کیا تو فرات ابن سنان بھی اسکے لشکر مین شامل تھے، اور اس طرح دو برس کی عمر مین اسد قیروان پہونچے اور پانچ برس تک وہان رہے، سات برس کی عمر مین آپ تونس گئے، اور نو برس تک وہان رہے، اٹھارہ برس کی عمر مین قرآن شریف حفظ کیا، خود انھون نے بیان کیا ہے کہ جوانی کے زمانہ مین ایک مرتبہ انھون نے خواب دیکھا کہ میری پیٹھ پر گھاس اُگ آئی ہے اور مویشی اس کو چر رہے ہین، تعبیر بتانے والے نے اس خواب کی یہ تعبیر کی کہ اس لڑکے کو اس قدر علم و فضل حاصل ہوگا کہ دوسرے اس سے مستفید ہونگے، غالبًا تونس کے نہ سالہ قیام کے بعد جب وہ قیروان واپس آئے تو انھون نے اس مقام پر علی بن زیاد سے موطا سنی، اس کے بعد انھون نے تحصیل علم کے شوق مین مشرق کا سفر کیا، اور امام مالکؒ سے ملے، عراق مین امام اعظمؒ کے شاگردون یعنی قاضی ابو یوسفؒ، اسد ابن عمر اور محمد بن حسن کی صحبت سے مستفید ہوئے، یہین عراق مین حدیث لکھی اور فقہ حاصل کی، ۱۷۹ھ مین امام مالکؒ کی وفات کے بعد آپ مصر چلے گئے، اور وہان

ابن قاسم رحمۃ اللہ علیہ سے وہ مشہور و معروف کتاب حاصل کی جو بعد میں ان کے نام پر اسدیہ مشہور ہوگئی،

اب اسد ابن فرات تحصیل علم سے بالکل فارغ ہو چکے تھے، اور اس قابل تھے کہ جو کچھ انہوں نے حاصل کیا ہے دوسرون کو اس سے مستفید کرین۔ چنانچہ آپ قیروان واپس آئے اور درس و تدریس مین مشغول ہوگئے، بہت سے علمار نے ان سے موطا اور دوسری کتابین حاصل کین، اور ان کی شہرت تمام گرد و نواح کے علاقے مین پھیل گئی، آخر کار ۲۰۳ھ مین زیادۃ اللہ ابن الاغلب نے انکو افریقہ کا قاضی القضاۃ مقرر کیا، اور صقلیہ پر فوج کشی تک آپ برابر اس عہدہ پر فائز رہے، کہتے ہین کہ جب زیادۃ اللہ نے انکو امیر عساکر بنانے کی تجویز کی تو آپ نے کہا کہ خدا امیر کا بھلا کرے آپ مجھ کو قضار کے کام یعنی امر بالمعروف و نہی عن المنکر سے معزول کرکے امیر بنانا چاہتے ہین، زیادۃ اللہ نے جواب دیا کہ نہین مین تم کو قضار سے معزول نہین کرتا بلکہ قاضی کے علاوہ امیر بھی بناتا ہون، اسطرح تم قاضی بھی رہوگے اور امیر بھی، مورخون کا بیان ہے کہ ان سے پہلے افریقہ مین قضار اور امارت کبھی ایک شخص کے ہاتھ مین جمع نہین ہوئی تھی،

بہر حال نصف ربیع الاول ۲۱۲ھ کو ہفتہ کے دن قاضی اسد ابن فرات کے زیر قیادۃ افریقہ کے بیڑے نے سوسہ کی بندرگاہ سے لنگر اٹھایا۔ اس بیڑے مین فیمی کے جہازات کے علاوہ تقریباً سو جہازات تھے، منگل کے دن یہ بیڑا آخر صقلیہ کے بندرگاہ مازر پر جا نکلا۔ اور اسد ابن فرات نے اپنی فوج کو جس مین سات سو سوار اور دس ہزار پیادے تھے خشکی پر اتارا۔ اور وہین ساحل پر قیام کیا۔ تین دن تک سوائے ایک چھوٹی سی فوج کے اور کوئی ان کے مقابلہ کے لیے نہ آیا، آخر یہ دیکھ کر اسد نے اپنی فوج کو یلغار کا حکم دیا اور بلاطہ

کی تلاش مین نکلے، یہ بلاطہ وہی شخص تھا جو پہلے فیمی کا دوست تھا اور آخر اس سے منحرف ہوکر صقلیہ پر قابض ہو بیٹھا تھا مسلمانون کی فوج نے اُسے ایک مرغزار مین جا لیا، مسلمان جنگ کے لیے مستعد ہوے، مگر فیمی اور اس کے ہمدرد الگ ہوگئے اور مسلمانون کی مدد نہ کی مگر پھر بھی بلاطہ کو شکست ہوئی، اس کے بے انتہا آدمی مارے گئے، اور مسلمان اس کی تمام فوج اور اسباب پر قابض ہوگئے، بلاطہ بھاگ کر قصیریانہ مین پناہ گزین ہوا، مگر ایک ہی شکست سے وہ مسلمانون سے ایسا مرعوب ہوگیا تھا کہ اس قلعہ مین بھی اس نے اپنے آپ کو محفوظ متصور نہ کیا۔ اور سرزمین قلوریہ مین چلا گیا، اور وہین قتل ہوا،

اس کا فیصلہ کرنے کے بعد قاضی اسد ابن فرات ایک کنیسہ کی طرف روانہ ہوے جو ساحل سمندر پر واقع اور رافیمیہ کے نام سے مشہور تھا۔ اسکو فتح کرکے وہ کنیسہ مسلقین گئے یہان انکو سرقوسہ کے بطارقہ کی ایک جماعت ملی۔ یہ لوگ مکر وفریب کے لیے وہان کے طالب ہوگئے جب سرقوسہ کے لوگ بالکل تنگ آگئے تو فیمی کی حمیت قومی نے جوش کیا، اور اس نے انکے پاس پیغام بھیجا کہ ثابت قدم رہین اور مستعدی اور تندہی سے جنگ کرین، قاضی اسد ابن فرات نے چند دن تو انتظار کیا، مگر آخر انپر ظاہر ہوگیا کہ ان لوگون نے مکر کیا ہے اور انکی نرمی سے فائدہ اٹھا کر انھون نے قلعہ کی مرمت کرلی ہے اور حوالئی قلعہ کا تمام مال و زر اور غلہ قلعہ مین داخل کرلیا ہے، یہ سمجھ کر وہ آگے بڑھے اور جنگ کی تیاریان شروع کین اطراف وجوانب مین فوجین روانہ کین۔ جنھون نے قتل وغارت کا بازار گرم کیا اور بہت سے قیدی لے کر واپس آئین۔ اُدھر افریقہ اور اندلس سے بھی ان کے پاس کمک پہنچ گئی، اس کی مدد سے انھون نے شہر سرقوسہ کا نہایت سختی سے محاصرہ کر دیا، آخر محصورین امان کے طالب ہوئے۔ قاضی اسد صلح کرنا چاہتے تھے مگر مسلمانون نے نہ مانا اور جنگ جاری رکھی،

اسی محاصرہ کے دوران مین مسلمانون کی فوج مین وبا پھیل گئی - اور اسی بیماری مین مبتلا ہوکر شعبان (اور بقول ابن ابی الدینار ربیع الآخر) ۲۱۳ھ مین قاضی اسد ابن فرات کا انتقال ہوگیا،

گو سپہ سالار فوج قاضی اسد نے اثنار جنگ مین وفات پائی، مگر اسلامی فوج کی ہمت و استقلال مین کسی قسم کی کمی واقع نہوئی، اور جس کام کی ابتدا ان کی طرف سے ہوچکی تھی وہ برابر جاری رہا، چنانچہ فوج نے محمد ابن ابی الجواری کو اپنا حاکم بنالیا اور سرقوسہ کا محاصرہ بدستور جاری رکھا، فتوحات کا سلسلہ بند نہ ہوا - اور آخر ۲۱۲ھ مین بنو اغلب اس قابل ہوگئے کہ صقلیہ کا ایک الگ والی مقرر کردین، یہ فتح کچھ ایسی مبارک اور مستقل تھی کہ ۴۸۴ھ تک مسلمان برابر اس جزیرہ پر مسلط رہے، اور جب نکلے تو رومی سلطنت کے نکالے نہ نکلے بلکہ ایک نئی قوم یعنے نارمنون کے بڑھتے ہوئے سیلاب نے ان کو بے دخل کیا،[1]

---

[1] قاضی اسد ابن فرات کی سوانح عمری کا حصہ ریاض النفوس فی طبقات علما رقیروان وافریقیہ سے ماخوذ ہے، جس کا ملخص اماری نے اپنی کتاب "ببلیوٹیکا اربو سکیوکا" مین درج کیا ہے، (۱۸۵۸ء)

فرنچ مستشرق دی تاسی
کا
تذکرۂ شعرائے اُردو

از

مولوی محمد محفوظ الحق. بی ۔ اے

مشہور فرانسیسی اُردو دان گارسن دی تاسی سے کم لوگ نا واقف ہونگے اُردو ادب تاریخ کا یہ مشہور راہرو عرصہ تک ہندوستان کی گلگشت کرتا رہا اور جب فرانس واپس گیا تو دامن یہان کے پھولون سے بھرا تھا۔ گارسن نے نہ صرف یہان کی زبانون مین مہارت حاصل بلکہ ہندی و اُردو مین جتنی قلمی کتابین مل سکین اُنکو بھی اپنے ساتھ لیتا گیا۔ ملک نے اُسکی کوشش قدر کی اور اپنی قومی یونیورسٹی مین ہندوستانی علوم و ادب کی چیر اُسکو عطا کی۔ وہان گارسن ہرسال اُردو علم و ادب کی ترقی پر لکچر بھی دیا کرتا تھا، جو چھپ کر شائع ہو گیا ہے اور بیحد دلچسپ اور پراز معلومات ہے۔ یہ امر مسلّم ہے کہ تاسی کو ہندی و اُردو علم ادب کی تاریخ مین تجربہ حاصل تھا، اور سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ یہان کی زبانون سے عموماً اور اُردو سے خصوصاً اُسکو عشق تھا اور غالباً یہ عشق اُسکی زمین کا خمیر ہے۔ وہ اُردو، کا بہت بڑا موید تھا، اور ہمیشہ اسکی خوبیون کو سراہتا تھا۔ ہندوستانیون سے عموماً وہ اسی زبان مین خط وکتابت کرتا تھا۔ معلوم ہوا کہ ببلیاتھک نیشنل (پیرس) مین اُسکے بہت سے خطوط اب بھی محفوظ ہین،

تاسی کی تالیفات وتصنیفات کی فہرست طویل ہے۔ صرف ایشیاٹک سوسائٹی دکا مین اُسکی لکھی ہوئی حسب ذیل کتابین فرنچ زبان مین موجود ہین، جن کے دیکھنے اور پڑھ

سے اُسکے شوق علم اور تبحر کا پتہ چلتا ہے،

۱- انتخابات از "گل بکاؤلی" مع ترجمہ (مطبوعہ پیرس ۱۸۳۵ء)

۲- سبق آموز قصے، نظمیں اور گیت مترجمہ از عربی، فارسی، اُردو و ترکی (پیرس ۱۸۷۶ء)

۳- ایک ہندوستانی ڈراما کا انتخاب (پیرس ۱۸۵۰ء)

۴- ہندوستانی (اُردو) زبان کا ابتدائی رسالہ (پیرس ۱۸۳۳ء)

۵- ہندوستان کے مقبول گیت (پیرس ۱۸۵۲ء)

۶- منسوخ آیاتِ قرآن (پیرس ۱۸۴۲ء)

۷- انتخابات از ہندی و اُردو (پیرس ۱۸۴۹ء)

۸- مسٹر وُلرس کی "فارسی، سنسکرت اور زند کی کمپریٹو اسٹڈی" نامی کتاب مختصر ایڈیشن (پیرس ۱۸۵۱ء)

۹- ۱۸۵۰ء اور ۱۸۶۹ء کے درمیان اُردو ادب کی ترقی پر تبصرہ مع ضمیمہ اُردو کورس (پیرس ۱۸۷۴ء)

۱۰- ۱۸۵۰ء اور ۱۸۷۰ء کے درمیان اُردو ادب کی ترقی پر تبصرہ (پیرس ۱۸۷۱ء تا ۱۸۷۷ء)

۱۱- مسلمانوں کی مذہبی اور فلسفیانہ شاعری ماخوذ از "منطق الطیر" عطار۔ (پیرس ۱۸۵۷ء)

۱۲- مسلمانوں کا علم بلاغت۔ ماخوذ از "حدیقۃ البلاغت" (پیرس ۱۸۴۴ء)

۱۳- انتخاب از بوستانِ شیخ سعدی معہ خلاصہ۔ (پیرس ۱۸۵۹ء)

۱۴- فسانۂ سکنتلا ماخوذ از مہابھارت (پیرس ۱۸۵۲ء)

۱۵- اُردو مولفین و مصنفین کے حالات اور اُنکی تالیفات تصنیفات کا ذکر۔ مرتبہ از تذکرہ جات (پیرس ۱۸۶۰

۱۶- اسماء و القاب اہل اسلام (پیرس ۱۸۵۴ء)

۱۷- ذکر تذکرہ جات مشتمل بر حالاتِ شعراء و مصنفین ہندی و اُردو (پیرس ۱۸۳۹)

۱۸- نظر بر "انوار سہیلی" مولفہ ملا حسین واعظ کاشفی۔ (پیرس ۱۸۲۷ء)

۱۹- ذکر کتبہ جات عربی و فارسی و اُردو، (پیرس ۱۸۳۳ء)

۲۰- ہندوؤن کے اُن کھانون کا حال جنکا پتہ اُردو کتابون سے ملتا ہے (پیرس ۱۸۴۳ء)

۲۱- مسلمانانِ شرق کا علمِ عروض (خصوصاً عربی، فارسی، ترکی و اُردو عروض) (پیرس ۱۸۴۸ء)

۲۲- مسلمانانِ شرق کا علم عروض و بلاغت (پیرس ۱۸۴۷ء

۲۳- ہندی کا ابتدائی رسالہ (پیرس ۱۸۴۸ء)

۲۴- سعدی (دکھنی) ہندوستان کا ایک مشہور شاعر (پیرس ۱۸۴۳ء)

۲۵- فلسفہ مذہب - اسلام قرآن اور عقائد و اعمال پر بحث (پیرس ۱۸۷۴ء)

۲۶- عباس خان گکبور شروانی احمدی کی "تاریخ شیر شاہی" کے ایک باب کا ترجمہ مشتمل برحالات

مسلمانان درعہدِ شیر شاہ (پیرس ۱۸۶۵ء)

۲۷- (سر) سیّد احمد خان کی "آثار الصنادید" کا ترجمہ (پیرس ۱۸۵۲ء)

۲۸- فلسفہ حیدری - اور مسکین کی نظمونکا ترجمہ (پیرس ۱۸۴۵ء)

۲۹- ترجمہ و انتخاب "اخوان الصفا" (از اُردو ترجمہ کتاب ہذا) (پیرس ۱۸۶۴ء)

۳۰- مذہب اسلام کے عقائد ماخوذ از قرآن (پیرس ۱۸۲۶ء)

۳۱- انتخاب کلام میر تقی میر مع ترجمہ (پیرس ۱۸۲۶ء)

۳۲- ترجمہ "تشریح قوانین اہل اسلام"، مولفہ محمد بن پیر علی البرکاوی در ترکی (پیرس ۱۸۲۲ء)

۳۳- عزیز الدین المقدسی کے پند آموز قصون کا ترجمہ مع نوٹ وغیرہ (پیرس ۱۸۲۱ء)

۳۴- ترجمہ "قصہ کامروپ" مولفہ تحسین الدین (پیرس ۱۸۳۴ء)

۳۵- "عہد آہنی" کی مدت - وشنو داس کی ایک ہندی کتاب کا ترجمہ (پیرس ۱۸۵۲ء)

۳۶- انتخاب کلام ولی (دکھنی)، مع ترجمہ (پیرس ۱۸۳۶ء)

حسب ذیل دو کتابین جو اس فہرست مین درج نہین امپریل لائبریری (کلکتہ) مین ہین،

۳۷۔ ہندی و اُردو کورس برائے امپریل اسکول، مع انتخابات از زبانہائے مشرقیہ،

۳۸۔ خصوصیات اہل اسلام و رہنود۔ ماخوذ از کتب اُردو،

مندرجہ بالا کتابین تو ہندوستان کے صرف دو کتب خانون مین ہین، لیکن اگر برٹش میوزیم (لندن)، یا بوڈلین لائبریری (آکسفورڈ) کی فہرست اُٹھا کر دیکھی جائے تو میرا خیال ہے کہ اس فہرست مین اور بھی اضافہ ہو سکتا ہے، ناظرین اس امر کو پیش نظر رکھین کہ اس طویل فہرست مین وہ بے شمار مضامین درج نہین ہین جنکو وقتاً فوقتاً گارسن نے یورپ کے مختلف علمی رسائل مین شائع کیے لیکن اگر اُنکی فہرست بھی شامل کردی جاتی تو میرا خیال ہے کہ یہ فہرست اور چند صفحے بڑھ جاتی۔ بہرکیف! اس بیان سے قطع نظر کرکے مین اب اُسکی بہترین تالیف "تاریخ زبان ہندی و اُردو" کی طرف متوجہ ہوتا ہون، جس سے بہتر جامع، مفصل اور مکمّل کتاب، ہندی و اُردو شعراء و مصنفین کے حالات مین کسی زبان مین نہین لکھی گئی۔ یہ تاریخ جو دراصل تذکرہ ہے پہلے دو ضخیم جلدون مین پیرس سے ۱۸۳۹ء مین شائع ہوئی تھی۔ اُسکے بعد مولف نے اسپر نظر ثانی کی اور بہت سے شعراء و مصنفین کے حالات جو اُسوقت دستیاب نہوئے تھے اسمین بڑھائے اور ۱۸۷۰ء مین اسکا دوسرا ایڈیشن تین ضخیم جلدون مین شائع کیا، اس کے شروع مین ایک دلچسپ اور طویل مقدمہ ہے جسمین اُردو و ہندی کی تاریخ، لٹریچر اور اصناف سخن وغیرہ پر ایک قابل قدر بحث ہے اُسکے بعد اصل تذکرہ، شروع ہوتا ہے، اور (بقول مولف) کوئی تین ہزار اُردو و ہندی شعراء و مصنفین کے حالات پر ختم ہوتا ہے۔ اس طویل فہرست مین صرف ۲۵۰ ہندی کے اور بقیہ ۲۷۵۰ اُردو کے شعراء و مصنفین ہین، اور اس آخر الذکر فہرست مین بھی ۲۲۰۰ مسلمان ہین،

افسوس ہے کہ اس قابل قدر تاریخ، تذکرہ کا جو اپنی جامعیت، ضخامت اور صحت

کے اعتبار سے لاجواب ہے، اب تک کوئی انگریزی یا اردو ترجمہ شائع نہین ہوا۔ صرف انجمن ترقی اردو (حیدرآباد) کی فہرست تراجم مین چند سال سے اس کتاب کا بھی نام آتا ہے کہ اس کا ترجمہ ہو رہا ہے لیکن خبر نہین کہ اسوقت تک کتنے صفات کا ترجمہ تیار ہے، اور کب تک اسکے شائع ہونے کی امید ہے۔ بہرکیف! دعا ہے کہ یہ صحیفۂ علمی جلد سے جلد شائع ہو۔

راقم کا عرصہ سے خیال تھا کہ اس تذکرہ کا ترجمہ کرے لیکن ع زبان یار من ترکی ومن ترکی نمی دانم کی مثل صادق آتی تھی اس لیے مجبوری تھی۔ حسن اتفاق سے ۱۹۱۷ء مین محترمی نواب سید نصیر حسین خان صاحب خیال نے راقم کو اس تذکرہ کی پہلی جلد کا انگریزی ترجمہ دکھایا جو قلمی اور مسودہ کی صورت مین تھا، اور ایک حد تک مکمل تھا۔ یہ ترجمہ نواب صاحب کو اس تقریب سے دستیاب ہوا کہ جن دنون وہ فرنچ زبان سیکھ رہے تھے تو گارسن کا تذکرہ بھی پیش نظر رکھتے تھے۔ اتفاق سے انکے مرحوم فرنچ استاد کو کسی لیڈی نے لکھا کہ پانڈیچری مین ایک ریٹائرڈ کپتان رہتا ہے اُس کے اس اس تذکرہ کا قلمی انگریزی ترجمہ موجود ہے۔ نواب صاحب موصوف کو جب اسکی اطلاع ہوئی تو انھون نے فوراً اسکو خط لکھا اور ترجمہ دیکھنے کے لیے مانگ بھیجا۔ اُس فرنچ کی شرافت دیکھیے کہ نہ صرف ترجمہ بھیجدیا بلکہ لکھا کہ "اب میری بینائی جاتی رہی، اس لیے نہ تو اس سے زیادہ ترجمہ ہونے کا قرینہ ہے اور نہ اسکے شائع ہونے کی امید۔ اس لیے مین اپنا سارا مسودہ آپکے پاس بھیج رہا ہون۔ آپ جو مناسب سمجھین کرین"۔ یہ ایک نعمت غیر مترقبہ تھی۔ نواب صاحب نے اسکے ترجمہ کی خدمت راقم کے سپرد فرمائی اور مین نے یہ کام شروع کردیا، اور ایک اچھے حصہ کا ترجمہ بھی ختم کردیا۔ لیکن بعض موانع ایسے پیش آئے کہ ترجمہ تو کیا ۱۹۱۸ء کے بعد سے اُن اوراق کے دیکھنے کی نوبت بھی نہ آئی۔ اب اپنی غفلت پر ندامت اور افسوس دونون ہے۔ بہرکیف! مین کفارہ دینے کے لیے حاضر ہون اور اگر "دار المصنفین"، "انجمن ترقی اردو" یا کوئی دوسری

مجلس آمادہ ہو تو بالفعل مین اُسکا قابل قدر مقدمہ (جو بجائے خود مستقل کتاب ہے) شائع کرنے کے لیے تیار ہون، اور اگر کوئی انجمن یا پریس واقعی مستعد ہو تو پورے تذکرہ کو بھی شائع کرسکتا ہون مگر جلد دوم کے لیے ہمین ایک فرنچ اُستاد کی ضرورت ہوگی، جلد سوم مین زیادہ تر انتخابات ہین اسلیے اُنکے ترجمہ کی چندان ضرورت نظر نہین آتی،

تذکرۂ تاسی کی جامعیت کا اندازہ آیندہ سطور سے ہوگا، جس مین مؤلف نے اُن تذکرون اور گلدستون کا حال یا نام لکھا ہے جو اُسکی تالیف کا ماخذ ہین۔ حق تو یہ ہے کہ تلاش وجستجو کی یہ ایک قابل تقلید مثال ہے، اور اِس سے ہم لوگون کو بہت کچھ سبق مل سکتا ہے،

اِن سطور کے شائع کرنے سے میری غرض یہ ہے کہ "اُردو تذکرون" کی ایک طویل فہرست تیار ہوجائے، اور شائقین تالیف وتصنیف کو اُردو تذکرون، کی تلاش مین مدد ملے اور جو تذکرے اِس فہرست مین موجود نہین ہین، یا جو موجود ہین لیکن اب نایاب ہین اُنکی تلاش وتفتیش کی جائے یہ فہرست گو مکمل نہین لیکن قابل قدر ضرور ہے مؤلف نے بعض تذکرون (مثلاً سرو آزاد وغیرہ) کے متعلق غلطی کی ہے، لیکن مین نے عمداً اُسکی اصلاح نہین کی ہے، اور اسی طرح شائع کردیا ہے اُمید ہے کہ ناظرین اُسکو بطور خود دیکھ لینگے،

آیندہ نمبر مین تاسی کے مقدمہ کی تلخیص ہدیۂ ناظرین ہوگی،

---

[1] معارف۔ چونکہ انجمن ترقی اُردو اسکے ترجمہ کا اعلان کرچکی ہے، اسلیے وہ زیادہ مستحق ہے لیکن اگر کسی سبب سے وہ تیار نہو تو دارالمصنفین اسکے لیے حاضر ہے،

بابَر یا بابُر

از مولوی سید نجیب اشرف ندوی

بعض اوقات ہم معمولی چیزون کے متعلق ایسی شدید غلطی کرتے ہین کہ وہ صدیون تک قائم رہتی ہے اور پھر اوسکی تصحیح کے لیے ہمکو دلائل اور شواہد کی ضرورت پڑتی ہے چونکہ ہمارے اکثر مغل اور ترک سلاطین کے نام ولقب ترکی ہوتے تھے اور عام سرکاری زبان فارسی تھی، اسلیے اکثر ترکی نام فارسی لب ولہجہ مین آکر بدل جاتے تھے، اورہم اونکو صحیح اور اصل سمجھتے ہین، اسی قسم کی غلطی ہم آجتک ہندوستان کے مشہور نامور شہنشاہ، بانی سلطنت مغلیہ ظہیر الدین بابر کے متعلق کرتے آئے ہین، ہم ہمیشہ سے جانتے تھے کہ اس شہنشاہ اعظم کے نام کا آخری لفظ بابَر (بفتح بائے ثانیہ) ہے، لیکن تحقیقات نے ثابت کیا ہے کہ صحیح تلفظ بابَر نہین بلکہ بابُر ہے، (بضم بائے ثانیہ) اس دعوی کے ثبوت مین یہ دلائل پیش کیے جا سکتے ہین،

چونکہ بابَر اور بابُر اردو اور فارسی مین ایک ہی طرح لکھا جاتا ہے، اسلیے تاریخ کی عام کتابون سے اس لفظ کی صحت مشکل ہے، ہمارے فارسی لغت نویسون نے بھی اس لفظ کی صحت سے اعتنا نہین کیا ہے، اس بنا پر اس مشکل کے حل کرنے کے لیے ہمارے پاس دو ذریعہ ہین اول تو یہ کہ ہم کسی ایسی نظم کو تلاش کرین جسمین لفظ بابر قافیہ واقع ہوا ہو۔ یا پھر کسی زبان کے مصنفین کی طرف رجوع ہون جنکا خط عربی ہو، حسن اتفاق سے ایک ایسی نظم مل گئی ہے، جس مین لفظ بابر قافیہ واقع ہوا ہے

سلاطینے کہ کشور میکشائند	زخوان گوے دولت میربایند
نہا خدا زخلاف ظلم کیشان	بیک منوال دائم حال ایشان
بیک نہفت گہے ملکے ستانند	گہے در کار خود حیران بمانند

ثمر نوشند گاہے در سمرقند ‌ ‌ زمانے نے ثمر یابند نے گند

چنین باشد درادل حال ایشان ‌ ‌ بود رافت و خیز اقبال ایشان

ولے یابند آخر سرفرازی ‌ ‌ چون سلطان جہان خاقان غازی

ظہیر الدین محمد پادشاہے ‌ ‌ کہ مانندش نہ بودہ دین پناہے

خدیو کامران پر تو دُر ‌ ‌ علاؤالملک ملت شاہ بابُر[1]

بعض حضرات اسپر یہ اعتراض کرسکتے ہین کہ فارسی شاعری مین اس قسم کے قافیہ جائز ہین اور اسکے ثبوت مین خود بابر کا یہ شعر پیش کرسکتے ہین کہ:-

تا بزلف سیہش دل بستم ‌ ‌ از پریشانیِ عالم رُستم

ہان یہ صحیح ہے، لیکن اگر صرف یہی ایک ثبوت ہوتا تو البتہ یہ مسئلہ متنازع فیہ تھا، لیکن اسکے متعلق اسقدر متعدد ثبوت ہین کہ یہ نظم بھی ہمارے ثبوت مین ایک اضافہ ہی ہے،

اب ہمکو انگریزی، فرنچ، جرمنی زبان کے مستشرقین کی طرف متوجہ ہوکر دیکھنا چاہیے کہ اونھون نے اپنی اپنی زبانون مین اس لفظ کا کیا تلفظ کیا ہے، بربزن (Mezeine) المنسکی (Ilminski) اور ٹیوفل (Teufal) جیسے مورخ و مستشرق اسے بابُر (Babur) لکھتے ہین،

بخارا و کاشغر کے ترکی بولنے والے لوگون سے بھی دریافت کیا گیا وہ صاف بابُر کہتے ہین

سنہ ۱۹۱ء مین ڈاکٹر ای، ڈی، راس، سابق پرنسپل مدرسہ عالیہ کلکتہ نے بھی اس لفظ کے صحیح تلفظ کی طرف اپنی توجہ مبذول کی، اور اس غرض سے مختلف ممالک کے مستشرقین کو خطوط لکھے۔ اونکے جوابات کے اقتباسات ذیل مین درج ہین۔

[1] Bombay lithograph part 3 vol III page 291 (جلد سوم صفحہ ۲۹۱)

مسٹر اِلس (Mr. Ellis) اسسٹنٹ لائبریرین انڈیا آفس لکھتے ہین،

وائنا کے کتب خانہ کی عربی و فارسی کتب کی جو فہرست فلوگل (Flugel) نے بنائی ہے، اوسکی جلد دوم صفحہ ۱۱۵ پر ایک پادشاہ نامہ کا تذکرہ ہے، جسکے آخری سادہ صفحہ پہ بابر کے چند اشعار لکھے ہوئے ہین، فلوگل اون اشعار کے مصنف کا نام (Babur Padoeha) دیتا ہے اور اسکے معنے یہ ہین کہ اس نسخہ مین بابور لکھا ہوا ہے؛

مسٹر اِلس کو اسپر شک ہوا اور انھون نے پروفیسر گیر (Prof. Geyer) سے تصدیق چاہی، نسخہ کو بذات خود دیکھ کر اونھون نے اسکی صحت کی گواہی دی،

آگے چلکر مسٹر اِلس لکھتے ہین، کہ خود میرے قبضہ مین رکن بن شرف الدین الحسینی العاملی کی ایک کتاب پنجاہ باب سلطانی ہے، یہ کتاب اصطرلاب کے متعلق ہے، یہ رسالہ مغیث السلطنت والدنیا والدین ابو القاسم بابر بہادر خان کے نام سے معنون ہے،

بادشاہ کا نام صاف طور سے مضموم (بابُر) ہے؛ مصنف نے یہ کتاب ہرات مین ۸۶۳ھ مین لکھی ہے، اور میرا خیال ہے کہ یہ نسخہ اُس سے بہت بعد کا نہین؛

مسٹر ایچ بورتج (Mr. H. Beveridge) نے جواب دیتے ہوئے المنسکی کے نسخہ کا حوالہ دیا ہے جسمین بابُر کی ایک کتاب موسوم بہ مبیّن کا حوالہ دیا ہے، یہ نسخہ ۱۸۵۷ء مین قازان مین شائع ہوا تھا، اسمین صفحہ ۲۲۹ کا چھٹا شعر وہ ہے، جسمین خود بابر نے بابُرؔ کو "دور" کا ہم قافیہ منظوم لکھا ہے،

اوشبولار کیم بارین دیدی بابُر   بیلکا سین کیم مفصل ایسا ندور

مسٹر موصوف نے ایشیاٹک کوارٹرلی ریویو (Asiatic Quarterly Review) جنوری ۱۹۰۶ء مین ایک مضمون "حبیب السیر اور بابر" کے عنوان سے لکھا ہے اسمین لکھتے ہین

ڈاکٹر ریو (DR. Rieu) کا خیال ہے کہ اس لفظ کا صحیح تلفظ بابُر (Babur) ہے،

مشہور مستشرق مسٹر سٹینلی لین پول جنھون نے ہندوستان کے عہد اسلامی کی تاریخ کے

علاوہ بابر اور اورنگ زیب کے حال مین مستقل کتابین لکھی ہین اور اپنی کتاب کا نام بابُر

(Babar) رکھا ہے، لکھتے ہین،

ڈاکٹر ریو کے قول کے مطابق خود شہنشاہ موصوف کے شعر کو دیکھ کر پتہ چلتا ہے کہ اسکے

نام کا صحیح تلفظ بابُر (BABUR) ہے"

اس مضمون مین ہندوستان کے صرف ایک بادشاہ کے نام کی تصحیح کی کوشش کی گئی ہے،

لیکن ہمارے سلاطین اور حکمرانون مین اور بہت سے اشخاص ہین جن کے نام بھی ترکی ہین، مثلاً

ایبک، التمش، تغلق، بلبن وغیرہ سب کے سب ترکی ہین اور ہندوستانیون کو نہین معلوم کہ موجود

تلفظ بھی صحیح ہے یا نہین، اگر ان نامون کی تصحیح ہو جائے تو وہ بہت سے لغو قصے جو ان سلاطین کے

نامون کے وجہ تسمیہ کے متعلق ہمارے مورخین لکھتے ہین اونکی بھی تنقید ہو جائے گی، اس فرض

کو وہ حضرات جنکو ترکی زبان اور تاریخ ہند سے واقفیت ہو بکمال خوبی انجام دے سکتے ہین،

امید ہے کہ ایسے اصحاب ادھر توجہ کرینگے،

اس کے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی ہمارے دوستون کو معلوم ہو گا کہ فارسی تاریخون مین اکثر

ملکی اور عہدون کے نام، عدالتی و فوجی اصطلاحات، اور سامان تمدن کے بھی الفاظ ترکی ہین، اور

انہین سے اکثر وراثتہً ہماری اُردو زبان مین بھی مستعمل ہین، انکی لغوی تحقیق اور انکی اصلیت کا

سراغ لگانا اُردو لغت کی بھی ایک خدمت ہے،

مترجمات

جرمنی کے صنعتی مدارس اور یونیورسٹیان

تونس کے علمی رسالہ الفجر نے رجب سنہ ۴۱ھ کے پرچہ مین، جرمنی کی تعلیمی کوششون کا ایک مختصر نقشہ کھینچا ہے، ایک مشکلات سے لبریز لیکن زندہ قوم کی کہانی ہمارے لیے کیا سودمند ہوگی؟

جرمنی طلبہ کی تعداد حیرت انگیز طریقہ سے بڑھ رہی ہے، اون طلبا، کی تعداد جنکا تعلق کسی خاص مدرسۂ صنعت یا یونیورسٹی سے ہے سنہ ۱۹۲۱ء کے گرما مین ۱۱۰۷۵۴ تک پہونچ گئی ہے حالانکہ اوس سے چھ ماہ قبل سنہ ۲۱-۱۹۲۰ء کے سرما مین ۱۰۹۳۳۰ سے زائد نہ تھی،

اِن مین صنعتی ہائی اسکول مین تعلیم پانے والے طلبا، کی تعداد ۲۲۳۲۴ ہے اور اون طلبا، کی جو کسی یونیورسٹی سے تعلق رکھتے ہین ۸۷۵۳۰، یہ لڑکون کے متعلق تھا، لڑکیونکی تعداد بھی اسی طرح نمایان طور سے بڑھ رہی ہے، سنہ ۲۱-۲۰ء کے جاڑون مین اونکی تعداد ۸۴۵۹ تھی لیکن گرمیون مین ۸۶۳۶ تک ترقی کر گئی ہے،

ہماری حیرت و استعجاب کی اوسوقت کوئی حد باقی نہین رہتی جب ہمکو یہ معلوم ہوتا ہے کہ جن لوگون نے تعلیم ختم کرکے یا کسی اور وجہ سے اِن مدارس کو ترک کر دیا ہے اونکی تعداد کہین زیادہ ہے، اس کے ساتھ اون لوگون کے نامون کا بھی اضافہ کیجیے جو لڑائی کے زمانہ مین اپنے مدارس چھوڑکر گئے اور آجتک لوٹ کر نہین آئے، ایسے لوگون کی تعداد کچھ کم نہین ہے اونکا اوسط بھی ۲۵ فیصدی ہے، پس ہم دیکھتے ہین کہ اس کمی کے باوجود بھی اونکی تعداد بڑھتی ہی جاتی ہے اور کوئی چیز اس سے

زیادہ عجیب نہین ہے، اور یہ صاف طور سے بتاتی ہے کہ یہ قوم کسقدر شائق وطالب علم ہے لیکن جو شے کہ ہمکو سب سے زیادہ تعجب مین ڈالتی ہے، وہ یہ کہ یہ طلبہ شوق علم مین جسمانی صعوبتین برداشت کرتے روپیہ خرچ کرتے اور شائد سخت تکلیف سے زندگی بسر کرتے ہین اور اس طرح اپنے کو علم و وطن کی خدمت کے لائق بناتے ہین،

البتہ جو اشخاص کہ صرف لکچر سنتے تھے اونکی تعداد مین ۱۹۲۰ء کے جاڑے سے ۱۹۲۱ء گرمی مین کمی ہوگئی ہے یونیورسٹیون اور کالجون دونون کا ایک ہی حال ہے؟

لیکن جرمنی کی معمولی حالت ہے جنگ سے پہلے بھی داخلہ کی تعداد گرمیون سے جاڑون مین زیادہ ہوتی تھی،

مجموعی حیثیت سے بھی اونکی تعداد قبل از جنگ کی تعداد سے دوچند ہوگئی ہے، اور اس سال بھی اوسمین اضافہ ہوا ہے، پہلے صرف کالجون مین اونکی تعداد ۲۵۶۶ تھی اور اب ۴۲۶۰ ہے،

اب ہم جرمنی کی مجموعی ترقی کو جو اوسنے ۱۹۱۳ء سے ۱۹۲۱ء تک کی ہے ذیل کے نقشہ کے ذریعہ دکھاتے ہین،

مہینے	طلبہ کی تعداد		شرکائے خطبات علمیہ کی تعداد	
	لڑکے	لڑکیان	لڑکے	لڑکیان
گرما ۱۹۱۳ء	۵۶۶۹۳	۳۳۶۸	۶۵۶۸	۱۰۸۰
سرما ۱۴-۱۹۱۳ء	۵۵۶۱۴	۳۶۴۹	۷۸۴۸	۱۵۱۰
گرما ۱۹۱۴ء	۵۶۶۹۱	۴۰۵۷	۷۰۷۶	۱۰۱۰
سرما ۱۵-۱۹۱۴ء	۴۸۵۷۲	۳۹۰۱	۲۵۵۶	۸۷۶
گرما ۱۹۱۵ء	۴۹۲۲۱	۴۵۶۸	۲۱۳۸	۴۸۷
سرما ۱۶-۱۹۱۵ء	۴۹۰۱۸	۴۶۵۰	۲۹۸۰	۱۵۰۵

مہینے	طلبہ کی تعداد		شرکائے خطبات علمیہ کی تعداد	
	لڑکے	لڑکیان	لڑکے	لڑکیان
گرما سنہ ۱۹۱۶ء	۵۱۰۰۸	۵۴۳۵	۲۸۸۴	۱۱۴۵
سرما سنہ ۱۹۱۶-۱۷ء	۵۵۲۱۹	۵۷۰۱	۳۱۰۸	۱۶۶۰
گرما سنہ ۱۹۱۷ء	۵۸۷۷۴	۶۲۰۴	۲۷۴۹	۱۰۴۲
سرما سنہ ۱۹۱۷-۱۸ء	۶۲۰۹۸	۶۵۶۳	۳۴۹۵	۱۸۱۲
گرما سنہ ۱۹۱۸ء	۶۴۳۹۱	۷۱۸۸	۳۸۱۲	۱۴۷۷
سرما سنہ ۱۹۱۹ء	۶۹۵۱۰	۷۳۳۹	۵۹۳۰	۱۹۷۷
گرما سنہ ۱۹۱۹ء	۰۱۱۱۲	۸۲۱۶	۹۷۶۵	۳۵۰۱
سرما سنہ ۱۹۱۹-۲۰	۸۱۱۰۲	۸۲۴۴	۱۲۸۵۷	۵۳۲۸
گرما سنہ ۱۹۲۰ء	۷۸۳۹۵	۸۱۸۶	۱۱۴۵۷	۲۹۲۸
سرما سنہ ۱۹۲۰-۲۱ء	۷۸۱۹۴	۸۱۷۳	۱۶۲۹۰	۵۱۱۹
گرما سنہ ۱۹۲۱ء	۷۹۱۳۵	۸۲۹۵	۱۳۹۳۳	۲۹۲۹

اب یہ جاننا چاہیے کہ یہ طلبہ کن کن فنون کو حاصل کرتے ہین، ذیل کے نقشہ سے ہمکو یہ بوضاحت معلوم ہوجائیگا اور اسکے ساتھ ہی ساتھ سنہ ۱۴ء اور سنہ ۲۱ء کی تعداد سے موازنہ ہوجائیگا،

نقشۂ اول، یونیورسٹی کے طلبہ

علوم (موضوع)	طلبہ	سنہ ۱۴ء	سنہ ۲۱ء
تعلیم انجیل	لڑکے	۴۲۱۶	۳۲۸۱
	لڑکیان	۱۸	۷۲

علوم (موضوع)	طلبہ	سنہ ۱۴ء	سنہ ۲۱ء
کیتھولک مذہب کی تعلیم	لڑکے	۲۰۵۵	۲۱۴۹
	لڑکیاں		
قانون	لڑکے	۹۶۱۷	۱۹۳۹۸
	لڑکیاں	۵۷	۶۱۸
اقتصاد سیاسی	لڑکے	۲۳۶۰	۹۹۴۵
	لڑکیاں	۱۲۸	۸۶۵
طب	لڑکے	۱۵۴۶۱	۱۴۵۱۲
	لڑکیاں	۹۷۹	۲۰۲۵
تشریح الانسان	لڑکے	۹۳۲	۴۶۷۵
	لڑکیاں	۳۸	۳۰۴
ادبیات (لٹریچر)	لڑکے	۱۰۸۳۲	۹۵۵۰
	لڑکیاں	۱۸۷۷	۲۷۲۵
ریاضیات و تاریخ طبعی	لڑکے	۶۱۴۸	۶۲۰۳
	لڑکیاں	۷۳۳	۹۳۲
کیمسٹری	لڑکے	۸۸۵	۲۸۵۲
	لڑکیاں	۲۹	۱۹۵
دواسازی	لڑکے	۱۰۷۶	۸۴۸
	لڑکیاں	۱۰	۱۴۵

علوم (موضوع)	طلبہ	سنہ ۱۴ء	سنہ ۲۱ء
زراعت	لڑکے	۱۳۵۳	۳۱۱۸
	لڑکیان	۷	۴۹
مختلف علوم	لڑکے	۱۰۶۶	۲۵۲۴
	لڑکیان	۱۸۱	۳۶۵
میزان	لڑکے	۵۶۶۹۱	۷۹۲۳۵
	لڑکیان	۴۰۵۷	۲۹۵
	میزان کل	۶۰۷۴۸	۷۹۵۳۰

اِن اعداد کے دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ اِن ۸ سالون مین ۴۲ ، ۲۷ طلبہ کا یونیورسٹیون مین اضافہ ہوا ہے، اب ہم صنعتی کالجون کے طلبہ کی طرف متوجہ ہوتے ہین ذیل کے نقشہ سے اونکی ترقی ظاہر ہے

فنون	طلبہ	سنہ ۱۴ء	سنہ ۲۱ء
ہندسہ (انجنیرنگ)	لڑکے	۲۱۸۲	۱۸۴۸
	لڑکیان	۱۹	۴۱
آلات سازی	لڑکے	۲۷۶۵	۳۱۴۷
	لڑکیان	۱	۲
میکانک	لڑکے	۳۵۱۱	۸۵۵۹
	لڑکیان	۲	۱۳
برقیات	لڑکے	۸۷۴	۲۹۷۰
	لڑکیان	۱	۳

کیمائیات عملی	لڑکے	۱۸۶۰	۳۶۱۹
	لڑکیان	۱۱	۱۱۳
مختلف علوم	لڑکے	۷۹۷	۱۴۵۴
	لڑکیان	۷	۳۹
فنون عامہ	لڑکے	۳۹۱	۹۷۶
	لڑکیان	۳۷	۱۳۰
میزان	لڑکے	۱۲۳۸۰	۲۲۸۷۳
	لڑکیان	۷۸	۳۴۱
	میزان کل	۱۲۴۵۸	۲۳۲۱۴

اس ترقی سے پتہ چلتا ہے کہ صنعتی مدارس کے طلبہ ۸ سال کے عرصہ مین تقریبًا دونے ہوگئے ہین،

المختصر تمام بڑی یونیورسٹیون اور صنعتی کالجون کے طلبہ کی تعداد سنہ ۱۹۱۴ء مین ۷۳۲۰۶ تھی اور سنہ ۱۹۲۱ء مین ۱۱۰۷۵۴ ہوگئی یعنے ۳۷۵۴۸ طلبہ کا اضافہ ہوا (اور یہ وہ اعداد و شمار ہین جو ہمنے صرف بڑی یونیورسٹیون اور مشہور کالجون کے لیے ہین)

یہ اس قوم کی تعلیمی ترقی کی داستان ہے جو شش سالہ جنگ سے چور چور ہوگئی تھی جسکا ہر گھر ماتم سرا ہے، جسکے سکہ کی قیمت دنیا کے بازار مین خرمہرہ سے زیادہ نہین تاہم انکی ہمت بلند کے سامنے یہ سب نشیب و فراز برابر ہین،

نجیب اشرف ندوی

تلخیص و تبصرہ

حکیم اجمل خان

جون ۱۹۲۲ء کے ماڈرن ریویو مین، مسٹر اینڈریوزنے حکیم اجمل خان پر ایک دلچسپ مضمون لکھاہے، جسمین پہلے اونکے خاندانی حالات، پھر خود اونکی زندگی کے واقعات اور اسکے بعد اونکے قومی و ملکی خدمات گنائے ہین، اکثر واقعات مسٹر موصوف نے اپنے عینی دیکھی بیان کیے ہین، اور دکھایاہے کہ وہ ہندوستان مین "ہندو مسلم اتحاد کا زندہ مجسمہ" ہین،

حکیم صاحب کا خاندان کاشغر سے جو اب چینی ترکستان مین واقع ہے، ہندوستان آیا تھا، اس خاندان کے مورث اعلیٰ بابر کی فوج کے ایک افسر کی حیثیت سے ہندوستان وارد ہوے تھے، اسکے بعد اس خاندان مین خواجہ ہاشم اور خواجہ قاسم دو بھائی پیدا ہوے، یہ دونون حیدرآباد سندھ مین رہتے تھے، اور وہان بڑے کامل بزرگ مانے جاتے تھے، ملا علی قاری جو ہندوستان کے مشہور محدث اور عالم اور مصنف تھے اور جنھون نے مکہ معظمہ مین اقامت اختیار کرلی تھی، وہ بھی اسی خاندان سے تعلق رکھتے ہین،

طب اور علاج و معالجہ کا شغل اس خاندان مین حکیم فاضل خان کے وقت سے شروع ہوا جو ملا علی قاری کے پوتے تھے، اسکے بعد اس خاندان مین طب کا غیر منقطع سلسلہ شروع ہوگیا جو ابتک بحمد اللہ قائم ہے، اس خاندان نے نہ صرف ہندوستان مین فن طب کو قائم و باقی رکھا بلکہ اونھین کی ذات سے تمام ایشیا مین اوسنے قیام و بقا حاصل کی، اونکا کاشانہ مریضون کے لیے دارالشفاء تھا تو طالب العلمون کے لیے دارالعلم،

اس خاندان کی طبی شہرت حکیم شریف خان کے زمانہ مین اوج کمال کو پہنچ گئی، اونکی طبی تصنیفات نے قبول عام حاصل کیا، انکا زمانہ محمد شاہ کا تھا، شاہی طبیب کی حیثیت سے اس خاندان کو تیموری دربا سے تین دفعہ جاگیرین عطا ہوئین، جن مین اخیر جاگیر ۱۸۵۷ء کے غدر مین ضبط ہوگئی،

حکیم شریف خان نے اچھی خاصی عمر پائی، اونکے بعد حکیم محمود خان نے شہرت حاصل کی، اور اونھون نے بھی ۷۴ برس کی عمر پائی، دہلی اور دہلی سے تمام ہندوستان مین عموماً اور شمالی ہندوستان مین خصوصاً انکی طرف رجوع عام تھا، اس خاندان کی طبی درسگاہ نے مزید شہرت اور مقبولیت حاصل کی اور نہ صرف ہندوستان مین بلکہ مشرق وسطی (ترکستان ودرس) بلکہ مشرق قریب (ٹرکی) تک سے طلبہ اس درسگاہ مین طب کی تحصیل کے لیے آنے لگے بلکہ ایک طرف قاہرہ اور قسطنطنیہ سے اور دوسری طرف بخارا تک سے طلبہ یہان آتے تھے،

محمود خان کے جانشین حکیم عبدالمجید خان نے بھی اپنے خاندانی خصوصیات کو برقرار رکھا، مدرسہ طبیہ کو ترقی دی اور ایک باقاعدہ طبی درسگاہ کے قالب مین اوسکو ڈھالا، حکومت برطانیہ کی طرف سے اونکو حاذق الملک کا خطاب ملا، حکیم عبدالمجید خان نے ۴۳ سال کی عمر مین وفات پائی، اور اون کی جانشینی کا فرض اونکے چھوٹے بھائی حکیم واصل خان مرحوم کے سر آیا، مرحوم نے مدرسہ طبیہ کی بڑی خدمت کی اور اونکی طبی خدمات نے پنجاب اور صوبہ متحدہ مین بڑی ناموری حاصل کی، اون کی وفات پر تمام دلّی نے ماتم کیا،

اسکے بعد حکیم اجمل خان صاحب نے اس فرض کو اپنے کندھون پر اٹھایا علاج ومعالجہ کی کامیابیان، مدرسہ طبیہ کی ترقی، اور طبیہ کالج کے رتبہ تک اوسکا پہنچنا، اور قدیم اسلامی طب کو جدید فن طب کی نئی تحقیقات سے مستفید کرنا، طبی کانفرنس کی بنیاد ڈالکر اطبا مین روشنخیالی پیدا کرنا حکیم صاحب کے روشن کارنامے ہین، حکیم صاحب کی پیدائش ۱۷ شوال ۱۲۸۰ھ کو ہوئی، یعنی اسوقت حکیم صاحب

کی عمر تقریباً اٹھاون سال کی ہے، حفظ قرآن اور فارسی کے بعد عربی کی کامل تعلیم حاصل کی ادب، منطق، فلسفہ، ریاضیات، دینیات کے ساتھ طب کی تعلیم پائی، ادبیات سے حکیم صاحب کو خاص دلچسپی ہے وہ بے تکلف عربی لکھتے اور بولتے ہین، انگریزی گو اونھون نے باقاعدہ پڑھی نہین، مگر عام طور سے وہ انگریزی سمجھ لیتے ہین اور کسیقدر بول بھی لیتے ہین، اونکو اکثر موقعون پر اردو ہی مین باتین کرتے ہوئے دیکھکر بڑی مسرت ہوتی ہے،

حکیم صاحب نے طب کی تعلیم صغرسنی مین گو اپنے والد سے پائی تھی مگر خاص تعلیم اپنے بڑے بھائی حکیم عبدالمجید خان سے حاصل کی مسٹر انڈریوز کہتے ہین کہ اور سچ یہ ہے کہ اونکی طبی شہرت اونکے بزرگون سے کسی حیثیت سے کم نہین ہے، اور مدرسہ طبیہ کو جو ناموری اور ترقی انکے عہد مین ہوئی وہ کبھی نہین ہوئی تھی،

مسٹر انڈریوز لکھتے ہین کہ "حکیم صاحب سے میری پہلی ملاقات دلی مین ہوئی، اونکے مدرسہ طبیہ مین نہ صرف ہندوستانی طلبہ مین نے دیکھے، بلکہ اسقدر دور دراز ملکون کے طلبہ اونکے حلقہ تعلیم مین پائے، جیسے ترکستان اور مقدونیہ، مجھے خاص طور سے یاد ہے کہ وہان مین نے ایک طالب علم کو دیکھا جسکا رنگ و روغن اور خط و خال یوروپین معلوم ہوتا تھا، جب مین نے اوسکا وطن دریافت کیا تو البانیا بتایا گیا،

حکیم صاحب سے میری پہلی ملاقات عجیب یادگار تھی، مین ایک مشنری پادری کے ساتھ اونکے مطب مین حاضر ہوا، دیکھا کہ زائرین کی بھیڑ لگی ہوئی ہے، امیر غریب، ہندو مسلمان سب تھے بلکہ غریب ہندوؤن کی تعداد زیادہ تھی۔ اسوقت تک حکیم صاحب برآمد نہین ہوئے تھے جب وہ آئے تو اونھون نے بلا تفریق دولت و جاہ اور قومیت و رنگ ایک طرف سے سب کو دیکھنا شروع کیا،،

۱۹۱۲ء مین جب مین انگلینڈ سے لوٹا تو حکیم صاحب کو سنا کہ وہ عراق تشریف لے گئے ہین چنانچہ تین مہینے عراق کے اہم مقامات کی سیر کی حکیم صاحب کو قدیم قلمی کتابون کا بہت زیادہ شوق ہے۔ چنانچہ

عراق مین بھی اونھون نے قدیم کتب خانون کو دیکھا بھالا، ۱۹۱۱ء مین اونھون نے یورپ کا سفر کیا،
انگلینڈ، فرانس، جرمنی کے علاوہ قسطنطنیہ بھی گئے اور یہان اونھون نے نسبتہً زیادہ قیام کیا اُن مین سے
ہر جگہ جدید طبی درسگاہون اور عام مشرقی کتبخانون کو بنظر غور دیکھا اور اسی کا نتیجہ طبیہ کالج کی صورت مین ظاہر ہوا
اسکے بعد مسٹر اینڈریوز نے حکیم صاحب کے دیگر قومی اور ملکی خدمات گنائے ہین، جو زیادہ تر
ہمارے دائرہ سے باہر کی باتین ہین، حکیم صاحب کی متعدد طبی تصنیفات بھی ہین جن مین سے بعض
نہایت اہم اور حکماے قدیم و جدید مین مختلف الآرار ہین،

انسانیت پر اسلام کے احسانات

مسٹر آر لیسن (MR. R. LISSAN) نے دی ریویو آف ریلیجنز مین ایک مضمون "انسانیت
پر اسلام کے احسانات" کے عنوان سے لکھا ہے اسمین فاضل مضمون نگار نے لکھا ہے کہ اسلام تحریک انسانیت
کا سب سے بڑا رہنما ہے، اسنے نہ صرف توحید کا غلغلہ بلند کیا بلکہ کسی قوم کو بھی مسکرات اور غلامی کے بدنما دھبون
سے اپنے دامن داغدار کرنے کی اجازت نہین دی، بلکہ اسکے برخلاف اوسنے مردہ قومون کو زندہ کرکے اونمین
اپنی تازگی و جان ڈالدی، غلامی پر بحث کرتے ہوے لکھتا ہے کہ "بعض عیسائی مصنفین نے پیغمبر اسلامؐ
پر الزام لگایا ہے کہ اونھون نے رسم غلامی کو ایک مذہبی حیثیت دیدی ہے، (حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ)
اونھون نے اسکو بہت کم کر دیا ہے ایک مالک کا فرض ہے کہ وہ اپنے غلام سے بُرا برتاؤ نہ کرے، جو شخص اپنے
غلام کو مارے اوسکو چاہیے کہ اوسے آزاد کردے، جو غلام اسلام قبول کرتا ہے، آزاد ہو جاتا ہے، مالک
کا کام ہے کہ اوسکے لیے کھانا اور کپڑا مہیا کرے مغربی افریقہ کے باشندون نے اسلام قبول کرکے اور
ایک برادری مین داخل ہو کر کافرون کے حملہ سے ہمیشہ کے لیے نجات حاصل کرلی اسلام مین غلامونکی

حالت عیسائیت سے کہین زیادہ بہتر ہے، اوسے اچھی طرح رکھا جاتا ہے، اوسے تعلیم دیجاتی ہے اور رکن خاندان کی طرح اوس سے سلوک کیا جاتا ہے، اسطرح اوسکو ذلیل حالت سے اوٹھا کر بلند سطح پر لایا جاتا ہے۔

کثرت ازدواج کے متعلق اظہار خیالات کرتے ہوے لکھتا ہے کہ "اگر اسکے معنی ایک عورت سے زیادہ تعلق رکھنے کے ہین تو یہ نہایت مدلل طریقہ سے دکھایا جاسکتا ہے کہ اہل مغرب مسلمانون سے کہین زیادہ کثیرالازدواج ہین، حالانکہ اہل مشرق بیشتر ایک ہی عورت پر قناعت کرتے ہین۔"

"عالم اسلامی مین دوسری بیوی نہایت اچھی طرح رکھی جاتی ہے اور نہ وہ اور نہ اوسکے بچے کوئی معاشرتی نقصان اوٹھاتے ہین، لیکن مغرب مین ان بیچاریون کو سخت ایذائین دیجاتی ہین، اونکے بچے قانوناً اولاد تسلیم نہین کیے جاتے،" اس لیے اسلام کا یہ عمل ایک لازمی ضرورت پر مبنی ہے اور اہل مغرب اوسکے ذریعہ سے اخلاقی و معاشرتی عیوب کا ایک سلسلہ قائم کرتے ہین،

مسٹر سن کا دعویٰ ہے کہ تمام اعلےٰ خیالات اور لطیف جذبات جن پر اسوقت یورپ کو ناز ہے مشرق ہی سے آئے ہین۔

"آفتاب مشرق سے طلوع ہوتا ہے، اور مشرق ہی مین تمام مصلحان عالم پیدا ہوے ہین، یورپ اسکی ایک بھی مثال پیش نہین کرسکتا،

تمام اعلےٰ تحریکین اور انسانی خیالات مشرق ہی سے آئے۔ یہ اسلام ہی کے اصول ہین جنہین صلیبی مجاہد اپنے ساتھ یورپ لائے تھے اور جو آجکل یہان رائج ہین، فرانس نے جب پاپاے روم کی عدالت انگلستان کو منتقل کردی تو تمام کام سست پڑگئے، لیکن جب مجاہدین صلیب اسلامی تعلیم سے بہرہ اندوز ہوکر آئے تو پھر فرانس اور فرانس کے دوسرے شہر علم و حکمت کی روشنی سے جگمگا اوٹھے، ہسپانیہ کے سوارون اور مسلمان عربون کی حقیقی بہادری نے یورپ کی معاشرت مین اور چار چاند لگادیے۔"

اخبار علمیۃ

عمر خیام کے انگریزی ایڈیشن متعدد موجود ہین، حال مین ایک جدید ایڈیشن ایک ہندی مسلمان کے قلم سے نکل کر شائع ہوا ہے۔ اس مین خیام کے سوانح حیات و فلسفہ پر تبصرہ کیا گیا ہے اور تعداد کثیر مین اُسکی اصل رباعیان مع انگریزی ترجمہ کے درج کی گئی ہین، شائع کرنے والی کمپنی کا نام اور پتہ کیگن پال (kegan paul) کمپنی پبلشرز، لندن ہے، کتاب کی ضخامت کچھ اوپر تین سو صفحون کی ہے، اور قیمت ساڑھے دس شلنگ ہے، اسکے مولف جناب مولوی مسعود علی صاحب وارثی، مددگار مشیرِ تعلیمات، بھوپال ہین، جنکے انگریزی مضامین اکثر رسالہ اسلامک ریویو مین شائع ہوتے رہتے ہین،

———— × ————

ماہ مئی مین آکسفرڈ یونین مین موضوع بحث یہ رکھا گیا کہ "یونیورسٹیون کے معاملات مین یہ یونین، حکومت کی مداخلت کے بالکل مخالف ہے"۔ ایک مقرر نے دوران تقریر مین برمنگھم یونیورسٹی کی مثال پیش کی، کہ زمانۂ جنگ مین سرکار نے اسکی اعانت جاری رکھنے کو صرف اس شرط پر منظور کیا، کہ وہ ایک خاص پروفیسر کو اپنے ہان سے علحدہ کردے، اور اس قسم کی مداخلت کو ناقابل تحمل بتایا، مباحثہ کے بعد، ۹ رائین تجویز کی موافقت مین اور ۵۱ مخالفت مین آئین۔ (کلکتہ ریویو)

———— ✢ ————

آئرلینڈ مین جسوقت سے آزاد حکومت قائم ہوئی ہے، انگریزی فوجین برابر وہان سے ہٹ رہی ہین، اور انکے ہٹنے سے بارکین خالی ہوتی چلی جاتی ہین۔ یہ خالی بارکین سررشتہ تعلیم کے قبضہ

آتی جاتی ہین، اور ان مین مدارس قائم کیے جارہے ہین، تغیر حکومت کے بعد سے ملک کے نظام تعلیم مین ایک اہم تغیر یہ واقع ہوا ہے، کہ زبان تدریس بجاے انگریزی کے گیلک کردی گئی ہے جو آیرلینڈ والون کی مادری زبان ہے، اس غرض کے لیے تمام ملک کے مدارس مین بہ استثنار مدارس ڈبلن وکارک، جون، جولائی واگست، تین ماہ کے لیے تعطیل دیدی گئی ہے، تاکہ تمام اساتذہ جنکی عمرین ۴۵ سال کے اندر ہین، اس سہ ماہی مین اس زبان کی تعلیم حاصل کرلین، اور اسکی تعلیم کا بھی حکومت نے خاص اہتمام کیا ہے۔ ابتدائی وثانوی تعلیم کے مدارس کے نصاب مین اس زبان کی تحصیل کو نمایان جگہ دی گئی ہے۔ ماہ جولائی مین ڈبلن مین اس زبان کی ترقی، ترویج کی تدابیر پر غور وعمل کرنے کے لیے ایک کانفرنس بھی بڑے پیمانہ پر ہونیوالی تھی، (کلکتہ ریویو)

جو لوگ ہندوستانی یونیورسٹیون کے معاملات سے دلچسپی رکھتے ہین، انکے لیے یہ جاننا یقیناً دلچسپ ہوگا، کہ برطانیہ کی جدید یونیورسٹیون مین کن کن مضامین کی تعلیم ہوتی رہتی ہے ذیل مین برطانیہ کی تین اہم وجدید یونیورسٹیون کے متعلق یہ معلومات درج کیے جاتے ہین، برسٹل یونیورسٹی مین، جو آج سے ۱۳۔ سال قبل ۱۹۰۹ء مین عالم وجود مین آئی ہے، مضامین ذیل کی تعلیم ہوتی ہے (۱) زراعت، (۲) علم تشریح، (۳) عربی وآرامی زبانین۔ (۴) فنون لطیفہ (۵) کیمیا واجسام حیوانی (۶) فن نباتات، (۷) کیمیائیات، طبعی، زرعی، طبّی وغیرہ (۸) السنہ قدیمہ (یونانی ولاطینی)، (۹) فن دندان سازی، (۱۰) معاشیات (۱۱) تعلیمات (۱۲) انجینیری، (۱۳) انگریزی (۱۴)، فرنچ (۱۵) جرمن (۱۶) اطالوی (۱۷)، عبرانی۔ (۱۸) تاریخ (۱۹) قانون (۲۰) لوکل گورنمنٹ (اصول حکومت مقامی (۲۱)، جغرافیہ۔ (۲۲) ارضیات (۲۳) ریاضیات (۲۴)، طبیّات (۲۵) طبعیات (۲۶)، عضویات (۲۷) اصول حفظان صحت (۲۸) حیوانیات۔ (۲۹) معدنیات (۳۰)، علم تجربیات ارضیہ (۳۱) فلسفہ (۳۲)

مذہبیات۔ (۳۳) صنعت و حرفت (۳۴) حربیات۔ (کلکتہ ریویو)

برمنگھم یونیورسٹی جسے عالم وجود مین آئے ہوئے (۱۹۰۰ء) آج پورے ۲۲ سال ہوئے ہین،
مضامین ذیل کی تعلیم کی ذمہ دار ہے،

(۱) انگریزی (۲) فرینچ (۳) جرمن (۴) روسی (۵) اطالوی (۶) اسپینی (۷) السنہ قدیمہ (لاطینی و یونانی)
(۸) حساب کتاب (۹) تجارت، (۱۰) فلسفہ (۱۱) تعلیمات (۱۲) معدنیات و متعلقات معدنیات (۱۳) زراعت
(۱۴) فن نباتات (۱۵) تشریح انسانی (۱۶) حیوانیات (۱۷) عضویات (۱۸) طبیات (۱۹) موسیقی
(۲۰) دندان سازی (۲۱) تاریخ (۲۲) معاشیات (۲۳) فلزیات (۲۴) شراب سازی (۲۵) انجنیری
(۲۶) قانون (۲۷) کیمیائیات (۲۸) طبعیات، (۲۹) ریاضیات (۳۰) ارضیات و معدنیات، (ایضًا)

لیڈس یونیورسٹی، جسے قائم ہوئے اٹھارہ سال ہوئے ہین، مضامین ذیل کی کفیل ہے،

(۱) انگریزی زبان و ادب (۲) فرینچ (۳) جرمن زبان و ادب (۴) روسی زبان و ادب (۵) روسی
تاریخ و موسیقی (۶) اسپینی زبان و ادب۔ (۷) عبرانی (۸) السنہ قدیمہ (یونانی و لاطینی) (۹) جغرافیہ،
(۱۰) تاریخ (۱۱) قانون (۱۲) تعلیمات (۱۳) فلسفہ (۱۴) معاشیات (۱۵) زراعت (۱۶) تشریح (۱۷) طبیات
(۱۸) حیوانیات (۱۹) نباتیات (۲۰) دندان سازی (۲۱) کیمیائیات (۲۲) کیمیا ء اجسام حیوانی (۲۳)
انجنیری (۲۴)، ریاضیات (۲۵) طبعیات، (۲۶) فلزیات (۲۷) حفظ صحت حیوانات، (۲۸) عضویات
(۲۹) صنائع، (۳۰) جنگلات (۳۱) علم نشو حیوانات، (ایضًا)

یہ اُن برطانوی یونیورسٹیون کا ذکر تھا، جو ابھی بیسوین صدی مین وجود مین آئی ہین،

مانچسٹر کی مشہور یونیورسٹی، جو نسبتہً قدیم یعنے ۱۸۵۱ء کی قائم شدہ ہے، اُسکے نصاب درس مین مضامین ذیل کی تعلیم شامل ہے،

(۱) انگریزی زبان و ادب، (۲) فرنچ زبان و ادب۔ (۳) جرمن ولسانیات جرمن (۴) روسی (۵) اطالوی (۶) اسپینی (۷) عبرانی (۸) عربی (۹) سامیتی السنہ وادبیات (۱۰) حساب کتاب (۱۱) معاملات بینک وساہوکاری (۱۲) تعلیمات (۱۳) معاشیات (۱۴) فلسفہ (۱۵) نفسیات (۱۶) فلسفۂ سیاست (۱۷) زراعت (۱۸) اثریات (۱۹) تعمیرات (۲۰) تشریح (۲۱) عضویات (۲۲) طبیات (۲۳) حفظان صحت (۲۴) فن بیطاری، (۲۵) مذہبیات (۲۶) چینی زبان (۲۷) مصریات (۲۸) نباتیات (۲۹) حیوانیات (۳۰) طبعیات (۳۱) کیمیائیات (۳۲) تاریخ (۳۳) قانون (۳۴) السنہ قدیمہ (لاطینی ویونانی) (۳۵) ریاضیات (۳۶) لسانیات (۳۷) ارضیات (۳۸) جغرافیہ (۳۹) صنائع (۴۰) موسیقی (۴۱) علم نشو حیوانات (۴۲) دندان سازی (۴۳) بلورسازی (۴۴) انجینیری (۴۵) علم تجربات ارضیہ (۴۶) ریلوے (۴۷) صنائع برقی (۴۸) معدنیات (۴۹) تجارت۔ (۵۰) فلزیات ۔ (کلکتہ ریویو)

مصر کے ایک قدیم غار مین ایک مُحنّط نعش برآمد ہوئی ہے، جس کی بابت علما رفن کا خیال ہے کہ وہ اُس فرعون (شہنشاہ مصر) کی نعش ہے، جسکا ذکر توراۃ کی کتاب خروج مین آیا ہے، اور جس پر چیچک وغیرہ کی صورتون مین سات بار عذاب الٰہی نازل ہوا تھا، اس لاش کے سارے جسم پر چیچک کے داغ ہین، جن سے توراۃ کے بیان کی تصدیق ہوتی ہے۔ داغون کے علاوہ اس کے جسم پر وہ مُردہ کیڑے بھی ملے ہین، جو چیچک کے باعث ہوتے ہین، اسکا زمانہ چار ہزار سال قبل کا ہوگا۔ (پاپولر سائنس)

دنیا کا بہترین لاسلکی اسٹیشن بورڈو کے قریب فرانس مین واقع ہے۔ یہ اتنی قوی لاسلکی

موجین ارسال کرسکتا ہے جن کا طول ۲۳۰۰۰ میٹر یا ۱۴ میل تک ہوتا ہے۔ اس اسٹیشن کی تعمیر امریکہ کے محکمۂ بحری نے کی تھی، مگر پھر اسے فرانس کے ہاتھ فروخت کرڈالا تھا، یہ اسٹیشن ایک طرف چار ہزار میل کے فاصلہ پر واشنگٹن تک پیام بھیجتا رہتا ہے، اور دوسری طرف فرنچ انڈوچاینا تک جو چھ ہزار میل کے فاصلہ پر واقع ہے اب تک اس اسٹیشن کی افضلیت مسلم تھی۔ لیکن حال مین جزیرۂ لانگ واقع امریکہ کے ایک تجارتی اسٹیشن نے بھی اپنے تئین اسکے مقابلہ مین پیش کیا ہے۔ جو ۱۹۰۰۰ میٹر یا ۱۲ میل کی طویل موجین ارسال کرسکتا ہے، (پاپولر سائنس)

اہل سائنس نے لاسلکی کے ایک جدید مصرف کی یہ تجویز پیش کی ہے، کہ اسکے ذریعہ سے ہوابازونکو فضا مین سطح زمین سے انکی بلندی کی اطلاع دی جاسکے، (ایضًا)

مچھرون کی بابت جدید معلومات یہ حاصل ہوئی ہو کہ انسان کے لیے خاص طور پر موذی اسکی مادہ ہوتی ہے نہ کہ نر۔ نر مچھر عمومًا کاہل وآرام طلب ہوتا ہے، اور اپنی اشتہا کی تشفی پانی، شراب وغیرہ سے کرلیتا ہے۔ برخلاف اسکے مادہ انسان کے کاٹنے اور ستانے مین مصروف رہتی ہے، (ایضًا)

ڈاکٹر پیرس کی راے ہے کہ نمک کی زیادہ مقدار استعمال کرنے سے قلب وگردہ کے امراض پیدا ہوجاتے ہین، چنانچہ پچھلے بیس سال کے عرصہ مین ان امراض کی جو زیادتی ہوئی ہے، اس کا باعث بھی نمک کا زیادہ استعمال ہے، ڈاکٹر صاحب کی راے مین، اوسطًا نمک کی جس مقدار کی ہر شخص کو ضرورت ہوتی ہے، اس سے وہ دس گُنے سے لیکر بیس گنے تک زائد کھاتا رہتا ہے، نمک کی زیادتی سے، خون سے پانی الگ ہوجاتا ہے، بدہضمی پیدا ہوجاتی ہے، مفاصل وعروق شعریہ مین انجماد پیدا ہوجاتا ہے،

عضلات قلب مین ضعف آنے لگتا ہے، اور پیرانہ سالی قبل از وقت آجاتی ہے، ڈاکٹر صاحب کے نزدیک پانی کی مقدار کثیر نمک کی مصلح ہے، (پاپولر سائنس)

ایک فرنچ ڈاکٹر کا بیان ہے، کہ ہر قسم کا کاغذ، ننھے خوردبینی کیڑون کا گھر ہوتا ہے، جو سخت سی سخت حرارت پہنچنے کے بعد بھی زندہ رہتے ہین، (ایضاً)

جنوبی افریقہ کے عجائب خانہ مین ایک کچھوا ابھی مرا ہے، جو ۱۸۳۲ء مین پکڑ کر لایا گیا تھا، یہ بہت جسیم و تنومند تھا، اور جسوقت پکڑا گیا ہے، اُسوقت پوری طرح بالغ ہو چکا تھا۔ یہ کچھوا نر نہ تھا بلکہ کچھوے کی مادہ تھی، خیال کیا جاتا ہے کہ کچھوے کی عمر طبعی انسان کی عمر طبعی کے مساوی ہوتی ہے (ایضاً)

سیلون مین ایک قسم کا مکڑا پایا گیا ہے، جسکے جالے کا قطر ۵ فٹ کا ہے، اور جس کے تار کے خطوط طول مین دس فٹ سے بھی زائد ہوتے ہین، اور اتنے مضبوط ہوتے ہین، کہ پرندون اور مچھلیون کے لیے دام کا کام دے سکتے ہین (ایضاً)

ڈاکٹر میکس شیلپے نے اپنا یہ مستقل خیال ظاہر کیا ہے، کہ جرائم کی بنیاد مادّی و جسمانی ہوتی ہے، یعنی انسان جب جرائم کا ارتکاب کرتا رہتا ہے، تو اس بنا پر کہ اُسکے غدود جسمانی کے نظام عمل مین کوئی نقص واقع ہو گیا ہے۔ اسلیئے کثر صورتون مین، اگر انسداد جرائم مقصود ہے، تو اسکی تدبیر بجاے عزیر و تعذیب کے یہ بہتر ہوگی کہ مجرم کا علاج کیاجائے۔ بعض مجرم بیشک ایسے بھی نکلینگے، جنکے قواے خلاقی مین فساد واقع ہو چکا ہے، سزا کو صرف انکے لیے مخصوص رکھنا چاہیے، (ایضاً)

ادبیات

نسیانِ درسِ ازل

اِنَّہٗ کَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا

از جناب شبیر حسن خان صاحب جوشؔ

صبح کے پرتو مین سے جلوہ ترا   رات کو تارون مین ہے تیری ضیا
پھر بھی مین تجھکو نہین پہچانتا

دیدنی ہے مقبرون کی خوابگاہ   ایک ہی بستر پہ ہین شاہ و گدا
پھر بھی مین تجھکو نہین پہچانتا

غنچۂ شاداب صحنِ باغ مین   مسکراتے ہی پریشان ہوگیا
پھر بھی مین تجھکو نہین پہچانتا

بیٹھتے دیکھے حباب آسا جہاز   ڈوبتے دیکھے سفینے بارہا
پھر بھی مین تجھکو نہین پہچانتا

زندگی نے سیکڑون سامان کیے   موت نے آکر پشیمان کردیا
پھر بھی مین تجھکو نہین پہچانتا

ذرہ ذرہ سے عیان ہے انقلاب   لمحے لمحے پر بدلتی ہے ہوا،
پھر بھی مین تجھکو نہین پہچانتا

چاند کے ٹکڑے جنہین کہتے تھے لوگ   خاک کے پیوند ہین وہ مہ لقا

پھر بھی مین تجھکو نہین پہچانتا

سو رہے ہین قبر مین وہ دلربا ۔۔۔ جاگنا سیکھا تھا جنسے روح نے

پھر بھی مین تجھکو نہین پہچانتا

جن سے وابستہ تھا جینے کا مزا ۔۔۔ انکو رکھا ہے اندھیری قبر مین

پھر بھی مین تجھکو نہین پہچانتا

صبح کو چلتی ہے جب ٹھنڈی ہوا ۔۔۔ خود بخود اُٹھتی ہے دلمین ہوک سی

پھر بھی مین تجھکو نہین پہچانتا

جانتا ہون ابتدا و انتہا ۔۔۔ اس طلسمِ حیرت و نیرنگ کی

پھر بھی مین تجھکو نہین پہچانتا

ٹوٹتے دیکھے ارادے بارہا ۔۔۔ بنتے دیکھین آرزوئین باربار

پھر بھی مین تجھکو نہین پہچانتا

گُل ہوا فانوسِ بزمِ کربلا ۔۔۔ جل اُٹھی شمع تمنائے یزید

پھر بھی مین تجھکو نہین پہچانتا

شب کے سناٹے مین آتی ہے صدا ۔۔۔ اب بھی چونک اے جوشؔ گہری نیند سے

پھر بھی مین تجھکو نہین پہچانتا

سرِّ حقیقت

(مولنا راغب جیلانی وبدایونی)

بیگانہ خیال سے شہود اپنا ہے ۔۔۔ اور اک مین کب رازِ نمود اپنا ہے

مجموعۂ اوہام، وجود اپنا ہے ۔۔۔ ہر لحظہ ہے وہم اعتباری کا ہجوم

باب التقریظ والانتقاد

اُسوۂ صحابہؓ[1]

مولفۂ

مولوی عبد السلام ندوی

از جناب مولوی عبد الماجد صاحب بی۔ اے

اُسوۂ صحابہ، اُسوۂ رسولؐ کا لازمی ضمیمہ ہے، سیرت رسولؐ کے تکملہ کی سعادت شبلی کے جانشین کے نصیب مین آچکی تھی، سیر الصحابہ کی تحریر کا شرف اسی خرمن کمال کے ایک دوسرے خوشہ چین کے حصہ مین آیا، مبارک تھا وہ استاد جسے ایسے تلامذہ ملے، مبارک ہین یہ تلامذہ جنہین ایسا استاد نصیب ہوا تھا،

مولوی عبد السلام صاحب کے قلم سے دائرۂ معارف کا کوئی شخص نا مانوس نہین ہو سکتا اسوۂ صحابؓ انہین کے تازہ ترین افادات سے ہے،

صحابہ کی تعداد، تنگ سے تنگ تخمینہ کے مطابق بھی ہزارون کی ہے۔ سب کے مفصل حالات کہین قلمبند ہین، نہ ہو سکتے ہین۔ صرف چند اکابر و مشاہیر کی تفصیلی زندگی کا دنیا کو علم ہے۔ لیکن اس سلسلۃ الذہب سے عام اخلاقی درس حاصل کرنے کا جو مقصد ہے، وہ کسی ایک صحابی یا چند صحابیون کے اوراق حیات کے مطالعہ سے پورا نہین ہو سکتا، اس غرض کے لیے ضروری ہے کہ سارے سلسلہ پر یکجائی و اجمالی نظر ڈالی جائے، اور اس مرقع ہدایت و موعظت مین اس جمعیت عالیہ کے ایک ایک خط و خال کو اخلاقی شیشہ کی مدد سے معائنہ کیا جائے،

[1] صفحات ۴۴۴، تقطیع ۲۰×۲۶، قیمت ہے ملنے کا پتہ منیجر دار المصنفین اعظم گڈھ،

مولانا عبدالسلام کی یہ تالیف اسی ضرورت کا حل ہے،

دریا اپنے منبع سے نکل کر جون جون آگے بڑھتا جاتا ہے، اسکی وسعت و پہنائی مین اضافہ ہوتا جاتا ہے، شاداب باغ و پُرفضا چمن اسکے کنارہ تیار ہوتے رہتے ہین، سبزہ زارون اور لہلہاتے ہوئے کھیتون کے درمیان وہ اپنا راستہ بناتا رہتا ہے، آباد و پُررونق شہر جنکے اندر ہوکر وہ گزرتا ہے، اسکی دلکشی بڑہاتے رہتے ہین۔ طرح طرح کے گھاٹ اور پُل اسکی دلفریبی مین اضافہ کرتے رہتے ہین۔ یہ سب کچھ ہوتا ہے، لیکن جسقدر صاف، شفاف، بے آمیز و روان پانی دریا کے نکلنے کے مقام پر ہوتا ہے، وہ بات آگے بڑھکر کہان قائم رہ سکتی ہے، اور اہل نظر کو جو لطف و سرور اس پتھریلی، کوہستانی اور ناہموار زمین کے نظارہ مین آتا ہے اسکا عشر عشیر بھی تمدنی تکلفات اور مصنوعی نفاستون کے مناظر مین نہین آسکتا۔ یہی حال اسلام کا ہے، تیرہ سو برس کے عرصہ مین جو گلکاریان و نقش آرائیان ہوئین، انکی نظر فریبی مین کلام نہین، تاہم جو نفوس محض روے جانان کے حُسن غیر متکلف کے دلدادہ ہین، انکی تشفی تو صرف اسی گلیم پوش حجازی اور اس کے رفقاء طریقت ہی (جن کے سر دن پر چتر دَالَّذِیْنَ مَعَهٗ سایہ کیے ہوئے ہے) کی زیارت جمال سے ہوسکتی ہے

زیر نظر تالیف اس معنے مین ایک نگارخانۂ حُسن ہے۔ جس مین مُصوّر نے محبوب کے عشاق کی ایک ایک ادا کو پیراہن کاغذی پہنا کر مجسم کردیا ہے،

یہ اصحاب کس کے تھے؟ ایک اُمّی کے، جو علوم ظاہری کا ابجد شناس تک نہ تھا۔ اسلیے قدرۃً ان مین سے کوئی شخص بھی جدید مفہوم کے لحاظ سے تعلیم یافتہ نہ تھا۔ نہ انکے پاس کتبخانے تھے، نہ انہین نوادر کُتب کی فراہمی کا شوق رہتا تھا، اور نہ خود انکے الواح دل پر "علوم و فنون" "حکم و معارف" کے نقوش کی سیاہی تھی۔ انکے کان تشکک و اشراق کے مصطلحات سے نامانوس تھے، اور انکے دماغ قیاس و استقراء کے مباحث سے ناآشنا۔ انکے "جان و دل" کا رخ "دلدار" کی جانب متعین ہوچکا تھا، اور "صد کتاب و صد ورق" حوالۂ نار ہوچکے تھے، انکے قلوب کو نور ایمان سے منور کرنے کے لیے نہ کسی استدلال کی ضرورت تھی، نہ کسی علم

کلام کی تدوین کی۔ انکے لیے سب سے بڑا معجزہ "روے دآواز پیمبر" کا تھا۔ چنانچہ

بعض صحابہ نے صرف آپکی شکل وصورت ہی دیکھکر آپکی نبوت کا اعتراف کرلیا، حضرت ابو رافع رضؓ آپکی خدمت مین قریش کیطرف سے قاصد بنکر آئے تھے۔ لیکن چہرۂ مبارک کے دیکھنے کے ساتھ ہی شیدائے اسلام ہوگئے، اور عمر بھر آپکی شرف خدمت کو اپنا فخر سمجھتے رہے، حضرت عبداللہ بن سلام رضؓ آپکا چہرہ دیکھتے ہی پکار اُٹھے، لیس ھذا بوجہ الکاذب (جھوٹے آدمی کا چہرہ ایسا نہین ہوسکتا (اصابہ)

بعض خوش نصیبون کے لیے شرف زیارت کی بھی ضرورت نہ تھی، انکے لیے بجاے دیدار کے گفتار ہی مین کافی قوت تھی، انکے جذبہ ایمان کو قوت سے فعل مین لانے کے لیے،

"صرف اسقدر سُن لینا کافی تھا کہ ایک پیغمبر نیک کامون کی ہدایت کرتا ہے۔ یہی لوگ ہین جو صرف آپ کی نبوت کا غلغلہ سنکر حاضر خدمت ہوے اور اسلام قبول کرلیا، حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ، حضرت طفیلؓ، حضرت ابو ذرؓ اسی قسم کے بزرگ ہین" (ص۲۲)

ایک جماعت کثیر ایسی تھی، جسکے قلوب کا زنگ کلام باری کے دو فقرون سے دور ہوگیا۔ عمر فاروق رضؓ عثمان بن مظعونؓ، جبیر بن مطعمؓ، طفیل بن عمروؓ، خالد العدوانؓ، حلقۂ اسلام مین اسی طرح داخل ہوئے تھے۔ افراد سے قطع نظر کرکے بعض مرتبہ جماعت کی جماعت کلام مجید ہی کے معجزانہ اثر سے ایمان لائی ہے،

"انصار اول اول قرآن مجید ہی کے اثر سے ایمان لائے، حبش مین رسول اللہ صلعم کی بعثت کا چرچا ہوا تو بیس آدمی آپکی خدمت مین حاضر ہوئے، آپ نے اُنکے سامنے قرآن مجید کی آیتین پڑھین، اُنکی آنکھون سے آنسو جاری ہوگئے، اور اُسی وقت اسلام قبول کرلیا، حضرت ابو عبیدہؓ حضرت ابو سلمہؓ، حضرت ارقم بن ارقمؓ آپکی خدمت مین حاضر ہوئے، آپ نے عرض اسلام کیا، اور قرآن کی تلاوت فرمائی، جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ سب کے سب مسلمان ہوگئے،" (ص۱۹)

یہ بزرگوار جس شمع کے پروانہ، جس گُل کے بلبل، جس یوسف کے پرستارون مین تھے، وہ سرتاپا خوبی

درعنائی، محبوبی ودزیبائی تھا، اسلیے لازمی طور پرانکے دلون مین اسکا عشق صادق جاگزین تھا، اسکی زیارت جمال انکے ہر درد کا درمان تھی، اسکی ہر نگاہِ التفات انکے لیے باعث فلاح دارین تھی، اسکا ایک تبسم ان کی نظر مین عالم ومافی العالم کی قیمت کے معاوضہ مین ارزان تھا، اور اسکے ہر اشارۂ چشم پر یہ اپنا نقد جان قربان کردینے کو ہر وقت کمربستہ رہتے تھے، اس پیکر محبوبی کے نقش قدم جس سرزمین پر نظر آتے، اسکی خاک ان وارفتگان عشق کے لیے سرمۂ چشم کا کام دیتی تھی،

"آپ نے جہان جہان نماز پڑھی تھی، جہان جہان سفر مین قیام فرمایا تھا، مسجد مین جہان معتکف ہوے تھے، صحابہ کرامؓ نے ان تمام مقامات کو یاد رکھا تھا، اور لوگون کو اسکی زیارت کرواتے تھے حضرت نافعؓ کا بیان ہے کہ مجھکو حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے مسجد مین وہ جگہ دکھائی، جہان آپ معتکف ہوتے تھے۔ رسول اللہ صلعم نے جس درخت کے نیچے بیعت لی تھی، اور جسکا نام شجرۃ الرضوان تھا، وہ ایک مدت تک قائم رہا، صحابہ کرامؓ اسکو اسقدر متبرک سمجھتے تھے کہ اُسکے نیچے نماز پڑھتے تھے" ۱۴۸-۱۴۹

یہان تک آگئے ہین، تو دربار رسالت کی بھی ایک سرسری زیارت کرلینا چاہیے،

"صحابہ کرام ... (جب) آپکی خدمت مین حاضر ہوتے تو دربار نبوت کے ادب وعظمت کے لحاظ سے خاص طور پر کپڑے زیب تن کرلیتے، ایک صحابیہ فرماتی ہین، کہ مین نے تمام کپڑے پہن لیے اور آپ کی خدمت مین حاضر ہوئی، بغیر طہارت کے آپکی خدمت مین حاضر ہونا اور آپ سے مصافحہ کرنا گوارا نہ کرتے ... آپکے سامنے بیٹھتے تو فرط ادب سے تصویر بن جاتے۔ احادیث مین اسی حالت کا نقشہ ان الفاظ مین کھینچا گیا ہے کانما علی رءوسھم الطیر یعنی صحابہ آپکے سامنے اسطرح بیٹھتے تھے گویا انکے سرون پر چڑیا بیٹھی ہوئی ہے۔ حضرت عمرؓ اگرچہ نہایت مقرب بارگاہ تھے، تاہم آپکے سامنے گفتگو کرتے تھے تو آواز اسقدر پست ہوجاتی تھی، کہ سنائی نہین دیتی تھی ... فرط ادب سے کسی بات مین آپ پر تقدم یا مسابقت گوارا نہ کرتے۔ آپ غزوۂ تبوک سے واپس ہوئے تو

راہ مین نماز کا وقت ہو گیا، اور صحابہ نے آپکے آنے سے پیشتر ہی حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کی امامت مین نماز شروع کر دی، آپ پہنچے تو ایک رکعت نماز ہو چکی تھی اسلیے آپ دوسری رکعت مین شریک ہوئے۔ نماز ہو چکی تو تمام صحابہ نے اسکو بے ادبی بلکہ گناہ خیال کیا، اور سبکے سب ربطور استغفار کے سبحان اللہ سبحان اللہ کہنے لگے۔" (ص ۱۴۹-۱۵۰)

ایک بار حضرت ابوبکرؓ کاشانۂ نبوت مین آئے، تو دیکھا کہ حضرت عائشہؓ آواز بلند بول رہی ہین فوراً طمانچہ اُٹھایا اور کہا کہ اب کبھی آپکے سامنے آواز بلند نہ ہونے پائے۔ (ص ۱۵۲)

یہ ایک مختصر نمونہ تھا۔ اگر ان سرفروشون کی جان نثاریون، اور ان کشتگان محبت کی بیتابیون کی مُتعین مفصل مثالین دیکھنا ہون، تو کتاب کے صفحہ ص ۱۴۳ سے لیکر ص ۲۰۳ تک تبجیل الرسول کا پورا باب مطالعہ کرنا چاہیے جسکی متعدد فصول مین سے چند کے عنوانات یہ ہین :۔ ادبؐ رسول، خدمتؐ رسول، محبتؐ رسول، شوقؐ زیارت رسول، شوقؐ محبت رسول، ادبؐ حرم رسول وقیس علےٰ ہذا،

ادب واحترام، خلوص وعقیدت، عشق ومحبت، فریفتگی وفنائیت کے بھی مناظر تھے، جنھین صلح حدیبیہ کے وقت سفیر قریش، عروہ دیکھکر دنگ رہ گیا، اور جب اپنے ہان واپس گیا، تو سب کے سامنے بیان کیا کہ۔

"مین نے قیصر، کسریٰ اور نجاشی کے دربار دیکھے ہین، لیکن محمدؐ کے اصحاب جس طرح محمدؐ کی تعظیم کرتے ہین، مین نے کسی بادشاہ کے رفقا مین وہ بات نہین پائی۔ اگر وہ تھوکتے ہین، تو اُن لوگون کے ہاتھ مین انکا تھوک گرتا ہے، اور وہ اپنے جسم وچہرہ پر اُسکو مل لیتے ہین۔ اگر وہ کوئی حکم دیتے ہین تو ہر شخص مسابقت کرنا چاہتا ہے، اگر وہ وضو کرتے ہین تو وہ لوگ بچے کھچے پانی کے لیے باہم لڑ پڑتے ہین، اگر وہ بولتے ہین تو اُنکی آوازین پست ہو جاتی ہین۔ ادب سے ان کی طرف آنکھ بھر کر نہین دیکھتے۔"

بیچارہ عروہؓ اوہ عالمانہ رعب و اقتدار اور خسروانہ سطوت و جبروت سمجھ سکتا تھا لیکن ذوق و شوق، سوز و جوش، جذب و فنا کے یہ مناظر اس نے اپنی عمر مین کبھی کیون دیکھے تھے، یہ جس عالم کے واقعات تھے، وہان تک اس بدنصیب کا طائر وہم بھی نہین پہنچ سکتا تھا،

یہ نفوس قدسیہ جن مین سے ہر ایک اقلیم سعادت و فضیلت کا تاجدار تھا، جس شہنشاہ دوعالم کی غلامی اپنے لیے مایۂ ناز سمجھتے تھے، اسکی ساری تعلیم کا خلاصہ اشاعت توحید و تبلیغ عبدیت تھی۔ وہ اس لیے دنیا مین مبعوث ہوا تھا، کہ خود بینی و نفس پرستی کے صنم اعظم کو جو عملی شرک کی سب سے نمایان مثال ہے، توڑے، اور انا خیر منہ کی ابلیسیت سے دنیا کو پاک کرے۔ اور اسی لیے ہر ایسا فعل جو انسان کے جذبۂ انانیت و خودی کو مشتعل کرنے والا ہے، اس کی شریعت مین حرام قرار پایا۔ خود اس شہنشاہ کائنات نے دنیوی ثروت، وجاہت وحکومت کے باوجود، جس فقر و فاقہ، زہد و مسکنت کی زندگی کا اپنے لیے انتخاب کر رکھا تھا، اسکا اندازہ مورخ سیر الصحابہ کے الفاظ ذیل سے کرو،

"آپ عموماً فقر و فاقہ کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے۔ صحابہ کرام کے سامنے آپکی خانگی زندگی کا یہ منظر آجاتا تو فرط محبت سے آبدیدہ ہوجاتے۔ ایک بار حضرت عمرؓ کاشانۂ نبوت مین تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ آپ چٹائی پر لیٹے ہوئے ہین۔ جسم مبارک پر تہ بند کے سوا کچھ نہین تمام بدن پر بدھیان پڑگئی ہین۔ توشہ خانہ مین مٹھی بھر جو کے سوا اور کچھ نہین۔ آنکھون سے بیساختہ آنسو نکل آئے۔ ارشاد ہوا کہ عمر کیون روتے ہو۔ بولے کیون نہ روؤن آپ کی یہ حالت ہے، اور قیصر و کسریٰ دنیا کے مزہ اڑا رہے ہین۔ فرمایا کیا تمھین یہ پسند نہین کہ ہمارے لیے آخرت اور انکے لیے دنیا ہو" (صفحہ ۱۶۹)

جس آقا نے یہ نظام زندگی اپنے لیے اختیار فرما رکھا تھا، اسکے عقیدت آئین، خلوص مجسم و وفا سرشت حلقہ بگوشون سے یہ کیونکر ممکن تھا، کہ وہ اپنی طرز معاشرت اس سے مختلف رکھین۔ انھون نے

اپنی معیشت و معاشرت کو بھی ٹھیک اسی معیار کے مطابق ڈھال لیا تھا، اور جہان تک ممکن تھا اس باب مین ایک دوسرے پر سبقت لیجانے کی کوشش کرتے رہتے تھے،

آج جبکہ شرافت و عزت کا معیار تمامتر دولت و ثروت کو قرار دے لیا گیا ہے اور اخلاق تمدن نے افلاس و ناداری کو ہر قسم کی توہین و تحقیر کا مستوجب سمجھ لیا ہے، واقعات ذیل کے علم مین آجانے کے بعد خدا معلوم اصحاب نبی صلعم کی عزت و مرتبت کے متعلق کیا رائے قائم کی جائے گی،

صحابہ کرام نہایت فقر و فاقہ اور غربت و افلاس کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے۔ ایک صحابی نے ایک عورت سے شادی کرنی چاہی، تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا" کچھ مہر کے لیے بھی ہے"؟ بولے "صرف یہ تہبند ہے" آپ نے فرمایا "یہ تہبند اگر تم نے دیدیا تو پردہ پوشی کیونکر ہوگی، کچھ اور تلاش کرو"۔ واپس آئے تو کہا "کچھ نہین ملا" فرمایا کچھ نہین تو لوہے کی ایک انگوٹھی ہی کہین سے لاؤ، بولے وہ بھی نہین ملتی۔ یہ سب کچھ تو نہ تھا، لیکن روحانیت کا خزانہ ساتھ تھا۔ آپ نے قرآن کی چند سورتون پر نکاح پڑھا دیا (ج ۱ ص ۳۲)....

حضرت فاطمہؓ کے ساتھ حضرت علیؓ کا نکاح ہوا، تو ایک زرہ کے سوا مہر کے لیے کچھ نہ تھا، اسلیے اُسی کو مہر مین دیدیا (ج ۱ ص ۳۲)

حضرت علیؓ سرور کونینؐ کے داماد تھے۔ لیکن فقر و فاقہ کا یہ حال تھا کہ ایک بار گھر مین آئے تو دیکھا حضرت حسین اور حضرت حسن علیہما السلام رو رہے ہین۔ حضرت فاطمہؓ سے پوچھا یہ کیون رو رہے ہین۔ بولین بھوک سے بیتاب ہین۔ گھر سے نکلے تو بازار مین ایک پڑا ہوا دینار پایا اُسکا آٹا اور گوشت خریدا۔ (ج ۱ ص ۳۲)،

اصحاب صُفّہ کے تمام فضائل و مناقب مین سب سے زیادہ نمایان فضیلت اُنکا فقر و فاقہ ہے، اُن کی یہ حالت تھی کہ جب آپکے ساتھ نماز کے لیے کھڑے ہوتے تھے، تو ضعف سے گر پڑتے تھے

بدو دیکھتے تھے تو کہتے تھے یہ پاگل ہین، فقر و فاقہ کا آخری درجہ یہ ہے کہ انسان حرام کھانے پر مجبور ہو جائے اور بعض صحابہ اس درجہ پر بھی پہنچ گئے تھے،، (ص ۲۲۲)

غذا، لباس، امکان، غرض ہر شعبۂ معاشرت اسی زہد و تقشف، فقر و مسکنت، کی تصویر تھا، بعض صحابہ گھر تک بنانا ناپسند کرتے تھے، حضرت سلمان فارسیؓ جس مرتبہ کے صحابی تھے، سب کو معلوم ہے۔ وجاہت دنیوی و ثروت کا یہ عالم تھا کہ مداین کے گورنر تھے، اور پانچ ہزار دینار وظیفہ پاتے تھے۔ ان بزرگ نے اپنے لیے گھر تک نہین بنایا تھا، درختون اور دیوارون کے سایہ مین پڑے رہتے تھے لوگون نے گھر بنانے پر اصرار کیا، پہلے تو راضی نہ تھے، بالآخر آمادہ ہوے بھی، تو اسقدر تنگ و پست گھر بنایا، کہ کھڑے ہوتے تو سر چھت سے لگ جاتا، اور لیٹتے تو انگلیان دیوار سے! میز کرسی، فرش و قالین تکیہ و بستر کا تو نام و نشان تک نہ تھا، ضروری ظروف مین بھی صرف ایک پیالہ اور ایک لوٹا، اور اسے بھی وہ زہد و قناعت کے منافی سمجھتے تھے! چنانچہ نزع کے وقت ان چیزون کو دیکھکر رو پڑے، اور فرمایا کہ رسول اللہ صلعم نے ہم سبھون کو وصیت فرمائی تھی، کہ دنیا سے صرف اسی قدر لینا، جتنا ایک مسافر زادراہ کے لیے لیتا ہے،

یہ چند واقعات جو اوپر درج کیے گئے، ساری کتاب اسی قسم کے معلومات سے لبریز ہے، یہ معلومات منتشر طور پر عربی کی بیسیون کتابون مین ملینگے، لیکن کسی ایک کتاب مین مرتب و مسلسل شکل مین شاید ہی مل سکین، اور اردو مین تو قطعاً اس جامعیت کی کوئی چیز اب تک موجود نہ تھی اردو کے خزانہ مین اس گوہر نایاب کے داخلہ پر جناب مولف، اور انجمن دار المصنفین، دونون اردو خوان پبلک کی جانب سے شکریہ کی مستحق ہین،

صحابہ کے اوصافِ صحابیت سے قطع نظر کرکے اُنکے عام اخلاق، مثلاً مسکین نوازی، صبر و ثبات، جرأت و شجاعت، ایثار، فیاضی، عیب پوشی، حلم، صداقت، دیانت، استغنار، مہمان نوازی

عفو و درگزر وغیرہ سے متعلق صحیح، مستند و مفصل معلومات اِن اوراق مین یکجا نظر آئینگے،

صادق العقیدہ کلمہ گویان اسلام ایسی کتاب کا مطالعہ ہر زمانہ مین اپنے لیے موجب سعادت سمجھتے، لیکن آج جبکہ اسلام کو عقلیت، روشن خیالی و ترقی پسندی کا مُرادف قرار دے لیا گیا ہے، جبکہ "زوال" اسلام کا باعث دنیوی حکومت و امارت، جاہ و حشمت، دولت ثروت کا فقدان تشخیص کیا گیا ہے اور جبکہ دعوت اسلام کو تامتر عناصرِ تمدن، اِسراف، تعلیم، قوت اختراع، خوش پوشی، خوش خوری خوش باشی نفاست، نزاکت، امارت تن آسانی وغیرہ کا کفیل سمجھا جانے لگا ہے، اِس قسم کی تالیفات کی اشاعت ازبس ضروری ہو گئی ہے،

افسوسناک امر صرف اتنا ہے، کہ فاضل مولف نے جو سعی و اہتمام، کدوکاوش تحقیق و احتیاط مواد کی فراہمی اور اخذ معلومات مین مدنظر رکھی ہے، اسکا التزام طرز انشا مین نہ رکھ سکے۔ وہ اگرچہ ایک کہنہ مشق مضمون نگار و مصنف ہین، تاہم بہتر ہوگا، اگر طبع ثانی کے وقت امور ذیل کا لحاظ رکھ لیا جائے

(۱) زبان و لہجہ کی متانت، موضوع تصنیف کے متناسب رہنا چاہیے۔ سرور کائنات کے تذکرہ مبارک مین اس قسم کے فقرہ کہ آپ نے انتقال فرمایا" (دیباچہ صـ۲) آپکی وفات کے بعد (صلـ) جو عموماً ہر شخص کے لیے موقع تعظیم پر استعمال ہوتے ہین، اسوہ صحابہ جیسی خالص مذہبی تالیف مین بہت ہلکے معلوم ہوتے ہین،

(۲) بعض محاورات اور بعض الفاظ کے محل استعمال پر نظر ثانی کی ضرورت ہے۔ صـ۶ پر ہے "بعض صحابہ مصر مین نازل ہوئے تھے" "نازل ہونا ایسے موقع پر اُردو مین ذم کا پہلو رکھتا ہے، صـ۲۳ پر صحابہ کرام کے متعلق ہے، کہ وہ "مدتون مدینہ مین نعل در آتش رہے" "نعل در آتش رہنا بھی پہلو سے ذم سے خالی نہین صـ۱۵۲ و صـ۱۵۵ پر "سوء ادبی" کا لفظ استعمال ہوا ہے اسکے بجائے "بے ادبی" یا "سوء ادب" غالباً بہتر ہوگا،

(۳) مسودہ پر نظر ثانی غالباً بہت عجلت کے ساتھ ہوئی ہے، اسلیئے کلمات ربط مثلاً اگرچہ، چنانچہ، اس واسطے، اس لیے، تاہم، لیکن، وغیرہ کے استعمال پر ایک بار پھر نظر کر لینے کی ضرورت ہے،

ساڑھے تین سو صفحات کی ضخامت، اور اپنے محاسن ظاہری و معنوی کے ساتھ یہ ہین کتاب گویا مفت مل رہی ہے،

نغمۂ سعادت

فن موسیقی پر یہ جناب صاحبزادہ سعادت علیخان بہادر ہوم سکرٹری ریاست رامپور کی تصنیف ہے کبھی یہ فن شریف اسقدر شریف تھا کہ ہمارے فلسفہ کے معلّم ثانی فارابی کی درگاہ مین فارسی شاعری کا آدم رودکی اس "فردوس گوش" کا باغبان تھا، ہندوستان کا سب سے بڑا شاعر خسرو اسی کی کرامات سے نظام المشائخ کی روح پاک مین وجد و حال پیدا کرتا تھا، مگر اب اسکی پستی کا یہ عالم ہے کہ یہ نور اب صرف شہر کی تیرہ و تار گلیون مین نظر آتا ہے، سبب یہ ہے کہ اب اسکو صرف خاص گنہگار طبقہ تک محدود کر دیا گیا صاحبزادہ صاحب کی یہ کوشش کہ اب اسکو پھر شرفا اور بلند طبقون تک پہنچایا جائے اور اسکی علمی اصول کی تشریح کی جائے، تعریف کی مستحق ہے، وہ اس فن کے ایک باکمال استاد ہین، اسکو خاص طور سے اصول کے ساتھ اونھون نے سیکھا ہے، اونکا سلسلۂ تعلیم میان تان سین گوالیاری تک پہنچتا ہے، ہمکو خود چونکہ اس فن سے مس نہین، اسلیے نفس تصنیف کے متعلق ہماری لب کشائی کی جرات ایک بے سرا الاپنا ہوگا تاہم سرسری طور پر یہ کہہ سکتے ہین کہ اس فن پر نہایت استیعاب کے ساتھ بحث کیگئی ہے تمام تانون سرون اور سرتونکو بیان کیا ہے، ایک ایک کی تشریح کی ہے اور قدیم اصول کو جدید طریق پر لکھکر بتایا ہے زیادہ تر ہندی موسیقی کو سامنے رکھا گیا ہے، اور اوسی کے اصطلاحات استعمال کئے گئے ہین بیان اور طرز ادا سلجھا ہوا اور صاف ہے تقطیع بڑی صفحات... ، غالباً مصنف کے پتہ سے ملیگی قیمت درج نہین

مطبوعات جدیدہ

نگارستان فارس، شمس العلما محمد حسین آزاد مرحوم کی غیر شائع شدہ تصنیفات کی اشاعت کا سلسلہ اونکے پوتے آغا طاہر صاحب نے شروع کیا ہے، اسی سلسلہ مین آزاد مرحوم کی یہ کتاب بھی شائع کی ہے یہ فارسی شعرار کا مختصر تذکرہ ہے، ارودکی سے لیکر ہندوستان کے شعرائے متاخرین حزین۔ آرزو اور واقف پر تمام کیا ہے، ہر شاعر کے حالات کے ساتھ اوسکے کچھ منتخبات بھی درج کیے ہین، اس نگارستان مین کل ۲۶ شعرا کے تذکرے آزاد نے سجائے ہین، مگر اسین وہ آبحیات کا مزہ نہین، عبارت رنگین نہین صاف اور سیدھی زبان ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آزاد کی ابتدائی تصنیف ہے، تاہم آزاد کی تصنیف ہے، اور اُردو کے تبرکات مین داخل ہے، لکھائی چھپائی کاغذ متوسط، صفحات ۲۳۶ قیمت مجلد و مطلا صہ معمولی سے، پتہ:۔ آزاد بک ڈپو، اکبری منڈی لاہور،

خیالستان، سید سجاد حیدر صاحب معروف بہ یلدرم کی لطیف ادبی فتوحات جدید طبقہ کے دوسرے قلمران ادیب سے کم نہین ہین، وہ ہماری زبان کے پہلے انشا پرداز ہین جنھون نے ترکی ادبیات سے ہمکو آشنا کیا، اور اُردو مین اُس سخت "جان توم کے ادب" "لطیف" کو فروغ دیا، اور اوسکے طرز انشا کو اُردو مین رواج بخشا، احساسات کی لطافت، ترکیب کی ندرت، جدید استعارات کی رنگین نوائی، اور پھر عبارت کی سادگی اور اثر انگیزی اس طرز کا خاصہ ہے، دار الاشاعہ پنجاب نے خیالستان کے نام سے یلدرم کے تمام مضامین کو جن مین زیادہ تر خیالی افسانے ہین، یکجا جمع کر دیا ہے، چھوٹی تقطیع کے ۳۰۰ صفحات پر یہ خیالستان آباد ہوا ہے، قیمت مجلد با تصویر للعہ قیمت بلا جلد عہ، پتہ:۔ دار الاشاعہ لاہور۔

اُردو شاعری، جناب منشی امیر احمد صاحب علوی بی۔ اے جو کسی زمانہ مین ہماری زبان کے ایک انشا پرداز

دیوان حمید، مولانا کا فارسی دیوان مع تصویر ۱۲ر

خرد نامہ منظوم مکالمہ فارسی زبان میں امثال سلیمان کا ترجمہ ہر

مولانا سید سلیمان ندوی

ارض القرآن جلد دوم، اقوام قرآن میں سے مدین اصحاب الایکہ، قوم ایوب، بنو اسمٰعیل، اصحاب الرس، اصحاب الحجر، بنو قیدار، انباط اور قریش کی تاریخ، اور عرب کی تجارت زبان اور مذہب پر تفصیلی مباحث صفحہ ۲۵۱ ۱۲ر

سیرۃ عائشہؓ، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے احوال زندگی قرون اولیٰ کی خانہ جنگیوں کے اصلی اسباب، اور ام المومنین کے فضائل و مناقب اور ان کے اجتہادات و کمالات پر مفصل تبصرہ ضخامت ۳۰۵ صفحے قیمت عہ

لغات جدیدہ، چار ہزار جدید عربی الفاظ کی ڈکشنری عہ

دروس الادب، عربی کی پہلی ریڈر طبع سوم مع ترمیم ۲ر

دوسری ریڈر طبع دوم ہر

رسالہ اہل سنت والجماعت، فرقہ اہل السنۃ والجماعت کے اصولی عقائد کی تحقیق ہر

حیات مالک، امام مالک کی سوانح عمری اور موطأ مالک پر تبصرہ ہر

خلافت اور ہندوستان، آغاز اسلام سے اس عہد تک مسلمانان ہند اور خلفائے اسلام کے تعلقات اور سلاطین ہند کے سکوں اور کتبوں سے اسکا ثبوت، ہر

ہماری عقائد اسلام، ۲ر

مولانا عبد السلام ندوی

سیرۃ عمر بن عبد العزیز، یعنی اموی خلیفہ عمر بن عبد العزیز کی مفصل سوانح عمری اور ان کے عہد حکومت کے تمام علمی مذہبی اور سیاسی کارناموں اور ان کے مجددانہ اعمال کی تشریح و توضیح صفحہ ۱۹۰ قیمت عہ

اسوۂ صحابہ، صحابہ کرام کے عقائد، عبادات، اخلاق اور معاشرت کی صحیح تصویر اور قرن اول کے اسلام کا اصلی خاکہ، اس کا مطالعہ ہر مسلمان کا فرض ہے، صفحات ۳۵۰ قیمت عہ

مولوی عبد الباری ندوی

برکلے اور اس کا فلسفہ، مشہور فلاسفر برکلے کے حالات زندگی اور اس کے فلسفہ کی تشریح مجلد عہ، غیر مجلد عہ

مبادی علم انسانی، مادیت کی تردید میں برکلے کی مشہور کتاب پرنسپلس آف ہیومن نالج کا نہایت مفید اور سلیس ترجمہ جس میں حواس انسانی پر بحث کر کے مادیت کا ابطال کیا ہے، مجلد عہ

مذہب و عقلیات، اس میں پندرہ لائق و مستند یورپین فلاسفر کے بیانات سے ثابت کیا گیا ہے، کہ مذہب و عقل میں تصادم کا امکان ہی نہیں، ۶ر

مولوی عبد الماجد بی اے

فلسفۂ اجتماع: جماعات انسانی کا علم النفس عہ

فلسفہ جذبات، جذبات انسانی کی نفسیاتی تشریح، عہ

تاریخ اخلاق یورپ، لیکی کی اصل ہسٹری آف یوروپین مارلز کا ترجمہ جس میں فلسفۂ اخلاق پر ضمنی مباحث کے علاوہ یورپ کے تدریجی اخلاقی رفتار کی تشریح کی ہے، قیمت جلد اول سے، جلد دوم عہ

مکالمات برکلے، برکلے کے ڈائلاگس کا ترجمہ جو
مکالمہ کی صورت میں، برکلے نے مادیت کا ابطال کیا
ہے، قیمت باختلاف کاغذ عہ و ۱۲ر

پروفیسر سید نواب علی ایم اے

معارج الدین، جدید علم کلام پر ایک مستقل تصنیف ہے
فلسفہ جدید اور مذہب کی باہمی تطبیق پر بہترین تبصرہ عہ ۱۲ر
تاریخ صحف سماوی، توراۃ انجیل اور قرآن مجید کی
جمع و ترتیب کی تاریخ کا باہمی موازنہ اور مخالفین اسلام کے
اعتراضات متعلقہ جمع قرآن کا جواب قسم اول عہ دوم ۱ے
شمع سخن، پروفیسر نواب علی کی اخلاقی قومی و فلسفیانہ نظموں کا مجموعہ ۱۲ر

مولوی محمد یونس فرنگی محلی

سوق الاجتماع موسیو لیبان کی کتاب جماعت انسانی کے اصول نفسیہ کا
اردو ترجمہ صفحہ ۲۳۲، عہ ر

منشی انوار الحق صاحب ناظم تعلیمات بھوپال

حقائق اسلام، اسلامی مسائل کی فلسفیانہ عقلی تشریح عہ ر
تذکرۃ الحبیب یعنی رسول اللہ صلعم کے اخلاق کا مفصل بیان عہ

منشی محمد مہدی صاحب مہتمم تاریخ بھوپال

انسان کا لڑکپن، لڑکوں کے ابتدائی مسائل علم انسان میں ۱ر
رموز فطرت، طبیعات، طبقات الارض، ہیئت اور جغرافیہ طبعی کے
ابتدائی مسائل عام فہم اور سلیس عبارت میں عہ

منشی محمد امین صاحب مہتمم تاریخ بھوپال

بیگمات بھوپال، مصور و مجلد ستے
گیارہ قصے، اخلاقی، معاشرتی و مذہبی ۱ر
نعت پیمبر، عربی فارسی و اردو کی چند نعتیہ نظموں کا مجموعہ ۱ر

پروفیسر محمد سجاد مرزا بیگ دہلوی

الاستدلال، یعنی علم منطق کے اصول نہایت خوبی و عمدگی کے ساتھ
سلیس زبان اور سہل طریقے سے بیان کیے گئے ہیں صفحہ ۲۰۱ ستے
الانسان، یعنی انسان کے تمام قوائے نفسانی و جسمانی اور خصوصیات
طبعی کی علمی تشریح کی گئی ہے صفحہ ۲۱۳، قیمت عہ
تسہیل البلاغت، اردو زبان میں فن فصاحت و بلاغت
اور بدیع پر دلکش اور سہل و آسان کتاب ستے

متفرق کتابیں

یاد ایام، مولانا عبدالحی صاحب ناظم ندوۃ العلماء نے اس کتاب میں گجرات
کی اسلامی تاریخ کے مختلف پہلو دکھائے اور وہاں کے امرا و سلاطین، علما اور مشائخ
کے حالات اور علوم و فنون کی ترقی نہایت تاریخی تحقیق و تفصیل سے لکھی ہے عمر
سیاحت قسطنطنیہ، مولانا شبلی مرحوم کی فرمائش سے نواب
سید رشید الدین صاحب نے مشہور پروفیسر میکس مولر کے سفرنامہ
قسطنطنیہ کا اردو میں ترجمہ کیا ہے، قیمت عہ ر
پیشگوئی، جناب شمس بلگرامی نے اس کتاب میں عربی فارسی اور اردو کے
شعرا اور اولیا کی پیشگوئی کے دلچسپ واقعات کو جمع کیا ہے، قیمت عہ

معارف

(۱) معارف کی سالانہ قیمت عہ ر ہے، قیمت فی پرچہ ۸ر (۲) نمونہ کا پرچہ ۸ر میں وی پی ہوگا (۳) رسالہ ہر ماہ کے آخر میں شائع ہو جاتا ہے
میں عموماً تاخیر نہیں ہوتی، اگر کسی صاحب کے پاس ۲۰ تاریخ تک نہ پہونچے تو دوسرے مہینے کے پہلے ہفتہ تک اطلاع دیں ورنہ دوبارہ
پرچہ بلا قیمت بھیجا جائیگا، ہندوستان سے باہر کے خریدار دوسرے مہینے کی آخیر تاریخ تک اطلاع کریں (۴) جواب طلب امور کے لئے
ٹکٹ بھیجیں یا نمبر خریداری ضرور تحریر کریں، قیمت بھیجنے کے وقت اور نیز دیگر معاملات میں نمبر خریداری ضرور لکھیں، اگر جواب
نہ ملے تو قیمت کی واپسی کی درخواست آنی چاہئے، رسالہ کی کم سے کم قیمت کی قسط منظور نہیں،

منیجر معارف

رجسٹرڈ نمبر اے ۱۵۷

معارف

مجلس دارالمصنفین کا ماہوار علمی رسالہ

مرتبہ

سید سلیمان ندوی

قیمت پانچ روپیہ سالانہ مع محصول

مطبع معارف میں چھپکر

دفتر دارالمصنفین اعظم گڑھ سے شائع ہوا

مجلد دہم	ماہ محرم الحرام سنہ ۱۳۴۱ھ مطابق ماہ ستمبر سنہ ۱۹۲۲ء	عدد سوم

مضامین

شذرات

موسیو لوی مسینا، فرانس کے ایک نامور مستشرق ہین، ان کو علوم اسلامیہ مین سب سے زیادہ تصوف سے دلچسپی ہی، اور صوفیہ مین سب سے زیادہ حسین بن منصور حلاج سے، ادنھون نے حلاج کی ایک تصنیف کتاب الطواسین شائع کی ہی، اور عربی و فارسی مین حلاج کے جس قدر حالات مل سکے ہین، اون کو یکجا کر کے چھپوایا ہی، فرانس کے زمانۂ قیام مین موصوف سے کئی دفعہ ملاقاتین ہوئین، اب ادنھون نے فرانسیسی زبان مین حلاج پر دو ضخیم جلدین لکھی ہین، جن مین حلاج کے متعلق جس قدر لٹریچر ہے اون سب کو اپنی زبان مین منتقل کیا ہی، اور وحدۃ الوجود وغیرہ تمام مسائل کی اور حلاج کے اقوال کی ایک ایک باب مین تشریح کی ہی، موصوف نے یہ دونون جلدین ہدیۃً بھیجی ہین، لیکن افسوس کہ ان اسرار کو "فرانسیسی صوفی" کے سوا کوئی اور نہین سمجھ سکتا، تاہم جہان تک عنوانات پڑھ سکا اوس سے معلوم ہوتا ہے، کہ مؤلف نے بحث کا استقصا اخیر حد تک کیا ہی، علما یورپ جو شغف و ذوق ہمارے علوم و فنون کے ساتھ رکھتے ہین، کاش کہ ہم خود اون کے ساتھ رکھ سکتے۔

اس مہینہ کی ڈاک سے برلن سے ایک نیا فارسی رسالہ ایران شہر ہمارے پاس پہنچا ہے، اس کے اڈیٹر آقا حسین کاظم زادہ مقیم برلن ہین، ہمارے کے بعد یہ دوسرا رسالہ برلن سے شائع ہوا ہی، بالفعل یہ چھوٹی تقطیع کے ۷۰ صفحون پر نکلا ہی، مضامین تمامتر ادبی ہین، رسالہ نے اپنا مقصد، مشرق و مغرب کو باہم شناسا کرنا ظاہر کیا ہی، ٹائپ کی خوبصورتی اور طبع کی صفائی اس قدر دلنشین ہے کہ رشک ہوتا ہے کہ ہندوستان کیون اس جنس سے محروم ہے، ہندوستان مین اس کی قیمت ایک پونڈ سالانہ ہے

اور پتہ یہ ہے: ایرانشہر، برلن ڈبلو، ۳۰، مارٹن لیوتھر اسٹریٹ، ۵۰. Berlin W. 30, Martin Luther Strasse بالفعل ماہوار ہے، آیندہ مہینہ مین دوبار ہو جائیگا، آقا کاظم زادہ نے ایک خط بھی بھیجا ہے جس مین لکھا ہے کہ قدرشناسان ہند اسکی حوصلہ افزائی کرین، فارسی اب تک ہمارے مدارس اور کالجون مین زندہ ہے، اکثر طلبہ اور بعض اساتذہ فارسی رسائل کا پتہ پوچھا کرتے ہین، ایران سے ڈاک کا سلسلہ منتظم نہین، اسلیئے بہتر ہے کہ وہ اِس راستہ کی خریداری کرین،

جدید فارسی و عربی رسائل سے جہان اور بہت سے فوائد حاصل ہوتے ہین، ایک خاص فائدہ یہ حاصل ہوتا ہے کہ جدید اصطلاحات اور یورپین محاورات کے لیئے بہت سے نئے الفاظ ہاتھ آتے ہین، "ماسٹر پیس" کے لیئے اردو مین کسی نے "ادب عالیہ" کا لفظ استعمال کیا، مہدی مرحوم اِس کا ترجمہ "صنعتِ اختراع فائقہ" کیا کرتے تھے، اور اون کی پیروی مین اور لوگ بھی یہ لفظ بولنے لگے ہین، ایرانشہر نے اس کے لیئے "شاہکار" کا لفظ استعمال کیا ہے، جو ہمارے خیال مین دوسرے الفاظ سے زیادہ لطیف و نازک اور اردو کے مزاج کے مناسب ہے،

دولت آصفیہ دکن نادر عربی تصنیفات کے نشر و اشاعت کی جو خدمت دائرۃ المعارف کے ذریعہ سے انجام دے رہی ہے، اوس کا اعتراف نہ صرف ہندوستان بلکہ تمام بلادِ اسلامیہ مین کیا جا رہا ہے، علوم حدیث اور خصوصاً اسماء الرجال کی جس قدر کتابین اِس صیغہ سے شایع ہوتی ہین، وہ کہین دوسری جگہ نہین ہوئی ہین، اس وقت تک دائرہ نے مختلف علوم و فنون کی ۹۵ ضخیم کتابین شایع کی ہین جنمین علم کلام، تصوف، تفسیر، حدیث، ادب، لغت، صرف و نحو، تاریخ، اسماء الرجال کی کتابین داخل ہین، ابھی حال مین وہان سے امام حاکم کی مستدرک علی الصحیحین جو علم حدیث کی ایک نادر الوجود تصنیف ہے،

چھپکر شائع ہوئی ہی، ابھی بالفعل پہلی جلد چھپکر تمام ہوئی ہی اور دوسری جلد زیر طبع ہی، امام یافعی کی مرآۃ الجنان تاریخ وفیات مین بہترین تصنیف ہی، اسی سال وہ دائرہ سے چار جلدون مین چھپکر شائع ہوئی ہی، اس سے پہلے سال علامۂ ذہبی کی مختصر تاریخ دول اسلام چھپکر نکلی تھی۔

جناب مولوی سید علی اصغر صاحب بلگرامی ناظم آثار قدیمہ، سرکار عالی (حیدرآباد دکن) اپنے ایک نوازشنامہ مین مطلع فرماتے ہین کہ اون کے ذاتی کتبخانہ مین کچھ قلمی نوادر موجود ہین، منجملہ اون کے ایک "مصباح المتہجد" فقہ شیعہ مین ایک کتاب ہی، اوس کے مصنف علامہ شیخ ابوجعفر محمد بن الحسن الطوسی ہین، یہ مشہور قدیم مصنف ہین، اور بہت سی تصنیفات یادگار ہین، مثلاً تفسیر طوسی، مجمع البیان، معلوم القرآن تہذیب الاحکام، استبصار، مبسوط، نہایہ، وغیرہ انکی سب سے مشہور تصنیف، فہرست کتب الشیعہ ہے، جو بنگال ایشیاٹک سوسائٹی سے چھپکر شائع ہوئی ہی،

مصباح المتہجد کا قلمی نسخہ درحقیقت متعدد حیثیات سے نادرۂ روزگار ہی، یہ نسخہ صفر ۶۵۵ھ کا لکھا ہوا ہے، اور بجائے سیاہی کے شیرۂ خرما سے اس کی کتابت ہوئی ہی، خط خالص عرب ہی، آخری خلیفۂ بغداد المستعصم باللہ کے مشہور وزیر محمد بن علقمی کی فرمایش سے یہ نسخہ تیار ہوا تھا، اور خود ابن علقمی کے ہاتھ کے دستخط اوسپر ہین، علاوہ برین متعدد اکابر علمائے شیعہ کی نظرون سے یہ نسخہ گذر چکا ہی، چنانچہ شہید اول محمد بن مکی، شہید ثانی زین الدین اور ملا محمد باقر مجلسی کے حواشی اوسپر ثبت ہین، اس نسخہ مین خط کی بھی بعض خصوصیات ہین، مثلاً اضافت کے لیئے یہ (٦) علامت اور علامات جو اِس طرح (۲۲) استعمال کئے گئے ہین، بعض مقامات پر لفظ الف فیھما، اس طرح لکھا ہوا ہی، جس مین کوفی خط کی شان ہی، کاف پر مرکز نہین بنایا گیا ہی، مثلاً ارکان، کل، برکات کو اِس طرح لکھا گیا ہی، ارکات۔ کل۔ برکات،

جنگ عظیم سے قبل یورپ کی آبادی مین مرد وعورت کے درمیان ۱۰۰۰ اور ۱۰۳۰ کا تناسب تھا، اب یہ تناسب آبادی ۱۰۰۰ اور ۱۱۱۱ کا ہو گیا ہی، آخری اعداد کے بموجب یورپ مین مردون کی کل آبادی ۲۲۵۰۰۰۰۰۰ ہے اور عورتون کا مجموعی شمار ۲۵۰۰۰۰۰۰۰ ہی، گویا اناث کی تعداد بہ مقابلہ ذکور کے بقدر ۲½ کرور کے زاید ہی! جو عقلاء وقت، وحکماء عصر اسلام کے جواز تعدد ازدواج کو خلاف عقل وخلاف فطرت ارشاد فرماتے رہتے ہین، وہ براہ کرم ان ڈھائی کرور فاضل عورتون کے لئے موافق عقل ومطابق فطرت پارسایانہ زندگی کا کوئی طریقہ ایجاد فرمائینگے؟

اسی "موافق عقل" و"مطابق فطرت" طرز معاشرت کے نتائج کے سلسلہ مین یہ خبر بھی دلچسپی سے سنی جائیگی کہ الینوئیس (امریکہ) کی عدالت عالیہ، صیغۂ طلاق کے جج، مسٹر سیبتو کے سامنے دو سال کے عرصہ مین ازدواجی زندگی سے متعلق ۶۵۰۰ مقدمات پیش ہوئے، اور ان مقدمات کی نوعیت، نیز اون کی کثرت کا بار اون کے دماغ پر اسقدر پڑا، کہ بالآخر اونھین سستانے کے لیئے ایک طویل رخصت لے لینا پڑی ہی،

غفلت وبیحسی کی انتہا یہ ہی، کہ ہمارے ہموطن وہم قوم اس قسم کے واقعات ہر روز سنتے اور دیکھتے رہتے ہین، پھر بھی حیرت نہین، اور جس لیلائے تہذیب کی یہ کرشمہ سازیان ہین، بدستور اوسی کے مجنون ومفتون بنے ہوئے ہین! لڑکون کے اخلاق اگر غارت ہوتے ہون، لیکن انگریزی کالج کی سند ضرور ہاتھ آجائے، لڑکیون کی عصمت وشرافت اگر خطرہ مین پڑتی ہو تو پڑے، لیکن اونکا انگریزی تلفظ بہرحال "میم صاحبون" کا سا ہونا چاہیئے، دولت، صحت وسکون قلب اگر گھر اون سے رخصت ہو رہا ہو، تو ہو، مگر اس ننگ کو کیونکر گوارا کیا جا سکتا ہی کہ خاندان کا کوئی رکن، حکومت وقت کے کسی

مقالات

انسان اور اُسکی کمزوریان

از
مولوی عبدالرحمٰن نگرامی، ندوی صدر مدرس مدرسہ جامع مسجد کلکتہ

عجائب زار ہستی کی یہ عجیب ترین مخلوق انسان طرح طرح کی متضاد اور متخالف قوتون کا مجموعہ ہے، عالم کائنات مین اسکا سر جتنا ہی بلند ہے اتنا ہی عالم تخلیق مین وہ پست ہے۔ وہ اپنے آپ کو جسقدر قوی، مضبوط، اور اونچا جانتا ہے اسیقدر، وہ اپنی خلقی کمزوریونکے لحاظ سے ضعیف، ناتوان اور نیچا ہے، بے شبہ اسکی عقلی، ذہنی، اور دماغی قوتون کا تفوق سب سے بالاتر ہے لیکن اس کے اس تفوق کی عمارت کچھ ایسی بنیادون پر قائم ہے کہ ذراسی ٹھیس تمام عمارت کو تہ و بالا کر دے سکتی ہے، ایک انسان جو آج سوسائٹی مین اپنی اخلاقی فضیلتون کے باعث نامور اور قابل تعریف ہے کل وہ ایک [illegible] سب کی آنکھون مین کھٹکنے لگتا ہے، اسکی طرف انگلیان اٹھنی شروع ہو جاتی ہین اور وہ شرم و ندامت سے آج کہیں بیٹھ کر مین سر نہین اٹھا سکتا،

مذہبی طور پر اسکی ان کمزوریون کی اصلاح دو طریقون سے کی جاسکتی ہے یا تو بیشمار برائیون کے لئے بے شمار ممانعتین اور ہدایتین دی جائین، اور یا چند ایسی بنیادی برائیون پر انسان کو مطلع کر دیا جائے جنکی اصلاح سے سینکڑون مفاسد کا سد باب ہو جائے۔ ذیل مین چند ایسی چیزون کا ذکر کیا جاتا ہے جنکو قرآن کریم نے خاص طور پر انسانی طبیعت کی کمزوریون مین شمار کرایا ہے اور جنکے متعلق بالیقین کہا جاسکتا ہے کہ ہماری معاشرتی کوتاہیون اور نہ صرف ہماری آپس کی کوتاہیان بلکہ ہمارے بہت سے وہ قصور جو متعلق بہ عبادت ہین

انھین کمزوریون سے پیدا ہوتے ہین اور اگر ہم اپنے مشغول اور سراپا تمنا و آرزو اوقات عمر عزیز مین سے چند لمحے اپنی ان خلقی حالتون پر غور کر لیا کرین تو بڑی اُمید ہے کہ ہمارے نفوس کی بہت سی برائیون کا علاج ہوجائے اور اکثر ہمارے درمیان پیدا ہونیوالے جھگڑے، ایک دوسرے سے بدگمانی اور ذات باری تعالیٰ کے متعلق بہت سی بے ادبیون کا خاتمہ ہو جائے۔

یہی انسان کی کمزوری ہے جو گناہون کا سرچشمہ، برائیون کی بنیاد، اور بدکاریون کی جڑ ہے، دوسری حیثیت مین آکر انسان کے لئے پیغام رحمت، وسیلۂ عفو، اور آیت تخفیف بنگئی يُرِيدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا۔ خدا چاہتا ہے کہ تمہارے بارکو ہلکا کردے کیونکہ انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے،

انسان اپنی اصلی حالت مین، انسان کو اگر تعلیم و تربیت سے علحدہ کر دیا جائے تو وہ صرف ایک مستقیم القامت حیوان باقی رہجائیگا۔ اکبر نے گنگ محل بناکر فطرت انسانی کا جو تجربہ کرنا چاہا اگروہ تاریخی تحقیقات سے ثابت ہے تو اس کے ثبوت کیلئے کافی ہے، اسیطرح محض علم وعقل پر اگر اسکی حیات اور معشیت کا مدار رہے تو اس کے الحاد اور سرکشی کا وہ عالم ہوگا جسکا نمونہ قریب قریب سارے یورپ مین نظر آرہا ہے، ہان وحی والہام کی آبیاری، فطرت کا فیض، بارگاہ قدس کی مہربانیان، اسکا ساتھ دین تو وہ تمام فضائل کا، خوبیون اور اخلاق کا مجسمہ بنجائے، اسکی اصل خلقت ہرقسم کے رنگ روپ، اور نقش و نگار سے عاری ہے، اسکو اسی حال پر چھوڑ دیا جائے تو وہ دنیا کی سب سے زیادہ خوار و ذلیل مخلوق ہوجائے جو حال وقت اور زمانہ کا ہے کہ خود اس کے اندر کوئی خوبی نہین حالات اور کیفیتونکے اعتبار سے زمانہ کو البتہ اچھا اور برا کہا جاسکتا ہے بعینہٖ یہی حال انسانون کا ہے، کہ جب تک وہ وحی والہام کا دامن تھامے رہیگا بھلائی اس کے حصہ مین رہیگی وَالْعَصْرِ۔ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ زمانہ شاہد ہے کہ انسان (اپنی خلقت کے اعتبار سے) نقصان مین ہے، یہ سورۂ مبارک جسطرح تاریخی اور سیاسی عبرت ہے ٹھیک اسی طرح ایک اصولی اور اخلاقی تعلیم ہے۔

عجلت پسندی | عجلت انسان کے خمیر مین ہے، جوش، اشتعال، مسرت، اور غیظ و غضب کے بحران مین وہ کیا نہین کر گذرتا سکون ہوتے ہی ان مختلف جذبات کے نتیجہ مین اسے ندامت اور شرمندگی ہی ہاتھ آتی ہے ہماری موجودہ تحریک آزادی کتنی صعوبتون تکلیفون، اور قربانیونکی طلبگار ہے حصول مقصد کیلئے رفتار کار کے مطابق مدت بھی درکار ہے یہ سب کچھ ہے مگر کارکن نوجوان غفلت شعار ہشیار کس قدر جلدی چاہتے ہین، اپنا تو یہ حال ہے ادھر فریق غالب طاقت کی بدمستی مین پکارتا ہے کہ اگر خداوندی طاقتین برحق مین تو وہ جلد سے جلد کیون نہین ظاہر ہوتین اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُونَ کیا وہ ہمارے عذاب کے بارے مین جلدی کرتے مین بسا اوقات عالم یاس مین لوگ کسی مصیبت ناگہانی، اتفاقی موت، یا آسمانی حادثہ کی دعائین مانگنے لگجاتے ہین یہ اسکی پست ہمتی، بے صبری اور زود پسندی کا نتیجہ ہے وَيَدْعُ الْإِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَاءَهُ بِالْخَيْرِ وَكَانَ الْإِنْسَانُ عَجُولًا انسان بھلائی کی طرح اپنی برائی کے لئے بھی دعا کرنے لگتا ہے کیونکہ انسان عجلت پسند ہے،

اضطراب و اعراض | ہر طبقہ کے انسان اپنے اپنے مرتبہ و منصب کے مطابق مصائب مین مبتلا ہوتے ہین غربا کیلئے فکر و عیال، امرا کیلئے خوف مال، حکومتون کو اندیشۂ زوال، ع جن کے رتبہ ہین سوا ان کو سوا مشکل ہے، سب ہی اپنی اپنی مصیبتون مین خدا کو پکارتے ہین حد ہو گئی کہ الحاد زار یورپ مین بھی کبھی کبھی اسکی جھلک نظر آجاتی ہے۔ جرمنی کا خطرہ پیش آیا تو انگلستان کے گرجے، ہندوؤنکے مندر، اور مسلمانون کی مسجدین ہر ملت و مذہب کی عبادت گاہین سرکاری طور پر دعا کے لئے منتخب کی گئین مصیبت مین یہ عاجزی و انکسار اور دفع مصیبت کے بعد ہی یکقلم خداوندی حقوق کا انکار یا للعجب، اِذَا أَنْعَمْنَا عَلَى الْإِنْسَانِ أَعْرَضَ وَنَأَى بِجَانِبِهِ وَإِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُو دُعَاءٍ عَرِيضٍ - جب ہم انسان پر اپنی نعمتین نازل کرتے ہین وہ اعراض کرتا ہے اور اپنا پہلو بچاتا ہے اور جب مبتلائے مصیبت ہوتا ہے تو لمبی چوڑی دعائین مانگنے لگتا ہے،

دو عجیب حالتین | عالم یاس کی دعا، اور حالت ثروت کا اعراض بھی کیسا عجیب ہے، ایک وقت

تو انسان نا امید اور دوسرے وقت اُمید سے سرشار ہوتا ہے ایشیا مین بہت کم اور یورپ مین بہت زیادہ خودکشی کے جو واقعات روزمرہ پیش آتے رہتے ہین وہ اکثر پہلی حالت کا نتیجہ ہوتے ہین دوسری حالت کم و بیش دونون براعظمون مین اور خصوصیت کے ساتھ ہمارے ملک مین بیشتر پائی جاتی ہے بہت عسرت و فلاکت کی زندگی بسر کرنے کے بعد دیکھا گیا ہے کہ حسن اتفاق، یا قوت بازو سے بہتون نے انفرادی طور پر دولت پیدا کرلی لیکن دولت کے حاصل ہوتے ہی، خدا، انسان، اقربا، قوم، مذہب سب کے حقوق بھول جاتے ہین۔ ان دو حالتون پر بڑی احتیاط سے نظر رکھنا چاہئے کہ بڑا حصہ دنیا کے گناہون کا انھین دو کیفیتون کے علٰحدہ علٰحدہ طور سے پائے جانے یا باہمی امتزاج سے پیدا ہوتا ہے، وَلَئِنْ أَذَقْنَا الْإِنسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنَاهَا مِنْهُ إِنَّهُ لَيَئُوسٌ كَفُورٌ وَلَئِنْ أَذَقْنَاهُ نَعْمَاءَ بَعْدَ ضَرَّاءَ مَسَّتْهُ لَيَقُولَنَّ ذَهَبَ السَّيِّئَاتُ عَنِّي إِنَّهُ لَفَرِحٌ فَخُورٌ۔ اگر ہم انسان کو اپنے پاس سے کوئی رحمت دیتے ہین پھر اس سے نکال لیتے ہین تو پھر وہ ناامید اور ناشکرا بنجاتا ہے اور اگر تکلیف کے بعد اسے آرام نصیب ہوتا ہے تو وہ کہنے لگتا ہے کہ اب تو میری سب تکلیفین رفع ہوگئین وہ خوشی سے پھولا نہین سماتا اور فخر سے بھرجاتا ہے،

الزام اسی طرح انسان نتائج کو اپنے اعمال کی سزا نہین سمجھتا بلکہ کشائش رزق اور تنگی و ضیق کی حالت کو دو عجیب و غریب اثرات کی طرف منسوب کرتا ہے فراوانی رزق کو اپنی خوبی پر محمول کرتا ہے جس کے باعث پروردگار عالم اسکی تعظیم کرتا ہے تنگی رزق پر ناخوش اور خفا ہوتا ہے، فَأَمَّا الْإِنسَانُ إِذَا مَا ابْتَلَاهُ رَبُّهُ فَأَكْرَمَهُ وَنَعَّمَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَكْرَمَنِ وَأَمَّا إِذَا مَا ابْتَلَاهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَهَانَنِ انسان کو جب اسکا پروردگار آزماتا ہے اس پر کرم کرتا ہے نعمتین دیتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میرے پروردگار نے میری تعظیم کی اور جب اُسے آزمائش مین ڈالتا ہے روزی تنگ کردیتا ہے تو کہتا ہے کہ میرے پروردگار نے میری توہین کی،

خودی کا تماشہ | انسان اپنی بہتری کا اتنا خواہان ہے کہ کسی حال مین بھی بھلائی کی دعا اور نیکی کی طلب سے نہین تھکتا لیکن اگر کہین ذرہ برابر بھی اسکی خواہش کے خلاف کوئی امر واقع ہوا تو اس کی امیدون پر اوس پڑجاتی ہے وہ اپنے مقام پر یاس و ناامیدی سے جم کر رہجاتا ہے گویا کہ عمل و فعل کی دنیا سے اسے کوئی لگاؤ ہی نہین - حالات کا رخ بدلا - زمانہ موافق ہوا، مصائب کا بادل چھٹا تو وہ اس کو بھول کر کہنے لگتا ہے کہ یہ جو کچھ ہوا میرے زور بازو اور قوت عمل سے ہوا لَا يَسْأَمُ الْإِنْسَانُ مِنْ دُعَاءِ الْخَيْرِ وَإِنْ مَسَّهُ الشَّرُّ فَيَئُوسٌ قَنُوطٌ وَلَئِنْ أَذَقْنَاهُ رَحْمَةً مِنَّا مِنْ بَعْدِ ضَرَّاءَ مَسَّتْهُ لَيَقُولَنَّ هَٰذَا لِي - انسان کبھی بھلائی کی طلب سے نہین تھکتا مصیبت آتی ہے تو وہ مایوس اور ناامید ہوجاتا ہے اور مصیبت کے بعد جب راحت آتی ہے تو کہنے لگتا ہے کہ یہ جو کچھ ہے وہ میرے سبب سے ہے

ناشکری | ان مختلف کیفیتون کا لازمی نتیجہ ہے کہ انسان کے دل سے خداوند عالم کی نعمتون کا اعتراف اور اس کے انعامات بیکران کا اقرار محو ہوجاتا ہے اور وہ بندۂ ناشکر گذار بنجاتا ہے عموماً ناشکرگذاری ناامیدی کے بعد پیدا ہوتی ہے إِنَّهُ لَيَئُوسٌ كَفُورٌ - وہ انسان مایوس اور ناشکرگذار ہوجاتا ہے، اور یا جب انسان مصائب کے دام سے آزاد ہوکر عارضی خوشحالی مین گھر جاتا ہے تو اسے خدا کی سب سے بڑی عبادت بھی ناشکرگذاری نظر آتی ہے - قرآن مجید مین بطریق مثال بیان کیا گیا ہے کہ لوگ دریائی سفر اختیار کرتے ہین، طوفان آتا ہے، کشتی گرداب فنا مین چکراتی ہے - اضطراب کی حالت مین دعا کے لئے ہاتھ اُٹھ جاتا ہے، لیکن فَلَمَّا نَجَّاكُمْ إِلَى الْبَرِّ أَعْرَضْتُمْ وَكَانَ الْإِنْسَانُ كَفُورًا پھر جب ان کو خشکی کی طرف نجات دیدی تو اعراض کرنے لگے ہو کیونکہ انسان ناشکرگذار ہے،

اجتماعی کیفیت | انسان کی آرزوؤن اور تمناؤن کے نتائج مختلف اشکال، حرص و طمع، جزع

وفزع، منع وبخل، کی صورت مین پیدا ہوتے ہین۔ تنگدستی کے وقت فلاح کے لئے لمبی لمبی دعائین
منتون کا انبار، نذر و نیاز کا تیستارہ۔خیرات کی فراوانی نظر آتی ہے مگر مقصود کے حاصل ہوتے ہی اندیشۂ
فردا، خیال مستقبل، بچون کا فکر آگھیرتا ہے، اس وقت تکمیل منت تو درکنار معمولی سے معمولی ابواب
صدقات بھی بند ہو جاتے ہین۔ اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا۔ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا۔
وَاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا۔ انسان حریص پیدا کیا گیا ہے مصیبت آتی ہے تو گھبرا اٹھتا ہے، دولت
ملتی ہے تو صدقات سے رُک جاتا ہے،

بخل | شاید انسان کی کمزوریون مین اس سے زیادہ عام اور اس سے زیادہ دقیق کمزوریان
دو ہی ایک ہون بخل کی کتنی ہی شکلین ہین جو سخاوت، و اسراف، کی حالت مین بھی پوشیدہ رہتی
ہین۔صلۂ رحمی، سلوک عام، شخصی احسان، قومی چندے، الغرض سب شاخین انسان پوری
کرتا ہے لیکن نفس اس خرچ پر اپنی تنگی ہی ظاہر کرتا رہتا ہے۔ دل ایک قسم کے کرب اور بیچینی
مین مبتلا رہتا ہے ان سب سے بالاتر فکر فردا، اسے اس بری طرح ستاتا ہے کہ وہ زر و سیم کے
انبار رکھتا ہوا بھی افلاس و تنگدستی کو ڈرتا رہتا ہے اور باوجود ہر قسم کی کثرت و ثروت کے خرچ
کرنے کے وقت مال کے ہاتھ سے نکلجانے کا کم سے کم ایک ہلکا سا رنج ضرور محسوس کرتا ہے۔
قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَائِنَ رَحْمَةِ رَبِّيْ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ وَكَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا
کہدو کہ اگر تم لوگ خزائن رحمت پروردگار کے مالک بنا دئے جاؤ تو بھی خرچ ہو جانے کے ڈر سے بخل کرو گے
انسان بڑا ہی بخیل اور کم خرچ ہے،

بیباک نادانی | عالم کی بنیاد موسیقیت پر قائم ہے، موسیقیت عالم محبت کی ایک شیرین ترین
مخلوق ہے، موسیقیت کبھی خاموش ہے اور کبھی گویا انسان ان دونون حالتون کا مجموعہ ہے
وہ فطرۃً سادہ اور بیباک ہے سادگی اسے ہر خوشنما اور دلفریب صورت کا شیفتہ بنا دیتی ہے،

اور بیباکی اسے خطرات مین گھیر دیتی ہے - دنیا کا پہلا انسان پیچیدگیون اور دغا شعاریون سے آزاد تھا لیکن اس کی بیباکیون نے اسے زمین پر پٹیک دیا، اور سادگی نے عقل کے جال مین پھنسا دیا جس بار کو آسمان وزمین نے نہ اٹھایا، نادان انسان نے اسے خوشی کے ساتھ اٹھالیا،

فَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا (اس کو انسان نے اٹھالیا وہ نادان اور بیباک تھا۔

بیباکی حد پر ٹھری رہتی ہے تو وہ کرشمۂ محبت رہتی ہے اور حد سے بڑھجاتی ہے تو ناشکری اور سرکشی بنجاتی ہے، اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ (انسان بیباک اور ناشکرگذار ہے،

دوسری سرکشی | ایک سرکشی تو یہ ہے جس کی بنیاد نادانی وبیباکی ہے دوسری صورت سرکشی کی اس سے زیادہ سخت اور شدید ہے جو انفرادی صورتون مین بداعمال تعیش اور اتلاف حقوق کا موجب بنتی ہے اور اجتماعی حالات مین ایک ظالم حکومت اور جابر سلطنت کے جامہ مین ظاہر ہوتی ہے، دولت انسان کی آنکھون کو خیرہ کردیتی ہے، اور تھوڑی سی رزق کی کشادگی، اسے اپنے معبود اور معبود کے قانون سے بھی الگ کردیتی ہے،

كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى - انسان اپنے آپ کو غنی دیکھکر سرکشی پر آمادہ ہوجاتا ہے

تین چیزین | بااین ہمہ اظہار استغنا، انسانی طبیعت تمول کی خواہشمند اور دولت کی طلبگار ہے اور اس طلبگاری کے ساتھ ساتھ خدا کا ناشکرگذار اور اپنی ناشکرگذاری کا ناقابل جرح گواہ ہے اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ۚ وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ ۚ وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ؕ

انسان اپنے پروردگار کا ناشکرگذار اور خود اسپر گواہ اور مال کا سب سے زیادہ چاہنے والا ہے،

کشمکش | انسان جو اپنی خلقت کے لحاظ سے کمزور پیدائش کے اعتبار سے نازک جسم وتوانائی مین نحیف لیکن اس کی ہرآن ایک کشمکش عام کے لیے وقف ہے اسکی زندگی کا مدار معیشت کا انحصار، اسی تصادم پر ہے تصادم جتبک قائم ہے زندگی کا سانس چلتا ہے تصادم ختم ہوگیا

اور موت کی گہری نیند طاری ہو گئی لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ کَبَدٍ - ہم نے انسان کو ایک مشقت مین ڈال کر پیدا کیا (دائم پابند مشقت ہے)

جدال و نزاع کشاکش کا لازمی نتیجہ ہے کہ انسان، مقابلہ اور مجادلہ کے لئے تیار رہے، مقابلہ ہی ضد سے ہٹ دھرمی، اور عصبیت بیجا کے رذائل پیدا ہوتے ہین یہی باعث ہے کہ جب کبھی اس کے سامنے کوئی بھلی اور نیک بات پیش کیگئی وہ نزاع کے لئے طیار ہو گیا وَکَانَ الْاِنْسَانُ اَکْثَرَ شَیْئٍ جَدَلًا - انسان سب چیزون سے زیادہ جدل پسند ہے۔

آغاز و انجام کمزوریون کے ہوتے ہوئے بھی انسان کی فطرت اپنی ابتدا مین صالح اور نیک رکھی گئی ہے طرح طرح کی آلائشین، گرد و پیش کے واقعات، دنیا کی مصروفیتین اسکی نیکی کو دباتی ہین اور برائی کے پردۂ تاریک سے ڈھانپ دیتی ہین - ہان وحی والہام کی اعانت - ایمان اور عمل ہی ایسی چیزین ہین جو انسان کی یاوری کرسکتی ہین، لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ثُمَّ رَدَدْنَاہُ اَسْفَلَ سَافِلِیْنَ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ۔ ہم نے انسان کو اچھی حالت مین پیدا کیا پھر اس کو نہایت پست درجہ کی طرف لوٹا دیتے ہین مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہون نے عمل صالح کیا ان کے لئے لازوال اجر ہے!!

بقیہ شذرات صفحہ ۱۶۵

اعلی عہدہ پر فائز نہین! جب ان دانشمندون سے سوال کیا جاتا ہی، کہ مغربی ڈگریون اور امتحانات، و مغربی تعلیم و تربیت، مغربی تہذیب و شایستگی کے ساتھ یہ شیفتگی کس بنا پر، اور کن اغراض کے حصول کے لیئے ہی، تو ان کے دلائل کا ترکش تیرون سے خالی نکلتا ہی، اور ان کے اس طرز عمل کی کوئی توجیہ بجز اسکے سمجھ مین نہین آتی، کہ موجودہ نسل سے قبل والی نسل کی آنکھین سحر سامری کی جگمگاہٹ سے جو خیرہ ہو گئی تھین، وہی مرعوبیت آج تک مسلط ہی، سانپ اگرچہ جاچکا ہی، لیکن دلون پر وحشت اسقدر غالب ہی، کہ اُسکی کیچلی کو بھی ہاتھ لگاتے ہوئے دل لرزتا ہی،

الکندی اور اس کا فلسفہ[1]

از

مولوی معتضد ولی الرحمن صاحب ایم۔ اے لاہور

فیلسوف العرب ابو یوسف یعقوب بن اسحٰق الکندی عرب والدین سے کوفہ[2] مین تولد ہوا، وہ اپنا سلسلۂ نسب قدیم کندی رؤساے یمن سے ملایا کرتا تھا، اس کا باپ خلفاء مہدی و رشید کے زمانہ مین کوفہ کا والی تھا۔ اس کے آبا و اجداد سب کے سب کسی نہ کسی صوبے کے حاکم رہے چنانچہ اس کا دادا قبیلۂ کندہ پر حکمران تھا۔ اگرچہ بعد مین وہ حکومت سے دست بردار ہو کر آنحضرت صلعم کے صحابہ کے زمرہ مین شامل ہوگیا۔ اس کا پردادا ابو حارث اصغر پر حاکم تھا۔ اس کے آبا و اجداد کی حکومت ایسا امر واقعی ہے کہ جسمین کسی قسم کے شک و شبہہ کی گنجائش نہین۔ تمام عرب مورخین اور مغربی مستشرقین اس باب مین متفق ہین (ملاحظہ ہو تاریخ الحکما، ابن القفطی جرمن ایڈیشن مطبوعہ ۱۹۰۳ء صفحہ ۳۶۶۔ عیون الانبا فی طبقات الاطبا۔ ابن ابی اصیبعہ مطبوعہ مصر ۱۸۸۲ء صفحہ ۲۰۷۔ عربستان کی ادبی تاریخ مصنفہ مسٹر نکلسن صفحہ ۳۶۱) تعجب ہے کہ ڈی بوئر ایسا عالم متبحر اور فاضل مستشرق اس کو مانتے ہوے ہچکچاتا ہے (ملاحظہ ہو تاریخ فلسفۂ اسلامیہ مطبوعہ لندن ۱۹۰۳ء صفحہ ۹۷) افسوس اس امر کا ہے کہ فاضل موصوف نے اپنے اس عقیدہ کے ثبوت مین کوئی دلیل پیش نہین کی۔ لہذا دیگر مورخین کے اتفاق آرا کے ہوتے ہوئے یہ ماننا ہی پڑیگا کہ وہ واقعی اس عزت کا حقدار ہے جسکو وہ اپنی طرف منسوب کرتا ہے، اس نے اپنی تعلیم کچھ بصرہ

[1] یہ مضمون انگریزی زبان مین بھنڈارکر اورینٹل ریسرچ انسٹیٹوٹ کے سہ ماہی رسالہ بابت جنوری ۱۹۲۱ء مین شائع ہوچکا ہے اب اسپر نظر ثانی اور کچھ اضافہ کرکے ہدیہ ناظرین معارف کیا جاتا ہے، [2] فان ڈایک نے بصرہ اسکا مولد قرار دیا ہے (اکتفاء القنوع بما ہو المطبوع صفحہ ۱۰۱) مگر اور تمام سوانح نگار کوفہ ہی کا نام لیتے ہین۔ اسمین شک نہین کہ اسکا وطن بصرہ تھا۔ مگر اس سے یہ نتیجہ نہین نکالا جاسکتا کہ وہ وہین پیدا بھی ہوا۔ برخلاف اسکے کوفہ زیادہ قرین قیاس ہے۔ کیونکہ جیسا ہمکو معلوم ہے اسکا باپ کوفہ کا والی تھا۔ لہذا فان ڈایک کا بیان صریحاً غلط معلوم ہوتا ہے،

ین حاصل کی مگر تکمیل اسوقت تک نہ کرسکا جب تک کہ اس نے اس وقت کی تہذیب و تمدن کے مرکز یعنی بغداد کی زیارت نہ کرلی۔ بغداد کی آب وہوا اور وہان کے علم وفن کا چرچا اس کو کچھ ایسا بھایا کہ یہین سکونت اختیار کرلی۔ یہان بہت جلد اس کے علم وفضل کا شہرہ ہوگیا۔ آہستہ آہستہ خلیفہ معتصم تک اس کی تعریف پہونچی۔ چنانچہ اس نے فوراً اس کو یونانی کتب کو عربی مین ترجمہ کرنے کی خدمت پر بلالیا۔ یہان ان یونانی تصانیف کو دیکھ کر اس کی آنکھین کھل گیئن۔ وہ یونانیون کی تہذیب اور انکے علم وفن سے اسقدر مرعوب ہوا کہ ان کی مدح سرائی شروع کردی۔ دوسری طرف عباسیونکے دربار کی شان وشکوہ نے اس کو اس بات پر مجبور کیا کہ وہ قدیم عربی تہذیب وتمدن کے مقابلے مین ایرانی تہذیب کو ترجیح دے،

افسوس ہے کہ اس کے اوائل عمر کے حالات سے ہم بالکل واقف نہین۔ اس لیے یہ نہین کہا جاسکتا کہ وہ معتصم کے دربار مین کب تک رہا۔ مگر ان مختصر کوائف سے جو عرب مورخین نے اتفاقاً محفوظ کرلیے ہین ہمکو صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ دربار مین صرف ترجمہ ہی کا کام اس کے ذمے نہ تھا۔ بلکہ اور تراجم کی نظرثانی اور ان کی اصلاح بھی اسی کے سپرد تھی۔ اس کے علاوہ شاہی منجم طبیب اور مالگزاری کے افسر کی خدمات بھی بجالاتا تھا۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس قابل رشک رتبہ پر ہمیشہ نہ رہ سکا خلیفہ متوکل کے زمانے مین علماء دین کا زور ہوا۔ اور زنادقہ اور ملاحدہ کا استیصال شروع ہوا؛ الکندی بھی چونکہ فلسفی مشہور تھا اس لیے اسکو بھی اسی الزام مین ماخوذ کیا گیا؛ اور اس کا بیش بہا اور نادر کتب خانہ بحق سرکار ضبط ہوا۔ جو اس کی اپنی اور خلیفہ کی موت سے کچھ دنون قبل تک واپس نہ ملا۔

افسوس ہے کہ الکندی کی تاریخ وفات سے ہم واقف نہین، وجہ یہ ہے کہ عرب مؤرخین نے اس غریب کیطرف سے بہت بے اعتنائی برتی ہے۔ اور دوسری طرف شامت یہ ہے کہ اس کی تصانیف تقریباً سب ناپید ہین۔ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنی موت کے وقت

وہ دربار کیطرف سے معتوب تھا۔ یا کم از کم اپنے قدیم عالی رتبہ پر متمکن نہ تھا۔ حیرت یہ ہے کہ مسعودی بھی جو اس کا اس قدر مداح تھا اس باب مین بالکل خاموش ہے۔ ڈی بوئر کا خیال ہے کہ وہ ۸۷۳ء کے بعد تک زندہ تھا (صفحہ ۹۹)

جنوبی عرب کا قبیلہ کندہ دیگر ہمعصر قبائل کی نسبت تہذیب و تمدن مین بہت کچھ آگے تھا۔ اس لحاظ سے ابو یوسف کا اس قبیلہ سے ہونا کچھ تعجب خیز نہین۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اہل عرب اسکے وجود پر نازان تھے، چنانچہ اس کو دیگر عجمی فلاسفہ سے ممتاز کرنے کی غرض سے اس کو فیلسوف العرب کہا کرتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ چونکہ وہ درشت خو اور جنگجو عرب مین یگانۂ عصر تھا اس لیے وہ لوگ اسپر جتنا بھی فخر کرتے کم تھا۔ چنانچہ بہت جلد اس کا تبحر علمی۔ اور فلسفی تربیت ضرب المثل ہوگئی۔ اسکو خود بھی فلسفہ سے اسقدر شغف تھا کہ اس زمانے مین سوا اس کے اور کوئی فلسفی کہلانے کا مستحق نہ سمجھا جاتا تھا،

اس کے سحار آفرین قلم نے جس میدان مین بھی آب ریزی کی ہے وہان وہ وہ گل کھلائے کہ باید و شاید وہ نہایت حیرت انگیز اور غیر معمولی دماغ کا شخص تھا، ہر مضمون کو خواہ وہ کتنا ہی سنگلاخ ہو پانی کرکے بہا دیتا تھا، ہر موضوع پر نہایت آزادی اور بے باکی کے ساتھ اپنی رائے ظاہر کرسکتا تھا ابن ندیم نے اس کی تصنیفات مین سے ۲۴۲ کے نام درج کیے ہین۔ جن مین سے اکثر ارسطو کی تصانیف کی شرحین ہین۔ اس کی تصانیف کی تعداد بقید مضامین حسب ذیل ہے۔

کتب فلسفیہ	۲۲	احکامیات	۱۶
منطقیہ	۹	جدلیات	۱۷
حسابیات	۱۱	نفسیات	۵
کریات	۸	سیاسیات	۱۱

موسیقیات	۷	اعداثیات	۱۴
نجومیات	۱۹	ایجادیات	۸
ہندسیات	۲۳	تقدمیات	۵
فلکیات	۱۶	انواعیات	۳۳
طبیات	۲۲	(الفہرست ابن ندیم جرمن ایڈیشن مطبوعہ ۱۸۷۱ء صفحہ ۲۵۵-۲۶۱)	

مگر ان تصانیف کے نامون اور ان کے موضوع پر غور کرنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اس کا دماغ اختراعی نہ تھا۔ وہ علوم متداولہ پر حاوی تھا۔ اس لیے جو کچھ اس نے لکھا وہ گویا ان کا پرتو یا نقش ثانی تھا۔ مثلاً دینیات مین وہ معتزلہ کا پیرو ہے۔ ان ہی کے زیر اثر اس نے انسان کی قدرت عمل اور اس کے ظہور کے وقت پر بہت کچھ طبع آزمائی کی ہے، اس کے ساتھ ہی یہ ایک عجیب بات ہے کہ بعض عقائد و خیالات جو الکندی نے ظاہر کیے ہین اس قسم کے ہین کہ اس زمانہ مین ان کی امید نہین کی جا سکتی۔ اور بعض تو بالکل زمانۂ حال کی تحقیقات و افکار کے موافق ہین۔ مگر اس قسم کے نتائج اخذ کرنے کے لیے اس بات کی ضرورت ہے کہ ہمارے پاس اس کی تمام تصانیف ہون جن کے مطالعہ سے ہمکو مصنف کے اصلی خیالات کا پتہ لگ سکے۔ اور بدقسمتی سے یہی بات ہمکو حاصل نہین، ہو سکتا ہے کہ موافقت لفظی اس کے خیالات کی غلط ترجمانی کرے۔ مثلاً الکندی نے ایک الگ رسالہ مین فلسفہ اور ریاضیات کے تعلق پر بڑی شد و مد کے ساتھ بحث کی ہے۔ اور یہ ثابت کیا ہے کہ بغیر ریاضی کے فلسفہ کو سمجھنا بہت مشکل بلکہ ناممکن ہے۔ اس کا یہ خیال زمانہ حال کی تحقیقات کے عین مطابق ہے۔ لیکن اگر الکندی کی اور تصانیف ہمارے سامنے ہوتین تو ہم یہ معلوم کر سکتے کہ ریاضی مین اس نے کس کس چیز کو شامل کیا ہے، اور وہ تعلق جو اس نے دکھایا ہے اس تعلق سے بالکل مختلف ثابت ہوتا جو آج کل بتایا جاتا ہے۔ "ریاضی" کے مفہوم کا فرق

راجر بیکن[1] کے خیالات سے بالکل واضح ہوجاتا ہے۔ یہ وہ فلسفی ہے جس پر عربی فلسفہ نے بہت بڑا اثر ڈالا تھا۔ اور اس شخص نے ریاضی مین رقص۔ غنا اشارات اور آلہائے موسیقی کے استعمال کو بھی شامل کیا ہے یقیناً عرب فلاسفہ اور اس لیے الکندی نے بھی اس کو انہین معنون مین استعمال کیا ہوگا۔ لہذا اس کے خیالات کو زمانۂ حال کے خیالات کے قریب کہنا خالی از اندیشہ نہین،

فی زماننا اس کی تمام تصانیف ناپید ہین[2]۔ اس وقت اس کی قرابادین دستیاب ہوئی جس کا لاطینی زبان مین ترجمہ ہوا ہے اور ۱۵۳۱ء مین سٹراس برگ مین شائع ہوئی ہے، بارشوی پر اسکی ایک اور تصنیف لاطینی مین ترجمہ ہوکر ۱۵۶۷ء مین شائع ہوچکی ہے۔ اور تیسری علم ہیئت پر ۱۵۰۸ء مین لائپزگ مین طبع ہوئی ہے،

الکندی کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ تبحر علمی اور ژرف بینی کے باوجود نہایت ہی مختصر نویس ہے۔ یہ مسئلہ مدت تک بڑی جوڑی بحثون کا موضوع رہا۔ چنانچہ بعضون نے اسکو بخل سے متہم کیا۔ اور بعضون نے اس کو اسکی کم علمی پر محمول کیا۔ مگر اصلیت یہ ہے کہ یہ نہ بخل کا نتیجہ ہے نہ کم علمی کا۔ بلکہ اس کا اصلی سبب یہ ہے کہ اس کی تصانیف صرف علماء و ماہرین کے لیے تھین۔ اسیوجہ سے اسنے اپنے دلائل کی توضیح و تشریح کو تضیع اوقات سمجھا۔ کیونکہ وہ یہ سمجھتا تھا کہ علماء اور ماہرین کو اسکی ضرورت نہین، اس خیال کا ثبوت اس بات سے بھی ملتا ہے کہ اس نے اپنی تصانیف مین طریقۂ تحلیلی کو اختیار کیا اور بن گرہت منطقی اصول کی چندان پرواہ نہین کی،

ہم پہلے کہہ آئے ہین کہ ہمارے پاس اس کی تصانیف فلسفیہ مین سے کوئی بھی موجود نہین،

---

[1] ۱۲۱۴ء مین پیدا ہوا۔ اور ۱۲۹۴ء مین مرگیا۔ اصل مین ایک انگریز پادری تھا۔ مگر اپنی خداداد ذہانت اور لیاقت سے ریاضیات اور علم الکیمیا مین بہت کچھ نام پایا۔ چنانچہ بارود کی ایجاد اسی کی طرف منسوب کیجاتی ہے شروع شروع اس کو جادوگر سمجھا جاتا تھا۔ مگر بعد مین اس کی قدر ہونے لگی۔ اور آج کل تو گویا اوسکی پرستش ہو رہی ہے،

[2] معارف ... [illegible]

اس وجہ سے اس کے فلسفہ کی باقاعدہ تشریح مشکل اور بالکل غیر شافی ہوگی- البتہ ان پریشان اور پراگندہ کوائف کی مدد سے جو ہم تک پہونچے ہین بعض مسائل پر اس کے خیالات معلوم کرسکتے ہین - حیرت ہے کہ مسلمان مؤرخین اور سوانح نگارون نے بھی اسکی طرف بہت کم توجہی سے کام لیا ہے وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ بعد مین ان کی ایسے ایسے جلیل القدر اور رفیع الشان اشخاص سے واقفیت ہوئی کہ الکندی انکے سامنے ہیچ ہوگیا- وہ اس بات کو بھول گئے کہ الکندی ان قلیل التعداد عربون مین سے ہے جن کے علمی دنیا مین حیرت انگیز کارنامے ہمیشہ کندن کی طرح دمکتے رہین گے، ڈی بوئر یقیناً ہمارے شکریہ کا مستحق ہے کہ اس نے اس کے عقاید کو محفوظ کیا- ورنہ آئندہ نسلین صرف الکندی کے نام یا اس کے سلسلۂ نسب سے واقف ہوتین،

الکندی نے فلسفے کو تین قسمون مین منقسم کیا- ریاضی- طبیعی اور اخلاقی- قسم اول مین اس نے فلسفۂ طبیعی کو بھی شامل کرلیا جسمین فیثاغورثیت جدید اور اشراقیت جدید ایک دوسرے مین مدغم ہوگئین- اس نے فلسفے کی اس شاخ پر اس قدر زور دیا کہ یہ فلسفہ کا مترادف ہوگئی- اس کا یہ خیال اس کے زمانے کے حالات کے عین موافق تھا- اس کے ہمعصرون کا قول تھا کہ ریاضی فلسفہ کا جزو اعظم ہے چنانچہ الکندی بھی اسی کا قائل ہوگیا کہ کوئی شخص اس وقت تک فلسفی ہونے کی صلاحیت نہین رکھتا جب تک کہ اس ریاضی سے واقفیت نہو- مگر جیسا کہ ہم پہلے کہہ آئے ہین اس کے اس خیال کو بھی سمجھنے کے لیے احتیاط کی ضرورت ہے- کیونکہ اس کے زمانہ مین ریاضی مین ان باتونکے علاوہ جو آج کل اس مین شامل ہین اور بہت کچھ داخل تھا، ریاضیات کو اس نے یہانتک اہمیت دی کہ طبیات مین اپنے نظریۂ ادویۂ مرکبہ مین بھی اس سے گریز نہ دیکھا- اس کا خیال تھا کہ موسیقی کی طرح ان ادویہ کی تاثیر بھی نسبت ہندسی پر منحصر ہے- فرق صرف اس قدر ہے کہ موسیقی مین آواز کا تناسب ضروری ہے اور طب مین ہر چہار اوصاف محسوسہ یعنی گرمی- سردی- خشکی اور تری کا تناسب مثلاً اگر ایک دوا اول درجہ مین

گرم کھنی منظور ہو تو اس کے مرکب کی نسبت اس مین دوگنی گرمی ہونی چاہیے۔ علی ہذا القیاس دیگر اوصاف بھی۔ ظاہر ہے کہ اس امر کا فیصلہ حس ذائقہ کے سپرد کیا جائے۔ کیونکہ اس معاملے مین وہی بہترین ثالث بن سکتا ہے، ان خیالات پر غور کرنے سے صاف نظر آجاتا ہے کہ زمانہ حال کے مبیع اور حاسہ کے تناسب کے نفسیاتی نظریہ کی ابتدا ایک ہزار برس قبل الکندی نے کردی تھی۔ اور الکندی کے اس نظریہ کیوجہ سے کارڈن[1] نے اسکو بارہ دقیقہ رس فلاسفہ مین شمار کیا ہے،

الکندی کا خیال تھا کہ دنیا کی تخلیق خدا کا کام ہے۔ مگر اسپر اس کا اثر درمیانی وکلا کی وساطت سے پڑتا ہے۔ جو ایک نظام مین منسلک ہین۔ اس نظام مین اعلیٰ وجود ادنی پر اثر کرتا ہے۔ مگر معلول کا علت پر کوئی اثر نہین ہوتا۔ بظاہر یہ عجیب سی بات معلوم ہوتی ہے مگر ذرا غور سے دیکھا جائے تو اسکی وجہ صاف نظر آجاتی ہے۔ بات یہ ہے کہ علت معلول کی نسبت نظام موجودات مین زیادہ عالی رتبہ ہے۔ اور چونکہ اعلیٰ ادنی پر اثر آفرین ہوتا ہے نہ کہ ادنی اعلیٰ پر۔ اس لیے ظاہر ہے کہ معلول جو ادنی ہے علت پر جو اعلیٰ ہے کوئی اثر نہین کرسکتا، اس کائنات مین الکندی کے خیال کے مطابق ہر جگہ قانون علیت[2] کا دور دورہ ہے۔ اور اسی قانون کی وجہ سے ہم ماضی وحال کی بنا پر استقبال کے متعلق پیشین گوئی کرسکتے ہین۔ اور اس قانون کی عدم موجودگی مین ہمارے تمام علوم استقرائیہ کالعدم ہوجاتے ہین۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ الکندی قانون استقلال قدرت[3] کی طرف سے بھی غافل نہین۔ کیونکہ اگر اس قانون کو نظرانداز کردیا جائے تو قانون علیت بالکل بیکار ہوجاتا ہے اور ہم اس کی بنا پر کسی قسم کی پیشینگوئی کرنے کے قابل نہین رہتے۔ قانون استقلالِ قدرت کا نشا یہ ہے

[1] جیروم کارڈن ۱۵۰۱ء مین پیدا ہوا۔ یہ بڑا مشہور فلسفی اور ریاضی دان تھا۔ ۱۵۷۶ء مین مرگیا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اسنے خودکشی کی۔ کیونکہ اس نے پیشینگوئی کی تھی کہ وہ ۱۵۷۶ء مین مرجائیگا۔ [2] Law of Causation

[3] Law of uniformity of nature

کہ ایک خاص علت ہمیشہ ایک خاص معلول کا باعث ہوگی۔ مثلاً یہ کہ آگ ہمیشہ جلائیگی۔ یہ نہین ہوسکتا کہ آگ کبھی تو جلائے اور کبھی اڑا دے۔ اگر ہم اس قانون کو نہ مانین تو نتیجہ نکلتا ہے کہ ایک علت کسی معلول کا باعث ہوسکتی ہے۔ مثلاً اگر اس وقت آگ نے کپڑے کو جلا دیا تو یہ ضروری نہین کہ کل بھی جلا ہی ڈالے بلکہ ہوسکتا ہے کہ وہ اس کو ہوا کی طرح اڑا دے۔ ایسی صورت مین ظاہر ہے کہ پیشینگوئی بالکل ناممکن ہوجاتی ہے۔ الکندی اسقدر خام علم نہ تھا کہ وہ قانون علیت کو تو قبول کرلیتا اور قانون استقلال قدرت کیطرف سے اپنی آنکھیں بند کرلیتا۔ برخلاف اس کے اسکو ان دونون قوانین پر اس قدر اعتماد تھا کہ وہ یہ کہا کرتا تھا کہ اگر ہم موجودات مین کسی ایک چیز سے اچھی طرح واقف ہون تو ہم اشیا کے سارے نظام کو سمجھ سکتے ہین۔ کیونکہ وہ چیز گویا آئینہ ہوتی ہے جسمین تمام کائنات کا عکس پڑتا ہے،

نظام موجودات مین روح عالی مرتبہ ہے اور تمام فعلیت کا سرچشمہ۔ برخلاف اس کے مادہ بالکل جامد ہے۔ یہ روح کا تابع ہے اور اسی کی خواہشات کے مطابق عمل کرتا ہے۔ اس مین بذاتہ کسی قسم کے فعل کی قابلیت نہین، ان خیالات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ الکندی کے خیالات مین روح و مادہ کی ثنویت پائی جاتی ہے۔ اور جیسا ہم آگے چل کر دیکھینگے۔ وہ تا آخر دم اس عقیدہ پر ثابت قدم رہا۔ اس کے تمام خیالات اسی رنگ مین رنگے ہوئے ہین۔ اس کے نزدیک نفس، روح الٰہی اور عالم مادی اور جسمانی کے مابین ہے۔ اور اسی وجہ سے اس مین دونون کی خصوصیات پائی جاتی ہین۔ اور دونون سے بہت جلد متاثر ہوسکتی ہے۔ یہی نفس، عالم کروی کی تلوین کا باعث ہوتی ہے۔ نفس انسانی نفس عالم سے منفصل ہوتی ہے۔ چنانچہ یہ اپنے تمام افعال مین جسم سے متعلق ہے اور اپنے جوہر مین اس سے بالکل آزاد ہے۔ اس عقیدہ کی مدد سے اب ہم اس سوال کا جواب نہایت آسانی سے دے سکتے ہین کہ اجرام سماوی ہمارے نفس پر کسی قسم کا اثر کرتے ہین کہ نہین۔ ہر شخص تسلیم کرتا ہے کہ ستارے صرف طبعی واقعات تک محدود ہوتے ہین۔ اور اس لیے ظاہر ہے کہ ان پر اثر کرتے ہین مگر

نفس چونکہ روحانی الاصل ہے اس لیے ان کے اثر سے باہر ہے، طبیعی واقعات مین خواہ وہ کسی قسم کا تغیر پیدا کرین مگر نفس پر وہ بالکل اثر نہین کر سکتے،

اب سوال یہ ہے کہ نفس کی ماہیت کیا ہے؟ نفس کی ماہیت چونکہ روحانی ہے اس لیے ظاہر ہے کہ یہ بسیط اور غیر فانی جوہر ہے۔ عالم عقل اس کا اصلی وطن ہے۔ اگرچہ یہ عالم حواس مین نازل ہے مگر پھر بھی اپنے اصلی وطن کیطرف سے غافل نہین۔ اس کو اپنے گذشتہ حالت مستحضر ہے یہ ہمیشہ مشتاق وطن رہتی ہے کیونکہ عالم حواس مین اس کی اکثر خواہشات پوری نہین ہوتین۔ ہمارا روزمرہ کا تجربہ شاہد ہے کہ عالم حواس مین کوئی چیز ساکن و دائم نہین، ہر چیز تغیر پذیر ہے۔ دوام و استقلال صرف عالم عقل ہی مین پایا جاتا ہے۔ لہذا اگر ہم چاہتے ہین کہ ہماری خواہشین پوری ہون اور ہم اپنی مرغوب چیز سے محروم نہ رہین تو ہمکو نعما عقل کیطرف متوجہ ہونا چاہیے۔ کیونکہ صرف یہی غیر فانی اور دائمی ہین۔ عالم مادی گویا ظل سحاب ہے۔ اور اس واسطے اس کی خواہش کرنا ایک غیر موجود چیز کی خواہش کرنا ہے،

الکندی کا نظریۂ علم بھی اس کی ثنویت روح و مادہ کے عین مطابق ہے، اسکا خیال ہے کہ ہمارا علم یا حواس کے ذریعہ سے حاصل ہوتا ہے۔ یا عقل کے ذریعہ ان دونون ذرائع مین فرق یہ ہے کہ حواس سے ہمکو ایک جزئی یا مادی صورت کا علم ہوتا ہے اور عقل کلی یا روحی کا تخیل پیدا ہوتا ہے، ان دونون کے بین بین ہے اور اسیواسطے اس کو قوت واسطی کہا جاتا ہے۔ ان خیالات سے ظاہر ہے کہ الکندی نہ تابع تصوریت ہے اور نہ قائل "حسیت" بلکہ اس کی جگہ ان دونون مسلکون کے بین بین ہے۔ تحصیل علم مین وہ دونون ذرائع پر برابر زور دیتا ہے۔ لہذا اس کے نزدیک ان دونون ذرائع مین سے ایک کو ماننا اور دوسرے کو نظر انداز کرنا کائنات کے متعلق غلط علم کا مترادف ہے۔ کیونکہ اگر ہم عقل کو نظر انداز کر دین تو ہمکو کلی علم نہین ہو سکتا اور اگر حواس کیطرف سے آنکھین بند کر لین تو ہمارے پاس جزئی کو معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ نہین رہتا۔

الکندی کے اس نظریۂ علم سے اس کے عقیدۂ عقل کو سمجھنے مین بہت مدد ملتی ہے۔ بعد کے فلاسفۂ اسلام نے اس پر یہان تک زور دیا کہ یہ انکے فلسفہ کی ایک نمایان خصوصیت بن گئی عیسائی قرون متوسطہ مین کلیات کی بحث نے خارجی اور علمی مذاق کو ترقی دی اسی طرح مسلمانون کے نفس کے متعلق موشگافیون نے تربیت عقلی کی فاعلی ضرورت کو نمایان کر دیا۔ اس بحث مین الکندی نے صرف اتنا کیا کہ اس مسئلہ کو معرض بحث مین لے آیا۔ اور متاخرین کی طبع آزمائی کے لیے مواد چھوڑ گیا،

الکندی نے عقل کی چار قسمین کی ہین۔ اول وہ روح جو ہمیشہ حقیقی رہتی ہے۔ اور جو اس جہان کی ہر روحانی چیز کی علت اور جوہر ہے۔ ظاہر ہے کہ سوائے خدا کے اور کوئی نہین ہو سکتا، دوم وہ روح جو نفس کی قابلیت یا قوت استدلال ہے، سوم وہ روح جو نفس انسانی کی ملکیت یا اس کی عادت (۹) ہے۔ اور جسکو نفس اس طرح استعمال کر سکتا ہے جس طرح ایک مصنف اپنے فن کو اور چہارم وہ فعلیت ہے جس کی بدولت نفس کی ایک باطنی یا فاعلی حقیقت ایک خارجی حقیقت سے جا ملتی ہے۔ عقل کی اس قسم سے یقیناً الکندی کی مراد خود عقل انسانی ہے۔ کیونکہ اس کی وساطت سے وہ اپنے خیال کو حقیقت بنا سکتا ہے۔ اس کا خیال اس کے فعل ہی کے ذریعہ ظاہر ہوتا ہے ا الکندی کا عقیدہ ہے کہ یہ غیر فانی روح قوت کو عادت مین منتقل کر دیتی ہے۔ یا بالفاظ دیگر محض ممکن کو حقیقی بنا کر پیش کرتی ہے۔ عقل کے اس چہارگانہ نظام سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اصلی روح علیۂ الٰہی ہے اور اسی واسطے عقل کی تیسری قسم کو عقل مستفاد کہا جاتا ہے۔ عقل مستفاد کا یہ عقیدہ فلاسفۂ قدیم کے عین مطابق ہے۔ ان کا یہ خیال تھا کہ اشیاء کے متعلق ہمارا تمام علم ایک ایسے ماخذ سے ماخوذ ہونا چاہیے جو موجود فی الخارج ہو، قدمار کا یہ عقیدہ اسی صورت مین عربی مین آیا اور یہان عیسائی فلسفہ مین منتقل ہو گیا،

انسان کی فطرت مین ہے کہ وہ تمام ارضی صفات کو خدا کی طرف منسوب کرتا ہے۔ اگرچہ وہ

اتنی احتیاط کرتا ہے کہ وہ صفات بہترین صفات ہون۔ مثلاً مسلمان علمائے دینیات نے انسان کے اخلاقی افعال کو الٰہی فاعل کیطرف منسوب کئے ہین۔ مگر فلاسفہ کا خیال ہے کہ علم عمل سے بہتر اور اہم ہوتا ہے۔ کیونکہ موخر الذکر کا تعلق عالم حواس سے ہے جو متغیر اور فانی ہے۔ اور خود انسان سے ظہور پذیر ہوتا ہے۔ اس کے برخلاف علم یا عقل نظری الٰہی ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے علم یقیناً عمل سے بہتر ہے،

الکندی کا عقیدۂ عقل اسکندر افرودیسی کے عقیدہ سے بہت کچھ متاثر ہوا ہے۔ ان دونون مین فرق یہ ہے کہ اسکندر ارسطو کا ہم خیال ہوکر عقل کو تین قسمون پر منقسم کرتا ہے اور الکندی چار پر۔ الکندی کے اس چہار گانہ نظام مین دو باتین خاص طور پر قابل غور ہین۔ اول تو الکندی کا چار کے عدد پر اسقدر زور دینا۔ کیونکہ یہی ایک دلیل ہے اس امر کی کہ اس نے فیثاغورثیت جدید اور اشراقیت جدید کو ایک دوسرے مین ضم کردیا۔ اور دوسرے یہ کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ الکندی نے الفارابی کی طرح افلاطون اور ارسطو کو ہم خیال ثابت کرنے کی کوشش کی ہے،

اوراق ماقبل مین ہم نے الکندی کے فلسفہ پر کسیقدر تفصیل کے ساتھ بحث کی ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اب آخر مین اس کا خلاصہ پیش کردیا جائے۔ ہمارے گذشتہ بیانات سے یہ واضح ہوچکا ہوگا کہ الکندی اپنے معتقدات دینیہ مین معتزلہ کا پیرو ہے۔ اور فلسفہ مین اشراقیت جدید کا قائل۔ مگر اس اشراقیت کے ساتھ فیثاغورثیت جدید بھی شامل ہے۔ اس کا ریاضی کو اہمیت دینا صاف بتلا رہا ہے فیثاغورثیت نے بھی اس پر اثر کیا۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ اس کے تمام خیالات اشراقیت جدید کے مطابق ہین۔ وہ سقراط کی بہت قدر کرتا تھا۔ چنانچہ اس نے اس کے سوانح عمر اسکے انجام اور اس کی تعلیمات پر بہت کچھ لکھا ہے،

روایتہً اس کو مسلمانون مین سب سے پہلا مشائی کہا جاتا ہے اور اس کی تعلیمات وخیالات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خیال بالکل بے بنیاد نہین۔ جیسا کہ ہم پہلے کہہ آئے ہین اس کی

تصنیفات کی فہرست مین ارسطو کا نام خاص طور پر نمایان ہے۔ اصل یہ ہے کہ چونکہ وہ یونانی کتب کا عربی مین ترجمہ کرنے مین مصروف رہا اس لیے اس کو ارسطو کے مطالعہ کرنے کا خاص موقعہ ملا۔ اور لہٰذا اگر اس نے اس سے کچھ حاصل کیا تو کوئی تعجب کی بات نہین۔ مگر اس کے ساتھ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ وہ اس قسم کا آدمی نہ تھا کہ محض ترجمہ ہی پر قناعت کرتا۔ چنانچہ اس نے ارسطو کی تصانیف کے مشکل حصون کی تشریح کی اور ان کی اصلاح کی جہان کہین اس نے دیکھا کہ مطلب واضح نہین ہے وہین تشریحی و توضیحی بیانات سے مطلب صاف کر دیا۔ لہٰذا ارسطو کا یہ بالاستیعاب مطالعہ ہی اس بات کی کافی دلیل ہے کہ الکندی پر اس کا بہت اثر پڑا۔ الکندی کے معتقدات کہ دنیا بالقوہ اصلاح پذیر ہے نہ کہ بالفعل اور یہ کہ حرکت مسلسل ہے اور اسی قبیل کے اور بیانات ظاہر کرتے ہین کہ ارسطو نے اسپر بہت اثر کیا ہے۔ اس کے علاوہ اگر ہم اُن حالات و کوائف پر غور کرین جن مین اس کی علمی ترقی ظہور پذیر ہوئی اور ان اثرات کو ملحوظ رکھین جن کے ماتحت اس نے اپنی متاہلانہ زندگی بسر کی تو ہم کسی طرح بھی اس سے انکار نہین کر سکتے کہ شائی تھا۔ مگر اس کے ساتھ ہی اشراقیت جدید کے اثر سے بھی انکار نہین کیا جا سکتا۔

الکندی کا اثر فلسفۂ متداولہ پر زیادہ تر اس کے خیالات ریاضی نجوم۔ جغرافیہ اور طب کی وساطت سے پڑا۔ اس کے شاگردون مین سے سب سے مشہور اور فائق احمد ابن محمد الطیب السرخسی تھا یہ شخص خلیفہ معتضد کا دوست اور اس کا ایک عہدہ دار تھا۔ اس نے کیمیا اور نجوم کا مطالعہ کیا اور خالق کل کی عقل اور اس کی قدرت کا علم عجائباتِ مخلوقات سے حاصل کرنے کی کوشش کی۔ وہ خلیفہ کی متلون مزاجی اور لاپرواہی کا شکار ہو کر ۸۹۹ء مین مرگیا۔ اس کا ایک اور شاگرد ابو معشر تھا۔ یہ نجوم کا ایک مشہور ماہر تھا۔ اپنی عمر کے سینتالیسوین سال تک وہ فلسفہ کا سخت مخالف رہا۔ لیکن الکندی کی تصانیف نے اس پر جادو کا اثر کیا چنانچہ وہ بھی آخر کار اسی طرف راجع ہو گیا۔ یہ ۸۸۵ء

مین مرگیا۔ معلم ثانی ابونصر فارابی کا نام بھی اس کے شاگردون کی فہرست مین لیا جاتا ہے اگرچہ وہ اس کا باقاعدہ شاگرد نہ تھا۔ مگر اسپر اس کا اثر اتنا پڑا تھا کہ شاگرد کہنا کچھ بیجا نہین فارابی نے اپنے پیشرو کی تعلیمات کو واضح کردیا اور اس طرح ابن سینا کے لیے راستہ صاف کردیا۔

سلہ اس مضمون کے وقت حسب ذیل کتب راقم کے پیش نظر تھین،

۱۔ الکفار القنوع باہوالمطبوع۔ فان ڈائک۔

۲۔ تاریخ الحکماء ابن القفطی۔ جرمن ایڈیشن ۱۹۰۳ء

۳۔ عیون الانبا فی طبقات الاطبا۔ ابن ابی اصیبعہ مطبوعہ مصر،

۴۔ الفہرست۔ ابن ندیم۔ جرمن ایڈیشن ۱۸۷۱ء

۵۔ تاریخ فلسفہ اسلامیہ۔ ٹی جے ڈی بوئر مطبوعہ لندن ۱۹۰۳ء

۶۔ تاریخ ادبیات عرب کلیمنٹ ہوا۔ مطبوعہ لندن ۱۹۰۳ء

۷۔ تاریخ فلسفہ۔ لوئی۔ مطبوعہ لندن ۱۸۶۷ء

تاسی کے تذکرۂ شعرائے اُردو
کے
چند اوراق

از مولوی محفوظ الحق صاحب بی اے

۲

اُردو اور ہندی کی تھوڑی سی تعریف بیان کرنے کے بعد ہمارا فرنچ مستشرق کہتا ہے :-

"چنانچہ یہی (ہندی و اُردو) وہ لٹریچر ہے جسکی یورپ کو خبر نہین، لیکن آج مین اُس کے کنز ہای مخفی کو آپ کے سامنے پیش کرتا اور نظم و نثر کے ان جواہر ریزدنکو چن دیتا ہون، کہ علمی دنیا اُنکی واقعی قدر و قیمت کر سکے۔ اس غرض کی تکمیل کے لیے مین نے سیکڑون اُردو کتابونکی ورق گردانی کی اور انکا بغور مطالعہ کیا ہے، اور جتنی قلمی کتابین ملسکین ان سب سے مواد جمع کیا ہے۔ چنانچہ اسی خیال سے مین نے تین بار انگلستان کا سفر اختیار کیا، اور عام و خاص جتنے کتب خانون مین اُردو تالیفات و تصنیفات کا پتہ ملسکا اُنکی سیر کی اور وہان کے ذخیرون کو دیکھا یا ان مین اس امر کا واقعی اعتراف کرتا ہون کہ ہر جگہ میرا استقبال بڑی گرمجوشی سے کیا گیا، اور جو امداد ممکن ہو سکتی تھی وہ ہمین دی گئی۔ اُردو کتابونکا بہترین مخزن ایسٹ انڈین آفس لائبریری ہے یہان لائیڈن فنڈ کا کتب خانہ سب سے زیادہ آراستہ و پیراستہ ہے۔ ڈاکٹر لائیڈن فورٹ ولیم کالج مین اُردو کے ممتحن تھے اور اس زبان کے بہت بڑے سرپرست بھی تھے، اگر ڈاکٹر موصوف کی طرح دوسرے مستشرقین بھی اُردو تالیفات و تصنیفات کا کافی سرمایہ جمع کر لیتے تو مین علمی دنیا کے آگے اُردو شعرا اور مصنفین کی اس سے بہتر اور زیادہ جامع و مکمل فہرست پیش کر سکتا۔ بہرکیف!

جو تذکرے فراہم ہو سکے انہین سے مین نے استفادہ حاصل کیا۔ اس جگہ میرے بعض احباب شاید مجھپر یہ اعتراض کرین کہ بعض دوسرے تذکرہ نویسون کی طرح مین نے بھی بعض غیر معروف شعرا کے حالات وواقعات کو چند سطرون پر ختم کر دیا ہے، لیکن مین نے یہی مناسب سمجھا کہ گو دو چار سطرین ہی کیون نہ سہی لیکن اُنکا ذکر کر دینا ضرور ہے کیونکہ کہین ایسا نہو کہ وہ بالکل گمنام رہجائین،

اس موقع پر مین حروف تہجی کے اعتبار سے اُن تمام تذکرون اور گلدستون کا ذکر کر دینا چاہتا ہون جو شعرا و مصنفین کے حالات پر مشتمل ہین، اور جن مین سے اکثر ایسے ہین جو یا تو ہمین دستیاب ہو سکے یا کم از کم ہمین اُنکا پتہ چل سکا، لیکن ان تالیفات و تصنیفات اور انکے مولفین و مصنفین کے تفصیلی حالات کے لیے آپکو اس کتاب کے "سوانحی" حصہ کو ملاحظہ کرنا ہوگا۔ وہو ہذا،

(۱) عیار الشعرا، مصنفہٗ خوب چند ذکا۔ ذکا نے یہ تذکرہ اپنے آقا میر نصیر الدین نصیر عرف میر کلن کے فرمایش پر ۱۲۴۷ھ (۱۸۳۲ء) مین یا یون کہیے کہ ۱۲۰۷ھ (۱۷۹۲ء) اور ۱۲۴۷ھ (۱۸۳۱ء) درمیان تالیف کیا مولّف کا خود بیان ہے کہ اس تذکرہ کی ترتیب مین اُسنے تیرہ سال محنت کی۔ ڈاکٹر اسپرنگر کو ذکا کے پوتے سے پتہ ملا کہ ذکا نے ۱۸۴۶ء مین قضا کی،

ذکا کا تذکرہ بھی ان چند تالیفات سے ہے جن کے متعلق میرے معلومات محدود ہین۔ یہ تذکرہ فارسی مین ہے، اور اکثر شعرا کے کلام کا نمونہ بھی پیش کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر اسپرنگر کے پاس اسکا ایک قلمی نسخہ موجود ہے جو تقریبًا ہزار اکیڈو صفحون پر ختم ہوا ہے، اور ہر صفحہ مین ۱۵ سطرین ہین۔ مسٹر موصوف کا بیان ہے کہ یہ تذکرہ بیجا تنقید اور اغلاط سے پاک ہے۔ واقعی یہ عجیب چیز تھی لیکن افسوس ہے کہ یورپ مین اسکی ایک جلد بھی موجود نہین۔

(۲) چمنِ بے نظیر یا "مجمع الشعرا" ایک ہی کتاب کے دو حصون کا نام ہے، جو علی الترتیب ۱۲۶۵ھ (۱۸۴۸ء) اور ۱۲۶۶ھ (۱۸۴۹ء) مین بمبئی سے چھپکر شائع ہوئے اوّل الذکر کے

موٴلف محمد حسین بن داود دوسرا محمد ابراہیم کی تالیفات سے ہے، اور غالبًا یہی وہ شخص ہے جسنے انوار سہیلی (مطبوعہ مدراس ۱۸۲۴ء) کا دکھنی ترجمہ شائع کیا۔ یہ دونون تذکرے ۲۴۹ صفحات پر ختم ہوئے ہین اور انمین ۱۸۷۔ اُردو شعرا کے کلام کا انتخاب درج ہے،

(۳) **مجموعۂ مقبول نبی** جو ۳۰۰ شعرا کے ۶۰۰۰ اشعار پر مشتمل ہے۔ افسوس ہے کہ مین اسکے متعلق کچھ زیادہ نہین لکھ سکتا کیونکہ یہ بیان محض حافظہ کی بنا پر ہے۔ عرصہ ہوا کہ اسکا ایک قلمی نسخہ جو خاص میرا تھا احباب کے نذر ہوگیا،

(۴) **دیوان جہان**۔ اسکا موٴلف اگرچہ ہندو ہے لیکن اسنے یہ تذکرہ اُردو مین لکھا ہے، واقعہ ہے کہ اپنی اس کتاب کی تالیف مین مین نے اس تذکرے سے بہت مدد لی ہے لیکن اسکا انداز تذکرہ کا نہین بلکہ گلدستہ کا معلوم ہوتا ہے۔ اسمین تقریبًا ڈیڑھ سو شعرا کے مختصر حالات موجود ہین مگر کلام کا نمونہ بہت زیادہ دیا گیا ہے،

(۵) **گلدستۂ حیدری**۔ محمد حیدر بخش حیدری نے یہ تذکرہ اپنے نام پر لکھا ہے۔ اسمین قصون کے علاوہ دیوان بھی شامل ہے اور پھر اُردو شعرا کا تذکرہ بھی ہے،

(۶) **گلدستۂ نازنینان**۔ یہ کتاب میرے مشہور ہمعصر مولوی کریم الدین کی تالیفات سے ہے جسمین مشہور مصنفین اُردو کے کلام کا انتخاب دیا گیا ہے،

(۷) **گلدستۂ نشاط** از مضطر۔ مین اس کتاب سے بے حد مستفید ہوا ہون۔ یہ علم بلاغت کی اچھی کتاب ہے۔ اس مین ہندوستان کے فارسی شعرا کا کلام بطور مثال پیش کیا گیا ہے اور مختلف اصناف سخن کے تحت مین اُردو شعرا کا کلام بھی وافر طور پر موجود ہے،

(۸) **گلستان ہند** موٴلفہ کریم الدین۔ یہ کتاب دلچسپ قصّون اور اچھوتے محاورات و اصطلاحات کا مجموعہ ہے جو ۸ باب یعنی "۸ گلشن" پر مشتمل ہے، اور آخری باب مین بہت ہی اعلیٰ

نظمونکا انتخاب بھی دیا گیا ہے، جو یاد کرنے کے لائق ہین،

(۹) **گلستانِ مسرت**۔ یہ ایک دلچسپ گلدستہ ہے جو مصطفےٰ خان دہلوی مالک مطبع مصطفائی کی تالیف ہے اس مطبع سے اُردو مولفین و مصنفین کی بہت سی کتابین شائع ہو چکی ہین،

(۱۰) **گلستانِ سخن** از مبتلا (کاظم)

(۱۱) **گلستانِ سخن** اول الذکر نام کا دوسرا تذکرہ ہے جو دلّی کے شاہی خاندان کے شہزادہ قادربخش صابر کی تالیف ہے،

(۱۲) **گلشن بیخار** از محمد مصطفےٰ خان شیفتہ اس تذکرہ کا ایک نسخہ مجھے ۱۸۴۵ء مین ملا تھا، اسمین ۶۰۰-اُردو شعرا کا حال اور انکے کلام کا انتخاب موجود ہے۔ اس نئے ایڈیشن مین جو کچھ اضافہ ہوا ہے ا وسین اس کتاب سے مین نے بہت مدد لی ہے،

(۱۳) **گلستان بیخزان** مندرجہ بالا تذکرہ کا اُردو ترجمہ ہے جسکو غلام قطب الدین باطن نے شائع کیا ہے،

(۱۴) **گلشن ہند** از مرزا علی لطف دہلوی۔ یہ تذکرہ بہت دلچسپ ہے اسمین ۶۰ اُردو شعرا کے حالات کو بڑی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے اور انکے کلام کا انتخاب بھی دیا گیا ہے یہ کتاب میرے لیے بہت مفید ثابت ہوئی۔

(۱۵) **گلزار ابراہیم** از علی ابراہیم اس تذکرہ مین ۳۰۰-اُردو شعرا کا ذکر مع انتخاب کلام کے ہے، مین اس تالیف سے بیحد مستفید ہوا ہون،

(۱۶) **گلزار مضامین** از مرزا جان طپش یہ کتاب اِس مشہور مصنف کی بعض چھوٹی نظمونکا مجموعہ ہے لیکن اسمین تذکرہ کی شان پیدا ہوگئی ہے کیونکہ دیباچہ مین مصنف نے اُردو شاعری پر ایک سطحی نظر ڈالی ہے اور جن شعرا نے اس زبان کو پروان چڑھایا ہے اُنکی زندگی کا

مختصر خاکہ بھی دیاہے،

(۱۷) انتخاب دواوین یا "خلاصۂ دواوین" مولفہ امام بخش صہبائی دہلوی۔ سچ پوچھیے تو یہ ایک اچھا خاصہ گلدستہ ہے، لیکن انتخاب کلام کے ساتھ چونکہ شعرا کے حالات زندگی بھی اُردو مین دیے گئے ہین اسلیے اسکو تذکرہ کہنا نامناسب نہوگا،

(۱۸) معیار الشعرا قدیم وجدید شعرا کے کلام کا ایک دلچسپ مجموعہ ہے جو آگرہ سے مہینہ مین دوبار شائع ہوتاہے اسکے اڈیٹر منشی قمر الدین گلاب خان (؟) المتخلص قمر ہین۔

(۱۹) مسرت افزا، از ابوالحسن الہ آبادی یہ تذکرہ میرے پاس موجود ہے مین منشی ناتھ بلند مرحوم کا ممنون ہون کہ انہون نے از راہ کرم سرڈ بلیو اوسلے کے قلمی نسخہ سے میرے لیے اسکو نقل کر دیا تھا، یہ نسخہ اب اکسفورڈ مین موجود ہے،

(۲۰) مجالس رنگین از مولفہ رنگین اس کتاب مین مؤلف نے کل ہمعصر شعرا کے کلام پر تنقیدی نظر ڈالی ہے،

(۲۱) مجموعۂ نغز مولفہ سید ابوالقاسم قاسم دہلوی۔ اس تذکرہ سے مَین بیحد مستفید ہوا ہون اور خصوصًا اس دوسرے اڈیشن کی ترتیب مین مین نے اس سے بہت مدد لی ہے، عام تذکرون کے مقابلہ مین اسکی خصوصیت یہ ہے کہ قاسم نے شعراء مصنفین کا صرف نام نہین گنایاہے بلکہ انکے کلام کی تعداد بھی بہ ترتیب لکھدی ہے۔ سرور و شیفتہ کی طرح اگرچہ یہ تذکرہ ضخیم نہین لیکن یہ ضرور ہے کہ شعرا کے حالات وواقعات زیادہ فراہم کیے گئے ہین اور کلام کا نمونہ بھی علحدہ دیا گیاہے، اور یہی وہ خوبی ہے جس سے دوسرے تذکرے عاری ہین

(۲۲) مجموعہ انتخاب، مولفہ فقیر شاہ محمد کامل۔ اس نئے اڈیشن کی ترتیب مین ہین اس تذکرہ سے ۵ شعرا کا حال ملا جو بہت دلچسپ ہے، افسوس ہے کہ اسکا قلمی نسخہ جو میرے پاس موجود ہے

خوشخط اور نستعلیق ہونیکے باوجود اغلاط سے پُر ہے اسی وجہ سے ہمین شعراکے کلام سمجھنے مین سخت وقت ہوئی۔

(۲۳) مجموعۂ واسوخت، مختلف شعراکے بیس واسوختون کا یہ دلچسپ مجموعہ ۶۸ صفحات پر ختم ہوا ہے یہ گلدستہ ۱۲۶۱ھ (۱۸۴۹ء) مین بمقام لکھنؤ طبع ہوا اصل مضمون حاشیہ پر درج ہے،

(۲۴) مخزن نکات یا نکات الشعرا مولفہ قیام الدین قائم یہ تذکرہ تین حصون (طبقات) مین منقسم ہے طبقات الشعرا نامی ایک دوسرا تذکرہ بھی اسی طرز پر لکھا گیا ہے، جسکا مفصل حال آیندہ صفحات مین آئیگا،

(۲۵) "مختصر احوال مصنفین ہندی (اُردو) کے تذکرون کا" اسکا دوسرا نام "رسالہ در باب تذکرہ جات" ہے یہ ذکاء اللہ دہلوی کی تالیف اور میری کتاب "ہندوستانی مصنفین" کا ترجمہ ہے،

(۲۶) نکات الشعرا، مؤلفہ میر تقی میر، اُردو شعرا کا یہ قدیم ترین تذکرہ اوراٹھارہوین صدی کے بہترین شاعر کی تالیفات سے ہے، اسکا مکمل اور تفصیلی حال مین سوانحی حصہ مین بتاؤنگا اور وہین انکے کلام کا انتخاب بھی پیش کرونگا۔

(۲۷) روضۃ الشعرا مولفہ محمد حسین کلیم اس مین اُردو شعرا کا حال نظم مین لکھا گیا ہے، اسطرح اسکو بھی تذکرہ کا لقب دیا جا سکتا ہے،

(۲۸) سراپا سخن مصنفہ محسن لکھنوی اسمین ۔۔۔ منتخب اُردو شعرا کا کلام مختلف موضوعات کے زیر تحت جمع کیا گیا ہے، صرف یہی نہین بلکہ اُن شعراکے حالات زندگی پر روشنی بھی ڈالی گئی ہے اس ایڈیشن کی ترتیب مین مین اس کتاب سے بیحد مستفید ہوا۔

(۲۹) سرو آزاد۔ تذکرہ "مسرت افزا" مین ابوالحسن نے اس تذکرہ کا خاص طور پر ذکر کیا ہے جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ اُردو شعرا کا تذکرہ ہے لیکن مسٹر این بلینڈ نے اسے فارسی شعرا کا

تذکرہ لکھا ہے، دونون بیانات درست ہوسکتے ہین، اور انکی توجیہ اس طرح کیجا سکتی ہے کہ اسمین اُن تمام ہندوستانی شعرا کا حال ہے، جنھون نے اُردو فارسی دونون مین طبع آزمائی کی ہے اور اس بیان کی تقویت اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ آزاد خود اُردو کے سرمایۂ ناز شاعر ہو گذرے ہین۔ اس موقع پر مین یہ امر واضح کر دینا چاہتا ہون کہ آزاد نے فارسی شعرا کا ایک علٰحدہ تذکرہ بھی لکھا ہے جسکا نام "خزانۂ عامرہ" ہے

(۳۰) **صحف ابراہیم** اس تذکرے کے مولف خلیل نے اسکو اپنے نام پر مرتب کیا ہے اس مولف کا پورا حال "سوانح" حصہ مین ذرا تفصیل کے ساتھ بیان کرونگا،

(۳۱) **طبقات الشعرا** مولفہ قدرت اللہ شوق یہ تذکرہ "تذکرۂ ہندی" کے نام سے بھی مشہور ہے،

(۳۲) **طبقات الشعرا** مولفہ کریم الدین یہ تذکرہ ۱۸۴۸ء مین بمقام دلی چھپا، اسمین لکھا ہے کہ یہ میری کتاب "تاریخ ہندی و ہندوستانی لٹریچر" کا ترجمہ ہے، لیکن حق تو یہ ہے کہ یہ اس سے علٰحدہ اور مستقل کتاب ہے مسٹر ایف فلن انسپکٹر تعلیمات عامہ بہار نے میری کتاب کا مواد اس فاضل مصنف کو دیا تھا اور اسی پر اُسنے یہ عمارت کھڑی کی،

(۳۳) **طبقات الشعرا** مولفہ غلام محی الدین عشق میرٹھی۔ افسوس ہے کہ یہ تذکرہ دستیاب نہو سکا اسمین تقریبًا سو ریختہ شعرا کا حال درج ہے،

(۳۴) **تذکرۂ اختر**، مولفہ واجد علی شاہ اختر کہا جاتا ہے کہ اس تذکرہ مین ۵۰۰ فارسی و اُردو شعرا کا حال موجود ہے۔ آخری شاہ اودھ اسکا مولف ہے، افسوس ہے کہ اس بادشاہ کی دُ تصنیفات تو میرے کتب خانہ مین ہین لیکن یہ تذکرہ موجود نہین،

لہ معارف: یہان ہمارے مستشرق سے تو بہ تو جو غلطیان ہوئی ہین، وہ ظاہر ہین، آزاد بلگرامی نہ تو اُردو کے شاعر تھے اور نہ سرو آزاد اُردو شعرا کا تذکرہ ہے، اور نہ صرف ہندوستانی شعرائے فارسی کا وہ تذکرہ ہے،

(۳۵) تذکرہ عاشق مرتبہ مہدی علی عاشق دہلوی۔

(۳۶) تذکرہ آزردہ، مولفہ صدرالدین آزردہ۔ شیفتہ نے اس تذکرہ کا خاص طور پر حوالہ دیا ہے،

(۳۷) تذکرہ گردیزی از فتح علی حسینی گردیزی۔ اس تذکرہ سے مین نے بہت مدد لی ہے،

(۳۸) تذکرہ حسن مثنوی "سحرالبیان" کے مشہور مصنف نے یہ تذکرہ لکھا ہے سرور نے بھی اسکا حوالہ دیا ہے لیکن میرے معلومات اسکے متعلق بالکل محدود ہین،

(۳۹) تذکرہ امام بخش کشمیری۔ مصحفی کا بیان ہے کہ اس تذکرہ نویس نے اُس کے تذکرہ سے بہت سرقہ کیا ہے،

(۴۰) تذکرہ عشق از رحمت اللہ عشق مسٹر جے بی الیٹ نے جن کے پاس اُردو کتابونکا کافی ذخیرہ ہے یہ تذکرہ ڈاکٹر اسپرنگر کو دیا تھا اور اسطرح "فہرست کتب خانہ شاہ اودھ" (مرتبہ اسپرنگر) کے وسیلے سے مین بھی اس تالیف سے مستفید ہوا۔

(۴۱) تذکرہ جہاندار از جوان بخت جہاندار اول الذکر تذکرہ کی یہ نقل ہے،

(۴۲) تذکرہ خاکسار از محمد یار خاکسار۔ شورش نے اس تذکرہ کا حوالہ دیا ہے،

(۴۳) تذکرہ محمود از حافظ محمود۔ میرا ہمعصر ہے،

(۴۴) تذکرہ مصحفی از غلام ہمدانی مصحفی۔ اس تذکرہ مین ۱۵۰۔ اُردو شعرا کا حال درج ہے" مین اس تالیف سے بیحد مستفید ہوا۔

(۴۵) تذکرہ مضمون از امام الدین مضمون۔

(۴۶) تذکرہ نصیر از سعادت خان نصیر لکھنوی،

(۴۷) تذکرہ سودا از رفیع الدین سودا۔ افسوس ہے کہ اٹھاروین صدی کے اس نامور شاعر کے تذکرہ سے مجھے مستفید ہونیکا موقع نہ ملا۔

(۴۸) تذکرۂ شوق - از حسن شوق

(۴۹) تذکرۂ شورش از غلام حسین شورش، یہ تذکرہ عشقی سے بہت ملتا جلتا ہے،

(۵۰) تذکرۂ ترمذی از محمد علی ترمذی، گلزار ابراہیم مین اسکا حوالہ موجود ہے،

(۵۱) تذکرۂ ذوق، از محمد ابراہیم ذوق یہ مشہور شاعر ہو گذرا ہے،

(۵۲) تذکرۃ الکاملین - از بابو رام چند،

(۵۳) تذکرۃ النسا، از کریم الدین،

(۵۴) عمدۃ المنتخبہ، از محمد خان سرور ۱۲۰۰-اُردو شعرا کا یہ دلچسپ تذکرہ اپنے رنگ مین بے نظیر اور واقعی عجیب ہے مین اس نادر انتخاب سے بیحد مستفید ہوا،

ان تذکرون اور گلدستون کے علاوہ مین نے مختلف کتب خانون کی فہرستون سے بھی بیحد فائدہ اُٹھایا ہے، چنانچہ اسی سلسلہ مین مین اُن لاجواب اُردو اور فارسی کتابون کی "فہرست" کا ذکر کرنا چاہتا ہون جو لکھنؤ کے ایک بزرگ مولوی آل نبی کے کتب خانہ مین موجود ہے اس قلمی فہرست کی نقل ۱۲۱۱ھ (مطابق ۱۷۹۶ء) مین ہوئی - اسی طرح ایشیاٹک سوسائٹی کی دو فہرستون سے جو عربی اور دیوناگری رسم الخط مین ہین مین نے بہت مدد لی، اور سوانحی حصہ کے لیے مین نے ایک انگلشمین کی ڈونادر کتابون سے بے حد فائدہ اُٹھایا ہے جنمین سے ایک تو "ہندوؤنکی مقبول نظمونکا مجموعہ" ہے اور کرنل براؤن (مرحوم) کی تالیفات سے ہے، اور دوسری ایک ممتاز ہندی مولف تارینی چرن مترکی رفاقت مین لکھی گئی ہے - اس شخص کی تالیفات بہت ہین لیکن اُسکی یہ تالیف میرے لیے بے حد مفید ثابت ہوئی - اس کتاب مین اور باتون کے علاوہ بھگتمال کبیر کے ریختہ، تلسی داس کی رامائن، ہتوپدیش کے اُردو ترجمہ اور جوان کی سکنتلا کے انتخابات و اقتباسات موجود ہین، مختصر یہ کہ اس مین ۸۴۳ چھوٹی بڑی نظمین موجود ہین - اور اکثر عوام مین

مشہور بھی ہین،

یہ امر قابل افسوس ہے کہ وہ تمام تذکرے جن کی فہرست اوپر گذر چکی بالکل نامکمل ہین اور عموماً اُنمین صرف شاعر کا نام، اور اُس کے کلام کا انتخاب پایا جاتا ہے، لیکن بعض موقعون پر جہان حالات و واقعات کو ذرا وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، وہان بھی شاعر کی پرائیوٹ زندگی، یا سال ولادت و وفات کے متعلق ایک حرف بھی بمشکل نظر آتا ہے۔ اور نہ تو اُسکے القاب کے متعلق کچھ لکھا ہوتا ہے، اور نہ اُس کی تالیفات و تصنیفات کا کچھ مذکور نظر آتا ہے، اور اکثر تو اُسکے صاحبِ دیوان ہونے کا ذکر بھی نہین ہوتا۔ اس آخری فروگذاشت کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ اگلے دوچار تذکرہ نویس چونکہ صاحبِ دیوان تھے اور یہ امر اُنکے لیے مایۂ ناز تھا اِس لیے وہ نہین چاہتے تھے کہ کسی دوسرے شاعر کو بھی صاحبِ دیوان لکھ کر اُسکا نام اونچا کرین۔ حق تو یہ ہے کہ ان تذکرون مین اگر کوئی کام کی چیز ہے تو وہ شعراکے کلام کا انتخاب ہے، جو ایک حدتک یورپ مین مفقود ہے۔ اگلے تذکرہ نویسون مین صرف میر تقی میر ایسے ہین جنھون نے شعراکے کلام پر تنقید کی ہے اور سُست کو چست کرکے شعر کو آسمان پر پہونچا دیا ہے، انھون نے اکثر غلطیون کی اصلاح بھی کی ہے اور بعض موقعون پر شاعر کے عوض، اپنے مخصوص محاورات و مصطلحات بھی پیش کیے ہین۔ اگر سچ پوچھیے تو مین تو یہی کہونگا کہ اُردو کا یہ تذکرہ سب سے قدیم ہے،

ہمین جتنے تذکرے ملے ہین وہ سب کے سب حروف تہجی یا یون کہئے کہ تخلص کے اعتبار سے مرتب کیے گئے ہین، اِس لیے ہمین بھی اسی سنت پر عمل کرنا پڑا۔ گو میرا ارادہ تھا کہ مین اپنے مضمون کو تاریخی طور پر ترتیب دون، لیکن وقت یہ ہوئی کہ میرے پاس کافی مواد موجود نہ تھا۔ اِس امر کا ہمین ضرور اعتراف ہے کہ ایسی ترتیب زیادہ موزون اور کتاب کے سرنامے کے لحاظ سے زیادہ مناسب ہوتی لیکن مجبوریون کا کیا علاج۔ گذشتہ صفحات مین مین نے اس امر کو اچھی طرح واضح کردیا

کہ پرانے تذکرون مین گو یہ ضرور ہے کہ شاعر کے کلام کا کافی انتخاب دیدیا گیا ہے، لیکن انہین اُنکے دَور یا اُسکے عہد کو بہت کم بتایا گیا ہے۔ اِس لیے محض کلام کے انتخاب سے کسی شاعر کے دور کا پتہ چلانا ذرا مشکل ہے۔ اِسکے علاوہ دوسری دقت یہ ہے کہ ان تذکرہ نویسون نے کلام نقل کرتے وقت، پرانے اشعار کو بالکل نئے رنگ مین رنگ دیا ہے، اس وجہ سے بھی شاعر کے عہد کے تعین مین دقت ہوتی ہے۔ ہندی مصنفین کے متعلق بھی یہی مصیبت ہے اور اکثر کا عہد تک نہین بتایا گیا، اگر مین اپنی کتاب کو مختلف طبقات مین تقسیم کردون تو مجھے چند طبقات لکھنے پڑینگے یعنی طبقۂ اول مین ہمین اون تمام شعراء کا حال لکھنا ہوگا جن کا عہد ہمین معلوم ہے۔ طبقۂ دوم مین اُون تمام شعرا کا ذکر کرنا ہوگا جن کے عہد کے متعلق ہمین پورا یقین نہین۔ اور طبقۂ سوم مین اون شعراء مصنفین کو بتانا ہوگا جن کے عہد کا حال ہمین معلوم نہ ہوسکا۔ نیز اسی طبقہ مین اون تمام کتابونکو بھی درج کردینا ہوگا جنکا نفس مضمون مین کوئی ذکر نہ کرسکا۔ غرض اس طرح ہمین بہت دقت کا سامنا ہوتا، اس لیے مین نے مندرجہ بالا طریقہ اختیار کیا جس سے ہمارا کام مختصر ہوگیا اور ناظرین کے لیے بھی سہولت ہوئی،

شانتی نیکیتان
کے
چشمدید حالات

(۳)

از مولوی ابوالنصر سید احمد صاحب بھوپالی

دوسرے دن کی گفتگو

ہم اچھا بابو صاحب کل جو آپ نے ٹیگور کے وجوہ اختلاف ہمین بتائے تھے اُن پر ہمنے پوری طرح غور کیا اور غور کرنے کے بعد ہم جس نتیجہ پر پہنچے ہین اُسکو جناب کی خدمت مین پیش کرتے ہین ٹیگور کا فلسفہ منطقی مشکلات سے خالی نہین معلوم ہوتا مثلاً وہ ہمین اپنی اصطلاحات روح، تخلیقی جدوجہد، صداقت، خوشی، اور آزادی کی صحیح تعریف نہین تبلاتے اور نہ اُنکے تخیل کا علاقہ ظاہر کرتے ہین اسلیے ہمین شبہہ ہوتا ہے کہ آیا وہ مہاتما گاندھی کی طرح دماغ سے علٰحدہ روح کے قائل ہین یا نہین۔ مہاتما نے تو یہ کہہ کر واضح کر دیا ہے کہ تمام دماغی ترقی اور تمدن کا جوگ (دل نیک) ہونا چاہیے یعنی روحانی ترقی کے لیے راہنما۔ ہوسکتا ہے کہ ایک وحشی انسان ایک متمدن انسان سے زیادہ نیک روح رکھتا ہو۔ اس لیے اس دوسرے خیال کو پیش نظر رکھ کر یہ امر واضح نہین ہوتا کہ تخلیقی جدوجہد سے کیون صرف غیر جنگ آور اور سکون و امن کا کام مراد لیا جاتا ہے؟

علاوہ ازین ٹیگور کا آزادی کا اصول بے انتہا بے ضابطگی کی طرف راہ نمائی کرتا ہے
اُنکا صرف اپنی ذات پر کامل اعتماد کرنے کا خیال ایک ذہنی علحدگی پر دلالت کرتا ہے جو ذہنی عقیدہ کی
ایک دوسری قسم ہے جسے وہ "مایہ" کے نام سے موسوم کرتے ہین۔ یہ تھوڑی سی صداقت کی حد سے متجاوز
توسیع ہے اس لیے کہ ہمارے دماغ کی چاپلوسی کو فنا کر دینا نہ تو ممکن ہے اور نہ مطلوب۔ کیونکہ آپ
شخص واحد کو نہ تو قدرت سے علحدہ کر سکتے ہین اور نہ سوسائٹی و جذبات سے۔ اور نہ عقل جذبات کو
پوری طرح مطیع کر سکتی ہے۔ ٹیگور نے اس معاملہ مین ضرورت سے زائد معقولیت پسندی اختیار کی ہے
اسلیے یہ معلوم کرنا ہمارے لیے نہایت دلچسپ ہوگا کہ وہ ولیم جیمس، وارڈ، ایوکن، برجسن اور
میکڈانل کے غیر معقول فلسفہ کے جواب مین کیا کہتے ہین۔ سوسائٹی اور سلطنت سے کنارہ کشی
دراصل روحانیت کو ترقی نہین دیسکتی۔ افلاطون، گرین، اور بوسانکویٹ نے اپنے خیالی سکول
مین بحث کرتے ہوئے افراد کے لیے معرفت نفس کو صرف سلطنت ہی کے ذریعہ سے ممکن قرار دیا
ہے۔ کمال ٹیگور کی راے کے مطابق ایک غیر مشترک داخلیت ہے اور اگرچہ وہ دنیا کو ترک
کرنیوالی عزلت کے خلاف ہین لیکن اُنکا کامل فرد بھی ایک گوشہ نشین سے زیادہ نہین۔ اس
بنا پر اُنکا بین الاقوامی تخیل بالکل نامکمل ہے کیونکہ اُنکے نزدیک ہر قوم کے لیے یہ غیر روحانی ہے
کہ وہ کوئی شے کسی دوسرے سے لے،

(۱) ٹیگور کا عقیدہ تخلیقات کی خارجی قیمت کے خیال کی کوئی پروا نہین کرتا۔ وہ کام
کرنے کے طریقہ کی تلقین کرتا ہے مگر زندگی کے مقاصد کی تعریف کیے بغیر اگر آپ کسی امر کو چاہتے
ہین فرض کیجیے سوارج کو تو ٹیگور کہتے ہین کہ اس کی تخلیق اپنی ذات کے لیے کیجیے اس لیے کہ
آپ یہ جانتے ہین کہ روحانی آزادی تخلیقی جدوجہد مین ہے۔ اس کے یہ معنی کہ یہ ساری کاروائی

Exclusive Subjectivism ۵۷

اپنی ذات کا لاڈو اور پیارہی ہے۔ تخلیق صرف ذاتی و داخلی قیمت رکھتی ہے نہ کہ خارجی۔ یا دوسرے الفاظ مین یہ کہنا کہ آپ بھلائی کی بھی تخلیق کر سکتے ہین اور برائی کی بھی، دھرم کی بھی اور ادھرم کی بھی، دونون آپ کے لیے برابر کی داخلی قیمت رکھتے ہین۔ تو یہ ایک خطرناک تجویز ہے اور اس قسم کا کھیل بھلائی اور برائی کے ساتھ مذاہب کیجانب صرف خدا کو ہی تفویض ہے افراد و قوم کو نہین،

بابو حقیقت مین ٹیگور غیر مشترک داخلیت کو نہین چاہتے بلکہ اس امر کی تلقین کرتے ہین کہ افراد اور قوم دونون کو انسانیت کی بھلائی کے لیے کام کرنا چاہیے اور اُنکی تخلیقات خارجًا دنیا کے لیے کارآمد ہونا چاہیئے۔

ہم د۔ یہ ٹھیک ہے لیکن ہمارا بحث تو یہ ہے کہ یہ آخری خیال عقلاً تخلیق ذات کے اُصول سے برآمد نہین ہوتا اور ایسا کرنے مین ٹیگور ضمنًا اپنے فلسفہ کی محدودیت کو تسلیم کرتے ہین اور نیز اپنے دماغی خیالات اور دلی خواہشات کے درمیان مطابقت پیدا کرنے کی ناکامی کو بھی۔

لیکن اگر آپ اپنی تخلیقات کو خارجًا بھی کارآمد بنالین تو بھی وہ بسا اوقات آپ کے باطن کے لیے مضر ہو سکتی ہین اور یہ اُسوقت جبکہ آپ زندگی کے خاص خاص مقاصد کا انتخاب نہ کرین۔ گو آپکی تخلیقات دوسرون کے لیے کارآمد ہو سکتی ہین لیکن وہ آپ کی روح کو غلامی کی ایک نئی زنجیر مین جکڑ سکتی ہین۔ گاندھی کا خیال ہے کہ تمدن اسی قسم کی غلام بنانیوالی انسانی تخلیق ہے۔ بہت سے مذاہب کی بھی یہی رائے ہے۔ اس طرح سے یہ بات اب صاف ہے کہ روحانی زندگی تخلیقی کارروائی سے پوری طرح نہین ظاہر ہو سکتی بلکہ وہ اس سے اور زیادہ وسیع ہے اور دوسرے ستونون پر بھی ٹھہری ہوئی ہے زندگی کے صحیح مقاصد کا دریافت کرنا بھی روحانی ترقی کے لیے اسیقدر ضروری ہے جسقدر کہ ان

مقاصد کی از خود تخلیق اور یہ بات ٹیگور کے عقیدہ پر ایک دوسری تحدید عائد کرتی ہے یعنے آپ خود زندگی کے ہر مقصد کی تخلیق جسکو آپ چاہین نہین کر سکتے۔ آپ سواراج کی تخلیق بلا کسی بدیسی سے تعلق رکھے کر سکتے ہین لیکن آپ پنجاب اور خلافت کی بے انصافیون کی تخلیق کیسے کر سکتے ہین؟ اسمین آپ کو بدیسیون سے تعلق رکھنا ہوگا اور آپکو اپنی خواہش کے حاصل کرنے کیواسطے جنگ کرنا پڑیگی اس لیے یہ کارروائی غیر روحانی نہین ہو سکتی اگرچہ وہ تخلیقی نہو،

یہ ٹیگور کے عقیدے کا ایک مضر نقص ہے اسلیے کہ وہ ظاہری خارجی جنگ کے تمام خیال کو نظر انداز کر دیتا ہے۔ لیکن یہ کبھی ممکن نہین ہو سکتا حتی کہ اُسکی ذاتی پیچیدگیون پر بھی یعنی آپ تمام اعتماد کو بلا اس جنگ کے ترک نہین کر سکتے،

بابو۔ ہان ٹیگور کا کہنا تو یہی ہے کہ اگر آپ ہندوستان کے لیے سواراج چاہتے ہین تو کسی قسم کی توجہ بھی برطانی حکومت کیجانب صرف نہ کیجیے بلکہ خاموشی کے ساتھ اپنے آپکو اُسکی تنظیم کے لیے ملک مین مشغول کر دیجیے۔ اسی کے نہ کرنے کی وجہ سے وہ اعتدال پسندونکو اور قوم پرستون کو قابل الزام و ملامت ٹھہراتے ہین جسکا جواب اعتدال پسند تو یہ دیتے ہین کہ اُنکی راے مین آپ سواراج کی تعمیر اس برطانی حکومت کے ذریعہ ہی سے کر سکتے ہین اور قوم پرست یہ کہتے ہین کہ آپ جمہوریت کی تخلیق ملک مین کر نہین سکتے جب تک کہ بدیسی حکومت فنا نہ ہو جائے محض اسوجہ سے کہ بدیسی آقا کبھی ہمارے تخلیقی راہ عمل مین ہکو امن و سکون سے قدم بڑہانے نہ دیگا۔ لیکن ٹیگور یہ کہتے ہین کہ ہمین ملک کو بدیسی سے فتح نہین کرنا چاہیے بلکہ خود اپنی کاہلی اور غفلت سے،

ہم۔ یہ ٹھیک ہے لیکن کیا ہم بلا شرکت غیر ان برائیون کے ذمہ دار ہین؟ آپ ذرہ ہمین نامرد کر دینے والی اور ہماری قومیت کو مٹا دینے والی حکمت عملیون اور چالون کو تو ملاحظہ فرمایئے ہم تو ان برائیون کو جب ہی دور کر سکتے ہین جبکہ ہم پہلے بدیسی کو دور کر دین۔ قوم پرست

یہ جانتے ہین کہ سیاسی سواراج کامل سواراج نہین ہے لیکن وہ اسکا یقین رکھتے ہین کہ یہ آخرالذکر کے حصول کا آسان ترین ذریعہ ضرور ہے ٹیگور قوم پرستون کی طرح جنگ کرنیسے انکار کرتے ہین مگر اپنے محاذ (آتھارٹی) کو تعمیر قوم کا ایک پیچیدہ طریقہ بتلاکے دھوکا دیتے ہین صرف تاخیر ہی اس طریقہ کا نقص نہین ہے۔ اسمین کامیابی ہوسکتی ہے لیکن جب کہ آپکو اسکا یقین ہو کہ جسوقت آپکی تخلیق قوم کے لیے جاری ہو اسطرح سے کہ وہ بدیسی کی تباہی کی جانب راہ نمائی کرتی ہو تو بدیسی آپکو دق نہ کرے۔ اگر وہ آپکو دق کرتا ہے تو جب تک کہ آپ ایسی جنگ کے لیے طیار نہ ہون جو صرف باطناً روح کے میدان مین داخل نہین ہے آپ ہلاک ہوجاوینگے پھر تخلیق ملک مین اختلاف آراء کے جھگڑے ناگزیر ہین جن کے لیے آپکو جماعتی جنگ کرنی ہوگی پس از خود تخلیق کا طریقہ ایسا نہین ہے جو ہمارے ایسے حالات مین ہدایت کی جانب راہنمائی کرسکے

آپکو تخلیق کے لیے بھی لڑنا ہوگا اور اپنی تخلیقات کو ناپاکی اور تباہی سے بچانے کے لیے بھی۔ آپ صرف تخلیق پر ہی نہین ٹھہرسکتے اگر آپ کو اسکی خارجی فائدہ مندی کی جانب بھی توجہ ہے۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ ٹیگور نے اس امر کو معلوم نہین کیا کہ روح اپنے آپ کو صرف تخلیقی کارروائی مین ہی نہین ظاہر کرتی ہے بلکہ دوسری کارروائیون مین بھی مثلاً برائیون کے ساتھ برسرپیکار رہونے مین یہ ہوسکتا ہے کہ تخلیق ایسی جنگون سے افضل ہو لیکن آخرالذکر نہ تو دور کیجا سکتی ہے اور نہ اُسے غیر روحانی کے نام سے بدنام کیا جاسکتا ہے جب تک کہ دنیا مین بدی باقی ہے ضرور ہے کہ نیک عمل سے مزاحم ہو اور اُسکو پلید کرے۔ آپ باطل کے ساتھ اپنی جنگ کو محض اپنی ذات واحد کو محفوظ رکھنے تک محدود نہین کرسکتے یعنی عام نقطۂ نظر سے آپکو باطل کے خلاف اُسکی ہلاکت کے لیے جارحانہ جنگ کرنا ہوگی۔ نیکی وحق کی طاقت ہمیشہ امن پسند اور مثبت ہوتی ہے۔ وہ کبھی باطل سے برسرپیکار نہین ہوتی جبتک کہ

مغلوب کردینے والی ضرورت سے مجبور نہ کیجائے۔ مہاتما گاندھی کا یہی مسلک ہے وہ تمام پیچیدہ چالوں کو ناپسند کرتے ہین اور تمام جنگ کو خود انجام دینے لگتے ہین وہ اپنی جنگ شروع کرنے مین اُسوقت تک کا انتظار نہین کرتے جسوقت تک کہ دنیا مین نیکی کی تمام طاقتین کام کیلیے نہ جمع ہوجائین وہ نیکی کا مرکز اپنے سے باہر نہین قائم کرتے بلکہ خود اپنے آپ کو نیکی کی ایک طاقت بناتے ہین اور پھر بلا اسکی پرواہ کے کہ خارجی نتائج اُنکے لیے کیا ہونگے باطل پر حملہ شروع کردیتے ہین۔ وہ یہ جانتے ہین کہ نیکی اور بدی کا وجود صرف عمل مین ہے انسانون مین نہین۔ گاندھی بدی سے اپنے آپکو اور دوسرونکو بھی بچانا نہین چاہتے بلکہ بدی کرنیوالیکو بھی

اصل یہ ہے کہ ٹیگور کے فلسفہ مین دو سخت اختلاف آکر جمع ہوگئے ہین، (۱) اول تو غیر مشترک داخلیت اور مثبت شخصیت جسکو اُنکے دماغ نے ظاہر کیا ہے اور (۲) دوسرے خدمت انسانیت جو اُنکے دل کی خواہش ہے۔ پس وہ اپنے دماغ اور دل کے درمیان موافقت پیدا کرنے مین ناکام رہے ہین۔ ہر ایسی کوشش جو دنیاداری اور روحانیت کے درمیان کی خلیج کو پاٹنے کے لیے کی گئی ہے غیر اطمینان بخش ثابت ہوئی ہے، کیونکہ وہ مندرجہ بالا مغالطہ سے محفوظ رہنے مین ناکام رہی ہے۔ بعض مذاہب نے منطقی سادگی کے ساتھ دشواری سے بچنے کے لیے دوسرے خیال کو بالکل رد کردیا ہے۔ اور موجودہ مغربی دنیاداری نے اپنی باری مین اشخاص کی سوسائٹی اور ضمیر کے بے رحم دباؤ کو جاری رکھکر اول خیال کے اعتراف سے انکار کردیا ہے، ٹیگور ان دونون کے درمیان کوئی معقول ہم آہنگی نہین بتلاتے۔ ایک طریقہ اس خلیج کو پاٹنے کا یہ ہے کہ روحانیت کو اسقدر وسعت دیجائے کہ اُس مین خارجیت بھی داخل ہوجائے۔ آپکو صرف اپنے ہی آپکو تمام غلامی سے آزاد نہین کرلینا چاہیے بلکہ دوسرونکو بشمول اپنے دشمنون کے آزاد کرانے کے لیے خارجًا بھی لڑنا چاہیے۔ آپ کو متحرک اور مسلسل

تعلقات دوسرون سے رکھنا چاہیے اعتماد اور بھروسہ روحانیت کے مخالف نہین ہے۔
آزادی سے مراد صرف برائیون کی غلامی سے رہائی ہے اور کسی دوسری قسم کی غلامی سے نہین۔ ایک خدا پر عقیدہ رکھنے والے کے لیے اُسپر بھروسہ رکھنا غیر روحانی نہین ہے، خارجی مدد بھی روحانی مدد ہو سکتی ہے اور یہ اُسوقت ممکن ہے جبکہ آپ صداقت اور محبت کو اپنے خارجی اور اعلےٰ ترین تصورات اور اپنی روح کے اصل اجزا بنالین۔ آپ کی نجات سے مطلب صداقت ومحبت کے عدم یعنی دروغ اور بغض وعداوت سے آپ کی مخلصی ہے، یا ایسا ہی ہے جیسا کہ صداقت ومحبت کا مثبت اعتراف۔ آپکو اپنے سے محبت رکھنے کے لیے تمام دنیا سے محبت رکھنا ہوگی۔ اس کے یہ معنی ہین کہ آپ خارجی مقابلہ کو ترک نہین کر سکتے نہین بلکہ آپ کو اُسے دعوت دینا ہوگا کیونکہ وہ آپ کی روح یعنی صداقت ومحبت کا اظہار ہے۔ گاندھی نے کہا ہے کہ "روشن ترک موالات ہی جان بلب محبت کا اظہار ہے۔ اگر آپ صرف صداقت کو چاہتے ہین تو آپ استغنائ داخلی اور منفرد ہونگے اور اگر صرف محبت ہی آپ کی روح کا جزو ہے تو آپ برائی کے لیے صبر شعار ہونگے۔ لیکن یہ دوسری صورت صداقت کو دنیا سے ہلاک کر دیگی۔ برٹ رینڈرسل کے طرح کچھ لوگ ایسے ہین جو دنیا سے جنگ کو نیست نابود کرنے کے لیے کسیقدر بے انصافی اور دروغ کو برداشت کرنے کے لیے طیار ہین۔ گاندھی نہ تو سمجھوتہ کے اس خیال کو قبول کرتے ہین اور نہ ٹالسٹائے کے خیال عدم مقابلہ کو۔ وہ آپ سے نہایت موثر مقابلہ کرنے کی سفارش کرتے ہین محبت کرنے اور صداقت کا اعتراف کرنے کے لیے۔ پس آپ کی محبت اس مقابلہ کو غیر متشدد یعنی امن پسند بنا دیگی۔ اور یہ امر بلا صداقت محبت کی قربانی کئے لڑائی جھگڑے کو دور کر دیتا ہے۔ خوشی کے ساتھ برداشت تکلیف وہ قیمت ہے جو آپ باطل کے مقابلہ اور محبت کے قیام کے لیے ادا کرتے ہین۔ یہی آپ کا معرفت نفس کا

طریقہ ہے یعنی صداقت ومحبت کے قیام کا اُس حدتک جس حدتک کہ آپ کو تعلق ہے۔ دنیا آپکی
اِس کارروائی سے خود بخود نتیجہ حاصل کرے گی۔ یہ کہنا غلط ہے کہ گاندھی کا پروگرام جنگجویانہ
عمل کی تاکید زیادہ کرتا ہے بہ نسبت امن پسندانہ مضبوط تخلیقی کارروائی کے، بلکہ اصل یہ ہے کہ
اُنکے پروگرام کا اظہار ترک موالات مین پوری طرح نہو سکا ورنہ اُسکے اندر یقیناً اسقدر وسعت
موجود ہے کہ غیر جنگجویانہ تخلیقی کارروائی بھی اُسمین شامل ہوسکے۔ اُنھون نے جو کام شروع کیا ہے
وہ ابھی صرف برطانیہ کے نارضامند ہاتھون سے انصاف حاصل کرنے کے متعلق ہے سوراج
کی تخلیق کے متعلق نہین ہے، گاندھی اس امر کے پوری طرح بخیال ہین کہ سوراج دوسرے
یعنی جنگجویانہ جدوجہد سے نہین حاصل ہوسکتا۔ چنانچہ وہ اپنے پروگرام مین بتدریج تبدیلی
کر رہے ہین جس سے یہ امر ظاہر ہوتا ہے کہ اُنکی اس تحریک کی خلقت محدود نہین ہے بلکہ تمام
اُس تخلیقی کارروائی پر بھی حاوی ہے جو ٹیگور کو مطلوب ہے۔ لیکن ٹیگور کی حجت پروگرام کو
وسعت نہین دیتی بلکہ مین اُس کی اساسی خصوصیت کو تباہ کردینے والی ہے،

اس طرح سے گاندھی کی کوشش روحانی ودنیوی زندگی کو ملانے کی زیادہ معقول ہے
بہ نسبت ٹیگور کے۔ برخلاف ٹیگور کے گاندھی زندگی کے مقاصد کی تمیز اُنکے جاننے کے طریقہ
کی تعریف کرنے کی کوشش کرتے ہین۔ وہ داخلیت کی فوقیت کو قائم رکھتا اور اُسکے توحد
وانقطاع کو دور کرتا ہے۔ انسانی زندگی کا مقصد کامل اخلاقی آزادی اور صداقت ومحبت
کا اعلے اعتراف ہے۔ ہر کارروائی کو خواہ وہ تخلیقی ہو یا جنگی زندگی کے ان ہی مقاصد کی
تابعداری کرنا چاہیے۔ گاندھی کہتے ہین کہ وہ سیاسیات من اسی حدتک داخل ہوتے ہین
جس حدتک کہ مذہبی قوت اُسکے اندر ترقی کرتی ہے۔ اُنکا کہنا ہے کہ ملک کی وفاداری
تابع ہے خدا کی وفاداری کے۔ آپ تمدن کو ہمگیر نہین کرسکتے اگر وہ آپ کی اخلاقی ترقی

مین مدد نہین کرتا، محبت آپکو سب کے ساتھ صداقت مین حصہ لینے پر آمادہ کرتی ہے اور آپ صداقت کی تخلیق بلا دروغ کی تباہی کے نہین کرسکتے اور یہ دونون ہمشکل طریقے ہین۔ اس طرح سے دروغ کی بربادی بھی اپنے اعلیٰ مفہوم مین تخلیقی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ جنگجویانہ کارروائی بھی تخلیقی اور روحانی ہے اور اُسکو کامل غیر متشدد و امن پسند بناکر آپ اُسکی تخلیقات کی داخلی اور نیز خارجی قیمت کا بھی فائدہ اُٹھاتے ہین۔ گاندھی نے داخلیت اور خارجیت اور فردیت و عمومیت کی درمیانی خلیجون کو پاٹ دیا ہے۔ اور اگرچہ گاندھی کا کام مشکلات سے خالی نہین ہے لیکن وہ اُن دلائل کیوجہ سے جنکو ٹیگور نے اختیار کیے ہین قابل شکست نہین ہے۔

خاتمہ سخن عندالاختتام ہم یہ کہینگے کہ اسمین کوئی شبہہ نہین کہ مدرسہ شانتی نیکیتان قدیم ہندوستانی تہذیب، فلسفہ، آرٹ تاریخ اور جدید علوم و لٹریچر اور مغربی زبانون کی ایک بہترین درسگاہ اور مشرقی و مغربی تمدن و خیالات کا سنگم ہے طالبین صادقین صحیح ادبی و علمی ذوق اور مغربی معلومات کا ایک بہترین ذخیرہ وہان سے حاصل کرسکتے ہین۔ البتہ مقامی آب و ہوا کے متعلق ہم یہ کہینگے کہ بیچ کے رہنے والون کو وہان کی آب و ہوا ایک عرصہ کے بعد راس آتی ہے، خصوصاً اسوجہ سے اور بھی کہ کھانے کا وہان بہتر انتظام نہین ہے۔ عموماً ترکاری وغیرہ تیل مین پکی ہوئی ہوتی ہے اور چاول اُبلے ہوئے فرمایش کرنے پر اُن لوگون کے لیے جو چاول کے عادی نہین ہین روٹی بھی طیار ہوجاتی ہے۔ وہان کے پانی مین قوت ہاضمہ بہت کم ہے پس ضرورت ہے کہ جو صاحبان مدرسہ مذکور مین جانے کا ارادہ کرین وہ اگر کھانے کا نہین توکم سے کم عمدہ ناشتہ کا اہتمام اپنی صحت کو قائم رکھنے کے لیے بطور خود کرلین۔

مترجمات

ہندوستان کے عہد اسلامی اور آغاز عہد انگریزی

مین

ڈاک کا انتظام

"جولائی سنہ ۱۹۲۲ء کے رسالہ کلکتہ ریویو مین پروفیسر ینبجے کمار نے ایک محققانہ مضمون لکھا ہے جو امید ہے کہ ہمارے ناظرین کے لیے دلچسپی کا باعث ہوگا،

لفظ ڈاکخانہ سے آجکل ہم جس چیز کو مراد لیتے ہین وہ حال کی ایجاد ہے؛ ابتدائً یہ ایک شاہی محکمہ تھا۔ حکومت کے مختلف حصون مین قیام مراسلت، اور انتظامی اغراض کے لیے ایک دوسرے صوبہ اور شہر کو متحد رکھنے کی ضرورت کی بنا پر یہ وجود مین آیا، سنہ ۱۸۳۷ء سے قبل ہندوستان مین کوئی عام نظام ڈاک نہ تھا، اور اور مختلف حصص ملک مین قیام مراسلت کا کام خاص قاصدون (خواہ وہ شخصی ہون یا شاہی) کے ہاتھون مین تھا؛ ابتدائی ڈاکخانجات کے متعلق امپیریل گزٹ لکھتا ہے،

"ابتدائے عہد سے دیسی ریاستون نے۔ قاصد، پتہ ، یا ہرکارون کے ذریعہ، ذرائع مراسلات کو بہت کچھ ترقی دے رکھی تھی؛ اور یہ بتانا خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ انگریزی کیطرح دیسی زبانون مین (شمالی ہند مین ڈاک یا دکن و مہاراشٹر و گجرات وغیرہ مین ٹپال کا لفظ) بھی وہی الفاظ اس محکمہ کو ظاہر کرتے ہین جو ان قاصدون کے مرکزون اور ٹھہرنے کی جگہون کو بتلاتے تھے"،

قرون وسطیٰ مین ہندوستان کے سب سے پہلے محکمۂ ڈاک کا پتہ ہمکو علاء الدین خلجی زمانہ مین ملتا ہے، یہ ۱۲۹۶ء مین تخت نشین ہوا تھا، مشہور مورخ ضیاء الدین برنی کا بیان ہے کہ یہ جب کہین کوئی فوج روانہ کرتا تو اوس کے حالات سے واقفیت حاصل کرنے کے لیے پیادون یا سوارون کی ڈاک کا انتظام کرتا[1]،

مشہور افریقی سیاح ابن بطوطہ کے بیان سے، جو ۱۳۴۲ء مین ہندوستان آیا تھا، یہ بات صاف طور سے معلوم ہوتی ہے کہ چودھوین صدی کے وسط مین اس محکمہ نے کافی ترقی کرلی تھی، وہ اس نظام کو اسطرح لکھتا ہے۔

ہندوستان مین قاصد دو قسم کے ہوتے ہین، پیادہ اور سوار، انکو عموماً "اولاق" (معارف ڈاک دوڑ دے، غالباً یہ ترکی لفظ ہے) کہتے ہین، سوار جو عموماً سلطان کے رسالون کے جزء ہوتے ہین، ہر چار میل پر قیام کرتے ہین، اور پیادہ ہر میل پر ٹھہرتے ہوئے ٹھہراؤ اور ٹھکانو کو طے کرتے ہین، انکا ہر اسٹیشن (ٹھہراؤ یا ٹھکانا) ایک میل پر ہوتا تھا اور وہ "الدادہ" کہلاتا تھا۔ (معارف، غالباً یہ لفظ "اڈا" ہے) ہر قاصد کے ہاتھ مین ایک ڈنڈا ہوتا تھا جو تقریباً دو ہاتھ لانبا ہوتا، اور اسکے سرے پر گھنگھرو بندھے ہوتے تھے، اس کے ایک ہاتھ مین ڈاک ہوتی اور دوسرے سے وہ اون گھنگھرون کو بجاتا جاتا، اس طرح وہ اپنے قریب کے اڈے تک جاتا ہے، اور جب اوس جگہ پہونچ جاتا ہے تو پھر گھنگھرون کو بجاتا ہے، اس پر اوس اڈے سے ایک آدمی نکلتا ہے، وہ اس سے ڈاک لیکر دوسرے اڈے کی طرف روانہ ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ سلطان اپنی مراسلات اسقدر جلد پالیتا ہے[2]"

اس افریقی سیاح کے ہمعصر اور مورخ عہد شہاب الدین ابو العباس احمد نے بھی اسی قسم کے

[1] تاریخ فیروز شاہی ایلیٹ صاحب جلد سوم صفحہ ۲۰۳ [2] سفرنامہ ابن بطوطہ ترجمہ گب صفحہ ۱۸۴

حالات لکھے ہین[1]،

ڈاک کے سلسلہ مین سکندر لودی اور بابر کے نام بھی لیے جاتے ہین، اسکندر کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اوس نے اس غرض سے کہ اوسکے پاس روزانہ بلیب، آگرہ اور بنگال کے مشرقی حدود تک کی خبرین پہونچا کرین، تھوڑی تھوڑی دور پر اس قسم کی چوکیان قائم کی تھین[2]"

بابر نے آگرہ سے کابل جانے والی سڑک کی پیمائش۔ اور اسپر گھوڑون کے ڈاک کے اجراء کا حکم دیا تھا، تزک بابری مین لکھا ہے کہ ۱۷۔ دسمبر ۱۵۲۵ء کو چقاق بیگ کو حکم دیا گیا کہ وہ آگرہ سے کابل جانے والی سڑک کی پیمائش کرے اور وہ تعمیل احکام شاہی کے لیے اوسی دن چل کھڑا ہوا، اس کام کے نظام و ترتیب کو یون بیان کیا گیا ہے،

"ہر ۹ کروہ پر ایک بارہ تار (تقریباً ۲۴ یا ۲۶ فٹ) بلند مینار بنایا جائے اور اس کے سرے پر ایک "چار دورہ" ہو، ہر ۱۸ کروہ پر ۶ ڈاک کے گھوڑے بندھے رہین، سوارون، سائیسون کی تنخواہ اور گھوڑون کے دانے کا پورا پورا انتظام کر دیا جائے[3]۔

لیکن تزک سے اس بات کا پتہ نہین چلتا کہ یہ ارادہ عالم وجود مین بھی آیا یا نہین،

شیر شاہ (۱۵۴۰-۴۵) کا عہد حکومت ہندوستان کی اسلامی سلطنت مین ایک خاص امتیاز رکھتا ہے، یہ اسی کا عہد تھا، جس مین مختلف سیاسی و اقتصادی معاملات مین ترقی ہوئی اور انتظام کے نئے طریقے اور اصول مرتب کئے گئے؛ شیر شاہ نے صرف سڑکین اور سرائین ہی تعمیر نہین کین بلکہ سلطنت مین گھوڑون کی ڈاک بھی جاری کی، جیسا کہ کہا جاتا ہے اوس نے مختلف سرائین بنوائین، "ہر سرائے مین دو گھوڑے موجود رہتے تھے کہ خبر کو فوراً

---

[1] ایلیٹ جلد چہارم صفحہ ۱۰،۴۱۴ کا حاشیہ، جلد پنجم صفحہ ۱۰۲ [3] تزک

لیجاتین، اس حساب سے ہندستان مین ڈاک کے محکمہ کے لیے ۴۸۰۰ گھوڑون کا التزام تھا،
شہنشاہ اکبر (۱۵۵۶ء-۱۶۰۵ء) شاید پہلا بادشاہ ہے جس نے ہندوستان مین اونٹ کی ڈاک جاری کی
آئین اکبری کی مندرجہ ذیل سطرون سے یہ بات واضح طور سے معلوم ہو جائیگی کہ سولھوین صدی مین
محکمۂ ڈاک مکمل صورت اختیار کر چکا تھا،

"ہندوؤن کے ایک فرقہ کو جو اونٹون کی عادت سے بخوبی واقف ہوتا ہے" رائباری"
کہتے ہین، وہ دیسی اونٹون کو اس طرح چلنا سکھاتے ہین کہ وہ بہت قلیل عرصہ مین ایک
معقول مسافت طے کر لیتے ہین؛ اگرچہ دار السلطنت سے لیکر حکومت کی سرحدون تک گھوڑون
اور تیز آدمیون کو ہر چار کوس پر محکمۂ ڈاک کے لیے رکھا گیا ہے، لیکن محل شاہی مین اس قسم کے
چند اونٹ ہر وقت موجود و تیار رہتے ہین[۲]"

سترہوین صدی کے یورپین سیاحون مین، الگزنڈر ہملٹن نے (Alexander Hamilton) مغلون کے نظام ڈاک کو نہایت تفصیل سے بیان کیا ہے، وہ لکھتا ہے:۔

"مغلون کی حکومت مین ڈاک بہت جلد جاتی ہے، کیونکہ ان تمام کاروانون مین جو کہ ہر
بڑی سڑک پر دس دس میلون کے فاصلہ پر بنے ہوئے ہین، بہت تیز رو آدمی مقرر ہین؛
خطوط ایک رنگے ہوے بکس مین بند رہتے ہین، اور وہ بکس ہر کارہ کے سر پر ہوتا ہے جب
وہ سرائے کے قریب پہونچکر اپنے آنے کی اطلاع دیتا ہے تو دوسرا شخص اوس بکس کو لیکر
اگلی جگہ کے لیے روانہ ہو جاتا ہے، اسی طرح شب و روز پانچ چھ میل فی گھنٹہ چلکر ڈاک اپنے
منزل مقصود تک پہونچ جاتی ہے، چنانچہ اس وسیع حکومت کے بعید ترین مقامات سے

---

[۱] تاریخ شیر شاہی، الیٹ جلد چہارم صفحہ ۴۱۸، [۲] آئین اکبری مترجمہ بلوخمین جلد اول صفحہ ۱۴۷-۱۴۸،

بھی آٹھ دن کے اندر خبرین دربار مین پہونچ جاتی ہین"[1]

مغلون کے عہد مین، حکومت کے مختلف حصص مین متعدد قسم کے اخبار نگار ہوتے تھے، وہ (۱) وقائع نویس یا وقائع نگار (۲) سوانح نگار، (۳) خفیہ نویس اور (۴) ہرکارہ کے نامون سے موسوم تھے، وہ مستقل طور سے مرکزی حکومت کو خبرین بھیجا کرتے تھے، یہ "داروغہ ڈاک چوکی" کے ماتحت ہوتے، اوسی کے پاس تمام خطوط و کاغذات آتے تھے اور وہ انکو کھولے بغیر وزیر کے حوالہ کر دیتا تھا کہ بادشاہ کو پہونچا دیے جائین، ایک فارسی نسخہ سے جو شاید ۱۸ صدی کے ابتدا کا لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے ہمکو پتہ چلتا ہے کہ وقائع ہفتہ وار، سوانح، مہینہ مین دو بار، اخبار ہرکارہ ماہوار اور ناظم و دیوان کے کاغذات بھی مہینہ مین دو بار جانے چاہئین، البتہ اہم خبر دنکو فی الفور روانہ کرنا چاہیئے، صوبون کی دار السلطنتون کی تعداد مین تغیر ہو سکتا ہے لیکن اون کی کثرت آمد ورفت سے یہ بات لازمی طور پر ثابت ہو جاتی ہے کہ محکمہ ڈاک کے مستقل قیام کی کسقدر ضرورت ہے،

اور گجرات کی تاریخ مرآۃ احمدی مصنفہ محمد علی خان، دیوان صوبۂ مذکور سے یہ ضرور پتہ چلتا ہے کہ کم از کم ۱۸ صدی کے وسط مین یہ محکمہ بہت کچھ مکمل تھا، یہ تاریخ ۱۷۶۱ء مین لکھی گئی تھی، علیخان کے بیان کے مطابق مخبر صوبہ کے ماتحت اخبار نویسون اور وقائع نگارون کی ایک بڑی جماعت ہوتی جو صوبہ کے مختلف شہرون، عدالتون اور دفترون مین رہتی تھی،

"وہ روزانہ خبرین حاصل کرتا ہے اور انکو ایک خط مین درج کرکے اونٹ کے ذریعہ دربار کو روانہ کر دیتا ہے، سوانح نگارون کی جماعت صرف افواہون کو لکھتی ہے۔ تیسری جماعت ہرکارون کی ہوا کرتی ہے جو صوبہ دارون کے ساتھ ہوتے ہین؛ ڈاک کی چوکیان احمد آباد سے

1- Pinkerton voyages vol VIII, p 316
2 Jadunath Sarkar. Mughal administration pp 97-101

اجمیر کی سرحد تک بنی ہوئی ہین اون مین پیدل اور سوار دونون شاہی ڈاک لیجانے کے لیے تیار رہتے ہین، یہ ڈاک ایک ہفتہ کے اندر شاہجہان آباد یا دہلی پہونچ جاتی ہے" ڈاک کا ایک دوسرا سلسلہ بروچ سے دکھن تک کا ہے[1]"

کرنل ولکس کا بیان ہے کہ میسور کے راجہ چک دیو نے جو ۱۶۷۲ء مین تخت نشین ہوا تھا سب سے پہلے اپنی تمام مملکت مین محکمہ ڈاک قائم کیا، میسور کا محکمہ ڈاک صرف خبر رسانی ہی کا ایک معمولی آلہ نہ تھا بلکہ خبرون کے حصول کا بھی ایک کارآمد ذریعہ تھا، پوسٹ ماسٹر اور دوسرے عمال محکمہ اپنے معمولی فرائض انجام دینے کے علاوہ حکومت کے خفیہ ایجنٹ کا کام بھی کرتے اور اپنے اپنے ضلعون کی خفیہ کارروائیون کی اطلاع بھیجتے رہتے تھے۔ اس طریقہ کو حیدر علی نے اور مکمل کر دیا[2]

قرون وسطی مین محکمہ ڈاک حکومت کے کاروبار کے لیے مخصوص تھا اور عام لوگ اوس سے مستفید نہین ہوسکتے تھے۔ ذاتی خطوط قاصدون کی معرفت روانہ کیے جاتے تھے اور یہ قاصد تجارتی مرکزون مین اکثر ملجاتے تھے، ممکن ہو کہ سرکاری قاصد بھی بعض اوقات بخصوص حالات مین ذاتی خطوط لیجاتے ہون، ان ذاتی قاصدون کو ملک کے مختلف حصون مین مختلف نام سے یاد کیا جاتا تھا، مثلاً قاصد۔ پیامبر، ہرکارہ وغیرہ۔ پیٹر (Peter Mundy) (۱۶۲۸-۳۴ء) کے وقت مین بازار قاصد ۱۱ یا ۱۵ دن مین پٹنہ سے آگرہ خط لیجاتے تھے،[3] "تیز رو" قاصد پندرہ بیس دن مین دہلی اور سورت کی مسافت طے کرسکتے تھے،[4] پٹامر کے لیے عموماً گوا سے مچھلی پٹن تک بیس دن درکار تھے[5] ڈاکٹر فرائر (Fryer) کے بیان کے مطابق دکن مین صرف پٹامر ہی پیادہ ہرکارے تھے[6]

1- Bombay Gazetteer vol 1 part 1, P. 214

2- Wilks Historical Sketches of the South of India vol 1 P 89, 3- Travels of Peter Mundy, vol. II. P. 368

4- Wilson. Early Annals of the English in Bengal vol II, part II P. 90 5- Love. Vestiges of Old Madras (Indian Records Series) vol I. P 198

6- Fryer, East India and Persia vol I, P. 279

عام خطوط کی ابتدا ۱۷۱۲ء سے شروع ہوتی ہے، جبکہ پہلے پہل کمپنی نے محصول ادا کرنے پر اپنے قاصدون کے ذریعہ خطوط کی روانگی کی اجازت دیدی تھی، جب انگریز اول اول ہندوستان مین آئے تو انہون نے اِن قاصدون سے اپنے خطوط و کاغذات کی ترسیل و تبلیغ کا کام لینا شروع کیا، لیکن چونکہ اس مین ضرورت سے زیادہ وقت اور روپیہ خرچ ہوتا تھا، اسلیے ۱۶۸۸ء مین ایسٹ انڈیا کمپنی نے اپنے بمبئی اور مدراس کے افسرون کو حکم دیا کہ آسانی اور کمپنی کی آمدنی کے لیے اپنے اپنے یہان محکمۂ ڈاک قائم کرین، بمبئی کو حسب ذیل ہدایتین روانہ کی گئین:-

"ہماری خواہش ہے کہ تمام خطوط کی آمد و رفت کے لیے ڈاکخانہ قائم کیا جائے ہر خط کا محصول مقرر ہو اور خط کے وزن کے مطابق اِن محصولات کو دگنا یا تگنا کیا جائے تاکہ چند سالون مین کمپنی کو معقول فائدہ حاصل ہو اور تجار و سوداگرون کو ہمیشہ سے زیادہ سہولت نصیب ہو، اسلیے تمکو چاہیے کہ خشکی اور تری کے راستون سے اِن کی روانگی کا انتظام کرکے اور مناسب مقامات پر انکی چوکی قائم کرکے، سورت اور دوسرے مقامات پر خطوط نہایت سرعت و حفاظت کے ساتھ روانہ کرو[1]"

اسی قسم کی ہدائتین مدراس بھی روانہ کی گئین، معلوم ہوتا ہے کہ ۱۷۱۲ء مین مدراس مین مناسب مقامات پر ڈاکخانے قائم کردیے گئے اور[2] اون سے خط و کتابت مین بہت کچھ آسانیان

(ایک فنام ۱ر کے برابر ہوتا تھا)

1. Vestiges of Old Madras, 1. 544

2 - Vestiges of Old Madras .1, 136

پیدا ہو لیکن، پہلے مدراس سے بنگال تک قاصدون کے جانے مین دو تین مہینے درکار تھے لیکن اب صرف ایک مہینہ مین خطوط جا سکتے تھے؛ ابتدائی محصولات کا پتہ نہین چلتا لیکن ۱۷۸۰ء کے محصولات یہ ہین:

فورٹ سینٹ جارج سے		وبزنگا پٹم تک	۴	فنام
″	″	بنگال ″	۶	″
″	″	بمبئی یا سورت ″	۹	″

اسکے بعد لارڈ کلایو کے زمانہ تک کے ڈاکخانہ کے حالات کا کوئی مفصل حال معلوم نہین لیکن لارڈ موصوف کے زمانہ مین ۱۷۶۶ء مین پہلے پہل مستقل ڈاکخانجات کے قیام کا پتہ چلتا ہے، اس کے متعلق ذیل کا حکم ہمارے سامنے ہے،

ڈاک کے بہتر انتظامات کی غرض سے حکم دیا جاتا ہے، کہ آیندہ تمام خطوط گورنمنٹ ہاؤس سے روانہ کیے جائین، پوسٹ ماسٹر یا اسکے ماتحت رات کو تمام خطوط کو چھانٹ کر روانہ کرین، کمپنی کے مختلف مقبوضات کے خطوط الگ الگ تھیلون مین بند کرکے، اونپر کمپنی کی مُہر لگا دی جائے، ذمہ دار افسر کے علاوہ کوئی اون تھیلون اور خطوط کو نہ کھولے اور اس ذمہ دار افسر کو چاہیئے کہ صرف اپنے یہان کے تھیلے کو کھولے، اسی قسم کے احکامات کلکتہ جانے والے خطوط کے متعلق نافذ کیے جائین[1]،

خطوط اور پیکٹ کے بسرعت وحفاظت پہونچنے کے لیے بہت سے اور قوانین بھی بنائے گئے وارن ہسٹنگز (Warren Hastings) کے زمانہ مین محکمۂ ڈاک مین اور ترقی ہوئی،

1- Hamilton An outline of postal history and Practice etc, P. 131.

سنہ۱۷۷۴ء مین، کلکتہ مین ایک پوسٹ ماسٹر جنرل کا تقرر عمل مین آیا اور فی سو میل کے لیے ۲ آنے فی خط محصول مقرر کیا گیا؛ عام لوگون کی سہولیت کے خیال سے ۲ کے تانبے کے ٹکٹ صرف ڈاک کے لیے بنائے گئے؛ سنہ۱۷۸۴ء مین وارن ہیسٹنگز نے قوانین ڈاکخانہ پر نظرثانی کی اور اسی طرح اکثر نظرثانیان ہوتی رہین تا آنکہ سنہ۱۸۳۷ء مین عام ڈاکخانے جاری کئے گئے اور حکومت نے مقبوضاتِ ایسٹ انڈیا کمپنی کے تمام خطوط کی ترسیل و تبلیغ کی حاکمانہ ذمہ داری لے لی[1]،

سنہ۱۷۷۵ء سے چند سال قبل بنگال اور مدراس کے مابین ہفتہ مین دوبار ڈاک کی روانگی کا سلسلہ شروع ہوچکا تھا؛ اسوقت تک بمبئی اور مدراس یا بمبئی اور کلکتہ کے درمیان کوئی منتظم سلسلہ نہ تھا، سنہ۱۷۸۸ء مین یوروپین تاجرون کی درخواست پر ایک پندرہ روزہ ڈاک کا سلسلہ مدراس اور بمبئی کے مابین قائم کیا گیا تھا، اسکا راستہ حیدرآباد اور پونہ ہوکر تھا اور اسمین تقریبًا ۲۵ دن صرف ہوتے تھے، سنہ۱۷۹۰ء مین اِسے ہفتہ وار بنادیا گیا اور راستہ بھی تبدیل کردیا گیا، اب خطوط بمبئی سے مچھلی پٹن اور وہان سے کلکتہ اور مدراس جانے لگے، اس ذریعے سے بہت سا وقت بچ گیا اور اب خطوط بمبئی سے کلکتہ ۲۶ دنون مین، مدراس ۱۷ دنون مین اور مدراس سے کلکتہ ۱۹ دنون مین پہونچ جاتے۔ پوسٹ[2] مین ہمیشہ پیادہ پا ہوتے؛ اونکی چوکیان عمومًا سات آٹھ میل پر ہوتین اور ۲۴ گھنٹون مین اونکی رفتار تقریبًا ۷۰ میل ہوتی تھی[3]،

1- Hamilton PP. 132-33: Clarke, The post office of India and its story, PP. 13, 17, 191-94.

2- Vestiges of old Madras, III, 79, 443-45; Selections from the letters, Despatches, and other state papers preserved in the Bombay Secretariate, Home Series, vol. II (ed. Forrest), P. 347.

3- Rennell. memoir of Hindoostan P. 237.

کلکتہ سے پٹنہ کی مسافت ۴۰۰ میل تھی جس مین ۳۳ چوکیان اور ۲۱۲ ہرکارے تھے۔ کلکتہ سے ڈھاکہ ۱۹۰ میل تھا اور اسمین ۱۲ چوکیان
Clarke. P. 173 Rennell

وزن اور مسافت کے اختلاف کے ساتھ محصول مین بھی کمی وزیادتی ہوتی تھی اور معلوم ہوتا ہے کہ چند ہی سالون مین اسمین مختلف تبدیلیان ہوئی تھین، ۱۷۷۷ء مین مدراس وبمبئی کے مابین خطوط کا محصول حسب ذیل تھا،

ایک خط کے لیے	۲ روپیہ
دگنے " "	۴ "
تگنے " "	۶ "

پیکٹ پر ۴ روپیہ فی اونس کے حساب سے محصول تھا، ۱۷۸۹ء کے بعد ½۲ تولہ وزن کے خطوط کا محصول حسب ذیل تھا،

بمبئی سے پونہ تک		۵۲ کوس			۲ر
" " حیدرآباد تک		۲۲۲ "			۸ر
" " مچھلی پٹن تک		۳۳۱ "			۱۲ر
مچھلی پٹن سے	مدراس تک	۲۲۳ میل	۳ فنام		۴ر
" "	گنجم تک	۴۲۰ "	۴ "		۸ر
گنجم "	کلکتہ تک	۳۰۵ "			۵ر

½۲ تولے سے ½۳ تک دوگنا اور ½۳ سے ½۴ تولہ تک تگنا اور ½۴ سے ½۵ تک چوگنا محصول ادا کرنا ہوتا اور یہ محصول اسی طرح بڑھتا جاتا[1] - ۱۷۹۵ء مین مندرجہ ذیل محصول تھا،

ایک کوس تقریباً ½۲ کا ہوتا ہے۔

1- Selection from the letters, etc. p. 347; vestiges of old Madras III 344

کلکتہ سے	½ ۲ تولہ یا اس سے کم	
	روپیہ	آنہ
برکپور	—	۱
راج محل	—	۳
پٹنہ	—	۵
بنارس	—	۷
ڈھاکہ	—	۳
چیٹاگانگ	—	۶
بمبئی	۱ -	۹
مدراس	۱ -	½۲

½ ۲ تولہ سے ½۳ تولہ تک دگنا اور ½ ۳ سے ½ ۴ تک تگنا محصول ادا کرنا پڑتا اور وہ اسی طرح بڑھتا جاتا[1]۔ ان محصولات پر ۱۸۰۷ء مین پھر نظر ثانی کی گئی؛ ا تولہ کے وزن کے خط کو سنگل لیٹر اور ایک سے ½ ا تک ڈبل اور ½ ا سے ۲ تک ٹربل لیٹر قرار دیا گیا، سنگل خطوط پر ½ ا فام فی سو میل کے حساب سے محصول لگایا گیا[2]؛ یہ سلسلہ بدستور جاری رہا تا آنکہ ۱۸۵۴ء مین مسافت کے خیال کو ترک کرکے تمام خطوط پر ایک ہی محصول مقرر کیا گیا،

کیرے (Carey) اپنی کتاب The Good ol Days of Honourable John Company مین لکھتا ہے کہ جولائی ۱۸۰۹ء مین ذاتی خطوط عام طور سے بذریعہ ڈاک روانہ ہوتے[3] اسکے قبل

1- Carey, The good old days of Monosable John Company. vol. 1, P. 483　　ایک تولہ ایک روپیہ کا ہم وزن ہوتا ہے۔
2. veoligea of old Madras III, 5 41.
3 - vol. 1, P. 484

صرف چند خاص افسرون کو بلا محصول خطوط روانہ کرنے کا حق حاصل تھا،

۱۸۔ صدی کے اختتام سے قبل، بھاری پارسلون اور گٹھریون کے بھیجنے کے وسائل بھی موجود تھے، یہ بہنگیون پر جو آدمی کے کاندھون پر رکھی ہوتین لیجائی جاتی تھین، اس کو بہنگی ڈاک کہتے تھے، ہملٹن (HAMILTON) اپنی کتاب اوٹ لائنس آف پوسٹل ہسٹری اینڈ پریکٹس (OUTLINES OF POSTAL HISTORY PRACTICE) مین بنگی ڈاک کے متعلق لکھتا ہے،

ہندوستان، انگلستان کی وزنی اشیار کے طریقۂ ترسیل کی ایجاد کے ایک صدی پہلے سے ایک نہایت مفید نظام کا مالک تھا، بہنگی والے ڈاک سے سست چلتے ہین تاہم ایک گٹھری ایک مہینہ کے اندر مرمت کے لیے کلکتہ جاکر درست ہوکر واپس آسکتی ہے۔"[1]

---

[1] حصۂ اول صفحہ ۱۳۴،

تلخیص و تبصرہ

مسٹر جی ایس ہملٹن نے رسالہ ہبرٹ جرنل کے اپریل نمبر مین ایک نہایت مفصل مضمون لکھکر یہ ثابت کیا ہے کہ مغربی تمدن کا خلعت ہندوستان کے جسم پر راست نہین آسکتا، یورپ کا مادی تمدن مشرق کی روحانی اور اخلاقی قوت کو فنا کر رہا ہے اور مشرق کے تمام امتیازات کو مٹا رہا ہے، ہر قوم کا تمدن اسکی جبلت فطرت، تخیلات، ملکی آب و ہوا اور جغرافی خصوصیات کی بنیاد پر قائم ہوتا ہے اسلیے ایک قوم کے تمدن کو زبردستی دوسری قوم کے سر منڈھنا، اوسکو دانستہ خودکشی پر آمادہ کرتا ہے، مسٹر موصوف کے طویل مضمون کے حسب ذیل اقتباسات پڑھنے کے لائق ہین، ان اقتباسات کے ضمن مین یہ بھی پیش نظر رکھنا چاہیے کہ اس منصفانہ اور بے لاگ رائے کے باوجود اونکے اندر اپنے مذہب کی اشاعت کا دولہ انگیز جذبہ کس طرح دب دب کر ابھرتا اور چھپ چھپ کر نکلتا ہے،

"اسوقت برطانیہ کو ہندوستان پر حکومت کرتے زمانہ گذر گیا ہے، بعض حصون مین دو سو سالون سے اور بعض مین ایک سو برس سے حاکم ہے، حتی کہ پنجاب بھی تین نسلون سے اسکے زیر نگین ہے اور اسوقت شائد ہی کوئی ایسا متنفس موجود ہوگا جسنے آزاد ملکی حکومت دیکھی ہو؛ اس تمام زمانہ مین برطانیہ نے خود یا کسی دیسی ریاست کے ذریعہ ملک کے طول و عرض مین امن و امان قائم رکھا ۳۰۰،۱۰۰ گنجان آباد مربع میل اور نہایت ہی وسیع پیمانہ پر پولیس کا اسقدر بہتر انتظام کیا کہ دنیا کی کوئی تاریخ اسکی مثال پیش نہین کرسکتی؛ ان اوقات مین کبھی بھی ہندوستان کی سرحد پر کوئی اہم حملہ ہوا، اور چند مستثنات اور محدود شورشون کے سوا، ایک باشندہ یا سیاح خواہ انگریز یا دیسی اس قدر محفوظ رہا کہ یورپ کے کسی ملک مین بھی ممکن نہ تھا"

"۳۰ ہزار میل ریل کی سڑک بنائی گئی، ۳۰ ملین ایکڑ بنجر زمین کی آبیاری کے لیے نہرین بنوائین گئین، دس یونیورسٹیان قائم کی گئین اور تمام ملک مین اسکولون کا جال بچھا دیا گیا، جو شخص بھی چاہے مغربی جراحی اور ادویات سے مستفید ہو سکتا ہے، ریل، کوئلہ کی کانون، روئی، جوٹ، اون حتیٰ کہ لوہے کے کارخانون مین زر کثیر جو زیادہ تر اہل برطانیہ کا ہے، لگا یا گیا ہے، غیر ملکی کارخانے اور بنک ہر جگہ کھل گئے ہین، انھون نے ہندوستان کی پیداوار کے لیے منڈیان کھولدی ہین اور اوسے اس قابل بنا دیا ہے کہ وہ روے زمین کے بعید ترین حصہ سے اعتبار پر کاروبار کر سکتا ہے"

"یہ وہ مادی ترقی ہے جو برطانوی حکومت، اپنے ساتھ ہندوستان لائی ہے، ملک کا نقشہ بدل گیا ہے! لباس کا قدیم طرز اوٹھ رہا ہے، کارخانے کے کپڑون نے خانہ ساز کپڑون کو تقریبًا نابود کر دیا ہے (تا آنکہ گاندھی نے زندہ کیا) اور یورپین وضع وقطع جو اونکے مردون اور عورتون کو بہت ہی برا معلوم ہوتا ہے، اونکے خوبصورت کپڑون کی جگہ لے رہا ہے، تقریبًا ہر شخص دال اور باجرہ کی جگہ گیہون اور چاول کھاتا ہے، تیرتھ اب تفریحی سفرون سے زیادہ وقیع نہین لیکن انسان صرف روٹی کے سہارے زندہ نہین رہسکتا، اور نہ ایک قوم کی ترقی کا حال اس سے معلوم ہوسکتا ہے کہ اوسمین اسقدر روپے کی درآمد ہے یا اسقدر کپڑا خرچ ہوتا ہے یا اسقدر سونا اس کے پاس موجود ہے، دراصل سوال جس کا فوری جواب مطلوب ہے یہ ہے کہ آیا ہندوستان نے برطانوی حکومت مین رہکر کچھ روحانی ترقی بھی حاصل کی ہے اور پھر اگر اسکا فقدان ہے یا بہت ہی کم ہے تو آخر کیون؟ پس اگر ہندوستان کے خیالات کو مغرب کے عیسائی تمدن مین رنگنے کے لیے یہ بھی کوئی چیز ہے تو ہمکو یقینًا اس کی طرف دیکھنا چاہیے اور اس بات کی کوشش کرنی چاہیے کہ "مشرق مشرق ہے اور مغرب مغرب، اور یہ دونون کبھی نہ ملینگے" کہ مشہور مقولہ کا اب کوئی ثبوت

نہین ملتا، کیونکہ حکومت کا مذہب عیسائیت ہے، اخلاقیات جنکا مطالعہ کیا جاتا ہے عیسائیت سے ماخوذ ہین یا افادیات سے، تعلیم انگریزی ادبیات کے ذریعہ ہے، ایک ایسے ملک مین جہان ہمیشہ استبدادیت رہی ہو، جو سیاسی اصول سکھایا جائیگا وہ یہ ہو گا کہ دنیا کی نجات کا بہترین ذریعہ مغربی جمہوریت ہے، جو خوبیان بتائی جاتی ہین وہ تمام تر گوشت خوار انسانون کی ہین اور اون لوگون کی نظرون مین جو معتدل سبزی خوار ہین ظلم سے مشابہ نظر آتی ہین،،

"ہندوستان سے بہتر کہین بھی مشنریون کا انتظام نہین، یورپ اور امریکہ کے تقریبًا ہر فرقہ کی مشنری یہان موجود ہے، اور ایک شخص یہان رومن کیتھولک، چرچ آف انگلینڈ، امریکن پریس بٹرین، بپٹسٹ، چرچ آف اسکاٹ لینڈ، سونتھ ڈے اڈونٹسٹ اور چرچ آف کرسٹ کے مبلغین کو دو ہزار مربع میل کے دائرہ مین پاتا ہے، مشنریون نے انجیل کی تبلیغ کی، بیارون کو اچھا کیا، بچون کو تعلیم دی اور ہر جگہ بھلائی کرتے رہے لیکن ہندو اور مسلمانون نے انکو اتنی نفرت سے دھتکارا کہ فلسطین کے یہودیون نے بھی حضرت عیسٰےؑ سے نفرت نہ کی ہوگی، نیچ ذاتون کے علاوہ شاید ہی چند متنفس عیسائی بنائے گئے ہون، چند ہندوستانیون نے جذبۂ شوق مین اپنے الگ کلیسا قائم کیے ہین پر وہ سب کے سب مشنریون کے مسلسل نگرانی وامداد کے محتاج ہین، یہ سچ ہے کہ ہندوستان کے بعض حصون مین ایک بڑی جماعت نے عیسائیت کی طرف اپنے رجحان کا اظہار کیا ہے لیکن یہ بڑی جماعتین اون نیچ ذاتون کی تھین جو نہ ہندو ہین اور نہ مسلمان، اور خواہ ہم اسکو روحانی بیداری سمجھ کر خوش ہون یا معاشرتی ترقی سمجھ کر روا رکھین، یہ ہمکو اوس راستہ کا جو مسلمان اور ہندو آیندہ چلکر اختیار کرین گے پتہ بتانے سے بالکل قاصر ہے، بلکہ یہ خیال کہ اونہین اون لوگون سے جو پہلے حقیر یا چارتھے مساویانہ حیثیت سے ملنا پڑیگا، اوس قومیت کے رکاوٹ کے علاوہ جسے عیسائیت نہ توڑ سکی اور نہ سہل کر سکی، ایک اور دیوار کھڑی کرتا ہے، اسلام اور ہندو

مذہب دونون اسوقت ہمیشہ سے زیادہ مضبوط ہین، کیونکہ قومیت و وطنیت کے جدید جذبات
ان دو بڑے مذاہب مین وہ رشتہ اتحاد پاتے ہین جو ہندوستان کے کسی واحد زبان یا واحد
سیاسی نقطۂ خیال کے روایات مین نہین مسکتا؛ ہندوستان مین حال کی تمام مذہبی بیداریان
مذہبی ہونے کے بجائے زیادہ تر سیاسی و وطنی ہین، مثلاً آریہ سماج تحریک اتحاد اسلامی، اور سکھون کا
خالصہ فرقہ، ہندوستان کسی نہ کسی دن عیسائی ہو سکتا ہے، لیکن یہ امید اسوقت اور درخشان ہو جائیگی
جبکہ انگلستان اسپر حکومت کرنا چھوڑ دے اور مشنریان اپنا قومی و نسلی غرور اور قدیم دیوتاؤن سے
روائی باقی نہ رکھین،،

عیسائیت کا یہی ایک اصول نہین ہے جو ٹھکرا دیا گیا ہے، ہر وہ شخص جو ہندوستان مین ہندستانیون
سے اکثر ملا ہے، جانتا ہے کہ حتیٰ کہ وہ ہندوستانی جسنے مغربی تعلیم حاصل کی ہے، اخلاق، ترقی، تعلیم
اور سیاست کے ہر مسئلہ کو بالکل ہی دوسری نظر سے دیکھتا ہے، جو مخاطب کے نقطۂ خیال سے کچھ بھی تعلق
نہین رکھتی، انگریزون سے زیادہ وہ مادی قوت کے بجائے روحانی اشیار کو قدر و منزلت
کی نگاہ سے دیکھتے ہین؛ یہ بالکل ہی ناقابل تخیل خیال ہے کہ ہندوستانی کسی قسم کے بھی افادی
اخلاق کو قبول کرلینگے یا خدا کے رضا و قہر کی جگہ کثیر ترین تعداد کی بہترین نیکی کے اصول کو دین گے
پیدائش اور ذہنی تقدس انسان کے معاشرتی درجہ کو متعین کرتا ہے لیکن دولت تو اس لائق بھی نہین
روحانی خیالات جو یورپ مین رائج ہین ہندوستانیون پر کچھ بھی اثر نہین کرتے، مثلاً ہندوستانی
کسی صورت سے بھی انسانی برادری کو تسلیم نہین کرتے۔ وہ اس بات کو نہین مانتے کہ ہر شخص کو مساویانہ
مواقع حاصل ہون اور وہ مساویانہ معاشرت و اشتراکیت سے نفرت کرتے ہین؛ ہندوستان
اسوقت تک اوس انقلاب سے جو فرانس نے ۱۷۸۹ء مین شروع کیا ہے نہین گذرا ہے، اعلیٰ قومین
ابتک نیچ قومون یا بے ذات قومون کو جانورون سے کچھ ہی بہتر سمجھتی ہین، اور یہ نیچ قومین اپنی

حالت مین بالکل مطمئن ہین اور انہین اس معاشرتی تذلیل کے ہٹانے کا مطلقًا کوئی خیال بھی نہین ہے

"اسکے علاوہ صداقت کے مسئلہ کو لیجیے، ہندوستانی ویسے ہی مشرقی ہین جیسا کہ روایت پیش کرتی ہے، خلوص کے بجائے تصنع وظاہرداری ابتک اس کے نقطۂ خیال ہین، اور وہ چہرہ جو حقیقت کو ظاہر ہونے نہین دیتا اوس سے جو دل کھولکر صاف بات کہتا ہے زیادہ ممدوح ہے، ہندوستان کے تمام اسکول وکالج، شائد اس وجہ سے کہ وہ تمام تر دنیاوی تعلیم کے لیے ہین، اونکی روشِ صداقت کی تبدیلی مین ناکامیاب ہین۔ ذہنی صداقت اوس معیوب نظر سے دیکھی جاتی ہے جس سے اظہار حقیقت، ہندو مذہب اس بات پر مصر ہے کہ تمام قصون کو بیک وقت دینیات وتاریخ سمجھا جائے اور اسلام جو قرآن کے لفظی صداقت پر بھی کچھ پوچھنے کو منع کرتا ہے یہ دونون کے دونون اس بات کا ارادہ کیے بیٹھے ہین کہ وہ ہر اوس بات سے جو اون کی مقدس کتابون کے مطابق نہ ہو صاف انکار کردین، اون لوگون کو جو ایک آنکھ بند کرکے تدارک کرتے ہین صداقت نہین ملسکتی"

مغربی اثر نے ہندوستان کی تقریبًا تمام صنعتون کو مردہ کردیا ہے، عجیب قسم کے باریک کپڑا بننے والون زردوزون، بڑھیون اور سنگ تراشون مین حسن وخوبصورتی کی حقیقی تمیز وذوق تھا۔ مگر مغربی مانگ ومغربی نمونون نے ایکطرف تو اونکی تمام خوبیان برباد کردین اور دوسری طرف انکو حسن کا صحیح معیار بھی نہ بتایا، اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ارزانی اور بیکار چیزونسے کام لینے کے عادی ہوگئے"

"ان تمام واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ مغربی ترقی کی شاہراہ جو مغربی تمدن کیطرف رہنمائی کرتی ہے ہندوستانی ارتقار کی راہ نہین ہے، اس شاہراہ سے ہٹ کر کوئی دوسرا راستہ ہندوستان کے لیے ہے اجو اوسے کسی دوسری منزل مقصود تک لیجائے"

اخبارِ علمیّة

کیمبرج یونیورسٹی کے کتب خانہ مین اسلامی مضامین پر جو قلمی کتابین ہین، ان کی فہرست بائیس سال ہوے پروفیسر براؤن نے مرتب کی تھی۔ اس اثنا مین قریب ۸۰۰ کے قلمی کتابین یونیورسٹی لائبریری مین، اور تقریباً اسی تعداد مین مختلف کالجون کے کتب خانون مین خرید کر داخل ہوئی ہین، سب کی مجموعی تعداد ۱۵۰۰ ہے۔ پروفیسر موصوف اسوقت ان قلمی کتابون کی مفصل و مشرح فہرست مرتب کرنے مین مصروف ہین، (ٹائمز لٹریری سپلیمنٹ)

رائل ایشیاٹک سوسائٹی (لندن) کا سہ سالہ تمغۂ طلائی، جو مستشرقین کے ہان ایک خاص طغرائے امتیاز سمجھا جاتا ہے، اب کی بار پروفیسر گائلز کی قسمت مین آیا، جو کیمبرج یونیورسٹی مین چینی زبان کے پروفیسر ہین، اور چینی زبان اور اس کے متعلقات کے بڑے محقق تسلیم کیے جاتے ہین، اس تمغہ کی تاریخ آغاز ۱۸۹۷ئ ہے، اور اسوقت سے ہر تین برس کے بعد اہم مستشرقانہ خدمات کے اعتراف مین یہ عطا ہوتا رہتا ہے۔ اسوقت تک اصحاب ذیل کے حصہ مین آچکا ہے۔

سال	نام محقق	نوعیت خدمات
۱۸۹۷ء	پروفیسر کوول	تحقیقات متعلق بہ زبان سنسکرت
۱۹۰۰ء	اڈورڈ ولیم ویسٹ	زبان پہلوی سے کتب مقدسہ کا انگریزی مین ترجمہ کیا
۱۹۰۳ء	سرولیم میور	تالیفات متعلق بہ اسلام و شارع اسلام
۱۹۰۶ء	ڈاکٹر پوپ	تحقیقات متعلق بہ زبان تامل

سنہ ۱۹۰۹	سر جارج گریرسن	تحقیقات متعلق بہ السنۂ ہند،
سنہ ۱۹۱۲	ڈاکٹر فلیٹ	
سنہ ۱۹۱۵	(۱) مسٹر یوس (۲) مسٹر جگیس	تحقیقات متعلق بہ علوم چین
سنہ ۱۹۱۸ء	ڈاکٹر ونسنٹ اسمتھ	تالیفات متعلق بہ تاریخ ہند
سنہ ۱۹۲۱	پروفیسر گائلز	تالیفات متعلق بہ ملک چین

(ٹائمز لٹریری سپلیمنٹ)

بابرنامہ (شہنشاہ بابر کی خود نوشت سوانح عمری) کا ایک ترجمہ انگریزی زبان میں مسٹر ارسکن کا کیا ہوا پیشتر سے موجود تھا۔ مگر وہ براہ راست ترکی سے نہین ،بلکہ فارسی ترجمہ سے ہوا تھا اسلیے ترجمہ در ترجمہ ہوگیا تھا۔ ماہ جولائی مین مسز بیوریج کے قلم سے اُسکا ایک جدید ترجمہ انگریزی زبان مین ہوا ہے، جو براہ راست ترکی سے ہوا ہے۔ لنڈن کے مشہور مشرقی دار الاشاعت لیوزک کمپنی نے اسے شائع کیا ہے۔ کتاب دو ضخیم جلدون مین ہے، اور قیمت ۲ پونڈ ساڑھے بارہ ۱۲½ شلنگ ہے، خاتون موصوفہ دس سال سے اس کام مین مصروف تھین۔ کتاب کو انھون نے چار حصون مین تقسیم کیا ہے، پہلا حصہ متعلق بہ فرغانہ، سنہ ۱۹۱۲ء مین تیار ہوگیا تھا، دوسرا حصہ متعلق بہ کابل سنہ ۱۹۱۴ء مین، تیسرا متعلق بہ ہندوستان سنہ ۱۹۱۷ مین اور چوتھا، جو دیباچہ، فرہنگ وغیرہ پر مشتمل ہے سنہ ۱۹۲۱ مین تیار ہوا۔

سوویٹ کی عملداری (روس) سے وسط مئی کا چلا ہوا ایک خط کچھ روز ہوئے جنوبی لنڈن مین ایک صاحب کو موصول ہوا۔ جس پر تین فٹ طویل اور سات انچ عریض رقبہ مین ٹکٹ چسپان تھے، ٹکٹون کی کل تعداد ۱۵۰ تھی، جن مین ۵۰ کی قیمت دو دو سو روبل تھی، اور سو ایسے تھے، جو تین تین سو روبل والے تھے، گویا کل ٹکٹون کی مجموعی تعداد ۴۰۰۰۰ روبل تھی۔ جنگ سے قبل ایک روبل تقریبًا دو شلنگ کے

مساوی ہوتا تھا، اس حساب سے ٹکٹون کی قیمت ۴۰۰۰۰ پونڈ ہوئی، لیکن موجودہ شرح تبادلہ کے لحاظ سے یہ چالیس ہزار روبل بہت ہی حقیر قیمت کی شے ہین، (ڈیلی میل)

معزول قیصر جرمنی نے اپنے قلم سے اپنی سوانح عمری (تزک قیصری) تالیف کی ہے، امریکہ کے ایک دارالاشاعت نے اس کے حقوق تالیف ۵۰۰۰۰ پونڈ (۷۵۰۰۰۰ روپیہ) معاوضہ دیکر خرید کیے ہین، اس کی پہلی قسط غالبًا یکم ستمبر کو شائع ہوگئی ہو، (ایضًا)

یورپ مین مشہور تصانیف کے قلمی نسخون اور ابتدائی ایڈیشنون کی جو قدر ہوتی ہے، اسکا اندازہ اس سے ہوسکیگا، کہ حال مین جب شکسپیر کے مجموعۂ تصانیف کا نیلام ہونے لگا، تو پہلی بولی ایک ہزار پونڈ سے شروع ہوئی اور بالآخر ۸۶۰۰ پونڈ کی بولی پر پہنچکر نیلام ختم ہوا! یہ مجموعہ ۱۶۲۳ء مین طبع ہوا تھا، دوسرا مجموعہ جسکا سال طباعت بھی یہی تھا، ۵۴۰۰ پونڈ مین نیلام ہوا! یہ دو نون نیلام ایک امریکی شائق علم مسٹر روزن بیک کی بولی پر ختم ہوئے۔ اسی نیلام مین فارسی کی بھی ایک قلمی کتاب جسکا نام نہ معلوم ہوسکا، اور جس پر سال کتابت ۱۵۴۰ء درج ہے، ۸۰۰ پونڈ مین فروخت ہوئی، (ایضًا)

حال مین بعض دیوہیکل موٹرین ایسی ایجاد ہوئی ہین، جن کی شرح رفتار دو میل فی منٹ کی ہے! انکے چلانے سے پیشتر کئی گھنٹہ تک انتہائی احتیاط و اہتمام کے ساتھ انکے ایک ایک پرزہ کو تیار کیا جاتا ہے، اور اس کے بعد یہ چھوڑی جاتی ہین۔ ان کی سب سے سست رفتار ایک میل فی منٹ کی ہوتی ہے، اس کے بعد تیزی کے ساتھ شرح رفتار بڑھنے لگتی ہے، ابھی ۹۰ میل فی گھنٹہ تھی اب

ستو میل ہوئی یہان تک کہ پورے ۱۲۰ میل فی گھنٹہ ہوگئی۔ اس حالت مین شور اس قیامت کا ہوتا ہے، کہ بات چیت کی آواز کان مین آنا ناممکن ہوجاتی ہے، مجبوراً سر و دست کے اشارات سے گفتگو ہوتی ہے، چلنے مین ہوائی جہاز کی سی خراہٹ ہوتی ہے، اور سواریون کو یہ محسوس ہوتا ہے، کہ بجائے زمین پر حرکت کرنے کے ہوا مین اُڑ رہے ہین (ایضاً)

بیرسلا (علاقہ جرمنی) سے خبر آئی ہے، کہ ایک نوجوان شخص جو ایک لوہار کی دوکان پر کام کرتا تھا، ایک مکان کی چھت سے گر پڑا۔ لوگ اٹھا کر اسپتال مین لے گئے۔ ڈاکٹرون نے معائنہ کرکے یہ پایا، کہ کاسۂ سر ٹوٹ گیا ہے، اور بجز ایک کے ساری پسلیان شکستہ ہوگئی ہین، مجروح ۱/۲ ۴ سال تک اسپتال مین رہا، اس کے بعد ڈاکٹرون نے کاسۂ سر کے استخوان شکستہ مین دہات کی ایک پلیٹ لگا دی، اور ٹوٹی ہوئی پسلیون کے بجائے سونے اور پلاٹینم کی پسلیان لگا دین، ان اعمال جراحی کی تکمیل مین ۱/۲ ۲ سال کی مدت اور صرف ہوئی، اس کے بعد مجروح کو اسپتال سے خلاصی ہوئی، اور اب وہ اچھی طرح چلتا پھرتا ہے۔ البتہ سونے اور پلاٹینم جیسی بیش بہا معدنیات کے اُس کے جسم مین داخل ہونے کے باعث اسکی جان کانی پُر خطر ہوگئی ہے، اس لیے حکومت کو اس کی حفاظت کا خاص انتظام کرنا پڑا ہے، اور اس کی نگہبانی کے لیے پولیس مقرر کردی گئی ہے، جو چورون اور قزاقون کی دستبرد سے اسے محفوظ رکھے، (ایضاً)

برطانیہ کے مشہور استاد سائنس، سر آلیور لاج نے، جنھون نے حال مین اپنی اکھتر دین سالگرہ منائی، اخبار ڈیلی میل کے ایک نامہ نگار سے بیان کیا، کہ وہ اپنے وقت کا بڑا حصہ لاسلکی سے متعلق تحقیقات مین صرف کرتے رہتے ہین، اور ایک مددگار کی اعانت سے اسی کے متعلق تجربات

تحقیقات مین مصروف رہتے ہین۔ سیر آلیور نے یہ بھی کہا کہ بارش کا انحصار فضا کی کہربائیت پر ہے، مصنوعی وخارجی تدابیر سے اگر فضا مین کافی برقیت پیدا کردی جائے، تو فوراً بارش ہونے لگے۔ انھون نے یہ توقع ظاہر کی، کہ کسی زمانہ مین ایسا ہوکر رہیگا، (ایضاً)

ڈرہم روڈ، ہلمسٹیڈ (انگلستان) مین ایک معمّر خاتون مقیم ہین، جنھون نے ۷۔ اگست کو اپنی عمر کے ۱۰۵ سال ختم کرکے ۱۰۶ سال مین قدم رکھا۔ انکی ساری عمر دیہات مین گذری ہے، انکے قویٰ مین ابتک کوئی غیرمعمولی ضعف نہین، صرف کسی قدر ثقل سماعت ہے۔ ہاضمہ اتنا اچھا ہے، کہ شب و روز مین چار مرتبہ سیر ہوکر کھانا کھاتی ہین، اور سال بھر اُدھر تک بصارت ایسی تھی، کہ کتابین پڑھ لیتی تھین، ۳۶ سال ہوے جب انکے شوہر کی وفات ہوئی، (ایضاً)

سر ولیم گیری نے اپنے پارک واقع کینٹ (انگلستان) مین ایک عجیب قسم کا باغ لگایا ہے، سڑک کے کنارے کنارے دو رویہ درختون کی قطارین ہین، جو تقریباً نصف میل تک چلی گئی ہین، اور صنعت یہ رکھی ہے کہ درختون کا آغاز انگریزی ابجد کے ابتدائی حرف (اے) سے ہوتا ہے، بعدہ اسے درخت بعد کے حروف (بی۔ سی وغیرہ) سے شروع ہوتے ہین یہان تک کہ انکا خاتمہ انگریزی کے آخری حرف (زِڈ) پر ہوتا ہے، (ایضاً)

کلکتہ کے ایک نامور مسلمان خاندان کے ایک نوجوان رکن حسن شاہد سہروردی کو آٹھ دس سال ہوئے علیگڈھ کالج نے وظیفہ دیکر حصول تعلیم کے لیے یورپ روانہ کیا تھا۔ وہ انگلستان سے روس چلے گئے تھے، کہ جنگ چھڑ گئی، اور عرصہ تک ان کی خبر نہ معلوم ہوئی۔ اب تازہ اطلاعات سے

معلوم ہوا کہ وہ بخیریت ہیں، اور اس اثنا میں اپنے مذاق کے مضامین کا برابر مطالعہ کرتے رہے ہیں، جو ان کے مخصوص ذوق کی چیزیں، فنون لطیفہ اور خصوصاً ڈراما اور تھیٹر ہیں۔ ان مضامین میں انہوں نے کمال کے ساتھ شہرت بھی حاصل کی ہے، اور ان کی تحریریں ان عنوانات پر روس کے مشہور رسالوں میں شائع ہوتی رہتی ہیں، روسی زبان پر انہیں پوری قدرت حاصل ہوگئی ہے، اور جرمن و فرنچ زبانوں میں بھی کافی مہارت پہنچالی ہے، (کامبجین)

امریکہ کی اکاڈمی آف پولیٹکل اینڈ سوشل سائنس کے سہ ماہی رسالہ میں مالیات یورپ و مسائل زر پر بعض اہل ہند (مقیم یورپ و امریکہ) کے مضامین کو بھی جگہ ملنے لگی ہے، جس سے ظاہر ہوتا ہے، کہ ان معاملات میں بعض اہل ہند ماہرین فن کے مرتبہ پر تسلیم کرلیے گئے ہیں، (ایضاً)

پیرس کے ایک مستشرق جبرئیل فرانڈ عربی سے فرنچ میں ترجمہ کرکے ایک کتاب اس عنوان سے شائع کررہے ہیں "ایک عربی سیاح، سلیمان کا سفرنامہ چین و ہند" یہ سفرنامہ تیسری صدی ہجری کا ہے (ایضاً)

ڈاکٹر ڈوگمین ڈائرکٹر شعبۂ اصوات، کتبخانۂ سرکاری برلن کے حسب فرمایش ایک ہندوستانی، پروفیسر بینوے کمارسرکار کی آواز انگریزی زبان کو ادا کرتی ہوئی ایک فونوگراف میں محفوظ کی گئی ہے۔ نامور ماہر سنسکرت ڈاکٹر لوئیڈرس کی فرمایش پر انہیں صاحب کی آواز بنگالی زبان کو ادا کرتی ہوئی بھی فونوگراف میں محفوظ کی گئی ہے (ایضاً)

مستشرقین جرمنی کی کانفرنس کا دوسرا سالانہ اجلاس ابکی مرتبہ برلن میں ۴ لغایت ۷ اکتوبر

منعقد ہوگا، یہ کانفرنس، جرمن اورنٹیل سوسائٹی (لیپزگ) کے زیر اہتمام منعقد ہو رہی ہے جس کی عمر ۷۵ سال کی ہو چکی ہے۔ بانیان کانفرنس ہندوستان کے شایقین علم و فن سے مالی امداد کے مستدعی ہین

(کامریڈ)

کچھ روز ہوئے کولمبس سرکل (امریکہ) مین ایک خستہ و ماندہ کبوتر زمین پر پڑا ہوا ملا تفتیش سے اسکے بازو پر ایک مکتوب بندھا ہوا ملا جس کے کاتب ایک محقق حیوانات مسٹر ایڈسنڈ ہیلر تھے، جو ایک کوہستان مین جاکر راہ بھول گئے تھے، اور وہان سے طلب امداد کے لیے اس کبوتر کو قاصد بنا کر بھیجا تھا اس مقام سے جہان یہ کبوتر ملا ہے اُس کوہستان کا فاصلہ ۱۹۰۰ میل کا ہے، یہ فاصلہ اس نے غالباً پانچ دن مین طے کیا۔ اس حساب سے اس کی شرح پرواز ۳۸۰ میل فی یوم پڑتی ہے،

انڈیانا (امریکہ) مین ڈاکٹرون کو ایک عورت مسز ہیلن درسکودسکی کی بابت ایک نہایت عجیب تجربہ ہوا، کہ جسوقت وہ اپنے گم شدہ فرزند کو تلاش کر رہی تھی، ایک ٹرین نے آکر اسے دھکا دیا، جس کے صدمہ سے وہ گر پڑی، اور دوسرے روز اسکی حرکت قلب بند ہو گئی، تاہم وہ مری نہین! ڈاکٹر اسکی نبض ڈھونڈتے تھے، نبض کا پتہ نہ تھا تاہم گفتگو کا سلسلہ جاری تھا! ڈاکٹرونکا بیان ہے، کہ اس طبی خرق عادت کا باعث محض اس کی مامتا تھی، لڑکے سے اسکا تعلق خاطر اسدرجہ زبردست تھا، کہ اس نے حرکت قلب رک جانیکے باوجود بھی اسکو زندہ رکھا تیسرے روز حرکت قلب از سرنو جاری ہو گئی، اور عورت تندرست ہو کر ہسپتال سے رخصت ہوئی

احمدآباد میونسپلٹی کے حدود مین اسوقت جتنے طلبہ قومی مدارس مین زیر تعلیم ہین انکی تعداد ۵۴۰۰ ہے اور انکیلیے ۲۷۰ اساتذہ کام کرتے ہین اسکے مقابلہ مین سرکاری و نیم سرکاری مدارس مین طلبہ کی تعداد کل ۱،۰۰۰ ہے اور انکیلیے ۲۲۵ اساتذہ کام کرتے ہین، گویا ہر مدرس کے حصہ مین کل سات سات لڑکے آتے ہین۔ (بمبئی کرانیکل)

ادبیات

محمد علی کی یاد مین

از مرزا احسان احمد بی اے

اے پردہ کشائے حسن عرفان — اے جلوہ دہِ ہلال احمر
صدقے تری جان نثاریون کے — فطرت کا بدل دیا ہے منظر
جو رنگ ہے تیری زندگی کا — آزادی روح کا ہے مظہر
پامال ہے یون جو کفر و باطل — یہ تیرے خلوص کی ہے ٹھوکر
لرزان تری خاکساریون سے — بنیادِ غرور و فتنہ و شر
ہر موج نفس مین تیری پنہان — سرمستیِ موجِ جامِ کوثر
کاشانۂ زندگی مین تیرے — قندیلِ حرم ہے جلوہ گستر
آئینۂ جان کا تیرے صیقل — خاکِ درِ ملتِ پیمبر
یہ چہرۂ تابناک تیرا — فردوس ارم کا اک گل تر
لبریزِ گداز ہے ترا دل — سرشارِ نیاز ہے ترا سر
ہے تیری نوائے حریت سے — معمور فضائے ہفت کشور
آتشکدۂ حیات تیرا — ہے سوزِ بلال رضؓ سے منوّر
ہے ذوق فنا پہ تیرے نازان — جانبازیِ کشتگانِ خیبر
دنیا کو دکھا دیا ہے تونے — توحید کا پرجلال منظر

ہے اس میں نہاں حیاتِ مُسلم
کُل ہے یہی کائناتِ مُسلم

اے جلوہ فزائے بزمِ ہستی   اے مایۂ نازشِ زمانہ
لایا ہے ازل سے تو اسیری   تیرا ہے قفس ہی آشیانہ
تو لاکھ شکست کھائے لیکن   انداز ترا ہے فاتحانہ
سرمایۂ تقویت ہے تیرا   عدلِ عمری کا تازیانہ
ہر پیروِ دینِ احمدی سے   رشتہ ہے ترا برادرانہ
ہے مایۂ کیفِ روح تیرا   توحیدِ خلیل کا ترانہ
پھر یاد دلا دیا ہے تونے   سلمانؓ و صہیبؓ کا فسانہ
ہے تیری جبینِ آرزو کا   صحرائے حجاز آستانہ

جو جامِ شرابِ آگہی ہے
سرچشمۂ کیفِ معنوی ہے

اے لمعہ فروزِ برقِ ایمان   اے آفتِ خرمنِ ستمگر
سرمایۂ نازشِ خرد ہے   تیرا یہ جنونِ روح پرور
وہ روحِ حیاتِ جاودان ہے   جو درد ہے تیرے دل کے اندر
ایمان کی تیرے ٹھوکروں سے   رعنائیِ کفر ہے نگوں سر
ہے ولولۂ خلوص تیرا   آغوشِ ستم کا ناز پرور
دنیا کے جلالِ ظاہری سے   ہے شان تری بلند و برتر
تو خسروِ بوریا نشین ہے   ہے ننگ سے تجھے کلاہ و افسر

ہمت ترے قلب ناتوان کی — غیرت دہ قیصر و سکندر
اک نعرہ ترے شکستہ دل کا — برہم زنِ صد ہزار لشکر
محرومِ وطن ہے گرچہ لیکن — ہر ویدہ کہ ترمین ہے ترا گھر
ایثار ترا، تری سپر ہے — بیکار ہے سعیِ تیغ و خنجر
کیا خوفِ عدو ہو تجھ پہ طاری — خود رحمتِ حق ہے تیری یاور
تبلیغِ پیامِ راستی ہے — کُل سعی و عمل کا تیرے محور

تو تشنۂ ذوق ہے اسی کا
مقصود یہی ہے زندگی کا

اے محرمِ رازہاے فطرت — اے جلوہ شناسِ برقِ ایمن
آغوش ترے گداز دل کا — ہے برقِ حیات کا نشیمن
خاموشیِ لب پہ تیری قربان — ہنگامۂ جوشِ آہ و شیون
ویرانیِ دل پہ تیری نازان — شادابیِ صد بہار گلشن
تیرے اعجاز سادگی سے — شرمندہ فسون حیلۂ و فن
وابستۂ ذوق دار و زنجیر — ہے روز ازل سے تیری گردن
گلہاے ریاضِ معنوی سے — معمور ہین تیرے جیب و دامن
اک برق سی کوندتی ہے ہر سو — سینہ ہے ترا کہ دشتِ ایمن
ناکامیِ ظاہری پہ تیری — تیغ ابدی ہے سایہ افگن
مسلم کے لیے ہے ذات تیری — امید کا اک چراغ روشن
لبریزِ فروغِ جاودانی — آئینۂ تیغ زندگانی،

باب التقریظ والانتقاد

تنقید دیوان فانی

از

جناب محمد الدین صاحب تاثیر بی اے لاہور

پہلے یہ عرض کر دینا ضروری ہے کہ مین ذاتی طور پر نہ تو صاحب دیوان کو اور نہ نقاد (مولنا عبدالسلام صاحب ندوی) کو جانتا ہون، اس بنا پر میرے خیالات جنبہ داری کے عیب سے پاک ہین،

معارف جولائی ۱۹۲۲ء مین دیوانِ فانی پر جو تنقید چھپی ہے، وہ یقیناً صحیح معنون مین تنقید ہے معزز نقاد نہ تو پرانی لکیر کا فقیر ہے اور نہ تصوف و فلسفہ کی چاشنی، بدائعِ تراکیب یا کسی جائز جدت طرازی کا وہ اصولاً مخالف ہے اور وہ ذاتی دوستی یا عناد کے احساس سے بھی مبرا نظر آتا ہے اسنے کلام کے عیوب اور محاسن دونون بیان کردیے ہین، اُردو ادب کی تاریخ مین اس قسم کی تنقید کی مثالین بہت کم نظر آتی ہین، مجھے عموماً اس تنقید سے اتفاق ہے تاہم کہین کہین اختلاف بھی ہے، جسکا ظاہر نہ کرنا درحقیقت جرم اخفاے شہادت ہے،

تنقید کے پڑھنے سے یہ بات صاف معلوم ہوتی ہے کہ مولنا لکھنؤ کے مذاق اور آدابِ سخن کے حامی ہین اور یہی ایک مرکز مولنا کے تمام اعتراضات کا محور ہے، مثلاً فانی کہتے ہین،

لوحِ دل کو غمِ اُلفت کو قلم کہتے ہین
کُن ہے اندازِ رقم حسن کے افسانے کا

اعتراض یہ ہے کہ "غمِ اُلفت کا قلم، نہ حقیقۃً" صحیح ہے نہ مجازاً نہ استعارۃً"

یہ محض ذوقی بات ہے۔ شاعر غمِ اُلفت اکو وجہ تخلیق سمجھتا ہے، اور اس لیے لوح پر جو کچھ

منقوش ہے وہ خانۂ غم کی نقش آرائی ہے، دل کو لوح سے اور حرف کن کو انداز رقم سے تشبیہ دی گئی ہے تو غم الفت کو اوسکا قلم بنایا گیا جو باعث تخلیق و آفرینش ہے، غرض یہ کائنات، نقاش ازل کی تحریر ہے اور غم عشق آلۂ تحریر، یہ صوفیا کے ایک پامال خیال کی بدیع تعبیر ہے،

چار زنجیر عناصر پہ ہے زندان موقوف　　وحشت عشق ذرا سلسلہ جنبان ہونا

"عناصر کے لیے زنجیر کا استعارہ بحث طلب ہے" جسم خاکی کو زندان کہنا عام بات ہے اور اس رعایت سے عناصر کو زنجیر کہنا شاعری کی جان ہے، ممکنات عالم کے پاؤن مین عناصر اربعہ کی چار زنجیرین پڑی ہین، جس سے وہ زندان ہستی مین مقید ہے، اس لیے عناصر کے لیے زنجیر کا استعارہ بہت مناسب ہے،

یون تو کسی طرح کٹی جب مری زندگی کی رات　　چھیڑ کے داستان غم دل نے مجھے سُلا دیا

"زندگی کے دن کاٹنا محاورہ ہے، زندگی کی رات کاٹنا محاورہ نہین،" لیکن سوال یہ ہے کہ جس کی تمام زندگی ایک تاریک رات ہو وہ محاورہ کو کیا کرے۔ یہ بظاہر خلاف محاورہ ترکیب فانی کے (Pessimistic) یاسیہ فلسفۂ زندگی کا مظہر ہے، اسیطرح۔

عزیز خاطر فطرت ہے جان عبرت ہے　　ہر ایک ذرہ جو اس عالم غبار مین ہے

اعتراض ہے "عالم غبار، کے لیے فارسی زبان سے سند متواتر درکار ہے،" جواب یہ ہے کہ سند درکار نہین۔ "عالم غبار" کی ترکیب ایک بسیط فلسفۂ فنا کو لیے ہوئے ہے، "عالم خاک" تو عموماً شعرائے قدیم نے باندھا ہے کیونکہ اون کے نزدیک انسان کی تخلیق کا جزو غالب مٹی تھی، لیکن اب جب کہ عناصر تخلیق ذرات، اجزاے فردہ اور سالمات ہین تو عالم غبار کیون نہ کہا جائے علاوہ ازین عالم خاک کہنے سے تو عالم کے وجود کا کسیقدر استحکام بھی سمجھا جاسکتا ہے لیکن جب شاعر عالم غبار کہتا ہے تو اوس سے مقصود یہ ہے کہ اوسکے نزدیک عالم مین اتنا استحکام اور استواری

اور شیرازہ بندی بھی نہین جسقدر خاک مین ہے، جب نقاد جائز جدت طرازی کا مدح ہے تو پھر اسکو
"ردیائے پریشان" اور "تڑپتا ہوا جگر" کے لیے سندِ متواتر کیون درکار ہے،

اے اجل گھبرائیگا تنہائی تربت سے دل　　　یہ ابھی بھولا نہین ہے جوشِ وحشت کے مزے

اعتراض ہے۔ "وحشی تنہائی سے نہین گھبراتا ہے" یہ شاید نفسیات کا مسئلہ ہو، ہم نے تو تنہائی کو وحشت افزا
سنا ہے اور وحشت خود ایک حالتِ اضطراب یا گھبراہٹ کا نام ہے،

کاش مین واقف نہوتا رسم وراہِ عشق سے　　　کاش تم سمجھو کہ عشقِ فتنہ گر کیا چیز ہے

"توازن کے لیے سمجھو کی بجائے 'سمجھتے' ہونا چاہیے" یقیناً اگر ایسا ہوتا بہتر ہوتا، مگر وزن کی
قید سے یہ عدم توازن پیدا ہوا ہے،

عشقِ صادق وہ کہ دل سے لب تک آ سکتا نہین　　　حسن یکتا وہ کسی نے جسکو دیکھا ہی نہین

"عشق صادق کا لب تک آنا بالکل بے معنی ہے"، بالکل بے معنی، ایک فیصلہ کن حکم ہے۔ مگر آگے
چلکر نقاد خود ہی کہتا ہے کہ "یہ دونون مصرعے قابلِ تاویل ہین"، ظاہر ہے کہ عشق صادق کے لب تک
آنے کا مقصود اوسکے اظہار کا لب تک آنا ہے، اور قرینہ اس حذف پر دال ہے،

وہ تیری بزم تھی نہ ملی جبین چُپ کی داد　　　یہ حشر ہے یہان تو کھُلے گی زبانِ داغ

"زبانِ داغ، نہ حقیقۃً صحیح ہے نہ استعارۃً"، یہ مین نہین سمجھا کہ یہ استعارۃً کیون صحیح نہین، مقصود
یہ ہے کہ غم عشق کے داغ خود نمایان ہو کر وجہ اظہار ہوجا ئینگے، اور یہی "داغ کی زبان" ہے
یہ استعارہ تو بالکل کھلا ہوا ہے،

پھاڑ کر فانی گریبانِ لحد　　　ہم چلے دامانِ محشر کی طرف

"گریبانِ لحد کا استعارہ بحث طلب ہے"، یہ استعارہ بھی صاف ہے۔ لحد کی ظاہری صورت
گریبان سے ملتی جلتی ہوتی ہے، اس لیے اوسکو گریبان لحد سے تعبیر کیا ہے، جس طرح انسان گریبان

منھ ڈالتا ہے، اوسی طرح مردہ بھی لباس قبر مین چھپنے کے لیے اومین منھ ڈالتا ہے،

آیا کہ دل گیا کوئی پوچھے تو کیا کہون یہ جانتا ہون دل اِدھر آیا اُدھر گیا

"دل" کا لفظ مصرع ثانی مین واقعی زائد ہے نہوتا تو اچھا ہوتا،

صیاد یون پرون مین گرہ باندھتے ہین کیا بے درد بند بند کسی کا جکڑ گیا

"پرون مین گرہ باندھنا صحیح نہین" اس سے اگر یہ مقصود ہے کہ پرون مین گرہ باندھنا محاورۃً صحیح نہین تو مجھے اس سے واقفیت نہین، لکھنؤ کے کبوتر باز اسکو بہتر جانتے ہونگے، اور اگر یہ مقصود ہے کہ پرون مین گرہ باندھنے سے بند بند کیونکر جکڑ گیا ؟ یہ تو صاف ہے اور اوسی کو شاعر کہنا چاہتا ہے کہ صیاد نے پرون مین اس طرح گرہ باندھی ہے یعنی اس سنگدلی اور بیدردی سے باندھی ہے کہ صرف پرون کے باندھنے سے مرغ اسیر کا بند بند جکڑ گیا ہے،

"نالہ رسا ہونا" اور "داستان آغاز کرنا" میرزا غالب کا تتبع ہے، اہل لکھنؤ کو یقیناً اسپر اعتراض ہوگا مگر اختلاف ذوق کی مجبوری ہے،

یہ تو اعتراضات سے اختلاف تھا۔ اب حضرت نقاد کی ایک تحسین سے بھی مجھے اختلاف ہے

اب آنکھ اوٹھتی ہے وہ جنبش ہوئی ہلکی سی مژگان کو وہ چھیڑا چاہتے ہین نوکِ نشتر سے رگِ جان کو

"ہلکی سی مژگان ایک نہایت ہی جدید ترکیب، اور ایک نہایت ہی جدید استعارہ ہے اس کا مشبہ بہ ہر لطیف متحرک چیز ہو سکتی ہے لیکن فانی نے مناسبتِ کلام سے نوک نشتر کو مشبہ بہ قرار دیا ہے" میرے خیالِ ناقص مین یہ تمام مدح سرائی" بالکل بے معنی ہے" کیونکہ "ہلکی سی" کا تعلق "جنبش" سے ہے۔ مژگان سے نہین۔ یعنی" اس مژگان کو ہلکی سی جنبش ہوئی" نہ یہ کہ "اس ہلکی سی مژگان کو جنبش ہوئی"

مطبوعاتِ جدیدہ

منہاج المنطق، اب تو قدیم عربی علوم پر شاذ و نادر ہی کوئی کتاب اُردو مین لکھی جاتی ہے، ایسی حالت مین یہ پیشِ نظر رسالہ بسا غنیمت ہے، مولوی سید آقا رضا صاحب حیدر آبادی نے اس نام سے اُردو مین قدیم منطق پر یہ رسالہ سوال و جواب کے طرز مین لکھا ہے، طریقۂ ادا سلجھا ہوا، عبارت صاف اور اختصار کے ساتھ تمام مسائل پر احتوا ہے، امید ہے کہ منطق خوان طلبہ کو اس سے فائدہ پہنچیگا بڑی تقطیع کے ۵۲ صفون پر یہ رسالہ ہے، قیمت ۸ر پتہ:- مولوی کاظم علی صاحب منتظم دفتر صدر محاسبی سرکار عالی حیدر آباد دکن،

فلسفۂ اخلاق، پنجاب کے منشی فاضل اور منشی عالم کے امتحانات مین اخلاق جلالی کے کچھ ابواب داخل ہین، قدیم فلسفۂ اخلاق مین یہ فارسی کتاب اپنے اختصار اور اختصار کے ساتھ تمام مسائل پر احتوا کے لیے بہت مشہور ہے، ابو اللسان محمد سلیم صاحب منشی فاضل معلم ادبیات اُردو نارمل اسکول امراؤتی (برار) نے داخل ابواب کا اُردو مین ترجمہ اور تحشیہ کیا ہے، مطالب کو اپنے طریق پر جدید انداز مین ادا کیا ہے، یعنی ترجمہ مین کتاب کی لفظی پابندی نہین کی ہے، جا بجا اپنی طرف سے حواشی چڑہائے ہین، ہر باب کے آخر مین طلبہ کے لیے سوالات لکھے ہین، یہ کتاب گو خاص مقصد سے لکھی گئی ہے لیکن ہمارے نزدیک عام اُردو دان اصحاب بھی جن کو قدیم فلسفۂ اخلاق کے متعلق کچھ جاننے کا شوق ہو اس سے بہرہ اندوز ہو سکتے ہین، قیمت عہ، مترجم سے نشان بالا پر ملے گی،

ہندوستانی، ہندوستانی زبان، جیسا کہ انگریز اُردو کہتے ہین، اوس کے قواعد و زباندانی پر انگریزی اُردو مین انگریزون کے اُردو سیکھنے کے لیے جناب منشی محمد اکبر خان صاحب حیدری نے یہ کتاب

تالیف کی ہے، معلوم ہوتا ہے کہ انگریزون مین یہ تالیف بیحد مقبول ہوئی ہے کیونکہ اسوقت پیش نظر نسخہ طبع پنجم ہے، منشی صاحب نے پہلے حروف ابجد بنائے ہین، پھر اُردو تلفظ بنایا ہے، پھر ریڈرون کے طریق پر کچھ الفاظ اوپر لکھ کر نیچے اونھین الفاظ سے فقرے بنائے ہین، اور انگریزی سے اُردو اور اُردو سے انگریزی کرنا سکھایا ہے، ساتھ ساتھ قواعد کی مشق تعلیم بھی کی ہے، آخر مین کام کے ضروری اُردو لغات مع انگریزی ترجمہ کے لکھدیے ہین، کتاب ٹائپ مین عمدہ چھپی ہے، اور مجلد ہے صفحات ۱۹۴، قیمت ۵/ اور مع ضمیمہ ۱۲/ پتہ: حیدری اورنٹیل بک ڈپو، اکبر منزل، دہلی،

ثالث بالخیر: یہ فسانہ ترکی سے جناب سید سجاد حیدر صاحب بی اے (یلدرم) کے قلم سے اُردو مین منتقل ہوا ہے، یہ کتاب بہت پہلے شائع ہو چکی تھی اب اس کا طبع دوم دارالاشاعہ پنجاب لاہور نے شائع کیا ہے، ترکی افسانون کو سید صاحب جس حسن و خوبی سے اُردو کا لباس پہناتے ہین وہ مستغنی عن البیان ہے، ۲۰ صفحون کے ایک چھوٹے سے افسانہ مین اس ترکی ادیب (احمد حکمت) نے ترکونکی خانگی معاشرت کا نہایت لطیف و پراثر منظر دکھایا ہے، قیمت ۸/ پتہ: دارالاشاعۃ پنجاب، لاہور،

آئینۂ حرم: جناب زاہدہ خاتون شروانیہ مرحومہ بنت نواب مزمل اللہ خان صاحب بالقابہ جو اکثر اپنا نام ز، خ، ش لکھا کرتی تھین، ہماری تعلیم یافتہ حلقۂ خواتین مین علمی و ادبی حیثیت سے بہت بلند پایہ تھین، افسوس کہ مرحومہ نے چند مہینے ہوئے کہ کم عمری مین وفات پائی، اونکی اُردو نظمین نہایت پاکیزہ اور پراثر ہوتی تھین اور عورتون کی اکثر نظمون کے برخلاف اغلاط اور عیوب سے پاک ہوتی تھین، اونکی فارسی لیاقت معمولی سے بہت زیادہ تھی زنانہ رسائل مین اکثر اور مردانہ رسالون مین گاہ گاہ اونکے نتائج افکار شائع ہوا کرتے تھے، جناب خواجہ حسن نظامی صاحب ہر سال امیر خسروؒ کی یادگار مین ایک تحریری مشاعرہ کرتے ہین، اور غزلون کے انتخاب کے لیے ایک کمیٹی بناتے ہین پچھلے سال کے مشاعرہ مین اونھون نے میرا نام بھی کمیٹی کے ممبرون مین رکھا تھا،

دیوان حمید، مولانا فراہی کا عربی دیوان مع تصحیح ۴ر

خرد نامہ، منظوم مولانا فراہی کا فارسی دیوان ... انتقال سلیمان کا ترجمہ ۴ر

مولانا سید سلیمان ندوی

ارض القرآن جلد دوم، اقوام قرآن یعنی کہ مدین، اصحاب الایکہ، قوم ایوب، بنو اسمٰعیل، اصحاب الرس، اصحاب الحجر، بنو قیدار، انباط اور قریش کی تاریخ، اور عرب کی تجارت، زبان اور مذہب پر تفصیلی مباحث صفحہ ۲۵۱ ۱۱ر

سیرۃ عائشہؓ، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے احوال زندگی، قرون اولیٰ کی خانہ جنگیوں کے اصلی اسباب اور ام المومنین کے فضائل و مناقب اور ان کے اجتہادات و کمالات پر مفصل تبصرہ ضخامت ۳۵۰ صفحے قیمت ۴ر

لغات جدیدہ، چار ہزار جدید عربی الفاظ کی ڈکشنری عہ

دروس الادب عربی کی پہلی ریڈر طبع سوم مع ترمیم ۳ر

دوسری ریڈر طبع دوم ۶ر

رسالہ اہل سنت والجماعت، فرقہ اہل السنت والجماعت کے اصلی عقائد کی تحقیق ۱ر

حیات مالک، امام مالک کی سوانح عمری اور موطا مالک پر تبصرہ ۸ر

خلافت اور ہندوستان، آغاز اسلام سے ... [illegible]

[illegible]

مولانا عبد السلام ندوی

سیرۃ عمر بن عبد العزیز، یعنی اموی خلیفہ عمر بن عبد العزیز کی مفصل سوانح عمری اور ان کے عہد حکومت کے تمام علمی، مذہبی اور سیاسی کارناموں اور ان کے مجددانہ اعمال کی تاریخ صفحے ۴۱۰ قیمت ۲ر

اسوۂ صحابہ، صحابہ کرام کے عقائد، عبادات، اخلاق اور معاشرت کی صحیح تصویر اور قرن اول کے اسلام کا اصلی خاکہ، اسکا مطالعہ ہر مسلمان کا فرض ہے صفحات ۳۵۰ قیمت عہ

مولوی عبد الباری ندوی

برکلے اور اس کا فلسفہ، مشہور فلاسفر برکلے کے حالات زندگی اور اسکے فلسفہ کی تشریح مجلد ۱۲ر غیر مجلد ۱۰ر

مبادی علم انسانی، مادیت کی تردید میں برکلے کی مشہور کتاب پرنسپلس آف ہیومن نالج کا نہایت مفید اور سلیس ترجمہ، جس میں علم انسانی پر بحث کر کے مادیت کا ابطال کیا گیا ہے

مذہب و عقلیات، ... فلاسفر کے بیانات سے ثابت کیا گیا ہے کہ مذہب و عقل میں تصادم کا امکان ہی نہیں ۲ر

مولوی عبد الماجد بی اے

فلسفۂ اجتماع، جماعت انسانی کا ... [illegible]

فلسفۂ جذبات، جذبات انسانی کی فلسفیانہ تشریح

تاریخ اخلاق یورپ، لیکی کی ... [illegible]

[illegible]

مکالمات برکلے، برکلے کے ناولوں کا ترجمہ جن میں مکالمہ کی صورت میں برکلے نے مادیت کا ابطال کیا ہے، قیمت باختلاف کاغذ عہ و عمر

پروفیسر سید نواب علی ایم اے

معارج الدین، جدید علم کلام پر ایک مستند تصنیف اور فلسفہ جدید اور مذہب کی باہمی تطبیق پر بہترین تبصرہ ہے، عہ

تاریخ صحف سماوی، توراۃ، انجیل اور قرآن مجید کی جمع و ترتیب کی تاریخ کا باہمی موازنہ اور مخالفین اسلام کے اعتراضات بابۃ جمع قرآن کا جواب، نسخہ اول عہ، دوم عہ

تحقیق انقلاب، پروفیسر براون کی کتاب ... کا ترجمہ، عہ

مولوی محمد یونس فرنگی محلی

سوق الفلاح، ... کی کتاب ... انسانی کے اصول فلسفیانہ کا اردو ترجمہ صفحہ ۳۴۴، عہ

مفتی انوار الحق صاحب ناظم تعلیمات بھوپال

حقائق الاسلام، اسلامی مسائل کی فلسفیانہ و عقلی تشریح، عہ

تذکرۃ الحبیب، یعنی رسول اللہ صلعم کے اخلاق کا مفصل بیان، عہ

منشی محمد مہدی صاحب نائب مہتمم تاریخ بھوپال

مسائل ... کے ... مسائل جن کو عام فہم زبان میں ... بیان کیا ہے، ... ہیئت اور جغرافیہ طبعی کے متعلق مسائل عام فہم اور سلیس عبارت میں، عہ

منشی محمد امین صاحب ... تاج

بیگمات بھوپال، مسند نشین بیگمات کے حالات

گیارہ قصے، اخلاقی، معاشرتی و مذہبی

نعت پیمبر، یعنی فارسی و اردو کی چند نعتیہ نظموں کا مجموعہ

پروفیسر محمد سجاد مرزا بیگ دہلوی

الاستدلال، یعنی علم منطق کے اصول نہایت خوبی اور سادگی کے ساتھ سلیس زبان اور سہل طریقہ سے بیان کیے گئے ہیں، صفحے ۲۰۱، عہ

الانسان، یعنی انسان کے تمام قوائے نفسانی و جسمانی اور خصوصیات طبعی کی علمی تشریح کی گئی ہے، صفحہ ۳۰۲، قیمت عہ

تسہیل البلاغت، اردو زبان میں فن فصاحت و بلاغت اور معانی پر دلکش اور سہل و آسان کتاب ہے، عہ

متفرق کتابیں

یاد ایام، مولانا عبدالحی صاحب ناظم ندوۃ العلماء نے اس کتاب میں گجرات کی اسلامی تاریخ کے مختلف پہلو دکھائے اور وہاں کے امراء و رؤسا اور علماء کے حالات اور علوم و فنون کی ترقی نہایت تاریخی تحقیق و تفصیل کے ساتھ لکھی ہے، عہ

سیاحت قسطنطنیہ، مولانا شبلی مرحوم کی فرمائش سے خواجہ سید رشید الدین صاحب نے مشہور پروفیسر ... کے سفرنامہ قسطنطنیہ کا اردو میں ترجمہ کیا ہے، قیمت عہ

پیشگوئی، جناب ... نے اس کتاب میں ... شعراء اور ... کی پیشگوئی کے ... کیے ہیں، قیمت عہ

معارف

[illegible]

رجسٹرڈ نمبر اے [illegible]

معارف

مجلس دار المصنفین کا ماہوار علمی رسالہ

مرتبہ

سید سلیمان ندوی

قیمت پانچ روپیہ سالانہ مع محصول

مطبع معارف میں چھپکر

دار المصنفین سے شائع ہوا

کتبخانۂ دار المصنفین اعظم گڈھ

علامہ شبلی نعمانی

سیرۃ النبی صلعم حصۂ اول طبع دوم سے ۲ للعہ

ایضاً حصۂ دوم طبع اول عہ، صر، للعہ

الفاروق حضرت فاروق اعظم کی لائف اور طریق حکومت سے

الغزالی امام غزالی کی سوانح عمری اور انکا فلسفہ عہ

سیرۃ النعمان، امام ابو حنیفہ کی سوانح عمری اور انکے

اجتہادات و مسائل قیمت عہ

شعر العجم حصۂ اول۔ شاعری کی حقیقت فارسی شاعری کا

آغاز و قدما کا دور سے

ایضاً حصہ دوم، شعرائے متوسطین کا دور۔

ایضاً حصہ سوم، شعرائے متاخرین کا دور عہ

(حصہ چہارم زیر طبع ہے)

ایضاً حصہ پنجم فلسفیانہ، صوفیانہ اور اخلاقی شاعری

پر تبصرہ عہ

الانتقاد علی التمدن الاسلامی، جرجی زیدان کے تمدن

اسلامی پر عربی میں ریویو

سفر نامہ مصر و شام مطبوعہ معارف پریس عہ

موازنۂ انیس و دبیر، انیس کی شاعری پر ریویو عہ

جا اصول تنقید اصول بلاغت کے ہر صنعت کے

مثالت عہ

اورنگ زیب عالمگیر پر ایک نظر، عالمگیر پر جو

[illegible]

مکاتیب شبلی، مولانا مرحوم کے خطوط کا مجموعہ جو

علمی، قومی، ادبی، اخلاقی معلومات کا

خزانہ ہے جلد اول عہ

ایضاً، جلد دوم عہ

رسائل شبلی، مولانا کے ۱۲ مختلف علمی مضامین کا

مجموعہ قیمت عہ

قصیدۂ امرتسر، امرتسر کے اجلاس ندوۃ العلما میں

مولانا نے جو فارسی قصیدہ پڑھا تھا

طبع رنگین و اعلیٰ مطبع نامی کانپور ۲ر

مجموعۂ کلام شبلی، اردو ۱۲ر

مثنوی صبح امید، اردو ۳ر

دیوان شبلی، فارسی عہ

مولانا حمید الدین صاحب بی اے

تفسیر سورۂ تحریم، جدید طرز پر عربی میں قرآن مجید کی تفسیر ۳ر

تفسیر سورۂ قیامہ عہ

تفسیر سورۂ والشمس ۳ر

تفسیر سورۂ الکافرون ۲ر

تفسیر سورۂ والعصر عہ

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

مجلد دہم	ماہ صفر ۱۳۴۱ھ مطابق ماہ اکتوبر ۱۹۲۲ء	عدد چہارم

مضامین

شذرات

ماہ گذشتہ کا سب سے بڑا علمی حادثہ جناب مولانا رشید احمد صاحب سالم انصاری کی وفات ہی، مرحوم نے تقریباً بیس پچیس برس مسلسل ہماری زبان کی خدمت کی عربی و فارسی کے ذی لایق ادیب تھے، انکا علمی شوق و ذوق فطری تھا، انکی زندگی کا اکثر حصہ مطالعہ اور کتب بینی مین صرف ہوتا تھا، قلمی کتابوں کی تلاش اور جستجو مین انھون نے ہندوستان کا گوشہ گوشہ چھان ڈالا تھا، آخر مین ذیحجہ ۴۰ئہ مین جب علی گڈھ مین خاکساران سے ملنے گیا تو ان کو بستر مرض پر پایا، اور یہی انکا مرض الموت تھا، اس عالم مین بھی جتنی دیر ان کے پاس بیٹھنے کا اتفاق ہوا وہ علمی تذکرے کرتے رہے اور جاحظ کی کے ایک نایاب قلمی نسخہ کو بڑی محنت سے ترتیب دیا تھا اسکی اشاعت کا تذکرہ کرتے رہے، اردو مترجمات مین، المدینۃ والاسلام، النصرانیۃ والاسلام، کتاب التوحید وغیرہ مفید تالیفات یادگار چھوڑی ہین، ترک موالات کے سلسلہ مین، مرحوم علی گڈھ کالج چھوڑ کر جامعہ ملیہ مین چلے آئے تھے، اور یہین سے رخصت ہوئے خدا مغفرت ارزانی فرمائے،

ادبیات مشرقی خصوصاً فن تصوف سے دلچسپی رکھنے والے حلقون مین یہ خبر یقیناً نہایت مسرت سے سنی جائیگی، کہ پروفیسر نکلسن عنقریب مولانا رومی کی مثنوی کا، غایت اہتمام کے ساتھ ایک اعلی ایڈیشن شایع کرنے والے ہین۔ کام جس وسیع پیمانہ پر انجام پا رہا ہی اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہی کہ تین جلدون مین متن مثنوی ہوگا، اور تین جلدون مین اس کا انگریزی ترجمہ۔ دو جلدین شرح مثنوی کے لئے وقف ہونگی، ایک جلد فرہنگ الفاظ، فہرست مطالب، ضمیمہ جات وغیرہ کے لئے مخصوص ہوگی، اور ایک

جلدمین مولانا کے ذاتی حالات، ان کی تعلیمات کا تذکرہ اور ان کے کلام پر تبصرہ ہوگا۔ ہر جلد کم ازکم پانچ پانچ سو صفحہ کی ہوگی، اس حساب سے پورے سلسلہ کی ضخامت پانچ ہزار صفحون سے کسی حالت مین کم نہ ہوگی۔

جن اصحاب کو خود کبھی کسی معمولی اور چھوٹی کتاب کی تہذیب (ایڈیٹ کرنے) کا اتفاق ہوا ہے، وہ سمجھ سکتے ہین، کہ مثنوی معنوی جیسی اہم وضخیم کتاب کا ایڈیٹ کرنا کس قدر دیدہ ریزی اور کتنی بڑی ہمت کا کام ہے، باقی "سبکساران ساحل" تو

شب تاریک وبیم موج وگردابے چنین ھایل

کا مفہوم سمجھنے سے بھی اگر قاصر رہین، تو انھین معذور رکھنا چاہئے۔ پروفیسر نکلسن دو برس سے مسلسل اسی کام مین منہمک ہین، اور ابھی کئی سال تکمیل کار مین لگینگے، تاہم جلد اول کا مسودہ توقع ہے، کہ سال آیندہ مطبع مین پہنچ جائے۔

نکلسن کا شمار اسوقت یورپ کے مشاہیر مستشرقین مین ہے۔ زبانون مین عربی وفارسی، اور فنون مین تصوف کے ساتھ انھین خاص لگاؤ ہے۔ اس سے پیشتر کتاب اللمع (ابونصر سراج) اور تذکرۃ الاولیاء (شیخ فریدالدین عطار) کو جملہ لوازم تہذیب کے ساتھ شائع کر چکے ہین، کشف المحجوب (شیخ علی ہجویری) کے مترجم ہین، مشاہیر صوفیۂ اسلام، وتصوف اسلامی کے زیر عنوان انگریزی تصانیف کے مصنف ہین، مولنا رومی کے دیوان غزلیات کا (جو دیوان شمس تبریز کے نام سے مشہور ہے) انتخاب مع ترجمہ وتبصرہ کے شایع کرچکے ہین۔ مولنا کے کلام سے انھین خاص شغف ہے، ان کے قلم کے سایہ مین جو کتاب نکلیگی، اس کی ایک ایک سطر تشنہ کام ارباب ذوق کے لئے آب حیات کا جام ہوگی۔

ڈیلی میل کا نامہ نگار برلن سے اطلاع دیتا ہی کہ جرمنی مین ایک جدید ٹیکس پرخوری پر قائم ہوا ہی، اس کی شکل یہ ہی کہ جو لوگ ایک مقدار معین سے زاید ماکولات و مشروبات کا مطالبہ کرینگے، ان سے دکانون ہوٹلون، بازارون، چائے خانون، شراب خانون مین غرض ہر مقام پر بہ حکم سرکار، عام شرح سے ڈیوڑھی بلکہ دوگنی قیمت لیا جایا کریگی، تاکہ یہ اپنا کھانا پینا کم کرین، اور نادار رعایا تک ذخیرۂ غذا کے پہنچنے مین حائل نہ ہون ٹیکس کی معقولیت مین کسکو کلام ہوسکتا ہی، لیکن بہتر ہوتا، کہ جوع البقر کے بجائے جوع الارض کو قابل مواخذہ و موجب تعزیر قرار دیا جاتا۔ جرمنی کو تو اس مرض کا شاید ایک ہی مرتبہ شدید دورہ پڑا تھا، لیکن بعض معاصر اقوام کا یہ مرض، سنا ہی کہ مزمن ہوچکا ہے۔

پرخوری و خوش خوری یورپ کو ہمیشہ عزیز رہی ہے، نماز پنجگانہ کی طرح طعام پنج وقتہ اس کی شریعت تمدن مین مخصوص ہوچکا ہی، ڈاکٹرون نے بھوکے رہنے کے نقصانات اور پوری غذا کھانے کے فوائد اپنی تحقیقات عالیہ کا ایک ضخیم دفتر تیار کر دیا ہی، اس کے ایک نامور فلسفی (ہربرٹ اسپنسر) نے صاف کہدیا ہی، کہ بچون کے حق مین اگر کم خوری و پرخوری کے درمیان حق انتخاب دیا جائے، تو آخر الذکر یقیناً قابل ترجیح ہے، ایسی فضا مین تقلیل غذا کی آواز جس قدر بھی نامانوس سمجھی جائے، بجا ہے لیکن اس عالم کے علاوہ ایک دوسرا عالم بھی ہے، جہان دن بھر بھوکا پیاسا رہنا سال مین ایک مہینہ کیلئے فرض رکھا گیا ہے، اور جہان روزہ کو گناہون سے بچنے اور دل مین ایمان و تقوی پیدا کرنے کا ذریعہ بتایا گیا ہی (لعلکم تتقون)۔ اس مملکت کے سب سے بڑے سرآرا کا معمول تھا کہ رمضان کے علاوہ بھی بہ کثرت روزہ رکھتے۔ بلکہ بعض دفعہ ایسا ہوتا کہ متصل کئی کئی دن تک افطار نہ فرماتے، اور اس کے بعض رفقا و خدام ایسے ہوئے ہین جنہون نے ساری عمر روزہ رکھکر کاٹ دی۔ سچ کہا ہے اسی نامور آقا کے ایک نامور خادم نے، فضائل گرسنگی مین ؎

ہیچ جوع از رنجہا پاکیزہ تر + خاصہ در جوع ست صد نفع وہنر
جوع خود سلطان دار وہاست ہین + جوع در جان نہ چنین خوارش مبین
جوع مر خاصان حق را داد اند + تا شوند از جوع شیر و زور مند
جوع ہر جلف گدارا کے دہند + چون علف کم نیست پیش او نہند

برٹش اینڈ فارن بائیبل سوسائٹی، انگریز مسیحیون کی ایک مشہور تبلیغی انجمن ہے، جس کے کارکن پر جوش مبلغین مسیحیت ہین۔ اس کی آخری سالانہ رپورٹ سے معلوم ہوا، کہ سوسائٹی کی شاخین بیت المقدس اور قسطنطنیہ مین، دوران جنگ مین بھی کھلی رہین، اور تبلیغ واشاعت کا کام بدستور کرتی رہین۔ یہ طرز عمل اس حکومت ترکی کا تھا جس کے ظلم، تعصب، ناروا داری، و تنگ خیالی کی حکایات یورپ مین گھر گھر پھیلی ہوئی ہین، اور مورخین انگلستان کے طفیل مین، ہندوستان مین بھی ایک بڑی حد تک پھیل چکی ہین۔ اس کے مقابلہ مین متمدن مسیحی اقوام باہم دگر جس فیضی، رواداری، وکشادہ دلی کا برتاؤ کرتی ہین، اس کا کچھ شدید تجربہ تو ہندوستان کو بھی ہو چکا ہے۔ یاد ہوگا، کہ آج سے چند سال قبل ہندوستان مین جرمنون کی متعدد مشنری سوسائٹیان قائم تھین، آغاز جنگ ہوتے ہی انھین کی ہم مذہب وہم تمدن، حریت دوست وجمہوریت نواز، حکومت برطانیہ نے پہلا کام یہ کیا، کہ ان تبلیغی انجمنون کو منزل فنا تک پہنچایا، اور ان کے کارکنون مین سے ایک ایک کو اسیر کرکے کسی کو خارج البلد کیا، اور کسی کو قید فرنگ مین ڈال دیا۔ جس قوم کا اپنون کے ساتھ یہ برتاؤ ہو، بیگانون کو اس سے جس قسم کی توقعات رکھنا چاہیے، اُسکا اظہار لاحاصل ہے۔ ع

جسکی بہار یہ ہے، پھر اس کی خزان نہ پوچھ!

کہا جاتا ہے، کہ دنیا کشت و خون کے مناظر سے تنگ آگئی ہے، اور عقلائے فرنگ اس کوشش مین لگے ہوئے ہین، کہ ہمیشہ کے لئے جنگ کا سدباب کردین چنانچہ مجلس اقوام کا زبردست نظام مع اپنے غیر محدود مصارف اور لاتعداد عملہ کے اسی غرض سے قائم ہے، بیشمار مضامین و رسایل ضرورت صلح و فواید آشتی پر شایع ہو چکے ہین، اور بے حساب تقریرین تدابیر امن عالم پر ارشاد ہو چکی ہین۔ یہ سب کچھ "قال" تھا۔ "حال" جو کچھ ہے، اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے، کہ دنیا کی تمام "دول عظمی" غایت عجلت و بے صبری کے ساتھ اپنی بحری طاقتون کی ترقی و اضافہ کی فکر مین منہمک ہین، چنانچہ موجودہ جہازون کے وزن کی تعداد، بہ مقابلہ قبل جنگ کے، بہ قدر ۴،۲۰۸،۰۰۰ ٹن کے زاید ہے، اسوقت سب سے بڑی بحری طاقت اب تک برطانیہ ہی کے پاس چلی آتی ہے، جو ۱۹۰۵۲۳،۰۰۰ ٹن کے وزن کے جہازات کی مالک ہے، اسکے بعد امریکہ ہے، جس کے جہازات کا مجموعی وزن ۱۲،۵۰۶،۰۰۰ ٹن ہے۔ اس سے اتر کر جاپان ہے۔

صرف ایک سال کے اندر ہر حکومت نے اپنی بحری طاقت مین جس قدر اضافہ کیا ہے، اسکی تفصیل درج ذیل ہے۔

جرمنی	۱۱۳۰۰ ٹن	فرانس	۲۲۹۰۰۰ ٹن
ہالینڈ	۴۰۹۰۰ "	جاپان	۲۳۲۰۰۰ "
برطانیہ	۲۵۸۰۰۰ "	اٹلی	۲۲۱۰۰۰ "

تیرہ ساڑھے تیرہ سو برس اُدھر بھی ایک جماعت تھی جس کی زبان پر صلح و سازگاری، صدق خلوص، سکون و امن کے دعوے رہتے تھے۔ مگر قلب نفاق و شقاق، کذب و ریا، فتنہ و فساد کے جذبات سے پیچ و تاب کھاتا رہتا تھا۔ واذا قیل لهم لا تفسدوا فی الارض قالوا انما نحن مصلحون الا انهم هم المفسدون و لکن لا یشعرون (بقرہ ۲) اس جماعت کا جو انجام ہوا، دیدۂ بصیرت کے لئے ...

مرکز علوم و فنون، و مرجع تہذیب و اخلاق، انگلستان مین ناجائز ولادتون کی کثرت تعداد اس حد تک پہنچ گئی ہے، کہ پارلیمنٹ کے سامنے مسٹر شارٹ (ہوم سکریٹری) کو ایک مسودہ قانون اس مضمون کا پیش کرنا پڑا ہے کہ

"ناجائز اولاد کے والدین اگر بعد ولادت آپس مین شادی کرلین تو وہ اولاد قانوناً جائز اولاد کے حکم مین رکھہ دی جائیگی"

تاکہ ترکہ، وراثت، وغیرہ کے مضمون سے کسی طرح امن حاصل ہو۔ نیز یہ کہ

"اس قانون کے نفاذ سے قبل جو ناجائز اولادین ہو چکی ہین، ان کے والدین بھی اگر چاہین تو اس قانون سے اب نکاح کرکے فائدہ اٹھا سکتے ہین"۔

یہ وہی انگلستان ہے جس کے مشاہیر ارباب قلم نے سلاطین اسلام، اکابر اسلام، بلکہ خود شارع اسلام صلعم کی ذات مبارک تک کو (نعوذ باللہ) شہوت پرستی کے الزام سے بری نہین رکھا تھا کیا اس کی برقی روشنی کی جگمگاہٹ محض اس غرض سے تھی، کہ دیکھنے والون کی آنکھین خیرہ ہوتی رہین اور اس کی سیہ کاریون پر ہمیشہ پردہ پڑا رہے؟ کل تک "مشرقی حرم" سے متعلق افسانہ نگاری و داستان طرازی کا حق حریفون نے ادا کیا، آج "مغربی حرم" کی رسوائیون کا پردہ، واقعیت کا زبردست ہاتھ، خود گھر والون کے ہاتھ سے چاک کر رہا ہے،

دامن یار خدا ڈھانپ لے پردہ تیرا تیری رسوائی کے خون شہدا در پے ہی

یہ دین کا نمونہ تھا۔ اب دنیا کا رنگ ملاحظہ ہو۔ مرض سرطان جیسا موذی و مہلک مرض ہی، سب پر روشن ہی، انگلستان مین ہر سال ۴۰ ہزار نفوس سے زاید اس کے شکار ہوتے ہین، اور امریکہ مین ۷۰ ہزار سے کچھ اوپر، ۱۹۱۲ء لغایت ۱۹۱۶ء تک پانچ برس کی مدت مین، دنیا کے مختلف حصون مین اس کے کشتون کا بہ لحاظ آبادی جو اوسط پڑا، اس کے اعداد حسب ذیل ہین:۔

براعظم	تعداد اموات	اوسط فی لاکھ آبادی	براعظم	تعداد اموات	اوسط فی لاکھ آبادی
۱- افریقہ	۳۰۱۸	۰۳۳ر	۲- ایشیا	۱۳۸۴۷۷	۵۴ر۴
۳- امریکہ	۱۳۱۴۳۸	۰۶۵ر۷	۴- اسٹریلیا (مع جزائر ملحقہ)	۲۳۲۴۵	۳ر۱۰

۵	یورپ	۱۰۹۶۷۱۶	۷۶/۶

یہ اعداد کسی مخالف کے جمع کئے ہوئے نہین، بلکہ سر ولیم ونیو نے جو انگلستان مین اس مرض کے مشہور ماہر تسلیم کئے جاتے ہین، انھون نے پوری تحقیق کے بعد انھین ٹائمس مین شایع کرایا ہے، اس لئے ان مین شک واشتباہ کی گنجائش نہین۔

اعداد بالا مین دیکھا ہوگا، کہ جو براعظم مرتبہ تمدن مین سب سے پست ہے، اس مین تعداد اموات بھی سب سے قلیل ہے، اور جس براعظم کی سطح تمدن جتنی زیادہ بلند ہے، اسی تناسب سے اس مین تعداد اموات بھی زیادہ ہے، یہانتک کہ فلک تمدن یورپ مین یہ تعداد سائنس اور ڈاکٹری کی انتہائی ترقیون کے باوجود سب سے بڑھی ہوئی ہے، ایسی حالت مین اگر سر ولیم کا ذہن اس ہلاک مرض اور تمدن کے علاقہ تلازم کی جانب منتقل ہو، تو بالکل بجا ہوگا، لیکن تنہا یہی ایک دلیل نہین، بلکہ اعداد کی زبان اسکی بھی شہادت بہم پہنچاتی ہے، کہ امریکہ کے جو مقامات نفاست وتہذیب مین سب سے ممتاز ہین، وہان تعداد اموات کا اوسط ۸۳/۶ فی لاکھ تک ہے، اور جو شہر ابھی تمدن کی ابتدائی منازل مین ہین، وہان یہ اوسط گھٹ کر ۴۸/۳ فی لاکھ تک رہ جاتا ہے! اس سے بھی واضح تر مثال جاپان کی ہے، چند سال ادھر جاپان مین اس مرض کا نام تک نہ تھا، لیکن جس تیزی کے ساتھ جاپان نے تہذیب وتمدن کے اختیار کرنے مین اپنی مستعدی کا ثبوت دیا ہے، اسی حیرت انگیز سرعت کے ساتھ یہ مرض بھی ترقی کر رہا ہے، تاآنکہ اب یہان بھی، انگلستان کی طرح، شرح اموات ۹۳ بلکہ ۹۴ فی لاکھ تک پہنچ گئی ہے! ان حالات واعداد کی بناپر، اگر ذہن تمدن وہلاکت کے درمیان علت ومعلول کا علاقہ تسلیم کرنے پر مجبور ہوجائے، تو اس کی ذمہ داری خود منطقیین یورپ ہی کے مرتب کردہ قوانین استقرار پر آتی ہے۔

مشرق کو مشغول رکھنے کے لئے تو حسن عاقبت کی فکر کافی ہے، البتہ جو لوگ حسن عافیت کی تلاش مین سرگردان رہتے ہین، کاش انھین ان حقائق پر غور کرنے کی توفیق نصیب ہو!

مقالات

تاریخ تصوف کے چند اوراق

از جناب مولوی عبدالماجد صاحب بی اے

متاخرین صوفیہ کے حالات و مقالات سے ملک نجی حدتک روشناس ہے۔ لیکن متقدمین کے بیشتر احوال و اقوال ابتک پردۂ خفامین ہین، اسکا باعث یہ ہے، کہ قدما کی تصانیف کا بڑا ذخیرہ اس وقت تک نایاب ہوچکا ہے۔ اور چند کتابین جو باقی ہین، وہ مخصوص کتبخانون کی ان الماریون مین محفوظ ہین، جو عام شائقین کے دسترس سے باہر ہین۔ فضلا یورپ کی کوششین اس باب مین موجب صد تشکر و تحسین ہین، کہ وہ ان جواہرات کو تودۂ گمنامی و بے نشانی کے اندر سے ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر نکالتی اور حسن ترتیب و تہذیب کے جملہ لوازم (اضافۂ فہرست، فرہنگ، مقدمہ، اختلافات نسخ و التزام صحت و حسن طباعت وغیرہ) سے آراستہ کرکے انھین دنیا کی مشتاق نگاہون کے سامنے پیش کرتی رہتی ہین، مصر، شام، اور خود ہندوستان بھی اس فرض سے یکسر غافل نہین تاہم جس عظیم الشان پیمانہ پر اور جس اعلیٰ اہتمام کے ساتھ یورپ یہ خدمت انجام دے رہا ہے۔ اس سے یہان کے کام کو کوئی نسبت نہین۔ اس وسیع دفتر کے چند ورق اگر کبھی کبھی اردو مین منتقل ہوتے رہین، تو ممکن ہے کہ ہماری ملکی زبان مین تاریخ تصوف کے آئندہ مؤرخ کو فراہمی مواد و تلاش ماخذ مین کسی قدر سہولت ہو۔ ضمناً یہی نظر آجائیگا کہ قدما صوفیہ کا جادۂ سلوک و معرفت، شریعت اسلام و سنت نبوی کے قدم بہ قدم تھا، اور

رفتہ رفتہ جن بدعات کو شعائر تصوف سمجھ لیا گیا ہے، ان سے قدیم اکابر طریقت کا دامن بالکل پاک تھا۔

اس سلسلہ کی پہلی قسط مین ناظرین سے کتاب اللمع کو روشناس کرایا جاتا ہے، جو عربی زبان مین تصوف کے موجود و معلوم، مستند ذخیرہ مین شاید سب سے قدیم کتاب ہے۔ مصنف کا نام شیخ ابو نصر سراج ہے، جنکا سال وفات غالباً ۳۷۸ھ ہے۔ یہ علم نہین، کہ وفات کے کتنے سال قبل یہ کتاب تحریر کی۔ تصنیف کے حالات دریافت کرنے سے قبل مصنف کی شخصیت سے نیاز حاصل کر لینا بہتر ہو گا۔

(۱) مصنف۔

پورا نام، عبداللہ بن علی بن محمد بن یحییٰ ابو نصر سراج تھا۔ وطن طوس تھا۔ مرتد بھی یہین ہے[1] لقب "طاؤس الفقراء" تھا[2]۔ آبا و اجداد زہد مین شہرت رکھتے تھے، خود سراج علوم ظاہری و باطنی کے جامع تھے۔ ذہبی، اپنی تاریخ الاسلام مین علامہ ابو عبدالرحمٰن سلمی کی تاریخ الصوفیہ کی سند سے لکھتے ہین:۔

قال السلمی کان ابو نصر من اولاد الزھاد وکان المنظور الیہ فی ناحیتہ فی الفتوۃ ولسان القوم مع الاستظھار بعلم الشریعۃ[3]

ان کے اساتذہ مین جعفر الخلدی، ابوبکر محمد بن داؤد الدنی، و احمد بن محمد سالمی، کے نام قابل ذکر ہین۔ بیعت ابو محمد مرتعش سے تھی[4]۔ مولانا جامی وغیرہ متعدد تذکرہ نویسون نے سری سقطی و سہل تستری سے ملاقات کا ہونا بیان کیا ہے، لیکن پروفیسر نکلسن کی تحقیق مین یہ روایت قطعاً غلط ہے[5]۔ تصوف پر متعدد کتابین تصنیف کین[6]، لیکن آج بجز کتاب اللمع کے اور کوئی موجود نہین، بلکہ ان کے نام تک بھی مٹ گئے ہین۔

تصوف مین جو بلند مرتبہ رکھتے تھے، اسکا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے، کہ شیخ فرالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ

---

[1] نفحات الانس، جامی، ص ۲۱۹۔ (مطبوعہ کلکتہ) [2] ایضاً۔ [3] یہ پوری عبارت پروفیسر نکلسن کے مقدمۂ کتاب اللمع سے منقول ہے۔ [4] نفحات، جامی [5] نکلسن کے نزدیک یہ روایت مشتبہ ہے۔ [5] مقدمۂ کتاب اللمع [6] نفحات جامی، سفینۃ الاولیاء، دارا شکوہ

جیسے مسلم استاد صوفیہ انکا تذکرہ ان الفاظ مین کرتے مین[1]:۔

"آن عالم عارف، آن حاکم خائف، آن امین زمرۂ کبرا، آن نگین حلقۂ فقرا، آن زبدۂ اشباح شیخ وقت ابونصر سراج رحمۃ اللہ علیہ، امامے بر حق بود و یگانۂ مطلق و متعین و متمکن، و او را طاؤس الفقراء گفتندے وصفت و نعت او نہ چندان ست کہ در قلم و بیان آید و یا در عبارت و زبان گنجد۔ و در فنون علم کامل بود، و در ریاضت و معاملات شانے عظیم داشت و در حال و قال و شرح دادن بکلمات مشائخ آیتے بود"۔

اسی قسم کے الفاظ مختصراً مولانا جامی وغیرہ نے بھی استعمال کئے ہین۔

ان کے چند ارشادات جو تذکرون مین محفوظ رہ گئے ہین، ان سے بھی اہل ذوق ان کے تبحر کمال کا اندازہ کر سکتے ہین۔

فرماتے تھے عشق اس آگ کا نام ہے، جو عاشقون کے دل و سینہ مین جلتی رہتی ہے، اور خدا کے سوا جو کچھ ہے، اُسے جلا کر خاکستر کر دیتی ہے[2]۔

یہ بھی ارشاد تھا کہ بہ لحاظ ادب انسانون کے تین طبقہ ہین۔ ایک طبقہ اہل دنیا کا ہے، کہ اُن کے نزدیک ادب نام ہے فصاحت، بلاغت، وحفظ علوم و فنون و اسمار ملاک و اشعار عرب کا۔ دوسرا طبقہ اہل دین کا ہے، جس کے نزدیک ادب سے مراد عبادات جوارح و حفظ حدود و ترک شہوات و ریاضت نفس ہے۔ تیسرا طبقہ اہل خصوص کا ہے، اس کے ہان ادب سے مفہوم طہارت دل، مراعات سر، وفار عہد، نگہداری وقت، نیکو کرداری، وقت حضور، و مقام قرب ہے[3]۔

ایک تیسرے، الفاظ کی نزاکت اردو ترجمہ کی متحمل نہ ہوسکیگی۔ اسے اصل فارسی مین سننا چاہئے۔

---

[1] تذکرۃ الاولیاء عطار، جلد ۲، ص ۱۵۱ - (مطبوعہ یورپ) [2] ص ۱۲۹۴ ایضاً، جلد ۲، ص ۱۵۳، [3] ایضاً جلد ۲ ص ۱۵۳

"نیت بخدااست واز خدااست وبرائے خدااست۔ وآفاتے کہ در نماز اقتدا از نیت افتد

واگرچہ بسیار بود آن را مواز نہ نتوان کرد با نیتے کہ خدا را بود وبخدائے بود"[1]

ایک بار ماہ رمضان مین بغداد مین وارد ہوئے اور مسجد شونیزیہ کے ایک حجرہ مین معتکف ہوئے، تمام درویشون نے اپنا امام بنایا۔ تراویح مین پانچ بار قرآن مجید ختم کیا۔ روز شام کو خادم ایک روٹی حجرہ مین پہنچا آتا تھا عید کے روز نماز پڑھا کر بغداد سے روانہ ہوگئے۔ خادم نے حجرہ مین جاکر دیکھا تو پوری روٹیان جون کی تون رکھی ہوئی پائین[2]۔

ایک مرتبہ سردی کے موسم مین شب کے وقت آتش دان کے قریب تشریف فرما تھے، چند اور اہل دل حضرات بھی تھے۔ معرفت الٰہی پر گفتگو ہوئی۔ دفعۃً شیخ پر زور کی کیفیت طاری ہوئی، اور جوش مین آکر دہکتی ہوئی آگ مین سجدہ مین گر پڑے۔ مرید یہ فرط جوش دیکھکر خوف زدہ ہو کر بھاگ آئے، دوسرے روز آئے، تو دیکھا کہ شیخ کے چہرہ پر جلنے کا خفیف داغ تک نہین، بلکہ چہرہ چاند کی طرح چمک رہا ہے۔ عرض کیا کہ حضور والا، یہ کیا ماجرا ہے، ہم تو سمجھ رہے تھے کہ سارا چہرہ جل گیا ہوگا، ارشاد ہوا، کہ جس نے درگاہ الٰہی پر اپنی آبرو دیدی، اس کے چہرہ کو آگ نہین جلا سکتی[3]۔

وفات سے قبل فرمایا، کہ جس میت کو میرے مزار کے سامنے سے لیکر نکلینگے اس کی مغفرت ہو جائیگی۔ چنانچہ طوس مین اب تک یہ دستور چلا آتا ہے، کہ ہر جنازہ کو پیشتر آپ کے مزار پر ضرور لے آتے ہین[4]۔

(۲) تصنیف

اس سے آٹھ سال قبل دنیا کتاب اللمع کے صرف نام سے آشنا تھی ۱۹۱۴ء مین انگلستان کے

---

[1] تذکرۃ الاولیاء جلد ۲، ص ۱۵۳۔ [2] ایضاً ونیز کشف المحجوب، داتا گنج بخش لاہوری، ص ۴۲۲ (مطبوعہ لاہور) [3] تذکرۃ الاولیاء، نفحات الانس، سفینۃ الاولیاء [4] ایضاً۔

نامور مستشرق ڈاکٹر نکلسن نے جو کیمبرج یونیورسٹی میں عربی زبان کے پروفیسر اور کتب تصوف سے ذوقی ہین بلکہ شغف رکھتے ہین اس کے دو قلمی نسخہ دریافت کئے۔ ایک نسخہ ایک انگریز مسٹر ایلز کے پاس نکلا اور دوسرا انگلستان کے مشہور و معروف کتبخانہ برٹش میوزیم کو کہین سے ہاتھ لگ گیا۔ پہلا نسخہ ۲۰۹ ورق کی ضخامت رکھتا ہے، اور صاف و خوشنما خط مین احمد بن محمد الظاہری کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے ختم کتابت کی تاریخ ۱۰ ربیع الثانی ۸۱۶ھ (مطابق ۱۰ جون ۱۴۱۳ء) درج ہے۔ جس نسخہ سے یہ نسخہ نقل کیا گیا ہے، اسکی تاریخ اس نسخہ پر، شعبان ۷۶۶ھ (مطابق ۱۵ اپریل ۱۳۶۵ء) درج ہے۔ مجملت اشخاص کے حواشی بھی اس نسخہ پر موجود ہین یہ نسخہ کسی قدر کرم خوردہ ہے۔ جس سے جابجا حواشی اُڑ گئے ہین۔ البتہ ایک جگہ مسلسل دس پندرہ ورق غائب ہوگئے ہین جن کے باعث مسلّم پانچ ابواب، اور چھٹے باب کے ابتدائی جزو سے دنیا محروم ہوگئی ہے۔ دوسرا نسخہ (مملوکہ برٹش میوزیم) بہت بدخط کرم خوردہ ناقص ہے۔ تاہم اسکا زمانۂ کتابت، بہ مقابلہ نسخۂ اوّل کے، زمانۂ مصنف سے قریب تر ہے۔ اس پر زمانۂ کتابت جمادی الثانی ۶۸۳ھ (مطابق اگست دسمبر ۱۲۸۴ء) درج ہے۔

پانچ برس کی جانفشانی و دیدہ ریزی کے بعد پروفیسر نکلسن نے ان دونون نسخون کے مقابلہ کے بعد اصل کتاب کو غایت صحت و اہتمام کے ساتھ ۱۹۱۴ء مین شایع کر دیا۔ اور اس پر اشیار ذیل کا اضافہ کیا:-

(۱) شروع مین نہایت مفصل فہرست مضامین دی۔

(۲) آخر مین نہایت مبسوط فہرست رجال، و نساء، و اماکن و قبائل، و کتب وغیرہ مندرجہ و مذکورۂ متن شامل کی۔

(۳) فٹ نوٹ (حواشی ذیلی) بہت کثرت سے دئے۔ دونون نسخون مین جو اختلاف پائے جاتے ہین، ان مین ہر جزئی اختلاف کو بھی ان حواشی مین درج کر دیا ہے۔

(۳) ساری کتاب کا ملخص ترجمہ انگریزی مین کر کے شامل کیا۔

(۴) مصنف نے جو غریب یا نامانوس الفاظ استعمال کئے ہین، ان کی مفصل فرہنگ دی ہے، اور انگریزی مین ان کے معانی کو حل کیا ہے۔

(۵) فہرست مضامین انگریزی مین ہی دی ہے۔

(۶) جن اسمار و اعلام سے متعلق کوئی اہم بحث کتاب اور اس کے انگریزی خلاصہ مین موجود ہے، انکی بھی مفصل فہرست انگریزی مین شامل کی ہے۔

(۷) انگریزی مقدمہ مین مصنف تصنیف، اور موضوع تصنیف کو روشناس کیا ہے۔

(۸) اُن چالیس صوفیہ کرام کی فہرست جن سے شخصاً یا جنکی تصانیف سے شیخ سرّاج نے استفادہ کیا ہے، مع ضروری تصریحات کے انگریزی مین شامل کیا ہے۔

(۹) شیخ نے بہت سے ایسے صوفیہ کا تذکرہ کیا ہے، جنکا نام دوسری کتابون مین یا تو قطعاً نہین آیا ہے، یا نادراً آیا ہے۔ اس قسم کے ایک سو بیس صوفیہ کرام کی فہرست مع ان کے حالات کے جہان تک ہمین معلوم ہو سکے، انگریزی مین درج کی ہے۔

ان کے علاوہ اور بھی متعدد مفید اضافہ کئے ہین۔ ان خصوصیات معنوی کے پہلو بہ پہلو نہایت اعلیٰ کاغذ اور حسن طباعت کے جملہ لوازم کے ساتھ یہ کتاب شائقین کے ہاتھون تک پہنچ رہی ہے۔ کتاب کا پورا نام کتاب اللمع فی التصوّف ہے۔ ملّا جامی کی نفحات الانس مین اسکا املا کتاب اللمعہ درج ہے، لیکن اور ہر جگہ اسکا املا بجائے اللمعہ کے اللمع ہے۔ اور نکلسن نے بھی اسی کو قائم رکھا ہے۔

متن کتاب کی ضخامت ۴۳۲ صفحہ کی ہے۔ مقدمہ مصنف ۸ صفحہ تک آیا ہے، اس کے بعد منطقی ترتیب کی پابندی کے ساتھ کتاب حسب ذیل حصون مین تقسیم ہے:-

(۱) کتاب الاحوال والمقامات۔ اس کے تحت مین مقامات، احوال اوران کے حقایق مین سے ہر شے پر الگ الگ ایک باب مین بحث کی گئی ہے مثلاً باب مقام التوبہ، باب مقام الورع، باب مقام الزہد، باب مقام الصبر، باب مقام التوکل، باب حال الخوف، باب حال المحبت، باب حال الشوق، باب حال المشاہدۃ، باب حال الیقین، وقِس علی ہذا۔

(۲) کتاب اہل الصفوۃ فی الفہم والاتباع لکتاب اللہ۔ اس کے تحت مین اس قسم کے ابواب ہین۔ باب الموافقۃ لکتاب اللہ، باب ذکر تفاوت المستمعین خطاب اللہ تعالیٰ و درجاتہم فی قبول الخطاب، باب وصف ارباب القلوب فی فہم القرآن، باب ذکر السابقین والمقربین والابرار من طریق الفہم والاستنباط۔ وغیرہ۔

(۳) کتاب الاسوۃ والاقتدار برسول اللہ صلعم۔ اس کے تحتانی ابواب کے عنوانات اس قبیل کے ہین:۔ باب وصف اہل الصفوۃ فی الفہم والموافقۃ والاتباع للنبی صلعم، باب ماروی عن رسول اللہ صلعم فی اخلاقہ وافعالہ واحوالہ التی اختارہا اللہ تعالیٰ لہ، باب ماذکر عن المشایخ فی اتباعہم رسول اللہ صلعم وتخصیصہم فی ذالک۔

(۴) کتاب المستنبطات۔ اتباع قرآن وحدیث کے بعد ترتیباً انھین احکام وشعائر کا ذکر آنا چاہئے، جوان پر متفرع اوران سے مستنبط ہوتے ہین چنانچہ عین اسی فطری ترتیب کے مطابق چوتھے نمبر پر یہ حصہ ملتا ہے۔ اس کے ذیل مین اس قسم کے مباحث مندرج ہین، باب مذہب اہل الصفوۃ فی المستنبطات الصحیحۃ فی فہم القرآن والحدیث، باب فی کیفیۃ الاختلاف فی مستنبطات اہل الحقیقۃ فی معنی علومہم واحوالہم، باب فی مستنبطاتہم فی معانی اخبار مرویۃ عن رسول اللہ صلعم من طریق الاستنباط والفہم۔ وغیرہ۔

(۵) کتاب الصحابہ رضوان اللہ عنہم۔ صوفیہ کرام اتباع سنت نبوی کے بعد آثار صحابہ کی

پیروی اپنے لئے باعث افتخار سمجھتے ہین، اس لئے قدرةً ایک مستقل حصہ انکی نذر ہی، اس کے ذیلی ابواب مین خلفاء اربعہ پر، اصحاب صفہ پر، اور عام اصحاب نبوی پر الگ الگ عنوان کے تحت مین گفتگو کی ہی،

(۶) کتاب آداب التصوف - اس کے تحتانی ابواب کے چند عنوانات یہ ہین :- باب آدابہم فی الوضوء والطہارات، باب فی ذکر آدابہم فی الصلوٰة، باب ذکر آدابہم فی الزکوٰة والصدقات، باب فی ذکر الصوم وآدابہم فیہ، باب ذکر آدابہم فی الحج، باب فی ذکر آداب الفقراء بعضہم مع بعض، باب ذکر آدابہم فی الصحبۃ، باب ذکر آدابہم عند مجاراة العلم، باب ماذکر من آدابہم فی وقت الطعام، باب فی ذکر آدابہم فی وقت السماع والوجود، باب فی ذکر آدابہم فی اللباس، باب فی ذکر آدابہم عند الموت،

(۷) کتاب المسائل واختلاف اقاویلہم فی الاجوبۃ - اس حصہ مین صوفیہ کرام کی زبان سے ان سوالات کے جوابات دئے ہین، جنکا حل کرنا فقہاء وعلماء ظاہر کے لئے دشوار ہے - مثلاً مسئلہ جمع وتفرقہ، مسئلہ فناء وبقا، مسئلہ صدق، مسئلہ اخلاص، مسئلہ ذکر، مسئلہ روح، وغیرہ - اس حصہ کو مختلف ابواب مین تقسیم نہین کیا ہے -

(۸) کتاب المکاتبات والصدور والاشعار والدعوات والرسایل - اس حصہ مین، جیسا کہ اس کے عنوان سے ظاہر ہے حضرات صوفیہ کے مکتوبات، رسائل، اشعار، دعوات، ووصایا کا ذکر کیا ہی، اور ہر ایک کو ایک علیحدہ باب مین لکھا ہے -

(۹) کتاب السماع - صوفیہ وعلماء ظاہر کے درمیان ایک اہم اختلافی موضوع، مسئلہ سماع ہی - یہ حصہ اسی مسئلہ کی توضیح وتشریح کے لئے وقف ہی، اس کے ماتحت چند ابواب کے عنوانات یہ ہین: باب فی حسن الصوت والسماع وتفاوت المستمعین، باب فی وصف سماع العامۃ واباحۃ ذلک، باب فی وصف سماع الخاصۃ وتفاضلہم فی ذلک، باب فی ذکر طبقات المستمعین، باب فی وصف سماع المریدین والمبتدئین، باب فی وصف خصوص الخصوص واہل الکمال فی السماع،

(۱۰) کتاب الوجد۔ اس حصہ کے مباحث کا اندازہ ابواب تحتانی کے ان عنوانات سے ہوگا:۔
باب فی ذکر اختلافہم فی ماہیۃ الوجد، باب فی صفات الواجدین، باب فی ذکر تواجد المشائخ الصادقین باب فی الواجد الساکن والواجد المتحرک قیس مثل ہذا۔

(۱۱) کتاب اثبات الآیات والکرامات۔ کرامات اولیار کا مفہوم صحیح، ان کے اثبات کے دلائل معجزات انبیاسے انکا فرق، یہ سب مباحث بھی ضروری تھے، جو اس حصہ مین آگئے ہین۔ عنوانات ابواب کا نمونہ یہ ہے:۔ باب فی معانی الآیات والکرامات، باب فی الادلۃ علی اثبات الکرامات للاولیار، باب فی ذکر مقامات اہل الخصوص فے الکرامات،

(۱۲) کتاب البیان عن المشکلات۔ اس حصہ مین کل دو باب ہین۔ پہلے باب مین ان الفاظ کو جمع کردیا ہے، جو صوفیہ کی زبان مین مخصوص اصطلاحی معنی رکھتے ہین، مثلاً حال، مقام، مکان، وقت، مشاہدہ، سیر، کشف، فنا، بقا، توحید، تجرید، وغیرہ اور باب دوم مین ان اصطلاحات کی تشریح کی ہے:۔

(۱۳) کتاب تفسیر الشطحیات والکلمات التی ظاہرہا مستشنع و باطنہا صحیح مستقیم۔ یہ کتاب کا آخری حصہ ہے، جو اور پوری تفصیل سے لکھا گیا ہے۔ اس مین شطحیات صوفیہ کی توجیہ و توضیح ہے، نیز ان غلط فہمیون کی اصلاح جن مین سے اکثر علمار و ظاہر و صوفیہ ناقص مبتلا رہتے ہین۔ چند ابواب کے عنوانات یہ ہین:۔ باب فی معنی الشطح، باب تفسیر العلوم وبیان ما یشکل علی فہم العلمار من علوم الخاصۃ وتصحیح ذلک بالحجۃ، باب فی کلمات شطحیات تحکی عن ابی یزید، باب فی ذکر ابی الحسین النوری، باب فی ذکر من غلط من المترسمین بالتصوف، ومن این یقع الغلط وکیف وجوہ ذلک۔ باب فی ذکر من غلط فے الاحوال۔ باب فی ذکر من غلط فی النبوۃ والولایۃ باب فی ذکر من غلط فی فنار البشریۃ، باب ذکر من غلط فی الانوار، باب فی ذکر من غلط فی الروح

ان عنوانات پر نظر کرنے سے معلوم ہوا ہوگا کہ تصوف سے متعلق جتنے ضروری پہلو نکل سکتے ہیں مصنف نے ان میں سے کسی کو بھی نظرانداز نہیں ہونے دیا ہی؛ ہر ضروری شعبہ کو لیا ہی۔ اور اس پر تفصیل و تحقیق کے ساتھ اظہار خیال کیا ہی۔ حضرت مصنف کی زبان میں بھی خاص سلاست و سادگی ہی، اس لئے جو اشخاص عربی زبان سے (راقم سطور کی طرح) بہت ہی سرسری واقفیت رکھتے ہیں۔ وہ بھی مستفید ہو سکتے ہیں۔ ذیل میں کتاب کے مختلف مقامات سے چند اقتباسات دئے جاتے ہیں جن سے نوعیت و مرتبہ تصنیف کا پورا اندازہ ہو سکیگا۔

ایک غیرصوفی کے دل میں سب سے پہلا سوال یہ پیدا ہوتا ہی کہ خود تصوّف کیا شے ہی؟ اور آیا اسلام نے صوفیہ کو کوئی مرتبہ دیا ہی یا نہیں؛ حضرت مصنف اس کے جواب میں کہتے ہیں، کہ خداوند تعالیٰ نے قرآن مجید (سورہ آل عمران، آیت ۹۰)

ثم ذکر الله تعالیٰ فضل المؤمنین عنده درجة علاهم فی الدین رتبة فذکرهم مع ملائکته وشهد علی شهادتهم له بالوحدانیة بعد ما بدأ بنفسه وثنّی ملائکته فقال عزوجل شهد الله انه لا اله الا هو والملائکة واولوا العلم قائما بالقسط وروی عن النبی صلعم انه قال العلماء ورثة الانبیاء وعندی والله اعلم ان اولی العلم القائمین بالقسط الذین هم ورثة الانبیاء هم المعتصمون بکتاب الله تعالیٰ المجتهدون فی متابعة رسول الله صلعم المقتدون بالصحابة والتابعین السالکون

میں تمام مومنین سے بلند مرتبہ ان کا رکھا ہی، جو اولو العلم قائما بالقسط ہیں، اور حضور سرور کائنات صلعم نے بھی علما کو جانشین انبیا ارشاد فرمایا ہی۔ سو یہ القاب ان لوگوں کے حق میں وارد ہیں، جو کتاب اللہ کا سررشتہ مضبوط تھامنے والے اور رسول کریم کی متابعت کے پورے کوشاں اور صحابہ کے نقش قدم پر چلنے والے ہیں، ان اشخاص کو طبقات سہ گانہ میں رکھا جا سکتا ہی۔ ایک طبقہ ارباب حدیث کا ہے، دوسرا طبقہ فقہا کا، اور تیسرا طبقہ

سبیل اولیاۓ المتقین وعباده الصالحین هم ثلثة صوفیۂ کرام کا ہے۔

اصناف، اصحاب الحدیث والفقهاء والصوفیة فهؤلآء الثلثة الاصناف

من اولی العلم القائمین بالقسط هم ورثة الانبیاء۔ (ص۵)

بہت سے امور صوفیہ اور اصحاب حدیث وفقہار کے درمیان مشترک ہین مثلاً جو معتقدات ان کے ہین وہی ان کے بھی ہین۔ اتباع کتاب اللہ وسنت نبوی وہ اور یہ دونون اپنے لئے واجب سمجھتے ہین، علوم وفنون سے جس طرح وہ کام لیتے ہین، یہ بھی لیتے ہین۔

ثم انهم من بعد ذلك ارتقوا الی درجات عالیه و تعلقوا باحوال شریفه ومنازل رفیعة من انواع العبادات وحقائق الطاعات والاخلاق الجمیلة ولهم فی معانی ذلک تخصیص لیس لغیرهم من العلماء ... (وما لغيرهم فيها)

لیکن اس اشتراک کے بعد صوفیہ جن درجات عالیہ ومنازل رفیعہ کو طے کرنے لگتے ہین، وہان تک علمار، فقہار، واصحاب حدیث کی رسائی بھی نہین ہوسکتی۔ (ص۱۱)

صوفیہ کے یہ امتیازی خصوصیات ہین جن مین دوسرے طبقات اُن کے ساتھ شریک نہین حسب ذیل ہین۔ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ

فاول شیٔ من التخصیصات للصوفیة ..... ترک ما لا یعنیهم وقطع کل علاقة تحول بینهم وبین مطلوبهم ومقصودهم اذ لیس لهم مطلوب ولا مقصود غیر الله تعالی،

صوفیہ صرف خدا پر نظر رکھتے ہین۔ انکا مقصود ومطلوب تمامتر خدا ہی ہوتا ہے۔ ماسوا سے اور لایعنی مشاغل سے اُنھین کوئی واسطہ نہین ہوتا۔

اس کا لازمی اثر ان کی زندگی پر یہ پڑتا ہے، کہ

فمن ذلک القناعة بقلیل الدنیا عن کثیرها و الاکتفاء بالقوت الذی لا بد منه والاختصار

وہ قناعت کو اپنا شیوہ بنا لیتے ہین قلیل کو کثیر پر ترجیح دیتے ہین، غذا، لباس اور

على ما لا بد منه من مهنة الدنيا	ہر قسم کے سامان دنیوی سے صرف مایحتاج
من الملبوس والمفروش والمأكول	کو اختیار کرتے ہیں، اور بجائے تونگری کے
وغير ذلك واختيار الفقر على الغنا	تنگدستی، بجائے سیری کے گرسنگی بجائے
ومعانقة القلة ومجانبة الكثرة	افراط کے قلت، بجائے جاہ و ترفع کے ہر
وايثار الجوع على الشبع والقليل	چھوٹے بڑے کے مقابلہ میں، اپنے لئے پسند
على الكثير وترك العلو والترفع وبذل	کرتے ہیں۔
الجاه والشفقة على الخلق والتواضع	خدا سے حسن ظن رکھتے ہیں، تمام علائق
للصغير والكبير (ص۱۱)	واسباب سے قطع نظر کرکے صرف اسی پر تکیہ کرتے
وحسن الظن بالله والاخلاص	ہیں۔ نیکیوں اور طاعتوں کی جانب
في المسابقة الى الطاعات وا	خلوص نیت کے ساتھ پیشقدمی و تیزروی
المسارعة الى جميع الخيرات والتوجه	کرتے رہتے ہیں۔ بلائے الٰہی پر صابر اور
الى الله تعالى والانقطاع اليه	قضائے الٰہی پر راضی رہتے ہیں۔ ہمیشہ
والعكوف على بلائه والرضا عن قضائه	مجاہدہ اور مخالفت خواہش نفس میں مشغول
والصبر على دوام المجاهدة ومخالفة الهوى	رہتے ہیں، اور اس کو یاد رکھتے ہیں،
ومجانبة حظوظ النفس والمخالفة لها اذ	کہ کلام پاک میں نفس کو امارہ بالسوء
وصفها الله تعالى امارة بالسوء والنظر	سے تعبیر کیا گیا ہے، اور حدیث نبوی میں
اليها بانها اعدى عدوك التي بين جنبيك	ارشاد ہوا ہے کہ انسان کا سب سے بڑا
كما روي عن رسول الله صلعم۔	دشمن وہ ہے، جو اس کے دونوں
(ص۱۱و۱۲)	پہلوؤں کے درمیان ہے۔

منکرین تصوف کا ایک گروہ کہتا ہے کہ قرآن شریف و حدیث میں نہ کہیں صوفیہ کا ذکر آیا ہے نہ تصوف کا، اس لئے اس مسلک کو اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہو سکتا، حضرت مصنف کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں بکثرت ایسے الفاظ و عبارات موجود ہیں جن سے اہل تصوف ہی مراد ہیں، مثلاً صادقین، صادقات، قانتین، قانتات، خاشعین، موقنین، مخلصین، محسنین، خائفین، وجلین، عابدین، صابرین، راضین، متوکلین، مخبتین، اولیاء، مصطفین، مجتبین، ابرار، مقربین، سابقین، مقتصدین، مسارعین الی الخیرات، نیز مشاہدین (مثلاً او القی السمع وھو شھید) و مطمئنین (مثلاً الا بذکر اللہ تطمئن القلوب) اسی طرح متعدد احادیث میں بھی اسی طائفۂ عالیہ کی جانب اشارات ہیں، مثلاً یہ حدیث کہ

ان من امتی مکلمون و محدثون وان عمر منھم

یا یہ کہ

یدخل بشفاعۃ رجل من امتی الجنۃ مثل ربیعہ و مضر یقال لہ اویس القرنی

یا پھر یہ کہ

یدخل من امتی الجنۃ سبعون الفا بلا حساب قیل من ھم یا رسول اللہ

قال ھم الذین لا یکتوون ولا یسترقون وعلی ربھم یتوکلون (ص۱۶)

معترضین کا ایک گروہ کہتا ہے کہ عہد رسالت پناہ میں کوئی شخص صوفی کے لقب سے یاد نہیں کیا جاتا تھا، اور یہ اصطلاح بہت بعد کو ایجاد ہوئی ہے، اس لئے اسے کوئی مذہبی وقعت نہیں دی جا سکتی۔

مصنف نے اسکا نہایت معقول و دلچسپ جواب یہ دیا ہے کہ

فنقول وباللہ التوفیق الصحبۃ مع رسول اللہ صلعم لہا حرمۃ وتخصیص	اصحاب رسولؐ کے لئے کوئی دوسرا تعظیمی لفظ مستعمل ہو ہی نہیں سکتا تھا، اس لئے

من شمله ذلك فلا يجوز ان يعلق عليه اسم على انه اشرف من الصحبة وذلك لشرف رسول الله صلعم وحرمته. الا ترى انهم ائمة الزُّهاد والعباد والمتوكلين والفقراء والرّاضين والصابرين والمخبتين وغير ذالك وما قالوا جميع ما قالوا الا ببركة الصحبة مع رسول الله صلعم فلما نسبوا الى الصحبة التي هي اجل الاحوال استحال ان يفضلوا الفضيلة غير الصحبة التي هي اجل الاحوال (ص۲۲)

کہ ان کے جتنے بھی فضائل تھے، سب سے اشرف و اعظم ان کی فضیلت صحابیت تھی، انکا زہد، فقر، توکل، عبادت، صبر، رضا، جو کچھ بھی ان کے فضائل تھے، ان سب پر انکا شرف صحابیت غالب تھا، پس جب کسی شخص کو لفظ صحابی سے ملقب کر دیا گیا، تو اس کے فضائل کی انتہا ہو گئی، اور اس کا کوئی محل ہی نہین باقی رہا، کہ اسے صوفی یا کسی دوسرے تعظیمی لفظ سے یاد کیا جائے۔

باقی رہا یہ کہنا، کہ یہ اصطلاح بغدادیون کی رائج کردہ، اور متاخرین کی اختراع ہے، سو اسکا جواب یہ ہے، کہ یہ قول بالکل غلط ہے، اس لئے کہ

واما قول القائل انه اسم محدث احدثه البغداديون فمحال لان في وقت الحسن البصري رحمة الله عليه كان يعرف هذا الاسم وكان الحسن قد ادرك جماعة من اصحاب رسول الله صلعم الخ ... ...

یہ لفظ حضرت حسن بصریؒ کے زمانہ مین رائج تھا، و انکا یعنی حسن بصریؒ کا زمانہ بعض صحابیون کی معاصرت کا تھا، چنانچہ ان کے اور سفیان ثوریؒ کے اقوال مین یہ لفظ صوفی مستعمل ہوا ہی، بلکہ کتاب اخبار مکہ کی ایک روایت کے مطابق یہ لفظ عہد اسلام سے پیشتر بھی رائج تھا۔ (ص۲۲)

جو لوگ شریعت و طریقت میں نسبت تضاد قرار دیتے ہیں، انہیں یہ سنکر حیرت ہوگی۔ کہ قدمار صوفیہ کے نزدیک طریقت شریعت ہی کی تکمیل کا نام تھا حضرت مؤلف فرماتے ہیں، کہ علم کی دو قسمیں ہیں ظاہری و باطنی جب تک اس کا تعلق زبان و اعضاء سے ہے، اسے علم ظاہری سے تعبیر کرینگے، اور اسی کا نام علم شریعت ہے مثلاً عبادات میں طہارت، نماز، زکوۃ، حج وغیرہ، یا احکام میں طلاق، فرائض، قصاص وغیرہ جب اس کا اثر ظاہر سے گزر کر قلب و باطن تک محیط ہو جاتا ہے، تو اسی کو علم باطن و طریقت سے موسوم کرنے لگتے ہیں۔ اور یہاں عبادات و احکام کی بجائے مقامات و احوال کی اصطلاحیں رائج ہیں۔ مثلاً تصدیق، ایمان، اخلاص، صبر، تقویٰ، توکل، محبت، شوق وغیرہ۔ خود کلام مجید میں نعمتوں کی ظاہری و باطنی دو قسمیں قرار دی گئی وَاَسْبَغَ عَلَیْکُمْ نِعَمَہٗ ظَاہِرَۃً وَّبَاطِنَۃً (لقمان۔ آیت ۲۰) دنیا میں ہر شے کا ایک ظاہری پہلو ہے اور ایک باطن۔ قرآن کا ایک ظاہر ہے ایک باطن، حدیث کا ایک ظاہر ہے ایک باطن۔ کتاب اللہ و سنت رسول کے اسی باطنی پہلو کا نام طریقت ہے۔ (ص ۲۴-۲۵)

لفظ "تصوف" و "صوفی" کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟ اس کے جواب میں مؤلف علام نے مختلف اقوال نقل کر دئے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ "صوفی" دراصل "صفوی" تھا۔ یہ لفظ ذرا ثقیل تھا، کثرت استعمال سے زبانوں پر "صوفی" چڑھ گیا۔ ابو الحسن قنادؒ کا خیال تھا، کہ صوفی "صفا" سے مشتق ہے، اور اس کا اطلاق اہل صفا پر ہوتا ہے۔ ایک اور بزرگ کا مقولہ ہے، کہ جو لوگ کدورت بشریت سے پاک صاف کر دئے گئے ہیں، وہ صوفی کہلانے لگے۔ کسی اور بزرگ کی رائے میں، ان لوگوں کا لباس انبیاء علیہم السلام کی تقلید میں صوف کا ہوتا تھا، اس لئے یہ صوفی کہلائے۔ ایک اور گروہ اس طرف گیا ہے، کہ اصحاب صفہ کے باقیات صالحات صوفی کے لقب سے موسوم ہوئے۔ وقِس علیٰ ہذا۔ (ص ۲۷)

متقدمین کے نزدیک فہم و اتباع احکام قرآنی کے بعد سب سے زیادہ اہم و مقدم شے اتباع سنت نبوی تھی۔ حضرت جنیدؒ فرماتے تھے، کہ ہمارا یہ سارا علم احادیث نبوی کا نچوڑ ہے، قرآن میں اتباع سنت نبوی

کا صاف الفاظ مین حکم آیا ہے۔ وان تطیعوہ تھتدوا (نور۔ آیت ۵۴) ابوعثمان سعید الحیریؒ کا مقولہ تھا کہ جو شخص سنت نبوی کو قولاً و فعلاً اپنے اوپر حاکم بنالے۔ اس کی بات ہمیشہ حکمت سے لبریز نکلیگی حضرت بایزید بسطامی نے خدا سے دعا کرنا چاہی، کہ گرسنگی و شہوت جنسی کی آفات سے ہمیشہ محفوظ رہین۔ مگر معاً انھین خیال آگیا، کہ جب رسول اللہ صلعم نے اپنے لئے ایسی دعا نہین کی تھی، تو مین کیونکر کرسکتا ہون۔ یہ خیال کرکے وہ اس دعا سے باز رہے۔ اس احترام رسالت کا صلہ انھین یہ ملا، کہ عورت کی خواہش بالکل ہی ان کے دل سے جاتی رہی۔ ذوالنون مصریؒ کا مقولہ تھا، کہ خدا کو مین نے خود خدا کے ذریعہ سے پہچانا، اور باقی سب کو رسول اللہ کے ذریعہ سے سہل بن عبداللہ تستری فرماتے تھے، کہ جس وجد کی شہادت کتاب اللہ و سنت رسول نہ دین وہ باطل ہے۔ اور اسی کے قریب قریب قول ابوسلیمان دارانیؒ کا ہے حضرت شبلیؒ مرض الموت مین مبتلا تھے، نزع کا وقت قریب تھا، گویائی کی طاقت باقی نہین رہی تھی، اس وقت ان کا خادم انھین وضو کرا رہا تھا، وہ داڑھی مین خلال کرانا بھول گیا شبلیؒ نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ مین لیکر داڑھی مین خلال کرائی، کہ سنت رسول کا کوئی جزو فروگذاشت نہ ہونے پائے۔ (ص ۱۰۱-۱۰۳)

مسائل تصوف تمامتر کتاب اللہ و سنت رسول سے مستنبط ہین، اس استنباط کا طریقہ اور اس کی کیفیت جو حضرت مؤلف نے بیان کی ہے، وہ اس قابل ہے، کہ یہان اسے حرف بحرف نقل کردیا جائے

للمستنبطات ما استنبط اهل الفهم من المحققين بالموافقة لكتاب الله عز وجل ظاهراً وباطناً والمتابعة لرسول الله صلعم ظاهراً و باطناً والعمل بهما بظاهرهم و بواطنهم فلما عملوا بما علموا من ذلك ورثهم الله تعالى علم ما لم يعلموا وهو علم الاشارة و علم المواريث للاعمال التى يكشف الله تعالى لقلوب اصفيائه من المعانى المذخورة واللطايف والاسرار المخزونة وغرايب العلوم وطرايف الحكم فى معانى القرآن و معانى اخبار رسول الله صلعم من حيث احوالهم واوقاتهم و صفاء اذكارهم قال الله تعالى افلا يتدبرون القرآن ام على

قلوب اقفالها وقال النبی صلعم من عمل بما علم ورثه الله تعالیٰ علم ما لم یعلم، هو العلم الذی لیس لغیرهم ذالك من اهل العلم و اقفال القلوب ما یقع علی القلوب من الصدأ لکثرة الذنوب واتباع الهوی ومحبة الدنیا وطول الغفلة وشدة الحرص وحب الراحة وحب الثناء والمحمدة وغیر ذالك من الغفلات والزلات والمخالفة والخیانات فاذا کشف الله تعالیٰ ذالک عن القلوب بصدق التوبة والندم علی الجریة فقد فتح الاقفال عن القلوب واتته الزوائد والفوائد من الغیوب فیعبّر عن زوائد وفوائده بترجمانه وهو اللسان الذی ینطق بغرائب الحکم وغرائب العلوم فاذا سمع هذه النقط المریدون والقاصدون والطالبون من تلك الجواهر باذان داعیه وقلوب حاضرة نعاشوا واستفوا بذالك النفس

(ص۱۰۰-۱۰۶) خلاصہ یہ ہے کہ استنباط کا حق ان محققین ارباب فہم کو پہنچتا ہے، جو ظاہر و باطن ہر طرح کتاب اللہ وسنت رسول کے متبع ہوتے ہیں۔ یہ لوگ جب اپنے علم و معلومات کے مطابق عمل کرتے رہتے ہیں، تو خدا انھیں وہ علم بھی دے دیتا ہے، جو پیشتر انھیں نہ تھا، اور یہ علم انھیں کے ساتھ مخصوص رہتا ہے اور ان کے نفس میں تزکیہ اور قلوب میں جلا پیدا کر دیتا ہے، اور کثرت معاصی و شہوات حُب جاہ، حرص و طمع خود پسندی، وغیرہ سے جو زنگ ان کے لوح دل پر جما ہوتا ہے وہ دھل جاتا ہے۔ اس وقت اسرار غیب ان پر منکشف ہو جاتے ہیں، اور ان کی زبانیں حقائق عالیہ کی ترجمانی کرنے لگتی ہیں۔

اس کے بعد مصنف قرآن مجید کی اس آیت سے واذا جاءھم امر من الامن او الخوف اذاعوا به ولو ردوه الی الرسول والی اولی الامر منهم لعلمه الذین یستنبطونه منهم یہ لطیف استدلال کرتے ہیں، کہ عام حقائق دین کے جاننے والے، اولوالامر یا اہل علم ہیں، اور ان کے طبقہ میں سے اہل استنباط کو ایک امتیازی خصوصیت حاصل ہے۔

اسوۂ رسول کے بعد صوفیہ کے نزدیک سب سے اہم بانشان اسوۂ صحابہ ہے۔ کتاب اللمع

ان کے اسی اعتقاد کی تفسیر ہے۔ اس کتاب کے پہلے باب کا صحابہ کی عام مدح و تکریم کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رض کی ذات سے آغاز ہوتا ہے۔ جو اعظم الخوف و اعظم الرجا تھے۔ یعنی خدا سے ڈرتے بھی بیحد تھے، اور اس کی رحمت کے اُمیدوار بھی بیحد رہتے تھے، چنانچہ خود فرماتے تھے، کہ اگر آسمان سے یہ ندا آئے، کہ

لو نادیٰ مناد من السماء انہ لن	جنت میں بجز ایک شخص کے اور کوئی داخل
یلج الجنۃ الا رجلٌ واحد ارجو	نہ ہوگا، تو مجھے رحمت باری پر اتنا بھروسہ ہے
ان اکون انا ھو، ولو نادی مناد	کہ میں سمجھونگا وہ شخص واحد میں ہی ہوں۔
من السماء انہ لا یدخل النار	اسی طرح اگر آسمان سے یہ ندا آئے، کہ بجز ایک
الا رجل واحد لخفت ان اکون	شخص کے کوئی دوزخ میں نہ ڈالا جائیگا،
انا ھو۔ (صلا)	تو میں غضب الٰہی سے اس قدر ڈرتا ہوں
... ...	کہ وہ شخص واحد بھی اپنے ہی تئیں سمجھونگا۔

ابو العباس بن عطا رح سے جب آیۂ شریفہ کو نوا ربانیین کے معنی دریافت کئے گئے، تو انھوں نے کہا، کہ "ابوبکر صدیق رض کے مانند ہو جاؤ"۔ حضرت صدیق رض ہی وہ شخص تھے جنہوں نے اپنا سارا مال و اسباب لاکر رسول اللہ صلعم کی خدمت مبارک میں حاضر کر دیا، اور جب آپ نے دریافت فرمایا، کہ اہل و عیال کیلئے کیا چھوڑا، تو برجستہ جواب دیا، کہ "خدا اور اس کے رسول کو"۔ حضرت مؤلف کہتے ہیں، کہ یہ فقرہ توحید کے رنگ میں ڈوبا ہوا تھا، اور سب سے پہلا صوفیانہ ارشاد ہے، جو کسی زبان سے ادا ہوا ہے؛

حضرت صدیق رض کی سب سے بڑی خصوصیات الہام و فراست تھیں۔ اسی طرح حضرت عمر فاروق رض کی نمایاں خصوصیات ترک شہوات، اجتناب شبہات، اور تمسک بالحق تھیں۔ اور حضرت عثمان رض کی اہم خصوصیات تمکین، ثبات، و استقامت تھیں۔ جناب امیر رض سلاسل تصوف کے شیخ الشیوخ تھے۔ آپ علم لدنی کے سب سے بڑے حصہ دار تھے۔ یہ وہی علم لدنی ہے، جو خضر علیہ السلام کو عطا ہوا تھا، وعلمناہ

ن لدنا علما اور جس کی بنا پر حضرت خضرؑ نے حضرت موسیٰؑ جیسے جلیل القدر پیمبر سے کہدیا تھا کہ آپ صبر سے میرا ساتھ نہ دے سکینگے انک لن تستطیع معی صبرا (اور یہین سے بعض لوگون نے غلطی سے ولایت کو نبوت سے افضل قرار دے لیا ہی) جناب امیرؑ مراتب توحید، معرفت، ایمان، و علم مین کامل ترین تھے۔ ان اصحاب اربعہ کے آثار قدم صوفیہ کے لئے دلیل راہ ہین۔

خلفار اربعہ کے بعد قدرۃً اصحاب صفہ کا ذکر آتا ہی جن کی زندگی کا ایک ایک جزئیہ طالبان طریقت کیلئے درس ہدایت رکھتا ہی۔ یہ وہ مقدس گروہ تھا، جو معاش دنیوی سے قطعاً بے پروا ہوکر شب و روز شمع نبوت کے گرد پروانہ وار نثار ہوا کرتا تھا جس کے پاس نہ کھانے کا سامان رہتا تھا، نہ پہننے کا، نہ اوڑھنے کا، اور جس کی زندگی تمام تر فقر و فاقہ، توکل و صبر، عشق و محبت کا ایک تسلسل تھی۔ اس جماعت کی مدح مین متعدد آیات قرآنی نازل ہوئی ہین۔ مثلاً للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللہ (بقرہ آیت ۲۷۳) ولا تطرد الذین یدعون ربھم (انعام آیت ۵۲) واصبر نفسک مع الذین یدعون ربھم (کہف آیت ۲۸)

اس حصہ کے آخری باب مین عام صحابہ کی زندگی پر متصوفانہ حیثیت سے نظر کی گئی ہے، اور ان کے اقوال اس باب مین نقل کئے گئے ہین۔ اصحاب ذیل کے اسمار مبارک اس حیثیت سے خصوصیت کے ساتھ قابل توجہ ہین۔ طلحہ بن عبید اللہ، معاذ بن جبل، عمران بن حصین، سلمان فارسی، ابو الدرداء، ابوذر، ابو عبیدہ بن الجراح، عبد اللہ بن مسعود، براء بن مالک، عبد اللہ بن عباس، کعب احبار، حارثہ، ابوہریرہ، انس بن مالک، عبد اللہ بن عمر، حذیفہ بن الیمان، عبد اللہ بن جحش، اسامہ، بلال، مصعب بن عمیر، عبد الرحمن بن عوف، حاکم بن حزام، عبد اللہ بن رواحہ، عدی بن حاتم، رضی اللہ عنہم۔

مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے اکابر صوفیہ کے آداب و معمولات بیان کرکے ضرورت مرشد پر بہت زور دیا ہی، اور اس ضمن مین یعنی بہت گہرے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ بہت سے مبتدیون کا خیال یہ ہوتا ہے کہ مخالفت نفس حصول مقصد کے لئے کافی ہی۔ چنانچہ اپنی ذاتی رائے سے وہ طرح طرح کے مجاہدات اپنے اوپر

اختیار کر لیتے ہیں، غذا بہت گھٹا دیتے ہیں، لذیذ غذائیں بالکل ترک کر دیتے ہیں، پانی پینا چھوڑ دیتے ہیں آبادی سے نکلکر صحرا میں رہنے لگتے ہیں وقس علی ہذا۔ حضرت مولف کا ارشاد ہی، کہ جب تک مرشد یا شیخ اس قسم کے احکام نہ دے، ان چیزون کو اختیار کر لینا قطعاً غیر مفید ہیگا، بلکہ مضرت کا اندیشہ ہی۔ مثلاً ترک غذا کا نتیجہ یہ ہوگا، کہ انسان فرائض یومیہ، نماز پنجگانہ وغیرہ پوری طرح نہ ادا کر سکیگا نفس امارہ کو زیر کرنا اتنا آسان نہین، کہ بغیر استاد کامل کی توجہ کے انسان تن تنہا یہ ہفتخوان طے کر سکے۔ خود رائی کی تمام صورتین اس راہ مین خطرہ و ہلاکت کی طرف لیجانیوالی ہین۔ (ص ۱۴۱ و ۱۴۲)
ان سب اعمال و مجاہدات کے لئے مخصوص آداب و شرائط ہین، بغیر ان کے قدم اٹھانا سخت نادانی ہے۔

سماع کی بحث گروہ صوفیہ مین بڑی اہمیت رکھتی ہی۔ طریقت کے اس شارح قدیم نے اس پر پوری تفصیل کے ساتھ اظہار خیال کیا ہی، اس سلسلہ مین انھون نے سب سے پہلے حسن صوت کو لیا ہی، اور اس کی مدح و توصیف مین متعدد احادیث نبوی نقل کی ہین مثلاً

(۱) ما بعث اللہ نبیاً الا حسن الصوت۔

(۲) زینوا القرآن باصواتکم۔

(۳) ما اذن اللہ تعالیٰ لشئ کاذنہ لنبی حسن الصوت۔

(۴) لقد اعطی ابو موسیٰ مزماراً من مزامیر آل داؤد لما اعطی من حسن الصوت، وغیرہ

اس کے بعد سماع کے مختلف معانی، سماع شعر وغیرہ کا ذکر کیا ہی، اور قدماء صوفیہ مین جو حضرات سماع کے شیدائیون مین ہوئے ہین، مثلاً جنید بغدادی، ابوالحسن نوری، حضری، وغیرہم، ان کے اقوال نقل کئے ہین، آگے چلکر اباحت سماع عامہ کے عنوان سے جو باب قائم کیا ہی، اس مین عید کے دن سرور کائنات ؐ کے دف کے ساتھ سے گانا سننے کا حوالہ دیا ہی

اور حضرت ابوبکرؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت بلالؓ، و دیگر صحابہ کرام کے اشعار پڑھنے کا ذکر کیا ہی۔ حضرت مالک بن انس، عبداللہ بن جعفر، عبداللہ بن عمر اور امام شافعی نے شعر کو ترنم کے ساتھ پڑھنے کو جائز رکھا ہی، اور ان سب کی سند جواز سے فائدہ اٹھایا گیا ہے۔ سماع خاصہ کے ضمن مین سامعین کے تین طبقات کئے ہین (۱) مریدین و مبتدئین، (۲) متوسطین و صدیقین، (۳) عارفین و اہل استقامت، اس کے بعد محقق مولف نے مسئلہ سماع کے مختلف پہلوؤن کو لیا ہی، اور متعدد ابواب مین ہر پہلو پر تفصیلی نظر کی ہی، جواز کے جو آداب و شرائط و قیود ہین، ان سے کسی حال مین اغماض نہین برتا ہی، آخری باب مین ان حضرات کے خیالات کی ترجمانی کی ہی جو جواز سماع کے منکر ہین، یا اسکی کراہت کے قائل ہین۔ ان چند ابواب کا مطالعہ موجودہ مشائخ کے لئے خاص طور پر سبق آموز ہو سکتا ہی۔

ان اقتباسات و تصریحات سے نوعیت کتاب کا اندازہ ہو گیا ہوگا، جو شخص قدیم تصوف سے باخبر رہنا چاہتا ہے، اس کے لئے اسکا مطالعہ ناگزیر ہے۔

اسلامی ہندوستان کی علمی فیاضی
الدرۃ الثمینہ ملا عبد الحکیم سیالکوٹی
اور
شاہجہان اور نواب سعد اللہ خان

از جناب مولوی حافظ احمد علی خان صاحب شوق، ناظر کتب خانۂ ریاست رامپور

کتاب خانۂ ریاست رامپور مین مجموعہ ۱۱۱ فن کلام عربی مین یہ مختصر مجلد رسالہ ہے۔ تقطیع کتاب ۱۰×۶½ انچہ۔ سطر ۳½ انچہ۔ تعداد سطر فی صفحہ ۱۹، خط مولویانہ شکست آمیز، صفحات ۷۲ ہین۔ سنہ ۱۰۵۶ھ کا لکھا ہوا ہے۔ اس رسالہ کو شاہجہان بادشاہ کے نام پر معنون کیا گیا ہے۔ ملا عبد الحکیم سیالکوٹی اس کے مصنف ہین، آغاز رسالہ یہ ہے، "اللھم باسمك ابتدي، وبنور قدسك اهتدی"۔ رسالہ مین مسئلہ علم باری تعالیٰ اور مبحث قدم عالم کو نہایت خوبی سے لکھا ہے۔ ملا صاحب کا انتقال سنہ ۱۰۶۸ یا سنہ ۱۰۶۶ھ مین ہوا ہے۔ اس لئے یہ رسالہ ان کی زندگی ہی کا لکھا ہوا ہے۔ ملا صاحب کے کمالات اور فضائل سے مدارس عربیہ کا ہر طالب علم واقف ہے۔ ان کی شہرت آج نہین بلکہ ان کی زندگی ہی مین ہندوستان سے نکلکر عرب و روم مین پہنچ چکی تھی، چنانچہ آجکل انکی جس قدر کتابین ہندوستان مین نہین چھپی ہین، اُس سے زیادہ ٹرکی اور قسطنطنیہ مین چھپی ہین، ہندوستان سے ٹرکی ان کتابون کے پہنچنے کی صورت یہ معلوم ہوئی کہ قدیم زمانہ مین جہان سلاطین باہم اور تحفہ تحائف اپنے ملک کی مصنوعات کا بھیجا کرتے تھے وہان، اپنے دربار کے شعرا کی غزلین، قصائد دواوین اور علماء و فضلا کی

تالیفات و تصنیفات بھی بھیجا کرتے تھے، چنانچہ شاہجہان اور سلطان محمد خان سلطان روم کے درمیان اس قسم کے تعلقات قائم تھے اور اس طرح شاہی تحائف کے ضمن مین ہندوستان کے اس مایۂ ناز حکیم مُلّا عبدالحکیم سیالکوٹی کی تصنیفات ترکی پہنچی ہین، آج اسی سلسلہ مین ہم مُلّا صاحب کے رسالہ الدرۃ الثمینہ کا تذکرہ کرتے ہین،

عراق مین جان نثار خان شاہجہان کی طرف سے کسی خدمت پر مامور رہا۔ محمد فاروق مشرف اور محب علی واقعہ نویس اس کے ہمراہ تھے۔ سلاطین صفویہ کے خاندان کا ایک رکن، خلیفہ سلطان ایران سے نکلکر عراق مین آباد ہوگیا تھا، پھر وہ ہندوستان چلا آیا تھا، شاہجہانی تاریخون مین اس کا ذکر متعدد مقامات مین ہے، یہ لائق اور صاحب علم امیر تھا اور وہ وزیر دانشور عراق" کے نام سے مشہور رہا، شاہجہانی سفرا جب عراق گئے تو خلیفہ سلطان سے بھی ملے، ان شاہجہانی سفرار کو بھی اپنی جگہ پر دعویٰ فضل و کمال تھا اور اوسکو قائم رکھنا گویا ہندوستان اور سلطنت ہند کی عزت وہ سمجھتے تھے، وزیر نے ان سے دریافت کیا کہ امام غزالی نے (تہافت الفلاسفہ) مین مسئلہ قدم عالم اور نفی علم واجب تعالیٰ کے سبب سے شیخ ابو نصر فارابی اور بو علی سینا کی تکفیر کی ہے۔ اس کا جواب کیا ہے؟ - جان نثار خان نے شاہجہان کو اطلاع کی - بادشاہ نے اپنے وزیر نواب سعد اللہ خان کو حکم دیا کہ مُلّا عبدالحکیم صاحب کو لکھو کہ اس کے متعلق دس پندرہ دن مین ایک رسالہ لکھکر حاضر کرین کہ عراق کو بھیجا جائے - خدا جانے سلاطین کو اس مسئلہ سے کیا دلچسپی تھی، چنانچہ اسی کے پس و پیش زمانہ مین امام غزالی کی تہافت الفلاسفہ اور ابن رشد نے جو اس کا جواب تہافت تہافت الفلاسفہ کے نام سے لکھا ہے، سلطان محمد خان روم نے اپنے دربار کے بڑے فلسفی موجی خواجہ زادہ سے اس پر محاکمہ لکھایا ہے جو کتاب الذخیرہ کے نام سے چھپ گئی ہے، بہر حال یہ مسئلہ بہت مہتم بالشان ہے - سیکڑون کتابین اس مبحث پر لکھی گئی ہین - یہ معلوم ہے

کہ شاہان مغلیہ کے الفاظ کو احکام مین بعینہٖ نقل کیا جاتا تھا۔ شاہجہان کی علمی قابلیت کا یہ نمونہ ہے کہ اس نے اس مسئلہ مین جن امور پر رسالہ لکھوانا چاہا ہے اس کو چند جملون مین ادا کر دیا۔ سعداللہ خان کے خط کو پڑھیے کہتا ہے کہ کلمات حکما۔ تاویلات علما۔ وجہ تکفیر اہل اسلام۔ اقوال ملت۔ مباحثات۔ مناظرات تشکیک وشبہات۔ ازالۂ اعتراضات۔ سوالات وجوابات، غایت تدقیق ونہایت تحقیق سے لکھے جائین۔ وہ ہر باب واساس سخن مین اکل کلام پر گفتگو ہو اور ہر جواب مین۔ براہین ہون۔ احاطۂ مسائل متعلقہ بمطلب علم حصولی وحضوری کے مسائل متعلقہ کے بیان مین پورا احاطہ کیا جائے۔ اور نیز اس مسئلہ کو صاف کیا جائے کہ علم عین عالم ہے یا عین معلوم یا غیر۔ اور اسکا تعلق جزئیات سے بوجہ کلی ہے یا بوجہ جزئی وغیرہ،

سعداللہ خان کی علمی استعداد تو مشہور ہی ہے لیکن شاہجہان کی علمی فضیلت بھی اس فرمان سے ظاہر ہوتا ہے کہ کچھ کم نہ تھی۔ ظاہر ہے کہ جو شخص کسی علم وفن سے واقف نہو وہ کیا اوسکو سمجھ سکتا ہے، اگر شاہجہان کی تاریخ کے ساتھ اس کے کمالات علمی کی بھی تلاش کیجائے تو کیا اچھا ہو۔

سعداللہ خان وزیر نے شاہجہان کے حکم سے اس باب مین ملّا صاحب کو جو خط لکھا ہے وہ بھی اس رسالہ کے ساتھ شامل ہے۔ اور اوسکی نقل حسب ذیل ہے،

مفاوضۂ جملۃ الملکی مدار المہامی علامی وفہامی نواب سعداللہ خان کہ بہ فاضل یگانہ مولنا عبدالحکیم سیالکوٹی جہتہ تالیف رسالۃ الدرۃ الثمینہ حسب الحکم شاہجہان بادشاہ تحریر نمودہ وفاضل مسطور الصدر درجواب آن رسالۂ مذکورہ را ترتیب دادہ

افادت پناہا فضیلت دستگاہا جامع معقول ومنقول حاوی فروع واصول۔ وحید العصر فرید الدہر بادراک سعادت نشاتین واحراز کمالات دارین کامیاب باشند۔ حسب الحکم الاشرف می نویسد

کہ چون افراد وقایع ایران زمین مسامع حقائق مجامع رسید کہ افادت پناہ وافاضت دستگاہ خلیفۃ السلطان وزیر دانشور عراق کہ اعلم علماء آنجاست - از محمد فاروق مشرف و محب علی واقعہ نویس کہ بابادی مآب - جان نثار خان متعین شدہ اند. و پس از دعوی ایشان بفضل وکمال پرسید کہ امام محمد غزالی در مسئلہ قدم عالم ونفی علم واجب تعالی شانہ عما یقول الظالمون فی حق انفسہم الخائبین باللہ وصفاتہ بجزئیات ونفی حشر واجساد تکفیر شیخ ابو نصر فارابی و شیخ ابو علی سینا نمودہ وجمیع تاویل کلام حکما کردہ اند. این مراتب را تحقیق باید نمود کہ مدعیان بے فروغ از مسلک معقولیہ دور درماندہ اند - لہذا کمترین مریدان حکم شد کہ بآن فضائل وکمالات دستگاہ، سطرے چند بنگارد وبرآن آرد - کہ آن افادت وافاضت مرتبت رادرین مسائل مختصر جامع مفیدے کہ مستجمع کلمات حکما وتاویلات علماء ووجہ تکفیر اسلامیین، واقوال ملیین، ومباحثات ومناظرات وشکوک وشبہات وازالات واخراجات واسولہ واجوبہ وغایۃ تدقیقات ونہایت تحقیقات واصل کلام درہر باب واساس سخن درہر جواب وانچہ بران ظفر یافتہ باشند دبرہان بران قائم شدہ باشد، واحاطہ مسائل متعلقہ بمطلب علم از حصولی وحضوری بودن، وعلم عین عالم وعین معلوم است یا غیر، وتعلق آن بجزئیات، بوجہ کلی است یا بوجہ جزئی - وتحریر آنکہ کلیۃ وجزئیۃ معلوم، تابع مدرک ویا تابع مدرک است، ونسبۃ الواجب جزئی ست یا نہ، وبیان آنکہ ادراک تعقلی است نہ احساسی، وشمول علم بمتغیرات ومتشخصات از آن زمان وغیر آن وبقائے علم با تغیر معلوم وتبدل زمان وحضور زمان بجمیع اجزائہ من ازل الآزال الی ابد الآباد مع کونہ غیر قار ودجزآن باشد، نوشتہ حضرت خلافت درعرصہ دہ وپانزدہ روز باید فرستاد، کہ بایران فرستادہ شود وآنچنان باید نوشت کہ قابل فرستادن ولائق اضافت بآن فضائل دستگاہ بود، وبروزگار از آن آثار گویند ودر تاریخ ہا نوشتہ آید - والدعاء والسلام - فقط

ہندوستان اور اسلامی عہد حکومت

رائل سوسائٹی آف آرٹس، انگلستان مین فنون لطیفہ سے متعلق ایک اہم علمی انجمن ہے۔ اس کے شعبۂ ہندیہ کے سامنے ہر سال ایک لکچر سر جارج برڈ وڈ کی یادگار مین ہوتا رہتا ہی۔ ابکی سال یہ لکچر سر ٹامس ارنلڈ نے دیا، اور اس مین اسلامی ہند کی اس تاریخ پر روشنی ڈالی جو قدیم قلمی تصاویر کے ذریعہ سے ہمارے علم مین آتی ہے۔

سر ارنلڈ کہتے ہین، کہ اسلامی ہند مین فقراء وصوفیہ کا بیحد اثر واقتدار تھا۔ ان کے معتقدین کی تعداد بیشمار ہوتی تھی، اور ہر طبقۂ آبادی پر اسکا سکہ بیٹھا ہوا تھا۔ مختلف سلاسل کے بزرگون کی تصویرین اس وقت بہ کثرت موجود ہین۔ بہت سی تصاویر مین یہ منظر دکھایا گیا ہی، کہ سلطان وقت یا شاہی خاندان کے دوسرے ارکان، بہ کمال تعظیم واحترام ان حضرات کی خدمت مین حاضری دیتے رہے ہین۔ شہنشاہ اورنگ زیب ایک مرتبہ اپنی مملکت کا دورہ کرتے ہوئے، ایک مقام پر وارد ہوئے، جہان کسی مقدس بزرگ کا قیام تھا، اور ان کے پاس اپنا اشتیاق ملاقات کہلا بھیجا۔ اس تاجدار فقر وغنا کا جواب آیا کہ مین اپنا عزلتکدہ نہین چھوڑ سکتا، بادشاہ کو اگر ملنا ہی، تو خود حاضر ہو۔ بادشاہ نے تعمیل کی، اور حسب قاعدۂ اسلام پورے آداب احترام کو ملحوظ رکھا۔

یہ مسلمان فقراء و درویش، اکثر ہندوستانیون کی طرح، آبادیون اور بستیون سے دور دشت نوردی وصحرا پیمائی مین مصروف رہتے تھے۔ ایک مشہور درویش میان حاتم سنبھلی کی بابت روایت ہے، کہ کامل دس سال تک برہنہ پا برہنہ سر دشت نوردی کرتے رہے، اور اس ساری مدت مین ایک مرتبہ بھی بستر پر نہین سوئے۔ ایک دوسرے درویش شیخ محمد غوث جن کا مزار گوالیار مین

بارہ برس تک چینار کی پہاڑیوں میں غاروں کے اندر، اور درختوں کی پتیوں پر گذر کرتے رہے۔ صحرا نوردی کے بعد یہ صوفیہ اگر کہیں سکونت بھی اختیار کرتے تھے، تو سنسان حجروں یا ویران جنگلوں میں۔ آخری اسلامی دور میں بعض مزارات، اجتماع معتقدین کے مراکز بن گئے تھے، لیکن تصاویر میں عموماً بن بیابان فقرا ہی پر زیادہ توجہ کی گئی ہے۔

قلمی تصاویر میں وجد و حال کے بھی بہت سے مناظر دکھائے گئے ہیں۔ "حال" سے مراد وہ کیفیت رقص ہے، جو اوقات جوش میں مرشدوں پر طاری ہو جاتی تھی۔ علماء ظاہر نے ان مظاہر کو بہت سختی سے روکا ہے، اکابر صوفیہ میں سے بھی بعض نے اس کی اجازت دی ہے، اور بعض نے مکروہ جانا ہے، تاہم ہندوستان کے درویشوں میں یہ طریقہ بہت عام رہا ہے، خصوصاً بعض سلسلوں میں جو لوگ اس کے جواز کے قائل ہیں، وہ اسکی سند صحابہ کے آثار سے لاتے ہیں، مثلاً ایک صحابی کی بابت یہ روایت ہے کہ ان کے کان میں جونہی آیت قرآنی ان عذاب ربک لواقع ما لہ من دافع کی آواز آئی، انھوں نے زور سے چیخ ماری، اور غش کھا کر گر پڑے۔ اسی طرح کی روایات اکابر صوفیہ کی بابت بہ کثرت مشہور ہیں۔

اسلامی عہد حکومت کے ایک اور پہلو پر بھی ان تصاویر سے روشنی پڑتی ہے۔ اسلامی حکومت کا ابتدائی دور بت پرست ہندوؤں کے حق میں ایک سخت عذاب تھا، لیکن جونہی مسلمان ہندوستان کو اپنا وطن بناتے گئے، بت شکنی و منافرت میں قدرۃً کمی آتی گئی، تاہم اسکی تفصیل، یعنی اسلام نے کس حد تک ہندوؤں کے ساتھ رواداری برتی؟ اصولاً کہاں تک اسے جائز قرار دیا، اور عملاً کہاں تک اسے بنائے حکومت اور حکام کا طرز عمل کیا۔ اور رعایا کے عام افراد باہم کیونکر پیش آتے رہے، اس قسم کے سوالات کا جواب دینا ابھی مورخ کو باقی ہے۔

مسلمانوں اور ہندوؤں کے باہمی تعلقات کے سلسلہ میں دارا شکوہ کی شکست فاش کی سرگزشت

ایک دردناک داستان ہے۔ دارا شکوہ مثل اپنے پردادا اکبر کے اس فکر مین تھا، کہ ہندو مت اور اسلام کے درمیان مصالحت کا راستہ نکالے تعجب ہے، کہ اس شہزادہ کی مستقل سوانح عمری پر اب تک کسی مورخ نے توجہ نہین کی ہے۔ اسے اپنی روشن خیالی و رواداری کا، جس کے لئے ملک تیار نہ تھا، کفارہ اپنی جان سے دینا پڑا۔ اگر دارا شکوہ کو اپنی تجاویز اتحاد مین کامیابی ہوگئی ہوتی تو ہندوستان کی تاریخ آج بالکل مختلف ہوتی۔ اس کو مسلمان فقراء اور ہندو سنیاسیون، دونون سے یکسان عقیدت تھی، اور اسلام کا تصوف کی نظر سے مطالعہ کرکے وہ اس نتیجہ پر پہنچا تھا، کہ ہندوؤنکا وحدت وجود، اور اسلامی توحید معناً بالکل ایک ہی، دونون مذاہب کے اصول کے اتحاد واشتراک پر اوسکا ایک رسالہ بھی مجمع البحرین کے نام سے موجود ہے۔

جن ہندو جوگیون سے اسے عقیدت تھی، ان مین سے بابا لال کا نام تاریخ مین محفوظ ہے۔ یہ جوگی سرہند (پنجاب) کے قریب رہتا تھا، اور اس کے گرد مریدین ومعتقدین کا ایک مجمع رہتا تھا۔ شہزادہ دارا شکوہ جسکی عمر اس وقت ۴۳ سال کی تھی، اسکی شہرت سنکر اس کی خدمت مین پہنچا، اور اس سے بارہا مذہبی مذاکرہ رہے، ان مذاکرون کو شہزادہ کے دو ہندو ملازمین قلمبند کرتے گئے تھے چنانچہ اس وقت تک یہ محفوظ ہین اگرچہ کبھی طبع نہین ہوئے ہین۔ دو مختلف مذہب والون کے درمیان، اور مذہب بھی ایسے جن کے درمیان خون کی ندیان حائل رہی ہین، اس قسم کی مصالحت وآشتی کی گفتگو ہندوستان کی مذہبی تاریخ کا نہایت دلچسپ واقعہ ہے

قلمی تصاویر جس باہمی رواداری کا مرقع پیش کرتی ہین، اس کے ضمن مین پنجاب کے دو بزرگون، ایک ہندو، دیال بھون، اور ایک مسلمان جمالی سلطان کی دوستی اور انکی پہلی ملاقات کا دلچسپ واقعہ قابل تذکرہ ہے گیروت مین دیال بھون پہلے سے سکونت گزین تھے جب جمالی سلطان نے قدم رکھا، تو دیال بھون نے ایک پیالہ دودھ سے لبالب بھرا ہوا ان کو تحفۃً بھیجا، مقصد یہ تھا کہ یہ شہر زاہدون اور فقیرون سے لبریز ہے، آپ کے لئے گنجائش نہین جمالی سلطان مقصد کو سمجھ گئے جواب مین یہ کہا، کہ اسی لبریز پیالہ مین گلاب کی ایک پنکھڑی ڈال کر جو اسکی سطح پر تیرتی تھی، واپس کردیا۔ (باقی آئندہ)

شاہانِ اسلام

اور

شوقِ حیوانات

از مولوی ابوالنصر سید احمد بھوپالی

آج یورپ بلکہ ایشیا تک کا شاید ہی کوئی ایسا متمدن شہر ہوگا جہان زندہ یا مردہ جانورون کا عجائب خانہ نہو، اسکا مقصود انسانون کے علم مین اضافہ اور عجیب وغریب حیوانات کے خواص اور عادات کا مشاہدہ اور مطالعہ ہے، لیکن زمانۂ قدیم مین چونکہ سلطنتین شخصی تھین اس لیے، سلاطین کا ذاتی شوق ان جانورخانون کے قیام کا اصلی سبب ہوتا تھا، اور اس سے علم وہنر کے دوسرے فوائد بھی حاصل ہوجاتے تھے، اس زمانہ مین جانورون کے پالنے کے مقاصد مختلف ہوتے تھے، یا تو امرا اور سلاطین اپنی بیکاری کے اوقات ان کے ساتھ کھیلنے یا ان کے کھیل تماشے دیکھنے یا ان کے عجیب وغریب حرکات و خصوصیات کے مشاہدہ مین کاٹا کرتے تھے یا وہ ان کو خاص قسم کی تعلیم وتربیت دیکر ان سے خاص خاص کام لیتے تھے، چنانچہ کتے اور بندر اور شکاری پرند وغیرہ بکثرت اس غرض سے سدہائے اور سکہائے جاتے تھے،

ان اسباب کے علاوہ گذشتہ سلاطین اور امرا کے اس شوق کا مقصد ایک اور بھی رہا ہے اور وہ یہ کہ کھیل تماشون کے علاوہ دربار مین قوت وسطوت و دبدبۂ شاہی کا اظہار اور لوگون کے دلون مین ہیبت اور رعب بٹھانا۔

خلفا و شاہان اسلام مین سب سے پہلا شخص جس کے اس قسم کے شوق کا تاریخ مین تذکرہ ہے یزید ابن معاویہ ہے۔ یہ پہلا خلیفہ ہے جو جانورون کے پالنے کا شوق رکھتا تھا۔ اسکو سب سے زیادہ

[illegible] تھا اس کے پاس بندر چیتے کتے اور شکاری پرند بکثرت تھے - ابن طبا طبا نے اپنی کتاب فخری میں لکھا ہے:

وکان یلبس کلاب الصید الاساور من	اور وہ کتون کو سونے کے طوق پہناتا اور
الذهب والجلال المنسوجة من الذهب	سنہرے کام کی جھولین انھین اڑھاتا اور ہر
وجعل لكل كلب عبدا يخدمه	کتے کیلئے ایک خادم مقرر کرتا جو اسکی خدمت کرتا تھا

ابن طبا طبا نے اس کے متعلق ایک طویل و ظریفانہ حکایت لکھی ہے جسکو خوف طوالت سے ہم یہان بیان نہین کرتے جسکو دیکھنا ہو وہ کتاب مذکور کی طرف رجوع کرلے۔

یزید ابن معاویہ کے متعلق جو عجیب بات بیان کیجاتی ہے وہ یہ ہے کہ اسکا ایک بندر تھا جسکی کنیت - ابو قیس تھی - یہ اسکی اکل و شرب کی مجلسون مین موجود رہا کرتا اور اس کے ساتھ بیٹھا کرتا تھا اور دوڑ مین گھوڑون اور شہسوارون پر سبقت لیجایا کرتا تھا اسوقت وہ ایک جنگلی گدھی پر سوار ہوتا اور بیش قیمت اور فاخرہ لباس پہنے ہوتا تھا - اس کے علاوہ اور دیگر مضحکہ خیز اور عجیب عجیب روایتین اس کے متعلق بیان کیجاتی ہین - مسعودی نے مروج الذہب مین لکھا ہے:

"اسکا ایک بندر تھا جس کی کنیت "ابو قیس" تھی وہ اسکی اکل و شرب کی مجالس مین موجود رہتا تھا اور ایک ہوشیار و شریر بندر تھا - وہ "ایک وحشی گدھی پر سوار ہوتا تھا جو سدھائی ہوئی تھی اور زین و لگام کے ذریعہ سے اسکی مطیع رہتی تھی - وہ اس کے ساتھ "گھوڑ دوڑ کے دن" گھوڑون کا مقابلہ کرتا اور بعض مرتبہ آگے نکل جاتا اور گھوڑون سے پہلے گھوڑ دوڑ کی حد تک پہنچ جاتا اور حجرہ مین داخل ہوجاتا - ابو قیس کے سرخ اور زرد رنگ کے خوشنما ریشم کی قبا زیب تن ہوتی تھی اور اسکے سر پر رنگ برنگ

[illegible] فی الآداب السلطانیہ والدول الاسلامیہ صفحہ ۴۹ و ۵۰

کی ذاڑیون زرد ریشم کی تو پی ہوتی تھی۔ اور اسکی گردن پر حریر سرخ کا زین ہوتا تھا جو قسم قسم کے نگو
سے چمکدار و منقش ہوتا تھا اسی کی نسبت کسی شامی شاعر نے کہا ہے :

تسلت بالتلیس تفضل منافہا ۔۔۔ فلیس علیہا ان سقطت ضمان

الا من رای القرد للذی سبقت ۔۔۔ جیاد امیر المؤمنین اتان

خلفائے بنی امیہ و بنی عباس مین سے اکثر نے باوجود اختلاف مذاق کے اس جانور سے دلچسپی مین یکسان توجہ ظاہر کی ہے ان کو عمدہ اور بیش قیمت کپڑے پہنائے جاتے تھے زیورات سے ان کو آراستہ کیا جاتا تھا، یہانتک کہ بیگمات بھی اسکے اثر سے نہین بچ سکی ہیں، مورخین نے ذکر کیا ہے کہ ام جعفر زبیدہ خاتون زوجہ خلیفہ ہارون الرشید کا ایک بندر تھا جس کی خدمت کے لئے تیس آدمی مامور تھے وہ اُسے انسانون کا لباس پہناتے اور تلوار اس کے زیب کمر کرتے اور جب وہ سوار ہوتا تو سب اس کے پیچھے پیچھے چلتے تھے اور جب اس سے ملنے جاتے تو اُسکا ہاتھ چومتے۔ ایک مرتبہ یزید ابن مزید اپنے سفر سے پہلے زبیدہ خاتون کو الوداع کہنے کے لئے آیا تو وہ بندر اس کے نزدیک لایا گیا اور اس سے اُسکا ہاتھ چومنے کو کہا گیا یزید ابن مزید کو یہ بات نہایت شاق گذری اور تلوار نکالکر اس کے دو ٹکڑے کر دئے اور چلدیا۔ خلیفہ ہارون الرشید نے اسکو بلایا اور اس پر خفا ہوا اس نے جواب دیا کہ ”اے امیر المؤمنین! کیا خلفا کی خدمت کے بعد مین بندرون کی خدمت کرون! نہین قسم ہے خدا کی یہ ہرگز نہین ہوسکیگا!“ خلیفہ نے یہ جواب سنکر اُسے معاف کر دیا۔ اسی طرح سے تمام خلفاء عباسیہ، فاطمیہ اور اموئیہ اندلس اور ان کے علاوہ دیگر سلاطین مثل سلجوقیہ اور ایوبیہ کے متعلق بھی یہی قیاس کرنا چاہیے۔ چنانچہ ابن طباطبا نے ذکر کیا ہے کہ سلطان مسعود سلجوقی کو بھی اسکا بیحد شوق تھا وہ کتون کو منقش اطلس کی جھولین اڑھاتا تھا اور سونے کے طوق پہناتا تھا اور کبھی

۱؎ مروج الذہب المسعودی جلد ۲ صفحہ ۲۰۰

امین الدولہ کی طرف کہ جو نصرانی طبیب کے شاگرد کا بیٹا اور ایک ظریف فاضل تھا التفات کم کر دیتا
تو وہ کہتا ہے

من کان یلبس کلبہ   وشیا و یقنع لی بجلدی
فالکلب خیر عندہ   منی و خیر منہ عندی[1]

لیکن سانپوں چیتوں اور ہاتھیوں وغیرہ کا بادشاہوں اور خلفا کا اپنے محلسراؤں کے
دروازوں پر بند ہوا ناجیسا کہ ہم نے ابھی کہا ہے کہ یہ ان کے اسی قسم کے شوق سے تعلق رکھتا ہے
جو وہ اپنی ہیبت و رعب اپنی رعایا کے دلوں میں جاگزین کرنے اور اپنے ملک و قوت کے
اور سطوت و قدرت کے اظہار کے لئے رکھتے تھے۔ سب سے پہلا شخص جس نے خلفائے عباسیہ میں سے اس
کی جانب توجہ کی خلیفہ منصور تھا جو بہت کچھ اہتمام ہاتھیوں کے جمع کرنے میں کیا کرتا تھا کیونکہ ہندوستان
وایران کے اگلے بادشاہ ہاتھی کی سواری کو عزت و احترام کی نظر سے دیکھتے تھے۔ خود خلیفہ ہارون الرشید
کے بہت سے پنجرے (قفس) تھے جن میں سانپ، چیتے اور شیر وغیرہ بند رہتے تھے۔

عرصہ تک خلفا اور اراکین کے شوق کا یہی حال رہا یہاں تک کہ دار الخلافہ اقسام اقسام
کے درندوں چیتوں اور کتوں سے بھر گیا جب خلیفہ المہتدی نے عنان خلافت ہاتھ میں لی تو وہ
چونکہ زہد پیشہ اور متقی تھا اس نے ان درندوں کے قتل کرنے کا حکم دیا۔ ابن اثیر نے اپنی تاریخ
میں حوادث ۲۵۵ھ ہجری کے بیان میں لکھا ہے کہ:

امر المهتدي العباسي باخراج   خلیفہ المہتدی نے تمام گویوں کو سامرا سے
المغنين من سامرا و نفاهم عنها   نکالدیے اور وہاں سے ان کو جلاوطن کیا

[1] وہ شخص جسکا کتا منقش کپڑوں سے ملبوس کیا جاتا ہے مجھ سے میری کھال پر قناعت کراتا ہے۔ ایسا اسکا
کتا اس کے نزدیک مجھ سے بہتر ہے اور میرے نزدیک اس سے بہتر ہے۔ الفخری صفحہ ۷۸ عقد الفرید جلد ۱ صفحہ ۱۵۰

وامر ایضا بقتل السباع التی کانت	حکم دیا اور نیزان درندون کو جو دار الخلافہ
ببلاد الخلافۃ وطرد الکلاب[1]	مین تھے قتل کرنے اور کتّون کو نکالدینے کا حکم دیا

لیکن یہ سوک عرصہ تک قائم نہین رہی۔ جب خلیفہ المہتدی نے انتقال کیا تو امراؤ خلفادوبارہ ان شکاری جانورون کو جمع کرنے لگے یہانتک کہ ان مین سے بعض نے ان کو اپنے دربارون تک مین بند ہوایا خصوصًا اسوجہ سے اور بھی کہ اُن زمانون مین چلتی ہوئی سیاسی تدبیر (پالیسی) رعب و ہیبت کو رعایا کے قلوب مین جاگزین کرنا اور اس کے ذریعہ سے ناموس مملکت کی حفاظت کرنا تھی چنانچہ اسی نظریہ سیاسیہ کی تشریح مین ابن طباطبا نے کہا ہے:

..کہ ہیبت ہی نظام مملکت کی حفاظت کرتی اور رعایا کے طمع اور لالچ کی نگرانی کرتی ہے اسلئے بادشاہ قیام ہیبت و ناموس مین اژدہون چیتون، اور ہاتھیون کو باندھکر، بڑے بڑے بگل اور نقارے بجواکر اور ان کے سرون پر جھنڈے بلند کراکے مبالغہ کیا کرتے تھے۔ اور یہ سب کچھ رعب قائم کرنے کے لئے ہوتا تھا۔ جیسا کہ عضد الدولہ بن بویہ جب اپنے تخت پر بیٹھا تو اژدہے چیتے اور ہاتھی زنجیرون مین جکڑے ہوئے حاضر کئے گئے تاکہ اس سے لوگون پر خوف و دہشت طاری ہو[2]،

یہ سیاسی تدبیر تمام پھیلی ہوئی تھی اور اس قسم کے جانورون کا انتخاب صرف مشرق ہی مین رائج نہ تھا بلکہ اسکا اثر اندلس تک پہنچ چکا تھا مقری نے کہا ہے:

وقد اتخذ الخلیفۃ الناصر الاموی	اور خلیفہ ناصر اموی نے شہر زہرا مین وحشی
فی مدینۃ الزھراء محلات للوحوش	جانورون اور درندون کیلئے بڑے بڑے
والسباع واسعۃ الارجاء	گرداو کے محلات بنوائے تھے جنکی چہار دیواریان
متباعدۃ السیاج[3]	دور دور پھیلی ہوئی تھین۔

[1] الکامل لابن اثیر جلد ۷ صفحہ ۱۳۰ [2] الفخری فی الآداب السلطانیۃ والدول الاسلامیۃ صفحہ ۲ [3] مروج الذہب جلد ۸ صفحہ ۲۷

اس سے بھی زیادہ دلچسپ تھا رویہ ابن طولون کا وہ شوق و توجہ ہے جو اُسکو ان شکاری جانورون کے جمع کرنے اور انکی تربیت و تعلیم مین تھی یہانتک کہ اس نے ان کے لئے ایک خاص مکان بنوایا تھا جسکا نام "دارالسباع" رکھا تھا جس کے اوصاف و انتظامات کے دلچسپ حالات مقریزی نے اس طرح بیان کئے ہین:-

"اس "دارالسباع" مین طویل طویل مکانات تھے اور ہر مکان مین ایک درندہ اور اسکی مادہ کے رہنے کی گنجایش تھی۔ ان مکانون مین دروازے تھے جو ان کے اوپر سے حرکت دینے سے کھولے جاتے تھے اور ہر مکان مین ایک چھوٹا سا دریچہ تھا جس مین سے وہ آدمی جو اس مکان کی خدمت پر مامور تھا داخل ہوتا اور اس مین زبل کا فرش کرتا۔ ہر مکان مین ایک جانب سنگ مرمر کا ایک حوض تھا جسمین ایک تانبے کے نل سے پانی آتا تھا۔ ان مکانون کے سامنے ایک عریض و وسیع میدان تھا جسمین ریت بچھی ہوئی تھی، اس میدان کی ایک جانب ایک بڑا سنگ مرمر کا حوض تھا جس مین ایک بڑے نل سے پانی آتا تھا۔ جب ان درندون مین سے کسی درندے کا نگران اس کے مکان کو صاف کرنا یا اس کے کھانے کے لئے گوشت کی خوراک رکھنا چاہتا تھا تو مکان کے اوپر کسی ترکیب سے دروازہ کھولدیتا اور جانور پر چلاتا تو وہ جانور میدان مذکور کی طرف نکل جاتا اور پھر وہ اوپر سے دروازہ لگا دیتا۔ جانور بھی اسکو جان گیا تھا پس جون ہی نگران دروازہ کھولتا شیر اس مین داخل ہو جاتا اور گوشت سے جو کچھ اس کے لئے مہیا کیا جاتا اسے کھاتا یہان تک کہ سیر ہو جاتا اور ضرورت کے مطابق پانی پی لیتا۔ یہ تمام مکانات درندون سے بھرے ہوئے تھے اور ان کے اوقات مقرر تھے جن مین ان درندون کے تمام مکانات کھولے جاتے اور یہ جانور اس میدان کیطرف نکالے جاتے اور ان کو چلائے جاتے پس وہ نکلتے اور کھیلتے اور ایک دوسرے پر دوڑتے تھے وہ اس مین اسی طرح سے دن بھر

رات تک رہتے یہان تک کہ ان پر نگران پھر چلاتا تو ہر ایک جانور اپنے مکان مین داخل ہو جاتا اور دوسرے کے مکان مین جانیکی غلطی نہ کرتا۔[1]

خمارویہ کے ان جانورون مین سے ایک جانور تھا جو اس سے بہت مانوس ہو گیا تھا اس کا نام اس نے "زریق" رکھا تھا۔ یہ جب خمارویہ سو جاتا تو اُسکی حفاظت مین پہرہ دیتا اور مکان مین کھلا ہوا آزاد پھرا کرتا مگر کسی کو نہین ستاتا تھا۔ مقریزی نے اسکی نسبت بیان کیا ہے:-

"اور ان تمام درندون مین ایک درندہ تھا ازرق چشم جسکو "زریق" کہتے تھے۔ یہ خمارویہ سے مانوس ہو گیا تھا اور مکان مین آزاد پھرا کرتا کسی کو ستاتا نہین تھا۔ اسکو اس کی خوراک روزمرہ کی غذا مین سے دیجاتی تھی۔ جب خمارویہ کا دسترخوان بچھایا جاتا تو زریق اس کے ساتھ آجاتا اور خمارویہ کے سامنے بیٹھ جاتا۔ خمارویہ اس کے سامنے مرغی بچہ مرغی اور بکری کے نوعمر بچے کی گوشت کا اچھا اچھا فقرہ یا اسی کے مانند اور جو دسترخوان پر موجود ہوتا پھینکتا جاتا اور وہ اسکو مزے کے ساتھ کھاتا جاتا۔ اسکی ایک مادہ تھی جو ایسی مانوس نہ تھی جیسا کہ وہ تھا پس وہ اپنے ہی مکان مین بند رہتی تھی اور ایک خاص وقت تھا جسمین یہ اس کے ساتھ اس مین رہتا تھا۔ جب خمارویہ سو جاتا، زریق آتا اور اسپر پہرہ دیتا، اگر وہ تخت پر سو جاتا تو یہ تخت کے سامنے بیٹھ جاتا اور اس کی نگہبانی جب تک کہ وہ سوتا رہتا کرتا رہتا۔ اور اگر وہ زمین پر سو جاتا تو وہ اس کے پاس رہتا جو شخص داخل ہوتا اور خمارویہ سے ملنے کا ارادہ رکھتا اسکو وہ آگاہ کر دیتا اور اس سے ایک لحظہ کے لئے بھی غافل نہین رہتا یہی اسکی عادت تھی اور وہ اس سے مانوس اور اسکا خوگر ہو گیا تھا۔ اسکی گردن مین سونیکا ایک طوق پڑا رہتا تھا۔ کوئی خمارویہ کے قریب جبتک کہ وہ سوتا رہتا رہتا زریق کی

[1] المقریزی صفحہ ۳۱۷ جلد ۱۔

نگہبانی اور پہرہ داری کی وجہ سے نہین جاسکتا تھا حتی کہ جب اللہ تعالیٰ نے خمارویہ کی موت کا حکم نافذ فرمایا تو خمارویہ دمشق مین تھا اور زریق اس سے علحدہ مصر مین[۱]۔

بعض امرا اور سلاطین کو دوسرے مہلک جانورون مثلاً تواریخ مین اس عشق وشوق کے واقعات بکثرت مدون ہین، چنانچہ مقریزی نے خطط مین اور صلاح الکتبی نے "فوات الوفیات" مین وزیر جعفر بن فضل بن فرات کی نسبت کہ جو اخشید المعروف بہ ابن خزابہ کا مصر مین وزیر تھا روایت کی ہے کہ:-

"وہ حشرات الارض مثل سانپ، بچھو، اژدہے، اور کنکھجورون یا اس کے مانند دیگر حشرات کے دیکھنے کی بہت ہوس رکھتا تھا۔ در مصر مین اس کے مکان مین نہایت عمدہ سنگ مرمر کے فرش کا دو میدان تھا اس مین یہ سانپ سوراخون مین رہتے تھے اور ان کے لئے نگران فراش اور منتردان مقرر تھے جو حکم ملنے پر ان سانپون کو۔ ادھر سے اُدھر ہٹانے اور منتقل کرنے پر نوکر تھے۔ اور ہر ایک منتردان مصر مین جسقدر بھی اس سے ہو سکتا تھا سانپون کو پکڑتا تھا اور وہ لوگ زیادہ تر انکی ان اقسام مین سے پکڑتے تھے جو پسندیدہ، بڑے، اور عجیب ہوتے تھے۔ اور وزیر ان کو اس پر بڑے بڑے انعام اور بہت کچھ مال و دولت دیتا تاکہ وہ ان کے حصول مین کوشش کرین۔ اور اسکا ایک خاص وقت تھا کہ اسوقت مین وہ ایک بلند چبوترہ پر بیٹھتا تھا اور پھر یہ نوکر اور منتردان وہان داخل ہوتے تھے اور سانپون کو لڑواتے تھے اور وہ اس سے خوش ہوتا اور پسند کرتا تھا"[۲]

اس کے علاوہ کثرت سے ایسی مثالین موجود ہین جو تاریخون کے اوراق مین بکھری پڑی ہین جن کے دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کس طرح سے مختلف بادشاہون کو مختلف زمانون مین خاص

---

[۱] المقریزی جلد ۱ صفحہ ۳۱۷۔ [۲] المقریزی جلد ۱ صفحہ ۳۱۷۔

خاص اقسام کے حیوانات سے شوق رہا ہے اور نہ صرف خاص خاص اقسام کے بلکہ بعض بادشاہوں کو تو جمیع اقسام کے حیوانات کا شوق رہا ہے۔ جیسا کہ ابن خلکان نے خلفائے فاطمیہ مین سے خلیفہ العزیز باللہ فرمانروائے مصر کی نسبت بیان کیا ہے:

وکان عندہ من غرائب الحیوانات	اور اس کے نزدیک انواع واقسام کے
مالم یجتمع عند غیرہ وذکروا	حیوانات تھے جو کسی دوسرے کے نزدیک
بینہا العنقاء[1]	جمع نہ ہوئے اور بیان کیا جاتا ہے کہ ان
" " " " "	حیوانات مین "عنقاء" بھی تھا،

ہندوستان کے تیموری سلاطین مین اکبر اور جہانگیر کو حیوانات کا بہت شوق تھا،

اکبر جو ابتدا سے بڑا دلیر، بہادر اور جفاکش تھا حیوانات سے عموماً اور کبوترون، گھوڑون، ہاتھیون اور چیتون سے خصوصاً بے انتہا شوق رکھتا تھا۔ چنانچہ جب اس نے دنیائے فانی سے کوچ کیا تو اس کے ذاتی متروکات مین سے حیوانات کا ایک بڑا ذخیرہ بھی تھا، جیسا کہ خافی خان نے منتخب اللباب مین لکھا ہے:

"در وقت وفات محمد اکبر بادشاہ زیادہ از پنج ہزار فیل کہ گاہ قریب شش ہزار می رسد در فیل خانہ و موجود بود دوازدہ ہزار اسپ در طویلہ و ہزار یوز در چیتہ خانہ داشت[2]"

اکبر نے اپنی زندگی مین ہر چند اس امر کی کوشش کی کہ چیتون کی تعداد کسی طرح ہزار تک پہنچائے لیکن یہ ایک عجیب بات ہے کہ اس کو کبھی اس مین کامیابی نہ ہوئی۔ جب کبھی اس نے کوشش کرکے انکی تعداد پوری کی، ان مین سے دو چار بیمار ہو کر ضرور مرگئے چنانچہ خافی خان نے آگے چل کر لکھا ہے کہ:

[1] تاریخ ابن خلکان جلد ۱ صفحہ ۲۶۷، [2] منتخب اللباب مطبوعہ کلکتہ جلد ۱ صفحہ ۲۴۳

"واما گویند کہ ہرچند خواست ہزار چیتہ شود میسرنی آمد یک دو یوز را آفت رسید"[1]

یہ تمام چیتے، ہاتھی، اور دیگر جانور نہایت سدھے ہوئے تھے۔ اشارون پر کام کرتے تھے، زردوزی کمخواب ومخمل کے لباسون مین ملبوس رہتے تھے اور سونے چاندیکے طوق وزنجیرین اُن کے گلون مین پڑی رہتی تھین۔

اکبر ہاتھیون، اور گھوڑون، اور چیتونکا بڑا ہی دلدادہ تھا جہان کہین ملتے فوراً لے لیتا تھا شیر چیتے، بارہ سنگھے، ہرن، اور کبوتر وغیرہ وغیرہ ہزارون جانور اس نے بڑے شوق سے پالے تھے۔ جانورون مین مست ہاتھیون، شیرون اور ہاتھیون، ارنے بھینسون، گینڈون اور ہرنون کی لڑائی دیکھنے کا بڑا ہی شائق تھا۔ باز بہری، جرے اور باشے بھی اس نے پال رکھے تھے ان کو بھی وہ اڑاتا تھا۔ اکثر جانورون کے نام اس نے انکی کیفیت لڑائی وسیرت کے مطابق رکھے تھے۔

ان مین سے ہر قسم کے جانورون کے لئے اُس نے علٰحدہ علٰحدہ مکانات بنوائے تھے۔ چنانچہ فتحپور سیکری مین ان مین سے بعض کے آثار اب تک باقی ہین۔ ان مین سے ایک اصطبل خانہ ہے جو بیربل کے محل کے قریب سنگین بنا ہوا ہے۔ اس مین شرقاً وغرباً تینیس تینیس در والے دو دالان اور جنوباً، در والا ایک دالان بنا ہوا ہے۔ اور ہر در مین دو گھوڑونکے تھان کی جگہ ہے۔ صحن مین گھوڑون کے پانی پینے کے لئے ایک پختہ وسنگین نالی اور ہر گھوڑے کے لئے گھاس کے واسطے دیوار مین کچھ بلندی پر ایک الماری بنی ہوئی ہے۔ اس مین خاصہ کے نایاب وبہترین گھوڑے ہر وقت موجود رہتے تھے۔ اسی سے ملا ہوا ایک شتر خانہ ہے جس مین خاصے کے اونٹ رہتے تھے[2]۔

نیز فتحپوری مین سکستال (حوض شیرین) کے سامنے نگر کی سڑک کے شمالی جانب ایک فیل خانہ بنوایا تھا۔ افسوس کہ یہ اب بالکل منہدم ہوگیا اور اس کے آثار مین سے اب صرف

[1] منتخب اللباب مطبوعہ کلکتہ جلد ۱ صفحہ ۲۴۲ [2] آثار اکبری صفحہ ۱۲۴ و ۱۲۰۔

چند ستون باقی ہین[1]۔

اکبر کو کبوترون کا بھی کچھ کم شوق نہ تھا چنانچہ اُس نے اُن کے لئے ایک علحدہ کبوتر خانہ بنوایا تھا جس مین انواع و اقسام کے کبوتر دور دور سے منگوا کر رکھے تھے عبداللہ خان اُزبک والی توران کو لکھکر اکبر نے وہان سے گرہ باز کبوتر منگوائے تھے۔ اس کبوتر خانہ کے آثار فتحپوری مین ہتیاپول اور سنگین برج کے پاس اب تک باقی ہین[2]،

آئین اکبری مین جہان دیگر مختلف امور کے ضوابط و آئین لکھے گئے ہین وہان کبوترون کے بھی ہین۔ اور ابوالفضل نے انھین "آئین نشاط بازی" کے عنوان سے لکھا ہے[3]۔ نیز اکبر نامہ مین ابوالفضل نے ایک عجیب قصہ لکھا ہے کہ "ایک دن کبوتر اُڑ رہے تھے اور بازیان کر رہے تھے اور اکبر انھین دیکھ رہا تھا ایک خاصہ کے کبوتر پر ایک بھری گری۔ اکبر نے للکار کر آواز دی کہ خبردار! بھری جھپٹا مارتے مارتے رُک کر ہٹ گئی اور پھر نہ آئی[4]"۔ رقعات ابوالفضل مین بھی ایک فرمان عبدالرحیم خانخانان کے نام درج ہے جس مین شروع سے لیکر آخر تک کبوترون ہی کا تذکرہ ہے اور نہایت تفصیل کے ساتھ ایک ایک کبوتر کا نام بنام حال لکھا ہے[5]،

علاوہ اس سیر و تفریح کے اکبر ان جانورون سے اظہار دبدبہ اور شان و شوکت کا بھی کام لیتا تھا۔ جب اسکی سواری نکلتی تو اس کے ساتھ ان مین سے اکثر جانور سونے چاندی کے زیورون سے آراستہ اور زربرق کپڑون مین ملبوس نکالے جاتے تھے۔ دربار اکبری مین مولوی محمد حسین آزاد مرحوم نے اپنے مخصوص طرز بیان مین سواری کا حال خوب بیان کیا ہے:۔

"اب دولھا کے سامنے عروس دولت کی بارات گذرتی ہے۔ نشان کا ہاتھی آگے اس کے

---

[1] آثار اکبری صفحہ ۱۲۹، [2] ایضاً صفحہ ۱۴۰ [3] دیکھو آئین اکبری [4] اکبرنامہ

[5] دیکھو ابوالفضل دفتر اول صفحہ ۴۸، و ۴۹، و ۵۰

بعد اور ہاتھیون کی قطار۔ پھر ماہی مراتب اور اور نشانون کے ہاتھی۔ جنگی ہاتھیون پر فولادی پاکھرین پیشانیون پر ڈھالین۔ بعض کی مشکون پر دیوزادی نقش و نگار۔ بعض کے چہرون پر گینڈون، ارنے بھینسون اور شیر وغیرہ کی کھالین کلون سمیت چڑھی ہوئی۔ ہیبت ناک صورت ڈراؤنی مورت۔ سونڈون مین گرز، برچھیان تلوارین لئے۔ سانڈنیونکا جن کے سو سو کوس کے دم، سلسلہ گردن کھینچ سینے تنے جیسے لقا کبوتر، پھر گھوڑون کی قطارین عربی، ایرانی، ترکی ہندوستانی آراستہ پیراستہ ساز و یراق مین غرق۔ چالاکی مین برق اچھلتے، مچلتے، کھیلتے، کودتے شوخیان کرتے چلے جاتے تھے۔ پھر شیر پلنگ چیتے گینڈے بہترے جنگل کے جانور سدھے سدھائے شائستہ۔ چیتونکے چھکڑون پر نقش و نگار گل گلزار۔ آنکھون پر زردوزی غلاف۔ وہ اور بیل کشمیری شالین مخمل و زربفت کی جھولین اوڑھے۔ سرون پر کلغیان اور تاج۔ سینگ مصورونکی قلمکاری سے قلمدان کاشمیر۔ پاؤن مین جھانجن گلے مین گھنگرو چھم چھم کرتے چلے جاتے تھے۔

پھر خاصے کے ہاتھی آتے ان کی زرق و برق کا عالم اللہ اللہ آنکھون کو چکا چوندی آتی تھی، موتی اور جواہر ٹنکے۔ زیورون مین لدے پھندے قوی ہیکل سینون پر سونیکی ہیکلین لٹکی سونے چاندی کی زنجیرین سونڈون مین ہلاتے۔ جھومتے جھامتے خوشیان مستیان کرتے چلے جاتے تھے[1]۔''

اکبر خود اس قدر دلیر تھا کہ بسا اوقات جنگلون مین شیر کا تلوار سے مقابلہ کرتا تھا اور مست سرکش اور خونی ہاتھیون کو جن کے زیر کرنے سے سب عاجز آچکتے تھے وہ آن کی آن مین زیر کر لیا کرتا تھا چنانچہ جہانگیر نے تزک مین لکھا ہے:

شجاعت و دلیری و دلاوری ایشان بغایتے بود کہ بر فیلان مست و سرکش سوار ی

[1] دربار اکبری صفحہ ۴۳ او ۴۴۔

می فرمودند و بعضے فیلان خونی را کہ مادہ خو ہا شوند خود می گذاشتند با آنکہ ہر چند فیل بد خو باشد تعرض بمادہ فیل و فیلبان نمی رساند در حالتے کہ فیلبان و مادہ فیل را کشتہ باشد و او را نیز خود نگذارد و در قید اطاعت در می آوردند و بر دیوارے یا درختے کہ رہگذران فیل ہاوت را کشتہ از قید اطاعت آن بر آمدہ می بود و از پہلوئے آن دیوار یا درخت می گذشت تکیہ بر لطف ایزدی نمودہ خود را بر پشت او می انداختند و مجرد سوار شدن او را بقید ضبط آوردہ رام می نمودند کمر را این معنی مشاہدہ شدہ[1]

غرضیکہ اکبر کو حیوانات کا بے انتہا شوق تھا اور اس نے ہر قسم کے جانور چرند پرند وغیرہ جمع کئے تھے جنکا مفصل حال ابوالفضل نے آئین اکبری مین ایک علحدہ باب کے تحت مین درج کر دیا ہے جسے ہم خوف طوالت اور قلت گنجائش کی وجہ سے یہان نقل نہین کر سکتے ناظرین کتاب مذکور مین ملاحظہ فرما سکتے ہین ۔

جہانگیر بھی بفحوائے "الولد سر لابیہ" حیوانات کا کچھ کم شوقین نہ تھا لیکن اسکا میلان زیادہ تر نادر و عجیب الخلقت جانورون کے جمع کرنے کی جانب تھا اس لئے اسکا جانور خانہ حقیقت مین ایک "عجائب خانہ" تھا اگرچہ مورخین نے اپنی کتابون مین اس کے اس شوق کے متعلق اس تفصیل کے ساتھ حالات کو یکجا جمع نہین کیا ہے جیسا کہ اکبر کے متعلق مگر تاہم اس کے متعلق بہت جستہ جستہ حالات خود جہانگیر کی زبانی تزک جہانگیری مین ملتے ہین ۔

جہانگیر کو "مضمون در جوئندہ یابندہ" جانور بھی ایسے مل جاتے تھے جو بالکل عجیب و نادر اور غیر معمولی خلقت کے ہوتے تھے چنانچہ سنہ جلوس مین راجہ نرسنگ دیو نے ایک سفید چیتا پیش کیا تھا جس کے متعلق وہ لکھتا ہے :-

---

[1] تزک جہانگیری مطبوعہ نولکشور صفحہ ۱۰

"رابر نگ دیویوز سفیدے آوردہ گذرانید اگرچہ دیگر انواع حیوانات پرندہ و چرندہ جنس سفید کہ آن را تویغان گویند پیدا می شود اما تا یوز سفید دیدہ نہ شدہ بود"[1]

نیز اس کے علاوہ اس کے چڑیا خانہ مین شاہین۔ باشہ۔ شکرا۔ کنجشک۔ کوا۔ بٹیر۔ تیتر۔ پودنہ۔ طاؤس اور باز بھی خلاف معمول سفید رنگت کے موجود تھے[2]

اس کے جانور خانہ مین ایک عجیب وغریب بکرا تھا جو ایک چائے کے پیالہ کی مقدار کے برابر ہر روز دودھ دیتا تھا جہانگیر اسے اسطرح بیان کرتا ہے:

"یکے از نر بایان کہ قبلہ مقرر اند بر خصی بنظر گذرانید کہ بطریق نر مادہ پستان داشت و مقدار یک پیالہ قہوہ خوری ہر روز شیر می داد"[3]

اسے قریباً طوطی کے برابر وزیر آباد سے ایک ایسا پرند ملا تھا جس کے عجیب وغریب خواص تھے مثلاً وہ پانی مطلق نہین پیتا تھا کیونکہ پانی اس کے حق مین زہر قاتل کا کام کرتا تھا۔ اور وہ رات بھر درخت کی شاخ سے الٹا لٹک کر چھپا رہتا تھا اور صبح سیدھا ہو کر بیٹھ جاتا تھا[4]

اس کے فیل خانہ مین ایک سب سے بلند ہاتھی تھا جسکو اکبر نے پکڑوایا تھا اس ہاتھی کا نام گجراج تھا۔ جہانگیر نے اسکا قد سات گز شرعی اور آٹھ انگل بتلایا ہے (ایک گز شرعی ۲۴ انگل کا ہوتا تھا)[5]

اگرچہ اکبر کو بہ نسبت جہانگیر کے جانورون کا شوق زیادہ تھا اور اس نے کثرت سے نر اور مادہ جانور اس تمنا مین جمع بھی کئے کہ اس کے جانور خانہ ہی مین وہ بچے جنین لیکن باوجود اسکی ہمہ کوشش وتمنا کے شیرنی نے اور ہتھنی نے کبھی بچے نہ دئے مگر جہانگیر کے زمانہ مین شیرنی اور ہتھنی دونون نے بچے دئے چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ:

[1، 2] تزک جہانگیری مطبوعہ نولکشور صفحہ ۰۶، [3] تزک جہانگیری صفحہ ۸۵،

[4] تزک جہانگیری صفحہ ۱۴۴، [5] تزک جہانگیری مطبوعہ نولکشور ۲۲۶،

"مادہ شیرے آبستن شدہ و بعد از سہ ماہ سہ بچہ زائید و این ہرگز نہ شدہ کہ شیر جنگلی بعد از گرفتاری بجہت خود جمع شدہ باشد"۱؎

ہتنی کی نسبت لکھتا ہے:

"شب یکشنبہ مادہ فیلے از فیل خانہ خاصہ درحضور من زائید۔ مکرر فرمودہ بودم کہ تحقیق مدت حمل نمایند آخر الامر ظاہر شد کہ بچہ مادہ یک سال و شش ماہ و بچہ نر نوزدہ ماہ در شکم مادر می ماند بخلاف تولد آدمی کہ اکثر بچہ از شکم مادر بہ سر فرو می آئند بچہ فیل اکثر از پا بر می آید"۲؎

یہ تمام شیر و ہاتھی وغیرہ اکثر تربیت یافتہ اور سدھائے ہوئے تھے اور اس طرح سے مانوس و مطیع کر لئے گئے تھے کہ آدمیوں میں چھٹے پھرتے تھے لیکن کسی کو مضرت نہیں پہنچاتے تھے چنانچہ جہانگیر لکھتا ہے:

"شیران بہ نوعے رام گشتہ اند کہ بے قید و بے زنجیر گلہ گلہ درمیان مردم میگردند و ضرر ایشان بمردم نمی رسد"۳؎

اس کے چیتہ خانہ میں ایک ایسا شیر بھی تھا جو بالکل خلاف امید ایک بکری سے اس قدر مانوس تھا کہ بلا اس کے بسر نہیں کر سکتا تھا چنانچہ وہ دونوں اس لئے ایک ہی پنجرہ میں بند کئے جاتے تھے جہانگیر نے اس کے متعلق بیان کیا ہے کہ:

"با بزالفت گرفتہ در یک قفس می باشد و بآن بز نہایت الفت و محبت ظاہر می سازد۔ و بہ دستورے کہ حیوانات جفت می شوند بز را در آغوش گرفتہ یکجا می کند حکم کردند کہ آن بز را مخفی داشتند فریاد و اضطراب بسیار ظاہر می ساخت"۴؎

نیز ایک بکری تھی جو ایک لنگور سے مانوس تھی حتیٰ کہ اگر وہ اس سے جدا کیا جاتا تھا تو وہ بکری اس کی جدائی کی وجہ سے نہایت درد کے ساتھ چلاتی تھی علیٰ ہذا یہی حال اس لنگور کا بھی ہو جاتا تھا۵؎

۱؎ تزک جہانگیری مطبوعہ نولکشور صفحہ ۱۸۱ ۲؎ ایضاً صفحہ ۱۳۱ ۳؎ ایضاً صفحہ ۹۰ ۴؎ ایضاً ۵؎ ایضاً صفحہ ۲۲۲

غرضیکہ جہانگیر کو حیوانات کے پالنے کا کامل شوق تھا چنانچہ جب کوئی اسکو سلطنت کے امرا و رؤسا مین سے اس قسم کی کوئی چیز پیش کرتا تو وہ اس سے بہت خوش ہوتا تھا ساتھ ہی اسکے وہ اپنے اس شوق کے پورا کرنے مین بے دریغ روپیہ بھی صرف کرتا تھا چنانچہ مقرب خان کو بندر کھمبات مین بھیجا تو تاکید کی کہ:

"ہر نفائسے کہ درآن جا بدست آید جہت سرکار خاصہ شریفہ خریداری نماید حسب الحکم باستعداد تمام بکودہ رفت و مدتے درآنجا بودہ نفایسے کہ درآن بندر بدست افتاد اصلا روئے زر ندیدہ ہر قیمت کہ فرنگیان خواستند زر دادہ گرفت"[۱]

زمانہ کا ابتدا سے یہ دستور رہا ہے کہ حاکم وقت کا جسطرف رجحان و میلان ہوتا ہے، جن چیزونکا وہ شوق کرتا ہے تمام امرا و روسا، اور رعایا بھی اسی طرف مائل ہوجاتے ہین اور سب انہی چیزونکا شوق کرنے لگتے ہین عربی کی مشہور مثال الناس علیٰ دین ملوکھم کے یہی معنی ہین چنانچہ اس زمانہ مین بھی تمام اراکین و امرا، رؤسا و حکام اسی قسم کا شوق رکھتے تھے۔

لیکن آج جبکہ زمانہ کے انقلابات سے سلطنت مغلیہ اسطرح سے مٹ چکی ہے کہ اس کے حالات و احوال دریافت کرنے کیلئے بجائے اسکے کہ ہم اس کے شاہی خاندان کی بچی کھچی نسل سے سینہ بسینہ آنیوالی روایات سنتے ہین کتابون، پرانی عمارتون اور کھنڈرونکی جانب متوجہ ہونا پڑتا ہے جنکی زبان حال انکے بانیون کی عظمت و بزرگی کی شہادت دے رہی ہے۔ اس اٹھارہ لاکھ مربع میل کی سطح پر اب بھی شاذ و نادر بعض ایسے مناظر موجود ہین کہ جو باوجود باد خزان کے پے در پے آنیوالے طوفان کے کسی نہ کسی طرح ابتک بچے ہوئے ہین۔ کلکتہ کا چڑیا گھر اب بھی ہمین مرحوم واجد علیشاہ اور نہ صرف واجد علیشاہ بلکہ عہد مغلیہ کے صوبہ داروں کے شوق و شغف کی یاد دلا رہا ہے جیپور کا عجائب گھر اب بھی ہمارے دلون مین مغلیہ خاندان شاہی کے اس فیضان صحبت کی یاد تازہ کر رہا ہے جس نے والیان جیپور مین اسکے قائم کرنے کا شوق پیدا کیا۔

[۱] ترجمہ جہانگیری ... (footnote partially cut off)

تلخیص و تبصرہ

پیڈوا یونیورسٹی اور ہندوستان

حال ہی میں اٹلی کی قدیم ترین جامعہ پیڈوا نے ۱۴ مئی سے، اپنی ساتوین صدی کی برسی منائی، اس موقع پر ہندوستان کی تمام یونیورسٹیوں اور مشرقی انجمنوں کو دعوت دی گئی تھی، یہ واقعہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اطالوی و ہندوستانی یونیورسٹیاں ایک دوسرے سے قریب تر ہوتی جاتی ہیں، ہندوستان کے نام رقعۂ دعوت سنسکرت میں تھا، کلکتہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر سر اسوتوش مکرجی نے اس دعوت کی اہمیت اور اس کی بین الاقوامی خصوصیت دیکھکر اپنی یونیورسٹی کے تین فرزندوں کو اپنی مادر علمی کی نمایندگی کے لئے نامزد کیا، تاکہ وہ پیڈوا کی علمی و تاریخی مجلس میں، جس میں تقریبًا چالیس ملکوں کی علمی مجالس کے نمایندے موجود تھے شریک ہوں، یہ تین بزرگ ڈاکٹر ڈی۔ این ملک، ڈاکٹر مہیندر ناتھ گھوش پروفیسر طبیعیات اور پروفیسر سنتی کمار چٹرجی، پروفیسر السنۂ ہندیہ تھے، یہ تینوں بزرگ لندن، برلن اور پیرس میں موجود تھے اور انھوں نے دنیا کی اس بے نظیر مجلس میں کلکتہ یونیورسٹی اور ہندوستان کی نمایندگی کی،

اگرچہ تمام کام رسمی تھے، لیکن یہ بات قابل لحاظ ہے کہ یورپ کی ایک قدیم ترین یونیورسٹی نے دنیائے علم میں ہندوستان کو بھی مساویانہ درجہ کے قابل سمجھا ہے، خاص رسوم جن میں خود شہنشاہ اٹلی شریک تھے ۱۵ مئی کو ادا کی گئیں، نمایندوں میں منتخب لوگوں کو پیڈوا کو مبارکباد پیش کرنے کا موقع دیا گیا تھا، ان کے لئے مختلف جماعتیں بنائی گئی تھیں اور ہر جماعت میں کئی کئی ملک شامل تھے

اور ہر مقرر ان تمام ملکون کی نمایندگی کرتا تھا، (۱) ایشیا (ہندوستان و چین) (۲) لاطینی اقوام (فرانس، بلجیم، اسپین، پرتگال، رومانیہ اور جنوبی امریکہ کی ریاستین،) (۳) شمالی و مشرقی یورپ کی اقوام (ہالینڈ، ڈنمارک، ناروے، سیویڈن، فنلینڈ، استھونیا، لیٹونیا، لیتھونیا اور ہنگری) (۴) حکومت برطانیہ کی انگریزی بولنے والی اقوام (انگلستان مع اسکاٹلینڈ، ویلس، کناڈہ، اسٹریلیا، نیوزیلینڈ اور جنوبی افریقہ،) (۵) جرمنی (۶) ریاستہائے متحدہ امریکہ (۷) سلویک اقوام (روس، پولینڈ، زیکوسلاویک، یوگوسلاوک اور بلغاریہ) (۸) جامعہائے اطالیہ،

ہر مقرر کو اپنی زبان مین تقریر کرنی پڑتی تھی اور اس مجلس کی بین الاقوامی خصوصیت کے شایان شایان بھی یہی تھا، مقررون کی ترتیب قرعہ کے ذریعہ طے کی گئی اس مین سب سے پہلے ایشیا پڑا، اور ہندوستان کو ایشیا کی نمایندگی کا فخر عطا کیا گیا، چنانچہ اولین مقرر کلکتہ یونیورسٹی کا نمائندہ تھا، مناسب موقع ایک اڈریس تیار کیا گیا تھا اس مین ہیڈوا کو مبارکباد دینے کے علاوہ یہ بتایا گیا تھا کہ ہندوستان کی یونیورسٹیان جہان ملک کے قدیم ذوق و شوق علم کی مظہر ہین، وہین انکا یہ بھی خیال ہے کہ موجودہ سائنس اور جدید طریقون کو بھی اپنے یہان روشناس کرکے اپنی ٹکسیلہ و نالندہ کی قدیم یونیورسٹی کی طرح پھر طالبان علم کو اپنی طرف متوجہ کرین؛ اڈریس اپنشد کی مشہور دعا کے الفاظ، سہانواداتو دوہ، کے الفاظ پر ختم ہوتا ہے؛ اس کے ساتھ اس بات کی بھی امید ظاہر کی گئی تھی کہ مشرق و مغرب کی یونیورسٹیون کے نمایندون کے اس اجتماع سے جو علم کی زیارت گاہ کے مساوی زائر ہین، دنیائے علم و حکمت مین بہت کچھ مفید نتائج پیدا ہونگے کیونکہ یہی وہ مملکت ہے جس کے حدود مقرر ہین اور حقیقی معنون مین بین الاقوامیت کی بنیاد قائم کرتی ہے؛

نمایندون کا خیال تھا کہ ہندوستانی اڈریس سنسکرت یا ہندوستانی مین ہونا چاہئے لیکن

جب یونیورسٹی کا رقعۂ دعوت سنسکرت مین ملا تو اس کے حق مین فیصلہ کر دیا گیا اور پروفیسر پرسرام کمن ددیا نے جو فرگسن کالج پونا کے پروفیسر سنسکرت اور کلکتہ یونیورسٹی کے پالی زبان مین ایم اے ہین اور اندنون پروفیسر ڈیلا دیلی ونسن کے ساتھ بدھی فلسفہ کے مطالعہ مین مشغول ہین، اڈریس کو سنسکرت کا جامہ پہنایا؛ یہ اڈریس دیوناگری خط مین لکھا گیا اور تمام نمائندون سے پہلے پروفیسر چیٹرجی نے، ہندوستانی یونیورسٹیون کی طرف سے اسے پڑہا؛ لاطینی، فرانسیسی، اطالوی، انگریزی اور جرمن زبانون مین تقریرین ہوئین اور سنسکرت کی شمولیت نے ایک خاص اثر پیدا کر دیا؛

مختلف یونیورسٹیون کے نمائندون نے ہندوستان کے متعلق بہت کچھ دلچسپی کا اظہار کیا اور طلبہ تو بہت ہی یادگردیدہ نظر آئے، وہ ڈاکٹر ٹیگور کے بڑے مداح ہین، طلبائے یورپ کے دلون مین جگہ پانے کے لئے ٹیگور کا نام پاس پورٹ (پروانۂ راہداری) ہے؛ تمام لوگون نے اس علمی مجلس مین تین ہندوستانی پروفیسرون کی شرکت کو بڑی خوشی سے دیکھا، ڈاکٹر ملک، گھوش اور چیٹرجی کو پروفیسرون اور طالب علمون سے ہندوستان کی علمی بیداری اور موجودہ علمی مجالس کے کارنامون پر گفتگو کرنیکا موقع ملا؛ اکثر طلبائے نے بہت کچھ سرگرمی کا اظہار کیا اور ان پروفیسرون کو ان طلبا کے لئے سینکڑون مرتبہ دیوناگری یا رومن مین ہندی حروف تہجی لکھنے پڑے؛ انکا خیر مقدم نہایت پرجوش تھا؛ پیڈوا کے اساتذہ، طلبا اور باشندون نے جو اپنی یونیورسٹی کی قدامت کو فاخرانہ نظر سے دیکھتے ہین خوب دل کھولکر اس مین شریک ہوئے؛ یونیورسٹی کے رکٹر ڈاکٹر لوکلس جو اس مجلس جشن کے سکرٹری بھی تھے اور پروفیسر بلینی (پیڈوا کے استاد سنسکرت) مجسم اخلاق و سراپا تواضع تھے، پروفیسر بلینی علم ہندیات کے ماہر کامل ہین اور ہندوستانی تمدن کی تمام خوبیون کے معترف ہین؛ بعض نمائندون کو پیڈوا یونیورسٹی کی طرف سے ڈاکٹریٹ کا اعزاز بھی دیا گیا اور ہندوستان کے نمائندگی حیثیت سے ڈاکٹر پی۔ این گھوش کو یہ عزت حاصل

ہندوستان میں ایسے لوگ بہت کم ہیں، جو اس بات سے واقف ہوں کہ اہل اطالیہ کے لئے ہندوستان میں کس قدر کشش ہے، مشہور مستشرق گوریشو کے وقت سے جس نے گذشتہ صدی کے نصف آخر میں، رامائن کو اطالوی زبان کا جامہ پہنا کر پیش کیا ڈاکٹر ٹیسی ٹوری کے وقت تک، جنکی بے وقت موت نے ہم سے السنہ ہند وہندیات کا بہترین ماہر چھین لیا، اٹلی میں جو یورپ کا ہندوستان ہے کتنے ہی طالبان ہند پیدا ہوئے ہیں، جرمنی کے علاوہ جتنی جگہ اٹلی میں سنسکرت کی تعلیم ہے شاید ہی کسی دوسرے حصۂ یورپ میں ہو، پروفیسر بلانی (پیڈوا) پروفیسر بلانی (پیسا) پروفیسر سولی (فلاونس) ڈاکٹر ویلوری اور ڈاکٹر ٹوسی وہ چند اہل علم ہیں جو جامعہ رومہ کے سنسکرت کے ماہر ڈاکٹر کارلو فامبنی کے زیر ہدایات تعلیم پاکر علم ہندیات کے مطالعہ وتحقیقات میں مشغول ہیں، ڈاکٹر کارلو نے جنہوں نے اپنے کو ہندوستان کی ادبیات اور وہاں کی سائنس کے لئے وقف کر دیا ہے، ۱۹۲۲ء میں رومن کا کے علم الالسنہ کی اعلیٰ ترین اعزازی ڈگری ڈی حاصل کی ہے، پس ہماری یونیورسٹیوں اور علمی مجالس کے لئے یہ بہت آسان ہے کہ وہ اس اتحاد مذاق کی بنا پر ایطالیہ سے علمی ارتباط واتفاق پیدا کریں۔

یہ اس مشہور قدیم ایطالی یونیورسٹی کی وہ روداد تھی جو ماڈرن ریویو نے شائع کی ہے، اس روداد کا ایک ایک حرف مسلمانوں کے لئے درس عبرت ہے، یہ وہ یونیورسٹی ہے، جہاں سب سے پہلے اسلامی فلسفہ کا خیر مقدم ہوا تھا، ابن رشد کے فلسفہ کی تعلیم کا یورپ میں یہ واحد مرکز تھا، اور ابن رشدی ہونا یہاں کے اساتذہ کا فخر تھا، ان خصوصیات کو پیش نظر رکھکر ہم مذ ہیان ابن رشد کیلئے آج یہ کس قدر حسرت وافسوس کا باعث ہے کہ آج اس یونیورسٹی کے شرکاء اور مدعوئین کی فہرست میں ان کا ایک فرد بھی شریک نہ تھا، اور ایشیا کے مشہور اسلامی ملکوں کا کوئی نمائندہ نظر نہیں آتا،

تِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ۔

قدیم تاریخ ہند کے دو مسئلے

ہندوستان کی تاریخ قدیم کے دو مسئلون مین ہمیشہ سے اختلاف چلا آتا ہے اور اجتک انکے متعلق کوئی قطعی رائے قائم نہین ہو سکی ہے،

ایک تو آریون کی آمد کے متعلق ہے کہ انھون نے شمالی مغربی حدود کو فتح کرنے کے بعد کس طرف پہلے رخ کیا، بعض کا خیال ہے کہ وہ پانچ یاسات دریاون والی زمین" جواب پنجاب کے نام سے موسوم ہے" مین آباد ہوئے اور بعض کہتے ہین کہ نہین وہ وسط ہند مین آکر رہے،

دوسرا مسئلہ رگ وید کے متعلق ہے، بعض کا خیال ہے کہ یہ مناجاتین ہندوستان مین آنے کے بعد عالم وجود مین آئین، اور بعض کا دعویٰ ہے کہ ہندوستان آنے کے پہلے ہی اسکا اکثر حصہ مرتب ہو چکا تھا اور آرین اسکو اپنے ساتھ لائے تھے،

لیکن اب مسٹر پرگیٹر ([illegible]) نے ان دونون مسئلون کے متعلق نئے نظرئے ([illegible]) پیش کئے ہین، مسٹر پرگیٹر ایک مشہور مستشرق اور عہد پران کے مستند عالم ہین، ۱۹۱۵ء مین انھون نے پران سے یہ ثابت کیا تھا کہ رگ وید مین جس چندر نسبی خاندان کا ذکر ہے وہ پریاگ (الہ آباد) مین رہتا تھا، حالانکہ دوسرے ذرائع اسکی تردید کرتے ہین، بمبئی رائل ایشیاٹک سوسائٹی جرنل مین اس کے متعلق ایک تردیدی مضمون بھی نکلا تھا،

تاریخ ہند کے شائقین کے لئے ان دونون نظریون کی تفصیل دلچسپی سے خالی نہوگی

مسٹر پرگیٹر نے اپنی مفصل تاریخ ہند قدیم مین دونون عام رائون سے اختلاف کیا ہے، ان کا خیال ہے کہ یہ آرین جو دراصل ایل (Ailas) ہین، تقریباً سنہ ۲۰۰۰ ق م مین کوہ ہمالیہ کے وسطی راستون سے ہندوستان آئے، اور پریاگ (الہ آباد) مین متوطن ہوئے۔ یہان سے نکلکر انھون نے جنوب مغربی، مغربی اور شمالی حصونکو فتح کیا اور وہان رہگئے، چنانچہ مہاراجہ یجتی کے عہد تک یہ مفتوحہ ممالک مدھیادیش (وسط ہند) آریہ ورت (آریون کا ملک) کے نام سے مشہور ہوچکے تھے۔

مسٹر موصوف کی یہ بھی رائے ہے کہ ہند قدیم کے متعلق جس قدر کتابین موجود ہین ان مین سے کوئی بھی جنوب مغربی سرحد کی زمین کو قدیم ترین اہمیت دیتی ہے اور نہ اس کے تقدس کی مظہر ہین، البتہ کیلاش اور کدار کے مقامات ایسے ہین جنکو ابتداء سے مقدس سمجھا جاتا ہے اور یہی دو جگہین ایسی ہین جو ہندوستان کی عام سرحد سے پرے ہین، یہ ایلون کے مقدس مولد ہین اور ہمالیہ کے کوہستانی حصہ مین واقع ہین، یہی وہ جگہین ہین جہان رشی اور راجہ زیارت کے لئے آتے تھے، انھون نے کبھی اس خیال سے (یعنی زیارت کے خیال سے) جنوب مغربی حصہ تک کا رخ نہین کیا، مسٹر موصوف اپنے اس دعویٰ کے ثبوت مین چند دلائل بھی پیش کرتے ہین، ان کا قول ہے کہ ویدی تصانیف مین کہین بھی جنوب مغربی سمت سے آنیکا تذکرہ نہین ہے۔

دوسرے مسئلہ کے متعلق ان کا خیال ہے کہ رگ وید کے ریچاؤن (مناجاتون) کو نہ تو آریون نے تصنیف کیا اور نہ برہمنون نے، وہ غیر آرین رشیون اور راجاؤن کے نتائج افکار ہین، کسی ایک نظم کے متعلق بھی یہ نہین کہا جاسکتا کہ اس کو جنوب مغربی حصہ کے کسی شخص نے لکھا ہے، واقعہ یہ ہے کہ یہ نظمین متوؤن اور ان کے رشیون کی کہی ہوئی ہین۔

اس کے ماسوا ان کا تعلق تمامتر مدھیا دیش (وسط ہند) سے ہے اور پنجاب سے انکو کچھ بھی لگاؤ نہین؛ اس کے بعد انھون نے ریچاؤن کو نقل کرکے یہ دکھایا ہے کہ وید، ویدین اور برہمنی مذہب سب کے سب غیر آرین اقوام کے اثرات کے نتائج ہین، ان کو ایلون یا اُن کے تمدن سے کسی قسم کا بھی کوئی تعلق نہین؛

قوت حافظہ کی ایک حیرت انگیز مثال

بنگال علمی حیثیت سے موجودہ ہندوستان کا سب سے زیادہ مردم خیز خطہ ہے، راجہ رام موہن رائے ڈاکٹر بوس، ہری ناتھ ڈے، ٹیگور، ڈاکٹر رائے، ڈاکٹر راش بہاری گھوش، سر آسوتوش مکرجی اور لارڈ سنہا اسی خطہ کی خاک سے پیدا ہوئے ان مین کوئی فلسفہ کا استاد ہے، کوئی ریاضیات کا، کسی کے ہاتھ مین سر رشتہ قانون ہے تو دوسرا میدان سیاست کا مرد میدان، کوئی کیمیا کا ماہر ہے، کوئی طبیعیات کا عالم، ایک کشور ادب کا حکمران ہے تو دوسرا اقلیم سخن کا تاجدار، الغرض اسوقت ہندوستان کا کوئی صوبہ بنگال کا حریف نہین، حال مین ہمکو اس قوم کے ایک فرد کامل ستیش چندر بوس کی مافوق الفطرت قوت دماغی کا علم ہوا ہے؛ جو حساب واعداد کے بڑے بڑے مسائل کو زبانی لمحون مین حل کردیتا ہے، وہ بلا کسی خارجی شے کی مدد کے بڑی بڑی تعداد ون کو ذہن ہی مین فوراً ضرب دے لیتا ہے اس قوت حافظہ کی مثالین شاید دنیا کے معدودہ چند ہی افراد پیش کرسکین،

آج کل بابو ستیش چندر بوس اپنے چند احباب کے اصرار پر لندن گئے ہوئے ہین، چنانچہ جونہی وہان کے اخبارات کو انکی آمد کا علم ہوا، انھون نے ان سے ملاقاتین کین اور انکا امتحان لینا شروع کیا، اس ضمن مین انگلستان کے مشہور اخبار ایوننگ نیوز (EVENG NEWS) کا نامہ نگار

بھی ان سے ملنے گیا اور ان کی حیرت انگیز قوت حافظہ کا امتحان لیا، نامہ نگار مذکور لکھتا ہے، کہ بوس کے کمالات مین سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ ساٹھ عدد کو ساٹھ عدد سے زبانی ضرب دے سکتے ہین، اخبار مذکور کے نمائندہ نے سب سے پہلے دریافت کیا کہ "کیا آپ (۶۲۲۴) کو (۲۰۵) سے ضرب دیجئے؟ انھون نے چند سکنڈ تک غور کیا، ان کے لبون کو جنبش ہوئی اور ایک منٹ سے کم عرصہ مین نہایت اطمینان سے جواب دیا کہ (۱۲۲۷۵۰)۔

بعد ازان نمایندہ نے اربعہ تناسبہ کا ایک سوال پیش کیا چند لمحون مین اسی متانت کے ساتھ اسکا بھی جواب مل گیا۔

نمایندہ نے دریافت کیا کہ "۷،۸،۵۴۲۲،۱ اور ۶۹۱ کا مکعب کیا ہوگا؟

بوس نے سوال کو اس طرح سنا جیسے کوئی ان سے انکی عمر دریافت کر رہا ہے اور فوراً اس کا صحیح جواب دے دیا۔

نمایندہ نے پھر پوچھا، کیا آپ (۳۶۹۵۴۳۲۷) کو (۹۸۲۲۷۵) سے ضرب دے سکتے ہین؟

مسٹر بوس اس ضرب کو دماغ مین حل رہے تھے اور نمایندہ اپنے ایک رفیق سے زور زور سے باتین کر رہا تھا، اس گفتگو مین خود بوس بابو بھی چندمرتبہ شریک ہوے اور ان کی شرکت سے ذرہ برابر بھی اس بات کا پتہ نہین چلتا تھا کہ اس سے ان کے عمل حساب مین کچھ خلل واقع ہوا، اور وہ پھر نہایت اطمینان سے اپنے عمل دماغی مین مشغول ہو جاتے تھے، تقریباً دو منٹ مین جس مین گفتگو کا وقت شامل نہین ہے انھون نے جواب دیا، "۲۶۲۳۳۴۰۴۸۶۲۱۳۰۵"، نمایندہ نے متحیر ہوکر پوچھا کہ آپ کس طرح شریک گفتگو بھی ہوئے اور حساب کے اعداد بھی آپکے دماغ مین محفوظ رہے، تو انھون نے جواب دیا کہ "مین ہر عدد کو اسکی جگہ مین اس طرح سے دیکھتا ہون کہ گویا وہ تختہ پر میرے سامنے لکھا ہوا ہے"۔

مسٹر بوس کا قول ہے کہ ضرب مشکل ترین شئے ہے، اور تقسیم، کسور، مربع وغیرہ آسان

ہین، ان کا دعویٰ ہے کہ وہ یہ بھی زبانی بتا سکتے ہین کونسی تاریخ کس دن پڑی تھی یا پڑیگی، چنانچہ سنہ ۱۸۲۱ اور سنہ ۲۲ء کی تاریخون کے متعلق جواب دینے کے بعد انھون نے ذیل کے جوابات بھی دئے :

۷ رجنوری ۱۸۲۰ء چہارشنبہ کو۔

۴ رجنوری ۱۹۱۷ء پنجشنبہ کو،

ہر شخص پرانی جنتریون سے ان جوابات کی تصدیق کرسکتا ہے،

ان کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ ان کو وہ تمام اعداد یاد ہین جو انھون نے ۱۲ ماہ کے اندر ضرب دیے ہین، گذشتہ چار سال سے بوس ایک فقیرانہ زندگی بسر کرتے ہین : ان کے احباب کا بیان ہے کہ وہ ہفتہ مین صرف پانچ مرتبہ کھاتے ہین، ان کی غذا تمامتر نباتی ہے اور اس کو وہ خود پکاتے ہین، اس سے اگرچہ وہ جسماً کمزور ہوگئے ہین، لیکن انکا دماغ صاف رہتا ہے ؛ (مدلینڈ)

معتزلہ کی تفسیر

اسلام کے فرقۂ معتزلہ نے عقل ونقل اور فلسفۂ شریعت کی تطبیق مین جو بڑی بڑی تفسیرین لکھی تھین، افسوس کہ وہ سب دنیا سے ناپید ہین، ان مین بہترین تفسیر ابومسلم اصفہانی کی تھی، یہ کتاب بھی اب ناپید ہے، مگر اسکا جتنا حصہ فرقۂ اہل سنت کے نزدیک قابل قبول تھا امام رازی نے اپنی تفسیر کبیر مین اس کو درج کر دیا تھا، مولوی سعید صاحب انصاری نے دار المصنفین کی طرف سے نہایت محنت وجانفشانی کے ساتھ تفسیر کبیر سے، تفسیر اصفہانی کے وہ تمام حصے یکجا کئے ہین، اور وہ خوبصورت ٹائپ مین چھپکر شایع ہوئے ہین، مصر، لندن اور فرانس مین اس کتاب نے وقعت حاصل کی ہے، قیمت عـــہ، منیجر

اخبارِ علمیہ

یو ہیمیا میں کیو لیر گلاس فیکٹری کے نام سے شیشہ سازی کا ایک کارخانہ ایک صدی سے زائد عرصہ سے قائم ہے۔ اس کے موجودہ منیجر ڈاکٹر ہورک نے ایک عجیب قسم کا شیشہ بنایا ہے، جو نہایت سخت و مضبوط ہے۔ اب تک شیشہ اپنی نزاکت کے لئے ضرب المثل رہا ہے، مگر یہ شیشہ اسقدر مضبوط ہے، کہ اسکا گلاس بنا کر اس کے اندر لکڑی بھر دی گئی، اور اسے دہکتی ہوئی آگ کے چولھے پر رکھدیا گیا، آگ اس قدر تیز تھی کہ گلاس کے اندر لکڑی جلکر کوئلہ ہوگئی، لیکن گلاس جوں کا توں محفوظ رہا۔ اسی گلاس کو زمین کے پختہ فرش پر زور سے پٹکا گیا، پھر بھی کوئی گزند نہیں پہنچا۔ (انڈین ریویو)

برطانیہ میں عورتوں کی اتنی کثیر تعداد نے ڈاکٹری کی تعلیم حاصل کرنا شروع کر دی ہے، کہ حکام کو سخت اندیشہ پیدا ہو گیا ہے، کہ اتنی لیڈی ڈاکٹروں کے لئے گنجائش کیونکر نکل سکیگی۔ ۱۹۱۶ء سے اب تک دس ہزار طالب علم داخل ہو چکے ہیں، اور ان میں تعداد غالب عورتوں ہی کی ہے، اس وقت اندازہ کیا گیا ہے، کہ تقریباً دو ہزار خواتین خانگی مطب (پرائیوٹ پرکٹس) کر رہی ہیں ۱۹۱۷ء میں مرد طلبہ جو ڈاکٹری کے مدرسوں میں داخل ہوئے، انکی تعداد کل ۲۲۸۲ تھی، برخلاف اس کے عورتوں کی تعداد ۷۶۶، ۴ تھی! (انڈین ریویو)

مغربی ساحل افریقہ کے علاقہ میں عرصہ سے ایک خطرناک مرض، مرض النوم کے نام سے پھیل رہا تھا۔ شروع شروع مریض کو کاہلی و اضمحلال محسوس ہوتا، اور نیند زیادہ آنے لگتی، یہاں تک کہ کچھ روز کے بعد سوتے سوتے ختم ہو جاتا۔ حال میں ڈاکٹر ڈیل نے رائل انسٹیٹیوشن (لندن)

کے سامنے ایک لکچر مین بیان کیا، کہ جرمنی کے مشہور کیمیاوی کارخانہ موسوم بہ بے آر نے اسکا ایک قطعی وحکمی علاج دریافت کرلیا ہے۔ (انڈین ریویو)

جاپان سے خبر آئی ہے، کہ وہان کے لوگون نے ایک درخت کی اندرونی چھال سے چمڑا بنانا شروع کیا ہے۔ یہ چرم نباتاتی چرم حیوانی سے مضبوطی مین کم نہین۔ (ماڈرن ریویو)

کاغذ جس قدر مضبوط ہوتا ہے، اور جقدر وزن سنبھال سکتا ہے، اسکا ایک حیرت انگیز تجربہ ابھی حال مین یہ کیا گیا، کہ ایک لکڑی کے ڈھانچہ کو کاغذ کے ایک بڑے تختہ کے ذریعہ سے چھت مین لٹکا دیا گیا، اور اس لکڑی پر پانچ نوجوان عورتین سوار ہوگئین، جنکا مجموعی وزن مع لکڑی کے وزن کے ۷۶۹ پونڈ (۹½ من سے زائد) تھا۔ کاغذ کا تختہ یہ سارا وزن سنبھال لے گیا۔ (ایضاً)

جس طرح ہمارے ملک مین دیمک اپنی بانبی بناتی ہے، بعض ملکون مین چیونٹیون کے بھی گھر اسی طرح کے ہوتے ہین، یعنی مٹی کے چھوٹے چھوٹے تودے۔ لیکن جنوبی افریقہ خصوصاً رودیشیا کے علاقہ مین یہ بانبیان اس قدر عظیم الشان ہوتی ہین، کہ انھین دیکھکر حیرت ہوتی ہے۔ بعض بانبیون کی بلندی ۲۵ فٹ کی ہوتی ہے، اور بعض کی اس سے بھی زاید، جس مٹی کی یہ بنی ہوتی ہین، وہ بہت سخت اور مثل اینٹ کے پختہ ہوتی ہے۔ طول وعرض بھی انکا بہت زائد ہوتا ہے، اور کئی سال کی مدت مین تیار ہوتی ہین۔ (ایضاً)

امریکی صوبہ الینوئس کے شہر پیوریا مین ایک آہنگر نے ایک بڑی گھڑی (کلاک)

ایسی ایجاد کی ہے جس کے سارے پرزہ، کمانیان وغیرہ ہر چیز لکڑی کی ہے - اور مزید صنعت یہ کی ہے کہ یہ گھڑی علاوہ وقت بتانے کے تاریخ، ماہ، موسم، وغیرہ تقویمی اطلاعات بھی دیتی رہتی ہے - یہ گھڑی تین برس کی مدت مین تیار ہوئی ہے - (ماڈرن ریویو)

ہوائی جہازون کی ایک کمپنی اسوقت قائم ہو رہی ہے، جو انگلستان، ہندوستان، و اسٹریلیا کے درمیان سلسلۂ آمد و رفت رکھیگی - ہندوستان و انگلستان کے درمیان سردست ہفتہ مین دو بار جہازونکی روانگی ہوگی، اور ہندوستان و اسٹریلیا کے درمیان ہفتہ مین ایک بار - اور آیندہ اس تعداد مین حسب ضرورت اضافہ ہوتا رہیگا - لندن سے بمبئی تک موجودہ بحری راستہ ڈاک کے جہاز کا، ۱۶ دن کا ہے، ہوائی راستہ اسکا ایک ثلث یعنی ½ ۵ دن کا رہجائیگا، انگلستان اور اسٹریلیا کا موجودہ راستہ چار اور پانچ ہفتہ کے درمیان کا ہے، ہوائی راستہ ½ ۱۱ دن کا رہجائیگا -

---

(ایضاً)

آج سے تیس سال پیشتر لارڈ کلان نے حساب لگا کر بتایا تھا، کہ کرۂ ارض کو وجود مین آئے ہوئے دو کرور سال سے زائد نہین ہوئے - علماء ارضیات و حیوانیات اگرچہ اس مدت کو بہت ناکافی بتاتے رہے، تاہم طبیعین کے نزدیک یہ تخمینہ کم و بیش صحیح تھا، اور اب تک وہ اسی کو مانتے رہے - لیکن حال مین ریڈیم و ہیلیم کے طریق کار کی بابت جو تجربات ہوئے ہین، ان سے ظاہر ہوتا ہے، کہ کرۂ ارض کی عمر اس تخمینہ سے یقیناً بدرجہا زائد ہے - چنانچہ اب قدیم ترین احجار کی عمر کا اندازہ ½ ۹۲ کرور سال کا ہے - اور یہ مسلم ہے، کہ زمین کا قشر حجرانون سے کہین زائد قدیم ہے - اسکی عمر کا تخمینہ معلومات موجودہ کے لحاظ سے ۲۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰ (چار ارب) سال سے کم کا نہین ہوتا -

---

(ایضاً)

گوشت خوری سے انسان کے قد و قامت مین اضافہ ہوتا ہے، اسکا تجربہ یون ہوا، کہ جاپانی سپاہیون کی غذا مین جب سے گوشت داخل کر دیا گیا ہے، اسوقت سے ان کے طول قامت کے اوسط مین بہ قدر دو انچ کے اضافہ ہو گیا ہے۔ (ماڈرن ریویو)

لندن کے طبی حلقون مین یہ واقعہ بہت حیرت کی نظرون سے دیکھا جا رہا ہے، کہ ایک روز ایک فوجی کپتان اندر ہے نامی ایک موٹر سائیکل پر جا رہے تھے، کہ سائیکل ایک درخت سے ٹکرا گئی، تصادم بہت سخت تھا، لیکن کپتان صاحب سائیکل سے نیچے نہین گرے، بلکہ اپنی جگہ پر بیہوش بیٹھے ہوئے پائے گئے۔ اس وقت سے اب تک تین مہینہ ہو چکے ہین، اور یہ ساری مدت بیہوشی مین گذری ہے، کبھی کبھی صرف اتنا ہوش آجاتا ہے، کہ سوالات کے جواب مین "ہان" "نہین" کہہ دیتے ہین، باقی اوقات مین ہر وقت بیہوش رہتے ہین۔ رقیق غذا خارجی ذرائع سے پہنچائی جاتی رہتی ہے۔ اتنی طویل مدت کی بیہوشی اطبا کے لئے حیرت انگیز ہے۔ (ڈیلی میل)

لندن کے ایک ہسپتال مین ایک نو عمر [19] سالہ مریض جارج لیسن نامی کا آپریشن (عمل جراحی) ہو رہا تھا، کہ اسکی حرکت قلب رک گئی، مصنوعی ذرایع سے تنفس جاری کیا گیا، اور قلب کی مالش کی گئی، یہان تک کہ پچاس منٹ کے بعد قلب مین از سر نو حرکت پیدا ہو گئی۔ لیکن بالآخر مریض زندہ نہ رہ سکا، اور ۱۴ گھنٹہ کے بعد وفات پا گیا۔

لپٹن کا کارخانہ چائے، جسکی شہرت تمام دنیا مین ہے، پچھلے دو برسون مین اسے تعداد ذیل مین منافع حاصل رہے۔

	منافع تجارتی	منافع خالص
۲۱-۱۹۲۰	۲۸۰۰۱۸ پونڈ	۲۱۸۱۵۵ پونڈ
۲۲-۱۹۲۱	۵۵۵۱۳۸ "	۲۱۱۷۱۰ "

(ڈیلی میل)

یورپ مین جہان اور ہر قسم کے مقابلہ ہوتے رہتے ہین، اور ہر قسم کی "بازیون" مین جیتنے والے کو انعام ملتے رہتے ہین، وہان اسکا بھی مقابلہ شروع ہوا ہے، کہ دنیا مین داڑھی سب سے بڑی کسکی ہے، اس امتحان مین سب سے اوّل برائین کا ایک باشندہ مسمی جان نینر آیا ہے، جسکا سن ۷۰ سال کا ہے۔ اسکی داڑھی کا طول پورے نوفٹ کا ہے، یہ شخص پچاس برس سے داڑھی بڑھانے کی فکر مین لگا ہوا ہوا تھا، اور اسکا آرزومند تھا، کہ دنیا مین سب سے بڑی اسکی داڑھی نکلے۔ دس برس ہوئے جب اسکی داڑھی چھ فٹ تک پہنچ گئی تھی، پانچ برس ہوئے جب اسکا طول آٹھ فٹ کا تھا، اسوقت پورے نو فٹ کا ہے۔ نینر کی دلی تمنا یہ ہے کہ اسکی عمر اتنی وفا کرے، کہ داڑھی کا طول پورے بارہ فٹ کا ہوجائے

(ڈیلی ایکسپرس)

یورپ کی جدت خودکشی کے بھی نئے نئے طریقے ایجاد کررہی ہے، خصوصًا فرانس کے دارالحکومت پیرس اور اس کے اطراف مین۔ کچھ روز ہوئے ایک خوشحال زمیندار صاحب نے جو بدہضمی کی مسلسل شکایت سے تنگ آگئے تھے، ایک دوکان پر جاکر ایک آتشگیر مادہ خریدکیا، اور اسے اپنے سر پر رکھکر اوپر سے وہ ریشمی ہیٹ پہن لی، جو چالیس سال پیشتر شادی کے موقع پر استعمال کی تھی، اس کے بعد ہیٹ کے اوپر زور سے ایک ہتھوڑی ماری۔ بہت زور کا دھماکا ہوا، اور پڑوسیون نے آکر دیکھا، تو سر کے پرخچے اُڑ چکے تھے۔ ایک نوعمر خاتون اپنے منگیتر کی بیوفائی سے اسقدر دلگرفتہ ہوئین، کہ ڈیڑھ سو میل کا سفر کرکے اسٹراسبرگ تک آئین، اور یہان کے کلیسا کے بلند مینار سے

نیچے کود کر جان دی - اسی طرح کے اور بیسیون طریقہ خودکشی کے برابر ایجاد ہوتے رہتے ہین -

---

انگلستان و ویلز مین تعلیم پر آج سے آٹھ دس برس پیشتر جتنا صرف ہوتا تھا، اور اب جس قدر خرچ ہوتا ہے، اسکا اندازہ اعداد ذیل سے ہوگا - البتہ یہ واضح رہے، کہ ان اعداد مین زرعی، حربی، بحری، اور بعض حرفتی مدارس کے مصارف شامل نہین - ان کے ملانے سے یقیناً ان اعداد مین بہت کافی اضافہ ہوجائیگا :-

سنہ ۱۹۱۳ء -	۲۲،۳۰۰،۱۸۶ پونڈ
سنہ ۱۹۱۸-۱۹ء -	۴۳،۲۵۱،۱۹۱ "
سنہ ۱۹۲۱-۲۲ء	۶۵،۹۳۸،۲۴۳ "

سوئیزرلینڈ مین کل ۲۲ ریاستین شامل ہین، جنکو کنٹنس کہتے ہین، ان مین سے چار پرانے کینٹینون مین جمہوری فرقہ کے ممبر، زمانۂ قدیم سے اپنے ارکان اور حکام کا انتخاب کھلے میدان مین کھڑے ہو کر کرتے ہین، چنانچہ یہ رسم ابتک چلی آتی ہے، سال مین ایکدفعہ تمام ممبر جا کر سال رواں کے لئے ارکان منتخب کر لیتے ہین، یہ انتخاب ہر سال کے اپریل کے آخری سنیچر، یا مئی کے پہلے سنیچر مین کیا کرتے ہین -

---

ہندوستان کے حلقۂ طب مین یہ خبر خوشی کے ساتھ سنی جائیگی کہ بنگال و بہار مین ایک بوٹی ملی ہے جسکا لاطینی نام وکیس پیڈونکولارس رکھا گیا ہے، یہ بوٹی ملیریا بخار اور کالا آزار کے لئے نہایت مفید ثابت ہوئی ہے اس کے استعمال سے خون ملیریا کے جراثیم سے بہت جلد صاف ہوجاتا ہے، اس نئی دوا کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ یہ کونین کی طرح تلخ نہین ہے، اُمید ہے کہ یہ دوا بہت جلد کونین کی جگہ لے لیگی ؏

ادبیات

فیض زندان

ہوتی ہے روز بارشِ عرفان مرے لئے
گویا بہشتِ عشق ہے زندان مری لئے

ناکامئ طلب مین کہ ہے جانِ عاشقی
گنجینۂ مراد ہے پنہان مری لئے

علم رضائے یار سے جور و جفائے یار
مشکل ہے سب کے واسطے آسان مری لئے

رہتی ہے روز اک ستم تازہ کی تلاش
بیچین ہے وہ فتنۂ دوران مری لئے

میرا یہ حسن ظن کہ تغافل ہے التفات
دل کی یہ ضد کہ درد ہے درمان مری لئے

فرمانِ قتل ہو جو نہین اذن پائے بوس
آخر ہو کچھ تو اے شہ خوبان مری لئے

نزدیک ہے کہ شوق سُنے وعدۂ وصال
لب ہائے ناز یار ہین لرزان مری لئے

عشق بتان و ذوق سماع و ہوائے مے
زاہد کے حق مین کفر ہے ایمان مری لئے

حسرت کوئی مدد نکرے کیا مضائقہ
کافی ہین غوث اعظمؒ جیلان مرے لئے

غزل

جناب عزیز لکھنوی

پہلے تو خلوتکدہ کا مجھکو محرم کر دیا
رفتہ رفتہ رازدار ہر دو عالم کر دیا

پاس آداب وفا نے مجھکو محروم کر دیا
سانس لینا بھی تری محفل مین اب کم کر دیا

منزل ہستی کو سمجھے تھے بہت دور و دراز
روک کر سانسو نکو ہم نے فاصلہ کم کر دیا

قدرت اشک ندامت کی ہر کوئی انتہا
سرد اک آنسو نے بازارِ جہنم سرد کر دیا

غم کشونکی فردِ ازل مین جب تم ہونگی
مجکو اُس فہرست مین سب سے مقدم کر دیا

دورِ گردون سے کہو ساقی کی چشم مست نے
اب مجھے رونق فزائے مسندِ جم کر دیا

ذرہ ذرہ خاک کا میری کہیگا داستان
آپ سمجھے ختم مین نے قصۂ غم کر دیا

عقدۂ لاحل تھی مجھ سے سخت جانی جانکنی
تم نے آکر اور بھی یہ راز مبہم کر دیا

دل کے ہر ذرہ کو مین نے تنگنائے خاک مین
مایۂ افزائش اسباب عالم کر دیا

عشق کی صورتگری پر جھک گئین پیشانیان
خاک کے پتلے کو جسوقت اُس نے آدم کر دیا

آپ کہتے تھے بنائینگے خدائی ہم الگ
لیجئے دل نے وہ سامان بھی فراہم کر دیا

غم کی یہ مقدار خلقت الحذر کافی نہین
مین نے اب ہر موئے تن کو تشنۂ غم کر دیا

جب حریم ناز سے آئی صدائے دور باش
اضطراب دل نے بڑھکر مجکو محرم کر دیا

دیکھکر گورِ غریبان دم مرا گھٹنے لگا
الحذر کیا اس بھری محفل کا عالم کر دیا

دل نہوتا جب بھی تیرا عشق ہوتا روح کو
اس گرہ نے اور بھی رشتہ کو محکم کر دیا

دل کے اجزا مین نہین ملتا کوئی جزوِ نشاط
اس صحیفے سے کسی نے اک ورق کم کر دیا

خاکدانِ دہر کی بنیاد ہی کیا تھی عزیز
میری ہستی نے فقط عالم کو عالم کر دیا

اوراق پارینہ

مجمع گنج

اتفاق سے مجھے اپنے وطن (دیسنہ بہار) کے کتبخانہ کی ردّی کتابون مین مجمع گنج کے نام سے ایک چھوٹی سی اردو کتاب ملگئی جس سے آج ناظرین کو روشناس کرانا ہے، اس کتاب کا نام جیسا کہ ابھی کہا گیا مجمع گنج ہے، اس نام کے نیچے حسب ذیل عبارت لکھی ہے،

عقل روشن کرنے والی تعلیمون کا

اور

دانائی سکھانے والی تلقینون کا

اس مین

اکثر ملکون کی بستی اور شہر اور آدمیون کے احوال کا بیان ہے

ہندوستانی لڑکون کے لئے

انگریزی سے زبان اردو مین ترجمہ کیا گیا

۱۸۴۳ء مین یہ کتاب کمپنی کے عہد مین کلکتہ مین "کلکتہ اسکول بک سوسائیٹی پریس" مین چھپی ہے یہ کتاب کمپنی کے قائم کردہ ابتدائی اسکولون مین پڑھائی جاتی تھی اور اسکول کے طلبہ کو انعام مین دی جاتی تھی، چنانچہ یہ نسخہ بھی ہمارے وطن مین اسی ذریعہ سے آیا، ۱۸۵۵ء مین یعنی غدر سے دو سال پہلے ہمارے یہان کے سب سے پہلے طالب العلم جو انگریزی اسکول مین داخل ہوئے،

(حاجی وزیر الدین صاحب مرحوم) تھے ان کو گویا اسکول کے مشرقی صیغہ کی طرف سے انعام مین ملی تھی ،
اور اس نسخہ کے سرصفحہ پر پرانی انگریزی مین قائم مقام ہیڈ ماسٹر کے قلم سے یہ عبارت لکھی ہوئی ہے۔

یہ کتاب چھوٹی تقطیع کے ۱۲۷ صفحات مین ہے اور اس مین ۲۸ مضامین اور عنوانات ہین، جن مین چھوٹی چھوٹی تاریخی، جغرافی، اور طبعی باتین بیان کی گئی ہین، زبان عموماً صاف ہے مگر کہین کہین، انگریزون کی زبان کا نمونہ موجود ہے، مثلاً " دینے نہین سکتا " مضامین پر ایک نظر ڈالنے سے تین باتین صاف معلوم ہوتی ہین،

۱- مقصود یہ ہے کہ ہندوستانی طلبہ کو جدید معلومات سے روشناس کیا جائے، اس لئے جو باتین اس وقت نئی معلوم ہوتی تھین انکا ذکر ہے،

۲- چونکہ ہندوستان مین اس وقت تک مسلمان طاقتور عنصر تھے، اس لئے یہ دکھانے کی کوشش کی گئی ہے کہ مسلمانون اور عیسائی بادشاہون کے درمیان تعلقات جنگ و صلح بہت پرانے ہین، جنگ صلیبی کا ایک باب ہے، فتح اندلس کا ذکر ہے، سلطان روم کا بیان ہے

۳- اس وقت تک انگریز زیادہ عقلمند یا متکبر نہین ہوئے تھے اس لئے پہلے اپنی و اپنے ملک اور اپنے برّاعظم یورپ کی جہالت کا ذکر کرکے پھر اپنی عقلمندی و دانشوری اور ترقی کا ذکر کیا ہے، چنانچہ انگلستان کے گذشتہ عہد جہالت پر بھی ایک باب ہے،

اس کتاب کا سب سے زیادہ دلچسپ حصہ ہم کو وہ معلوم ہوتا ہے جہان اس وقت کے ہندوستان کی کیفیت لکھی ہے، مثلاً ہندوستان کے ملکون کے نام حسب ذیل لکھے ہین:

ہندوستان کی سرحدون مین جتنے ملک اور شہر ہین انکے نام

ہند کے دکھن مین جتنی بستیان اور شہر ہین ان کا بیان

اڈیسہ، تلنگ، دروار، میسور، حیدرآباد، تراون کوٹ، حیدرآباد، مملکت پیشوا

یادگیں مرہٹہ پونہ، ناگپور سے سب ملک ۱۸۱۸ء تک اسی طرح کمپنی کے دخل مین آے،

ہند کے اتر کو جو بستیان اور آبادیان ہین ان کا بیان،

بنگالہ، بھدیا، بہار، بنارس، بوندیل کھنڈ، گمبیل کھنڈ، متصیلا یا ترہت، خوشل، اودھ متھرا، ہریانہ، میان دوآب، روہیل کھنڈ، جے پور، بیکانیر، ریاست سیندھیا، ریاست ہلکر، پنجاب، ملتان، سندھ گجرات، سوائے ان کے اور بھی ملک ہین،

آج کل کے "دڑمنڈے" انگریز یہ سنکے حیرت کرینگے، کہ اس کتاب مین اہل یورپ کا یہ نقشہ دیا ہے "گورا رنگ، اور بڑی داڑھی" اور کولمبس کے امریکہ کے اصلی باشندون کو ان الفاظ سے یاد کیا ہے "سب کے سب ننگے، اور دڑمنڈے تھے"،

اہل ہند کے لئے اس کتاب کا سب سے زیادہ عبرت ناک باب وہ ہے جہان ہندوستان کی پیداوارون اور تجارت کی چیزون کا ذکر کیا ہے، اور اسکی دولتمندی کو دکھایا ہے، یہ اس وقت کا قدیم ہندوستان ہے جب وہ بہت کچھ برباد ہو چکا تھا،

ہند کی سوداگری کے بیان مین

ہند مین جو چیزین پیدا ہوتی ہین دوسرے ملک مین لیجاکے بیچنے سے بہت فائدہ ہوتا ہے اور ہند مین دولتمند ہونیکا بڑا وسیلہ سوداگری ہے جو چیزین آدمی کو ضرور ہین ان کی بہتایت سے پیدا ہونے کے سبب ہند کے رہنے والون کو غیر ملک سے کوئی چیز لانے کی احتیاج کم ہوتی ہے بلکہ ملک سے بہت چیزین جو اور ملکون کے رہنے والون کو ضرور ہوتی ہین خواہ کھانے کی چیز ہو، جیسا دہان چاول گیہون خواہ کسی صنعت کے لئے ہو جیسا ریشم روئی دوسرے ملک مین لیجاتے ہین، اور اسی سوداگری کے وسیلے سے بہت دولت دوسرے ملکون سے اس ملک مین آتی

اس کے بعد انگریزون کے عدل و انصاف اور گذشتہ بادشاہون کے مظالم کا ذکر ہے،

اگلے بادشاہون کے وقت مین انھون کے ظلم سے لوگون کے مال اور ملک مین
امن چین نہ تھا اور جس ملک مین امن چین نہو اور معاملہ مقدمے مین حق انصاف
نہو بلکہ آسامی فریادی مین سے ایک کی طرفداری ہو تو کون آدمی اپنا روپیہ اور اسباب
کے لئے اس ملک مین جائیگا اسی سبب سے اور ملک کے سوداگر اس ملک مین
کمتر آتے تھے اور یہان کے رہنے والے یورپ کی اچھی اچھی حکمت اور کاریگری
سے بے نصیب تھے،

انگریزون کے وقت مین ہندوستان کی سوداگری خوب چمک گئی اور بہت فائدہ مند
ہوئی اور اسی سوداگری سے بہتیرے غریب و دولتمند ہوئے اور اکثر دولتمند
بہت روپے والے ہوئے، سچ ہے انصاف کے درخت مین بھی پھل ہوتا ہے،
اور امن و امان عدل سے ہوتا ہے اور خلائق اور رعیت خواہ نزدیک کے ہون
خواہ دور کے سب خوشی سے گذران کرتے ہین،

اس عبارت سے معلوم ہوگا کہ انگریزی اسکولونکی تعلیم مین یورپ کی فوقیت اور بڑائی اور ایشیا کی پستی اور برائی کی تبلیغ (پروپگنڈا) کا کام شروع ہو چکا تھا، یہ کس قدر جھوٹ ہے کہ انگریزون کے آنے سے پہلے غیر ملک کے سوداگر یہان نہین آتے تھے، انگریزون سے ہزارون برس پہلے سے یہان کی سوداگری فروغ پر تھی۔ اور مسلمانون کے عہد مین ایران، ترکستان روم، مصر، عرب، عراق، جزائر ہند اور چین سے برابر کاروان اور جہاز چلے آتے تھے، اور سندھ سے لیکر گجرات تک کے تمام سواحل بندرون سے آباد تھے، جہان ہر وقت جہاز آتے اور جاتے رہتے تھے، ہان یہ سچ ہے کہ یورپ کے تاجر براہ راست یہان نہین آتے تھے۔

کیونکہ خشکی کے راستہ پر مسلمان سوداگرون کا قبضہ تھا اور تری کا راستہ اہل یورپ کو معلوم نہ تھا اور جب معلوم ہوگیا تو ظالم بادشاہون ہی کے عہد مین یورپ کے تاجرون اور سوداگرون کا یہان تانتا بندھ گیا، اور رفتہ رفتہ ہندوستان کی تمام تجارت پر قبضہ کرلیا،

اس کے بعد ہندوستان کی کچھ پیداوارون کی کیفیت لکھی ہے، یعنی نیل، روئی، افیون، ململ اور کپڑے، ریشم شورہ اس باب کی تلخیص سننے کے لائق ہے،

۱۔ نیل

تیس برس سے نیل کی کھیتی بہت ہوتی ہے اور نیل تیار کرنے کے کارخانے بھی انگریزون کے عمل مین بہتات سے بنے ہین، کپڑا رنگنے کے لئے نیل بڑا کام آتا ہے اس ملک مین اسی ہزار من کے قریب ایک برس مین نیل پیدا ہوتا ہے اگر ایک من نیل کی قیمت ایک سو پچاس روپئے ہون تو ایک کے محاصل ایک کرور بیس لاکھ روپئے ہونگے، یہان سے بہت نیل انگریز کے ملک مین جاتا ہے اور وہان سے اور اور ملکون مین جاتا ہے،

۲۔ روئی

آگے بنگالے مین روئی بہت پیدا ہوتی تھی لیکن اب دوآبے[۱] مین اس کی کھیتی بہت ہوتی ہے.... بہت روئی چین کے ملک مین جاتی ہے لیکن تین چار برس سے انگریزون کی ولایت مین بہت جاتی ہے اور وہان سے اس روئی سے کپڑے بنے جاتے ہین۔ اور بہتیرے لوگ اسی وسیلے سے روئی کما کھاتے ہین،

اس سے معلوم ہوا کہ کپڑا بننے کا کاروبار انگلستان مین ۱۸۳۰ء سے شروع ہوا اس لئے اس سے پہلے وہان ہندوستان سے خام روئی نہین جاتی تھی، بلکہ کپڑے بنکر جاتے تھے، اور

سلہ معارف: یعنی گنگا جمنا کے بیچ کا ملک الہ اباد تک،

اب اس روئی کے جانے سے اور کپڑا بننے سے وہاں بہتیرے لوگ، روٹی کما کھانے لگے،

۳۔افیون

صوبے بہار اور بنارس مین بہت افیون پیدا ہوتی ہے، اور کمپنی کے سوا کوئی آدمی پوت کا کھیت کرنے اور افیون مول لینے نہین سکتا ہے[۱] مگر کمپنی کے حکم سے، … جب کلکتہ مین افیون آتی ہے سوداگر سب مول لیکے چین اور ملائی بھیجتے ہین …

اب چوتھی پیداوار کا حال سنئے، اور دیدۂ عبرت سے اشک حسرت بہایئے،

۴۔ململ اور کپڑے

ہند کے ملکون مین ہر برس ململ بہتات سے تیار ہوتا ہے خصوصاً ڈھاکے کی ململ اور گنگ کے اتر کا خاصہ اور لکھی پور کے دکھن پورب کا بافتہ اور میدنی پور اور راڈھیہ کا صحن اور مرہٹہ ملک کا اطلاع (شاید اطلس ہو) اور پربھوم کا گزا (یعنی گاڑھا اور کھدر) بہت ہی خوب ہوتے ہین،

چونکہ امریکہ ملک مین اکثر آدمی کھیت کرتے ہین وہان سوتی یا ریشمی کپڑا کم ہوتا ہے اس لئے اس ملک کے سوداگر بہت کپڑا کلکتے سے مول لیجاتے ہین اور کپڑا یہیکے وہان سے ڈالر لاتے ہین، لیکن تھوڑے دنون سے یورپ اور امریکہ کے لوگ کپڑا تیار کرنے مین بڑے مشغول ہین،

۵۔ریشم

رامپور بھوئے کے کارخانے مین اور کرکمالی مین اور مالدہ اور قاسم بازار مین اور دوسری جگہون مین ریشم تیار ہوتا ہے،

[۱] معارف: یہ تھا انگریزون کا عدل و انصاف،

۱۰۔ شورہ

شورے سے باروت بنتی ہے کمپنی کے باروت خانے مین بہت خرچ ہوتا ہے اور برطین کی ولایت (انگلستان) مین بھی بھیجا جاتا ہے،

ہند کی اضین چھ چیزون سے سوداگری کرتے ہین، (کون! انگریز!) اور ایک ملک سے دوسرے ملک مین لیجاکے بہت سے فائدے حاصل کرتے ہین،"

اس کتاب کا ایک اور باب ہم ہندوستانیون کے پڑھنے کے لائق ہے،

خاص ملک ہندوستان مین جو چیزین پیدا ہوتی ہین اور نباتات کی قسم سے جو ہند مین کثرت سے ہوتی ہین اور انگلینڈ مین نہین اگا یان،

اس عنوان کے تحت مین پانچ چیزین گنائی ہین، گنا، تنباکو، روئی، نیل، اور سن،

پہلے گنا جس سے چینی اور قند یا مصری اور گڑ بنتا ہے، انگلینڈ مین گنا ہوتا نہین اس لئے جسقدر چینی وہان خرچ ہوتی ہے اکثر ہند غربی یعنی پچھان سے لیجاتے ہین، اس ملک کی چینی بھی انگلینڈ مین لیجا سکتے اور وہان کے لئے کفایت بھی کر سکتی ہے لیکن یہان کے لوگون کو چینی صاف کرنے مین سلیقہ کم ہے پچھان کی چینی انگلینڈ مین لیجانے سے جسقدر فائدہ ہوگا یورپ کی چینی سے اس قدر نہین،

دوسرا تنباکو، انگلینڈ مین تنباکو نہین پیدا ہوتا ہے اگلے زمانہ مین یہان کے لوگ لمبی لمبی تنباکو کیا چیز ہے اور کس طرح کھیت کرتے ہین اس سے واقف نہ تھے، امریکہ ملنے کے بعد انگریز لوگ وہان سے جلد یہان لائے، امریکہ ملنے کے آگے کسی ملک مین تنباکو نہ تھا،

تیسری روئی، ہند مین روئی بہتات سے پیدا ہوتی ہے اور انگلینڈ کی

سرحد مین اصلا نہین ہوتی ہے، اس واسطے بہت روئی یہان سے وہان لیجاتے ہین،

چوتھا نیل، انگلینڈ مین نیل اصلا پیدا نہین ہوتا ہے لیکن امریکہ ملک مین اس کا

کھیت ہوتا ہے جب ہندوستان مین نیل کم تھا تب امریکہ سے انگلینڈ مین لیجاتے

تھے، لیکن چونکہ ان دنون ہندوستان مین نیل بہت اور اچھا ہوتا ہے اس

واسطے امریکہ ملک مین نیل کا کاروبار اُٹھ گیا اور اسکی آمدنی موقوف ہوئی،

پانچوان سن، انگلینڈ مین سن نہین ہوتا ہے اس لئے ہر سال یورپ کے تخم

بہت سن انگلینڈ مین لیجاتے ہین سن بھی ہندوستان کی سوداگری کی چیزون

مین سے ایک چیز ہے،

کتاب کا ایک باب اسکندریہ کے مشہور کتبخانہ کے جلائے جانے کے متعلق ہے، اور جسکا ملزم مسلمانون کو

ٹھہرایا ہے، چونکہ اس وقت اہل ہند کی تعلیم کی اسکیم کلرکون کی جماعت پیدا کرنا نہین تھا، اس لئے

اس کتاب کے مصنف نے ۱۸۳۸ء مین اپنی یہ رائے ظاہر کی ہے کہ ہندوستانیون کو چاہئے کہ یورپ

کے علوم و فنون کو اپنی مادری زبان مین منتقل کرین،

گاہ گاہے باز خوان این دفتر پارینہ را

سید سلیمان

مطبوعاتِ جدیدہ

تفسیر سورۂ والتین، سورۂ والتین مین مسئلۂ خیر و شر اور جزائے اعمال جس مؤثر اور مدلل طریقہ سے ادا ہوا ہے وہ ہر انسان کے غور و فکر کے لائق ہے، الہلال مین مولنا ظہیرالدین صاحب تیرکوٹی اور مولنا ابوالکلام صاحب آزاد کے قلم سے اس سورہ کی تفسیرین شایع ہوئی تھین، کتبخانہ محمد شریف عبدالغنی نے ان دونون تفسیرونکا مجموعہ شائع کیا ہے اور آخر مین تکمیل فائدہ کی غرض سے جناب شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی کی اردو تفسیر بھی ملحق کردی ہے، یہ مجموعہ ہر مسلمان کے پڑھنے کے لائق ہے، تقطیع چھوٹی، صفحات ۱۰۸، قیمت ۸ر پتہ: کتبخانہ محمد شریف عبدالغنی تاجران کتب، کشمیری دروازہ لاہور

انتخاب زرین، جناب سید راس مسعود صاحب ناظم تعلیمات حیدرآباد کی ذات سے قوم کو بڑی بڑی توقعات قائم ہین، آج پہلا موقع ہے کہ ان توقعات کی پہلی قسط قوم کے سامنے آتی ہے، انتخاب زرین، اردو شعرا، کا درحقیقت ایک مختصر سا تذکرہ ہے، جس مین بہ ترتیب زمانہ دلی کی سے لیکر موجودہ زمانہ تک کے شعرار کا کسیقدر حال لکھکر کم سے کم انکی ایک غزل یا نظم پوری نقل کی گئی ہے، شعرائے حال کے سوانح بھی جو کچھ لکھے گئے ہین انکی اہمیت کا اندازہ اس عہد کے بعد لوگون کو ہوگا، شعرائے قدیم کے سوانح بھی گو مختصر لیکن حاوی لکھے گئے ہین، تذکرہ کی زبان بھی قابل داد ہے، انتخاب کا عام مروجہ طریقہ تو یہ ہے کہ غزل کی غزل اگر اچھی ہے تو پوری غزل ورنہ ایک ایک شعر دو دو شعر مختلف غزلون سے لے لیتے ہین، سید صاحب نے اپنے مذاق کی بنا پر اس کو زیادہ پسند کیا ہے کہ ہر شاعر کا جو کلام منتخب کیا جائے وہ کامل ہو، اس لئے انھون نے ہر شاعر کے مختصر سوانح کے بعد اس کی کامل ایک غزل جو ان کو پسند آئی ہے منتخب کرلی ہے، انتخاب کا

ایسا نازک ہے کہ اختلاف ذوق کی بنا پر ایک کا انتخاب دوسرے کے لئے بمشکل پسندیدہ ہوتا ہے، اور یہ فطرت کی معذوری ہے، کل ۲۱۲ شعرانے اس انتخاب مین جگہ پائی ہے، آخر مین دو فہرستین شامل ہین، ایک شعرا کی ہے اور دوسری کلام کی، حروف ہجا کی ترتیب سے تمام غزلون کے مطلعون کے سر الفاظ کے لحاظ سے فہرست بنادی گئی ہے، جس سے بآسانی ہر غزل ملسکتی ہے، چھوٹی موزون تقطیع، جلد خوبصورت، لکھائی چھپائی کاغذ عمدہ ضخامت ۲۹۴ قیمت

ازہار العرب جامعہ ملیہ اسلامیہ کے علمی کارنامون کی پہلی قسط آج ہمارے سامنے ہے، یہ آسان عربی نظمون کا ایک مجموعہ ہے جو کہ جامعہ کے مبتدی عربی طلبہ کے لئے، مولنا محمد سورتی صاحب استاذ ادبیات عربی جامعہ ملیہ نے ترتیب دیا ہے، اور جامعہ کے مطبعہ ملیہ نے اسکو خوبصورت ٹائپ مین شایع کیا ہے، اشعار کے انتخاب مین آسانی کے علاوہ اسکا لحاظ رکھا گیا ہے کہ ان کے مضامین اخلاقی، ناصحانہ اور مذہبی ہون، امید ہے کہ قوم کے ارباب نظر اور اہل تعلیم جامعہ کے اس کام کو نگاہ تحسین سے دیکھینگے، ہم کو معلوم ہوا ہے کہ جامعہ کی طرف سے آئندہ مفید تصنیفات و تراجم کا ایک مستقل سلسلہ قائم کرنے کے لئے بارآور کوششین کی جارہی ہین، پیش نظر مجموعہ امید ہے کہ عام عربی مدارس مین بھی رواج پائیگا ضخامت ۸۰ صفحات قیمت ۸ر، پتہ شعبۂ تصنیف و تالیف جامعۂ ملیہ علی گڈھ،

اتحاد اسلام، اس عنوان سے مسلم اوٹ لک لندن مین ایک ترک اہل قلم نے جس نے اپنا نام نہین ظاہر کیا ہے، بلکہ صرف ایک "اناطولی مسلمان" لکھا ہے، سلسلہ مضمون شائع کرایا ہے جس مین نہایت تدبر اور کامل معلومات کے ساتھ مسئلۂ اتحاد اسلام، ٹرکی اور ہندوستان، مسئلۂ انتظام حج اور ٹرکی، حجاز اور ٹرکی، انگلستان کا رویہ مسئلۂ حج کے ساتھ بغیر ٹرکی ستین ہندوستان اور مسئلۂ حج کا ہندوستانیون پر اثر، ٹرکی اور مصر، ٹرکی اور ایران، اور انگریزی مداخلت وغیرہ

اہم مسئلہ کے چہرہ سے نقاب کشائی کی ہے، متعدد وجوہ کی بنا پر ہم اس راز کی پردہ دری کرتے ہین کہ یہ مضمون مشہور ترک مصنف **خلیل خالد** بے مصنف ہلال وصلیب وغیرہ کے قلم سے نکلا ہے، موصوف جنگ بلقان کے پس وپیش زمانہ مین ہندوستان مین سفیر رہ چکے ہین، اوران کے یہ تمام معلومات ان کے ذاتی تجربہ اور واقفیت پر مبنی ہین، ہماری کونسلون کے ممبرون کو اور خصوصاً جو سرکاری جج کیٹی کے ممبر ہون ان کو خصوصیت کے ساتھ یہ رسالہ پڑھنا چاہئے، جامعہ ملیہ کے شعبۂ تالیف و تصنیف نے اسی انگریزی مضمون کا یہ اردو ترجمہ اس نام سے شایع کیا ہے، قیمت ۴ر پتہ: بدرالدین حسین، جامعہ ملیہ علی گڈھ،

خزینۃ المیراث، اردو مین علم فرائض پر متعدد کتابین شائع ہو چکی ہین، یہ کتاب بھی اسی علم مین ہے، اور مولوی فتح الدین صاحب خوشابی اس کے مؤلف ہین، اس کتاب کی خاص خصوصیت یہ ہے کہ اس مین عملی طریق سے علم فرائض کی تعلیم کی گئی ہے، مسائل کی ہر ممکن صورت کو فرض کر کے اس کے جوابات کے عمل بتائے گئے ہین، شروع مین اصطلاحات کی تصریح اور ہر حصہ دار شرعی کی مختلف حالتون کی تفصیل کی گئی ہے، کتاب مفید ہے، قیمت عہ/ پتہ محمد اسمٰعیل صاحب کشمیری دروازہ لاہور۔

حیات کامل، مولانا مظہرالدین صاحب شیرکوٹی اڈیٹر الامان نے حیات کامل کے نام سے مرحوم مصطفی کامل پاشا مصر کے قومی فرقہ کے بانی و رہبر کے حالات زندگی ترتیب دئے ہین، اس عہد مین جب مسلمان قومین تجدید ترقی کیلئے بجان و دل کوشان ہین، اس مصری رہبر کی زندگی سبق آموز ہوگی، مولانا نے نہایت تفصیل سے مصر کے سیاسی حالات اور کامل مرحوم کے کارنامے لکھے ہین اسی ضمن مین مسئلۂ مشرقیہ کی تشریح بھی آگئی، بہتر ہوتا اگر مولانا اپنے عربی ماخذ و کتابین دیباچہ مین تذکرہ فرما دیتے، لکھائی چھپائی عمدہ، ضخامت ۱۹۲، قیمت عہ/ پتہ: دفتر الامان گلی قاسم جان دہلی،

دیوان حمید مولانا کا فارسی دیوان مع تصویر ۱۲/
خرد نامہ منظوم مثالیں فارسی زبان میں سید شاہ
سلیمان کا ترجمہ ۸/

مولانا سید سلیمان ندوی

ارض القرآن جلد دوم ۔ قرآن میں کردہ
حالات کیقوم ایوب بنو اسمٰعیل، اصحاب رس، اصحاب الحجر
نوقید ۔ انصار اور قریش کی تاریخ، اور عرب کی تجارت
زبان اور مذہب پر تفصیلی مباحث صفحہ ۲۵۱ عہ/
سیرۃ عائشہؓ۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے احوال زندگی قرون اولیٰ کی
خانہ جنگیوں کے اصلی اسباب اور ام المومنین کے
فضائل ومناقب اور ان کے اجتہادات وکمالات پر
مفصل تبصرہ ضخامت ۳۰۵ صفحے قیمت عہ/
لغات جدیدہ ۔ چار ہزار جدید عربی الفاظ کی ڈکشنری جدید
دروس الادب ۔ عربی کی پہلی ریڈر طبع سوم مع ترمیم ۲/
دوسری ریڈر طبع دوم ۳/
رسالہ اہل سنت والجماعت ۔ فرقہ اہل السنت والجماعت کے
اصلی عقائد کی تحقیق ۳/
حیات مالک ۔ امام مالک کی سوانح عمری اور موطا
مالک پر تبصرہ ۳/
خلافت اور ہندوستان ۔ آغاز اسلام سے اس
وقت تک مسلمانان ہند اور خلافت اسلام کے تعلقات
اور سلاطین ہند کے حکومتوں اور کیرون ... ۸/
... ۲/

مولانا عبد السلام ندوی

سیرۃ عمر بن عبد العزیز ۔ مشہور اموی خلیفہ عمر بن عبد العزیز
کی مفصل سوانح عمری اور ان کے عہد حکومت کے تمام علمی
مذہبی اور سیاسی کارناموں اور ان کے مجددانہ اعمال کی تشریح
وتوضیح صفحے ۱۹۰ قیمت عہ/
اسوۂ صحابہ ۔ صحابہ کرام کے عقائد، عبادات، اخلاق
اور معاشرت کی صحیح تصویر اور قرن اول کے اسلام کا عملی
خاکہ، اس کا مطالعہ ہر مسلمان کا فرض ہے صفحات ۵۰۳
قیمت سے/

مولوی عبد الباری ندوی

برکلے اور اس کا فلسفہ ۔ مشہور فلاسفر برکلے کے حالات
زندگی اور اس کے فلسفہ کی تشریح مجلد عہ/ غیر مجلد عہ/
مبادی علم انسانی ۔ مادیت کی تردید میں برکلے کی مشہور
کتاب پرنسپلس آف ہیومن نالج کا ترجمہ مع مقدمہ اور تمہید کے
جس میں علم انسانی پر بحث کر کے مادیت کا ابطال کیا ہے مجلد ۲/
مذہب وعقلیات ۔ جس میں زور دلائل اور مستند یورپین
فلاسفہ کے بیانات سے ثابت کیا گیا ہے کہ مذہب وعقل
میں تصادم کا امکان ہی نہیں ۸/

مولوی عبد الماجد بی اے

فلسفۂ اجتماع ۔ جماعات انسانی کا علم النفس عہ/
فلسفۂ جذبات ۔ جذبات انسانی کی نفسیاتی تشریح، عکہ/
تاریخ اخلاق یورپ ۔ لیکی کی اصل مشہور تصنیف
کا ترجمہ جس میں فلسفۂ اخلاق پر مفصل مباحث کے علاوہ
یورپ کے مذہبی اخلاقی رفتار کی تشریح کی ہے،
قیمت جلد اول ہے، جلد دوم عہ/

مکاتیبِ بنگلہ، بنگلہ کے ... کا ترجمہ ہیں
مکالمہ کی صورت میں بنگالہ نے ادبیت کا اظہار کیا
ہے قیمت باختلاف کاغذ ۸ و ۱۲

پروفیسر سید نواب علی ایم اے

معارج الدین جدید علم کلام پر ایک معتقدانہ تصنیف اور
فلسفہ جدید اور مذہب کی باہمی تطبیق پر بہترین تبصرہ ۱۲
تاریخ صحف سماوی، توراۃ انجیل اور قرآن مجید کی
جمع و ترتیب کی تاریخ کا باہمی موازنہ اور مخالفین اسلام کے
اعتراضات متعلقہ جمع قرآن کا جواب قسم اول ۱۲ دوم ۸
تعلیم ... اسلامی کی اخلاقی، قومی و فلسفیانہ نظم کا مجموعہ ۱۲

مولوی محمد یونس فرنگی محلی

... سید سلیمان کی کتاب ... انسانی کے اصول نفسیہ کا
اردو ترجمہ صفحہ ۳۳۴ ۱۲

منشی انوار الحق صاحب ناظم تعلیمات بھوپال

حقائق اسلام اسلامی مسائل کی فلسفیانہ وعقلی تشریح ۱۲
تذکرۃ الحبیب یعنی رسول اللہ صلعم کے اخلاق کا مفصل بیان ۸
منشی محمد مہدی صاحب نائب مہتمم تاریخ بھوپال
انسان القرآن ... کے ابتدائی مسائل ... عام فہم زبان میں ۴
... طبیعات ... صنعت اور جغرافیہ طبعی کے
ابتدائی مسائل عام فہم اور سلیس عبارت میں ۱۲

منشی محمد امین صاحب مہتمم تاریخ بھوپال

بیگمات بھوپال، مصور و مجلد ۸
گیارہ قصے، اخلاقی، معاشرتی و مذہبی ۸
نعت پیمبر یعنی فارسی و اردو کی چند نعتیہ نظموں کا مجموعہ ۸

پروفیسر محمد سجاد مرزا بیگ دہلوی

الاستدلال یعنی علم منطق کے اصول نہایت خوبی وعمدگی کے ساتھ
سلیس زبان اور سہل طریقہ سے بیان کیے گئے ہیں صفحے ۱۰۳ ۸
الانسان یعنی انسان کے تمام قوائے نفسانی وجسمانی اور خصوصیات
طبعی کی علمی تشریح کی گئی ہے صفحہ ۲۱۳ قیمت ۱۲
تسہیل البلاغت اردو زبان میں فن فصاحت و بلاغت
اور بدیع پر دلکش اور سہل وآسان کتاب ۸

متفرق کتابیں

یاد ایام مولانا عبد الحی صاحب ناظم ندوۃ العلماء نے اس کتاب میں گجرات
کی اسلامی تاریخ کے مختلف پہلو دکھائے اور وہاں کے امراء، سلاطین، علماء اور مشائخ
کے حالات اور علوم و فنون کی ترقی نہایت تاریخی تحقیق ... کی ہے
سیاحت قسطنطنیہ، مولانا شبلی مرحوم کی فرمائش سے خواجہ
سید رشید الدین صاحب نے مشہور پروفیسر ... کے سفرنامہ
قسطنطنیہ کا اردو میں ترجمہ کیا ہے قیمت ۱۲
بذلہ گوئی ... نے اس کتاب میں عربی، فارسی اور اردو
شعراء اور ادباء کی بذلہ گوئی کے دلچسپ لطائف یکجا کیے ہیں قیمت ۸

معارف

(۱) معارف کی سالانہ قیمت ... فی پرچہ ۸ (۲) نمونہ کا پرچہ ۸ میں وی پی ہوگا (۳) رسالہ ہر ماہ کے آخری ہفتہ میں شائع ہو جاتا
ہے ... اگر کسی صاحب کے پاس ۲۰ تاریخ تک نہ پہونچے تو دوسرے مہینے کے ... اطلاع دیں ...
... بھیجا جائیگا، ہندوستان سے باہر کے خریدار دوسرے مہینے کی ... تاریخ تک اطلاع کریں ...
... نمبر خریداری ضرور تحریر کریں ... بعض اوقات مجبوری ہوتی ہے ...
... قیمت کی ... آتی ہیں ... کی قدر ... ہیں،

رجسٹرڈ نمبر [illegible]

معارف

مجلس دار المصنفین کا ماہوار علمی رسالہ

مرتبہ

سید سلیمان ندوی

قیمت پانچ روپیہ سالانہ مع محصول

مطبع معارف میں چھپکر
[illegible]

[illegible]

علامہ شبلی نعمانی

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] حصہ دوم [illegible]

[illegible] حصہ سوم [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

رسائل شبلی [illegible]

قیمت [illegible]

قصیدہ [illegible]

[illegible]

[illegible]

مجموعۂ کلام شبلی [illegible]

مثنوی صبح امید [illegible]

کلیات [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

مولانا [illegible]

تفسیر [illegible]

تفسیر [illegible]

تفسیر [illegible]

تفسیر [illegible]

تفسیر [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

مجلد دہم	ماہ ربیع الثانی ۱۳۴۱ھ مطابق ماہ دسمبر ۱۹۲۲ء	عدد ششم

مضامین

شذرات

بے مہری دہر بین کہ در یک ہفتہ
گل سرزد، و غنچہ کرد، و بشگفت و بریخت

نہایت رنج و افسوس اور حسرت واندوہ کے ساتھ ہم ناظرین کو یہ خبر سناتے ہین کہ ملک کی بزم دانش کا ایک نوجوان ممبر اُٹھ گیا، مولانا محمد یونس فرنگی محلی مرحوم نے پچھلے مہینہ لکھنؤ مین بمرض دق وفات پائی، مرحوم مولانا عبد الحی مرحوم فرنگی محلی کے نواسہ تھے، اور اپنے ذاتی علم و فضل مین اپنے ہمعصر نوجوانون مین ممتاز تھے، ۲۴-۲۵ برس سے زیادہ عمر نہ تھی، معقولات اور فلسفہ سے اون کو خاص دلچسپی تھی، اور اپنی عمر کا بڑا حصہ انہین کی تحقیق اور کاوش مین بسر کیا، خود اپنے ذاتی شوق سے انگریزی اور فلسفۂ جدیدہ حاصل کیا دار المصنفین اور معارف سے مرحوم کو خاص محبت تھی، کئی سال سے اون کی صحت مخدوش تھی، با این ہمہ وہ اپنے علمی انہاک سے باز نہین آتے تھے، گذشتہ سال عثمانیہ یونیورسٹی مین پروفیسر ہو کر گئے تھے، وہان مرض نے طول پکڑا۔ آخر وطن آکر اِس شہید علم نے جان دی، مرحوم کی ایک کتاب روح الاجتماع دار المصنفین سے چھپکر شائع ہو چکی ہے، اور اپنی ایک اور دوسری تصنیف ابن رشد کا سودہ وہ دار المصنفین مین بھیج چکے تھے جو عنقریب چھپکر شائع ہوگی، مرحوم کے دوستون کو اون کی ذات سے بڑی بڑی توقعات تھین، اور خیال تھا کہ اون کی کوششون سے فرنگی محل کی عقلی اور فلسفیانہ شان پھر دوبارہ زندہ ہوگی، افسوس کہ دستِ اجل نے امان ندی اِنا للہ،

وائینا پایتخت آسٹریا جنگ سے پہلے علوم وفنون کا ایک مرکز تھا، لیکن جنگ یورپ نے جس طرح اوسکا شیرازہ بکھیر دیا، اوس کا پُر افسوس منظر یہ ہو کہ وائینا یونیورسٹی کا ہال جو ۱۹۱۱ء سے مرمت طلب تھا اس درجہ تباہ اور کمزور ہوگیا ہے کہ وہ اب مطلق کام کے لائق نہین رہا ہے، تاہم آسٹریا کی عام مالی حالت اوسکی درستی کا سامان نہین کرسکتی، اسلئے یورپ کی اصطلاح مین وہ مردہ ہوگئی، حقیقت ہی کہ اس جدید تمدن نے تصنع اور تکلف کی مسرفانہ نمایش کی جو عادت پیدا کردی ہے اوس کا نتیجہ یہ ہی کہ نفس مقصد سے زیادہ، حواشی اور متعلقات کی زیبایش اور دکھاوے پر صرف کرنا پڑتا ہی، ایوان تعلیم کے اندر جو کچھ ہو، مگر اوس کے ظاہری در و دیوار کے نقش و نگار اور رنگ و روغن مین رعب و ہیبت کا ظہور ضروری ہے، خدا جانے یہ طلسم باطل کب ٹوٹے گا،

جدید یورپین تمدن کے مداح اوس کے مناقب کی قصیدہ خوانی کرتے ہوئے سب سے زیادہ زور اس بات پر صرف کرتے ہین کہ اس تمدن نے دنیا کے بڑے بڑے عجائب زار شہرون کو پیدا کیا ہے، جن کی تنہا آبادی دوسری قومون کے پورے ملک کی آبادی کے برابر ہے، لیکن شاید انھین یہ نہین معلوم کہ ان عظیم الشان شہرون کی آبادیان اوس وقت تک بیقیاس نہین ہوئی ہین، جب تک اون کے پاس کے ہزارون گاؤن برباد نہین ہوئے ہین، سید جمال الدین افغانی نے ایک دفعہ عروۃ الوثقیٰ مین ہندوستان کے متعلق لکھا تھا کہ انگریز کہتے ہین کہ ہم نے ہندوستان آکر، یہان بمبئی، مدراس، کلکتہ جیسے شہر بنائے، لیکن یہ معلوم ہے کہ ہندوستان کو اپنی کتنی متاع گرانمایہ لٹا کر یہ چند مصنوعی شہر ہاتھ آئے ہین، پٹنہ، ڈھاکہ، مرشد آباد وغیرہ مٹکر کلکتہ بنا ہے، سورت، کھنبایت، احمد آباد، پٹن وغیرہ اُجڑ کر بمبئی تعمیر ہوا ہے، ارکاٹ اور کوچی وغیرہ نے مدراس اور دابل نے کراچی کی صورت اختیار کی ہی، اسلئے صرف شہرون کی جگہین اور تجارت کی منڈیان بدل گئین ادر حقیقت مین جہان ہندوستان پہلے تھا اس حیثیت سے وہین اب بھی ہی،

لیکن گذشتہ جنگ عظیم نے جہان یورپ مین تمدن کی بیسیون کمزوریون اور عیوب کو نمایان کر دیا ہے، وہان اس خاص وصف آبادی کی کمزوری بھی برملا ظاہر ہو رہی ہے، چنانچہ لندن جو دنیا کا سب سے بڑا آباد شہر ہے بیس سال سے اوس کی مردم شماری ہر سال کم ہو رہی ہے، اور یہ امر اس واقعہ کا ثبوت ہے کہ اس شہر کا انتہائی کمال اپنے نقطۂ اوج پر پہنچکر اب گر رہا ہے،

احاطۂ بمبئی کے مسلمان مدت سے اِس کوشش مین تھے کہ بمبئی یونیورسٹی مین اُردو کو بھی جگہ ملنی چاہیے اس کوشش کا بڑا حصہ بمبئی مسلم ایجوکیشنل کانفرنس نے انجام دیا، الحمد للہ کہ اوس کی یہ کوشش کامیاب ہوئی، اب اسکولون اور کالجون مین اوس کو جگہ مل گئی ہے، خاص اردو اسکول الگ قائم ہوئے ہین، پونہ مین اُردو ٹریننگ اِسکول چند سال سے قائم ہے، کالج کے اعلیٰ امتحانات، ادب مین اردو بھی داخل ہو گئی ہے، اب اُردو ٹکسٹ بکس کمیٹی قائم ہو گیا ہے، جس کا مرکز پونہ ہے، اور ہمارے دوست پروفیسر شیخ عبد القادر (الفنسٹن کالج) اِس کے صدر ہین، اِس کے زیر اہتمام اُردو نصاب کی ۲۴ کتابین تیار ہو رہی ہین، اُردو کتابون پر انعام کا سلسلہ بھی جاری ہوا ہے، کیا الہ آباد یونیورسٹی کے ارکان اور حکام، اس سے سبق لے سکتے ہین؟ حضرت مسیح کا قول کیسا سچا ہے، "نبی بے عزت نہین مگر اپنے وطن مین"

ابھی حال مین انگلستان مین پارلیمنٹ کے ممبرون کا جو انتخاب ہوا ہے، اوس سے بعض عجیب انکشافات ہوئے ہین، رائے دہندہ عورتون کی تعداد بے انتہا بڑھ گئی ہے، بلکہ بعض حلقون مین رائے دہندہ مردون سے رائے دہندہ عورتون کی تعداد زیادہ ہے، دوسرے عہدون کو چھوڑ کر صرف مجسٹریٹ انگلستان مین اِس وقت ۷ ہزار عورتین ہین، اِس کے صاف معنی یہ ہین کہ آیندہ اگر یہی ترقی جاری رہی تو انگلستان مین مردون کی حکومت کے بجائے عورتون کی حکومت قائم ہو جائیگی، پھر معلوم نہین "ہوم گورنمنٹ" (خانداری) پر آیندہ کس کی حکومت ہوگی؟

چنانچہ عورتون نے اپنی کثرت رائے سے اپنی اصلاحات اور حقوق طلبی کا خود سامان کرنا شروع کر دیا ہے، جنگ سے پہلے انگریز مرد ۳۰ برس کی عمر مین شادی کر لیتے تھے، مگر جنگ کے بعد کچھ تو کثرت مصارف، اور گرانی کے باعث، اور کچھ اخلاقی انحطاط کے باعث، اب اول تو ۳۵ سے پہلے شادی نہین کرتے، اِس کے ماسوا عورتون کو اپنے منسوب شوہرون (؟) سے سالہا سال باقاعدہ نکاح کی امیدواری کرنی پڑتی ہے، اور اکثر یہ توقع مدت کی زحمتِ انتظار اور خوشگوار تجربون کے بعد شکست ہو جاتی ہے، ایسی حالتون مین عورتون کو سخت مصیبت کا سامنا کرنا پڑتا ہی، ڈیلی میل راوی ہے کہ امسال عورتون نے ممبرون کو رائے دیتے وقت اون ممبرون کو ترجیح دی جنھون نے یہ وعدہ کیا کہ انتخاب کے بعد پارلیمنٹ مین اِس مدت انتظار اور زمانۂ تجربہ کو کم کرنے کا قانون منظور کرائینگے، لیکن سچ یہ ہے کہ شریعت کو چھوڑ کر کوئی قوم قانون سے نہین بن سکتی!

کلکتہ یونیورسٹی، ہندوستان کی تمام یونیورسٹیون کی اصل اور بنیاد ہی، اسی کے تجربون سے ہندوستان کی دوسری یونیورسٹیان اپنا اصول و آئین بناتی ہین، ادھر چند سال سے یونیورسٹی مذکور کی مالی دقتون کا واقعہ، کوچہ و بازار کا افسانہ ہے، یونیورسٹی نے مجبور ہو کر گورنمنٹ سے امداد طلب کی، محکمۂ حسابات نے اصلاح کی یہ تجویز سوچی کہ آیندہ سے یونیورسٹی کے حساب کے کاغذات گورنمنٹ مین پیش ہوا کرین، یہ بات اِس دریا دل لیکن خوددار یونیورسٹی کو پسند نہ آئی اور سُنا ہے کہ اوس نے ہمت کر کے گورنمنٹ کی امداد سے قطعًا کنارہ کشی کر لی ہی، اگر یہ خبر سچ ہے تو دوسرے صوبون کی یونیورسٹیون کے لیے اور خصوصًا قومی یونیورسٹیون کے لیے، کلکتہ یونیورسٹی کی یہ نظیر شاید سبق آموز ہو، اوس نے ثابت کر دیا ہے کہ یونیورسٹی کی حقیقت سلطنت کا تعلق نہین بلکہ تعلیم و تربیت کی عمدگی ہے، حضرت درد کہتے ہین

سلطنت پر نہین ہے کچھ موقوف جس کے ہاتھ آئے جام وہ جم کو

دیسی ریاستون مین تعلیمی ترقی کے لحاظ سے اب تک صرف بڑودہ کا نام لیا جاتا تھا، مگر ادھر چند سال سے ہندوستان کی سب سے بڑی ریاست حیدرآباد نے جو تعلیمی ترقی کی رفتار ظاہر کی ہو اوس سے اندازہ ہوتا ہو کہ وہ بہت جلد اِس حیثیت سے بھی ہندوستانی ریاستون مین اپنی شایان شان جگہ حاصل کرلے گی، حیدرآباد کی سال گذشتہ (۱۳۲۹ف) کی جو تعلیمی رودادشائع ہوئی ہے اوس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اِس سال سرکار نظام نے اِس صیغہ پر ۴۲۰۴۳۴۱ روپے صرف کئے ہین، جو برطانی ہندوستان کے موازنہ سے کہین زیادہ ہے، اسی طرح مدارس اور طلبہ کی تعداد مین بھی کامیاب اضافہ ہوا ہی، چنانچہ سال زیر روداد مین ۳۴۰ نئے مدرسون اور تیس ہزار ۶ سو ۴۵ نئے طالب علمون کا اضافہ ہوا، ایک دارالعلمین اور ایک دارالمعلمات نئے کھلے، ۲۲۲ مواضع مین سے جن کی آبادی ۵۰۰ اور ایک ہزار کے درمیان ہی، اور وہان مدارس قائم نہ تھے، سال زیر بیان مین اون مین سے ۲۴۸ موضعون مین مدرسے قائم کردیے گئے، کلیۂ جامعۂ عثمانیہ کے ابتدائی وسطی جماعت مین پہلے سال ۱۲۹ طالب العلم داخل ہوئے تھے، دوسرے سال ۱۰۲ طلبہ داخل ہوئے،

حیدرآباد کی اِن چند سالہ تعلیمی رفتار ترقی کا اندازہ ذیل کے نقشہ سے بخوبی ہوگا،

	۱۳۲۴ف	۱۳۲۹ف
لڑکون کے مدارس،	۱۰۵۳	۳۳۰۱
لڑکیون کے مدارس،	۱۱۶	۶۸۵
زیر تعلیم لڑکے،	۷۵۰۰۰	۱۸۴۶۹۰
زیر تعلیم لڑکیان،	۷۵۰۰	۳۲۰۸۵
کُل مصارف تعلیم،	۲۰۲۵۰۰۰	۴۳۰۰۰۰۰

اُردوزبان کے مصنفین اور مترجمین کی ہمت افزائی کے لئے افسوس ہو کہ ہم کچھ نہ کرسکے یہان تک کہ کوئی ایسا ہمارا دارالاشاعہ بھی نہیں جو مستند اور سنجیدہ کتابون کو بے معاوضہ ہی شائع کرنے کی ہمت کرسے، پنجابی زبان خود پنجاب کی بھی علمی زبان نہیں، تاہم سکھ اصحاب اوس کو ترقی دینے کی ہر ممکن کوشش کر رہے ہین، سکھ ایجوکیشنل کانفرنس نے فیصلہ کیا ہے کہ پنجابی لٹریچر کو ترقی دینے کے لیے سال کی بہترین پنجابی تصنیفات پر انعامات تقسیم کیے جائین،

آجکل "نیشنلسٹ" کے لیے اکثر ہماری زبان مین "قوم پرست" اور "وطن پرست" اور "نیشنلزم" کے لئے "قوم پرستی" اور "وطن پرستی" کے الفاظ بولے جاتے ہین، چونکہ مذہبی حیثیت سے "پرستش" کے معنی کو خیال کرکے اکثر یہ الفاظ محتاط اہل قلم کو کھٹکتے ہین، جدید ایرانی محاورہ مین اِن کی جگہ "قوم خواہ" اور "وطن خواہ" "قوم خواہی" اور "وطن خواہی" "قوم خواہانہ" اور "وطن خواہانہ" استعمال ہوتا ہے، کیا یہ محاورے اُردو مین چل جائینگے ؟

معارف کے گذشتہ نمبر مین دنیاے اسلام کے ذہنی انقلاب پر جو مضمون ہم نے شائع کیا تھا، اسلامی ممالک کے اخبارات کی ہر تازہ آمد اون خیالات کی مزید تصدیق کے شواہد ہم پہنچا رہی ہو، ٹائمز کا ۱۲ دسمبر کا تار ہو کہ مشہور مصری عالم شیخ عبدالعزیز شاویش جو جنگ بلقان کے زمانہ سے اپنی مذہبی خدمات ٹرکی مین انجام دیتے رہے تھے، اور ۱۹۱۸ء کی ہنگامی صلح کے بعد جرمنی مین جا کر پناہ گزین ہو گئے تھے، اب وہ مجلس ملیہ کی طلب پر انگورہ آگئے ہین، اور وہان حکومت کے اشارہ اور اعانت سے تبلیغ اسلام اور ضروریات زمانہ کے مطابق مذہبی احکام و وسائل کی تشریح اور احکام و فتاوی کی تدوین کے فرائض انجام دینے کے لئے ایک انجمن کے قیام کا سامان کر رہے ہین، جس کی شاخین تمام ممالک اسلامیہ مین ہونگی، ہندوستان مین شیخ موصوف کو لوگ مدینہ یونیورسٹی کی تجویز کے واضع اوّل کی حیثیت سے پہچان لینگے،

مقالات

مسئلۂ وحدت الوجود کے متعلق اکابر اسلام کے خیالات

(از مولانا عبدالسلام صاحب ندوی)

ہمارے شعراء نے اس مسئلہ کو اگرچہ ہجر و وصل کی داستان کی طرح ایک پامال مضمون بنا دیا ہی لیکن درحقیقت وہ صرف شاعرانہ تخیل نہین ہی، بلکہ ایک فلسفیانہ حقیقت، ایک مذہبی عقیدہ، ایک اخلاقی نظریہ، اور ایک تاریخی مسئلہ ہی، جو باوجود گوناگون اشکالات و اعتراضات کے نہایت دلچسپ اور دلاویز ہی،

مسئلۂ وحدت الوجود کی تاریخ، مورخانہ حیثیت سے اس مسئلہ کو توحید و ثنویت کی مشکلات نے پیدا کیا، اگرچہ یونان مین نہایت قدیم زمانے سے اس قسم کا ایک دھندلا سا خیال موجود تھا، تاہم سب سے پہلے **زنوفن** نے اس مسئلہ پر روشنی ڈالی، اور اشراقیین نے اس سے اخلاقی فائدہ اوٹھایا، یعنی اونھون نے تمام افراد انسانی مین اشتراک پیدا کرنے کے لیے، تمام افراد کو ایک عام عالم کے مختلف اجزاء قرار دیکر، تمام اختلافات کو مٹانا چاہا،

یہودیت اور عیسائیت مین بھی یہی مسائل مختلف صورتون مین موجود ہین[1]، لیکن ہند و فلاسفہ نے غالبًا سب سے زیادہ اس مسئلہ کو واضح کیا ہی، ہند و فلاسفہ کے جو مختلف فرقے ہین اون مین بیدانتیون کے فرقے کا خاص یہی عقیدہ ہی، اور اونھون نے اس عقیدہ کی بناپر دنیا کی تمام چیزون کو خواب و خیال قرار دیکر صرف

---

[1] انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا لفظ انیتھزم،

خدا کے وجود کو حقیقی وجود قرار دیا ہے، چنانچہ ابوالفضل آئین اکبری مین لکھتا ہے،

جز ایزد بیچون ہست ندانند، وعالم را نمود بے بود انگارند، چنانچہ آدمی زاد در غنودگی خیالی پیکرہا را تماشائی شود، و ہزاران غم وشادی اندوزد، این بیداری را بد انسان شمارند، یک درخشندہ نور بہ گوناگون اعتبار دگرگون نامہا برگرفت[1]،

صاحب دبستان المذاہب نے اِس عقیدہ کی تشریح اور بھی زیادہ واضح الفاظ مین کی ہے، چنانچہ لکھتا ہے،

و اعتقاد این طائفہ آنست کہ جہان وجہانیان نمودے اند بے بود حقیقت این واجب الوجود است، و ادراک ایشان را اوہام آتما خوانند، گویند این نمایش وجدائی صور و ترکیب وہیئات چون سراب وپیکر خوابست،

اس عقیدے پر جو سرسری اعتراضات ہوتے ہین اوس کا جواب اونھون نے اِن الفاظ مین دیا ہے،

اگر کسی پرسد کہ مارا در گوہر خود ہیچ شکے نیست از جہت آنکہ یکے دانشمند ویکے نادان ویکے در آسایش و دیگرے رنجور، این چگونہ خیال ونمایش باشد، جواب گویند گر در خواب نرفتہ؟ خود را پادشاہ وفرمانروا وپرستار وفرمان پذیر وگرفتار، وآزاد، بندہ وخداوند، بیمار وتندرست، وآزردہ وخوش دل واندوگین ندیدہ؟ بسا ہنگام در خواب خوشی وفرح یافتہ، وبسیار ترس وہراس بر تو برتر وغالب شدہ، وہر گاہ گشت شکے نیست کہ آنجملہ خیال ونمایش است، آنکہ در خوابست اینہمہ را حقیقت می پندارد، درا سے روپ کہ از راجہاے داناست از نامہ نگار رسید کہ در خواب دیدہ میشود کہ زخمے منکر بہ بدن رسیدہ چون از خواب برے آیم اثرے از ان نمی بینم میدانم کہ خیال بودہ، واگر در خواب بازنے مباشرت واقع شود در بیداری زیر جامہ لوث منی مییابم، در شق ثانی چرا اثر میباشد، بعقیدہ این طبقہ بدین گونہ پاسخ دادہ شد کہ اینکہ تو آنرا بیداری مے پنداری بزعم گیانیان آنہم خوابست ودر خواب انگاشتہ کہ بیدار شدم، چہ بسا ہنگام در خواب دیدہ میشود کہ بیدار شدم وانچہ دیدم در خواب بود، برانگونہ این بیداری نزد بیدار دلان گیانی خوابے است[2]،

[1] آئین اکبری جلد سوم صفحہ ۲۰، [2] یہ پوری تفصیل دبستان المذاہب عقائد بیدانتیان مین مذکور ہے،

یونان اور ہندوستان کے خیالات کے معلوم ہوجانے کے بعد اب سوال یہ ہو کہ یہ عقیدہ مسلمانون مین کیونکر پیدا ہوا؟ مورخین یورپ کا سطحی اور قیاسی جواب تو یہ ہے کہ

یونان اور ہندوستان اس خیال کے ماخذ ہین کیونکہ ہندو اور یونانی دونون ہمہ اوست کے قائل تھے،

یونانی فلسفہ وحکمت تو اسلامی فلسفہ وحکمت کے بدیہی ماخذ ہین، لیکن مسلمانون نے اس عقیدہ کو جس طرح ہندؤن سے لیا اوس کی صورت وہ یہ بیان کرتے ہین،

کہ جب اسلام عرب سے نکل کر آریہ نسل کے ایرانیون مین پھیلا، تو گو اوس نے بظاہر اون کو مغلوب کرلیا، مگر اون کے آبائی اور پشتینی خیالات پر غالب نہ آسکا، اور اونھون نے تصوف کے پردے مین توحید کو وحدت الوجود کے قالب مین بدل لیا، جو ان کے قدیم عقائد تعدد آلہہ کے مطابق تھا[1]،

لیکن ان دونون باتون کا تاریخی ثبوت ملنا مشکل ہو، کیونکہ یونانی علوم وفنون کی توسیع واشاعت کا جو زمانہ تھا یعنی پہلی دوتین صدیان اوس وقت یہ خیال نہین پیدا ہوا تھا، اس مسئلہ کی ابتدا، یا ظہور شیخ محی الدین اکبر کے زمانے سے ہوا جو شیخ سعدی وعراقی کا زمانہ ہے[2]،

ہندؤن اور مسلمانون کا اختلاط بھی اس زمانے سے بہت پہلے ہوچکا تھا، تاہم ہم کو اس زمانے سے پہلے اسلامی لٹریچر مین اس عقیدہ کی جھلک نظر نہین آتی، لیکن ہم کو اس قیاسی استدلال پر قیاسی اعتراضات کی ضرورت نہین، بلکہ خود اسلامی مورخین کی تصریحات سے ثابت ہوتا ہے کہ اس عقیدے کا ماخذ یونانی اور ہندو نہین، بلکہ خود اسلام ہی کا ایک فرقہ ہے، چنانچہ اسلام مین یہ عقیدہ جس طرح بتدریج پیدا ہوا اوس کے متعلق علامہ ابن خلدون نے مقدمہ تاریخ مین ایک مفصل مضمون لکھا ہو، جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے،

[1] حاشیہ پر مقدمہ دیوان غالب جدید از مفتی محمد انوار الحق ایم۔ اے، ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم بھوپال،

[2] شعر العجم حصۂ پنجم صفحہ ۱۴۳ بحوالہ حاشیہ مذکور،

اِس مجاہدہ، خلوت، اور ذکر سے اکثر حس کا پردہ چاک ہوجاتا ہے، اور امراللہ کے اون عوالم پر اطلاع ہوجاتی ہو جن کا ادراک صاحب حس نہین کرسکتا، اِس کشف کا سبب یہ ہو کہ روح جب حس ظاہر کو چھوڑ کر باطن کی طرف رجوع کرتی ہو، تو حسی احوال ضعیف اور روحانی احوال قوی ہوجاتے ہین، اور ذکر اِس مین معین ہوتا ہو، کیونکہ وہ روح کی نشو ونما کے لئے بمنزلہ غذا کے ہو، تدریجی ترقی کے بعد رفتہ رفتہ یہ عالم شہود بن جاتا ہو، اور حس کا پردہ چاک ہوجاتا ہو،

صحابہ رضی اللہ عنہم کے مجاہدے کی یہی حالت تھی، اور ان کرامات سے اون کو کافی حصہ ملا تھا، لیکن وہ لوگ اِس طرف توجہ نہین کرتے تھے، امام قشیری نے اپنے رسالے مین جن صوفیون کا ذکر کیا ہو وہ صحابہ ہی کے مقلد تھے، اور اون کے بعد جو صوفی پیدا ہوئے اونھون نے بھی انہی کی تقلید کی،

پھر متاخرین کی ایک جماعت نے کشف حجاب کی طرف توجہ کی، اور اوس کے متعلق اون کی ریاضت کے مختلف طریقے قائم ہوگئے، جب اون کو یہ بات حاصل ہوگئی تو اونھون نے یہ خیال کیا کہ وجود صرف اونکی معلومات تک محدود ہو، اور اونھون نے تمام موجودات کا عرش سے فرش تک احاطہ کرلیا ہو،

متاخرین صوفیہ نے جب اِس کشف کی طرف توجہ مبذول کی تو اونھون نے موجودات علویہ سفلیہ فرشتہ، روح، اور عرش وکرسی کی حقیقت پر بحث شروع کردی، اِسی طرح اِنہی لوگون مین بعض لوگ وحدت مطلقہ کی طرف گئے، اور اپنے تنقل وتفاریع کے لحاظ سے یہ رائے پہلی رائے سے بھی زیادہ عجیب وغریب ہے،

اِنہی متاخرین صوفیہ مین جو لوگ محقق ہین وہ کہتے ہین کہ کشف کے وقت بسا اوقات مرید کو اِس وحدت کا وہم ہوجاتا ہو، اور اوس کو وہ لوگ مقام جمع کہتے ہین، پھر وہ اِس درجہ سے ترقی کرکے موجودات مین تمیز کرنے لگتا ہو، اور اِس کو وہ مقام فرق سے تعبیر کرتے ہین، انھین متاخرین صوفیہ مین بعض لوگون نے کشف اور ماوراء حس کے متعلق گفتگو کی تو اِس مین غلو کردیا، اور بہت سے لوگ حلول اور وحدت کی طرف

چلے گئے، اور اپنی کتابوں کو اس سے بھر دیا، جیساکہ ہروی نے کتاب المقامات وغیرہ میں کیا، ابن عربی ابن سبعین، اور ان دونوں کے شاگرد ابن عفیف، ابن فارض اور نجم اسرائیلی نے اپنے قصائد میں انہی لوگوں کی تقلید کی، ان لوگوں کے اسلاف، متاخرین اسمٰعیلی روافض سے جو اپنے اسلاف کے عقیدے کے خلاف حلول اور الوہیت ائمہ کے قائل تھے، میل جول رکھتے تھے، اسلئے ہر ایک نے دوسرے کے مذہب کو قبول کر لیا، ان کا کلام گڈمڈ ہو گیا، ان کے عقائد باہم مشابہ ہو گئے، اور صوفیہ کے لٹریچر میں قطب کا لفظ پیدا ہو گیا جو بعینہٖ روافض کا عقیدہ ہے، پھر ان کے نزدیک قطب کے بعد ابدال کا درجہ ہے جیساکہ نقباء کے متعلق شیعوں کا عقیدہ ہے، ان لوگوں نے خرقۂ تصوف کی جو اسناد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف کی ہے، وہ بھی اسی قبیل سے ہے،

ان صوفیہ نے فاطمی کے ذکر سے اپنی کتابوں کو لبریز کر دیا ہے، حالانکہ متقدمین صوفیہ نے نفیاً و اثباتاً اس سے بحث نہیں کی ہے، یہ خیال شیعوں اور رافضیوں کی کتابوں سے ماخوذ ہے[1]،

متاخرین صوفیہ میں جیساکہ علامہ موصوف نے تصریح کی ہے، اسلامی دنیا میں ابن عربی اور ابن سبعین نے مسئلہ وحدت الوجود کا صور پھونکا ہے، اور یہ دونوں اسمٰعیلیہ اور باطنیہ فرقہ کے خیالات سے متاثر تھے، لیکن علامہ ابن تیمیہ صرف اسی پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ ان دونوں کو صاف صاف باطنیہ کہتے ہیں، چنانچہ الرد علی المنطق میں ایک موقع پر لکھتے ہیں،

وما ينقل عن طوائف من الباطنية باطنية الشيعة كاصحاب رسائل اخوان الصفا وباطنية الصوفية كابن سبعين وابن عربي وغيرهما[2]

اور باطنیوں کے فرقوں میں باطنیہ شیعہ جیسے اصحاب رسائل اخوان الصفا، اور باطنیہ صوفیہ جیسے ابن سبعین اور ابن عربی وغیرہ نے ذکر کیا ہے،

ان تصریحات کے ساتھ اگر اجمالی طور پر باطنیہ فرقہ کی تاریخ بھی پیش نظر رکھی جائے تو وہ اس خیال کی تائید کا ایک عمدہ قرینہ ہو سکتی ہے،

[1] مقدمہ ابن خلدون علم تصوف، [2] الرد علی المنطق صفحہ ۵۱۹ نسخہ قلمی،

اسلام مین ابتدا ہی سے غلاۃ روافض مین متعدد فرقے مثلاً سبابیہ، بیانیہ، جناحیہ، خطابیہ اور نمیریہ وغیرہ پیدا ہوگئے تھے جو حلول و اتحاد کے قائل تھے، سبابیہ کا خیال تھا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے قالب مین خدا کی روح حلول کر گئی ہی، اسلئے وہ خدا ہوگئے ہین، خطابیہ کا اعتقاد تھا کہ حضرت جعفر صادق کے قالب مین خدا کی روح حلول کر گئی ہی، علی ہذا القیاس یہ تمام فرقے ائمہ کے قالب مین حلول روح آلہی کے مدعی تھے،

اسلام مین ایک اور فرقہ خرمیہ کے نام سے پیدا ہوگیا تھا جو اگرچہ بظاہر مسلمان تھا، اپنے لڑکون کو قرآن مجید کی تعلیم دیتا تھا، اور اپنی آبادیون مین مسجدین بھی تعمیر کرلی تھین لیکن درحقیقت وہ تمام فرائض اسلام کا منکر تھا، اور تمام محرمات شرعیہ کو مباح سمجھتا تھا، چونکہ یہ تمام حلولیہ فرقے بھی فرائض اسلام کے منکر تھے اور محرمات شرعیہ کو مباح سمجھتے تھے، اسلئے خرمیہ بھی اونھین مین مل گئے،

باطنیہ مذہب کی دعوت کا آغاز ہوا تو اس مذہب کے موسسین مین میمون بن دیصان نے مغرب کا رُخ کیا، جہان غلاۃ شیعہ اور حلولیہ نے اس مذہب کا خیر مقدم کیا، اور رفتہ رفتہ اس مذہب کے متعدد داعی پیدا ہوگئے، مثلاً حمدان قرمط کے بھائی امون نے ایران مین اس مذہب کی اشاعت کی، ابو حاتم نے ارض دیلم کو اپنی کوششون کا جولانگاہ بنایا، عبید اللہ بن حسن نے قیروان کے اطراف مین اس مذہب کو پھیلایا، اور کتامہ معامدہ اور بہت سے بربر اس مذہب مین داخل ہوگئے، اور اون کے ذریعہ سے وہ بلاد مغرب پر غالب آگیا

مصر مین اخشیدی خاندان حکومت کر رہا تھا، اوس کے بعض ممبر بھی عبید اللہ کی جماعت مین شامل ہوگئے اور ان لوگون نے ۳۶۳ھ مین داخل مصر ہو کر خاص اپنے اتباع کے لئے ایک شہر آباد کیا، جس کا نام قاہرہ رکھا، غرض رفتہ رفتہ اون کی دعوت تمام دنیائے اسلام مین پھیل گئی اور متعدد سپہ سالار، ولاۃ، اور سلاطین اونکی جماعت مین شامل ہوگئے، ہندوستان ایک دور افتادہ ملک تھا، لیکن ملتان کے لوگ بھی باطنی مذہب مین داخل تھے، چنانچہ سلطان محمود نے ان مین ہزارون اشخاص کو تہ تیغ کردیا،

چوتھی صدی تک اگرچہ یہ مذہب تمام دنیائے اسلام مین پھیل چکا تھا، اوس کی وجہ سے متعدد ہنگامے

برپا ہو چکے تھے، اور لاکھوں آدمیوں کی لاشیں اوس کی بھینٹ چڑھ چکی تھیں، لیکن اوس کی تکمیل کا ایک درجہ اور باقی رہ گیا تھا جس کو حسن بن صباح نے پانچویں صدی میں پورا کیا، اور اس مذہب کی دعوت کا جو قدیم طریقہ تھا اوس کو بدل کر ایک جدید طریقۂ دعوت قائم کیا، یہی وجہ ہو کہ اوس کے اتباع تاریخ مین "اصحاب الدعوۃ الجدیدۃ"[1] کے لقب سے پکارے جاتے ہین،

تاریخی حیثیت سے اسی صدی کے بعد اسلام مین وحدت الوجود کا غلغلہ بلند ہوا، اور شعرا نے اسکو اسلامی لٹریچر کا ایک نشہ آور جز دبنا دیا، اس سے صاف یہ نتیجہ نکلتا ہو کہ مسلمانون نے باطنیون سے اس عقیدہ کو سیکھا، اس تاریخی قرینے کے ساتھ اگر امور ذیل کا لحاظ رکھا جائے تو یہ قرینہ اور بھی قوی ہو جاتا ہی،

(۱) یونانی فلسفہ اگرچہ دنیاے اسلام مین پھیل گیا تھا، لیکن وہ ایک چھوٹی سی علمی جماعت تک محدود تھا، اسلئے تمام دنیاے اسلام مین اوس کا اثر نہین قائم ہوسکتا تھا،

(۲) ہندون مین وحدت الوجود کا قائل صرف ایک فرقہ تھا جس کی تعداد محدود تھی، اس کے ساتھ ہند مغلوب و محکوم تھے، اور ایک مغلوب و محدود فرقے کا اثر تمام دنیاے اسلام مین نہین پھیل سکتا تھا، بلکہ ظن غالب تو یہ ہو کہ خود ہندؤن نے ملتان مین باطنیون ہی سے اس عقیدے کو اخذ کیا،

(۳) باطنیہ ابتدا ہی سے ایک پولٹیکل طاقت بنکر تمام دنیاے اسلام مین پھیل گئے تھے، اور خیالات کی عام اشاعت صرف سیاسی اور فوجی طاقت سے ہوسکتی ہے،

(۴) باطنیہ مذہبًا بالکل دہری تھے، قدم عالم کے قائل تھے، نبوت اور شریعت کے منکر تھے، اور تمام محرمات شرعیہ کو مباح سمجھتے تھے، اور یہ تمام مقاصد صرف ایک مسئلہ وحدت الوجود سے حاصل ہوسکتے تھے، اسلئے اونھون نے اسی کو اپنے مذہب کا محور قرار دیا،

اسلام مین اس عقیدہ کی اشاعت کے اسباب، اسلام مین یہ عقیدہ پیدا ہوا تو تصوف کا اصول موضوعہ بنگیا، اور

[1] ملل ونحل شہرستانی تذکرہ باطنیہ،

اوس کی اشاعت کے مختلف اسباب پیدا ہو گئے، چنانچہ مجدد الف ثانی اپنے مکتوبات مین لکھتے ہین،

اکثر ابنا ے اینوقت بعضے بتقلید و بعضے بمجرد علم و بعضے دیگر بعلم ممتزج بذوق ولونی انجلہ و بعضے بالحاد و زندقہ دست بدامن این توحید وجودی زدہ اند وہمہ را از حق میدانند بلکہ حق میدانند وگردنہاے خود را از ربقہ تکلیف شرعی بالحیلہ میکشایند و مداہنات در احکام شرعیہ مینمایند و باین معاملہ خوشوقت وخرسند دانیان او امر شرعیہ را اگر اعتراف دارند طفیلے میدانند، مقصود اصلی ورا ے شریعت خیال میکنند حاشا و کلا ثم حاشا و کلا نعوذ باللہ سبحانہ من ہذا الاعتقاد السوء[1]،

اسی مکتوب مین ایک دوسرے موقع پر لکھتے ہین،

ودرین زمان بسیارے ازین طائفہ کہ بزی صوفیان خود را واہنمایند توحید وجودی را شائع ساختہ اند وبازار کاسد خود را باین تخیلات رائج داشتہ اند،

ان ملاحدہ، زنادقہ، عوام، مقلدین، اور کم پایہ صوفیون کے علاوہ خواص کا ایک گروہ بھی اس ام مین گرفتار تھا، اور اوس کی نسبت اگر بدگمانی سے کام لیا جائے تو یہ کہا جاسکتا ہو کہ جس طرح خواص کے عقائد وخیالات کا اثر عوام پر پڑتا ہی، اوسی طرح کبھی کبھی خواص بھی عوام کے عقائد وخیالات سے متاثر ہوجاتے ہین، لیکن مجدد الف ثانی اوس کی نسبت حسن ظن سے کام لیتے ہین، اور فرماتے ہین،

بعضے را کثرت مراقبات توحید بر این احکام می آرد، وبعضے دیگر را علم توحید و تکرار آن نوعے از ذوق بآن احکام می بخشد، وبعضے دیگر را منشار این احکام غلبۂ محبت است کہ بواسطۂ استیلاے حب محبوب غیر محبوب از نظر محب منحجز و جز محبوب ہیچ نمی بیند نہ آن کہ در نفس الامر غیر محبوب ہیچ نیست[2]،

انہی خواص کے گروہ مین بعض لوگون نے ذوق، مراقبہ اور محبت کے علاوہ اس مسئلہ پر فلسفیانہ حیثیت سے بھی بحث کی ہو، اور اہل ظاہر، متکلمین، حکما، سوفسطائیہ اور دہریہ نے وجود باری کے

---

[1] مکتوبات مجدد الف ثانی صفحہ ۹۵ مکتوب ۴۳، [2] ر صفحہ ۴۴ مکتوب ۳۱،

متعلق جو خیالات ظاہر کئے ہین، اون سب پر اِس عقیدہ کو ترجیح دی ہو، اور اِس کے ذریعہ سے تمام اشکالات وجود کو حل کیا ہو، چنانچہ ہم اِس موقع پر اون کے ترجیحی دلائل کا خلاصہ درج کرتے ہین،

(۱) دنیا کی ہر چیز بے شبہہ موجود ومعلوم ہو، لیکن اوس کا وجود انتزاعی ہو، جس طرح چار سے زوجیت کا انتزاع کیا جاسکتا ہو، اوسی طرح وجود باری سے زید وبکر کا وجود منتزع ہو، لیکن کسی چیز کے معلوم ومحسوس ہونے سے یہ لازم نہین آتا کہ وہ موجود بھی ہو، ایک پیاسے کو سراب پانی کی شکل مین نظر آتا ہو، حالانکہ وہ پانی نہین ہوتا، بعینہ اسی طرح اہل تصوف کے نزدیک دنیا ایک سراب ہو،

(۲) حکما و متکلمین کے نزدیک موجودات کے تین درجے ہین، ادنیٰ، متوسط، اعلیٰ، ادنیٰ درجہ کا موجود وہ ہو جس کا وجود غیر کی وجہ سے ہو، جیسے ممکنات کا وجود، متوسط درجہ کا موجود وہ ہو جس کا وجود خود اپنی وجہ سے ہو جیسے اشاعرہ کے نزدیک خدا کا وجود، اعلیٰ درجہ کا موجود وہ ہو جس کا وجود خود عین ذات ہو جیسے حکما اور محققین متکلمین کے نزدیک خدا کا وجود، لیکن اگر وجود کو صرف خدا کی ذات مین محدود کر دیا جائے، اور اوس کو تمام عالم کے وجود کا منشار انتزاع قرار دیا جائے تو اوس کا وجود اور بھی اعلیٰ واشرف ہوجاتا ہو، مثلاً زید کا وجود جو جسم نامی، حساس متحرک بالارادہ، ناطق اور ضاحک کا منشار انتزاع ہو، اِن تمام چیزون سے اشرف واعلیٰ

(۳) حکما وعقلار نے موجودات کے متعلق جو غلطیان کی ہین اون کو طفلانہ ہوس پرستی نہین قرار دیا جاسکتا، بلکہ اس کی کوئی معقول وجہ قائم کرنی چاہیے، اور یہ وجہ اوسی وقت قائم ہوسکتی ہو، جب وجود کو ذات خداوندی مین محدود کرکے اوس کو تمام موجودات کا منشار انتزاع قرار دیا جائے، مثلاً سوفسطائیہ اِس حد تک صحیح کہتے ہین کہ دنیا مین کوئی چیز حقیقی وجود نہین رکھتی، لیکن اوسی کے ساتھ اونھون نے تمام موجودات کے حقیقی منشار انتزاع کو بھی نظر انداز کردیا، اسلیئے کلیتہً تمام موجودات کے منکر ہوکر عالم کو غلطی سے صرف خیالی چیز کہنے لگے، اِس کے برعکس دہریون نے صرف موجودات خارجی پر نظر ڈالی، اور اون کے وجود کی نوعیت سے قطع نظر کرلی، اور موجودات کو صرف ممکنات مین محدود کردیا، مشبہہ نے وجود باری کے

صرف ایک روشن ترین مظہر یعنی جسم کو دیکھا اسلئے اوس کو بھی غلطی سے جسمانی قرار دے لیا، متکلمین نے ممکن اور واجب دونوں کو پیش نظر رکھا، لیکن وجہ انتزاع سے غافل ہوگئے، اور دونوں کو مستقل وجود قرار دے لیا لیکن ان غلطیوں کا سبب صرف اوسی وقت پیدا ہو سکتا ہو جب وجود کو ایک ذات میں محدود تسلیم کر لیا جائے ورنہ اگر متفاوت الدرجہ مستقل موجودات تسلیم کر لیئے جائیں تو حماقت کے سوا ان غلطیوں کا کوئی سبب نہیں قرار دیا جا سکتا،

(۴) حکما کے نزدیک چونکہ خدا کا تعطل محال تھا، اسلئے وہ قدم عالم کے قائل ہو گئے، لیکن صوفیہ کے نزدیک چونکہ ممکنات کی ایجاد بھی خدائے وجود کا ظہور اور اوس کی تجلی ہے، اسلئے ازل میں کوئی ایسی آن نہیں نکل سکتی جس میں خدا کی کوئی شان یا کوئی تجلی نمایاں نہ ہو، خدا خود کہتا ہی "کل یوم ہو فی شان" اگرچہ یہ تجلی صرف علمی تجلی ہے، لیکن یہ بھی ایک عالم ہی، اور اسلئے خدا کسی حالت میں معطل نہیں رہ سکتا،

(۵) اس عقیدہ کے رو سے رویت باری کا مسئلہ بھی آسانی کے ساتھ حل ہو جاتا ہی، کیونکہ جس شخص نے سراب کو دیکھا ہی اوس کی نگاہ لازمی طور پر ہوا پر بھی پڑی ہی تاہم جب تک ہوا سراب کی صورت میں نمایان نہ ہو اور قوت باصرہ کو علم کا درجہ نہ حاصل ہو جائے اوس کی رویت نہیں ہو سکتی، اور یہ درجہ اس دنیا میں صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب یہ خواہش کی تو اون کو جواب ملا "لن ترانی"

(۶) وجود باری کی تجلیات غیر متناہی ہیں جن میں بعض خاص اور بعض عام ہیں، معراج میں ورنج اور بہشت کی صورت میں اوس کی جو تجلیات نمایان ہوئی تھیں، رسول اللہ صلعم کے ساتھ مخصوص تھیں اور آخرت میں اوس کی عام تجلی ظاہر ہوگی،

اہل ظاہر کی مخالفت کے اسباب، شریعت علم و عمل دونوں کے مجموعے کا نام ہی، لیکن مسئلۂ وحدت الوجود کی وجہ سے

---

[1] رسالہ قلمی میر محمد ہاشم، وحدت الوجود پر بہت سے صوفیانہ رسالے لکھے گئے، لیکن ان میں اکثر غیر مفہوم ہیں،

اوس کا عملی حصہ بالکل بیکار ہو جاتا ہے، اور انسان کی سعادت صرف حقیقت شناسی اور کمال عرفان مین محدود ہو جاتی ہی، چنانچہ صاحب دبستان المذاہب نے جہان اِس عقیدے کا ذکر کیا ہو وہان لکھا ہی،

طاعت و عبادت بغاعت اوہام است، و درکات جہنم و طبقات بہشت و رجعت و تناسخ و جزاے کردار ہمہ خیالات است،

و ایشان را عقیدہ آنست کہ ریاضت براے آنست تا بر سالک معلوم گردد کہ جہان نمود بے بود است، و موجود حقیقی خداست و جز او ہر چہ ہست خیال است کہ از دست کرنی الحقیقت وجود ندارد، نیاز بریاضت ہم نباشد و کمال دران دانند کہ از ریاضت ہم گذرد چہ آن طلب است و تا در طلب است خود را نشناختہ چہ خود عین ذات الٰہی است،

چنانچہ اسلام مین جن لوگون نے اِس عقیدہ کی پیروی کی وہ فرائض و عبادات کی پابندی سے بالکل آزاد ہوگئے، اور جیساکہ ہم مجدد الف ثانی کی عبارت اوپر نقل کر آئے ہین، اون کو شریعت کی پابندیون سے نجات حاصل کرنے کا یہ ایک عمدہ ذریعہ ہاتھ آگیا، اہل ظاہر کی مخالفت یہین سے شروع ہوتی ہی، اور وہ عملی حیثیت سے اِس عقیدہ کو گمراہی و ضلالت کا سب سے بڑا سرچشمہ خیال کرتے ہین، چنانچہ علامہ ابن تیمیہ الرد علی المنطق مین لکھتے ہین،

نفس مین دو قوتین ہین، ایک قوت علمیہ نظریہ، اور دوسری قوت ارادیہ عملیہ اسلئے اوس کی دونون قوتون کی تکمیل خدا کی معرفت اور خدا کی عبادت سے ہونی چاہیے، لیکن یہ لوگ عبادات، کا مقصد نفس کے اخلاق کی اصلاح قرار دیتے ہین، تاکہ وہ اوس علم کے لیے تیار ہو جائے جس کو یہ لوگ نفس کا کمال خیال کرتے ہین، یا اوس کا مقصد اصلاح منزل اور اصلاح مدن قرار دیتے ہین جو حکمت عملی مین داخل ہی، اِس بنا پر وہ عبادات کو علم کا صرف وسیلہ خیال کرتے ہین، اسلئے جس شخص نے اِس مقصد کو حاصل کر لیا اوس سے عبادات کو ساقط کر دیتے ہین، جیساکہ

اسمٰعیلیہ، اور اون لوگون کا خیال ہو جو اس اتحاد مین شریک ہین، اور صوفیہ کی طرف منسوب ہین[1]،

اس اتحاد اور بیدینی کے ساتھ اسی شرک کی بعض قسمین بھی پیدا ہوتی ہین، اور قبر پرستی وغیرہ کے لئے ایک حیلہ ہات آجاتا ہی، چنانچہ علامۂ موصوف اسی کتاب مین لکھتے ہین،

قرامطہ، اور ملاحدہ باطنیہ، اور وہ جہال جو صوفیہ اور متکلمین مین داخل ہوگئے ہین مثلاً اہل وحدت[2] وغیرہ، وہ شفاعت کو اس بات پر مبنی سمجھتے ہین کہ خدا اپنی مشیت اور قدرت سے کچھ نہین کرتا، وہ جزئیات کا عالم نہین، اور عالم مین کسی قسم کا تغیر نہین پیدا کرسکتا، بلکہ عالم اوس کا ایک فیض ہی جو بغیر اوس کی مشیت، اوس کی قدرت اور اوس کے علم کے پہونچا ہی، اس بنا پر جب ایک طالب شفاعت جواہر عالیہ مثلاً عقول، نفوس، ستارے، چاند، سورج یا بعض صلحا کے نفوس کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اوس کے ساتھ تعلق پیدا کرتا ہی، تو جب اون پر فیضان الٰہی ہوتا ہی، تو اوس شفیع کے ذریعہ سے اس طالب شفاعت کو بھی یہ فیضان پہونچ جاتا ہی، مثلاً سورج جب آئینہ پر چمکتا ہو تو آئینہ کی شعاعین منعکس ہوکر دوسرے مقام پر پڑتی ہین، اور وہ اوس سے چمک اوٹھتا ہی،

یہی وجہ ہو کہ یہ لوگ قبرون کے پاس یا قبرون کے علاوہ دوسرے مقامات پر دعاے موتی کو جائز سمجھتے ہین، اون کی طرف متوجہ ہوتے ہین، اور اون سے زیادہ کرتے ہین، اور یہ معلوم ہو کہ شفعاء کے بارے مین جو کچھ یہ لوگ کہتے ہین، اوس کی وجہ سے جو کفر لازم آتا ہی وہ مشرکین عرب کے کفر سے بھی بڑا ہی[3]،

اس عقیدہ کی بنا پر وحدت صرف ایک ذات مین محدود ہوجاتی ہی، اور انسان صرف ایک لفظ "اللہ" کا ورد کرنے لگتا ہی، بعض صوفیہ یہ لفظ بھی نہین بولتے بلکہ اس کو اسم ضمیر "غیبی" ہو سے تعبیر کرتے ہین، چنانچہ صاحب فصوص نے ایک مستقل کتاب ہی لکھی ہی جس کا نام کتاب ہو ہی، لیکن علامہ موصوف کے نزدیک ذکر و فکر کا یہ طریقہ بھی خلاف سنت ہی، چنانچہ اپنے مجموعہ فتاوی مین لکھتے ہین،

[1] الرد علی المنطق صفحہ ۱۴۲-۱۴۳، [2] ایضاً، [3] صفحہ ۹۵-۹۶،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً ثابت ہو کہ افضل ترین ذکر لا الہ الا اللہ، اور افضل ترین دعا الحمد للہ ہو، اوجس شخص نے یہ خیال کیا کہ یہ عوام کا ذکر ہو، خواص کا ذکر اسم مفرد اور اخص الخواص کا ذکر اسم مضمر ہو، تو یہ لوگ گمراہ ہین، اور غلطی مین پڑے ہوئے ہین، اور بعض لوگون کی یہ دلیل کہ خدا خود کہتا ہو "قل اللہ ثم ذرہم فی خوضہم یلعبون" کہہ خدا، پھر اون لوگون کو چھوڑ دے کہ اپنے خوض مین کھیلتے رہین، ان لوگون کی بدیہی غلطی ہو، کیونکہ اسم خود استفہام کے جواب مین مذکور ہے، اور وہ خدا کا یہ قول ہو" قل من انزل الکتاب الذی جاء بہ موسی نوراً و ہدی للناس" اس قول تک قل اللہ یعنی اللہ وہ ہو جس نے اوس کتاب کو اوتارا جس کو موسیٰ لائے پس اسم مبتدا ہے، اور اوس کی خبر پر استفہام نے دلالت کر دی ہو، لیکن اسم مفرد چاہے مظہر ہو یا مضمر نہ وہ کلام تام ہو، نہ جملہ مفیدہ، نہ اوس کے ساتھ ایمان کا تعلق ہو، نہ کفر کا، نہ امر کا، نہ نہی کا، اوس سے قلب کو نہ کوئی معرفت مفیدہ حاصل ہو سکتی ہو نہ کوئی مفید حالت، بلکہ تصور مطلق حاصل ہوتا ہو جس پر قلب نفی و اثبات کسی چیز کا حکم نہین لگاتا، اور جن لوگون نے اس ذکر پر مواظبت کی اون مین بعض الحاد و اتحاد مین مبتلا ہو گئے۔

جمع بین الحقیقۃ والشریعۃ اگرچہ عام طور پر تمام صوفیہ توحید وجودی کے نشے مین سرشار ہین، لیکن حضرت مجدد الف ثانی توحید شہودی کے قائل ہین، اور اس کو عقل اور شریعت کے موافق اور توحید وجودی کو ان دونون کے مخالف سمجھتے ہین، چنانچہ اپنے ایک مکتوب مین لکھتے ہین،

پس توحید وجودی کہ نفی ماسوائے ایک ذات است تعالیٰ و تقدس با عقل و شرع در جنگ است بخلاف شہودی کہ در یکے دیدن ہیچ مخالفت نیست مثلاً در وقت طلوع آفتاب ستارہ ہا را نفی کردن و معدوم دانستن مخالف واقع است اما ستارہ ہا در آن وقت نا دیدن ہیچ مخالفت نیست بلکہ آن نا دیدن بواسطہ غلبۂ ظہور نور آفتاب است و ضعف بصر رائی اگر بصر رائی بنور رجحان آفتاب مکحل شود و قوت پیدا کند ستارہ ہا را از آفتاب جدا بیند و این دید در حق الیقین است،

حضرت مجدد الف ثانی کے نزدیک توحید شہودی کے بغیر فنا کا درجہ حاصل نہین ہو سکتا چنانچہ اسی مکتوب مین لکھتے

توحید شہودی از ضروریات این راہ است چہ فنا بے این توحید متحقق نمیشود و عین الیقین بے آن میسر نمی شود

زیراکہ سطوت یکے باستیلا او مستلزم عدم رویت ماسوائے اوست،

لیکن علامہ ابن تیمیہ کے نزدیک فنا کا یہ درجہ بھی نقص سے خالی نہین چنانچہ اپنے فتاوے مین ایک موقع پر لکھتے ہین

فنا کی دوسری قسم یہ ہے کہ شہود ماسوا سے فنا ہو اور فنا کا یہ درجہ بہت سے سالکون کو اسلئے حاصل ہو جاتا ہے کہ اونکا دل خدا کے ذکر خدا کی عبادت، اور خدا کی محبت کی طرف شدت سے کھنچ جاتا ہے، اور اونکے قلب مین یہ قوت نہین ہوتی کہ غیر معبود کو دیکھ سکے، اور غیر مقصود پر نگاہ ڈال سکے، اونکے دل مین خدا کے سوا کوئی چیز نہین کھٹکتی، یہی وہ مقام ہے جہان ایک قوم کے قدم ڈگمگا گئے ہین، اور اون لوگون نے خیال کر لیا ہے کہ یہ اتحاد ہے اور عاشق و معشوق متحد ہوگئے ہین یہان تک کہ اونکے وجود مین کوئی فرق باقی نہین رہا ہے لیکن یہ غلطی ہے، خالق کے ساتھ کوئی چیز متحد نہین ہوسکتی بلکہ کوئی چیز دوسری چیز سے اوس وقت تک متحد نہین ہوسکتی جبتک وہ دونون بدل نجائین، اور اونکے اتحاد سے تیسری چیز نہ پیدا ہو جائے جیسا کہ دودھ پانی اور پانی اور شراب متحد ہو جاتے ہین، البتہ مراد محبوب اور مکروہ متحد ہو سکتے ہین، اور اونکے ارادہ اور کراہت مین اتفاق ہوسکتا ہے، اسلئے جس چیز کو ایک محبوب رکھتا ہے دوسرا بھی اوسکو محبوب رکھ سکتا ہے جس چیز کو یہ مبغوض رکھتا ہے، دوسرا بھی اوسکو مبغوض رکھ سکتا ہے لیکن اس قسم کی فنا نقص سے خالی نہین اور اکابر اولیاء مثلاً حضرت ابوبکر صدیق رضی حضرت عمر بن الخطاب رضی اور سابقین اولین مہاجرین انصار بھی اس فنا مین نہین پڑے چہ جائیکہ انبیاء، یہ درجہ صحابہ کے بعد پیدا ہوا، اسی طرح جن چیزون سے عقل و تمیز گم ہو جاتی ہے وہ دور صحابہ کے بعد پیدا ہوئین صحابہ کرام احوال ایمانیہ مین اس سے کامل تر، اس سے قوی تر، اس سے مستحکم تر تھے، کہ اون کی عقلین گم ہو جائین، یا اون پر غشی بیہوشی یا نشے کی حالت طاری ہو جائے، ان چیزون کی ابتدا دور تابعین مین عباد بصرہ سے ہوئی[1]،

ان تمام اقوال سے ثابت ہوتا ہے کہ توحید وجودی خود بعض محققین صوفیہ کے نزدیک عقل اور شریعت کے مخالف ہے، توحید شہودی بے شبہہ اون کے نزدیک ایک بے داغ چیز ہے لیکن اہل ظاہر اس پر بھی راضی نہین ہوسکتے،

---

[1] فتاوی ابن تیمیہ جلد دوم صفحہ ۲۳۰،

دوسرا نایاب دیوان
طالب آملی

از جناب مولنا حبیب الرحمن خان حسرت شروانی، صدر الصدور دولت آصفیہ،

طالب آملی دربار جہانگیری کا ملک الشعرا تھا، اس کا کلام عام طور پر نایاب ہی، مجھکو اس کے دیوان کے دو نسخے ملے، ایک ابتداءً دلی سے، یہ نسخہ معمولی خط کا بہت غلط ہی، مگر اکثر جگہ غلطی سمجھ مین آجاتی ہی، کثرت کلام کے لحاظ سے قابل قدر ہے،

دوسرا نسخہ لکھنؤ سے دستیاب ہوا، اہتمام تحریر کے لحاظ سے نادر ہے، مین یہین تک اسکی قدر کرتا تھا مرحوم علامہ شبلی نے طلب فرما کر عرصہ تک زیر مطالعہ رکھا، ان کی جوہر شناس نظر نے اس کا خاص جوہر پرکھا ع قدر جوہر شاہ داند یا بداند جوہری ؛ واپس فرمایا تو لکھا کہ یہ نسخہ خود طالب آملی کی تحریر سے مزین ہی، مین نے بھی اسے خیال سے دیکھا تو علامہ کی رائے کو صحیح پایا، دلائل حسب ذیل ہین،

اس نسخہ کے کاتب نے اپنا نام میرزا جان اجمیری لکھا ہی، سنہ کتابت نہین لکھا، عموماً قصائد وغیرہ کے عنوان اصل کاتب نے نہین لکھے، جابجا خصوصاً غیر مانوس ردیفون کے موقع پر متن مین ایک غزل دو غزل کے انداز سے بیاض چھوٹی ہوئی ہے، اصل کاتب کی تحریر باستثنا آخر کی چند رباعیون کے پختہ نستعلیق ہے، جو عنوان قصائد کے خالی ہین ان کے عنوان، بعض رباعیون کے عنوان، ان بیاضون مین (جو اصل کاتب نے چھوڑ ین) بعض غزلین ایک اور قلم کی لکھی ہوئی ہین جو اصل کاتب کے قلم سے صاف طور پر ممتاز ہی، قصائد کے عنوان اس نہج سے لکھے گئے ہین کہ یہ واضح ہوتا ہی کہ کاتب ممدوح کا ہمعصر اور متوسل ہی، مثلاً طالب کے مربی میرزا غازی ترخان (امیر جہانگیری) کی شان مین جو قصائد ہین ان کے عنوانون مین کسی جگہ سرخ روشنائی سے تحریر

"مدح مرحومی میرزا غازی ترخان" - ایک جگہ لکھا ہی، "در مدح نواب مرحومی غازی ترخان"، جہانگیر بادشاہ کی مدح کے ایک قصیدہ کا عنوان ہی، "در مدح حضرت ظل الٰہی مدالله ظلہ"، ایک اور قصیدہ کا عنوان "بمدح مدظلہ" اعتماد الدولہ وزیر جہانگیر طالب کا رشتہ دار تھا، اس کی مدح کے قصیدہ کا عنوان ہی، "در مدح نواب قبلہ گاہی ام اعتماد الدولہ العلیہ مدظلہ" دوسرے قصیدہ کا عنوان ہی "بمدح مدظلہ" نورجہان کے ایک مدحیہ قصیدہ کا عنوان ہی "در مدح مہد علیا نور محل بیگم گفتہ شد" علیٰ ہذا القیاس -

ان عنوانون سے معاصرت اور تعلق دونون ثابت ہوئے ہونگے، نورجہان کی مدح کے قصیدے کا عنوان اس وقت لکھا گیا جب تک وہ نور محل تھی نورجہان نہوئی تھی، یہ تمام عبارتین سرخ قلم سے ایک ہاتھ کی لکھی ہوئی ہین، ایک اور خصوصیت ہی، بعض ردیفون کی تکمیل اسی قلم سے ان بیاضون مین ہی جو کاتب نے چھوڑ دی تھین معلوم ہوا کہ اصل کاتب کو یہ غزل نہ ملی تھی یا موزون نہوئی تھی، اور اس کے انتظار مین یہ بیاض چھوڑی گئی تھی، اسی قلم سے جابجا اصلاحین ہین، اصلاح کی بحث تفصیل سے آگے آتی ہی،

سوال یہ پیدا ہوتا ہی کہ خط و قلم کس کا ہی، جواب قطعی یہ ہے کہ خود طالب املی کا کیونکہ اس وجہ سے کہ حاشیہ پر جابجا نیز متن مین اسی قلم کا لکھا ہوا طالب کا کلام ہے جس پر لکھا ہی "سراقمہ"، معلوم ہوا کہ قائل کلام و راقم کلام ایک ہی ہی، اور یہ مانی ہوئی اصطلاح ہی، ان غزلون کے مقطعون مین لفظ "طالب" کی شان تحریر عموماً یہ ہے "طالب" دوسری دلیل یہ ہی کہ بہت سی اصلاحین اسی قلم کی ایسی ہین جو تصحیح کتابت نہین بلکہ اصلاح کلام ہین، معلوم ہوا کہ خود طالب نے اپنے کلام مین اصلاحین نظر ثانی کے وقت کی ہین، ان دلائل کی بنیاد پر یہ کہنا بجا ہی کہ یہ دیوان بطور بیاض کے خود طالب کے لئے لکھا گیا تھا، جو اس کے پاس رہا اور وقتاً فوقتاً اس کے قلم سے فیضیاب ہوتا رہا، ۱۰۲۰ ایسے نسخہ پر ہر کتب خانہ فخر کر سکتا ہی، میرے کتب خانہ کو یہ سرمایہ فخر علامہ شبلی مرحوم کی

جوہر شناس نظر کے فیض سے حاصل ہوا، رحمہ اللہ تعالیٰ،

طالب کا خط پختہ شفیعہ ہی اور قلم باریک،

اصلاحین، اصلاحین بجائے خود سرمایۂ ندرت ہین، بعض تو محض کتابت کی تصحیح ہین کہین کاتب سے لفظ چھوٹ گیا تھا، اضافہ کر دیا ہی کہین لفظ غلط لکھ گیا تھا کاٹ کر صحیح کر دیا ہی، کہین مصرعے رد و بدل ہو گئے تھے وہان خط کھینچکر ایک شعر کے دونون مصرعون کو مربوط کر دیا ہی، علیٰ ہذا القیاس، قابل دید وہ اصلاحین ہین جو کلام مین کی گئی ہین، ان اصلاحون نے پایۂ کلام بلند سے بلند تر کر دیا ہی، اس سے طالب کی قوت طبع کا اندازہ ہوتا ہی، مثالاً دو چار نمونے ملاحظہ ہون،

ایک قطعہ ہی جس کا قافیہ ہی تاجداری، خاکساری، اسکا ایک شعر ہے،

تپِ غیرتم سوخت یاران چہ سازم　　　بلائی است در آدمی جزو ناری

ایک دو بار پڑھکر دیکھیے کہ کہین جوڑ بند ڈھیلے تو نہین، اب اصلاح دیکھئے، مصرع اول ع تپِ غیرتم درعرق دار د آرے، اندازہ کیجیے، گرمیٔ کلام کس درجہ پر پہنچ گئی، تپ کے واسطے عرق مصرع جوئے بلاغت مین غوطہ کھا کر نکھر گیا،

ایک اور شعر ہے

دستِ ہوس قوی شدہ درکشورِ وجود　　　ترسم کہ عیش رخنہ بناموس غم کند

اول مصرع مین اصلاح ہوئی، ع دستِ ہوس قوی شدہ بازوئے دل ضعیف، ایک بار غیر اصلاحی مصرعہ کو کرر پڑھکر اصلاح شدہ سے مقابلہ کیجیے، کڑی کمان کا زور محسوس ہونے لگیگا،

تیسرا شعر ہے

چنان گداختہ جوشِ خیال طالب را　　　کہ موبمو شدہ چون طبع خویشتن نازک

اصلاح مین، طبع کا لفظ فکر سے بدل دیا گیا، نزاکت فکر و اد طلب،

چوتھا شعر ؎

گردید آبِ دیدۂ طالب چمن شناس | زین پس حرام گشت بہ شبنم وضوئی گل

مصرع اول مین اصلاح ہوئی بجائے "گردید" کے "شد باز"، اب مصرع یہ ہے، ؎ شد باز آبِ دیدۂ طالب چمن شناس، غور کیجئے مضمون مین کس قدر وسعت پیدا ہوگئی، گردید سے یہ مفہوم ہوتا تھا کہ آبِ دیدہ اول مرتبہ چمن شناس ہورہا ہے، اور آغاز گریہ زاری ہے، "باز شد" سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ پہلے بھی یہ چشمہ روان رہ چکا ہے، درمیان مین خزان تھی تو رک گیا تھا بہار آئی تو پھر جاری ہوا، جب رکا ہوا تھا تو مجبوراً پھول شبنم سے وضو کرتے تھے، اب روانی آگئی تو دارالافتائے محبت سے فتویٰ جاری ہوا کہ آب آمد تیمم برخاست، ا، کثیر کے ہوتے ہوئے اِس سے پیاس کیون بجھائی جائے، لہٰذا روانی آب کے لیے "باز شد" درست، اگر آپ "چمن شناس" "باز شد"، "وضوئے گل" "شبنم" اِن الفاظ پر فرداً فرداً دوبارہ بحیثیت مجموعی غور کرینگے تو پورے مضمون کی تصویر آنکھون کے سامنے آجائیگی، اب طالب کی دو غزلین پوری سن لیجئے، اِس کے بعد طالب رخصت ہوتا ہون،

علامہ **شبلی** نے طرز طالب کی خصوصیت حسب ذیل الفاظ مین بیان فرمائی ہے "ندرت تشبیہ ولطف استعارہ" میرا خیال ہے کہ "سرخوشی ونزاکت" (جو دربار جہانگیر و نورجہان کا طرۂ امتیاز تھی) کلام طالب کی شان امتیاز ہے، دیکھو عرفی وطالب دونون کشمیر دیکھتے ہین، اس کی روح پرور ہوا، اور رنگ بہار سے متاثر ہوتے ہین، وہی خیال الفاظ شعر مین تراوش کرتا ہے، عرفی کہتا ہے ؎

ہر سوختہ جانیکہ بکشمیر در آید | گر مرغ کباب است کہ با بال وپر آید

طالب زمزمہ سنج ہوتا ہے ؎

فیض پیالہ بخشد آب وہوائے کشمیر | از خشتِ خُم نہادند گویا بنائے کشمیر

دو غزلین سنانی تھین مضمون مین مضمون پیدا ہوگیا، اِن غزلون مین طالب کا اصلی رنگ صاف نمایان ہے

غزل

بہار آمد کہ گردد جسم و جان مست — شود دل مست چون بلبل زبان مست

بہار آمد کہ از بوئے گل و مے — زمین بیہوش گردد آسمان مست

چرا مستانہ می غلطد بہر سوے — بجد و ل نیست گر آب روان مست

ازان پیمانہ کامد اوّلین دور — زکم ظرفی شدم از بوئے آن مست

نشد تغییر در کیفیتم ہیچ — ہمان مستم ہمان مستم ہمان مست

زمانے نیست کز گلبانگ شوقم — نیفتد بلبلے از آشیان مست

چو بر مستان نباشد ہیچ تکلیف — چرا طالب نباشم جاودان مست

مقطع سے اوپر کا شعر کس قدر نادر اور بلیغ ہی، بلبل کے مست کرنے کے واسطے جو نوا ہی وہ بھی گلبانگ ہی، نظیری نے بھی اس مضمون کو لیا ہی مگر اپنے رنگ مین ؎

غزل دیگر

بزیر شاخ گل افعی گزیدہ بلبل را — نواگران نخوردہ گزند را چہ خبر

کرشمہ نازک و لب نازک و سخن نازک — ز فرق تا بقدم ہمچو طبع من نازک

کسیکہ دیدہ بناگوش او شبے در خواب — نیایدش بنظر برگ یاسمن نازک

بعہد نازکی لالہ زار عارض او — گمان مبر کہ گلے رویداز چمن نازک

ہزار سوزن اتنکم فزود بر مژگان — کسے کہ بہ تن او دوخت پیرہن نازک

فغان کہ از گل و آب صنم نمی جوشد — کرشمہ کہ شود طبع برہمن نازک

مگر ز غمزۂ شیرین بہ تیشہ داد الماس — کہ لوح فتنہ تراشید کوہکن نازک

چنان گداختہ جوش خیال طالب را — کہ مو بمو شدہ چون فکر خویشتن نازک

دیکھنا پانچوین شعر مین کتنی دور کی بات کہہ گیا۔ والسّلام بالکرام

"ماہیت اشیاء"

"نظریۂ اضافیت"

"جرمنی کے پروفیسر آئنسٹین کا مشہور و معروف نظریہ اور اسکا مختصر حال"

از

جناب مولوی محمد نصیر احمد صاحب ایم۔اے۔بی۔ایس سی، مددگار پروفیسر طبیعیات جامعۂ عثمانیہ

سولہ برس ہوئے کہ جرمنی کے پروفیسر آئنسٹین نے ایک نئے نظریہ کی بنیاد ڈالی جس کا موضوع اشیاء کی ماہیت تھی۔ اس نظریہ کی نسبت لوگون کا یہ خیال تھا اور شاید اب بھی ہو کہ وہ نیوٹن اور اقلیدس کے بنا کردہ نظام کو باطل قرار دیتا ہے، پروفیسر موصوف کا اس وقت یہ قول تھا کہ اس مسئلہ کا طرز بیان ہی کچھ ایسا نرالا اور عام طرز بیان سے اس قدر مختلف تھا کہ ماہرین فن مین سے شاید بارہ ہی نفوس اس کی تہ کو پہنچ سکے اور اس کی حقیقی قدر و منزلت کر سکے،

آئنسٹین کے اس نئے نظریۂ اضافیت مین مکان، زمان، تجاذب کی مناسبت سے بحث کی گئی ہے، مشہور انگریزی عالم سائنس سر اسحٰق نیوٹن کے وقت سے اب تک علوم طبیعیات مین جو ترقیان ہوئی ہین ان مین یہ نظریہ عظیم ترین ترقی سے موسوم کیا گیا ہے، کیونکہ طبیعیات کی بنیاد جن چیزون پر ہے وہی اس کا موضوع ہین، اخبارات و رسائل نے اس نظریہ کو انقلاب انگیز قرار دیا، لوگون کی نظرین اسی لئے اس کی طرف اٹھ گئین اور زیادہ دلچسپی کا سب سے بڑا سبب اس لئے ہوا کہ ان اخبارات کے بیان کے مطابق دنیا مین صرف بارہ اشخاص اس نئے نظریہ کو کماحقہ سمجھ سکے ہین، اس نئے نظریہ کی جتنی شرحین لکھی گئین ان سے بارہ نفوس کے اس محدود دائرہ مین چندان وسعت پیدا نہین ہوئی،

شروع شروع مین اگر ناظرین کو اس نظریے کے سمجھنے مین دقت ہو تو ذرا صبر سے کام لین، بہت جلد قطعی طور پر یہ بتلانے کی کوشش کیجائیگی کہ نظریہ اضافیت کیا ہی، اور اس سے کیا نتائج پیدا ہوتے ہین لیکن چونکہ یہ مضمون کسی قدر نامانوس ہی خصوصًا ہندوستان کی مشترک زبان (اُردو) کے جاننے والون کے لیئے، اس لئے افہام مطلب کے لیئے مزید تمہید کی ضرورت ہی،

جب ہم کسی واقعہ یا مظہر قدرت کی توجیہ کرنا چاہتے ہین، تو یہ توجیہ چار حصون پر منقسم ہوجاتی ہے، سب سے پہلے ہم یہ معلوم کرنا چاہتے ہین کہ وہ واقعہ **کب** وقوع مین آیا، اس کی کیا **کیفیت** تھی، اس کی **ماہیت** کیا ہی، اور پھر ایسا **کیون** ہوتا ہی، مضمون کے سمجھنے مین سہولت پیدا کرنے کی غرض سے ہم نظریہ کی "کیفیت" پر زیادہ زور نہین دینگے، بلکہ "کیا، اور "کیون" کا زیادہ لحاظ رکھینگے، اور درحقیقت جب ہم اس امر پر غور کرتے ہین کہ دنیا مین صرف بارہ اشخاص اس کی ریاضیت کو سمجھ سکے تو یقینًا ذہن انسانی کی قدر و منزلت ہماری نگاہون مین بہت بڑھ جاتی ہی، بہرحال ہمارے مضمون کے لیئے جو چیزین زیادہ کارآمد ہین وہ صرف وہی نتائج ہین جو اس قدر ریاضیت استعمال کرنے کے بعد حاصل ہوئے نیز ہمارے مفید مطلب صرف یہ امر ہے کہ اس سے علوم طبعیات اور اون کے فروع پر کیا اثر مترتب ہوتا ہی،

نظریہ کا اثر، نظریہ اضافیت کو عام زبان کا جامہ پہنانا، اگر ہوشیاری سے کام نہ لیا جائے تو یقینًا بہت دشوار ہوجاتا ہے، یہ ہوسکتا ہے کہ ہم ریاضیات کو اس بنا پر نظرانداز کردین کہ جمہور کو اس سے زیادہ دلچسپی نہین، جمہور کو تو اس سے بحث نہین ہوا کرتی کہ ایک مشین بنائی کیونکر جاتی ہی، بلکہ جب اون کے سامنے ایک نئی بنائی مشین آتی ہی تو اون کو تمنا یہ ہوا کرتی ہی کہ دیکھین اس مشین سے کیا کیا چیزین تیار ہوسکتی ہین، ان کے لیئے اتنا ہی کافی ہے کہ مشین کی ساخت کا اصول اون کے سامنے پیش کردیا جائے تفصیلات و جزئیات سے ان کو غرض نہین ہوتی، ہمارا نظریہ بھی گویا ایک مشین ہی جو نئی بنائی ہمارے سامنے موجود ہی، اب اگر جمہور کے نقطۂ نظر سے اس کو دیکھیئے تو واقعی اس عجیب و غریب اور انقلاب انگیز

نظریہ نے کوئی عملی نتیجہ پیدا نہین کیا اور اگر کچھ کیا بھی ہو تو اس قابل نہین کہ شمار کیا جائے،

نظریۂ اضافیت کو اگر چند لفظون مین بیان کرنا چاہین تو یون کہہ سکتے ہین کہ اس کا دعویٰ ہو کہ ہم طبیعیاتی تجربات کی مدد سے مکان مین کسی جسم کی رفتارِ مطلق کو دریافت نہین کر سکتے، اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ رفتار کے دریافت کرنے کے لئے ہمارے پاس کوئی معیار ہی نہین، بلکہ حقیقت یہ ہو کہ طبیعیاتی نظریون مین ہم مکان مطلق سے بحث ہی نہین کرتے، وہان تو زیرِ بحث مظاہرِ فطرت کے بے شمار تعلقات مین سے "مکان" کو بھی اِن تعلقات کا ایک پہلو سمجھا جاتا ہی،

مثال اِس کی یون سمجھنا چاہیے کہ کسی دریا مین ایک کشتی ۳ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے روان ہو، ایک آدمی اس کے تختے پر اسی سمت ۲ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے روان ہو، تو اب ساحل کی اضافت سے اِس شخص کی رفتار کیا ہوگی؟ یعنی اگر ساحل پر ایک دوسرا شخص کھڑا ہو تو اس کے نزدیک اس متحرک شخص کی رفتار کیا ہوگی؟ آپ جواب دینگے کہ ۵ میل فی گھنٹہ لیکن آئنسٹین کا ماننے والا یہ کہے گا کہ نہین پورے پانچ میل نہین ہوگی، لیکن پانچ میل سے ایک آدھ انچ کم ہی رہے گی یعنی صرف ۴۹۹۹۹۹۹۹۹۹ میل فی گھنٹہ، یا ایک دوسری مثال لیجیے،

ریلون پر انجنیر اور ڈرائیور اپنی گھڑیان اسٹیشن کی گھڑی سے درست کرتے ہین، جب اسٹیشن کی گھڑی مین بارہ بجتے ہین تو موخر الذکر کی گھڑیون مین کیا وقت ہوگا؟ آپ یہی کہین گے کہ ٹھیک بارہ بجینگے، لیکن اضافیت ہم کو یہ بتاتی ہے کہ اس مسئلہ کا جواب اس وقت نہین دیا جا سکتا، جب تک کہ ہم کو ریل گاڑی کی لمبائی اوس کی رفتار، اسٹیشن سے اوس کا فاصلہ، اور خود وسائل کا مقام اور رفتار نہ معلوم ہو، آپ کہینگے کہ اِن خرافات کو جواب سے کیا علاقہ؟ لیکن اضافیت کا یہی فتویٰ ہو کہ باہم اِن مین علاقہ ہو، اگرچہ یہ ضرور ہے، کہ اس طرح صحت کے ساتھ ہم جو وقت معلوم کرینگے اور مشہور وقت دونون کے درمیان تفاوت بہت ہی قلیل ہوگا، یعنی ایک ثانیہ کا کوئی سنکھوان حصہ ہوگا،

یہان یہ امر ظاہر کر دینا ازبس ضروری ہو کہ جب کسی مسئلہ مین رفتارون کی مقدار وہ ہو جس سے ہم اپنی روزمرہ کی زندگی مین روشناس ہین، یا جس کو ہم اپنے علمی تجربات اور فلکی مشاہدات مین پاتے ہین، تو نظریۂ اضافیت کا اثر ان پر قریب قریب نفی کے ہوتا ہو کیونکہ اس کی رو سے جو فرق پیدا ہوگا وہ اس قدر قلیل بلکہ اقل ہوگا کہ اس کا شمار بھی ممکن نہ ہوگا، لیکن جب ہم کو مادّی اجسام کی ان رفتارون سے سابقہ پڑتا ہو جو نور کی رفتار (۸۶۰۰۰ امیل فی ثانیہ) کے لگ بھگ ہین تو اس وقت نظریۂ مذکور ایک خاص اہمیت اختیار کر لیتا ہو، ماہرین فن اپنے معملون مین جو تجربے کرتے رہتے ہین اس قسم کی رفتارون کا تعلق صرف انھین سے ہو، اس مضمون کے مقاصد کا لحاظ کرتے ہوئے اتنا ہی بیان کر دینا کافی ہو کہ ایسے تجربون سے نظریۂ اضافیت کی پوری تصدیق ہوتی ہے،

مضمون کے آغاز مین یہ ذکر ہو چکا ہو کہ یہ نظریہ انقلاب انگیز ہے، اس کے بعد گریز کرکے ہم نے اس کی ریاضیات پر اظہار خیالات کیا، اور اس پر یہ تنقید کی کہ اس کے عملی نتائج قابل التفات نہین، پس اب مناسب ہو کہ اس کی اصل اہمیت ذہن نشین کیجائے،

نظریہ کی اہمیت حسب ذیل تین طریقون سے ہم اس کی اہمیت کا اندازہ کر سکتے ہین،

اولاً، اگرچہ اس نظریہ کے اثرات جیسا کہ اوپر بیان ہوا عملی زندگی کے ان پہلوؤن مین جن کا طبیعیین نے اچھی طرح مطالعہ کیا ہے، نہایت ہی قلیل اور ناقابل التفات ہین، تاہم ایک زمانہ ایسا آسکتا ہے کہ اس قسم کے آلات ایجاد ہون اور ایسے تجربے کئے جائین کہ یہی "قلیل" اضافی اثرات "کثیر" معلوم ہونے لگین، چنانچہ سائنس دانون اور انجینیرون نے برقی صنعت کی جو عظیم الشان عمارت قائم کی ہے آپ جانتے ہین کہ اس کی بنیاد کیا تھی؟ محض یہ کہ جب کہربا کو رگڑتے ہین تو اس مین ہلکی چیزون کے کھینچنے کی قوت پیدا ہو جاتی ہے، قدیم یونانیون کو بھی اس واقعہ کا علم تھا جو بظاہر "ادنی" معلوم ہوتا ہے،

ثانیاً، اس نظریہ کی اہمیت اس وجہ سے ہے کہ بہت سے مظاہر فطرت جو اب تک ناقابل توجیہ تھے اس کی روشنی میں صاف نظر آنے لگتے ہین، ماناکہ یہ مظاہر عملی نقطۂ نظر سے کوئی حیثیت نہین رکھتے چنانچہ ان کے سمجھنے کے لئے بھی علم مناظرہ و برق کے مبادیات کا جاننا ضروری ہے لیکن حقیقت یہ ہو کہ ایسے مظاہر کا وجود ہے اور اس نظریہ سے ان کی توجیہ ہو جاتی ہے، علوم مین ترقی کا ہمیشہ یہی حال رہا ہے کہ اس کی ابتداء نہایت حقیر ہوتی ہے اور انتہا بہت عظیم الشان چھوٹے چھوٹے اسباب ہی بڑے بڑے نتائج کی علت ہوا کرتے ہین،

ثالثاً، اس کی اہمیت کا راز یہ ہے کہ اس کی روشنی مین وہ مظاہر فطرت جو اب تک علٰحدہ علٰحدہ تصور کئے جاتے تھے، سب کے سب ایک نظام واحد مین منسلک نظر آنے لگتے ہین الطبیعیات نے ہمیشہ اسی طرح ترقی کی ہے، اور ہر کامیاب علمی نظریہ ہم کو فطرت کی وحدت سے قریب کر دیتا ہے، بیجانہ ہوگا اگر علمار سائنس کو اُن سراغ رسانون سے تشبیہ دیجائے جو اشرار کے کسی گروہ کی کارروائیان کی تحقیقات مین مصروف ہون، اور جن کی کوشش یہ ہو کہ وہ کسی طرح "ابو الاشرار" یعنی ان کے سرغنہ کو گرفتار کرلین، ان اشرار مین سے جو زبردست ہوتے ہین ان کی کارروائیون کو تو متفتشین کا یہ گروہ صرف اسی نظر سے دیکھتا ہو کہ ان سے ان کے سرغنون کا پتہ کیونکر چل سکتا ہے، یہ سرغنے ہر کس و ناکس کے قبضے مین تو آتے نہین، وہ بڑے ہوشیار اور چالاک ہوتے ہین، لیکن ایک ماہر متفتش صرف انگوٹھے کے نشان ہی سے، یا نقش قدم کے ہونے ہی سے بہت کچھ اخذ کرلیتا ہے، اور جب کوئی ابوالاشرار گرفتار ہو جاتا ہے تو قانون اور اُن کے علم برداروں کو بہت سی اُن عجیب اور خفیف خفیف باتون کا بھید معلوم ہو جاتا ہو جو اس سے پیشتر کسی طرح سمجھ مین نہین آتی تھین،

یہی حال متفتشین کا سمجھنا چاہئے، اس نے دیکھا کہ طبیعیین تمام مظاہر قدرت کی توجیہ و تشریح مکان، زمان، وجود، تجاذب، نور، اور برق کے مفہومات کی اضافت کرنے کی کوشش مین

سروفت ہین، اسلئے یہ بتایا کہ مکان، زمان، جمود، تجاذب وغیرہ سب کو ہم ایک حقیقت واحدہ کے مختلف رخون سے تعبیر کرسکتے ہین، اِس واحد حقیقت کو وہ مکان، کہتا ہی، اِس مکان مین بجائے ابعاد ثلاثہ کے وہ پانچ یا چھ بُعد مانتا ہے، اِسی وجہ سے اِس کا مفہوم ذہن مین قائم کرنا مشکل ہے، لیکن فائدہ یہ ہے کہ بجائے چار حقیقتون کے اب صرف ایک حقیقت رہجاتی ہی، اور اگر ریاضی مین کافی دخل ہو تو پھر اسی بنا پر نظریہ کی پوری عمارت قائم ہوسکتی ہے، مزید برآن آئنسٹین نے مادّہ، نور، اور برق مین نئے نئے تعلقات ثابت کئے، تجربہ بہ ظاہر اس کی تصدیق پر آمادہ ہی، آئنسٹین کے نزدیک اِس مکان مین نور، بالکل خط مستقیم مین حرکت کرتا ہے، حالانکہ موجودہ نظریہ نور کے مطابق اس کا راستہ خط مستقیم کے قریب ہوتا ہے، حرکیات (علم الحرکۃ) جو متحرک مادہ کا علم ہی وہ صرف پانچ یا چھ بُعد والا ہندسہ[1] رہجاتا ہی، کمیت، زمان، اور نیز فاصلہ کی پیمایش میلون مین ہوسکتی ہے، آئنسٹین کا یہ دعویٰ ہے کہ زمان، نور، مکان کا وجود مادّہ کے وجود سے وابستہ ہے،

آئنسٹین نے اضافیت سے جو معنی مراد لئے ہین وہ یہ ہین کہ زمان، کمیت[2]، اور فصل مطلق کی پیمایش نا ممکن ہے جب دو مشاہد ایک دوسرے کی اضافت سے حرکت کررہے ہون اور وہ دونون ایک ہی واقعہ کا مطالعہ کرین تو ان کا ایک ہی نتیجہ پر پہونچنا ممکن نہین، بنا برین جیسا پہلے گذر چکا، طبیعیات مین زمانِ مطلق، کمیتِ مطلق، کے کچھ معنے نہ رہے، زمان، کمیت، اور فصل سب کا وجود مشاہد کی اضافت سے ہی، فلسفہ مین اِس اُصول کو مدت سے پیش کیاجارہا ہی، لیکن آئنسٹین کا کارنامہ یہ ہے کہ اِس نے، اضافیت، کو قابل پیمایش کر دکھایا، اور اِس کے واسطے علمی ثبوت کو ممکن قرار دیا،

مختصر تاریخ البرٹ آئنسٹین نے اضافیت پر سب سے پہلا مضمون رسالہ" اتاسین ڈرفزک"

[1] موجودہ یعنی اقلیدسی ہندسہ تین بعد کا مانا جاتا ہی، [2] کسی شی مین مادہ کی جو مقدار ہوتی ہی وہ اسکی کمیت کہلاتی ہی،

مین ۱۹۰۵ء مین شایع کیا، پہلے وہ سوئٹزرلینڈ کے پیٹنٹ دفتر مین ملازم تھا، اب وہ برلن مین پروفیسر ہے، ۱۹۱۰ء سے اس نے اب تک متعدد مضامین شائع کئے ہین اور سنہ ۱۹۱۰ کے اوائل سے اس نے اس نظریہ کو وسعت دینا شروع کیا، اب تک تو صرف زمان و فاصلہ سے بحث کرتا تھا اب اس نے کمیت کو بھی شامل کر لیا، کمیت، اور جمود، مادہ کی فطری خاصیتین ہین، جن کا تعلق تجاذب سے بہت قوی ہے،

آئنسٹین کے نظریۂ اضافیت کے ارتقار کے تین دور ہین:-

پہلا دور ۱۹۰۵ء سے قبل کا ہے، اس وقت دوسرے محققین نے داغ بیل ڈالدی تھی، جن کو مادہ کے برقناطیسی[1] نظریہ کی تلاش تھی، آئنسٹین نے سب سے پہلا نظریہ ۱۹۰۵ء مین قائم کیا اور ۱۹۱۶ء مین اس کو وسعت دیکر ایک کلیہ کی صورت مین پیش کیا،

نظریہ کی کیفیت | آئنسٹین کا اصلی نظریۂ اضافیت مکان و زمان کے شائع ہونے کے کچھ عرصہ بعد منکاوسکی[2] نے یہ تبلایا کہ آئنسٹین کا کارنامہ صرف یہ ہے کہ اس نے زمان کو چوتھا بُعد قرار دیا ہے، اقلیدی مکان کے ابعاد ثلاثہ طول، عرض، اور عمق ہین، اس کا ذکر ہر ہندسہ کی کتاب مین ہے اور ہر شخص اس سے واقف ہے ذہن انسانی دو بُعدی مکان کا مفہوم بھی قائم کرسکتا ہے، چنانچہ ہندسۂ ثنوی اس کی دلیل ہے، نیز یک بُعدی مکان بھی قرین فہم ہے جس کی مثال خط مستقیم ہے، لیکن ہمارا ذہن چار بُعدی مکان کا مفہوم قائم کرنے سے قاصر ہے، مگر طبعیات مین جو ریاضی مساواتین استعمال کی جاتی ہین ان مین جہان طول، عرض، و عمق کا استعمال ہوتا ہے وہان زمان بھی شامل ہوتا ہے اور اس کی وہی حیثیت ہوتی ہے جو بقیہ تین بُعدون کی ہے، اس بنیاد پر صرف ذہنی طور پر زمان کو چوتھا بُعد قرار دے سکتے ہین،

تمثیل | اس کی تمثیل ہم کو متحرک تصاویر یعنی سینما مین ملتی ہے، تماشاگاہ مین عریض پردے پر جو تصویرین تظلیل (سایہ افگن) کی جاتی ہین ان مین صرف دو بُعد ہوتے ہین، لیکن ہم ان کو

[1] برقناطیسی [= برقی مقناطیسی] نظریہ وہ نظریہ ہے جس کی رو سے نور، برق، مقناطیس ایک ہی حقیقت قرار پاتے ہین، [2] روسی عالم،

بُعد تصور کرتے ہین، جیسے کسی عکاسی تصویر (فوٹو) مین دو بُعد ہی ہوتے ہین اور اس مین تیسرا بُعد یعنی عمق کا پتہ نہین ہوتا لیکن ہم اس مین عمق کا بھی تصور کرتے ہین،

غور طلب امر یہ ہے کہ سینما مین تصویرین حرکت کرتی نظر آتی ہین، ہر شخص جانتا ہے کہ اس کی وجہ کیا ہے، وجہ یہ ہے کہ جو کچھ ہم دیکھتے ہین وہ ایک ہی تصویر نہین جو متحرک ہو بلکہ وہ ایک سلسلۂ تصاویر ہے جس مین معین چیزین دکھلائی جاتی ہین، ایک تصویر جب دوسری تصویر کی جگہ لیتی ہے تو اس سرعت کے ساتھ کہ ہم کو اس کا علم نہین ہوتا، جب ہم ایک معمولی عکاسی تصویر کو دیکھتے ہین تو ہم مکان کا خیال تو قائم کرتے ہین لیکن زمان کا اس مین شائبہ تک نہین ہوتا جب ہم ایک متحرک تصویر کو دیکھتے ہین تو مکان کے ساتھ ساتھ زمان کا بھی خیال ہمارے ذہن مین قائم ہوتا ہے، زمان کا یہ احساس آلۂ ظل انداز[1] کے اندرونی تصویردار جھل تپی (FILM.) کی حرکت کا نتیجہ ہے، اس حرکت کا پردے پر کوئی جواب نہین ہے۔ اسی وجہ سے دیکھنے والے کو اس کا احساس نہین ہوتا، جہان تک اس مشاہد کا تعلق ہے آلۂ مذکور کی اندورنی جھل تپی کی یہ حرکت ایک اور بعد مین ہے جس کو بعد زمانی کہنا چاہئے۔

عرصہ ہوا کہ یہ گمان پیش کیا گیا تھا کہ روزمرہ کی زندگی مین زمان کا جو احساس ہوتا ہے وہ ایک چوتھے مفروضہ بُعد مین غیر محسوس حرکت کا نتیجہ ہے، ہم ایسے لاانتہا عالمون کا وجود مان سکتے ہین جو ایک دوسرے کے قریب قریب متماثل ہون، ان مین کچھ نہ کچھ فرق تو ہو ہی گا، جب ہمارا شعور ایک ایسے عالم سے دوسرے عالم مین سلسلہ بہ سلسلہ منتقل ہوتا جائیگا تو اس فرق کو ہم اشیاء کی حرکت سے تعبیر کر سکتے ہین، کسی ایک لمحہ مین ہم چار بُعدی مکان والے عالم کا بالکلیہ شعور نہین کر سکتے ہم کو صاف سہ بُعدی مکان کا شعور ہوتا ہے،

---

[1] یعنی وہ آلہ جس کے ذریعہ سے پردے پر تصویرین ڈالی جاتی ہین،

اس کی توضیح کے لیے ہم یہ تمثیل پیش کرتے ہین کہ فرض کیجیے کہ مکان مین صرف دُو ہی بعد ہین، تو ایسے دُو بعدی آدمی کا تصور کیجیے جو کسی حوض کے پانی کی سطح پر سکونت پذیر ہو اور جس کو صرف ان ہی مظاہر کا شعور ہو جو اس سطح پر واقع ہوتے ہون، بالفرض اگر پانی کی سطح (LEVEL) ایک خاص شرح سے صعود کر رہی ہو تو ایسا آدمی کیا مشاہدہ کریگا؟ ایک چکنا نیزہ لیجیے اور اس کو انتصاباً (یعنی سیدھا کھڑا) پانی مین کچھ اندر اور کچھ باہر رکھیے، اب یہ چپٹا آدمی نیزے کی اس مدور تراش ہی کا مشاہدہ کرسکتا ہی جو پانی کی سطح سے بن جاتی ہے، اور اس کے لحاظ سے جون جون پانی اٹھیگی یہ تراش بظاہر ثابت المحل اور شکل مین مدور ہی نظر آتی رہیگی، پانی کا صعود مرور زمان کے مرادف ہے، ایسے آدمی کو اشیاء کی ایسی تراشون کے صعود کا علم، ان مقامات پر جہان کہ وہ اشیاء سطح کو قطع کرتی ہین، نہین ہو سکتا۔ لیکن اگر نیزہ انتصابی حالت سے کسی قدر مائل کر دیا جائے تو یہ سطحی آدمی فوراً کہیگا کہ نیزہ حرکت کر رہا ہے، کیونکہ نیزہ اور آبی سطح کے تقاطع کا مقام، پانی کی بلندی کے ساتھ ساتھ اپنا محل بدلتا جائیگا، دُو بعدی آدمی کے لئے نیزے کا وجود صرف اسی تراش تک محدود ہے۔

مزید بران اگر وہ ہوشیاری کے ساتھ مشاہدہ کرے تو اس کو معلوم ہو گا کہ اس کے متحرک یا مائل نیزے کی تراش گول نہین رہی بلکہ بیضوی ہو گئی ہے، اور اس کو لامحالہ اس نتیجہ پر پہونچنا پڑیگا کہ حرکت کی حالت مین اشیاء کی شکل بدل جاتی ہے، ساتھ ہی اس کے اس کا فیصلہ یہ ہو گا کہ متحرک یا مائل نیزے سے اس وقت کا اظہار نہین ہوتا جو انتصابی نیزے سے ظاہر ہوتا تھا، یعنی اگر اس نیزے مین بھی کوئی سطحی آدمی بیٹھا جو وقت کو نیزے مین پانی چڑھنے کی رفتار سے پیمائش کرتا تو اس کے اور ہمارے دُو بعدی آدمی کے وقتون مین فرق ہوتا۔

وقت بعد رابع اس تمثیل کو زیادہ طول دینے کی ضرورت نہین، غالباً اکثر ناظرین کہین اس کو لغو نہ خیال کرنے لگے ہون، لیکن علمی مباحث مین کبھی کسی شی کو لغو نہین کہتے، بشرطیکہ وہ اپنے

موضوعہ مقاصد کو انجام دے، ہم یہ فرض کر سکتے ہین کہ زمان کے ساتھ جو نسبت ہم کو ہے وہی نسبت اس سطحی آدمی کو بنال کے صعود سے ہی، اس مفروضہ سے ہم نتائج اخذ کر سکتے ہین اور اگر مشاہدات فطرت ان نتائج کی تصدیق کرین تو ہمارا مفروضہ درست اور صحیح ہوگا جس طرح طبیعیات کے دیگر مفروضات درست ہوا کرتے ہین، ہمارا مفروضہ اپنے مفروضہ مقصد کو پورا کرتا ہی، پس اگر ہم یہ تسلیم کرلین کہ ہماری رفتار اس چوتھے یا زمانی بعد مین نور کی رفتار کے مساوی ہے، [اور آئنسٹین اور منکاوسکی کا نظریہ اپنی سادہ ترین شکل مین یہی ہی] تو اس مفروضہ سے ماخوذہ نتائج کی تصدیق مشاہدہ سے ہوتی معلوم ہوتی ہی، ایک متحرک کرہ ایک ثابت مشاہد کو بیضوی نظر آتا ہے، جیسے سطحی آدمی کو دائرہ بیضوی معلوم ہوا تھا،

منکاوسکی نے جو ریاضی شرح لکھی ہے اس مین زمان کو خیالی مانا ہی جس طرح جبر و مقابلہ مین مقادیر خیالی تصور کیجاتی ہین، اسی وجہ سے اگر کوئی شخص ہماری سطح آبی اور نیزہ والی تمثیل کو طول دے تو وہ ایسے نتائج پر پہنچے گا جو آئنسٹین کے مشاہدات سے کسی قدر مختلف ہونگے تاہم باوجود اس نقص کے یہ تمثیل ہمارے سامنے اضافیت کا اصل نقشہ ایک حد تک پیش کر دیتی ہے،

اگر آئنسٹین کے زمانی مکان کو ہم ایک طبیعیاتی حقیقت تسلیم کرلین تو نہایت حیرت زا اور دلفریب تجربے ایجاد کئے جا سکتے ہین، مگر افسوس ہی کہ فی الحال ایسے تجربون کو عملی جامہ پہنانے کا کافی سامان موجود نہین ہی، مثلاً اگر ایک شخص کو ایسی رفتار سے حرکت دیجائے جو نور کے رفتار کے مساوی ہو یا اس سے لگ بھگ ہو، (بشرطیکہ وہ ایسی رفتار کے ہوتے ہوئے زندہ بھی رہ سکے) تو اس کے علائق زمانی مین ایک تغیر عظیم واقع ہو جائیگا یعنی جو ہمارے لئے مستقبل ہی وہ اس کے لئے حال ہو جائیگا، یا ہمارا حال اس کے لئے مستقبل ہو جائیگا، نیز وہ ہمارے لحاظ سے ایک ہی وقت مین کئی جگہ موجود ہو سکتا ہی، ایچ جی ویلز مشہور انگریزی علمی افسانہ نویس نے ایک افسانہ لکھا ہی

ناول کا نام "وقت کی کل ہے"، اس مین ایک آدمی ایک ایسی مشین ایجاد کرتا ہے جس کے ذریعہ سے وہ حسب منشا زمان مین حرکت کرسکتا ہے، اس نظریہ کی رو سے یہ انوکھا افسانہ نہین رہتا بلکہ عالم تخیل سے نکلکر طبیعیاتی ممکنات مین آجاتا ہے،

نظریۂ اضافیت کی ان عجیب وغریب پیچیدگیون مین الجھنا کچھ زیادہ مفید نہین، اس کی وجہ سے اس کی حقیقی علمی وقعت کا اندازہ نہ ہوسکیگا، یہ کہنا بھی صحیح نہین ہے کہ اس نظریہ کے بموجب اقلیدسی ہندسہ بالکل غلط قرار پاتا ہے، اگرچہ یہ ضرور ہے کہ اس ہندسہ مین زمان، طول اور کمیت مطلق کے وجود کو تسلیم کیا گیا ہے، یہ کہنا درست ہوگا کہ اس سے نیوٹن کے کلیۂ تجاذب کا بطلان لازم آتا ہے یا یہ کہ زمانہ کا جو مفہوم ہم نے قائم کر رکھا ہے اس کو یہ غلط ٹھہراتا ہے، اقلیدسی ہندسہ اور نیوٹنی حرکیات اپنے موضوع مقاصد کو سرانجام دیتے ہین، لیکن وہ بالکلیہ صادق نہین آتے، نظریۂ اضافیت کی نسبت خیال ہے کہ وہ ہر صورت مین صادق آتا ہے، ان مسئلون مین جن مین رفتارین عظیم نہ ہون اضافیت، اقلیدسی ہندسہ اور نیوٹنی حرکیات مین تحویل ہوجاتا ہے، لیکن جب رفتارین عظیم ہون تو نظریۂ اضافیت ان اثرات کا پتہ بتاتا ہے جو فطرت مین فی الحقیقت ظہور پذیر ہین لیکن نیوٹنی حرکیات سے ان کا پتہ نہین لگتا،

تمام طبعیین اس نظریہ پر ایمان نہین لائے ہین، اور نہ ابھی تک اکثر ماہرین فن نے اس کو قبول کیا ہے، لیکن اس کو اگر کبھی قبول عام حاصل ہوا تو اس کا سبب یہ ہوگا کہ مثل دیگر کامیاب طبیعیاتی نظریون کے اس مین بھی نئے نئے مظاہر کے متعلق پیشینگوئی کرنے کی طاقت ہے، اور دنیا مین جتنے بھی مظاہر مشاہدہ مین آتے ہین سب کو ایک ہی سلسلہ مین منسلک کرنے کی قوت ہے، اس طرح یہ نظریہ تمام علوم طبعیہ پر صادق آتا ہے، اس مین بیشتر مکان وزمان اور مادہ کی بحث ہے اور ضمنی طور پر نور اور برق کا بیان بھی آجاتا ہے، اس کے ذریعہ سے نیوٹن اور میکسولؔ[۱] دونون کے

---

[۱] مشہور انگریز ریاضی دان جسنے برقاطیسی نظریہ قائم کیا،

کا سامنے متحد ہو جاتے ہیں،

روایت ہے کہ نیوٹن نے ایک سیب کو درخت سے زمین پر گرتے دیکھا اور اس سے اس نے سورج، چاند اور ستاروں کے طلوع وغروب کا حساب لگایا، اگر یہ خبر صحیح ہے تو آئنسٹین نے ایک آدمی کو ایک بلند عمارت سے گرتے دیکھا اور بعد میں اس سے گرنے کی حالت میں احساسات کے متعلق سوال کیا، اس طرح نیوٹن سے بھی اس نے ایک قدم اور آگے بڑھا دیا، ہر وہ شے جس کی توجیہ نیوٹن کر سکتا تھا آئنسٹین کے یہاں بھی ممکن ہے لیکن اس کے علاوہ نیوٹن کے ماننے والے مریخ کے مدار کی خفیف سی تبدیلی کی توجیہ نہیں کر سکتے تھے، آئنسٹین کر سکتا ہے، نور کے راستہ میں جو انحراف ہوتا تھا اور جس سے ہم اب تک بیخبر تھے آئنسٹین ہی نے اس کی طرف ہم کو توجہ دلائی، قطع نظر اس امر کے کہ یہ نظریہ مکان وزمان وتجاذب جو آئنسٹین نے ایجاد کیا ہے عام طور سے قبول کیا جائے یا نہ کیا جائے، ہم اس جودتِ ذہنی پر تعجب کئے بغیر نہیں رہ سکتے جس نے ایک چھت سے گرتے آدمی اور اس روشنی کے درمیان، جو ۱۹۱۹ء میں سورج کی طرف گرتی دکھائی دی تھی، ایک علاقہ ثابت کر دکھایا،

یہ خبر خالی از دلچسپی نہ ہوگی کہ جاپان کے علماء نے پروفیسر آئنسٹین کو مدعو کیا ہے اور اس نے اس دعوت کو قبول بھی کر لیا ہے، ایک جاپانی عالم نے جو اس نظریہ کو باطل کرنا چاہتا ہے اس سے مناظرہ کا ارادہ بھی کیا ہے، یہ مناظرہ اگر کبھی ہوا تو دلچسپی سے خالی نہ ہوگا،

علم الکلام

مولنا شبلی مرحوم کی وہ مشہور تصنیف جس میں علم کلام کی تاریخ اور اس کے عہد بہ عہد کی ترقیاں اور تدریجی رفتار، اور ہر دور کے اکابر متکلمین کے مسائل ومجتہدات پر تبصرہ ہے، مدت ہوئی کہ ناپید ہوگئی تھی، اب مطبع معارف نے نہایت عمدہ کاغذ پر اہتمام کے ساتھ چھاپا ہے، قیمت عکہ

منیجر

منتخبات

خاندان تغلق

کے متعلق

پانچ تاریخی سوالات

مترجمہ جناب سعید انصاری، متعلم جامعہ ملیہ،

عنوان بالا سے ایک محققانہ مضمون رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے جولائی سنہ ۲۲ء نمبر مین سرولزلی ہیگ کے قلم سے نکلا ہے۔ فاضل مضمون نگار نے پانچ سوالات قائم کرکے اس عہد کے بعض تحقیق طلب واقعات پر روشنی ڈالی ہے اور وہ سوالات یہ ہین:۔

(۱) اس خاندان کا یہ نام کیونکر ہوا؟

(۲) اس بغاوت کے اصلی واقعات جو سنہ ۱۳۲۱ء مین ورنگل کی مہم کے موقع پر محمد جونا کی فوج مین ہوئی تھی، کیا تھے؟

(۳) سلطان غیاث الدین کا اپنے بیٹے محمد جونا سے بنگال کی اثنا رمہم مین ناراضگی کا کیا سبب تھا؟ اور بیٹے پر اپنے باپ کی موت کی ذمہ داری کہان تک ہے؟

(۴) محمد تغلق کے عہد حکومت کے تاریخ وار واقعات،

(۵) اس لڑکے کی ولدیت جسے احمد ایاز (خواجہ جہان) نے محمد تغلق کے مرنے پر تخت نشین کیا تھا، کیا تھی؟

ان سوالات مین سے پہلے تین کا خلاصہ ناظرین معارف کی خدمت مین پیش کیا جاتا ہے جو زیادہ اہم اور دلچسپ ہین،

(سعید)

(۱) خاندان کا نام

اس نام (تغلق) کی تحقیق کے متعلق فرشتہ یہ لکھتا ہے کہ ہندوستان کے مورخین متقدمین اور متاخرین ہر دو گروہ نے خاندان تغلق کی اصل کے متعلق محققانہ طور پر لکھنے کو ہمیشہ نظر انداز کر دیا ہے، راقم الحروف محمد قاسم فرشتہ جب نورالدین محمد جہانگیر بادشاہ کے اوائل حکومت مین بحیثیت سفیر ابراہیم عادل شاہ سلطان العصر کے دربار سے لاہور آیا، اس وقت مین نے اس کے متعلق ایسے اشخاص سے دریافت کیا جو سلاطین ہند کی تاریخ پڑھنے مین دلچسپی لیتے اور اس سے بخوبی واقفیت بھی رکھتے تھے۔ انھون نے اس کے بارے مین اپنی لاعلمی کا اظہار کیا لیکن اس قدر بتایا کہ روایت کے طور پر یہ مشہور ہے کہ ملک تغلق جو سلطان غیاث الدین تغلق کا باپ تھا، غیاث الدین بلبن کے ترکی غلامون مین سے ایک غلام تھا، اس نے جاٹون سے جو اسی ملک کے باشندے تھے، دوستی پیدا کر لی، ان جاٹون نے ملک تغلق کی شادی اپنے ہان کر دی جس سے غیاث الدین تغلق پیدا ہوا، ملحقات[1] مین یہ لکھا ہے کہ تغلق، اصل مین قُتلغ تھا جو ایک ترکی زبان کا لفظ ہے اور ہندوستان کے لوگون نے تلفظ کرنے مین اس کو الٹ کر تغلق، کر دیا اور بعضون نے تو، قتلغ، سے قتلو، بنا دیا۔"

"خلاصۃ التواریخ" ملی یہ روایت یون بیان کیگئی ہے کہ غیاث الدین تغلق شاہ کی ماں پنجاب کی ایک "جاٹن" (جاٹ کی عورت) تھی، ابن بطوطہ اس کی اس طرح تصدیق

[1] اس سے غالباً شیخ عین الدین بیجاپوری کی ملحقات مراد ہے۔

کتا ہی کہ وہ (غیاث الدین تغلق شاہ) ایک قرونیہ ترک تھا جس کے معنی مارکو پولو نے مخلوط النسل کے لکھے ہین یعنی باپ ترکی ہو اور مان ہندی[1]؛

اس روایت سے جسے متعدد راویون نے بیان کیا ہی غیاث الدین تغلق کی نسل کا پتہ مان کی طرف سے تو چل جاتا ہی لیکن لفظ تغلق کی اصل حقیقت نہین ظاہر ہوتی۔ فرشتہ اور شیخ عین الدین نے جو کچھ بھی لکھا ہی وہ محض قیاس پر مبنی ہی جس طرح سے علم اللسان مین لفظ "پٹنہ" "پٹھان" سے مشتق بتایا جاتا ہی اور "خدیو" "خود" اور "دیو" سے مرکب بیان کیا جاتا ہے،

اس مین شبہہ نہین کہ تغلق کسی قبیلہ کا نام ہی اور خیال یہ ہی کہ غیاث الدین کا باپ ترکون کے اس قبیلہ سے تھا جو ختن کے قریب آباد تھا اور جسے سر آرل اسٹین نے اپنی کتاب (صحرائے کیتھے کے آثار) مین "تَغِلق" (تائے بالفتح ولام بالکسر) کے نام سے موسوم کیا ہی تغلق خان (ملک تغلق) یا تو غیاث الدین بلبن کے ہاتھ بطور مال تجارت آگیا ہو یا مغلون کے حملہ سے بھاگ کر ہندوستان مین آکر پناہ لی ہو، موخرالذکر قیاس اس کے بیٹے کے اس افتخار کی مزید توضیح کرتا ہی "مین نے تاتاریون سے انتیس موقعون پر مقابلہ کیا اور شکست دی۔ اس بنا پر مین "الملک الغازی" کہلاتا ہون"[2]

اب مختلف فیہ مسئلہ لفظ کا تلفظ رہا۔ لین پول نے اس کا تلفظ "تَغَلُق" (تائے ولام بالفتح) کیا ہے اور سر آرل اسٹین نے "تَغِلق" (تائے بالفتح ولام بالکسر) لکھا ہی لیکن اس مسئلہ مین ابن بطوطہ کی تقلید زیادہ مناسب ہی وہ "تُغلُق" (تائے ولام بالضم) لکھتا ہے، یہ قیاس سے باہر ہے کہ اس نے اپنے مربی کے قبیلے کے نام مین جسے وہ آٹھون پہر سنتا رہا ہو، غلطی کی ہو، گو عام طور پر وہ اس مسئلہ مین صحیح رہنما نہین بن سکتا کیونکہ "التمش" کو اس نے "للتمش" لکھا ہی لیکن سلطان شمس الدین التمش اس کے

---

[1] کرانیکلس مصنفہ ٹامس صفحہ ۱۸۶ و صفحہ ۱۸۷ مطبوعہ ۱۸۷۱ء، [2] کرانیکلس صفحہ ۱۹۲ مصنفہ ٹامس صفحہ ۲۵، اسلامی خاندان، مصنفہ لین پول صفحہ ۳۰۰ و صفحہ ۳۰۲

آنے سے ایک صدی قبل گزر چکا تھا اس لئے اس غلطی سے درگذر کیا جا سکتا ہے۔

بعض مورخین اس خاندان کے دوسرے بادشاہ کا نام محمد ابن تغلق لکھتے ہین۔ یہ ایک صریح غلطی ہے کیونکہ تغلق کسی شخص کا نام نہین جس سے ولدیت منسوب کیجائے بلکہ یہ ایک قبیلہ کا نام ہے اور ہر اہل قبیلہ کو اپنے نام کے ساتھ یہ لفظ لکھنے کا حق ہے،

(۲) ورنگل کی پہلی مہم پر فوج کی بغاوت

سنہ ۷۲۱ھ مطابق سنہ ۱۳۲۱ء مین محمد جونا اپنے باپ غیاث الدین تغلق کی طرف سے تلنگانہ کی ریاست فتح کرنے کے لئے بھیجا گیا۔ شہزادہ نے دیوگیر کے راستہ سے جسکا بعد مین "دولت آباد" نام رکھا گیا، حملہ کیا راجہ، غیاث الدین تغلق کی حکمرانی تسلیم کرنے پر راضی ہوگیا لیکن شہزادہ نے اسے منظور نہ کیا اور پایۂ تخت وارنگل کا محاصرہ کر لیا۔ اس محاصرہ مین فوج مین بغاوت پھیل گئی جس کا سرکاری بیان ہمعصر مورخ ضیاء الدین برنی نے ان الفاظ مین دیا ہے:-

"ایک ماہ سے زیادہ گذر گئے اور کوئی خط یا حکم دار الخلافہ سے نہین آیا، اس سے پہلے سلطان محمد کو دو یا تین احکامات عموماً ہر ہفتہ مین ملا کرتے تھے، سلطان محمد اور اس کے رفقا نے اس قطع رسل و رسائل کو کوئی اہمیت نہ دی، اس کی خبر فوج تک پہنچی نتیجہ یہ ہوا کہ ہر دستہ و رسالہ مین تشویش اور بدنظمی پیدا ہوگئی۔ عبید شاعر اور شیخ زادۂ دمشقی نے جو نہایت ہی کمینہ، بدبخت اور دروغ گو اشخاص تھے اور جنھون نے کسی ذریعہ سے سلطان محمد تک رسوخ حاصل کر لیا تھا، فوج مین یہ غلط افواہ پھیلادی کہ سلطان غیاث الدین تغلق کا انتقال ہوگیا ہے، سلطنت کے معاملات مین بدنظمی پھیلی ہوئی ہے، کسی غاصب نے تخت پر قبضہ کر لیا ہے اور دہلی سے رسل و رسائل کا سلسلہ منقطع ہوگیا ہے، پھر کیا تھا ہر شخص خود سر ہوگیا۔

"انھین دونون کمبختون نے ایک اور جھوٹی خبر اڑادی اور وہ یہ کہ ملک تمر، ملک تگین،

افغانی، اور ملک کافوران امراسے یہ کہا کہ سلطان محمد تمھین سلطنت کا دشمن سمجھتا ہی اور محکمہ
ب میں سازش کر رکھی ہے، اس لئے تم باغی ہوا اور تمھین علحدہ کر دیا ہی، حالانکہ تم لوگ علاء الدین
ہد میں بڑے بڑے عہدون پر مامور تھے اور اس کی فوج کے بڑے بڑے افسر تمھین تھے،
ے یہ بھی کہا کہ شہزادہ کا ارادہ ہے کہ تم سب کو ایک ہی دن گرفتار کر کے قتل کرا دے۔ ان
ن دونون غدارون کو شہزادہ کے جلوت و خلوت میں ہمیشہ ساتھ دیکھا تھا، ان کی باتون کا
یا اور آپس میں مشورہ کر کے اپنی اپنی فوج ساتھ لیکر علحدہ ہو گئے، ان کی علحدگی سے تمام فوج
ے عام ابتری پھیل گئی، ہندو، اسلامی فوج میں اس اختلال کے منتظر بیٹھے تھے قلعون سے نکل کر
لوٹا اور واپس چلے آئے، سلطان محمد نے دیوگیر کا رخ کیا، راستہ میں ڈاک لانے والے ملے
غیاث الدین تغلق کی خیر و عافیت معلوم ہوئی اور یہ بھی پتہ چلا کہ وہ چارون امرا باہم برسر
، ان کی فوجون نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا ہی اور ان کے اسلحے اور گھوڑے ہندؤن کے ہاتھ
ہین، سلطان محمد صحیح و سالم دیوگیر پہنچا اور پھر ساری فوج اکٹھی ہو گئی۔ ملک تمر گونڈوانہ بھاگ
ہین مر گیا، ملک تمر گور نرا ودھ ہندؤن کے ہاتھ سے مارا گیا جنھون نے اس کی کھال سلطان محمد
بھیجدی، ملک مل افغانی، عبید شاعر اور دوسرے بغاوت پھیلانے والے اشخاص سلطان محمد
دیوگیر بھیجدئے گئے، جس نے ان کی بیوی بچون کو پہلے سے گرفتار کر رکھا تھا، ان سب کو
اپنے باپ کے پاس بھیجدیا، سلطان غیاث الدین نے ایک عام دربار منعقد کر کے عبید شاعر
ور اور دوسرے باغیون کی زندہ کھالین کھنچوائین، اور ون کو مع ان کے بیوی بچون کے
پاؤن تلے کچلوا ڈالا، ان سزاؤن سے دیکھنے والون کے دل لرز گئے اور تمام شہر کانپ اٹھا
برنی کے اس بیان کی تائید جو محمد تغلق اور اس کے جانشین فیروز تغلق کے دربار میں تھا
ہین بدایونی اور فرشتہ نے بھی کی ہے، ان میں سے بعض نے کچھ اضافے بھی کئے ہین،

جن مین سب سے اہم بات یہ ہے کہ محمد تغلق خود دہلی واپس آیا اور مجرمون کی سزا کے وقت موجود تھا۔ فرشتہ کا یہ بیان ہو کہ فوج مین ایک وبا پھیل گئی تھی؛ جو واقعات پیش آئے ان کا سارا الزام عبید اور شیخ زادہ دمشقی کے سر ہے جو ایک طرف سلطان غیاث الدین اور اپنے آقا محمد تغلق دونون کے لئے غدّار ثابت ہوئے اور دوسری جانب امرائے فوج کو ورغلایا، اس کا کچھ پتہ نہین چلتا کہ ان سازشون سے آخر ان کا مقصد کیا تھا؟

ابن بطوطہ نے جو اس واقعہ سے بارہ برس بعد محمد تغلق کے زمانۂ حکومت مین ہندوستان آیا، بالکل ہی مختلف قصہ بیان کیا ہی، وہ لکھتا ہی کہ "جب غیاث الدین تغلق نے دار الخلافہ مین اپنا قدم جما لیا تو اپنے بیٹے کو تلنگ کا علاقہ فتح کرنے کے لئے بھیجا، ہمراہ ایک کثیر فوج متعدد امرا مثلاً ملک تمور، ملک تگین، ملک کافور اور ملک بیرم وغیرہ کے کر دیا، جب محمد تغلق وہان پہنچا تو اس نے اپنے رفیق ملا عبید شاعر کو یہ حکم دیا کہ فوج مین یہ خبر مشتہر کر دے کہ سلطان تغلق کا انتقال ہو گیا ہی تاکہ لوگ یہ سنکر اس کی اطاعت قبول کر لین لیکن امیرون نے اس خبر کی تردید کی اور ہر ایک محمد تغلق سے بگڑ بیٹھا، امرانے اس کے قتل کا ارادہ کیا لیکن ملک تمور نے ایسا کرنے سے روکا، محمد تغلق مع دس وفادار سوارون کے اپنے باپ کے پاس بھاگ کر چلا گیا، باپ نے مال و دولت اور تازہ فوج کو ساتھ کر کے اُسے پھر واپس بھیجا، اور جب اسے اس خبر کا علم ہوا تو اس نے ملا عبید کو قتل کروا ڈالا اور حکم دیا کہ ملک کافور کو الٹا چنوا دیا جائے یہان تک کہ وہ مر جائے، بقیہ امرا سلطان شمس الدین بن سلطان ناصر الدین بن سلطان غیاث الدین بلبن کے پاس بھاگ کر بنگال چلے گئے"،

ابن بطوطہ کے بیان کے مطابق بانی اور غدار خود محمد تغلق ثابت ہوتا ہے جس نے فوج کو ورغلا کر تخت حاصل کرنیکی کوشش کی اور اپنے کارپردازون کو باپ کے ہدف انتقام کے لئے چھوڑ دیا، اس بیان سے یہ بھی معلوم ہوتا ہی کہ محمد تغلق خود کو شہنشاہ تسلیم کرانے مین ناکام ہو کر اپنے مؤیدین یا

مخالفین سے پہلے پہل دہلی پہنچگیا تھا، اور اپنے باپ کو فوج کی بغاوت کی اطلاع خود کی جسے بعد مین برنی نے لیا، برنی محمد تغلق کے معائب سے چشم پوشی نہین کرتا، بلکہ انھین کے ساتھ ساتھ وہ اس کے محاسن اور اس کی مسلم قابلیت کا بھی ذکر کرتا ہے۔ ایک درباری سے بھلا یہ کب ممکن ہوسکتا ہے کہ وہ ابن بطوطہ کی طرح محمد تغلق کو باغی ثابت کرے، ابن بطوطہ ہر خوف وخطر سے آزاد تھا، کیونکہ اس نے اپنے سفر کے حالات اس وقت شایع کئے جب وہ اپنے دور دست وطن مین پہنچ چکا تھا، ابن بطوطہ ایک باریک بین اور دور اندیش شخص تھا، محمد تغلق کا ممنون احسان بھی تھا، پھر اس کے دامن اخلاق پر غلط دھبہ لگانے کی اس کی نیت کبھی نہین ہوسکتی تھی۔ اس پر زور دینے کی چندان ضرورت نہین کہ برنی کے بیان پر ابن بطوطہ کے بیان کو ترجیح ہے اور یہ عام طور پر مسلم شدہ بھی ہے، لیکن اس کے تسلیم کرنے مین دو دقتین رہجاتی ہین ایک یہ کہ غیاث الدین نے دوسری مہم کی کمان پھر اپنے بیٹے کے سپرد کیسے کی اور دوسری دقت یہ ہے کہ بنگال کی مہم مین دہلی سے غیر حاضری کے وقت اپنا قائم مقام محمد تغلق کو کیسے مقرر کیا؟

معلوم یہ ہوتا ہے کہ محمد تغلق نے اپنے باپ کو اپنے اس جرم سے تلنگانہ کی دوسری روانگی تک بے خبر رکھا، ابن بطوطہ کے بیان سے یہ یقینی طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ محمد تغلق کا جرم اس کے دہلی چھوڑنے تک ظاہر نہین ہوسکا، برنی لکھتا ہے کہ "پھر چار ماہ کے بعد سلطان غیاث الدین نے سلطان محمد کو ایک کثیر فوج کی کمان دیکر ورنگل کی جانب بھیجا" یہ بات بعید از قیاس معلوم ہوتی ہے کہ غیاث الدین اپنے بیٹے کے جرم سے چار مہینہ تک بے خبر رہے، ممکن ہے کہ دوسری فوج کی روانگی اس مدت سے پیشتر عمل مین آئی ہو جتنا برنی نے لکھا ہے اور غالباً دہلی سے دیوگیر تک پہنچنے مین چار ماہ لگے ہون،

دوسری دقت یعنی محمد جونا کا تقرر اپنے باپ کی عدم موجودگی مین بحیثیت قائم مقام، کی توجیہ اس قدر آسان نہین ہے، مسٹر تھامس اس کو غیاث الدین کی بیوقوفی اور دیوانہ پن پر محمول کرتے ہین، لیکن غیاث الدین کے حالات زندگی مین اس قسم کی غلطیون کا پتہ اور کہین نہین چلتا

ہمارا خیال یہ ہو کہ تلنگانہ کی شاندار فتح کی خوشی مین غیاث الدین نے محمد تغلق کے اس جرم کو معاف کر دیا ہو یا اس خیال سے کہ پایہ تخت کے وفادار امرا اور افواج کے درمیان وہ کم خطرناک رہیگا بہ نسبت اس کے تلنگانہ مین تقریباً خود مختار فوجون کی سرداری مین رہے، اسے دہلی بلاکر اپنا قائم مقام رکھا ہو، ان مین سے دوسرا قیاس امکان سے قریب تر معلوم ہوتا ہی،

(۴) سلطان غیاث الدین کی بنیے سے وجہ ناراضگی اور مؤخر الذکر پر باپ کی موت کی ذمہ داری

جس وقت محمد جونا دوسری مہم پر تلنگانہ مین تھا، اسکے باپ غیاث الدین سے بنگال کے حکمران نے امداد طلب کی، خاندان غلامان کے آخری چراغ معیز الدین کیقباد کی کمزور حکومت کے زمانہ سے غیاث الدین بلبن کی اولاد بنگال مین خود مختار بن بیٹھی تھی، شمس الدین فیروز، غیاث الدین بلبن کے پوتے نے اپنے بیٹے غیاث الدین بہادر کو شرقی بنگال کا حاکم مقرر کیا اور خود ۱۳۱۸ء مین ایک دوسرے بیٹے شہاب الدین بغرا کو بنگال کی تخت نشینی کیلئے چھوڑ کر مر گیا، غیاث الدین بہادر (حاکم شرقی بنگال) نے اپنے بھائی کی حکومت تسلیم نہین کی اور ۱۳۱۹ء مین اس کو شکست دیکر سارا بنگال اپنے قبضہ مین کر لیا۔ شہاب الدین اپنے ایک دوسرے بھائی ناصر الدین کے ساتھ بھاگ کر دہلی چلا گیا اور غیاث الدین تغلق سے امداد چاہی، اس نے اس مہم کی سربراہی خود کرنے کا تصفیہ کیا اور اپنی عدم موجودگی مین دہلی کی حکومت کے لئے اپنے بیٹے محمد تغلق کو تلنگانہ سے بلا لیا،

اسی زمانہ مین نظام الدین اولیا دہلی مین موجود تھے۔ نظام الدین احمد مورخ، طبقات اکبری' مین یہ لکھتا ہو کہ سلطان غیاث الدین تغلق اور ان کے تعلقات کچھ کشیدہ ہو گئے تھے لیکن وہ کوئی وجہ کشیدگی نہین ظاہر کرتا۔ لیکن نظام الدین اولیا کے حالات زندگی مین جو اس نے اپنی تاریخ کے خاتمہ پر لکھے ہین، ان کے اختلافات کو تفصیل سے بیان کیا ہے، وہ کہتا ہو:-

"قطب الدین مبارک شاہ کے قتل کے بعد جب ناصر الدین خسرو دہلی کے تخت پر بیٹھا تو

اس نے نہایت فیاضی کے ساتھ شاہی خزانہ کو لٹایا اور مذہبی عنصر کو ہمنوا بنانے کی غرض سے اس نے مشائخین اور پیشوایان دین کو بھی شامل کرلیا، ان مین بعضون نے لینے سے انکار کردیا اور بعضون نے بجز نظام الدین اولیا کے جو لینے سے انکار کرتے ہوئے ڈرتے تھے، بطور امانت رکھ چھوڑا اس خیال سے کہ اس کے بعد جب کوئی ذمہ دار حکمران آئیگا تو وہ اس زر و مال کا مطالبہ جو اس بیدردی سے لٹایا گیا ہی، ضرور کریگا، غیاث الدین تغلق نے آخر ان کی امید کے موافق ان سے وہ رقمین وصول کین، تمام دیگر شیوخ نے جو کچھ لیا تھا، واپس کردیا لیکن نظام الدین اولیا نے چونکہ اپنے حصہ کی رسم خرچ کر ڈالی تھی، سلطان کے مطالبہ کا کچھ جواب ندیا، غیاث الدین تغلق ان کی اس گستاخی سے بہت ناراض ہوا اور شیخ کے بعض دشمنون کے کہنے پر انھین ترپن[۵۳] علما کی عدالت مین اس جرم پر طلب کیا کہ وہ خلاف قانون ناچ رنگ کی محفلین منعقد کرتے ہین، انجام کار فیصلہ شیخ کے حق مین ہوا لیکن شیخ و سلطان کے تعلقات کچھ بہتر نہ ہوسکے،،

ابن بطوطہ یہ لکھتا ہی کہ محمد جونا شیخ کا مرید تھا اور جب شیخ کو حال آتا تو اسی حالت مین وہ ان کے پاس جایا کرتا، کیونکہ اس کا عقیدہ تھا کہ اس حالت مین شیخ کی زبان سے جو کلمات نکلتے ہین وہ آئندہ سچ ثابت ہوتے ہین، ایک موقع پر شیخ نے محمد تغلق سے یہ کہدیا،، جاؤ ہم تم کو بادشاہت دیدیتے ہین،، غالباً یہی وہ کلمات تھے جنکو سنکر سلطان غیاث الدین کا غصہ دوبالا ہوگیا، نظام الدین احمد نے طبقات اکبری مین لکھا ہی کہ سلطان نے بنگال سے شیخ کے پاس کہلا بھیجا کہ اچھا واپس آکر سمجھ لونگا، شیخ نے اس کا یہ جواب دیا کہ،، ہنوز دلی دور است،، اور اس وقت سے یہ فقرہ ضرب المثل بنگیا، بالآخر یہ دھمکی سچ ہوئی اور سلطان کوئی انتقام نہ لے سکا،

ابن[۱] بطوطہ کے بیان کے لحاظ سے سلطان کی واپسی سے قبل شیخ کا انتقال ہوگیا اور محمد جونا

---

[۱] دوسرے بیانات کے مطابق شیخ نظام الدین اولیا، غیاث الدین تغلق کے ایک یا دو ماہ بعد تک زندہ رہے، اور سلطان کی دھمکی پوری نہ ہونی، اس کے بیٹے اور شیخ کے عام تعلقات کی بنا پر تھے۔

نے ان کے جنازہ مین شرکت کی، غیاث الدین نے جب اپنے معتوب کی اس عزت واحترام کا حال سنا تو اس نے اپنے بیٹے کو ایک خط لکھا جس مین ولیعہدی سے محروم کردینے کی دھمکی دی، نیز یہ الزام دیا کہ اس کی ان حرکات سے اسکی وفاداری پر دھبہ آتا ہی، اس موقع پر مختلف نجومیون نے یہ پیشینگوئی کی کہ سلطان دہلی لوٹ کر کبھی نہ آئیگا لیکن غیاث الدین نے جو اس مہم مین کامیاب رہا، یہ سنکر ان سے انتقام لینے کیلئے تیزی سے روانہ ہوا۔

محمد جونا نے جب اپنے باپ کی واپسی کی خبر سنی تو اس کے خیر مقدم کا خاص اہتمام کیا۔ اس نے تغلق آباد (دہلی کا دوسرا نام ہی) سے ۵، ۶ میل کے فاصلہ پر لکڑی کا ایک خیمہ نصب کیا، تمام مورخین نے اس مقام کا نام جہان یہ خیمہ نصب کیا گیا، افغان پور لکھا ہی لیکن آج کل تغلق آباد، کے قریب کوئی مقام اس نام کا نہین ہی، میرا خیال یہ ہی کہ خیمہ، اغوان پور، مین نصب کیا گیا ہوگا جو تغلق آباد، سے ۵ میل پر ایک گاؤن ہی ممکن ہی کہ موجودہ نام، افغان پور، کی بگڑی ہوئی صورت ہو یا مسلمان مورخین نے ہندی نام کو بدل کر یہ بنا لیا ہو جیسا وہ بعض اوقات کرتے ہین،

بہرحال بیٹے نے سلطان کا خیر مقدم اس خیمہ مین ادا کیا، جو بعد مین اس پر گر پڑا اور سلطان وہین دب کر مر گیا، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہی کہ آیا خیمہ اتفاق سے گر پڑا یا عمداً گرایا گیا، اور محمد تغلق پر باپ کی موت کی ذمہ داری کہان تک ہی، اس کے لئے مختلف مورخین کے بیانات سننے چاہئین،

برنی جو محمد تغلق کو اپنے باپ کے قتل سے متہم کرنیکی کوشش کبھی نہین کر سکتا، یہ لکھتا ہی:-

"جب سلطان محمد نے سنا کہ سلطان تغلق دار الخلافہ تغلق آباد کو واپس آرہا ہی تو اس نے حکم دیا کہ افغان پور مین ایک چھوٹا سا خیمہ بنایا جائے تاکہ سلطان رات وہین بسر کر کے صبح تغلق آباد مین شاہی جلوس کے ساتھ داخل ہو، شہر مین اس کے لئے بڑی بڑی تیاریان کی گئین، سلطان محمد مع امراء اور اعیان سلطنت اپنے باپ سے ملنے کیلئے آگے بڑھا اور رسم قدمبوسی بجالایا، اس وقت

جبکہ سلطان کا کھانا چنا جارہا تھا اور امرا و ارکین ہاتھ دہونے کیلئے باہر گئے ہوئے تھے، ایک ایسی آفت نازل ہوئی جیسے کوئی بجلی آسمان سے مخلوق زمین پر گرے جس چبوترہ پر سلطان تغلق بیٹھا ہوا تھا، اس کی چھت یکایک گری اور سلطان مع پانچ یا چھ اشخاص کے چھت کے نیچے دب کر مرگیا"

ایلیٹ، ڈاؤسن اور رینکنگ نے بجلی کو لفظی معنی مین لیا ہی اور ترجمہ اس طرح کیا ہے کہ "آسمان سے ایک بجلی زمین پر گری اور جس چھت کے نیچے سلطان بیٹھا ہوا تھا، وہ گر پڑی جس سے وہ اور پانچ یا چھ دوسرے اشخاص دب کر مر گئے،

یہ ترجمہ کی غلطی ہی، اگر برنی کو یہ کہنا مقصود ہوتا کہ خیمہ پر بجلی گر پڑی تو وہ صاعقۂ بلائے آسمانی کی بجائے 'بلائے صاعقۂ آسمانی' لکھتا، اس سے صاف ظاہر ہوتا ہی کہ صاعقہ، کا لفظ اس نے استعارۃً استعمال کیا ہی،

بعد کے مورخین جو برنی کے پلہ کے کسی طرح نہین ہو سکتے، تاہم ان کے بیانات پڑھنے کے قابل ہین، نظام الدین احمد نے 'طبقات اکبری' مین اس طرح لکھا ہی:۔

"جب الغ خان (محمد جونا) نے اپنے باپ کی واپسی سنی تو اس نے افغان پور کے قریب ایک خیمہ بنوایا تاکہ سلطان جب آئے تو رات یہین بسر کرے اور صبح کو جب شہر آراستہ پیراستہ ہو جائے اور شاہی استقبال کیلئے تمام ضروری سامان مکمل ہو جائین تو وہ شہر مین داخل ہو جب سلطان خیمہ کے قریب پہنچا تو تغلق آباد مین خوشیان منائی جارہی تھین، الغ خان مع امرا و روسائے شہر اس کے استقبال کے لئے نکلا، سلطان تغلق شاہ خیمہ مین بیٹھا اور خاص خاص کھانے اس کے لئے لائے گئے کھانا جب ختم ہو چکا تو لوگ ہاتھ دھو کر باہر نکل آئے لیکن سلطان ہاتھ دھونے کی غرض سے اندر ہی رہ گیا، اتنے مین چھت گری اور سلطان اس کے نیچے دب کر مر گیا، اس کی مدت حکومت چار سال اور کچھ ماہ ہے،

بعض تاریخون مین یہ مذکور ہے کہ خیمہ چونکہ تازہ بنا ہوا تھا اور لوگون نے اس کے گرد ہاتھی دوڑائے (جو سلطان اپنے ہمراہ بنگال سے لایا تھا) جس سے زمین دہل اٹھی اور چھت گر پڑی، دور اندیش طبائع سے یہ مخفی نہیں رہ سکتا کہ ایسے خیمہ کی تعمیر سے جس کی اتنی کوئی ضرورت نہ تھی، قدرتاً یہ شبہہ پیدا ہوتا ہے کہ الغ خان نے اپنے باپ کی موت کی پیشبندی کر رکھی تھی، یہ بھی ظاہر ہے کہ مصنف طبقات فیروز شاہی، (برنی) نے چونکہ اپنی تصنیف سلطان فیروز کے عہد مین لکھی جو سلطان محمد کا بہت ہی احترام کرتا تھا، اس لئے اس نے فیروز کے خیال سے اس واقعہ کو ظاہر کرنے سے گریز کیا ہوگا، بہرحال مین نے یہ واقعہ اکثر معتبر اشخاص کی زبانی سنا ہے،

نظام الدین احمد اس واقعہ کی تصدیق کرتے ہوئے اس دھمکی کا بھی ذکر کرتا ہے جو سلطان نے شیخ کو بنگال سے دی تھی اور پھر شیخ کا جواب بھی لکھتا ہے،

بدایونی نے اس واقعہ کو اس طرح نقل کیا ہے:-

"سلطان تغلق شاہ اپنے ہمراہ بہادر شاہ (حاکم بنگال) کو لیکر دہلی منصور و فتحمند لوٹا۔ الغ خان نے اس خبر کے سنتے ہی حکم دیا کہ فوراً افغان پور کے قریب ایک بلند عمدہ محل تیار کیا جائے، تین دن مین یہ بنکر تیار ہوگیا، تاکہ سلطان پہلے یہین اترے اور رات ارام سے گزار کر تزک و احتشام کے ساتھ پھر تغلق آباد مین داخل ہو،

"سلطان وہان پہنچا اور الغ خان مع امرا اور روسا کے اس سے ملنے کو گیا، اس کے استقبال مین اس نے ایک دعوت بھی کی، سلطان نے حکم دیا کہ ہاتھیون کی ایک دوڑ کرائی جائے اور چونکہ محل کی بنیاد ابھی تازہ پڑی تھی، ہاتھیون کے دھماکے سے متزلزل ہونے لگی، یہ دیکھکر کہ سلطان ٹھہر رہا ہے، لوگ بغیر ہاتھ دھوئے خیمے سے باہر نکل آئے، سلطان تغلق شاہ ہاتھ دھو نا ہی رہا، نتیجہ یہ ہوا کہ اسے زندگی سے ہاتھ دھونا پڑا اور محل اس کے اوپر گر پڑا،

"ہم کو اس واقعہ سے چشم پوشی نہین کرنی چاہئے کہ ایسے محل بنوانے سے جو بالکل غیر ضروری تھا یہ شبہہ پیدا ہوتا ہی کہ الغ خان نے اسے بلا بنیاد کے بنوایا ہو جیسا کہ اکثر بیان کیا جاتا ہی، لیکن مصنف تاریخ فیروز شاہی، اس کا کوئی تذکرہ نہین کرتا ہے اس نے شاید فیروز کی خوشامد اور اس کے لحاظ کی وجہ سے ایسا کیا ہو"

بدایونی نے بھی بادشاہ کی دھمکی اور شیخ کے جواب کا ذکر کیا ہی،

فرشتہ اس مسئلہ پر اس طرح بحث کرتا ہے:-

"جب الغ خان نے سنا کہ اس کا باپ واپس آرہا ہے تو اس نے افغان پور کے قریب ایک خیمہ بنوایا تا کہ سلطان جب پہونچے تو رات وہین گزارے اور صبح کو جب شہر آراستہ پیراستہ ہو جائے اور شاہانہ خیر مقدم کی تیاریان مکمل ہو جائین تو وہ شان کے ساتھ شہر مین داخل ہو، سلطان وہان پہنچکر اترا اور تغلق آباد مین ہر طرح کی خوشیان منائی جارہی تھین، دوسرے دن صبح کو الغ خان اور دیگر امرا کو سلطان نے شرف دست بوسی بخشا، اور اس کے بعد تمام لوگون کے ساتھ کھانا کھانے بیٹھا، جب دسترخوان اٹھایا جارہا تھا اور لوگون نے یہ سمجھا کہ بادشاہ اٹھنے کو ہے، وہ بلا ہاتھ دھوئے باہر نکل آئے، الغ خان جس کی موت کی گھڑی ابھی نہین آئی تھی، اس غرض سے باہر نکلا کہ گھوڑون اور ہاتھیون کی صف آرائی کرے، اس عرصہ مین چھت گری اور سلطان نے مع پانچ اشخاص کے خدائے تعالیٰ کی آغوش رحمت مین جگہ پائی،

"بعض تاریخون مین یہ لکھا ہی کہ خیمہ چونکہ تازہ بنا ہوا تھا، ہاتھیون کے دھمک سے گر پڑا، اور بعض مورخون نے یہ لکھا ہے کہ ایسے خیمہ کی تعمیر جو غیر ضروری تھا، یہ شبہہ پیدا کرتی ہے کہ الغ خان نے اپنے باپ کی موت کے لئے پہلے ہی سے یہ تدبیرین کر لی تھین، ضیاء برنی نے جس نے اپنی تاریخ فیروز کے عہد مین لکھی، سلطان کے خوف سے اظہار حقیقت سے پہلو تہی کی، لیکن دانشمند اصحاب

پر یہ امر واضح ہو کہ یہ بیان سراسر خلاف عقل ہے کیونکہ الغ خان اپنے باپ کے ساتھ دسترخوان پر بیٹھا ہوا تھا، اس معجزہ کی اسے کہان طاقت کہ خیمہ عین اس وقت گرے جب وہ باہر نکلے، سب سے پرلطف قصہ صدر جہان گجراتی کا ہے، اس نے اپنی تاریخ مین لکھا ہے کہ الغ خان نے ایک طلسم کے ذریعہ سے خیمہ بنایا تھا، چنانچہ جسوقت طلسم ٹوٹا، فوراً چھت گر پڑی،" حاجی محمد قندھاری نے اپنی تاریخ مین یہ بیان کیا ہے کہ "جب سلطان ہاتھ دھونے مین مصروف تھا، ایک بجلی آسمان سے نازل ہوئی اور چھت بچا کر اس کے سر پر گری، یہ بیان قرین قیاس معلوم ہوتا ہے لیکن صحیح واقعہ کی خبر خدا ہی کو ہے"

ان بیانات مین چھوٹے چھوٹے اختلافات چندان قابل لحاظ نہین، فرشتہ کا اشارہ بعض مورخین سے نظام الدین احمد پر ایک مخفی حملہ ہے کیونکہ اس کی یہ عادت ہے کہ جس ہانڈی مین کھاتا ہے اسی مین چھید کرتا ہے، حاجی محمد قندھاری کا بیان غالباً برنی کے لفظ کی غلط فہمی کی بنا پر ہے، فرشتہ کے بیان سے صاف ظاہر ہے کہ محمد جونا کی مدافعت کر رہا ہے لیکن ابن بطوطہ کے بیان سے جو عینی شہادت پر مبنی ہے ساری حقیقت بے نقاب ہو جاتی ہے، وہ کہتا ہے کہ "عمارت زیادہ تر لکڑی کی بنی تھی اور لکڑی ہی کی بنیاد پر قائم بھی تھی، مشہور ملک زادہ اور احمد بن ایاز (خواجہ جہان) کی نگرانی مین تیار ہوئی تھی" ابن بطوطہ نے عمارت کی اصلیت یہ بیان کی ہے "اس عمارت کی تعمیر مین جو راز مضمر تھا وہ یہ کہ اسکی ساخت اس طریقہ پر تھی کہ جب ہاتھی اس کے کسی جانب سے گزرین تو وہ فوراً گر جائے" مورخ مذکور نے اس سازش کی تفصیل سے بحث نہین کی لیکن اس کے بیان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ صدر جہان کا سارا طلسم یہ تھا کہ بنیاد سے ایک شہتیر ایسا لگایا گیا تھا کہ ہاتھی کے گذرتے ہی وہ اپنی جگہ سے کھسک جائے اور ساری عمارت گر پڑے، ابن بطوطہ اس واقعہ کو ان الفاظ مین بیان کرتا ہے :-

"وہ سلطان خیمہ مین اترا، امراء اعیان سلطنت دعوت کھا کر منتشر ہو گئے، محمد نے اپنے باپ سے ہاتھیون کو صف آرا کرنے کی اجازت چاہی اور وہ راضی ہو گیا، شیخ رکن الدین نے مجھ سے بیان کیا کہ وہ اور

سلطان کا عزیز بیٹا محمود دونون اس کے ساتھ تھے، محمد نے اکر شیخ سے کہا کہ اب شام ہوگئی ہے، چلئے آرام کیجئے، شیخ اتر آئے اور ہاتھی خیمہ کے ایک جانب لائے گئے، ان کے آتے ہی خیمہ سلطان اور اسکے بیٹے محمود پر گر پڑا، شیخ نے یہ مجھ سے کہا کہ مین یہ آواز سنکر لوٹا اور کیا دیکھتا ہون کہ خیمہ سلطان کے اوپر گر پڑا ہے، شہزادے نے حکم دیا کہ کلہاڑیان اور پھاوڑے لاکر اسے نکالین، لوگ غروب آفتاب کے وقت لائے اور کھودا، سلطان اپنے بیٹے محمود کے اوپر اس طرح لپٹا ہوا پایا گیا گویا اسے بچا رہا تھا، بعض یہ کہتے ہین کہ سلطان جب کھود کر نکالا گیا تو مر چکا تھا، اور بعض کا یہ بیان ہے کہ وہ زندہ تھا، اس کے بیٹے محمد نے اس کے دفن کرنے کا سامان کیا اور رات ہی کے وقت وہ تغلق آباد سے باہر اس قبر مین جسے اس نے اپنے لئے بنوا رکھی تھی، دفن کیا گیا۔۔۔۔ ۔۔اس سازش کی بنا پر جو امیر خواجہ جہان (احمد بن ایاز) نے اس عمارت کی تعمیر مین کی تھی، وہ سلطان محمد تغلق کا محبوب نظر بن گیا اور سب سے بڑے عہدہ پر مامور کیا گیا؛

ابن بطوطہ کا غیر جانبدارانہ بیان فیصلہ قطعی ہے، یہ ایک ایسے شخص کی شہادت پر مبنی ہے جو خود موقع پر موجود تھا، ہاتھیون کی صف آرائی خود محمد جونا کی تجویز سے عمل مین آئی جس کے سبب سے یہ بلا نازل ہوئی اور احمد بن ایاز کا جو غیاث الدین تغلق کے عہد مین ایک معمولی نگران عمارت تھا، محمد تغلق کی تخت نشینی پر یکایک وزیر سلطنت کے عہدہ پر پہنچنا سلسلۂ شہادت کی تکمیل کر دیتا ہے؛

تلخیص و تبصرہ

سلمان ساوجی

خاک ایران کے ان علمی فرزندان میں سے جنھون نے جدید تعلیم سے فیض پاکر اپنی زندگی کا بڑا فرض اپنے بزرگون کی معنوی دولت کی حفاظت اور ترقی قرار دیا ہے، ایک مرزا عبد اللہ بن عبد الغفار تبریزی ہیں، میرزا موصوف روسی زبان میں کامل دستگاہ رکھتے ہیں اور اپنی عمر کا بڑا حصہ روسی تعلیم گاہون میں صرف کیا ہے، جنگ سے پہلے وہ ماسکو کے مدرسہ السنۂ شرقیہ میں پروفیسر تھے، انقلاب روس کے بعد وہ اسٹریا چلے آئے اور اب تک وہین مقیم ہین، موصوف نے ایرانشہر برلن (صفر ۱۳۴۱ھ) میں سلمان ساوجی پر ایک مختصر مضمون لکھا ہے جس کی ہم ذیل مین تلخیص کرتے ہیں،

آٹھوین صدی ہجری مین خاک پاک ایران سے جو نامور شعراء پیدا ہوئے ان کے سرخیل یقیناً خواجہ حافظ شیرازی ہین، لیکن حافظ کے بعد جس کا نام لیا جا سکتا ہے وہ سلمان ساوجی ہے، سلمان کی ولادت کا سال ۷۰۹ھ اور وفات کا ۷۷۸ھ ہے، سلمان کی غزل سرائی کی عمر خواجہ حافظ کی شیرین نوائی کی عمر سے دس سال بڑی ہے، مشرقی ایران کی بزم سخن شاہان آل مظفر کی سرپرستی مین حافظ کے دم سے روشن تھی، تو شمالی مغربی ایران کا گلشن سخن جلائری سلاطین کی باغبانی مین سلمان ساوجی کے نغمۂ ترنم سے معمور تھا، آل مظفر کا پایۂ تخت شیراز تھا اور جلائری خاندان کا تبریز، خواجہ حافظ شیراز مین چہک رہے تھے، اور سلمان تبریز مین،

باوجود اس کامل ہمسری اور ہمعصری کے یہ واقعہ تعجب انگیز ہے کہ حافظ کا دیوان آج بچہ بچہ
ے ہاتھ مین ہے، لیکن سلمان کا دیوان بڑے بوڑھون کی بغل مین بھی نظر نہین آتا، دنیا مین فارسی
بیات کا کوئی اہل ذوق ایسا نہوگا جو حافظ سے آشنا نہو، دنیا کی مختلف زبانون مین ان کے دیوان
ے ترجمے موجود ہین، دنیائے تمدن کے ہر گوشہ مین ان کے دیوان کے اعلیٰ وادنیٰ سینکڑون
یشین شائع ہو چکے ہین، مگر سلمان کا دیوان اب تک فراموشی کے طاق پر گرد آلود پڑا ہے، یہان
ے کہ خود ایران مین بھی اس کا کوئی کامل نسخہ چھپکر شائع نہین ہوا ہے، اس سوال کا جواب مشہور
بن شاعر گوئٹے (GOUTHE) نے ایرانی شعراء کی مدح وستائش کی تقریب مین جو الفاظ
لکھے ہین ان سے ممکن ہے، وہ کہتا ہے :-

"اہل ایران نے اپنے قدیم شعراء مین سے صرف سات نامورون کو چن لیا ہے، حالانکہ
باقی ماندہ اشخاص مین بہت سے ایسے شعراء ہین جو مجھ سے بمراتب بہتر ہین"

ماسکو کے مدرسۃ الستۃ مشرقیہ لازاروف مین، سلمان کے کلیات کا ایک قلمی نسخہ (نمبر
۶۷) نہایت عمدہ اور نہایت نادر موجود ہے، اس کی سب سے بڑی ندرت اور قیمت یہ ہے کہ یہ سلمان
ے ان تمام نسخون سے سب سے زیادہ مکمل ہے، جو یورپ کے مختلف مشرقی کتبخانون مین ہین، اور
ن کی فہرستون مین مذکور ہے، افسوس ہے کہ اس نسخہ پر کتابت کی تاریخ درج نہین، مگر خط سے اندازہ
اہر ہے کہ یہ تیموری سلطنت کے اواخر عہد مین بلکہ سلطنت صفویہ کے اوائل مین لکھا گیا ہے، اس غرض
بنا پر یہ نسخہ سلمان کے ڈیڑھ سو برس کے بعد تکمیل پایا ہے، ماسکو کے مدرسۃ الستۃ مشرقیہ کے کتبخانہ
ایک نسخہ بمبئی کا چھپا ہوا بھی موجود ہے، اس نسخہ پر بھی تاریخ درج نہین ہے لیکن قرینہ سے معلوم ہوتا ہے
بسنہ [illegible] مین چھپا ہے، گو کہ یہ کلیات کے نام سے چھپا ہے لیکن یہ بالکل نامکمل ہے،
سنہ [illegible] مین، خاکسار نے سلمان کی پہلی بیس غزلین اسی قلمی نسخہ سے نقل کرکے اور مذکورہ

مطبوعہ نسخہ سے مطابقت کرکے روسی ترجمہ کے ساتھ، "الشرقیات" کے مجموعہ مین چھپوایا تھا، یہ مجموعہ مشہور روسی مستشرق الکسی دیسے لودسکی (WEASOLOESKY) کی سی سالہ جشن پروفیسری کی تقریب مین پروفیسر موصوف کے دوستون اور شاگردون نے ترتیب دیا تھا؛

اس کے بعد اسی قلمی نسخہ سے لیکر "جمشید و خورشید" کی داستان کی نقل کرکے چھپوانیکا مصمم ارادہ تھا کہ یہ منحوس جنگ شروع ہوگئی، اور اس کے بعد روس مین ایسے انقلابات پیش آئے کہ یہ تمنا پوری نہ ہوسکی، سلمان نے داستان مذکور کو اس خوبی سے نظم کیا ہی کہ اگر یہ ذوق شناسان سخن کے پاس نہ پہونچے تو یہ سلمان کی روح پر ظلم ہوگا،

خطِ میخی کے اکتشاف کی تاریخ

ایران کی قدیم عمارتون پر سینکڑون سنگی کتبے اور نوشتے ایک خاص خط مین منقوش ہین جس کو اب خطِ میخی کہتے ہین، کہ ان کی ظاہری شکل میخ اور کیل سے مشابہ ہی، یہ قدیم خط ہمیشہ سے معما تھا یہان تک کہ اونیسوین صدی کے دوسرے سال مین یہ یورپ کے مستشرقین اور سیاحون کی مسلسل کوششون اور محنتون سے حل ہوا، اور ان کو پڑھکر قدیم ایران کی مردہ تاریخ کے بہت سے واقعات زندہ ہوئے، اور بہت سے گذشتہ بادشاہون کے نام جو یونانی تلفظ مین کچھ سے کچھ ہوگئے تھے ان کی تصحیح ہوئی،

اس خط کے اکتشاف اور حل کی تاریخ ہم کو اس لئے پڑھنا چاہئے تاکہ ہم کو مستشرقین کی ان محنتون اور کاوشون کا اندازہ ہو جو وہ علم کے شوق مین غیر قومون اور بیرونی ملکون کی تاریخ کے احیا مین کر رہے ہین، سب سے پہلا کامفر نام ایک یورپین سیاح ایران نے ۱۷۱۲ء مین اس خط کا نام "خطِ میخی" تجویز کیا، ۱۷۶۵ء مین ایک اور یورپین سیاح نو یبردین کی معیت مین اس نے اصطخر

کے کتبہ کو نقل کیا، اس کے بعد ۱۷۶۵ء مین جرمن سیاح نیوبر (MEIBUHR) نے عرب اور ایران کی سیاحت کی اور ان کتبون کی متعدد نقلین حاصل کین جو مدت تک مستشرقین کے ہاتھون مین اس خط کے متعلق تنہا سرمایۂ معلومات رہین،

۱۸۰۲ء مین سب سے پہلی دفعہ اس خط کے چند الفاظ پڑھے گئے، اس دریافت کا فخر جرمنی کے ایک مستشرق سیاح گروٹفنڈ (Grotefend) کو حاصل ہے اس نے دو تین لفظ پڑھے، اور ان کی مدد سے اس خط کی الف با کے چند حروف متعین کئے، ۱۸۲۰ء مین کوہ الوند اور وان مین کچھ کتبے پائے گئے، ۱۸۱۹ء مین ریچ (Rich) نے اپنا سفرنامۂ ایران شائع کیا، ۱۸۴۳ء مین ویسٹر گارڈ ایک ڈنمارکی سیاح نے تخت رستم کے کتبون کی نقل لی، اس کے بعد انگریز مستشرق رالنسن (Rawlenson) نے ۱۸۳۶ء، ۱۸۴۴ء مین بیستون کے کتبون کے چربے لئے، ۱۸۴۳ء مین فرانس کی حکومت نے اپنے تین سیاح ہمدلون کو ایران بھیجا جن کے نام یہ تھے، پاسکال دی کوست (Pascal de Coste) ٹکزیے (Texier) اور فلانڈن (Flandin) ان لوگون نے اکثر میخی خطوط کے عکس لئے، اور ایک مفید سفرنامہ لکھکر فرانس واپس آئے، لیکن جو شخص خط میخی کی تمام اور کامل نقلین یورپ مین لایا وہ جرمن سیاح سٹولزے (Stolze) ہے، اس نے ۱۸۷۴ء مین چودہ سو سے زیادہ کتبون کی نقلین لین، اور جرمنی واپس آکر پروفیسر نولڈیکے اور پروفیسر اندریس کی مدد سے خط میخی کی تحقیق مین ایک بہترین کتاب لکھکر شائع کی،

اس کے بعد شخصی اور مختلف علمی وفود کی کوششین اس خط کی تحقیق مین صرف ہوتی رہین، انگریز عالم رالنسن نے ۱۸۴۶ء مین بیستون کے کتبہ کے دو جملہ کا ترجمہ کرکے لندن کی ایشیاٹک سوسائٹی کے رسالہ مین چھپوایا، اور اس کے چند سال بعد ۱۸۴۷ء مین دو اور حرف پڑھکر اس خط کے متعلق اپنی یادداشت شائع کی،

اس خط کی الف بائینی حروف تہجی کی ترتیب تعیین اور تحقیق مین علمائے یورپ کے پورے پچاس سال صرف ہوئے اور تب جا کر بڑے جھگڑون مناقشون، اور مباحثون کے بعد بالآخر ایک الف بائینی ہوئی، اور اس کی پوری شکلین ترتیب کو پہنچین، ذیل کی جدول مین ان حروف کے دریافت کنندون کے نام مع قومیت اور سال دریافت ہم درج کرتے ہین،

نام	قومیت	کتنے حروف پڑھے	سال دریافت
ٹیخمن	جرمن	۴	۱۷۹۸ء
ہنٹر	جرمن	۲	۱۸۰۰ء
گروٹفنڈ	جرمن	۱۲	۱۸۰۲ء و ۱۸۱۵ء
سینٹ مارٹن	فرنچ	۲	۱۸۲۲ء
راسک	ڈنمارکی	۲	۱۸۳۶ء
بورنوف	فرنچ	۲	۱۸۳۶ء و ۱۸۴۳ء
لاسن	ناروی	۶	۱۸۴۶ء
ترا کے	بلجیمی	۲	۱۸۳۹ء
رالنسن	انگریز	۵	۱۸۳۹ء و ۱۸۴۶ء
ہولٹزمان	جرمن	۱	۱۸۴۶ء
اوپریت	فرنچ	۶ / ۴۴	۱۸۴۷ء و ۱۸۵۱ء

ان ۴۴ حروف کے علاوہ آٹھ حروف ایسے بھی ہین جو اب تک پڑھے نہین گئے ہین جن کو ملا کر خط میخی کے کل ۵۲ حروف ہوتے ہین؛

اخبار علمیہ

ریاستہائے امریکہ کی حکومت نے یہ قانون نافذ کیا ہی کہ جب تک کتابون پر، ان کے چھپنے کا ملک نہ لکھا ہوگا وہ امریکہ کی حدود مین نہ داخل ہوسکینگی، کناڈا نے بھی اس کی تقلید کی ہی؛

مسٹر ایس، پرسی اسمتھ کی موت، عالم تاریخ کا حادثۂ عظیم ہے، وہ مسوری قوم کی تاریخ، روایات، مذہب، اور تمام دوسری خصوصیات کے لئے سند تھے، انھون نے چالیس سال تک نیوزیلینڈ مین اسی قبیلہ کے ساتھ گذارے تھے؛ سنہ۱۹۰۰ء مین وہان سے واپس آکر اسی قوم کے متعلق مضامین و رسائل لکھا کرتے تھے، حال ہی مین ان کی کتاب کا جو انھون نے اس قوم کی تاریخ پر لکھی ہے چوتھا اڈیشن شائع ہوا ہی؛

ابن مسکویہ کی تجارب الامم سات جلدون مین ہی، زمانہ ہوا ڈی، گیوجی نے لیڈن سے اسکی چھٹی جلد شائع کی تھی، اب پروفیسر مارگولیس نے ساتون جلدون کو مع ترجمہ کے شائع کیا ہے؛ مسٹر ایچ، الیف، امردوز بھی پروفیسر موصوف کے شریک کار تھے، لیکن عمر نے وفا نہ کی، اور پروفیسر موصوف کو تنہا اس کو تکمیل تک پہنچانا پڑا، ساتون جلدون کی قیمت، پونڈ، سات شلنگ ہی؛

موسیو ہنری برکے زیر ادارت لی ایولیوشن ڈی لی ہیومنائٹ، (ارتقاء انسانی) نہ سو جلدون مین اس موضوع کی دائرۃ المعارف لکھی جائیگی؛ حال مین اس کی چوتھی جلد پیرس سے

شائع ہوئی ہے؛ اس سلسلہ کی وسعت، ضخامت اور ہمہ گیری کا اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ یہ چوتھی جلد ۵۰۴ طویل صفحون پر مشتمل ہے، اور جن اہم کتابون سے مدد لیگئی ہے ان کی تعداد ۲۲۰ تک پہونچتی ہے،

اکتوبر مین آکسفورڈ یونیورسٹی کے تاریخ قدیم کے کیمڈن پروفیسر شپ کی سہ صدی رسم ادا کیگئی اور اس شعبہ کے چھ پروفیسرون کو اس تقریب پر ڈاکٹر آف لیٹرس کی اعزازی ڈگریان دی گئین ؛

دائنا یونیورسٹی کا ہال ۱۹۱۴ء سے مرمت نہ ہوسکا اور اب بالکل کام کے لائق نہین ہے بدبخت اقوام کی تباہی کا اس سے زیادہ دردناک کوئی منظر نہین ہوسکتا،

۵ا جنوری ۱۹۲۰ء کو قاہرہ مین، برطانوی باشندون کے بچون کیلئے ایک اسکول کھولا گیا تھا اور اس امید پر کہ دو سال مین اسکول خود اپنا کفیل ہو جائیگا، حکومت برطانیہ سے صرف اس قلیل میعاد کے لئے ۴۰۰ پونڈ سالانہ لیا گیا تھا، لیکن وہ اسکول ابتک اس قابل نہین ہوا ہے اور منتظمین نے امداد کیلئے پھر درخواست دی ہے؛

---

۲۳ اکتوبر کو پروفیسر جارج سینٹبری کی ۸۰ وین سالگرہ منائی گئی اور اس موقع پر ان کے احباب اور شاگردون نے ان کو اڈریس پیش کئے ؛

ریاستہائے امریکہ کی حکومت نے بیس ہزار ڈالر کا انعام اس شخص کے لئے مقرر کیا ہے ؛

جو اخلاقی تعلیم کیلئے بہترین اصول پر ایک کتاب لکھ سکے ؛

انگلستان کے انقلاب وزرات کے ساتھ، تعلیمی وزارت بھی بدل گئی ہی، اور اب مسٹر فشر کی بجائے مسٹر وڈ، بورڈ آف ایجوکیشن (مجلس تعلیم) کے صدر ہین،

فرانسیسی طیارچی مسٹر الکزنڈر متی رول نے ڈیلی میل کا ایک ہزار پونڈ کا انعام پرواز حاصل کیا ہی؛

گذشتہ اکتوبر کی ۱۰ کو سب سے بڑے شہاب ثاقب کو دیکھا گیا، جسامت اور بعد مسافت کے لحاظ سے اب تک کوئی اسکا ثانی نہین پایا گیا تھا ؛

مسٹر جی، ایچ، سے ملوری نے جو گذشتہ مئی کے مہم ایورسٹ کے رہنما تھے ایک تقریر کے دوران مین یہ رائے ظاہر کی ہی کہ وہ آکسیجن کے بغیر کلہ کوہ تک پہونچ سکتے ہین، گذشتہ مہم مین وہ ۲۶۸۰۰ فٹ تک پہونچ گئے تھے،

برطانیہ کا معمر ترین امیر البحر سر الگزینڈر ڈی ہور سے ۹۵ سال کی عمر مین مرا، وہ ۱۸۵۴ء مین نوکر ہوا تھا اور ۱۸۹۲ء تک مختلف فرائض انجام دینے کے بعد ملازمت سے الگ ہوا تھا،

لندن کی گذشتہ مردم شماری کے اعداد کی رپورٹ حال مین شائع ہوئی ہی، اس سے پتہ چلتا ہی کہ لندن کی آبادی برابر گھٹ رہی ہے ؛

سنہ ۱۹۰۱ء مین ۴۵۳۶۲۶۷ تھی سنہ ۱۹۱۱ء مین ۴۵۲۱۶۸۵ ہوئی اور سنہ ۱۹۲۱ء مین ۴۴۸۴۵۲۳ رہ گئی ہی؛

اسی سلسلہ مین یہ بات بھی دلچسپی سے خالی نہین کہ انگلستان کے ووٹ دینے والے حلقون مین عورتون
کی تعداد بڑھ رہی ہے اور ایک حلقہ مین تو مردون سے بھی زیادہ ہے۔

لندن اور اس کے ملحقات کے اعداد و شمار مین ذیل کی چیز کے معلومات بھی دلچسپ ہین،

مردون مین :—

ناکتخدا	۱۱۳۱۸۸۹
شادی شدہ	۸۶۵۳۰۰
جنکی بیویان مر گئین	۷۲۴۵۹
طلاق سے جدا شدہ	۱۹۳۱

اور عورتون مین

ناکتخدا	۱۳۰۹۸۲۸
شادی شدہ	۸۷۷۲۹۸
بیوہ	۲۲۳۶۱۵
طلاق یافتہ	۲۲۰۳

بیواؤن کی تعداد مین ۲۵۹۲۲ کا اضافہ ہے، ان مین سے ۱۱۰۰۰ سے زیادہ ۲۰ سے ۳۰
تک کے عمر کی ہین اور شاید ایام جنگ کی بیوہ شدہ ہین۔

لندن یونیورسٹی نے فیصلہ کیا ہے کہ حکومت برطانیہ کی ایک ہزار زبانون کے دو لاکھ
گرامفون ریکارڈ رکھے جائین تاکہ طلبا اور محققین کو زبان کے مطالعہ و تعلیم مین سہولت ہو۔

حال مین لندن مین ایک گائے لائی گئی ہی جو سال مین تقریبًا ۳۰۰۰ گیلن دودھ دیتی ہی، اس کو دن مین چار مرتبہ دوہا جاتا ہی، چار سال قبل ۲۰۰۰ گیلن دودھ والی گائے آئی تھی، اب اس قسم کی وہ گائین برطانیہ مین ہین ؛

انگلستان کے مشہور مصور انربیل جان کولیر نے ایک تصویر بنائی تھی جس مین دکھایا گیا تھا کہ ایک شہزادی اپنے شوہر کو قتل کر کے نکل رہی ہی، بلیک پول کی میونسپلٹی نے اسے اس بنا پر خریدنے سے انکار کر دیا کہ اس سے لوگون کی اخلاقی حالت پر برا اثر پڑیگا، تصویر کی قیمت ۲۰۰ پونڈ ہے، مصور موصوف کا خیال ہی کہ اگر یہ اصول تسلیم کر کیا گیا تو تمام بہترین غمناک تصاویر کو فن تصویر کشی سے خارج کر دینا پڑیگا؛

مشہور نقاش مسٹر ملکالم اسٹراس نے تمام دنیا کی سیاحت کے بعد ایک مضمون حسن پر لکھا ہی؛ ان کا خیال ہی کہ کمال تناسب کا نام حسن ہے اور اس لحاظ سے صرف تین عورتین ان کے معیار مین پوری ہوئین ؛

پروفیسر ہرس نے بجلی کے ذریعہ ثبوت زندگی کا طریقہ ایجاد کیا ہے، ان کا قول ہے کہ اگر ایک انڈے کے متعلق یہ معلوم کرنا ہو کہ اس مین جان پیدا ہوگئی ہے یا نہین، تو چاہئے کہ بجلی کی لہر اس تک پہنچائے اور اگر اس سے بھی لہر پیدا ہو تو سمجھین کہ اس مین جان پیدا ہوگئی ہے اسی طرح بیجون کے متعلق بھی فیصلہ ہو سکتا ہی کہ وہ قابل نمو ہین یا نہین ؛

بیرہ (ساحل افریقہ) مین ایک عظیم الجثہ دریائی جانور پایا گیا ہی، اس کا طول ۱/۲ ۱۹ فٹ، عرض ۱۰ فٹ، بلندی ۴ فٹ اور وزن ۱۵ سے ۲۰ ٹن تک ہی۔

ماہرین کیمیا نے وہ تمام اجزا معلوم کرلئے ہین، جن سے انسان کا جسم بنتا ہی، اور اس کے بنانے مین بھی کامیابی حاصل کی ہی، لیکن سانس نہ پیدا کرسکے کہ وہ ان کے بس سے باہر کی چیز ہی۔

ڈاکٹر مگنن کوشش کر رہے تھے کہ وہ ایسے پر بنائین جنکو لگا کر آدمی پرندون کی طرح عالم بالا کی سیر کرسکے (اُڑ سکے) اب وہ اس مین کامیاب ہوگئے ہین، اور چند دنون مین ان مصنوعی پرون کا امتحان ہوگا۔

جزیرۂ ملیکولہ کی یہ عجیب رسم ہی کہ دلہن کے دونون اگلے دانت توڑ دئے جاتے ہین، ایک لڑکی کی شادی کیلئے لازمی ہی کہ اس کا سر مخروطی ہو، ورنہ اس کی شادی نہ ہوگی اور تمام عمر اس کو کنواری ہی رہنا پڑیگا۔

امراض ناک و حلق کے ایک ماہر نے ایک آلہ ایجاد کیا ہی جو چشمہ کی طرح دونون نتھنون مین لگایا جاتا ہی، اس کا دعویٰ ہی کہ اس طرح ہوا چھن کر جاتی ہی اور آدمی ناک و حلق کے تمام امراض سے محفوظ رہتا ہی۔

کلیفورنیا کے ۱۰ ایکڑ کے ایک باغ کو برف اور کہرے سے محفوظ رکھنے کے لئے، اس کے گرد

چار برسے بڑے مینارے بنائے گئے ہین اور اس مین بیس بیس فٹ کے پنکھے لگے ہوئے ہین، مینارون کے زیرین حصہ مین آگ سلگائی جاتی ہے اور یہ پنکھے اس کی حرارت کو تمام باغ مین پھیلا دیتے ہین اور اس طرح ہوا گرم ہو کر برف اور کہرے کی صورت مین باغ مین نہین گرنے پاتی ۔

کیمبرج یونیورسٹی نے انسائیکلوپیڈیا برطانیہ کی تین نئی جلدین شائع کی ہین، جو تمامتر گذشتہ عالمگیر جنگ کی نئی ایجادات واصطلاحات پر مشتمل ہین ۔

پال مال گلوب راوی ہے کہ مصر مین تنباکو کی کاشت گذشتہ صدی کے اواخر تک بکثرت ہوتی تھی، لیکن برطانی قبضہ کے بعد ہی حکومت نے اس کو قانوناً روک دیا، اور اس پر اس قدر بھاری محصول لگا دیا کہ لوگ اس کی تجارت سے آہستہ آہستہ دست کش ہونے لگے لیکن اب تبدیل حکومت کے بعد پھر مصری سلطنت ادھر اپنی توجہ بڑھا رہی ہے، اور دوبارہ اس مسئلہ پر غور کر رہی ہے کہ آیا اسکی کاشت پھر اپنی پہلی رونق پر آسکتی ہے یا نہین، اور ۱۸۹۰ء تک نیل کے پاس کی جن زمینون پر اس کی کاشت ہوتی تھی، ان کے علاوہ اور دوسری زمینین اس مصرف مین آسکتی ہین یا نہین، چنانچہ اس کی تحقیق اور معاینہ کے لئے کوبا اور ٹرکس سے تنباکو کی کاشت کے ماہرین بلائے گئے ہین ؛

گذشتہ جنگ عظیم مین ترکون نے جو جانی قربانیان کی ہین ترکی وزارت جنگ نے ان کی رپورٹ شائع کی ہے، جس وقت اعلان جنگ ہوا، ترکی کے پاس کل ایک لاکھ پچاس ہزار باقاعدہ فوج تھی اور مسلح لوگون کی تعداد دس لاکھ تیس ہزار نو سو تھی، لیکن اثنائے جنگ مین اس کی فوج کی تعداد ۲۸ لاکھ ۵۰ ہزار ہو گئی جن مین تین لاکھ ۲ ہزار افسر اور سپاہی میدان جنگ مین کام آئے، اور

چار لاکھ زخمی ہوئے، اور پندرہ لاکھ ۲۵ ہزار مفرور اور قید ہوئے، اور جس وقت التوائے جنگ ہوئی ہے اس وقت ترکی فوج مین صرف ایک لاکھ ۶۰ ہزار آدمی تھے،

جنگ سے پہلے امریکہ اور دول یورپ کی قومی ثروت، اور جنگ کے قرضون کا اندازہ حسب ذیل ہے، ایک ملین ۱۰ لاکھ کا نام ہے،

نام	اندازۂ دولت قبل از جنگ	قرض تا سال گذشتہ
ریاستہائے متحدہ امریکہ	۵۰ ہزار ملین پونڈ	۴۷۹۵ ملین پونڈ
برطانیہ	۱۷ ہزار ملین پونڈ	۷۶۲۴ ملین پونڈ
فرانس	۱۳ ہزار ملین پونڈ	۱۲۰۷۰ ملین پونڈ
روس	۱۲ ہزار ملین پونڈ	قرض سے انکار
جرمنی	۱۷ ہزار ملین پونڈ	۲۲۴۲ ملین پونڈ
آسٹریا	۸ ہزار ملین پونڈ	تقریبًا دیوالیہ
اٹلی	۶ ہزار ملین پونڈ	۲۹۰۳ ملین پونڈ

آکسفورڈ کے ایک پروفیسر صاحب نے حساب لگا کر بتایا ہے کہ کل ستارون کی تعداد ۵ کروڑ پچاس ہزار ہے،

شتر مرغ کی اوسط عمر کا اندازہ ستر سال سے زیادہ لگایا گیا ہے،

آثار علمیہ و تاریخیہ

نواب علائی اور مرزا غالب

نواب علاؤالدین خان علائی مرحوم، والی لوہارو، اور مرزا غالب کے درمیان جو دوستانہ تعلقات اور مراسم محبت تھے، سوانح غالب کا جاننے والا ان سے بیخبر نہیں، یہ تعلقات دوستانہ اور مراسم محبت جو دو ہم عہد باکمال سخنورون مین تھے، افسوس کہ ان کی ادبی یادگارین دنیا سے مٹ رہی ہین، ہم جناب ضیاء اللہ خان صاحب رامپوری کے ممنون ہین کہ انھون نے نواب علائی خان مرحوم کے خلف الرشید نواب مرزا بشیر الدین احمد خان صاحب (لوہارو) سے ذیل کے منظوم رقعے لیکر ہمین عنایت فرمائے ہین،

یہ منظوم رقعے بے تکلفانہ خطوط ہین، نواب صاحب مرزا کو اپنے ہان بلاتے ہین، اور مرزا غالب عذر کرتے ہین کہ وہان آم کہان ملینگے، مرزا غالب آمون کے بہت شائق تھے، نواب صاحب اس کے جواب مین لکھتے ہین کہ انشاء اللہ تمام فرمائشین حاضر ہونگی، مرزا غالب کے اردو اور فارسی قطعات کا جواب نواب صاحب نے انھین بحر و قافیہ مین دیا ہے، اللہ اللہ نہ اب وہ بامزہ صحبتین ہین، نہ ایسے خود دار اور با محبت لوگ ہین، نہ ایسے باکمال شاعر ہین نہ ایسے قدردان امراء

رقعہ مرزا غالب بنام نواب علاؤالدین خان مرحوم علائی

خوشی کیا ہے آنے کی برسات کے — پئین بادہ ناب اور آم کھائین

سرآغاز موسم مین اندھے ہین ہم — کہ دلی کو چھوڑین بہار دکو جائین
سوا ناج کے جو ہے مطلوب جان — نہ وان آم پائین نہ انگور پائین ،
ہوا حکم باورچیون کو کہ ہان ، — ابھی جا کے پوچھو کہ کل کیا پکائین
وہ کھٹے کہان پائین املی کے پھول — وہ کڑوے کریلے کہان سے منگائین
فقط گوشت سو بھیڑ کا ریشہ دار — کہو اس کو ہم کھا کے کیا حظ اٹھائین

خوانی بسوئے خویش ونذانی کہ مردہ ام — دانی کہ مردہ را رہ ورسم خرام نیست
نے تیغ مند دام نہ الٰہ بخش مرگ من — ازعالم خبابت و مرگ حرام نیست

جواب از طرف نواب صاحب مرحوم بنام مرزا غالب

خوشی ہے ہمین آنے کی آپ کے — کہ باہم پیئن بادہ اور آم کھائین ،
سرآغاز موسم مین کیا خوب ہو — جو دلی سے حضرت نہارو کو آئین
عجب لطف ہے یان کی برسات مین — کہ کیچڑ کہین نام کو بھی نہ پائین
سرولی کے وہ ڈاک پر سبز آم — وہ دلی سے انگور ہر شام آئین
کرین حکم باورچیون کو کہ ہان ، — ابھی جا کے ہر چیز جلدین پکائین
وہ لین باغ سے جا کے املی کے پھول — وہ جنگل سے کڑوے کریلے منگائین
وہ بے ریشہ بکری کا لحم طری — کہ کیا کیا اسے کھا کے ہم حظ اٹھائین
کہین ان کو بے مہرو کا ہل اگر ، — نہارو وہ اس بات پر بھی نہ آئین
خوانمت سوئے خویش وندانم کہ مردۂ — دانم کہ چون توئی منع خرام نیست
ہرچند مست زحسن تجلی ہ ال بیگ ، — مرگت چو تیغ ستودنداحرام نیست

ادبیات

عاشقِ رسولؐ قیدی کی فریاد

زندانِ بیجاپور مین

تنہائی کے سب دن ہین تنہائی کی سب راتین — اب ہونے لگین ان سے خلوت مین ملاقاتین
ہر آن تسلی ہے ہر لحظہ تشفی ہے، — ہر وقت ہی دلجوئی، ہر دم ہین مداراتین
کوثر کے تقاضے ہین، تسنیم کے ہین وعدے — ہر روز یہی چرچے، ہر رات یہی باتین
معراج کی سی حاصل سجدون مین ہے کیفیت — اک فاسق و فاجر مین، اور ایسی کراماتین
بے مایہ ہین ہم لیکن شاید وہ بلا بھیجین — بھیجی ہین درودونکی کچھ ہم نے بھی سوغاتین
شیطانون کی چالون سے اب ہم ہین تیرے واقف — اب ہونگی الم نشرح طغیونکی سب گھاتین

بیٹھا ہوا توبہ کی، تو خیر منایا کر،

ظلمتین نہین یون جو تو ہر اس دیس کی ہیئتین

ایک قیدی کی آزاد بیانی،

فیضِ محبت سے ہے قیدِ محن — میرے لئے ایک بلائے حسن[1]
شامِ غریبان کے برابر کہان — مذہبِ عشاق مین صبحِ وطن

---

[1] وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِينَ مِنْهُ بَلَاءً حَسَنًا (سورۂ انفال پارہ نہم)

آہ وہ غارتگر صبر و شکیب ، سلسلۂ زلف شکن در شکن
فتنۂ جان وہ سخن دلپذیر ق دشمنِ دین وہ نگہ سحر فن ،

جلوۂ جانان سے ہے دارالسرور خانۂ جان اب نہین بیت الحزن
مہر و مروت سے تمھین واسطہ یہ بھی حریفون کا ہے اک حسن ظن

جب سے کہا عشق نے حسرت مجھے
کوئی بھی کہتا نہین فضل الحسن

غزل فارسی

نواب حسام الملک سید محمد علی حسن خان طاہر

درغم عشق او دلم از غم ما سوا گذشت گشت دوائے درد دل درد کہ از دوا گذشت
عزت بے نیازیم کرد بہ یار ہمسرین زود بکام دل رسد ہر کہ ز مدعا گذشت
دلق رہین میکدہ سر بسجود پائے خم از لب جام بادہ پرس انچہ بہ پارسا گذشت
رفت شباب و ما ہنوز مست مئی شبانہ ایم بخت براہ خفتہ ماند قافلہ بے درا گذشت
عشق نہ عشق اول است حسن نہ حسن یار نو فکر دگر توان نمود کار من از جفا گذشت
من بکمال عشق خویش چون نہ زعقل بگذرم گر بکمال عقل خویش فلسفی از خدا گذشت
چشم براہ و منتظر طاہر و شوخ خویش مبین
روے نہفتہ آمد و بیخبر از قفا گذشت

باب التقریظ والانتقاد

ضرورت وقت
یعنی
ضعف ملّی کا علاج

(از مولوی ابو الحسنات ندوی)

ملک کے موجودہ انقلابات نے لوگوں کے خیالات میں جو عظیم الشان تغیر پیدا کر دیا ہے، اس کا ایک مظہر مسئلہ تعلیم بھی ہے، یہ تو سب کو نظر آرہا ہے، کہ جس تعلیمی راستہ پر ہم اب تک چل رہے تھے وہ قابل اصلاح ہے لیکن اب تک واضح اور بیّن طریقہ پر قوم کے سامنے کوئی جدید تعلیمی پروگرام پیش نہیں کیا گیا جسمین ہر پہلو سے بحث کا استیعاب و استقصا ہو، ابھی حال میں اس مسئلہ پر جناب مولوی محمد تیمور صاحب ام، اے پروفیسر اسلامیہ کالج پشاور نے مندرجہ بالا نام کی ایک قابل قدر کتاب لکھی ہے جس کا موضوع بحث خود مصنف کے الفاظ میں حسب ذیل ہے،

"ہم نے یورپ سے کیا سیکھا ہے، کیا سیکھنا چاہئے تھا اور آیندہ توجہ کس طرف ہونی چاہیے؟ یہ ایک سوال ہے جو اکثر لوگوں کے دل میں ہے اس رسالہ میں اس سوال کا جواب دینے کی کوشش کیگئی ہے"

کتاب چھ بابوں میں منقسم ہے جن کی تفصیل یہ ہے،

پہلا باب۔ ہندوستان کے لوگوں نے انگریزی زبان اور مغربی علوم کو کن اغراض سے حاصل کیا اور گورنمنٹ انگریزی اور مشنریوں نے مغربی علوم کی ترویج و ترقی میں کیا مصالح سمجھے

دوسرا باب۔ مغربی علوم کے اہتمام اوران کے فوائد کا مقابلہ، ہندوستانی توجہ کن علوم کی طرف ہو،

تیسرا باب۔ ہندوستان مین صنعت کی پست حالت اور اس کے اسباب،

چوتھا باب۔ صنعتی پستی کے متعلق گورنمنٹ اور اہل ملک کی ذمہ داری،

پانچوان باب۔ عملی تجاویز،

چھٹا باب، قومی ترقی کے لئے کن اخلاق کی ضرورت ہی،

خلاصہ ابواب پہلے باب مین نہایت تفصیل کے ساتھ بتایا گیا ہے کہ ہندوستان مین انگریزی زبان و فنون کی ترویج و اشاعت کی سب سے پہلی کوشش مسیحی مشنریون کی طرف سے ہوئی، جن کا مقصد اشاعت مذہب تھا، لیکن اس سے ہندوستان کی سطح جامد مین کچھ زیادہ قابل لحاظ جنبش نہین پیدا ہوئی، ۱۸۳۳ء مین ایک قانون منظور کیا گیا جس کی رو سے ہندوستانی حکومت کی دفتری بالا فارسی کی بجائے انگریزی قرار پائی اور ۱۸۴۴ء مین لارڈ ہارڈنگ نے اعلان کیا کہ آیندہ تمام سرکاری ملازمتون کے لئے انگریزی دانون کو ترجیح دیجائیگی، یہ قانون اور یہ اعلان مؤثر ثابت ہوا اور اب ہندوستانیون کی توجہ انگریزی تعلیم کی طرف منعطف ہوگئی، اس سیاسی ضرورت کے علاوہ تجارتی ضرورت بھی مصنف کی رائے مین انگریزی زبان کی اشاعت کا ذریعہ ہوئی لیکن مصنف نے سب سے زیادہ مؤثر اور قوی ذریعہ حکومت کے قانون، لارڈ ہارڈنگ کے اعلان اور ہندوستانیون کے جذبۂ حصول مناصب ملکی کو قرار دیا ہی، اس سلسلہ مین تمام ضروری معلومات جمع کر دئے گئے ہین، گورنمنٹ کی جد و جہد اور مشہور و معروف لارڈ مکالے کی تجاویز وغیرہ کے ضروری اقتباسات مندرج ہین، ہندوؤن مین بنگالی قوم کے رہنمائے اعظم راجہ رام موہن رائے اور مسلمانون مین سرسید احمد خان مرحوم کی جماعت کے کارنامے اس بارے مین خاص اہمیت رکھتے ہین، مصنف نے ضروری حد تک ان کا تذکرہ بھی کیا ہی،

اس باب کے آخری چند صفحے مصنف نے اس بحث کے لئے بھی مخصوص کئے ہین کہ انگریزی حکومت نے
ان مقاصد کو پیش نظر رکھکر یہان انگریزی تعلیم کو رواج دیا۔ اگرچہ وہ اپنے ان مقاصد مین کامیاب ہوئی
لیکن ساتھ ہی لوگون مین اسی کی بدولت مساوات حقوق اور آزادی وحریت کے خیالات بھی پیدا ہوگئے
یہ انگریز ارباب فکر کا خیال ہی، خود مصنف کا رجحان اس طرف معلوم ہوتا ہو کہ ہندوستانیون اور
انگریزون کے درمیان موجودہ حالات کے پیدا ہونے کا اصلی سبب فریقین کا یہ خیال ہے کہ تم غیر ہو
اور ہم غیر ہین یا انگریز شاعر رڈیارڈ کپلنگ کے الفاظ مین،

"مغرب مغرب ہے اور مشرق مشرق اور یہ دونون کبھی آپس مین مل نہین سکتے"

دوسرے باب مین مصنف نے علم کی دو قسمین ذہنی وقیاسی اور عملی و تجربی کے مفہوم مین
لی ہین، انسانون کے مختلف مدارج اور دولت کے مفہوم کی علمی تشریح نہایت دلچسپ اور موثر
طریقہ پر کی ہی، علوم وفنون کے ہر صنف کے منافع وفوائد کو دکھایا ہی اور یہ بتایا ہو کہ سوسائٹی ملک اور
قوم کو کن اصناف علم وفن سے زیادہ اور کن سے کم فوائد پہنچتے ہین۔ اس کے بعد یہ دکھایا ہو کہ ہندوستانیون
نے زیادہ تر پہلی قسم کے علوم وفنون یعنی ظنی وقیاسی مثلاً ادب، تاریخ، فلسفہ اور کسی قدر علوم سائنس
ریاضی کی طرف توجہ کی، اس پر طرہ یہ کہ حکومت نے بھی جو تعلیم اس ملک مین پھیلائی اس کے اصناف
واجزا بھی یہی رہے، اور عملی وصنعتی تعلیم کی طرف مدتون کوئی توجہ ہی نہین کی گئی۔ ان بیانات کو
مصنف نے زبردست وصریح دلائل وشواہد سے ثابت کیا ہو، تعلیمی رپورٹون کے پیش کردہ شمار
واعداد سے ان کی تائید کی ہو اور آخر مین ان ٹکنیکل اسکولون کا تذکرہ بھی کیا ہے جو ملت کی تباہی
وبربادی کے انسداد کیلئے صوبہ بمبئی، مدراس، کلکتہ، سیرام پور، لکھنو اور لاہور مین قائم کئے گئے
لیکن ان تعلیم گاہون کی حیثیت تپتے ہوئے ریگستان مین پانی کے چند قطرون سے زیادہ نہین ہو
تیسرے باب مین پہلے اٹھارہوین صدی عیسوی مین ہندوستان کی ترقی یافتہ تجارتی

حالت حکمران اسباب کی تشریح کیگئی ہو جن سے ہندوستان کی صنعت وحرفت پر زوال آیا مثلاً مغربی دنیا مین نئی نئی کلون کا ایجاد ہونا جن کا کامیاب مقابلہ ہندوستان کی دستی صنعتین نہ کرسکین حکومت کا انگلستان مین تحفظ تجارت اور ہندوستان مین آزاد تجارت کا اصول اختیار کرنا۔ آگے چلکر ملک کے موجودہ صنعتی انحطاط کو روکنے کی تدابیر پر بحث کیگئی ہو، اس سلسلہ مین ریلوے سسٹم کی بحث خاص طور پر قابل ذکر ہو، موجودہ انحطاط کو روکنے کیلئے مثبت اور منفی دونون طرح کے طریقون کا ذکر کیا گیا ہو، سودیشی تحریک پر بھی کافی بحث موجود ہو۔ آخر مین نہایت خوش سلیقگی کے ساتھ یہ بھی بتایا گیا ہو کہ اب تک نئے طرق پر ہندوستان نے کتنی صنعتی ترقی کی ہے۔ بحث کے ہر حصہ مین قطعی دلائل اور مستند اعداد و شمار کو پیش کیا گیا ہے۔

چوتھے باب مین تفصیل کے ساتھ یہ بتایا گیا ہو کہ حکومت نے آغاز عہد سے آج تک صنعتی ترقی کے لئے کیا کوششین کین، مقبوضہ ممالک مین انگلستان کی صنعتی پالیسی کی نہایت معنی خیز تشریح، پھر ضروری حد تک جرمنی اور جاپان کی صنعتی ترقی کے ذرائع و وسائل کی تفصیل کی گئی ہو یہان پر اس حالت کا بھی تذکرہ کیا گیا ہے جو ہندوستان مین اس کے ایک ماتحت ملک ہونیکی وجہ سے پیدا ہو، پھر آگے چلکر صنعتی ترقی کیلئے ملک کے ہر طبقہ، نواب، راجہ، طبقہ امرا، متوسطین اور تعلیم یافتہ اصحاب کے فرائض کی توضیح کی گئی ہو،

پانچوین باب مین عملی تجاویز یعنی صنعتی و زراعتی انجمنون تعلیم گاہون اور بینکون کے قیام کی تحریک و تجویز ہے، مصنف نے اس باب کے آغاز مین لکھدیا ہو کہ ہمارا یہ خیال نہین ہے کہ ان کے علاوہ یا ان سے بہتر اور تجاویز نہین ہوسکتین بلکہ ہم ان کو مثال کے طور پر لکھتے ہین تاکہ اہل الرائے اصحاب کی اس طرف توجہ ہو،

چھٹے باب مین نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ یہ بتایا گیا ہو کہ قومی ترقی کے لئے کن اخلاق

کی ضرورت ہی، یہاں اخلاق سے مراد وہ صفات ہیں جن کی وجہ سے بعض لوگ کسی مقصد کو حاصل کرنے کے لیے مل کر کام کر سکتے ہیں۔ اس باب میں مصنف کی قوت تحریر، غور و فکر اور مؤثر طرز تحریر کا پورا ظہور ہوا ہی، اسی سلسلہ میں مصنف نے بتایا ہی کہ اطاعت جماعتی، و قومی ترقی کا ضروری عنصر ہے، اور اس کو نہایت تفصیل کے ساتھ اور نہایت دلچسپ و مؤثر طریقہ پر لکھا اور دکھایا ہے مثلاً

منظم قوم ہونیکا یہ اثر ہے کہ جب وزیر حکومت ضرورت ظاہر کرتا ہی کہ لڑائی کیلئے آدمیوں کی ضرورت ہی تو لاکھوں آدمی بغیر مجبوری کے اپنی رضامندی سے چلے آتے ہیں، ایسے ہی جب مقتدر اور بارسوخ لوگ کسی مسئلہ پر کچھ لکھ دیتے ہیں تو ہر شخص کی زبان پر ان کے الفاظ اور ہر شخص کے دل میں وہی خیالات ہوتے ہیں، لباس کا یہ حال ہی کہ جیسا ایک رہنمایان فیشن پسند کریں ہر شخص وہی لباس پہنتا ہی، اگر یورپ کے کسی شہر میں دیکھا جائے تو تمام لوگ قریباً ایک ہی قطعہ اور مرد تقریباً ایک ہی رنگ کا لباس پہنے ہوئے ہوتے ہیں، عورتیں بھی ان اقسام سے باہر نہیں جا سکتیں، جو فیشن میں داخل ہیں، اگر اونچے گون کی رسم ہوئی ہے تو جدھر دیکھتے ہیں گون پنڈلیوں تک یا قریباً گھٹنوں تک نظر آتے ہیں اگر آستین چھوٹی رکھنے کا فیشن ہی تو ہر لیڈی کے بازو ننگے نظر آتے ہیں، اگر سینہ ننگا رکھنے کی رسم ہی تو خواہ سردی سے بیمار ہو جائیں مگر سینہ فیشن کے مطابق ننگا ہے، غالباً فی نفسہ یہ باتیں قابل تضحیک ہوں مگر یہ ایک قوم کی یگانگت اور اطاعت کی علامات ہیں۔ جب پہنتے ہیں تو سب ایک لباس پہنتے ہیں جب رہتے ہیں تو ایک سے مکانوں میں رہتے ہیں جب سوچتے ہیں تو سب ایک ہی قسم کے مسائل سوچتے ہیں۔

اس اقتباس سے واضح ہوگا کہ مصنف کی نظر کس قدر چھوٹی چھوٹی باتوں اور معمولی معمولی

حالتوں تک پہنچی ہی، آگے چل کر مصنف نے لکھا ہی کہ ہندوستان کی تینتیس کروڑ کی آبادی کو معنوی حیثیت سے چند ہزار کی آبادی پر لے آنا چاہئیے۔ اس کا ذریعہ اس کی راے مین انجمنون کا قیام اور ہر ہندوستانی کا کسی نہ کسی انجمن مین داخل ہوجانا ہی تاکہ افراد کی شخصیتین چند اجتماعی انجمنون مین فنا ہو جائین وہ کہتا ہی اور غالبًا سچ کہتا ہے کہ

ترقی کا پہلا زینہ ہندوستان اس وقت طے کریگا جب ان انجمنون کے ذریعہ سے ملک مین افراد کم ہوجائین گے اس وقت ہندوستان کی آبادی تینتیس کرور افراد پر مشتمل ہی ترقی تب ہوگی جب کم ہوتے ہوتے ایک ہزار یا اس سے بھی کم انجمنون تک محدود ہو جائیگی۔ اس وقت ایک طوفان بے تمیزی برپا ہے کسی کی کوئی سنتا ہی نہ کوئی سنا سکتا ہے سوائے ایک محدود سیاسی جماعت یا گورنمنٹ کے جو منظم ہین، باقی تمام ملک ریت کے ذرون کی طرح ہی ان لوگون کا کوئی کام ملکر کرنا ایسا ہی مشکل ہے جیسے ریت کی رسّی بنانا،

ماخذ کتاب | ماخذ اور حوالے تمام ترصحیح، مستند اور قابل اعتماد ہین مثلاً کلکتہ یونیورسٹی کمیشن رپورٹ، مکالے کی تحریرین ایسٹ انڈیا کمپنی کے ڈائرکٹرون کی مراسلتین، دی ریل انڈیا مصنفہ مسٹر ریس، انڈین انڈسٹریل کمیشن رپورٹ، حکومت ہند کی تعلیمی رپورٹین، ہندوستان کے ٹکنیکل اداروں کی ڈائرکٹری، گروتھ آف انگلش انڈسٹری اینڈ کامرس مصنفہ کنگھم، انڈسٹری اینڈ ٹریڈ مصنفہ الفرید مارشل، اکنومک ہسٹری آف انڈیا مصنفہ بابودت، ماڈرن جاپان مصنفہ کونٹ آکوما، ماڈرن جرمنی مصنفہ مسٹر بارکر اور دوسری مستند کتابین رسائل اور اخبارات،

طرز بیان | زبان بالکل صاف، سہل رواں اور وزنی الفاظ و بخیث محاورات سے عموماً پاک ہی، طرز بیان سنجیدہ متین اور موثر ہے۔ پڑھنے والے کو بار بار رکنے اور غور کرنے کی

غالباً ضرورت نہ ہوگی، انداز بیان مین کہین کہین خطابت کی جھلک آجاتی ہی یا ممکن ہی یہ طرز بیان کی صفائی، روانی اور برجستگی کا اثر ہو،

اختلاف رائے کتاب کے بعض مقامات مین مجھے مصنف سے اختلاف رائے بھی ہی۔ مثلاً باب اول کا آخری حصہ جس مین یہ بحث چھیڑی گئی ہی کہ ہندوستان مین مساوی حقوق کی طلب کا جو جذبہ پیدا ہوا اس کا سبب کیا ہی؟ غالباً اس بحث کو اگر نہ چھیڑا جاتا تو بہتر تھا مقصد کتاب اور مضمون باب دو مین سے کسی کو اس سے چندان تعلق نہین، سودیشی تحریک اور ہندوستان کی موجودہ دوسری تحریکون کا جہان ضمنی تذکرہ آگیا ہی وہان مناظرانہ شان پیدا ہوگئی ہے، ایک سنجیدہ اور بلند تصنیف کا دامن یقیناً ان کانٹون سے محفوظ رکھنا چاہئے۔ چھٹا باب خاص طور پر مؤثر، دلچسپ اور پرزور ہی، بحث بھی کافی حد تک عمیق اور فلسفیانہ ہی تاہم ضرورت تھی کہ اس کو مزید استقصا، حسن وخوبی اور بلند طرز بیان مین لکھا جاتا کیونکہ یہ کتاب کی روح ہی اگرچہ اب بھی یہ روح قوی ہے لیکن پھر بھی میری رائے مین اس کو مزید غور وفکر کے بعد قوی تر بنایا جاسکتا تھا۔

لسانی حیثیت سے بھی بعض عبارتین اور الفاظ قابل گرفت ہین مثلاً صفحہ ،، امین قدم مارا کھلنی یہ فارسی محاورہ گامزد کا صحیح اور بالکل صحیح ترجمہ ہی لیکن اردو مین اس کا استعمال متقدمین کے عہد کے ساتھ ساتھ ختم ہوگیا اب اس کا استعمال مناسب نہین ؛

کتاب کا مقصد اور درجہ اس کتاب سے مصنف کا مقصد قوم کی اصلاح کرنا اس کو دعوت عمل دینا اور اس کے سامنے مفید عملی تجویزین پیش کرنا ہی مجھے یہ کہنے مین کوئی تذبذب نہین کہ مصنف اپنے مقصد مین ہر طرح کامیاب ہے، اصلاحی نقطۂ نظر سے کتاب کو جدت کا درجہ حاصل ہے اور تصنیفی حیثیت سے یہ موجودہ اردو مصنفات کی صف اول مین داخل ہوسکتی ہے، مین اس مفصل تبصرہ کو بیان دو جملے لکھے بغیر ختم نہین کرسکتا جو کتاب کو جابجا سے پڑھنے کے بعد پہلی مرتبہ بے ساختہ میری

زبان سے نکلا تھا کہ

اگر اس مسلمان مصنف کا تعلق اس سرزمین پنجاب سے جو سمی و عمل کا غیر معمولی مادہ اپنے اندر رکھتی ہی، نہوتا تو اس کو ایسی مفید و عمدہ کتاب کے مصنف ہونیکا فخر مشکل سے حاصل ہوتا،

لکھائی چھپائی صاف ستھری، کاغذ سفید چکنا، تقطیع متوسط صفحے ۱۸۰ قیمت عہ،

مصنف کے پتہ :- محمد تیمور صاحب ایم اے پروفیسر اسلامیہ کالج پشاور سے

یا

منیجر روز بازار الیکٹریک پریس کارخانہ وکیل امرتسر سے طلب کیجیے،

مطبوعات جدیدہ

سیرِ ایران، شمس العلماء محمد حسین آزاد دہلوی نے دو اولادین اپنی یادگار چھوڑین، ظاہری اور باطنی، مبارک ہین وہ ظاہری اولادین جو اپنے بزرگون کی باطنی اولادون کی پرورش اور نشو و نما کا سامان کرسکین، آزاد مرحوم کے پوتے آغا محمد طاہر انہین مبارک اولادون مین ہین جو جدِ امجد کے منتشر اوراق اور مسودون کو گرد و غبار سے پاک کرکے ترتیب و اہتمام کے ساتھ چھاپ کر شائع کر رہے ہین، اس سلسلہ مین ابھی حال مین انھون نے سیرِ ایران، شائع کی ہے، یہ حضرت آزاد مرحوم کے سفرِ ایران کے مختلف سرسری واقعات کا مجموعہ ہے، بڑا حصہ اس کا مرحوم نے ایک خطبہ کی صورت مین لاہور کے ایک مجمع کے سامنے پڑھکر سنایا تھا، باقی روزنامچہ کی حیثیت رکھتا ہے، زیادہ تر زبان اردو ہے کہین کہین فارسی ہے، مجموعہ گو مختصر ہے مگر دلچسپ اور ایران کی پرانی زندگی کی تصویر ہے، چھوٹی تقطیع، صفحات ۱۰۰، لکھائی چھپائی کاغذ اعلیٰ، قیمت مجلد ۱۲؍ غیر مجلد ۸؍ پتہ:- آزاد بکڈپو، اکبری منڈی لاہور۔

روحِ نظیر، نظیر اکبرآبادی کی ہر قسم کی نحوی، عروضی، اور شاعرانہ غلطیون کے تسلیم کر لینے کے بعد بھی ہم یہ کہنے پر مجبور ہین کہ وہ ایک کامل شاعر تھا، وہ اس زمانہ مین پیدا ہوا جب شاعری صرف تغزل کا نام تھا، لیکن اس نے اپنی شاعری کے لئے الگ شاہراہ نکالی، اور اخلاق و تصوف کو افسانہ، حکایات اور بولیون مین اس طرح ادا کیا ہے کہ اب وہ ہر گدا اگر فقیر کی زبان قال ہے، پروفیسر شہباز عظیم آبادی مرحوم کے سوا ہمارے اہل قلم اصحاب نے نظیر کی طرف بہت کم توجہ کی، آج ہمارے سامنے نظیر کے ایک ہموطن ادیب محمود اکبرآبادی بی، اے کی تالیف روحِ نظیر ہے، جس مین مؤلف نے نظیر کے بہترین کلام کو منتخب کرکے یکجا کیا ہے، اور شروع مین نظیر اور اس کی شاعری پر ۱۲۲ صفحون کا ایک

مقدمہ لکھا ہی، اس مقدمہ مین مختلف حیثیتون سے نظیر کے کلام پر تقریظ اور تبصرہ ہے، نظیر ہندی اور متروک الفاظ اکثر نظم کرتا ہی، مصنف صاحب نے کتاب کے آخر مین ان الفاظ کو یکجا کر کے ان کے معنی لکھے ہین، اس کے بعد نظیر کے ان منظومات مین جو نام اور تلمیحات آئے ہین، ان کی توضیح کی ہی، آخر مین فہرست ابواب ہے ضخامت ۲۰۰ صفحات، تقطیع چھوٹی، قیمت عمار، پتہ:۔ رام پرشاد اینڈ برادرس کتب فروشان، چوک آگرہ،

رباعیات سرمد سرمد کی رباعیان اس سے پہلے بھی چھپی ہین، مگر اس زیر تنقید طبع مین ایک جدت یہ کی گئی ہی کہ ہر فارسی رباعی کے نیچے رباعی ہی مین اس کا اردو ترجمہ بھی درج کیا گیا ہی آغاز مین مولنا ابو الکلام کا ایک پرانے مضمون، سوانح سرمد کو دیباچہ بنایا گیا ہی، رباعیات کا اردو ترجمہ سید نواب علی صاحب صولت لکھنوی نے کیا ہے، رباعی کا رباعی ترجمہ مین ایک مشکل کام ہے لیکن ہم مترجم کو مبارکباد دیتے ہین کہ انھون نے اس مشکل کو پوری طرح حل کیا ہی، سرمد کی اصل رباعیون کے انتخاب مین زیادہ تدقیق و کاوش سے کام نہین لیا گیا ہی، بعض رباعیان تو کھلی ہوئی خیام کی ہین، بعض پر ہم کو سلطان ابو سعید ابو الخیر کا دھوکا ہوتا ہی ضخامت ۸۰ صفحات، لکھائی چھپائی صاف، قیمت مجلد عہ غیر مجلد ۱۲ار، پتہ:۔ شاہجہانی پریس، کٹرہ گوکل شاہ، دہلی،

خانہ داری، محترمہ محمدی بیگم صاحبہ مرحومہ جن کی نسبت سے اخبار تہذیب نسوان اب تک قائم ہے اور جو متعدد زنانہ تصنیفات کی مالک ہین، یہ کتاب بھی انھین کی ایک تصنیف ہے جس مین خواتین کو آسائش، صفائی، تہذیب اور کفایت شعاری سے رہنے سہنے کے قاعدے اور آداب بتائے ہین، ہر شریف گھرانے مین اسکا ایک نسخہ رہنا چاہئے، ضخامت ۱۳۰ صفحات، لکھائی چھپائی اچھی، قیمت عہ، پتہ:۔ دار الاشاعۃ پنجاب لاہور،